

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں ہیں  
 اُسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو (القرآن حکیم)

# شرح مشکوٰۃ

## شرح مشکوٰۃ

تصنیف مفید :-

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خطیب جامع مسجد حضرت امام گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور  
 رکن پاکستان نئی رانہ مکتبہ

ناشر

فریدیک سٹال، ہم اردو بازار © لاہور (پاکستان)

(جلد حق بنی تا نشر محفوظ ہیں)



کتاب ..... اشعۃ اللمعات جلد دوم  
تصنیف منیف ..... شیخ محقق حضرت شیخ عبدالملک محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ  
ترجمہ و تقدیم و حواشی ..... مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جامع مسجد  
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ  
کتابت ..... حاجی محمد داود حضرت کیلیا نوالہ شریف  
پروف ریڈنگ ..... مولانا محمد سعید احمد نقشبندی  
ناشر ..... فرید کتب گالری ایم اے بازار لاہور  
سال اشاعت ..... رجب ۱۴۰۳ھ  
تعداد ..... مئی ۱۹۸۳ء  
مبلغ ..... ایک ہزار  
عالمین پرنٹرز پرائیویٹ لیمیٹڈ لاہور  
قیمت ..... ۱۰۰ روپے





# گفتنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله ونصلی علی رسولہ المکریم  
 اما بعد اشہد انما شریعتہ مشکوٰۃ فارسی مؤلفہ حضرت شیخ محمد باقر محدث دہلوی قدس سرہ لہزیر کی کتاب المصلوٰۃ تا  
 آخر کتاب بجا نزار دارد ترجمہ ۹ محرم الحرام ۱۳۸۷ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو اختتام پذیر ہوا تھا، ناشر کتاب جناب تیدامجاز احمد شاہ  
 صاحب ملک فدیہ کبٹل اردو بازار لاہور چونکہ ساتھ ساتھ اس کی کتابت بھی کروا رہے تھے، اس لئے اس صفحے کی  
 کتابت بھی جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور ادھر زبیر علیہ السلام میں جناب شاہ صاحب موصوف ۳۰ × ۳۰ سائز کے ۹۳۲ صفحات  
 پر پھیلا ہوا مکمل کتابت شدہ مسودہ تصحیح اور نظر ثانی کی غرض سے لے کر تشریف لائے۔ نظر ثانی اور پروف ریڈنگ کا یہ کام حقیقت  
 میں جتنوں پر مشتمل تھا (۱) ۹۳۲ صفحات کی مکمل مضمون فہرست کی ترتیب و تدوین (۲) احادیث مشکوٰۃ کے عربی متن کی تصحیح اور  
 نظر ثانی (۳) اردو ترجمے اور شرح کی اغلاط کی دہستی۔

نظر ثانی کا یہ کام شروع کئے ابھی دس پندرہ دن ہوئے تھے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ۹۳۸ ویں سالانہ  
 عرس مبارک کی تیاری سے متعلق مصروفیات کی بنا پر یہ کام ڈک گیا۔ یہ عرس مبارک ۶، ۷، ۸ دسمبر ۱۹۸۷ء کو منعقد ہوا تھا،  
 وسط و متبرک فرصت نہ مل سکی، اس سبب اس مبارک کام میں زیادہ وقت لگانا شروع کیا کیونکہ ناشر کتاب جناب شاہ صاحب  
 موصوف بہت پریشان تھے کہ ترجمہ کی اس دوسری جلد کے بازار میں آنے کو مسلسل تاخیر ہو رہی تھی۔ ناساز طبیعت اور مصروفیات  
 کے باوجود نظر ثانی کا یہ کام اپنے لئے نہ تاک سے جاری تھا کہ اچانک ۲۱ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعہ المبارک ساڑھے گیارہ بجے دن  
 ذیابیطس کا حشر پشیدہ حملہ ہوا، ہڈی پریش خیر ناک حد تک گر گیا اور میں گہری غشی میں ڈوب گیا، بیہوشی کی یہ حالت کم و بیش  
 گھنٹے مسلسل رہی، اس دوران مجھے یہ ہسپتال کراچی میں اور میں لاہور میں جا گیا جہاں جناب پروفیسر کٹر مختار احمد چشتی، ڈاکٹر فرخ منظور چوہدری  
 جناب ڈاکٹر طلحہ رحمن اور ڈاکٹر احسان صاحب وغیرہم کی انتھک کوشش اور توجہ سے طبیعت سنبھل گئی اور رقم سترہ دن ہسپتال میں صاب  
 فاش ہونے کے بعد گھر واپس آیا۔ میں ان ڈاکٹر صاحبان اور ان سب حضرات کا دل سے مشکوہوں جنہوں نے کسی بھی شکل  
 میں میری مدد کی اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے مگر اگر میں نے ضعف و نقاہت کے باوجود ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن اس کام کو مکمل  
 کر لیا، وہ کمال اللہ علیہ ذلک میں نے پوری توجہ سے نظر ثانی اور دہستی کی ہے، اس کے باوجود غلطیوں کا رہ جانا عین ممکن ہے، مزید تصحیح و ترمیم  
 شاہ صاحب کی وجہ سے بھی نظر ثانی کر دیا ہے۔ احباب دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ اور ترجمہ کی باقی چار جلدوں کی تکمیل کی بھی  
 توفیق عطا کرے میری اس حیرت انگیز کوشش کو توفیق قبولیت لائفے زیر میرے لئے اسے فیض و آخرت اور نفع عام کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

العبد الضعیف

محمد سراج احمد نقشبندی مجددی غفرلہ درگاہ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور پاکستان، ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى نَسْلِهِ الْكَرِيمِ

## کتاب الصلوة

### نماز کا بیان

نفلت میں صلوة کا معنی دعا، رحمت اور استغفار کا آنا ہے نماز کو صلوة اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں یہ سب معانی موجود ہیں۔  
لفظ صل کا معنی ہے آگ پر گوشت بھونا۔ تصلیہ کا معنی ہے گوشت کو آگ میں جلانا۔ اور لفظ صل کا معنی لکڑی گرم کرنا اور صل  
آگ سے گرم کر کے سیدھا کرنے کا بھی آتا ہے۔ یہ معانی بھی حقیقت نماز کے احاطہ میں ہیں۔ چار گونا نمازی کو اس میں مجاہدہ  
میں پگھلاتی اس کے گناہوں کو جلاتی اور اس کے نفس و طبیعت کی کچی کو درست اور سیدھا کرتی ہے۔

### الفصل الاول

#### کلی فصل

۱۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ الْخَمِينَ  
الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَوَضَّانَ إِلَى وَضَّانَ  
مُكْرَرَاتٍ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَمَعَتِ  
الْكَبَائِرُ۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
دھرت کی ماہرین اور ان کی جگہ کی ناراضی سے  
کہ نماز ایک روز سے دوسرے روز تک  
کے درمیان ہر قسم کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔  
جب کہ کبیرہ گناہوں سے ہر روز کی بات ہے۔  
دعا مسلم

۱۹ یعنی یہ نیک کام درمیان عرصہ میں واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کاروبار ہیں اور ان کو چھوڑ دینا  
مشادیت ہے۔

۲۰ کہ کبیرہ گناہوں کو ان نیکوں سے چھپتے ہیں نہ معاف ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کو کئی توبہ درکار ہے۔ ہاں صغیرہ گناہوں  
ہو جاتے ہیں جب کہ ان سے حق العباد متعلق نہ ہو۔ علماء کرام نے فرمایا ہے ان نیکوں پر استقامت اور بار بار دعا کرنے سے  
صغیرہ گناہوں کی بخشش کے بعد کبیرہ گناہوں میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اگر بندہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بالکل

محفوظ رہا کہ ہو تو نیکیاں اس کے لیے بشری ذرات کا موجب بن جاتی ہیں۔  
سوال :- اگر یہ میرے نمازوں کی برکت سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو جمعہ کی نماز کے لیے پیچھے کیا رہ جاتا ہے اور اگر جمعہ کی نماز سے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں تو پھر رمضان شریف کے روزے کون سے گناہوں کی مغفرت کا موجب بنتے ہیں۔

جواب :- مراد یہ ہے کہ یہ سب نیک اعمال گناہوں کو مٹاتے اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ اگر ایک سے گناہ معاف نہ ہوں تو دوسرے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سے نماز ادا کرنے میں کوتاہی واقع ہو جاتی ہے کہ وہ رکوع سجود وغیرہ میں درست اور قعدیل کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ مترجم، تو جمعہ کی نماز عفو کا قدر بعد بن جائے گی۔ اور اگر جمعہ کی نماز یا جمعہ اور پنج وقتہ نمازوں میں کوتاہی سرزد ہو جاتی ہے تو رمضان کے روزے بخشش کا موجب بن جائیں گے۔ اور اگر یہ مذکورہ سب نیکیاں ایک وقت جمع ہو جائیں تو ان کا مجموعہ گناہوں کو مٹا دیتا اور نہ زیادہ عفو و مغفرت اور بندے کے باطن اور قلب کے تزکیے اور روشنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جس طرح اگر بہت سے چراغ روشن کیے جائیں تو ان میں سے ہر ایک مکان کی روشنی کے لیے کفایت کرتا ہے۔

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک  
اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر پانی کی نہر بہتی ہو وہ  
اس میں ہر دن پانچ دفعہ نہاتا ہو کہ اس کے جسم پر نیل  
پھیل جاتی رہے گی؟ صحابہ کرام نے نہ کیا اس کے بدن  
پر نیل پھیل بالکل نہ رہے گی۔ فرمایا یہ پنج وقتہ نمازوں کی  
مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں کو  
مٹا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

۵۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَيُّكُمْ لَوْ أَنَّ فُتِحَ أَبْوَابُ  
أَحَدِكُمْ يُغْتَرَلُ فِيهِ كُلُّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ  
يَبْقَى مِنْ دَرَمٍ شَيْءٌ فَمَا كُنَّا لَا يَبْقَى مِنْ  
دَرَمٍ شَيْءٌ قَالَ قَدْ لَكَ مِثْلُ الصَّلَاةِ  
الْحَمْدُ يَتَّبِعُوا اللَّهَ يَهْدِي الْخَطَايَا  
وَمُسْتَقِيمٌ عَلَيْهِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں ایک شخص نے بغیر حرم عورت کا بوسہ لیا  
پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر  
ہوا۔ اور نبی اس حرکت کی آپ کو خبر دی۔ (ابھی آپ  
نے اسے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

۵۷ وَرَبَّنَا قَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ  
أَصَابَتْ مِنْ أَمْرٍ أَتَيْنَاكَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا خَيْرَ لَهُ فَنَزَلَ  
اللَّهُ تَعَالَى وَأَقْرَبَ الصَّلَاةَ فَطَرَفَ الثَّمَارِ  
وَزُلْفَاتِ الْيَلِيلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ

يُذَوِّبَنَّ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ اَتَرْجِعُ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ اِلَى هَذَا قَالَ لَجَیْمٍ  
اُمْتِي كُلِّهْمُ وَفِي رَايَةٍ لَمَنْ  
عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمْتِي۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نارل فرادی آقہ الصلوٰۃ طریقی المنہار ولفظ  
مُتَّفَقٌ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذَوِّبَنَّ السَّيِّئَاتِ۔  
تمام گناہوں کے مٹانے کے لئے اس بات کے کچھ حصے میں  
جیکے نیکوں کی باتوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ  
میری ساری امت کے لیے ہے۔ اور ایک روایت میں  
اس طرح واقع ہے۔ یہ صرف تیرے لیے نہیں بلکہ میری  
امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے گا۔ غارِ مدینہ۔

۱۔ کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام ابو الیاس ہے نفع یا اور سین محلہ کے ساتھ یہ شخص انصاریں سے تھا۔ کھجوریں بچنے کا کام  
کرتا تھا۔ ایک عورت اس کے پاس کھجور خریدنے آئی اس شخص میں نفسانی خواہش کا میلان پیدا ہوا۔ عورت سے بولا اچھی اور  
زیادہ شیریں کھجوریں کمرے کے اندر ہیں۔ اس بہانے عورت کو اندر لے گیا۔ اور اس سے بوسہ کرا کیا۔ عورت نے اس سے  
کہا خدا تعالیٰ سے ڈر اس پر وہ مرد نامد اور پشیمان ہوا۔

۲۔ آپ نے اس کی بات سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ اور فرمایا وہ کھانا کھا کر تھکا ہوا ہے۔ اس کے  
بعد اس مرد نے نماز ادا کی۔

۳۔ ہر دو طرف یعنی صبح کی نماز اور سورج ڈھلنے کے بعد کی نماز میں ظہر و عصر کو سورج ڈھلنے کے بعد دن کا چھٹا حصہ  
شروع ہو جاتا ہے۔

۴۔ یعنی نماز کا رات کی ان چند گھنٹوں میں جو دن کے قریب ہیں۔ یعنی مغرب و عشاء کی نمازوں کو۔ زُلف  
زاویہ پیش اور لام کی زبیر کے ساتھ زُلف کی جگہ ہے۔ یعنی قریب و نزدیک کے درمیان نمازوں کو۔ قریب میں  
زُلف، ظلم جمع ظلمت کی طرح ہے۔

بعض مفسرین طرفی النہار سے صبح، ظہر و عصر اور مغرب کی نمازیں مراد لیتے ہیں۔ نماز صبح و عصر کی طرف کی اور عصر و  
مغرب دوسری طرف کی۔ اور زُلف النہار کو عشاء کی نماز کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔

۵۔ سیئات سے معیضہ گناہ مراد ہیں۔ جو نماز روزہ سے مٹ جاتے ہیں۔ مگر جب فرقہ فہم اس کلمہ کو عموم پر  
عمل کرتے ہوئے کبیرہ گناہوں کو بھی داخل کر لیا ہے۔ گو عموم پر اہل سنت اس پر ہی کہ یہ آیت معاذ کے ساتھ خاص ہے  
اُن احادیث کی بنا پر جو اس تخصیص پر دلالت کرتی ہیں۔ کذا فی فتح الباری۔

۶۔ یہ لفظ تاکید میں مبالغہ کے لیے آیا ہے اور بعض روایات میں کلمہ کا لفظ نہیں آیا۔

٥١١  
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ إِنِّي أَصْبَيْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالِ  
وَلَعَرَيْسَتُهُ عَنْهُ وَحَقَّ مَرَاتِ الْقَهْلُ  
فَصَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَلَمًا فَخَضِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْقَهْلَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ إِنِّي أَصْبَيْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ كِتَابَ  
اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ  
قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ أَوْ  
حَدِّكَ

مُسْتَقْبَلُ عَلِيٍّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے کیا ادا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے ایسا فعل سرزد ہو گیا ہے میں سے مجھ پر حد جاری ہوتی ہے۔ لہذا آپ مجھ پر حد قائم کر دیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے کوئی بات دریافت نہ کی۔ اتنے میں غار کا وقت ہو گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار سے فارغ ہوئے تو وہ شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے ایسا فعل واقع ہو گیا ہے میں سے مجھ پر حد جاری ہوتی ہے۔ لہذا آپ مجھ پر وہ حکم جاری کریں جو اللہ کی کتاب میں ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے ہمارے ساتھ (یعنی نماز ادا نہیں کی) اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی ہے۔ آپ نے فرمایا تو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ مجھ پر سے حد کو بخش دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

۱۔ واضح ہو کہ تجدیدی کرنے کے مطالبے سے ظاہر آئے مضمون ہوتا ہے کہ اس نے گناہ کیسے کیا اور سرقہ وغیرہ کا ارتکاب کیا کیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ میرے ساتھ نماز ادا کرنے کی بدولت تیرا وہ گناہ بخش دیا گیا ہے۔ اس سے مضمون ہوتا ہے کہ تھانہ سے کیا اثر بھی مناسبت ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس مرد کے خیال میں وہ فعل حد کا متقاضی تھا تاہم میں حد کا متقاضی نہ تھا۔ یا حد سے اس کی مراد تعزیر تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دریافت نہ کرنے کے لئے یہ چیز بیان کی ہے یا بغیر وہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مغفرت دونوں قسم کے گناہوں کو شامل ہے۔ الایہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات سے جان چکے ہوں کہ شخص کی وہ صلیب کا مرتکب ہو ہے۔ جو حد کا موجب نہیں اس بنا پر آپ نے اس سے نہ پوچھا۔ اور اس وجہ سے اس مرد نے نماز کے بعد کے بیان میں کہا کہ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم جاری کریں وہ حد ہو یا غیر حد ہو۔ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے وہ مجھ پر قائم کریں۔ لہذا قالوا۔

بین (شیخ عبدالحق قدس سرہ) خدا تعالیٰ کی توفیق سے کتابوں میں شاید کبیرہ گناہ کا مسامح ہو جانا حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کرنے کی خصوصیت ہو۔ گزشتہ حدیث میں مذکور فقرہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ اس مرد نے  
 آپ کے ساتھ نماز ادا کی تھی۔ بلکہ صاحب کشاف نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کہا تھا کہ وہ منکر ہے  
 اور دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کا تعب حروف (شیخ عبدالحق قدس سرہ) کے دل میں یہ نکتہ مدنیہ مطہرہ میں قیام کے

دورانِ روضہ شریفہ کی بعض زیارات مبارکہ کے موقع پر اتفاق ہوا تھا اس لیے امید ہے کہ صحیح ہوگا۔ اور اس وقت کی نورانیت کا پرتو ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۵۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَى الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ قُتِلَتْ ثُمَّ أَحَى قَالَ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَحَى قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَيْهَقٌ وَلِكُلِّ اسْتَرْدُّهُ لَزَاهِقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ عمل کونسا ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل محبوب تر ہے فرمایا والدین سے نیک سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل محبوب تر ہے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حضرت عیسیٰ بن مسعود فرماتے ہیں سب باتیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں اگر میں آپ سے اور باتیں دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے (حدیث مسلم)

۱۔ کہ وقت مکروہ نہ ہونے پائے۔ بخاری شریف میں علی وقت کے لفظ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول وقت سے بھی آیات اور علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

۲۔ اور ان کی فرمانبرداری کرنا اور انہیں کسی قسم کی تکلیف و اذیت نہ پہنچانا۔

۳۔ یعنی اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو چیزیں پوچھتا تو میں اس دریافت کے لیے آپ سے یہ دو چیزیں بتاتے اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سنی عبادت کے لیے آپ کی عنایت و التفات کا بیان ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے لحاظ سے آپ کے نبوت کے لیے آپ کی عبادت کے لیے یہ سب زیادہ مسائل و روایات نہ کیے۔ جیسا کہ علم کی روایت میں آیا ہے۔

واضح ہو کہ افضل اعمال کے بیان میں احادیث مختلف و متضاد ہیں۔ بعض احادیث میں ہے کہ افضل اعمال اللہ کی یاد میں لگنا اور لفظ السلام علیکم کو عام کرنا اور زیارات کرنا اس وقت نماز پڑھنا جب کہ لوگ مسجد میں آئے ہوں اور سلام پڑھنا اور افضل اعمال یہ بھی آیا ہے کہ سب سے افضل عمل یہ ہے کہ میرے ہاتھ و زبان سے کسی کے گناہ نہ پہنچے۔

اس طرح بھی وارد ہے کہ افضل اعمال وہ جہاد ہے جس میں مال فیمین سے لڑنا ہے جس کی وجہ سے اور وہ جہاد جس کی قسم کی مصیبت صادر نہ ہو۔ اس طرح بھی آیا ہے کہ افضل اعمال ذکر الہی ہے۔ اور یہی بھی وارد ہوا ہے کہ افضل اعمال وہ ہے جو پابندی سے دائماً ادا کیا جائے اور اس پر موانعت کی جائے۔

علاوہ ازیں کہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف جواب ارشاد فرماتے کی وجہ سے ہے کہ پوچھنے والے مختلف تھے۔ آپ نے ہر شخص کو وہ جواب دیا جو اس کے حال کے لائق و مناسب تھا۔ اور میں نے اس کے لیے زیادہ وضاحت اور زیادہ رنجرت و

جاہت تھی۔ یا مختلف اوقات میں کسی نے مختلف جواب ارشاد فرمائے۔

چنانچہ جواد بدلتے اسلام سے ہی افضل ترین عمل چلا آ رہا ہے اور بہت سی نصوص (آیات و احادیث) اس بات کی تائید و حمایت میں وارد ہیں کہ نماز مد قر سے افضل ہے۔ اس کے باوجود محتاج و مسکین کی شدتِ مسکنت و مجبوری کے وقت اس کی بددکرائی اور مد قر کے نماز سے افضل ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ مختلف اعمال مختلف وجوہات اور حیثیتوں کے تحت افضل قرار پاتے ہیں۔ ہر عمل حیثیت و مقام کے مطابق دوسرے سے افضل ہو جاتا ہے۔ اعمال کی افضلیت و خیریت کے باب میں ہمارا یہ کلاس محلِ عظیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ عرب ذہن نشین کر دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان حدِ فاصل یہی ترکِ نماز ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ دَوَاكُمُ الْمُسْلِمُ

(مسلم)

۱۔ کہ نماز بندے کو روکتی اور اس بات سے دور رکھتی ہے کہ وہ کفر تک پہنچے۔ جب نماز کی یہ رکاوٹ اور حدِ فاصل درمیان ہے اٹھ گئی تو رکاوٹ ہٹ گئی اور بندہ کفر تک پہنچ گیا۔ جس طرح دیوارِ جود آدمیوں کے درمیان عامل ہو کہ ایک کو دوسرے کے پاس نہ جانے دے۔ وہ درمیان سے دیوار اٹھ گئی رکاوٹ ختم ہو گئی اور یہ آدمی اُس کے ساتھ مل گیا۔ علامہ نے اس عبارت کی یہی تفسیر و تفسیر کی ہے۔ اس عبارت کی اور بھی تو جیساات میں جو شرح (عربی) میں مذکور ہیں۔ اس میں محمد کریم

در اصل یہ ترک نماز پر سخت قسم کی وجہ و ڈانٹ ہے۔ اور اس جانب اشارہ ہے کہ تارک نماز قریب ہے کہ کافر ہو جائے۔ اور تارک نماز، اصحابِ ظاہر کے نزدیک کافر ہے۔ بعض صحابہ کرام سے بھی ایسی روایات مروی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے تارک نماز کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک کہ امام شافعی اور امام مالک بھی ان میں سے ہیں تارک نماز اگرچہ کافر نہیں ہو تا مگر واجب القتل ہے۔ پیغمبر رحمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تارک نماز جب تک نماز ادا کرنے کا پابند نہ بنے مارا جائے گا اور جس اور قیدی رکھا جائے گا۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت جواد بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الْقَاصِمِ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَسَنُ مَلَكُوتٍ  
إِفْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وَصُومَهُنَّ  
وَصَلَّاهُنَّ يُوقِظُهُنَّ وَاتَّمَرُ رُكُوعُهُنَّ وَ  
خُشُوعُهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ  
يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى  
اللَّهُ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَقَرَهُ وَإِنْ شَاءَ  
عَذَّبَهُ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَرَوَى  
مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ -

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک بہت نازکیں ہیں  
ہمیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے، جس نے ان کے لیے اچھا  
و ضرور کیا اور ان میں ان کے صحیح وقت میں ادا کیا۔ اور ان کے  
و خضوع مکمل کیا۔ ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے  
کہ وہ اسے بخش دے گا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے  
لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اور ذمہ نہیں۔ چاہے اسے بخشے  
چاہے ظالم میں ڈالے۔ اسے احمد و ابوداؤد نے روایت کیا  
اور امام مالک و ترمذی نے اس کی مثل روایت کیا۔

۱۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ عبادہ عین کی پیش اور یا غیر مشدد کے ساتھ آپ مشاہیر اور کبار صحابہ  
کرام میں سے ہیں۔ آپ کے حالات متعدد جگہوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

۲۔ یعنی وضو کے آداب و سنتوں کا خیال رکھنا۔

۳۔ یعنی تمام و کامل طور سے اس کے احکام و احکام کی پاسداری۔ خصوصاً تو کو جو و سجدہ کو جس میں بھنگی و غیر ناجائز کا  
معنی بیشتر پایا جاتا ہے۔ اور اکثر لوگ ان کی درست ادا کی جانی چاہیے۔

۴۔ یعنی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے کہ اسے بخشنے و غور سے کرے۔ ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ و عہد  
ہے۔ اور جب کہ اس کا وعدہ سچا ہے کہ اس میں خلافت کا امکان و جواز نہیں تو اس وعدہ کو عہد سے تعبیر فرما کر بھنگی اپنے  
ذمے کرے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کرے۔

۵۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ تارک نماز کا گھر نہیں ہے۔ اور حاکم بکیرہ کا خطاب میں مشاہیر و سادات  
اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

۶۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا خَسَنُكُمْ وَصُومُوا  
شَهْرَكُمْ وَأَوْفُوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا  
ذُأْمُرَكُمْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ مَا بَكُمْ  
دَرْقًا أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

۷۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ قہیلہ باہلہ سے ہیں۔ آپ کا شمار مشاہیر صحابہ میں ہوتا ہے۔  
۸۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احکام کے بیان کے وقت ابھی حج فرض نہ ہوا تھا۔ اس لیے اس کا ذکر  
بجائے اپنے آپ کا جنہاں داخل ہوا۔ احمد و ترمذی۔



فرمایا۔

۱۔ ذی امرینی حاکم و قاضی کہ غلامِ تعالیٰ کا ظہیر اور نائب ہے جب کہ خدا و رسول کے فرامین کے خلاف حکم نہ دے۔

۵۲۹۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ  
سَبْعٍ سِنِينَ وَأَخْبِرُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ  
أَبْنَاءُ عَشْرٍ سِنِينَ وَقَرُّ قُلُوبِهِمْ فِي  
الصَّالِحِ نَفَاةٌ أَبَوْدًا وَدَرَكًا لِمَا عَاوَى  
فِي شَرْحِ التَّنْزِيلِ عَنْهُ وَفِي الصَّالِحِ عَنْ  
سَيِّدَةِ بَنِي مَعْبُودٍ۔

حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ وہ اپنے دادا  
سے روایت کرتے اور فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دے جب کہ وہ سات سال  
کے ہو جائیں اور انہیں نماز کے لیے مارو جب کہ وہ دس برس  
کے ہو جائیں۔ اور بستر میں انہیں الگ لٹاؤ۔ اسے  
اللہ واقف نے روایت کیا۔ اسی طرح شرح سند میں اسے  
حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا۔ اور صحابہ میں  
حضرت سیدہ بن معبود سے روایت کیا۔

۱۔ اس اسناد کی کیفیت و حال بہت سی جگہوں میں لکھا جا چکا ہے۔

۲۔ تاکہ انہیں نماز پڑھنے کی عادت پڑے۔

۳۔ تاکہ انہیں نماز پڑھنے کی عادت پڑے۔

۱۔ اسی طرح کہ بہن اور بھائی الگ بستر میں نہ سوئیں۔ یہ بھی احتیاط اور مواضعِ نعمت سے پرہیز کے لیے ہے۔ پھر جب سات  
سال کا ہو جائے تو ان میں ناکیہ منی قوت نہ آتی ہے پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسری حالت میں ہو جاتا ہے جیسا کہ  
اپنے مقام میں لکھ دیا ہے کہ وہ گئی ہے۔ تو صاحبِ ہوا کہ اسے نماز کا حکم دیا جائے۔ کہ وہ سات برس اور گزرنے پر حد بلوغت  
کو پہنچ جائے۔ اور جب کہ وہ عورت کے لیے حد بلوغت کو پہنچتا ہے۔ تو اس قابل ہو جاتا ہے کہ اسے نماز کی تاکید کی جائے۔ اور زور دیا  
جائے کہ وہ نماز پڑھے۔ اور نماز پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور اسلامی آداب کی تلقین کرو۔  
اس بات کی تاکید کرو کہ وہ نماز پڑھے۔ اور نماز پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور اسلامی آداب کی تلقین کرو۔  
نفس پرانی ہو کر وقت اور تقاضی مبتلا ہونے کا امکان ہے۔

۵۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں فوت ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں فوت ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں فوت ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مردی ہیں۔

حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ایمان والو! روزِ رافیقین کے دیرا وعدہ امان ناز ہے میں نے ناز ترک کی اس کا کفر کا گہر ہو گیا۔

احمد رضا عثمانی، ابن ماجہ۔

۱۷ یعنی وہ عہد و امان جو ہمارے اور منافقین کے درمیان ہے، خالص ہے۔ اور ہم منافقین کو جو قتل نہیں کرتے۔ اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظاہری احکام کی اطاعت میں مسلمانوں سے مشابہ ہیں۔ اس بارے میں عمدہ ترین چیز نماز ہے۔ یہ لوگ نماز میں حاضر ہوتے اور جماعت کی پابندی کرتے ہیں۔

سکھ تو ان منافقین میں سے جس نے غارتگر کر دی اس کا کفر ظاہر ہو گیا۔ اور وہ دائرۃ اسلام سے باہر نکل آیا۔ ایسے شخص پر اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حکم منافقین کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ ینعم کی غیر تمام امت اجابت کی طرف لوٹتی ہو۔ یہ آخری احتمال لفظ فقہ کفر کے زیادہ مناسب ہے۔

تیسری فصل

حضرت خیر المومنین سرور دین الشریعہ حضرت مولانا

[illegible]

طَرَفِي النَّهَارِ وَرُكْعَاتِي أَلَيْسَ إِنَّهُ  
الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُ عَنْ الشَّرِّ كَمَا تَذْهِبُ  
ذُكْرِي لِلنَّارِ كَيْفَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ  
يَا نَبِيَّ اللَّهِ هَذَا لَهُ خَاصَّةٌ فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ  
كَافَّةٌ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

جل بڑا۔ قرآن کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نیچے ایک آدمی روانہ  
کیا۔ آپ اسے بلالہ اور اسے آیت اس کے سامنے تلاوت فرمائی۔  
لَمْ يَزَلْ يَذْهِبُ عَنْ الشَّرِّ كَمَا تَذْهِبُ ذُكْرِي لِلنَّارِ كَيْفَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ  
يَا نَبِيَّ اللَّهِ هَذَا لَهُ خَاصَّةٌ فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ  
كَافَّةٌ

اسے یہ شخص وہی حضرت ابوالنضر بن کافہہ گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔ یا کوئی دوسرا شخص ہے جیسا کہ دونوں کے  
خلاف و مخالفت سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نکاح میں سے ایک عورت کے ہم کو باقہ لگایا ہے اس سے دل لگی ہے اور میں نے شہر مدینہ کے باہر ایک جانب میں  
سے پکڑا ہے۔

اسے لہذا میں نے اس کے علاوہ ہر حرکت اس سے کی ہے۔ یعنی بوس و کنار وغیرہ۔

اسے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر نہیں کیا۔

اسے اور حکم بھی ہے کہ پوشیدہ گناہ کی توبہ بھی پوشیدہ ہی کر لی جائے۔ کہ پوشیدہ گناہ کی تشہیر کرنا شریعت پاک  
کی عزت و حرمت کی برکت ہے۔

اسے یا صحیح عورتی اللہ عزہ کی بات کی تردید نہ فرمائی۔

اسے بعض کے کہیں کہ عورت عورتی اللہ عزہ سے روایت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

علیہ السلام مریم سرہا میں باہر تشریف لے گئے جب کہ درختوں کے پتے

کر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑیں

حضرت ابوذر فرماتے ہیں نہ سنت کے پتے نہ سنت کے پتے

ابوذر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ سَمِعَ نَكِيتَ الْوُحَاةِ وَأَنُورُ

يَتَجَاوَزُ قَالَ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَنَبِيٍّ

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُفِي

الصَّلَاةَ يُؤَدِّي بِهَا مَجْهَ اللَّهِ فَتَجَاوَزُ

عَنْهُ ذُكُوْبُهُ كَمَا تَهَافُتُ

هَذَا الْوَرْتُ عَنْ هِدَى

الشَّجَرَةِ -

رَوَاهُ أَحْمَدُ

یہ درجہ غرض کی ایک یا صرف ایک درجہ میں تہ  
کھڑا ہونا اور ظاہر فرمائی کہ اپنے غریب ایک بندہ مسلمان  
ناراضہ کرتا ہے اس فائدہ اس کا مقصد صحت خطرات کی  
خوشنودی ہوتی ہے تو ایسی حالت اس بندے سے اس طرح  
لگا جھڑپیں جس طرح اس درخت سے پتے جھڑپیں۔ (راحمہ)

۱۵۔ جس طرح موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑپے ہیں۔

۱۶۔ یعنی آپ کے شاخوں کو پکڑ کر ہلانے سے زیادہ پتے گرنے لگے جیسا کہ اس طرح کرنے سے عام حالت سے زیادہ  
ہی پتے گرتے ہیں۔۱۷۔ رضائے الہی کے سوا اس میں کوئی غرض یا معاوضہ مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ حکیم الہی کی بجا آوری اور محض اس کی رضا  
مقصود ہوتی ہے۔

۱۸۔ لفظ توافقت دونوں جگہ تا کی پیش سے آیا ہے۔ تمام درجہ کی ایک جگہ کی ایک جگہ۔

۱۹۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَمٌّ

صَلَّى سَجْدَتَيْنِ لَا يَسْفُوقِيهِمَا غَمًّا

اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَنْبِهِ -

رَوَاهُ أَحْمَدُ

۲۰۔ جہنمی جہم کی پیش اور صا کی نو بر کے ساتھ۔

۲۱۔ یعنی اس میں سہو و غفلت کو قریب نہ آنے دے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے ایک کلمہ نکال کر اس کو

۲۲۔ یعنی گزشتہ کے تمام صیغہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

۲۳۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَمْرِو بْنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَكَرَ

الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَا فَلَظَعِيهَا كَانَتْ

لَهُ نُورًا أَوْ بُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَمَنْ لَمْ يُجَا فُظْ حَلِيهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا أَوْ

لَا بُرْهَانًا وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ

۲۴۔

۲۵۔

۲۶۔

۲۷۔

وَقَرِيعُونَ وَهَامَانَ وَأَهْلِيْنَ خَلْفَ -  
رَوَاكَ أَحْمَدُ وَالْدايِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَشَيْبَةُ  
الْإِمْلَانِ -

ہے اُسے ادا نہ کیا تو نماز اس کے لیے بنور، دلیل و حجت اور نہایت  
شبیخہ کی۔ اور وہ شخص قیامت کے دن ظالموں، فخریوں، ہامان  
اور امیتہ بن غلط کے ساتھ ہوگا۔ احمد و دارمی اور بیہقی  
فی شعب الایمان۔

الحق میں نماز کی فضیلت و شان بیان فرمائی۔

۱۱۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کفار کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔ اس میں اس پر اظہار شدت و سختی ہے۔ اگرچہ یہ کفار ہمیشہ دوزخ میں اور اس نازک مقام سے بدتر جگہ میں ہوں گے۔ امیتہ بن قلعہ۔ قلعہ لام کی زبر کے ساتھ۔ یہ اشیاء قریش میں سے وہ بدبخت ہے جسے جنگ احد کے دن حضور علیہ السلام نے خود اپنے دست اقدس کے ساتھ واصل جہنم کیا۔ اسے امت کا بدبخت ترین شخص بھی کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شُبَيْطٍ قَالَ كَانَ أَحْمَدُ  
يَسْتَوِي الْقُرْآنَ عَلَى اللَّهِ وَيَسْتَعِينُ بِهِ  
فِي مَا يَنْتَهِى الْأَعْمَالُ تَرْكُهُ كَقَرْنٍ عَن  
الْمُضَلِّ

حضرت عبداللہ بن شعیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہناز  
کے سوا باقی اعمالی میں سے کسی عمل کے ترک کو کفر قرار نہ  
دیتے تھے۔

(ترندی شریف)

دَلَّاهُ التَّوْبَةَ

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ ثقفی تابعین اور ان کے اکابر ائمہ میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے سماع حاصل ہے۔ یہ ائمہ عریض فہم و بزرگ ہیں۔

وَعَنْ أَبِي الْكَرْدَادِ قَالَ أَفْضَلُ خَلْقِي  
أَنْ لَا تُقَرَّبَ إِلَيْهِ فَرَأَى قَطِيعًا وَخَرَفَتْ  
فِي كَثْرَةِ مَلِكِهِ فَتَكْتَرِبُهُ فَتَعْرِفُهُ فَيَقْبَلُ  
فَيُؤْتِيهِمْ مِنْهُ الْوَسْطَى  
لَا تَقْرَبُ النَّفْسَ فَإِنَّهَا مَقْبَلَةٌ  
خَلْقٌ كَثِيرٌ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 مجھ میرے جانی و دوست (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)  
 نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بیہودہ شریک نہ کرنا  
 اور کافر بن جانا اگرچہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔  
 اور تجھے جلا دیا جائے۔ اور جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ  
 کرنا کہ جو آدمی فرض نماز دانستہ ترک کرتا ہے اس سے ذمہ  
 اٹھ جاتا ہے۔ اور شراب نوشی نہ کرنا کہ وہ ہر شر و بدی کی

وَمَا أَتَيْنَا بِمَنَاجِدَ

۱۷۔ یہ عزیت پر عمل کرنے کی وصیت و تاکید ہے۔ قلعیت طا کی شد اور بغیر شد کے دونوں طرح مروی ہے۔ اور



## مثنوی

ہر آن کو فاضل از حق یک زمان است در اہل دم کافر است اما نہاں مست  
اگر آن غفلتش پیوستہ بودے در اسلام بسوے بستہ بودے  
ترجمہ۔ جو شخص ایک گھڑی کے لیے بھی خدا کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ وہ اس گھڑی میں کفرانِ نعمت کا مرکب ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کی یہ برائی لوگوں سے پوشیدہ ہے۔  
اگر بندے کی یہ غفلت مسلسل جاری رہتی تو اسلام کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا نہ خود باللہ من الکفر و الکفران۔ (ہم کفر و ناشکری سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں)۔

## پہلی فصل

## الفصل الاول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج ڈھلنا شروع  
ہو جائے تو نمازِ ظہر کے وقت کی ابتدا ہو جاتی ہے اور انسان  
کا سایہ اس کے جسم کی لمبائی جتنا ہو جائے۔ ظہر کا یہ وقت عصر  
کا وقت داخل ہونے تک رہتا ہے۔ اور عصر کا وقت دھوپ کا  
رنگ نہ رہ رہنے تک رہتا ہے۔ اور نمازِ مغرب کا وقت شفق  
نائب ہونے تک رہتا ہے۔ اور نمازِ عشاء کا وقت شفق  
غائب ہونے سے نصف شب یعنی رات کے درمیانی  
حقہ تک ہے۔ اور نمازِ صبح کا وقت طلوعِ فجر سے سورج  
کے طلوع ہونے تک ہے۔ جب سورج طلوع ہونا شروع ہو جائے  
تو نماز سے رک جا کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان  
طلوع ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ  
إِذَا ذَلَّتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطَوِّ  
مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرِ وَوَقْتُ الْعَصْرِ  
مَا لَوْ قَصُرَ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلَوةِ  
الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ  
صَلَوةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ  
وَوَقْتُ صَلَوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ النُّجُومِ  
إِلَى أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا أَطْلَعَتِ الشَّمْسُ  
فَالصَّلَاةُ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ مِنْ  
مَنْزِلَتِهَا

(بَدَاؤُا مُسْتَمَرَّةً)

لے اوقات نماز کے بیان کی ابتداء وقتِ ظہر کے بیان سے اس وجہ سے کی کہ یہ صبح سے پہلی نماز ہے جو باجماعت ادا  
کی گئی جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اوقات نماز کی تعلیم کے لیے حاضر ہوئے۔ جب کہ  
دوسری فصل میں آ رہا ہے۔ اسی وجہ سے ظہر کو صلوٰۃ اول یعنی نمازِ پیشین (پہلی) نماز کہتے ہیں۔ اس نماز کا وقت سورج کے

درمیان آسمان سے جانب مغرب ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے۔ سورج ڈھلنے کے وقت کو وقت زوال بھی کہتے ہیں۔ یہ اس کا اول وقت ہے اس کا آخر وقت دکان الرجل کطولہ میں بیان فرمایا۔

۱۷ دکان الرجل کطولہ۔ یعنی انسان کا سایہ وقت زوال کا سایہ نکال کر اس کے جسم کی مقدار لیا جائے کہ ہر چیز کا سایہ اکثر ایسے علاقوں میں کہ سورج سر کی سمت نہیں پڑتا، وقت زوال کے سایہ کے علاوہ ایک مقدار رکھتا ہے۔ اس سایہ کے درازی میں انسان کے جسم جتنا ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔

۱۸ مالہ یحضرا العصر۔ یعنی جب تک کہ عمر نہ آئے۔ اور ہر شے کا سایہ ایک مثل ہونے تک ابھی عصر کا وقت شروع نہ ہوا ہو اس کلام سے مقصود وقت ظہر کی تقریر دیکھ رہا ہے۔ اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ظہر عصر کے درمیان کوئی وقت مشترک نہیں۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ بات منسوب ہے۔ اور عربی شرح میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے تو اس حد تک سایہ پہنچنے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ اور یہیں سے عصر کے وقت کی ابتدا ہوتی ہے۔

۱۹ یعنی نماز دیگر کے وقت کی ابتدا انسان کا سایہ ایک مثل ہو جانے سے ہوتی ہے۔ اور وہ صوب کے زرد ہونے تک اس کا وقت رہتا ہے۔ یہ اس کا مختار و متحب وقت ہے۔ جس میں کراہت نہیں۔ اور اس کا وقت بوجہ غروب آفتاب تک ہے۔ سورج کی زردی سے بعض کے نزدیک سورج کی نیکیا کی زردی تک۔ اور بعض کے نزدیک اس کی نیکیا کو دیکھنے کے نہیں چند رات۔ بعض کے نزدیک سورج کی شعاع جو دیو لیل پر پڑتی ہے اس کی زردی مراد ہے۔ جیسا کہ انجمن اس کا ذکر آئے گا۔

دافع ہو کہ حضرات ائمہ ثلاثہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کا آخر وقت انسان کا سایہ ایک مثل ہونے تک ہے۔ اس کے بعد ظہر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ یہ مذہب صحابہ کی روایت ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ بعض نے کہا کہ ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وقت ظہر و عصر ایک ہی وقت ہے۔ اس کے بعد عصر کا وقت ہدایت میں مذکور یہ حدیث ہے کہ ابوداؤد باظہر کہ ظہر کی نماز ٹھنڈی کہ ظہر کا وقت ہے۔ اور ان دونوں حدیثوں میں اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے خلاف اس میں شک ہے کہ ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔ اس مسئلے کے مزید دلائل شرح میں ذکر کر دیے گئے ہیں۔ فقہاء کرام نے کہا کہ ظہر کا وقت پسندیدہ بات یہ ہے کہ ظہر کی نماز مثل اول میں ہمارا کر لی جائے۔ اور عصر کی نماز مثل ہونے سے پہلے ادا کی جائے واللہ اعلم۔

۲۰ اور مغرب کا وقت شفق کے غائب ہونے تک ہے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک شفق اس سرخی کا نام ہے جو سورج کے غروب ہونے کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ امام اہل سنت بھی شفق کا یہی معنی کہتے ہیں۔ مگر حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ



اور ایک گروہ علماء کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو سرخی کے غائب ہونے کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی شفق سرخی ہی کو کہتے ہیں۔ جانبین کے دلائل عربی شرح میں ذکر کر دیے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر میں سرخی کا اعتبار اور حضر (گھر میں) سفیدی کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہ انہوں نے دونوں حالتوں (سفر و حضر) کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف احادیث کو آپس میں مطابقت دینے کے لیے کیا ہے۔ کیونکہ حضر میں کبھی حرمت (سرخی) نمودار تو ہوتی ہے مگر اسے دیواریں چھپا لیتی ہیں۔ اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ سرخی زائل ہو گئی (مغرب کا وقت جاتا رہا) مگر اس کے بعد جب سفیدی بھی غائب ہوتی ہے تو یقین ہو جاتا ہے کہ سرخی غائب ہو گئی ہے۔ اس بیان کے مطابق امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی شفق سرخی ہی کا نام ہے۔ تاہم انہوں نے سفیدی کا لحاظ سرخی غائب ہونے کے یقین کے لیے کیا ہے۔ مختصر یہ کہ مغرب کے وقت میں احتیاط یہ ہے کہ سرخی کا اعتبار کیا جائے۔ اور عشاء کا وقت شروع ہونے میں سفیدی کا اعتبار کیا جائے۔ تاکہ مغرب و عشاء دونوں یقین کے ساتھ اپنے اپنے وقت میں ادا ہوں۔ جیسا کہ ظہر و عصر کے وقت میں گزرا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہدید میں مغرب کا وقت صرف اتنا ہے جس میں وضو، اذان، اقامت اور پانچ رکعت نماز ادا ہو سکے۔ امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کے آئینے میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ مذکورہ وقت کے علاوہ شدت بھوک کی وجہ سے چند لمحے کھالینے کا مزید وقت بھی شامل کر لیا جائے تو یہ درست ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دونوں دن مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھائی تھی۔ اگر مغرب کی نماز کا وقت بھی وسیع اور لمبا ہوتا تو دوسری نمازوں کے اوقات کی طرح اس کا اشارہ بھی کرتے۔ تاہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول قدیم کے مطابق دوسرے آئمہ کے موافق ہیں۔ شیخ محمد الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قول قدیم کی موافقت میں احادیث صحیحہ صراحۃً وارد ہیں۔ اور قول قدیم کو بھی بہت سے شافعی المسلک آئمہ خطابی، بیہقی اور امام غزالی رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔ بعض شافعی حضرات وہ بھی ہیں جنہوں نے قول جدید کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۔ نماز عشاء کا وقت شفق غائب کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور نصف شب (درمیانہ حصہ رات) تک رہتا ہے۔ یعنی نصف شب تک رہتا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معتدل رات کے نصف تک رہتا ہے۔ یعنی اس رات کے نصف حصہ تک جو نہ لمبی ہوتی ہے نہ دراز۔ مگر قول اول ظاہر تر ہے معتدل رات کا نصف چھ گھنٹے گزرنے پر ہوتا ہے۔ اس کی رود سے چھ گھنٹے تاخیر کرنی چاہیے۔ اور یہ وقت سب سے چھوٹی رات کے وثلث (دو تہائی) کے برابر ہوتا ہے۔ اور دراز ترین رات کا ایک ثلث (ایک تہائی) وقت بنتا ہے۔ اور اس کا عکس ادنیٰ اور انسب ہے۔ (خوب سمجھ لو) بہر صورت یہ حد مختار و پسندیدہ وقت کی حد ہے۔ مگر جائزہ وقت طلوع فجر سے ذرا پہلے تک باقی رہتا ہے۔

کے نماز صبح کا وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے۔ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا وقت مستحب وقت ہے۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ فجر کے سفید ہونے تک مستحب وقت ہے اس کے بعد طلوع آفتاب تک جائز وقت ہے۔

۵۵ یعنی شیطان کے سر کی دو جانبوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنا سر اس کے نزدیک کر لیتا ہے۔ اسی طرح غروب کے وقت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے جو سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اور کفار کا سجدہ اس کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی عبادت ہو رہی ہے۔ اور یہ کہ لوگ اس کی طرف سجدہ کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کی عبادت اس وقت میں نہ ہو جس وقت شیطان کی عبادت کرنے والے عبادت کرتے ہیں۔ اور تاکہ اہل اسلام دین خالص کی صفت سے موصوف رہیں۔ علماء نے لفظ قرن کے معنی میں اور بھی وجہیں بیان کی ہیں جو شرح میں مذکور ہیں۔

۵۶ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ لَإِنْ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَا هَذَيْنِ يَوْمَيْنِ فَلَمَّا ذَاكَ الشَّمْسُ أَمْرَبَلَا فَأَذَنُ ثَمَّ أَمْرَةً فَأَقَامَ الظُّهْرَ ثَمَّ أَمْرَةً فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَبِعَةٌ مَرَّةً مَرَّةً نَقِيتُ ثَمَّ أَمْرَةً فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ وَحِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثَمَّ أَمْرَةً فَأَقَامَ الْعِشَاءَ وَحِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثَمَّ أَمْرَةً فَأَقَامَ النَّجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ يَوْمُ الثَّانِي أَمْرَةً فَأَقَامَ الظُّهْرَ فَأَبْرَدَ بِهَا فَأَقَامَ الْعَصْرَ أَنْ يُبْرَدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَبِعَةٌ أَخْرَجَهَا فَوْقَ الدِّمِيِّ كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى

حضرت بريدة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہر نماز کا اہل اسلام کو کتنا وقت کیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا یہ دو دن ہیں کہ ہمارا اللہ ساتھ نمازیں ادا کرے گا۔ نماز کے ادا کرنے کے بعد نمازین پھر جب سورج صبح سے طلوع ہوگا تو آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ حضرت بلال نے اس کو پھر بلال کو حکم دیا کہ وہ سورج کو اشارہ کرے کہ نماز کی اقامت کی۔ جب کہ سورج صبح کی پوجا کرے گا اور اس کی عبادت کرے گا اور سفید تھی پھر انہیں حکم دیا کہ انہوں نے نماز عرب کی اقامت کی۔ جب کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ انہوں نے نماز عشاء کی اقامت کی جب کہ شفق غاب ہو گئی۔ پھر اسے حکم دیا کہ اس نے نماز فجر کی اقامت کی۔ جب کہ فجر طلوع ہوئی۔ پھر جب دو سرادھ اٹھا تو آپ نے

الْعِشَاءُ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ مَضَى  
الْفَجْرَ فَاسْفَرَ بِهَا ثَمَرُ قَالَ آيُنَ السَّائِلُ  
عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا سَوَّلَ  
اللَّهُ قَالَ وَقْتُ صَلَاتِكُمْ بَيْنَ مَا لَا يَكُونُ  
دَرْوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت بلالؓ کو نماز ظہر ٹھنڈی کہہ کر پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت  
بلالؓ نے ظہر کو ٹھنڈا کیا۔ اور اسے خوب ٹھنڈے وقت تک  
پڑھ گئے۔ اور آپؐ نے عصر کی نماز کو اکی جب کہ ابھی سورج  
بلند تھا مگر پہلے دن کی نسبت تاخیر کر کے پڑھی۔ اور مغرب کی  
نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی۔ اور عشاء کی نماز  
رات کا تہائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھی۔ اور فجر کی نماز سفید کر کے  
پڑھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا نمازوں کا وقت دریافت کرنے والا  
سائل کہاں ہے سائل نے عرض کیا یا رسول اللہ میں موجود  
ہوں۔ فرمایا تمہاری نمازوں کا وقت اس کے درمیان ہے یہم خبر

لے یعنی ابھی زروی اور تیرگی کی آلائش سے پاک تھا۔ اس حدیث میں سایہ کے ایک مثل یا دو مثل کا کوئی ذکر نہیں اور اس  
میں کوئی شک نہیں کہ سورج کی بلندی اور سفیدی اور فرق و تفاوت دو مثلوں میں بھی باقی رہتا ہے۔  
۲۔ آپؐ نے اس روز نمازوں کا اہل وقت بتانے کے لیے نمازیں اول وقت میں ادا کیں۔

۳۔ اور نماز ظہر کے ٹھنڈا کرنے میں مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ دن کی گرمی کا زور پوری طرح ٹوٹ گیا۔ حدیث کا انداز  
بتاتا ہے کہ ظہر کو اس حد تک ٹھنڈا کرنا اول وقت سے موخر کرنا ظہر کا آخر وقت بتانے کے لیے تھا۔ جیسا کہ آپؐ نے  
دوسری نمازوں کے اوقات بتانے کے لیے کیا۔ گرمیوں میں ظہر کو اس لیے ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ اس کی شدید پیش بہنم  
کی سائنس کا اثر ہو جائے۔ ایک دوسری بات ہے۔ اور ہو سکتا ہے یہ سائل جن دنوں میں حاضر خدمت ہوا تھا وہ گرمی کے دن  
تھے۔ (مخوب کھجور) اور اس کی شرح باب تعجیل الصلوٰۃ میں آ رہی ہے۔

۴۔ یہ اتفاقاً اس امر پر ملاحظہ دلائل نہیں کہ یہ عصر دوسری مثل میں ادا کی تھی کیونکہ سایہ دو مثل ہونے کے  
بعد بھی سورج میں بلندی پائی جاتی ہے۔ تاہم ظاہری حضرات دوسری روایات کے قرینے سے یہاں بھی دوسری مثل میں  
یہ نماز پڑھا کرنا صحیح سمجھتے ہیں۔

۵۔ عشاء کی حالت میں اس بابت اشارہ ہے کہ روز اول کی نسبت دوسرے دن نماز مغرب موخر کر کے ادا کی۔ غروب  
آفتاب کے متعطل ہونے کی جگہ شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی۔ (مخوب کھجور)۔

۶۔ گزشتہ حدیث میں نصف رات آیا ہے۔ اور یہ دونوں وقت مستحب ہیں۔ اور جواز صبح صادق کے طلوع ہونے  
تک ہے۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا۔ تاہم حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء کو ایک تہائی رات تک موخر کرنا مستحب اور نصف رات  
تک موخر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اور نصف رات کے بعد ادا کرنا جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ اور بعض کے

نزدیک نصف رات تک موخر کرنا جائز ہے اور کلام ہے مگر گناہ نہیں۔ اور نصف شب کے بعد تک موخر کرنا جائز تو ہے مگر گناہ بھی ہے۔

۷۔ یعنی تم نے نماز کا اول اور آخر وقت شناخت کر لیا۔ ان دونوں اوقات کے درمیان سارا وقت صبح اور مستحب ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۵۳۴ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم أمرني جبرئيل عند

البيت مرتين فصلى في الظهر حين

ذابت الشمس وكانت قدوة الشرا

وصلى في العصر حين صار ظل كل شيء

مثله وصلى في المغرب حين أظلم الصائم

وصلى في العشاء حين غاب الشفق

وصلى في الفجر حين حرمت الطعام و

الشراب على الصائم فلما كان الغد

صلى في الظهر حين كان ظله مثله و

صلى في المغرب حين كان ظله مثله و

صلى في العشاء حين أظلم الصائم

وصلى في العشاء إلى ثلث الليل فصلى

في الفجر فأسفر ثعلب التفت إلى فقال

يا محمد هذا وقت الأنياء من

قبلك و الوقت ما بين هذيت

الوقتین۔

رواه أبو داود والترمذي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کے

پاس جبرئیل میرے دو بار آئے۔ انہوں نے مجھے ظہر کی

نماز پڑھائی جب کہ سورج دوپہر سے ڈھل گیا۔ اس وقت

سایہ کسی شے کی نہ تھا اور جبرئیل نے مجھے عصر کی نماز پڑھا

جب کہ سورج کو سورج کی شکل ہو گیا۔ اور مجھے مغرب کی

نماز پڑھائی جس وقت سورج غروب ہوا اور غروب کر گیا

اور مجھے فجر کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ طلوع ہوا

اور سورج طلوع ہوا۔ اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو اور میں نے کہا کہ یہ نمازیں پڑھو

۱۵۔ یعنی جب کہ آفتاب کا سایہ اصلی (جو زوال کے وقت ہوتا ہے) چڑھے سے بڑھنے ہوئے جوتے کے قسے کی مقدار تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ قسے کی چوڑائی کی مقدار مراد ہے۔ اور سایہ اصلی جسے فی زوال کہتے ہیں، مختلف علاقوں اور اوقات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ بعض علاقے ایسے بھی ہیں جن میں بعض موسموں میں فی زوال بالکل نہیں ہوتا جس طرح کہ معظمہ میں ۱۹ سرطان کی تاریخ کے دن۔ اور ہر اس علاقہ میں جو سورج کے سر پر سے گزرنے میں بالکل نیچے آتا ہو۔ سایہ اصلی میں فرق عرض بلد کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ جس طرح کہ اس کی تحقیق علم ہیئت میں کر دی گئی ہے۔ اور اس کی پہچان کے لیے کتابوں میں طریقہ مذکور ہیں۔

۱۶۔ یہ طلوع صبح صادق کا وقت ہوتا ہے۔ آپ نے اس روز تمام نمازیں اول وقت میں ادا فرمائیں۔  
۱۷۔ اس حدیث میں سورج کی زردی اور اس کے غروب کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم اس کا ثبوت دوسری احادیث میں آچکا ہے۔ جن سے زیادتی کا اثبات ہوتا ہے۔

۱۸۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مغرب کا ایک ہی وقت ہے۔ بخلاف دوسری نمازوں کے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قولی جدید ہے۔ مگر گزشتہ حدیث میں اشارہ ہو چکا ہے کہ نماز مغرب کے وقت میں بھی تعدد اور وسعت ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔

۱۹۔ کہ ہر گزشتہ نبی کے دین میں ان اوقات میں سے کوئی نہ کوئی وقت نماز کا تھا۔ اگرچہ پانچوں نمازوں کا یہ مخصوص وقت صرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ خوب سمجھو۔  
۲۰۔ اور یہ دو وقت نماز کے لیے اول و آخر وقت ہے۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت امی شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔  
کہ جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے نماز  
عصر قدرے تاخیر سے ادا کی۔ تو حضرت عروہ بن الزبیر  
رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگاہ رہ اسے عمر بیک جبریل  
ناہل ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَنْ امی شہاب ابی حمزہ بن عقیب ان حضرت امی شہاب زہری  
قال قال فی حدیثہما ان  
عمر بن الخطاب قد تامل فی قولہ  
فقال لہما  
عمر اھلکم ما تقول یا عروہ فقال  
عمر بن الخطاب قد تامل فی قولہ  
فقال لہما

۱۔ یعنی ان دوسری احادیث سے یہ مسئلہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جب سورج کا رنگ زرد پڑ جائے۔ یا قریب الغروب ہو جائے تو وہ نماز کے لیے مکروہ وقت ہے۔ اس وقت میں نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ مگر اس دن کی نماز عصر کہ کراہت کے باوجود پڑھی جائے گی۔

سَمِعْتُ بِشِيرِينَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ  
 سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
 نَزَلَ جِبْرَائِيلُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ  
 ثَمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثَمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثَمَّ  
 صَلَّيْتُ مَعَهُ ثَمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسِبُ  
 بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ -  
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آگے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے عروہ ہوش کر لیا کہ شہر ہے۔ حضرت عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابی مسعود سے سنا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جبریل نازل ہوئے اور میرے امام بنے تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ انکیاں ملاتے جاتے تھے اور حجاب کرتے جاتے تھے آپ نے

پانچ نائزہ شہادیں بخاری و مسلم۔

۱۷۔ آپ مشہور تابعی عظیم المرتبت عالم اور فقہ و حدیث میں آئمہ تابعین میں سے ہیں۔ کنیت (ابو) محمد نام اکثر و بیشتر کنیت سے مذکور و منسوب ہوتے ہیں۔

۱۵ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اموی ہیں تابعین میں سے ہیں۔ امام ربیع و عبدالستار میں ان کے حالات مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے یہ نماز عصر مستحب وقت میں ہی ادا کی تھی۔ مگر قلعہ کے تاخیر کو کہیں نہیں کیا آپ نے کر رہ وقت میں ادا کی۔

سلا حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کبار تابعین سے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیشتر زادہ حضرت اسما بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔

۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸

۵۵ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنا اور حضور کی طرف اسے منسوب کرنا عظیم ذمہ داری کی بات ہے۔ اس میں احتیاط کی شدید ضرورت ہے۔ آگاہ اور ہشیار ہونا چاہیے کہ غلطی میں نہ پڑ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب نہ کر دے۔ اگرچہ حضرت عروۃ نہایت جلیل الشان شخصیت ہیں۔ ان کے یہ

ایسی بات کہنے کی گنجائش نہیں تاہم روایات کی عظمت شان نے انہیں اس تنبیہ اور شدت پر آمادہ کیا۔  
۵۴ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے متعلق اپنی قوت ضبط و حفظ کی مضبوطی و احتیاط کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس بارے میں یقینی علم رکھتا ہوں۔ اور میں نے یہ حدیث ایسے شخص سے سنی ہے جس نے وہ حدیث صحابی سے اور صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

۵۵ بشیر یا کی زبرد کے ساتھ۔ بشیر بن ابوسعود کیا رتاجین سے ہیں۔ اور ابوسعود انصاری مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے حالات بھی کئی مقامات میں تحریر ہو چکے ہیں۔

۵۶ آپ نے اپنی انگشتان مبارک سے پانچ نمازیں شمار کیں۔ کلمہ تحسب یا کے ساتھ ہے اور تحسب بھی روایت ہے۔ یعنی ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے گن رہے تھے۔ تاہم بحسب کی روایت کا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ بہر صورت اس کلام و بیان سے حضرت عروہ کا مقصد یہ ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات شریفہ پوری طرح یاد و محفوظ ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے ماتحت عجمال کی طرف لکھا میرے نزدیک تمہارے لیے سب اہم ترین کام نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اور پابندی سے اسے ادا کیا اس کا دین محفوظ ہو گیا۔ اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دوسری چیزوں (احکام و فرائض) کو زیادہ ضائع اور برباد کرے گا۔ پھر آپ لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب کہ سایہ ایک گز ہو جائے۔ یہاں تک کہ تمہارا سایہ ایک مثل ہو جائے۔ اور عصر کی نماز پڑھو جب کہ سورج بلند سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد اتنا وقت غروب آفتاب میں باقی ہو کہ سواری پر چلنے والا دو یا تین فرسنگ سفر طے کر سکتا ہو اور مغرب کی نماز پڑھو جب سورج ڈوب جائے۔ اور عشا کی نماز پڑھو جب شفق غائب ہو جائے سات کے ایک تہائی حصے تک۔ اور جو عشا کی نماز پڑھے بغیر سو گیا تو خدا کرے اس کی آنکھ نہ سوئے۔ جو عشا کی نماز پڑھے سو گیا خدا کرے اس کی آنکھ نہ سوئے۔ جو عشا کی نماز پڑھے بغیر سو گیا خدا کرے اس کی آنکھ نہ سوئے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَايَةَ أَنَّ أَحَمَّ أُمُورِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَعَهَا فَقُولُوا يَسْوَاقًا أَهْلِيكُمْ ثُمَّ كَتَبَ أَنَّ صَلَوَاتُ الظُّمَرِ إِنْ كَانَ الْفَيْءُ فِي مَحَارِبِهِمْ أَنْ يَكُنَّ ظِلُّ أَحَدِهِمْ مِثْلَهُ وَالْعَصْرُ وَالشَّمْسُ مُرْتَوِعَةً وَنَهَيْتُمْ نَفِيْتَهُ قَدْ رَمَا يَسْمُ التَّارِكُ قَسَمْتُ أَنْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ وَالْفُجُوءِ إِذَا غَامَتِ الشَّمْسُ وَالْجُفَاءُ إِذَا كَانَتِ الشَّفَقُ إِلَى قُلُوبِ الْقَيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ وَالنَّجُومُ بَادِيَةٌ مُشَبَّكَةٌ۔

(دَوَاۤءُ مَلَکُ)

۱۔ ”میرے نزدیک“ کا کلمہ ذکر کرنے میں حکام و عمال کو ڈانٹ و نمان کی تاکید ہے۔ کہ وہ عمال رعب و ہیبت فاروقی سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے۔

۲۔ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَیْهَا کا تکرار یا تو اہتمام و تاکید کے لیے ہے۔ یا حفظ سے نماز کو یاد رکھنا فراموش نہ کرنا اور اسے وقت مستحب میں ادا کرنا مراد ہے۔ اور محافظت سے شرائط و آداب اور اس کی صفات کے لحاظ کا اہتمام مراد ہے۔ یا اول سے اس کے ظاہری احکام کی حفاظت اور محافظت سے اس کے باطنی حالات و خصوصیات کو نگاہ میں رکھنا مراد ہے۔

۳۔ کیونکہ جو شخص دین کے عمدہ ارکان اور اس کے اہم ترین امور کی پروا نہیں کرتا وہ دوسرے احکام کی کیا پروا کرے گا۔

۴۔ یعنی اصلی سایہ کے متصل بعد جو کہ ظہر کا اول وقت ہے۔ آپ کا یہ حکم مخصوص جگہوں اور مخصوص زمانوں سے متعلق ہو گا۔ جہاں یہ عمال تعینات تھے۔ کہ یہ ایک معلوم بات ہے کہ اعلیٰ شاہی مختلف جگہوں اور اوقات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔

۵۔ یہ ظہر کا آخر وقت ہے۔

۶۔ یعنی درمیانی رفتار سے۔

۷۔ یہ بددعا ہے۔ یعنی جو شخص عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے۔ اس کا دل بے قرار اور بے آرام رہے۔

۸۔ وَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلَٰتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَٰتِ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَسَلَامُہِ الظُّہْرِ فِی الصَّیْفِ ثَلَاثَ اَقْدَامٍ اِلَی خَمْسَہٗ اَقْدَامٍ وَ فِی الشِّتَا وَ خَمْسَہٗ اَقْدَامٍ اِلَی سَبْعَہٗ اَقْدَامٍ۔

دَوَاۤءُ اَبُوۡدَاوُدَ وَ النَّسَیِّ

ابوداؤد و نسائی

۱۔ یعنی سایہ کے تین قدم سے پانچ قدم تک ہونے تک کے وقت میں آپ جو ہم گامیں ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ ۲۔ اور سردیوں میں سایہ کے پانچ قدم سے سات قدم تک دراز ہونے کے عرصہ میں ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ سردیوں



میں سایہ کی زیادتی اس بنا پر ہے کہ اس موسم میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے۔ اور گرمیوں میں کم خصوصاً حرمین شریفین میں۔ درنہ دونوں موسموں میں اس نماز کا وقت ایک ہی ہوتا ہے۔ بہر صورت یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل مرتجح ہے کہ نماز ظہر وقت زوال سے تاخیر کر کے پڑھی جائے۔ واللہ اعلم۔

ایک قدم انسان کے جسم کی درازی کا ساتھ اس حصہ ہوتا ہے۔ کہونکہ ہر چیز کی لمبائی اس کے ساتھ قدم ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے کہ ہر آدمی کا قدم اس قدر ہوتا ہے۔

## بَابُ تَعْجِيلِ الصَّلَاةِ نماز جلدی ادا کرنے کی فضیلت کا باب

اس بارے میں آئمہ کرام رحمہم اللہ کے مذاہب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً اور بلا تفصیل بہ نماز اول وقت میں ادا کی جائے گی۔ اور جن احادیث میں تاکید و مبالغہ کے طور پر گرمیوں کی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ وہ ان کے نزدیک رخصت پر معمول ہیں۔ پھر یہ رخصت بھی اس شخص کے لیے ہے۔ جسے نماز یا جماعت کے لیے دور جانا پڑتا ہو یا کسی آدمی کے لیے یہ رخصت نہیں جس نے اکیلے نماز پڑھنی ہو یا جس کے مکان کے دروازے پر مسجد ہو۔ بعض شافعی حضرات ظہر ٹھنڈی کرنے کی تاویل وقت زوال گزرنے سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کے قریب قریب ہے۔ الامایہ کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے کچھ اصحاب علم شدت پیش کے وقت اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے تہیہ (ظہر کو ٹھنڈا) کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ تاہم ان کے مذہب میں طالع جماعت کے لیے تہیہ مستحب۔ نماز عصر پہلے پڑھ لینا افضل ہے۔ نماز مغرب کا ایک ہی وقت ہے اور اس میں بالاجماع شستانی کرنا مستحب ہے۔ امام احمد کے نزدیک عشاء میں تاخیر۔ اور امام مالک کے نزدیک عشاء میں کرنا مستحب ہے۔ ان لوگوں کے جمع ہوتے کے لیے تاخیر کر لیں تو حرج نہیں۔ اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ظہر کو ٹھنڈا کر کے فجر کو سفید اور عشاء کو دیر سے پڑھنا مستحب ہے اور عصر میں بھی اتنی تاخیر کرنا کہ سورج کی چوٹی تبدیل واقع نہ ہو افضل ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ کے مذہب کے دلائل کی شرح متعلقہ احادیث کی شرح کے منہ سے لکھا جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دفعہ ہر کچھ میں ظاہر میں کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی نے وقت مستحب کے نصف اول میں نماز ادا کر لی تو اس نے جلد اور شتاب ادا کرنے کے حکم کی تعمیل کر دی۔

میں سایہ کی زیادتی اس بنا پر ہے کہ اس موسم میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے۔ اور گرمیوں میں کم خصوصاً حرمین شریفین میں۔ درنہ دونوں موسموں میں اس نماز کا وقت ایک ہی ہوتا ہے۔ بہر صورت یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل مرتجح ہے کہ نماز ظہر وقت زوال سے تاخیر کر کے پڑھی جائے۔ واللہ اعلم۔

ایک قدم انسان کے جسم کی درازی کا ساتھ ساتھ قدم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی لمبائی اس کے ساتھ قدم ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے کہ ہر آدمی کا قدم اس قدر ہوتا ہے۔

## بَابُ تَعْجِيلِ الصَّلَاةِ نماز جلدی ادا کرنے کی فضیلت کا باب

اس بارے میں آئمہ کرام رحمہم اللہ کے مذاہب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً اور بلا تفصیل بہ نماز اول وقت میں ادا کی جائے گی۔ اور جن احادیث میں تاکید و مبالغہ کے طور پر گرمیوں کی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ وہ ان کے نزدیک رخصت پر معمول ہیں۔ پھر یہ رخصت بھی اس شخص کے لیے ہے۔ جسے نماز یا جماعت کے لیے دور جانا پڑتا ہو یا کسی آدمی کے لیے یہ رخصت نہیں جس نے اکیلے نماز پڑھنی ہو یا جس کے مکان کے دروازے پر مسجد ہو۔ بعض شافعی حضرات ظہر ٹھنڈی کرنے کی تاویل وقت زوال گزرنے سے کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کے قریب قریب ہے۔ الامایہ کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے کچھ اصحاب علم شدت پیش کے وقت اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے تیرپہ ظہر کو ٹھنڈا کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ تاہم ان کے مذہب میں طالع جماعت کے لیے تیرپہ مستحب۔ نماز عصر پہلے پڑھ لینا افضل ہے۔ نماز مغرب کا ایک ہی وقت ہے اور اس میں بالاجماع شستانی کرنا مستحب ہے۔ امام احمد کے نزدیک عشاء میں تاخیر۔ اور امام مالک کے نزدیک عشاء میں کرنا مستحب ہے۔ ان لوگوں کے جمع ہوتے کے لیے تاخیر کر لیں تو حرج نہیں۔ اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ظہر کو ٹھنڈا کر کے فجر کو سفید اور عشاء کو دیر سے پڑھنا مستحب ہے اور عصر میں بھی اتنی تاخیر کرنا کہ سورج کی چوٹی تبدیل واقع نہ ہو افضل ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ کے مذہب کے دلائل کی شرح متعلقہ احادیث کی شرح کے منہ سے لکھا جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دفعہ ہر کچھ میں ظاہر میں کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی نے وقت مستحب کے نصف اول میں نماز ادا کر لی تو اس نے جلد اور شتاب ادا کرنے کے حکم کی تعمیل کر دی۔



۳۵ حضرت ابو بزرہ صہابی رضی اللہ عنہ۔

۳۵ اسے پہلی نماز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہی نماز حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت میں سب سے پہلے ادا کی گئی۔ جیسا کہ گزشتہ مذکور ہوا۔

۳۵ یعنی جب سورج پھسل پڑتا اور زوال پھر یہ ہو جانا۔ اس وقت میں نماز ظہر ادا کرنا غیر گرمیوں میں ہوتا ہوگا۔ کیونکہ دوسری روایات میں واضح طور پر آچکا ہے کہ آپ نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھی۔ اور ٹھنڈی کر کے پڑھنے کا حکم دیا۔

۳۶ یعنی جس کی رہائش شہر مدینہ طیبہ کے دور کنارے پر ہوتی تھی۔

۳۶ یہ اس کی گرمی اور زردی اور تبدیلی سے پاک و صاف سے کنایہ ہے۔ شافعی حضرات کہتے ہیں کہ یہ وقت شے کا سایہ دو مثل ہونے سے پہلے ہوتا ہے۔ مگر ان کے اس قول میں بحث و تردد ہے۔

۳۵ یعنی حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے وقت کے متعلق جو کما وہ مجھے بھول گیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ نے مغرب کے وقت کے متعلق کچھ بھی نہ کہا ہو۔ کیونکہ اس نماز کے وقت میں کوئی اختلاف نہیں۔

۳۹ عتہ عین کی زیر اور دو نکتوں والی تاک کے ساتھ۔ یہ شفق کے غائب ہونے کے بعد رات کے ایک تہائی حصے کا نام ہے۔ اصل لغت میں اس لفظ کا معنی شب کی تاریکی ہے۔ یہ نماز عشاء کا وہ نام ہے جو دیہاتی لوگوں نے رکھا ہوا تھا۔ بالآخر اس نام سے روک دیا گیا۔ اس سے ایک تہائی حصہ رات تک دیر کرنا مراد ہے۔

۳۹ اگر ضرورت کے تحت دونوں باتوں کی رعایت و اجازت ہے۔ مثلاً عشاء سے پہلے سونے سے اگر یہ غرض ہو کہ نماز عشاء کے لیے طبیعت ہلکی ہو جائے، سستی دور ہو جائے اور طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے خصوصاً رہنما یا امام کی میں۔ اسی طرح بعد نماز عشاء کسی بارے میں گفتگو کرنا ضروری ہو لایعنی گفتگو نہ ہو تو دونوں باتیں جائز و مطلق ہیں۔

۳۹ الحمد للہ کہ آپ تدریجی میں فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ فصل ثانی کے آخر میں آ رہا ہے کہ آپ نے نماز فجر روشنی اور سفیدی میں ادا کرنے کا حکم دیا۔

۳۹ اگر یہاں الفاظ سے نماز عشاء کو ایک تہائی حصہ رات تک دیر کر کے پڑھا مباح معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ استحباب کے متانی نہیں ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے صراحتاً استنباط ثابت ہوتا ہے۔

۳۹ ان الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ عشاء کے بعد کلام کرنا مکروہ ہو کیونکہ جو چیز محبوب نہ ہو ضروری نہیں کہ مکروہ ہو۔ مگر جب کہ اسے محبوب نہ رکھنے سے اسے دشمن رکھنا مراد ہو۔

۵۴۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ  
عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَلْهَا جِرَةً وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ  
حَيْثُ وَ الْمَغْرِبَ إِذَا وَجِبَتْ  
وَالْعِشَاءَ إِذَا أَكْثَرَتِ النَّاسُ عَجَلًا  
وَإِذَا قَلَّتْ آخِرَ وَالصُّبْحُ يَخْلُسُ  
دُشْفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت محمد بن عمرو بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے  
فرماتے ہیں ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا  
تو انہوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر پڑھ کر بعد ازاں  
ادا کرتے تھے۔ اور عصر کی نماز جب کہ سورج زندہ اور قائم ہوتا  
تھا۔ اور غروب کی نماز سورج غروب ہونے پر اور عشاء کی نماز  
جب لوگ زیادہ جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور جب  
لوگ کم ہوتے تو دیر سے پڑھتے۔ اور صبح کی نماز تیار کیا کرتے تھے  
(بخاری و مسلم)

۱۵ حضرت محمد رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس و حضرت جابر رضی اللہ عنہما  
سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان سے روایت کردہ احادیث موجود ہیں۔

۱۶ یعنی سورج ابھی روشن و تاباں ہوتا تھا۔ اور گزشتہ حدیث میں گزرا کہ نماز عصر پڑھنے کے بعد تا وقت ہو مافا  
کہ انتہائے شہر مدینہ میں رہنے والا اپنے گھر واپس آجاتا تھا اور ابھی سورج کی روشنی اور تاباں تھا کہ طرح پر تیار ہوتی تھی۔  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی زندگی اور اس کی روشنی و تاباں اول وقت کے ساتھ خاص تھیں بلکہ اس کی صفائی کے ساتھ اس کا  
رنگ زرد نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حنفی مذہب ہے۔

۱۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کے لیے زیادہ نمازی اکٹھا کرنے کے ارادے سے اول وقت میں حاضر ہوا  
بلکہ مستحب ہے۔ علماء و کرام نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور مالک کے اصحاب نے سورج کی روشنی کے ساتھ نماز پڑھنے کا  
التزام نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے۔ اس وجہ سے ایسا نہیں کیا کہ اول وقت میں حضور کے اصحاب نے نماز پڑھ لی تھی۔  
بعض وجوہ کے تحت تاخیر کرنا اولیٰ اور پسندیدہ تر ہو جاتا ہے۔

۱۸ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔  
چکی ہوتی تھی۔ کیونکہ صحابہ کرام شب بیداری کے خواہ گرتے۔ اور رات کو سوئے رہتے۔  
برعکس عشاء کی نماز کے وقت دن کے کام کاج میں مصروف رہنے کے باعث کچھ  
عشاء کی نماز میں آپ ان کے جمع ہونے کا انتظار کرتے تھے واللہ اعلم۔

فلس و دوزبروں کے ساتھ معنی تاریکی شب جس میں صبح کی سفیدی طی ہوئی ہو۔ ایک روایت میں لام کے بجائے فہش  
باکے ساتھ بھی آیا ہے۔ ایک روایت میں فہش نہیں کے ساتھ آیا ہے۔ مگر یہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ بعض نے کہا فہش

ٹین کے ساتھ غس سے ذرا پہلے وقت کہتے ہیں۔ اور غس کا وقت غس کے بعد ہوتا ہے۔ تاہم یہ تینوں اوقات آخر شب میں ہوتے ہیں۔ اور لفظ غس ٹین کے ساتھ اولیٰ شب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

واقع ہو کہ یہ حدیث اس امر میں نص نہیں کہ آپ ہمیشہ فجر کی نماز غس میں پڑھتے تھے۔ اور اگر یہ اس مفہوم میں نص ہو تو دوسری احادیث میں فجر کو سفید کر کے پڑھنے کا حکم بھی آچکا ہے۔ اور ہمارے نزدیک قول، فعل سے راجح ہے۔ (کہ فعل میں تخصیص کا احتمال ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لو کہ جب دو پہر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔ بخاری و مسلم۔ اور یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

۵۳۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلَعَتِ الْمَتْنِي صَلَاتَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ سَجَدْنَا عَلَى رِثَائِنَا إِقْقَاءَ الْحَرِّ مُتَّقِينَ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ،

۱۔ تاکہ پیشانی نہ جلے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں ان پر سجدہ کرنا جائز ہے حضرات شافعیہ اس سے وہ کپڑا مراد لیتے ہیں جو پہنا ہوا نہ ہو۔ یعنی صحابہ کرام اکثروں بشیر خاک پر سجدہ کرتے تھے۔ اور جب کبھی زمین سخت گرم ہوتی تو سجدہ کی جگہ کو ٹی چیز بچھا لیتے تھے۔ حضرات شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک اُس کپڑے پر سجدہ کرنا ناجائز ہے جو نمازی کی جنبش سے جنبش کرتا ہو۔ جیسا کہ بیان سجدہ میں آ رہا ہے۔

۲۔ ممکن ہے مولف (صاحب مشکوٰۃ) کا اس حدیث کو باب تعجیل الصلوۃ میں لانا اس خیال کے تحت ہو کہ اول وقت میں زمین زیادہ گرم ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کہ بعض اوقات غیر اول وقت میں بھی گرم بلکہ بہت گرم ہوتی ہے۔ جیسا کہ اگلے حدیث میں بیان کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کیے پڑھو۔ اور بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بالصلوۃ کی جگہ بالظہر کا لفظ آیا ہے (نیز یہ الفاظ بھی آئے ہیں) کہ بیشک شدید پیش جہنم کے جوش میں آنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور آگ نے اپنے رب سے گلا کیا اور کہا اے میرے رب میرا بعض بعض کو کھا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوسانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں سخت ترین

۵۳۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَمْسِعُوا بِالصَّلَاةِ وَفِي نَعَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَنَسٍ سَجَدُوا بِالظُّهْرِ وَلَكِنْ شِدَّةَ الْحَرِّ عَنْ نَفْسِهِمْ حَتَّى وَاسْتَكْبَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ أَكُلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا ففَسَّسْنَ نَفْسٍ فِي الشَّيْءِ وَنَفْسٍ فِي الْحَيْفِ أَشَدَّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْإِزْمِيرِ مُتَّقِينَ عَلَيْهِ وَفِي نَعَايَةِ

لَتُبْخَرِيَنِي فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ  
فَمِنْ سُمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ  
مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ ذَمِّهِ يُرْهَا۔

گرمی اور سخت ترین سردی جو تم پائے گے سردی وہ درساں پیدا  
بخاری و مسلم اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح لکھا ہے۔  
پس سخت ترین گرمی جو تم محسوس کرتے ہوئے جمعہ کے گرمی درساں  
کا اثر ہے اور سخت ترین سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو  
تو یہ اس کے سرد درساں کی وجہ سے ہے۔

۱۔ یعنی نماز ظہر۔ اسے اول وقت سے اتنی تاخیر کر کے پڑھو کہ حرارت اور تپش کی تیزی ٹوٹ جائے۔ بخاری شریف  
کی حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نماز ظہر اس حد تک دیر کر کے پڑھتے تھے کہ زمین پر پھیلے ہوئے ریت کے ٹیلوں کا سایہ  
زمین پر پڑتا تھا۔ زمین پر پھیلے ہوئے ٹیلوں کا سایہ زوال سے کافی دیر کے بعد زمین پر پڑتا ہے جگہ ان چیزوں کے  
جو بلندی میں لمبی ہوں جیسے منارہ وغیرہ۔ کہ ان کا سایہ بہت جلد زمین پر نہ پڑتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ  
سے اس سایہ کی درازی پنج قدم تک آتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ صحابہ کرام دیواروں کے سایے کے نیچے  
نیچے نماز ظہر کے لیے مسجد میں آتے تھے۔ اس زمانے میں دیواروں کی بلندی سات گز یعنی تھنی۔ بعض نے زیادہ وقت  
مراد لیا ہے۔ اور وقت استوا کی گرمی کی نسبت سے وقت زوال کو کہتے تھے کہ ظہر ٹھنڈی کرے پھر محسوس کرتا جیسا کہ بعض  
شافعیہ نے کہا ہے، بعید سی بات ہے۔ اور خط استوا کی نسبت سے وقت لیل کو سردی اور وقت قرار دینا صحیح اور واقعہ  
کے خلاف ہے۔ کیونکہ سبب کا دوام فعل اس کے محض درجہ حرارت سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم سرما میں جس کے وقت سردی  
نصف رات کے وقت کی سردی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ خبر بھی صحیح ہے۔ اور جیسے جیسے سورج نزدیک آتا جاتا ہے  
سردی بڑھتی جاتی ہے۔ اور باب مواقیت میں گزر چکا ہے کہ گرمی بہت سخت ہو جاتی ہے۔ سایہ میں ہے کہ ان دنوں میں سردی  
اس وقت ہوتی ہے جب شے کا سایہ ایک شل ہو۔ اس کے مطابق ظہر کے ٹھنڈا کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ شے کی سردی  
ادا کیا جائے۔ الغرض بہت سی احادیث صحیحہ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کی تاکید میں وارد ہو چکی ہیں۔ اور ظہر ٹھنڈی کرنے کا  
عند کی حدیث میں جو آیا ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو چیز کی شکایت کی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
قبول نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پورے وقت کی تاخیر چاہتے تھے۔ جسے آپ نے تسلیم فرمایا۔ اور ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا  
اور امام شافعی رحمہ اللہ جو فرماتے ہیں کہ ابراہیم ظہر ایک رخصت ہے وہ بھی ان لوگوں کے لیے جو نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ان میں  
کئی مسجدوں میں پھریں اور مشقت اٹھائیں۔ جو شخص اکیلا نماز پڑھے۔ یا اپنے محلے کی مسجد میں پڑھے۔ اس کے لیے پندرہ  
کرتا ہوں کہ اول وقت سے تاخیر نہ کرے۔ تو ان کا یہ بیان اس حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔ امام ترمذی ایک حدیث  
لائے ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے حالانکہ اس وقت  
سب لوگ ایک منزل میں جمع ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا ہے جو لوگ شدت تپش و گرمی میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کے قائل

میں ان کا قول انجان و غیر روئے کے زیادہ لائق و اہم ہے۔

نصف از دو نماز کی ایک حرکت میں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ملاحظہ بالصلوۃ کی بجائے بانظہر کا لفظ آیا ہے۔ اور بخاری کی اس روایت میں اس حکم کے بیان علت کے طور پر لکھا ہے: *لأنه إذا أتممت الصلاة لم يبق لها أثر*۔  
بھی زیادہ آگے ہیں۔

اسے آگے لے کر یہ گویا تو زبان حال سے کیا یا زبان حال سے قال پر عمل کرنا ہوگا، اسوج اور ظاہر ہے عبادہ نوہ میں کہ زبان حال مراد لینا ہی درست اور مناسب ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ آگ بجھ کر چیز میں قوت گویائی پیدا کر دے۔ اسے بعد خیال کرنا نفس فضول کی بات اور حادث میں گرفتاری کے سبب ہے۔  
نصف یعنی غیر نے اپنے آخر ماؤ ایک دوسرے کو کھانگے ہیں۔ یہ ان کے اختلاف و جرم سے نکلیا ہے۔ گویا ہر جرم و پاجتا ہے کہ دوسرے کو فنا کر دے۔ اور اس کی جگہ خود لے لے لے۔

نصف من نفس لیتے ہیں اس کا شعلہ ازنا اور باہر نکلتا مراد ہے۔ جس طرح حیوان سانس باہر نکالتا ہے۔  
نصف دونوں جگہ لفظ نفس پیش اور زیر دونوں طرح مروی ہے۔ اسی طرح لفظ اشتہا منھورہ جیسے میں مرفوع و مجرور دونوں طرح پڑ سکتا ہے۔

یہ اس وقت میں نماز پڑھنے سے قناعت میں حکمت باوجودیکہ اس میں مشقت زیادہ ہے، یہ ہے کہ ایسی حالت میں نماز میں شتوع و خضوع پیدا نہیں ہو سکتا۔ یا یہ وقت غلاب کے پھیلنے کا وقت ہے۔ کہ دوزخ کا گرم ہونا اس کے عذاب کا وقت ہے۔ مگر پہلا قول زیادہ ظاہر و ادلی ہے۔

بیان یمن یا تم قابل تو میریں۔ ایک یہ کہ آگ کا شکایت کرنا اور اس سے حر و سانس باہر اٹھنے کا کیا مطلب ہے اس کا مطلب جواب ہے کہ آگ سے آگ کی جگہ مراد ہے۔ سنے دوزخ کہتے ہیں۔ اور دوزخ میں طبقہ زمہریر (سخت ٹھنڈی جگہ) بھی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ صیقلیت و برصیقلیت کو پہنچ چکی ہے کہ گرمی و سردی اجرام علویہ کے اثر سے ہوتی ہے۔ تو اسے دوزخ کی سانس کا اثر قرار دینا کسر و عجز و ذلت ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں شدت گرمی و سردی کو دوزخ کے سانس کا اثر کہا گیا ہے۔ نفس گرمی و سردی کو اس کا اثر قرار نہیں دیا گیا۔ اور اگر غلغلی الذہن شخص یہ کہے کہ سخت گرمی و سردی بھی تنہا کے اثر سے ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دوزخ کی سانس سے اس میں اور شدت آجاتی ہو۔ مگر صادق علیہ السلام کی خبر کے باوجود اس کا انکار طریقہ اسلام سے خارج ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے تقاضا کے مطابق چاہیے کہ شدید سردی کے دنوں میں بھی ظہر کی نماز تاخیر کر کے پڑھی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سخت سردی صبح کے وقت سورج طلوع ہونے تک ہوتی ہے۔ اگر اس میں تاخیر کی جائے تو وقت ہی گزر جائے گا۔



۵۳۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً حَيْثُ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيَهُمْ وَالشَّمْسُ مُرَوِّفَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدَائِنَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی غازی پڑھتے تھے حالانکہ ابھی سورج بلند اور نہ عموماً ہوتا تھا۔ اور غازی سے فارغ ہو کر عوالی مدینہ کو جانے والا عوالی میں پہنچ جاتا تھا اور ابھی سورج بلند ہی پر ہوتا تھا۔ حالانکہ عوالی کے بعض حصے مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کی مانند فاصلہ پر واقع ہیں۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ عوالی، مدینہ منورہ کے اطراف میں وہ بلند جگہیں ہیں جو مسجد قبلہ اور مسجد بنی قریظہ وغیرہ کی جانب واقع ہیں۔  
۲۔ یعنی حالانکہ ابھی تک سورج بلند اور آفتاب پر ہوتا تھا۔ اور غروب نہیں ہوا ہوتا تھا۔

۳۔ یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ جو حضرات انس سے اس حدیث کے راوی ہیں۔ ان الفاظ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ بلانے والا چار میل کے فاصلے کی طرف جاتا تھا یا اس سے کم فاصلے کی جگہ تک۔ پھر تیز رفتار سے یا آہستہ رفتار سے جاتا تھا۔ نیز وہ سواری پر ہوتا تھا یا پیدل۔ بہر تقدیر اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا اور ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کچھ جگہ گزرنے اور سایہ ایک مثل گزرنے پر نماز عصر پڑھ لی جائے جیسا کہ وہ سر سے آئندہ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۳۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلَاةُ الْمُتَأَفِّقِ يَحْسِبُ يَقْبُ الشَّمْسُ حَتَّى إِذَا أَصْفَرَتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ قَامَ فَتَقَرَّ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فَيَعْبَا إِلَّا وَلِيلًا - دُعَاءُ مُسْلِمٍ -

انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منافق کی نماز ہے کہ وہ جھجھک کر سورج کی انتظار میں رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کا رنگ زرد ہو جائے اور شیطان کے دو قرنوں کے درمیان قائم ہو جائے اور وہ اپنے رب سے یاد نہ کرے اور نہ ہی اللہ کو یاد کرے۔

۱۔ یعنی وہ نماز عصر جو آخر وقت میں غروب آفتاب سے قبل دانستہ سے غفلت سے پڑھ کر رکھے جسے منافق کی نماز ہے۔ یا اس کی نماز ہے جس میں منافق کی صفت و عادت ہو۔  
۲۔ اس جگہ کی شرح گزشتہ باب میں گزر چکی ہے۔

۳۔ یعنی وہ بے طمانیت و تعدیل کے شباب شباب سجدہ مکمل ہے ہر طرح میں دانہ نہا ہے۔ اور یاد و فکر کے نماز عصر میں آٹھ سجدے ہیں ہر دو سجدوں کو ایک رکعت یا الادۃ جس یا ایک رکعت کا اعتبار کرتے ہوئے چار سجدہ کہہ دیا۔

یا اس اعتبار سے چار سجدے کہا کہ جب اس نے سجدے سے سر مٹا اور منوں طریقہ سے اوپر نہ اٹھایا تو ہر دو سجدے گویا ایک ہی سجدہ ہوا۔ سستی اور کوتاہی کے بیان کے لیے نماز عصر کی شخصیں اس لیے کی کہ یہ وقت خرید و فروخت میں مصروفیت کا وقت ہے۔ یا اس نماز کی خصوصی فضیلت کے پیش نظر اس میں غفلت و کوتاہی کرنے والے کی خوب مذمت و ڈانٹ میں مبالغہ کے لیے اس نماز کا ذکر کیا۔ ظاہر بات ہے کہ دوسری نمازوں کی حالت بھی اس نماز پر قیاس کرنی چاہیے۔  
۳۷ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ منافق نماز کے ظاہری ارکان کی ادائیگی میں بھی سستی اور کوتاہی کرتا ہے۔ اور اس کا باطن بھی شتور سے خال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں منافقین کی شان میں وارد ہوا ہے۔ ولایذکرون اللہ الا قلیلاً۔ کہ وہ اللہ کا ذکر بہت تنہا کرتے ہیں۔

۳۸ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تَقُوتُهُ صَلَوةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وَتَرَأَاهُ وَمَالُهُ۔  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نماز عصر فوت ہو جاتی ہے۔ گویا اس کا اہل دہل سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔

(بخاری و مسلم)

۳۹ لے بیان عربی الفاظ اہل و مالہ میں لام پر پیش اور زبر دونوں نظامتیں ہیں۔ پیش کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اس کے اہل خاندان اور اس کا مال کا نقصان ہو گیا۔ مذہب کی صورت میں معنی ہوگا وہ شخص اپنے اہل و مال میں نقصان و مصیبت میں ڈال دیا گیا۔ یہ دوسرا معنی لفظ وتر کے اصل معنی کے زیادہ مناسب ہے اور جمہور کی روایت بھی یہی ہے۔ اس کا مفصل بیان شرح میں کر دیا گیا ہے۔

۴۰ وَ عَنْ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلَوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ حَسَنُهُ۔  
حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز عصر ترک کر دی اس کا عمل ضائع اور برباد ہو گیا۔

(بخاری و شریف)

۴۱ لے بیان میں شخص نے دیدہ و دانستہ نماز عصر ترک کر دی تو اس کے اس دن کے پورے عمل کا ثواب باطل و نقصان زدہ ہو گیا۔ اس سے حقیقت بظاہر و برہان ہی مراد نہیں کہ اس میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ نیک عمل حقیقتہً اس وقت باطل و ضائع ہوتا ہے جب کہ انسان کفر و ارتداد اختیار کرے۔ یا کفر و ارتداد پر اس کی موت واقع ہو جائے۔ لہذا ان الفاظ سے تعظیم و تشدید اور نقصان ثواب میں مبالغہ مقصود ہے۔ کہ اس نے اتنی افضل ترین نماز فوت کر دی۔ بعض روایات میں بیان مطلق فرض نماز کا ذکر آیا ہے۔ ابن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس پر ہیں کہ دیدہ و دانستہ نماز

ترک کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ آخر کتاب الصلوة میں ہے: **وَعَنْ مَافِعِ بْنِ خُوَيْمٍ قَالَهُ جَعَلَهُ**  
**نُصَلِّيَ الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى**  
**اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَصِفْ أَحَدًا**  
**وَرَأَاهُ يَبُوسُ مَا وَجَّهَ إِلَيْهِ**  
**رُشَفَقٌ عَلَيْهِ**

۱۵ خدیج بروزن کریم۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ عمر میں چھوٹا ہونے کے باعث انہیں شریک نہ ہو سکے۔ البتہ جنگ احد، خندق اور بدر میں غزوات میں شرکت فرماتے تھے۔ ان سے صحابہ کرام اور ان کے بیٹے ایک جماعت احادیث روایت کرتی ہے۔

سے بالائیکہ تہوں کے گرنے کی وجہ سے اوقات کس کو بھی نظر نہیں آتے۔ اس سے غلط فہمی نہ پڑے کہ کائنات کا وجود ہے یہ نماز جلد پڑھ لینا بالاتفاق مستحب ہے۔

۱۶۹ وعن عائشة قالت كانوا يصنعون العشاء فيما بين ذلك الوقت الثامن إلى تلك الليلة الأولى

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَعْلَمَ  
 فَتُخَصِّمَهُ الْوَسَاءُ مُتَلَفِعَاتٍ يَسْرُودُهُنَّ

[illegible]





حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے طلوع  
آفتاب سے پہلے ایک رکعت پالی، اس نے صبح کی نماز  
پالی۔ اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک  
رکعت پالی، اس نے عصر کی نماز پالی۔  
(بخاری و مسلم)۔

وَمَنْ آتَى مُرِيرَةً قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آدَاكَ نَكْعَةٌ  
مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ  
فَقَدْ آدَاكَ الصُّبْحَ وَمَنْ آدَاكَ نَكْعَةٌ  
مِنَ الْعَصَا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ  
آدَاكَ الْعَصَا - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یعنی اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ اسے چاہیے کہ ایک رکعت اور ساتھ ملائے اور اپنی نماز مکمل کرے۔ اکثر اہل علم کا  
میں قول ہے کہ طلوع و غروب آفتاب سے فجر اور عصر کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ مگر امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ  
کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی نماز کے درمیان اگر سورج نکل آیا تو یہ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مگر نماز عصر کے دوران سورج غروب  
ہو جانے کی صورت میں یہ نماز باطل نہ ہوگی۔ ہاں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ نماز فجر بھی باطل نہیں  
ہوتی۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ درمیان نماز طلوع آفتاب کی صورت میں نماز میں اتنی دیر گزرے کہ سورج پوری طرح  
طلوع کر آئے۔ مذہب حدیث ان کے اس قول کے خلاف حجت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث اور ان احادیث  
کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے جو طلوع و غروب کے وقت نماز ہو کر نہ جانے۔ حمانعت میں داعدہ میں۔ چاہے یہ نماز  
فرض ہو یا نفل۔ تو قاعدہ فقہ کے مطابق اختلاف نے یہاں قیاس پر عمل کیا ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو آیتوں میں  
تعارض لازم آئے تو حدیث کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ اور جب احادیث میں تعارض واقع ہو تو قیاس کی طرف  
رجوع کیا جائے گا۔ اور قیاس اس حدیث میں نماز عصر کو ترجیح دیتا ہے۔ اور فجر کی نماز میں حمانعت اور نہی کی احادیث  
کو ترجیح دیتا ہے۔ و جب ترجیح یہ ہے کہ نماز فجر کا سارا وقت کمال ہے۔ اس میں آخر جزو فجر تک کوئی نقص و کراہت نہیں۔  
نماز فجر کی نماز صحت کمال کے ساتھ لازم و فرض ہوتی۔ جب دوران نماز سورج نکل آیا تو جس صفت کمال کے ساتھ یہ نماز  
فرض ہوتی تھی اس طرح انا نہ ہوتی۔ مگر نماز عصر جو آخر وقت میں سورج کے زرد ہو جانے پر ادا کی جاتی ہے۔ اس کے  
وجہ سے بھی نقص آ جاتا ہے۔ لہذا سورج کے غروب سے مزید نقصان ہو لائق ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے فاسد و باطل  
نہیں ہوتی۔ اور جس صفت نقصان سے لازم ہوتی تھی اسی حالت نقصان میں ادا ہوتی۔

خاص ضرورتوں کی احادیث کو نوافل کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ فرض نمازوں کی ادائیگی تینوں اوقات و وقت  
رواں، طلوع اور غروب آفتاب میں جائز قرار دیتے ہیں۔ مگر اس بارے میں وادع احادیث کا ظاہر مفہوم عموم  
پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان میں نوافل کی تخصیص کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس مقام سے متعلق زیادہ گفتگو ماشیہ  
میں کر دی گئی ہے۔

۵۵۴ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْبَبْتُ أَحَدًا جَعَلْتُ سَجْدَةً مِنْ صَلَواتِ الْعَصْرِ قَبْلَ آيَةِ تَقَرُّبِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَواتِ الصُّبْحِ قَبْلَ تَطْلُعِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ

(رد المحتار)

وہ حدیث کا معنی ہے کہ اگر میں نے کسی کو پسند کیا تو میں نے نماز عصر کے پہلے اس کے لئے ایک سجدہ کر دیا اور اگر میں نے کسی کو پسند کیا تو میں نے نماز صبح کے پہلے اس کے لئے ایک سجدہ کر دیا۔

اس حدیث کا معنی ہے کہ اگر میں نے کسی کو پسند کیا تو میں نے نماز عصر کے پہلے اس کے لئے ایک سجدہ کر دیا اور اگر میں نے کسی کو پسند کیا تو میں نے نماز صبح کے پہلے اس کے لئے ایک سجدہ کر دیا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ آيَةِ تَقَرُّبِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَواتِ الصُّبْحِ قَبْلَ تَطْلُعِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحْبَبْتُ أَحَدًا جَعَلْتُ سَجْدَةً مِنْ صَلَواتِ الْعَصْرِ قَبْلَ آيَةِ تَقَرُّبِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَواتِ الصُّبْحِ قَبْلَ تَطْلُعِ الشَّمْسِ فَلْيُتَمَّ صَلَواتُهُ





## دَرَاۓہُ التِّرْمِذِیِّ

(ترمذی شریف)

۱۵ یعنی اول وقت میں نماز ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا سبب ہے ماسوائے ان نمازوں کے جن میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ جیسے ظہر کو ٹھنڈا کرنا اور فجر سفیدی میں ادا کرنا۔ اور ماسوائے اس جگہ کے جہاں تاخیر کرنے میں نماز کی تکمیل ہوتی ہو اور پورا ثواب ملتا ہو۔ جیسے جماعت میں شامل ہونے کے لیے تاخیر کرنا۔

۱۶ آخر وقت میں نماز ادا کرنا اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کا ذریعہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نمازی کی گرفت نہ کرے گا۔ یا اسے بری الذمہ قرار دے گا۔ اول وقت کے بارے میں آئمہ کرام کے مذاہب کی تفصیل باب اول میں معلوم ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اول وقت کے نصف اول میں نماز ادا کرنا اس میں کفایت کر جاتا ہے۔

۵۵۹ وَ عَنْ أَوْفَرَةَ قَالَتْ سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لِأَقَلِّ وَقْتِهَا نَوَافُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو حَازِمٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُرْوَى الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ وَ هُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ۔

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے آپ نے فرمایا نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا۔ اسے احمد ترمذی اور ابو حازم نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا کہ حدیث روایت نہیں کی جاتی بلکہ عبد اللہ بن عمر انصاری کی حدیث سے ہے۔ اور وہ علماء حدیث کے نزدیک قوی راوی نہیں ہے۔

۱۷ فردہ ناکہ زبرد اور واکہ جزم کے ساتھ آپ انصاری صحابی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ اور انصاری نے

عسکری بیٹی داد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ میں۔  
۱۸ ایک تو نانا یا مان کے بعد بذات خود افضل ترین عمل ہے۔ پھر اول وقت میں باجماعت ادا کرنا۔ اس میں اور زیادہ فضیلت آجاتی ہے۔ اور اس میں دیر کرنا مستحب نہیں ہے۔ بعض دوسری احادیث میں دوسرے اہل علم کا نقل کیا گیا ہے وہاں اضافی فضیلت مراد ہے۔ اور نماز کے الاطلاق سب سے افضل ترین عمل ہے۔ جیسا کہ وقت مغرب میں ہوگا۔  
۱۹ یعنی اگر عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور کسی حدیث سے کہ جس سے ان کو عمری کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ ہجری میں فوت ہوئے۔

۲۰ یعنی یہ عبداللہ نہایت عبادت گزار اور متقن انسان تھے۔ مگر علماء حدیث کے نزدیک حفظ و ضبط میں مضبوط و قوی نہ تھے۔ غلبہ زبرد و عبادت ان کے لیے حفظ و ضبط حدیث سے مانع بن گیا۔ ان کا ایک بھائی تھا عبداللہ بن عمر بن نفیعہ بصیغہ تصغیر یہ بزرگ حدیث میں ثقہ ثبت تھا۔ اور احمد بن صالح اس کو امام مالک پر فوقیت دیتے تھے۔ عمری کہلانے

والے بہت سے لوگ سمجھتے ہیں۔ "عالم دینہ کی تحقیق میں، اس بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔ اور شرح عربی میں اس پر مکمل بحث کر دی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمائی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں دو تہہ بھی کوئی نماز آخر وقت میں نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح پاک کو قبض کر لیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً تَرَوْنَهَا الْآخِرَ مَرَّتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

(ترمذی شریف)

(دَوَاۗءُ الْيَرْمُذِيِّ)

یعنی اگرچہ ایسا مولا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت میں نماز ادا کی ہے۔ مگر ایسا واقعہ ایک بار سے زیادہ نہیں ہوا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب ایک سائل اوقات نماز دریافت کرنے آیا تو آپ نے ہر نماز دوسرے دن آخر وقت میں ادا کی۔ اور آپ نے ایسا تعلیم کس لیے کیا۔ یہاں امامت جبریل کی حدیث خارج از بحث ہے۔ کہ اس حدیث میں امت کے ساتھ آخر وقت میں نماز ادا کرنا مراد و مقصود ہے۔ اور ایک روایت میں الامتین کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس صورت میں امامت جبریل بھی اس میں شامل ہوگی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں تعلیم و تعلم کی نیت کے بغیر آخر وقت میں نماز ادا کرنا مراد ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور کے نکاح میں آنے کے بعد آپ کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔ اور حضرت عائشہ سے بیان کر رہی ہیں جو ان کے علم میں تھی۔ واللہ اعلم۔

اور اس حدیث میں ایسے آخر وقت میں ادا کرنا مراد ہے۔ کہ اس کے بعد وقت باقی نہ رہا تھا۔ تاہم حقیقی اول وقت ہے۔ آپ نے کئی دفعہ نماز مؤخر کر کے ادا کی ہے۔ جیسا کہ ہم نے شرح میں بیان کیا ہے۔ شافعی المسلک حضرات ایسے تمام مواقع کو ضروری ضرورت پر محمول کرتے ہیں۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں بھی کلام کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا اسناد متصل نہیں ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ خروجی پر اور ایک روایت میں بخیر کے بجائے علی الفطرۃ کا لفظ آیا ہے) یہاں تک کہ وہ نماز مغرب کے ادا کرنے میں دیر نہ کریں گے یہاں تک کہ تارے کثرت سے دکھائی دینا شروع ہو جائیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور دارمی نے عباس سے روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ يَخْرُجُ إِذَا قَالَ عَلَى الْفَطْرَةِ مَا لَمْ يَخْرُجْ وَالْمَغْرِبَ إِلَّا أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَتَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَابْنُ الْقَيَّامِ -

۱۱ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ اکابر اور شاہیر صحابہؓ نے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گن کے بعد کہے کہ  
تک آپ کے گھر کو اپنے نزل اچال سے مشرف کیے رکھا۔

۱۲ یہاں تک کہ ستارے آپس میں بدل لیا جائیں یہ کثرت سے ستارے دکھائی دیئے گئے کہ یہ ہے۔

۱۳ ظاہر عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں اس قدر کثرت سے ستارے دکھائی دیئے گئے کہ تاخیر کرنی  
چاہیئے اس سے کم وقت تک تاخیر میں حرج نہیں۔ یا یوں کہا جائے گا کہ کثرت سے ستاروں کا دکھائی دینا تاخیر مغرب  
کو لازم ہے اگرچہ بہت کم تاخیر ہی ہو۔ اس حدیث میں ایک حد تک اس جانب بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ مشرق سے سفیدی  
مراد ہو۔ کیونکہ عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتہاک نجوم از کثرت سے ستاروں کا دکھائی دینے تک مغرب  
میں تاخیر جائز ہے۔ مگر یہ جواز مع الکرہیت ہے۔ اور یہ حالت سرخی زائل ہونے کے بعد آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۹۲ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلَّ

أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّيْ لَا مَوْلَاهُمْ أَنْ

يُؤَخِّرُوا وَالْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ

أَوْ نِصْفِهِ۔

بِقَاءِ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَآلِ

مَاجِهٍ۔

۱۴ بعض شرطوں میں مذکور ہے کہ یہ راوی کا ایک ہے اور صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

۱۵ اس حدیث کا ظاہر اول وقت سے تاخیر کا استحباب بابت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۹۳ وَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَمُوا

بِهَذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّكُمْ قَدْ فَضَلْتُمْ

بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَلَمْ تُفْلِحُوا

أُمَّةً قَبْلَكُمْ۔

(دعاء ابوداؤد)

۱۶ اور جب کہ یہ نماز تم تاریکی میں ادا کرو گے تو زیادہ مشقت اٹھانی پڑے گی اور جس قدر مشقت زیادہ ہوگی

فضیلت بھی زیادہ ہوگی۔

اس حدیث میں نماز عشاء کی عمر کے بارے میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ عشاء کی عمر ایک سال ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عشاء کی عمر دو سال ہے۔ اس کے بعد بھی کئی روایات ہیں جن میں عشاء کی عمر ایک سال ہے۔ اس کے بعد بھی کئی روایات ہیں جن میں عشاء کی عمر دو سال ہے۔ اس کے بعد بھی کئی روایات ہیں جن میں عشاء کی عمر ایک سال ہے۔

وَعَنِ النَّبِيِّ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ آتَاكَمُ  
بُؤْتُكَ بِهَذِهِ الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ كَانَتْ مَكُونُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَلَهَا  
لِسُكُوطِ الْقَوْمِ بِثَلَاثَةِ  
دَعَاءِ ابْنِ دَاوُدَ وَالتَّوْحِيدِ

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے اس نماز عشاء، عشاء آخرہ کا وقت (جی  
طرح میں بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز تیسری کا  
پانچ غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔  
(ابوداؤد و ترمذی)

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حدیث کے بعد انصار مدینہ میں آپ سے پہلے پیدا ہونے والے صحابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ ۶۲ سال تھی۔ اہل عصمت نے آپ کو مرد اللہ کے حکم سے قتل کیا۔

یہ عشاء کو عشاء آخرہ میں سے کہتے ہیں کہ بعض اوقات عشاء کا لفظ نماز مغرب کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ تو دونوں میں فرق و امتیاز کے لیے عشاء کو عشاء آخرہ کہتے ہیں۔

یہ حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حدیث کے بعد انصار مدینہ میں آپ سے پہلے پیدا ہونے والے صحابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ ۶۲ سال تھی۔ اہل عصمت نے آپ کو مرد اللہ کے حکم سے قتل کیا۔

وَعَنِ النَّبِيِّ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ آتَاكَمُ  
بُؤْتُكَ بِهَذِهِ الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ كَانَتْ مَكُونُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَلَهَا  
لِسُكُوطِ الْقَوْمِ بِثَلَاثَةِ  
دَعَاءِ ابْنِ دَاوُدَ وَالتَّوْحِيدِ

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
فرماتے ہیں میں نے اس نماز عشاء، عشاء آخرہ کا وقت (جی  
طرح میں بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غری کی نماز روشنی  
اور سفیدی میں پڑھو کہ وہ اجر و ثواب میں زیادہ ہے۔

وَعَنِ النَّبِيِّ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ آتَاكَمُ  
بُؤْتُكَ بِهَذِهِ الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ كَانَتْ مَكُونُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَلَهَا  
لِسُكُوطِ الْقَوْمِ بِثَلَاثَةِ  
دَعَاءِ ابْنِ دَاوُدَ وَالتَّوْحِيدِ

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
فرماتے ہیں میں نے اس نماز عشاء، عشاء آخرہ کا وقت (جی  
طرح میں بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غری کی نماز روشنی  
اور سفیدی میں پڑھو کہ وہ اجر و ثواب میں زیادہ ہے۔

یہ حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حدیث کے بعد انصار مدینہ میں آپ سے پہلے پیدا ہونے والے صحابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ ۶۲ سال تھی۔ اہل عصمت نے آپ کو مرد اللہ کے حکم سے قتل کیا۔

۵۷ واضح ہو کہ عبارت حدیث کے ظاہر سے متبادر آیہ معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز سفیدی میں شروع کی جائے۔ اسفار صبح کا معنی ہے۔ صبح کا کھلنا، اس کا روشن ہونا اور اس کی سفیدی کا پھیل جانا۔ مذکورہ معنی کے علاوہ اسفار کے جو معنی کیے گئے ہیں وہ تاویل و تکلف پر مبنی ہیں۔

اور اسفار کی حد جیسا کہ ہمارے مشائخ مذہب سے منقول ہے ایسا ہے کہ اگر مسنون قرأت یعنی پالیس سے ساٹھ آیات یا سو تک ترتیل سے پڑھی جائیں اور نماز سے فراغت کے بعد بالعرض طہارت میں مسو ظاہر ہو جائے تو طلوع آفتاب سے پہلے وضو اور نماز کا اعادہ بطریق مسنون ہو جائے۔ (یعنی اتنا وقت سلام پھیرنے کے بعد باقی بچنا چاہیے) علماء نے کہا ہے کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر و سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اسی وقت میں یہ نماز ادا کرتے تھے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فجر تاریکی میں پڑھی جائے۔ امام موصوف یہ فرماتے ہیں کہ اسفار سے صبح صادق کا یقین ہونا مراد ہے۔ اور یہ کہ طلوع فجر کے بارے میں محض ظن کی بنا پر جلد بازی نہ کی جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دخول وقت کا یقین ہونے پر نماز ادا کرنا بڑی اعظم اور افضل بات ہوگی۔ مگر امام شافعی علیہ الرحمۃ کی یہ تقریر محض تاویل ہے۔ کیونکہ حدیث سے بلا غور و تامل جو بات مفہوم ہوتی ہے یہ ہے کہ ثواب کا زیادہ اور اعظم ہونا اس خصوصیت کی بنا پر ہے جو اسفار میں ہے نہ کہ محض فجر کا وقت موجود ہو جانے کی وجہ سے۔ بلکہ یہ بات کو تمام نمازوں کے اوقات میں پائی جاتی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ فجر کو سفید کر کے پڑھنے کا حکم چاروں راویوں میں ہے۔ اور یہ حکم احتیاط کی بنا پر ہے۔ چنانچہ راویوں میں فجر کا پوری طرح پتہ چل جائے۔

امام محمدی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے آئمہ مذہب میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ نماز فجر کی ابتداء اندھیرے میں کرتے اور اختتام سفیدی میں، قرأت درود کر کے دونوں چیزوں (تاریکی اور سفیدی کو ملحوظ کرتے) علماء نے کہا ہے کہ امام محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویل اذنی، احسن اور افضل ہے کہ اس سے مختلف احادیث میں مخالفت و اختلاف نہ ہو جائے۔ امام احمد رحمہم اللہ کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ نماز فجر کی ابتدا و اختتام دونوں سفیدی میں کرے۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کتاب کا شک ہونے لگے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ تاخیر کرنا بلکہ اندھیرے میں شروع کرنا افضل ہے۔ ایک دوسری روایت میں فجر سفید کر کے پڑھنا افضل آیا ہے۔ اور ان سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ معتدل دن کا آغاز کیا جائے گا۔ کیونکہ جماعت کی فضیلت بہت محبوب اور افضل ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا سردیوں میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا اور اس میں قرأت بھی

کرنا جس قدر کہ لوگ برداشت کر سکیں۔ اتنی طویل قرأت نہ کرنا کہ لوگ بدول ہو جائیں۔ اور موسم گرمیاں فجر سفید کر کے پڑھنا کہ رات چھوٹی ہوتی ہے۔ اور لوگ عین میں ہوتے ہیں۔ اس لیے توقف کرنا تاکہ سب لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں۔

علمائے کرام یہ بات بھی اس وقت کے ساتھ خاص ہے جب سب یا بعض لوگ حاضر ہو جائیں۔ اور اگر سارے نمازی تاخیر کریں تو پھر بلا اختلاف تاخیر کرنا بہتر ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ۔ اور دوسرے آئمہ جو فجر جلدی پڑھنے کے قائل ہیں، یہ کہتے ہیں کہ وقت داخل ہونے کے ساتھ ہی پڑھنے میں ادائیگی عبادت میں جلدی ہوتی ہے۔ اور حق افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَ سَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّکُمْ یعنی اپنے رب سے بخشش مانگنے میں جلدی کرو۔

احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ سفید کر کے پڑھنے میں نماز باجماعت کے لیے نمازی زیادہ ہو جائیں گے۔ اور جماعت میں زیادہ لوگوں کو شامل ہونا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ اور مغفرت کے لیے جلدی کرنا اُس کام میں افضل ہے جو خدا کے نزدیک افضل ہو۔

اس باب میں معنی فقہی یہ ہے کہ آخر وقت تک فجر کو مؤخر کرنا بالاجماع اور بلا کر بہت مباح ہے۔ اور اتنی سویرے پڑھنا کہ جماعت میں نمازی کم شامل ہوں مکروہ ہے۔ نیز لوگوں کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا بھی مکروہ ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مجاہد کو زیادہ لمبی قرأت کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا فَتَأَنِّ اَنْتَ لَیْنِ اِسَہْ مُجَاهِدٌ لَوْ کُنَّ مِنْ ذٰلِکَ مَا جَہَلْتُہُ۔ یاد ہو کہ نماز میں قرأت لمبی کرنا سنت ہے۔ اور اوّل وقت میں نماز ادا کرنے کے ساتھ یہ سنت بھی متحقق ہوتی ہے۔

تیسرے نماز پر طلوع آفتاب تک بیٹھنا بھی مستحب ہے اور اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اور یہ چیز فجر سفید کر کے پڑھنے میں گناہ ہے۔ اندھیرے میں پڑھنے میں مشکل ہے۔

چوتھے اصحاب را حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ روایات سے ثابت یہ امر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سفید میں پڑھتے تھے۔ اور تاریخوں میں پڑھنے کی روایت اگر ثابت ہو جائے تو شاید آپ نے ایسا سفری نمازوں میں کیا ہو۔ علیہ السلام کے ہاں۔ اسی لیے جب آپ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی تو لوگوں نے کہا آج آپ نے خلافت و شہادت میں نماز ادا کی ہے۔ جیسا کہ روایات میں آچکا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو فصل اول میں گزری ہے۔ التَّسَاءُ مُتَّکِفَاتٍ کہ عورتیں جامدوں میں لپٹی ہوئی نماز سے واپس لوٹتی تھیں، اس حدیث کے معنی یہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول احناف کے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ اور شاید یہ اس وقت کی بات ہے جب عورتوں کو نماز کے لیے باہر نکلنے کا حکم تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور انہیں گھروں میں ہی بیٹھنے

کا حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

عَنْ تَرَاوِيعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ نَصْرِي  
 الْعَصْرَ مَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْتَعِلُونَ الْجُبَّةَ وَالْحُلَّةَ  
 فَتَقْسِمُ عَشْرًا قِسْمًا ثُمَّ تَقْبِضُ مَا كُلُّهَا  
 لَحْمًا تَصِيحًا قُلْ مَغِيبُ الشَّمْسِ  
 وَتُثَقُّ عَلَيْهِ

اس حدیث سے بلاخیمہ عصر کی نماز جلدی پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی ہر گھنٹے کا سا یہ اس کی ایک نفل ہونے کے وقت یا اس سے قریب میں جیسا کہ آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف، امام محمد و ایک روایت کے مطابق امام احمد اور امام رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ ہر گھنٹے کا ایک نفل ہے۔ امام علیہ السلام نے تعلیم و تحقیق کے طور پر بعض اوقات ایسا کیا ہو۔ تاہم لفظ کان کی ولایت و قوام و استمرار پر عمل نظر میں ہے۔ شیخ ابن العمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اودت فرج کرنا پھر ان کے دس حصوں میں تقسیم کرنا اور یہ کہ اس وقت میں مذکور رہا، آسان کام ہے جب کہ پکارتے دانے ماہر اور بہت سے لوگ ہر گھنٹے۔ آیتے لوگ حضور علیہ السلام کی سنت سے لیتے ہیں۔ جیسا کہ سفروں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ غیر جبر کے دن نماز عصر میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ اور حضرت امیر کے ہیں۔ اصناف کا مختار و ظاہر مذہب یہ ہے کہ آفتاب کی رنگت میں تبدیلی واقع ہونے سے پہلے نماز عصر پڑھنی ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر تے تھے جب کہ سورج سفید اور روشن ہوتا تھا۔ اس سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر میں کثرت سے نوافل پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے کہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور رنگت کی تبدیلی سے بعض کے نزدیک سورج کی رنگت کی تبدیلی مراد ہے۔ تبدیلی مراد ہے کہ ٹیکہ کو دیکھتے ہیں۔ انھیں آئمہ چند یا ہیں۔ اور بعض کے نزدیک شعاع آفتاب (دھوپ) جو دیواروں پر پڑتی ہے، کی رنگت کی تبدیلی مراد ہے۔ صاحب ہدایہ اور بعض دوسرے آئمہ کے

نزدیک مختار و پندیدہ قول ٹیکہ کی رنگت ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک سورج ایک دو نیزہ بلند ہوتا ہے تو اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ جب اس سے نیچے آگیا تو اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

۴۹۷ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَّنَّا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَخَرَجَ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَذِيرَ إِلَّا شَيْءٌ شَغَلَهُ فِي أَهْلِهِ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ فَقَالَ حِينَ خَرَجَ إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُونَ صَلَاةَ مَا يَنْتَظَرُهَا أَهْلُ دِينٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْ لَا أَنْ يَمُوتَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ وَمِمَّ هَذِهِ السَّاعَةِ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَدِّثَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم لوگ عشاءِ آخر کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں ٹھہرے رہے۔ آپ تیسرا حصہ رات گزرنے پر یا اس سے کچھ دیر بعد ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کو گھر میں کسی کام نے مشغول رکھا یا کوئی اور بات تھی۔ جب آپ تشریف لائے تو فرمایا تم لوگ ایک ایسی نماز کی انتظار میں رہے جس کا انتظار تمہارے سوا کسی اور دین والے نے نہیں کیا۔ اور اگر میری امت کے لیے بوجھ نہ ہوتا تو میں یہ نماز (روزانہ) اسی وقت (دو تہائی حصہ رات گزرنے پر) پڑھتا۔ پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اقامت کی اور آپ نے نماز پڑھی۔

(مسلم شریف)

(نَوَافُ مُسْلِمٌ)

۱۔ عشاء کے ساتھ آخر کا لفظ اس لیے آجاتا ہے کہ بعض لوگ نماز مغرب کو بھی عشاء کہہ دیتے ہیں تو نماز مغرب گویا عشاء اول ہے۔

۲۔ میں جب آپ نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو زیادہ دیر ہو جانے کی بنا پر امت پر شفقت و رحمت اور ان کی تسلی و تسکین کے لیے بطور مذہب ان کے الفاظ اور شانہ فرماتے۔

۳۔ میں نے وہ دعائیہ و غیرہ اہل دین میں سے کوئی بھی تمہارے سوا اس نماز کی انتظار نہیں کرتا۔ کیونکہ نماز عشاء اسی امت کے ساتھ نام نہاد جیسا کہ مذکور ہوا۔

۴۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء کو نہائی حصہ گزرنے پر ادا کرنا افضل ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء اول وقت میں بھی ادا کر لیتے جب اکثر صحابہ کرام مسجد میں آجاتے۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب اکثر نمازی آجاتے تو آپ یہ نماز پہلے وقت میں ادا کر لیتے۔ اور جب دیر سے آتے تو دیر سے ادا فرماتے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔



۵۸۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي  
الصَّلَاةَ نَحْوًا مِمَّنْ صَلَّوْا تَكْمًا وَكَانَ  
يُتَخَفَّرُ لِعَتَمَةِ يَحْدُ صَلَّوْا تَكْمًا وَكَانَ يُخَفِّضُ  
الصَّلَاةَ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں تمہاری  
نمازوں کی طرح ادا فرماتے اور تاریکی کی نماز (عشاء)  
تمہاری نماز عشاء کے وقت کے بعد ادا فرماتے۔ اور  
آپ ہلکی نماز ادا کرتے۔

(دَوَاءُ مُسْلِمٍ) (مسلم شریف)

۱۵ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ آپ کا باپ بھی صحابی ہے۔ آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ  
کی ہمیشہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کو فرمیں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں سلسلہ ۱۶ اور ایک قول کے مطابق سلسلہ ۱۷ میں  
فوت ہوئے۔

۱۶ اور رعایت اوقات میں تمہاری نمازوں کے قریب وقت میں ادا فرماتے۔ مگر ہاتھی خصوصیات و صفات میں آپ کی  
نماز تمہاری نماز کی طرح نہ تھی۔ (بلکہ بہت افضل و اعلیٰ ہوتی تھی)۔

۱۷ یہ حدیث اس امر میں صریح ہے کہ آپ عشاء کی نماز تاخیر کی کہ پہلے تھے۔ اول وقت میں ادا نہ کرتے تھے۔  
خواہ دوسرے لوگ (امت) اول وقت میں ادا کریں یا اس کے بعد۔

۱۸ یعنی کمزور مقتدریوں کا لحاظ کرتے ہوئے۔ آپ یہ لحاظ و رعایت اکثر غالب اوقات میں فرماتے تھے۔ ورنہ  
یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ اعراف پڑھی۔ اس کی تہنیت (اللہ اللہ اللہ) اپنے  
مقام میں آئے گی۔

۵۸۹ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى  
مَغْنَى نَحْوًا مِمَّنْ شَكَّرَ اللَّيْلَ فَقَالَ  
خُذُوا مَقَاعِدَكُمْ فَاخْذُوا مَقَاعِدَنَا  
فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَآخِذُوا  
مَقَاعِدَهُمْ وَإِنَّا لَنَزَالُ الْوَيْلُ  
صَلَّوْا مَا اسْتَفْرَأْتُمْ الصَّلَاةَ وَكُلُوا  
مِنْهُنَّ الصَّغِيرَاتِ وَكُلُوا السَّوْغِيَةِ

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
عشاء کی نماز کی۔ آپ نہ نکلے کہ پہلے تھے۔ اول وقت میں ادا نہ کرتے تھے۔  
یہ حدیث اس امر میں صریح ہے کہ آپ عشاء کی نماز تاخیر کی کہ پہلے تھے۔ اول وقت میں ادا نہ کرتے تھے۔  
خواہ دوسرے لوگ (امت) اول وقت میں ادا کریں یا اس کے بعد۔

۱۹ یعنی کمزور مقتدریوں کا لحاظ کرتے ہوئے۔ آپ یہ لحاظ و رعایت اکثر غالب اوقات میں فرماتے تھے۔ ورنہ  
یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ اعراف پڑھی۔ اس کی تہنیت (اللہ اللہ اللہ) اپنے  
مقام میں آئے گی۔

۲۰ حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
عشاء کی نماز کی۔ آپ نہ نکلے کہ پہلے تھے۔ اول وقت میں ادا نہ کرتے تھے۔

۲۱ یہ حدیث اس امر میں صریح ہے کہ آپ عشاء کی نماز تاخیر کی کہ پہلے تھے۔ اول وقت میں ادا نہ کرتے تھے۔  
خواہ دوسرے لوگ (امت) اول وقت میں ادا کریں یا اس کے بعد۔

۲۲ یعنی کمزور مقتدریوں کا لحاظ کرتے ہوئے۔ آپ یہ لحاظ و رعایت اکثر غالب اوقات میں فرماتے تھے۔ ورنہ  
یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ اعراف پڑھی۔ اس کی تہنیت (اللہ اللہ اللہ) اپنے  
مقام میں آئے گی۔

لَا تَخْرُتْ خِدْرُ الصَّلَاةِ رَأْسُهَا شَعِيرُ  
الْيَلِيلِ -

میں سوجے ہو نماز ادا کرنے کا ثواب ہی حاصل کرتے رہے ہو۔  
اگر کمزور دل کی کمزوری اور بیماری کی بیماری نہ ہوتی تو میں  
اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کرتا۔

رَوَاةُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ دَاوُدَ وَ

راحمہ ابو داؤد و نسائی

الْبُخَارِيُّ

۱۔ یہاں کہ گزشتہ مذکور ہوا کہ مسلمانوں کے علاوہ کوئی بھی دوسرے دین والا اس نماز عشاء کی انتظار نہیں کرتا کہ  
شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں ایسا ہی ہے۔ اور یوں کہنا بھی ممکن ہے کہ ان الفاظ کا معنی ہے دوسرے مخلوق والے لوگ  
جو اس مسجد سے متعلق نہیں، نماز عشاء ادا کر کے سو گئے ہیں۔ یہ معنی اس اگلے قول مبارک وَ اِنَّكُمْ لَوْنَ تَزَالُوْنَ اِلَى الْاٰخِرَةِ کے  
زیادہ مناسب ہے۔

۲۔ ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف رات تک نماز عشاء کو مؤخر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اتنی دیر کر کے  
یہ نماز ادا کرنے میں بڑی مشقت و محنت ہے۔ بہر حال اتنی دیر تک تاخیر کرنا بالکل مکروہ نہیں ہے۔

۳۔ وَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر جلد ادا کرنے میں تم  
سے سخت تر تھے مگر تم لوگ نماز عصر ادا کرنے میں حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت تھے۔

اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَشَدَّ  
تَجَمُّلاً لِّلظَهْرِ مِنْكُمْ وَاَخْفَرُ اَشَدَّ  
تَجَمُّلاً لِّلْعَصْرِ مِنْہٗ۔

(احمد و ترمذی)

رَوَاةُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ دَاوُدَ وَ

۱۔ اس سخت گرمی کے علاوہ دوسرے دنوں میں۔ کیونکہ سخت گرمی کے دنوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔  
۲۔ اس کلام سے مقصود تمام باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے التزام کی ترغیب و تحریض ہے۔ اس  
موضع میں ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کچھ نہ کچھ دیر کر کے پڑھتے تھے۔

۳۔ وَ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت اُبی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی کے دن ہوتے ظہر  
ٹھنڈی کر کے پڑھتے۔ اور جب سردی کے دن ہوتے  
تو جلدی پڑھ لیتے۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِذَا كَانَ  
الْمَرْتَبَةُ بِالصَّلَاةِ وَاِذَا كَانَ الْبَرْدُ  
عَجَلًا۔

(نسائی شریف)

رَوَاةُ النَّسَائِيِّ

۴۔ وَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ

حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لِي نَسُوْلُ اللّٰهَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أَمْرًا  
يَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءٌ عَنِ الصَّلَاةِ لَوْ قَرَّبْتَهَا  
فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لَوْ قَرَّبْتَهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا  
رَسُولُ اللَّهِ أَصَلَّيْتُ مَعَهُمْ فَتَالَ  
نَعَمْ

چشمہ واقع ہے کہ مقترب میرے بعد ایسا بادشاہ تم پر  
سلطہ ہوں گے کہ وقت پر نماز پڑھنے سے انہیں بہت سی  
چیزیں مصروف رکھیں گی۔ یہاں تک کہ نمازوں کا وقت گزر  
جائے گا تم لوگ اپنی نمازیں وقت پر پڑھ لینا تو ایک شخص نے  
کہا رسول اللہ کیا میں ان کے ساتھ ہی نماز پڑھوں فرمایا ہاں۔

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۵ مشہور صحابی ہیں۔ نبلانے انصاریں سے ہیں۔ جنگ بدر اور باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ کے بے شمار  
مناقب ہیں۔ کئی بار آپ کے حالات مذکور ہو چکے ہیں۔

۱۶ یعنی بے مقصد مصروفیات اور خواہشات انہیں مستحب وقت میں نماز ادا کرنے سے روک رکھیں گی۔

۱۷ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا۔

۱۸ وَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَحَّاشٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَكُونُ عَلَيْكُمْ أَمْرًا مِنْ بَعْدِي  
يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَ رِ  
عَلَيْهِمْ فَصَلُّوا مَعَهُ مَا صَلُّوا  
الْأَيْكَلَةَ

صحیح ترمذی میں مرقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم پر

ایسا بادشاہ سلطہ ہوں گا جو نمازیں دیر وقت سے

دیر کر کے پڑھیں گے۔ ان کی نمازیں تو اس لیے قراعت

تو پھر چلا جائے گا کہ وہ بال و شب پڑھیں گی۔ ان

کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھتے رہو جب تک کہ وہ قیام

طویل نہ کرے نماز پڑھتے رہو۔ (ابوداؤد شریف)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۹ قَبِيصَةُ قَاتِ بْنِ زَبْرٍ بَاکِی زَبْرٍ اور صَادِکِے ساتھ۔ وقاص وقاص کی غلطی کے ساتھ آپ صحابی ہیں۔ جو صحابی  
ہے اور بصریوں میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۰ یعنی جو نمازیں وہ ادا کریں گے ان کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور ان کا صلہ بھی تمہیں حاصل ہو گا کیونکہ اگر تم نے اپنی نماز  
صحیح وقت میں پڑھ لی ہوگی۔ تو یہ نماز جو ان کے ساتھ ادا کرو گے تمہاری نقل نماز ہوگی۔ اور اگر تم نے صحیح وقت میں نماز نہ  
پڑھی ہوگی بلکہ تم نے بھی آخر وقت میں ان کے ساتھ پڑھی ہوگی۔ تو پھر بھی تمہیں کوئی ضرر و نقصان نہیں۔ کہ تم خود غافل اور  
دفع فساد کے لیے ایسا کرو گے۔

۲۱ یعنی اس نماز کا ضرر و نقصان۔ اور صحیح و مستحب وقت سے نماز مؤخر کرنے کا وبال ان کی گردن پر ہو گا۔

۲۲ یہ قید اتفاق ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر مبنی ہو کہ فساد تقدیر آئے ظالم بادشاہ اور حاکم قیام کی جانب سے

کر کے نماز پڑھنا چھوڑ دیں اور اسلام کی رسی گلے سے نکال دیں تو پھر ان کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے گی۔

حضرت عبید اللہ بن عدی بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ آپ کا محاصرہ ہو چکا تھا۔ حضرت عبید اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ سب مسلمانوں کے امام ہیں۔ مگر آپ اس حادثہ اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ اور ہمیں اہل فتنہ کا امام نماز پڑھانا ہے ہم لوگ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز بہترین عمل ہے جسے لوگ ادا کرتے ہیں۔ جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اس نیک کام میں شریک ہو جاؤ اور جب بُرے کام میں مشغول ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔ (بخاری شریف)۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ وَهُوَ مُحَصَّرٌ فَقَالَ لَكَ إِمَامٌ عَامَّةٌ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فِتْنَةٌ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنَ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوا فَا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ حضرت عبید اللہ بن عدی بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیا رہتالیہ میں سے ہیں۔ حضور جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں پیدا ہو چکے تھے۔

۲۔ اور اس محاصرے میں ہی آپ کی شہادت ہوئی۔

۳۔ یعنی آج کل نمازوں کی امامت اہل کفر و فتنہ کا رئیس و سرور کرتا ہے۔ اس امام کا نام کنانہ بن بشیر تھا۔

۴۔ علامہ کلام یہ کہ نیکی میں لوگوں کے ساتھ شریک رہو۔ اور بدی میں ان سے دور رہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ قول مبارک ثابت و شہادتی اور انصاف و عینیت کے جذبے سے صادر ہوا۔ اس قول میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر نیک و بد کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

# بَابُ فِي فَضَائِلِ الصَّلَاةِ

گذشتہ باب میں مذکور

فضائل نماز

اور ان کے اوقات کے تراجم اور انہیں مکمل کرنے والے امور کا باب

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت عمارہ بن رزیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا  
ہوئے منامہ شخص ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا جو طلوع  
آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے بعد نماز کرے گا  
یعنی فجر و عصر کی نماز پڑھے گا۔

عَنْ عَمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ  
الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ  
وَالْعَصْرَ -

د رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۔ عمارہ بن رزیم کی پیش اور غیر مشہوریم کے ساتھ۔ رؤیبہ بن رزیم کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش اور غیر مشہوریم کے ساتھ۔ رؤیبہ بن رزیم کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔  
۲۔ واضح ہو کہ اس حدیث کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص نماز کرے گا وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ نہ تو ترک نماز کی وجہ سے اور نہ ہی کسی اور وجہ سے۔  
نزدیک خلافت تحقیق ہے۔ کیونکہ اس سے مراد صغیر گناہ ہیں۔ اور نماز انہیں معاف کر کا کفارہ دیتی ہے۔  
علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ وہ آدمی جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا باوجودیکہ فجر کی نماز کے بعد مستحضر ہو جائے  
ہوتا ہے اور عصر کی نماز کے وقت کام کاج میں مشغولیت ہوتی ہے وہ دوسرے اعمال غیر کے ہمالانہ میں بھی پیش  
نہ کرے گا۔ لہذا ایسے شخص کی بخشش ہو جائے گی۔ اور وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اس میں غور و تدبر کرو مگر ظاہر یہ ہے  
کہ ان الفاظ سے ان دو نمازوں کی فضیلت میں مبالغہ مراد ہے۔ کہ یہ نمازیں اس قدر افضل و اعلیٰ ہیں کہ ان کو پابندی سے  
ادا کرنے والا ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے ہر عمل پر جزا دیتا ہے۔ اس کے باوجود اگر چاہے

تو ان دو نمازوں کو یا بندی سے پڑھنے والے کے ہر گناہ کو بخش دے اور اسے معافی عطا کر دے۔ سوائے ان کے۔

۵۶۹ وَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ ان دو نمازیں قریشی کا قول یہ ہے کہ اس سے موسم سرما کی فجر و عصر کی نماز مراد ہے۔ اور بعض فجر و عشاء مراد لیتے ہیں مگر گزشتہ حدیث قول اول کی تائید اور اسے قوی کرتی ہے۔

۵۷۰ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَابُونَ فِيكُمْ

مَلَكُكُمْ بِاللَّيْلِ وَمَلَكُكُمْ بِالنَّهَارِ

وَيَجْعَلُونَ فِي مَلُوقِ الْفَجْرِ وَ

مَلُوقِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَغْرُبُ الَّذِينَ يَأْتُوا

فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ عَزِيزٌ

بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ حِكْمِي حِينَ تَوَلَّوْا

تَرَكَاهُمْ وَهُمْ يَصْطَلُونَ وَاتَّيَفَهُمْ

وَهُمْ يَصْطَلُونَ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۲۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۳۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۴۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۵۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۶۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۷۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۸۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

۹۔ یہ فرشتے ہندوں کے حالات لکھنے اور ان کے اعمال اور پرہیز جانے کے لیے آتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے۔ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔

۴۸۔ عَنْ جُنْدِبِ الْقُسَيْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى

صَلَاةَ الصُّبْحِ فَعُوْ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ

فَلَا يَطْلُبُكُمْ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

فَاتَهُ مِنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

يُذِرُكُمْ ثُمَّ يَكْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي

نَارِ جَهَنَّمَ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِي بَعْضِ نُسَخِ

الْمَصَابِيحِ الْقُسَيْرِيِّ بِدَلِّ الْقُسَيْرِيِّ

حضرت جندب القسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر

کی نماز پڑھ لی وہ اللہ کی امان اور اس کی ذمہ داری اور پناہ

میں ہو گیا۔ تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ کے بارے

میں کسی چیز کے متعلق بھی باز پرس نہ کرے۔ کیونکہ جس سے بھی

اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کے بارے میں باز پرس کرے گا۔ اسے پا

لے گا پھر اسے اٹا کر کے منہ کے بل آتش جہنم میں ڈالے گا۔

مسلم شریف۔ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں القسری

کے بجائے القسیری آیا ہے۔

۵۔ القسری قات کی زبردستی کی جزم کے ساتھ۔ حضرت جندب القسری صلیبی ہیں۔ بنی قیس کی ایک شاخ قسری

طرت منسوب ہیں۔

۶۔ یعنی چاہیے کہ کوئی ایسا کام نہ کر جس سے خدا تعالیٰ کا عہد امان کی ذمہ داری میں خلل واقع ہو۔ اللہ تعالیٰ

اس پر تم سے پیچھے اور تمہاری باز پرس فرمائے۔ تو کسی بھی صبح کی نماز ادا کرنے کے واسطے کہ درج ذیل کیفیت سے بچاؤ کہ ایسی طرح عہد

خدا کو تمہارا امانت میں خیانت لازم آتی ہے۔ اور جب تم نے خدا کے عہد کو توڑا اور اس کی امانت میں خیانت کی تو خدا کے عہد کے ترک

ہونے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا پھر ایسا کرنے والا کوئی بھی شخص خدا تعالیٰ سے بچنے کے لئے نہ سکے گا۔

۷۔ اور بندہ اس سے بھاگ نہ سکے گا۔

۸۔ بلکہ مصابیح کے تمام نسخوں میں عن جندب القسری کے بجائے القسیری قات کی زبردستی کی جزم کے ساتھ۔

۹۔ یعنی تختانیہ کی جزم کے ساتھ بدل القسری قات کی زبردستی کی جزم کے ساتھ بدل القسری قات کی زبردستی کی جزم کے ساتھ۔

تو ریشی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں پایا کہ حدیث کے نسخہ کی طرح حدیث کی جزم کے ساتھ۔

۱۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ تَوَعَّلُوا النَّاسَ

مَا فِي التَّيْدَاءِ وَالْحَقِّ الْأَقْوَلُ ثُمَّ

لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَتَهَمُوا عَلَيْهِ

لَا تَهَمُّوا وَكَلَّا يَعْلَمُونَ مَا فِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ کہ انسان اور صفت اول میں کسی قدر خبیثیت ہے پھر

وہ نماز کھیلتا جائے مگر قرعہ اندازی کے بغیر اس میں شامل

نہ ہو سکیں۔ تو اللہ وہ ضرور قرعہ اندازی کرتا ہے اور اگر

التَّحِيُّرِ لَا تَسْتَبِقُوا إِلَيْهِ وَلِيَعْلَمُونَ  
مَا فِي الْعُتَّةِ وَالْقَبْرِ لَا تُحْشَرُ  
وَلَوْ حَبُّوا -

وَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ )

لوگ جان لیں کہ دوسرے کو نماز ملے کر کے لیے جلتے ہیں کسی قدر فضیلت ہے تو اس کے لیے ضرور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ نماز عشاء اور فجر میں کیا فضیلت ہے تو وہ ضرور ان دونوں نمازوں کے لیے آئیں اگرچہ انہیں سرین کے بل چل کر آنا پڑے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی اذان اور صف اول کی فضیلت اس قدر زیادہ ہے کہ اذان اور صف اول کے لیے آپس میں جھگڑا پڑیں اور قرعہ اندازی کی نوبت آجائے۔ تو وہ مزید قرعہ اندازی کریں۔

۵۲ مگر یہ بات گرم ہوا کے علاوہ دوسرے اوقات کے لیے ہوگی۔ کیونکہ گرم ہوا کے وقت ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑنا مستحب و مرغوب ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ تعجیر (دوبہر کو نماز ظہر کے لیے جانا) سے تبکیر مراد ہے یعنی نماز ظہر کے لیے جلدی جانا۔ اور تعجیر کے لفظ سے تبکیر مراد لینا اہل حجاز کی لغت کے ساتھ خاص ہے۔ مقصود وہ نماز کے لیے جلدی جانا ہے۔ یہ بات ظہر کے ساتھ خاص نہیں وہ بہر تقدیر اس سے وہ نماز مراد ہے جس میں تاخیر مستحب نہیں ہے۔ بعض علماء نے تعجیر کو نماز جمعہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس معنی کی تحقیق کتاب الجمعہ میں اللہ شاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

سکھ سمجھو۔ مانتوں یا تقویٰ اور سیکھنے پر یا سیرین پر چل کر جانا۔ جس طرح سپرہ چلتا ہے یعنی اگر ان میں پاؤں سے چل کر جانے کی قوت و طاقت نہ ہو تو وہ کمزوروں کی طرح مذکورہ طریقہ پر چل کر ان نمازوں میں شامل ہوں۔

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں پر حجر و عسکری  
 نماز سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں۔ اور اگر انہیں پتہ  
 چل جائے کہ ان دونوں میں کس قدر فضیلت ہے تو انہیں  
 سر میں کھے بل بھی آ جا پڑے تو غرور آئیں۔

ریختاری موسیقی

ساحکینہ کہ یہ وہ وقت ہے جسے وقت پڑھی جاتی ہیں جب کہ طبیعت سست ہوتی ہے پھر ان اوقات میں لوگ بھی کم دیکھتے ہیں۔ تو زور دیریا کے ساتھ ہی منافق یہ نمازیں پڑھتے ہیں۔





ہوتا ہے کہ زبان، اصطلاح شرع کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اور اہل جاہلیت اور ارباب بطالت کے ہاں مستعمل الفاظ زبان پر نہ لائے جائیں۔ اس باعث سے منع کرنے اور اس ممانعت کی علت بیان کرنے کے بعد آنے والے لفظ قَائِلًا تَعْتَمُ کے لفظ سے اس جانب بھی اشارہ فرمایا کہ اعراب عشاء کو عتمہ کیوں کہتے ہیں۔ تاکہ کلام کی تکمیل اور انزالہ خفا ہو جائے۔

۴۷ قَائِلًا تَعْتَمُ تاکہ پیش اور عین ساکن اور دوسری تاکی زیر۔ اور زیر کے ساتھ۔ دوسری تاکی زیر کی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ بیشک نماز عشاء تاریکی میں ادا کی جاتی ہے۔ اونٹوں کا دو دو نہ نکلنے کے وقت۔

۴۸ یہ جذبات الایمل یعنی اونٹوں کا دو دو دو پہنچنے کے وقت۔ کہ اعراب اونٹوں کو شفق غائب ہونے کے بعد تاریکی میں دوہتے ہیں۔ جو کہ عشاء کا وقت ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اعراب اسے نماز عتمہ کہتے ہیں۔ عتمہ بمعنی سخت تاریکی اور لفظ تعتم کی دوسری تا کی زیر کی صورت میں معنی یہ ہو گا۔ کہ اعراب اونٹ دو پہنچے میں تاریکی کر دیتے تھے۔ اور اس وقت کے لیے عربوں میں یہ نام مشہور تھا۔ یہاں تک کہ اسلام کا زمانہ آیا اور اس وقت میں نماز مشروع ہوئی اور مسلمان بھی زمانہ قبل اسلام کے نام کے مطابق نماز عشاء کو نماز عتمہ ہی کہتے تھے۔ چنانچہ انہیں اس نام سے روک دیا گیا۔ اور اہل جاہلیت کے ساتھ تشبیہ کی بنا پر اس نام کو مکروہ قرار دیا گیا۔ اور اس بنا پر بھی روکا گیا کہ عتمہ تاریکی کو کہتے ہیں جب کہ نماز مسرور اور روشنی ہے۔ اور بعض احادیث میں جو اس نماز کے لیے عتمہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ نہی و ممانعت سے پہلے ایسا ہوا ہے۔ والہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا۔ ان کفار نے ہمیں نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر پڑھنے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(بخاری مؤلف)

وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَسْبُنَا مِنْ صَلَوةِ الْوُسْطَى صَلَوةُ الْعَصْرِ صَلَّى اللَّهُ يُبَوِّتُهُمْ وَ يُبَوِّدُهُمْ نَامًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۴۹ یہ روایت خندق کے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ جنگ کی شدت اور تیر اندازی کے باعث چار نمازیں فوت ہو گئیں۔ ان میں نماز عصر بھی تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کے فضل و شرف کے اظہار کے لیے خصوصاً اس نماز کا ذکر فرمایا۔

۵۰ صَلَوةُ الْوُسْطَى بمعنی درمیان اور افضل نماز۔

۵۱ یہ ان کفار کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب و سزا کی ہدو ما ہے۔ واضح ہو کہ جنگ احد کے دن کفار کی طرف سے انواع و اقسام کی تکالیف پہنچنے کے باوجود حضور نے ان کے لیے یہ گمراہیوں خندق کے موقع پر آپ نے بدعا کی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں حق اللہ (عنا) فوت ہوا۔ اور احد کے دن آپ کی ذات کو اذیتیں پہنچیں۔ اپنی ذات کے لیے

آپ نے بد دعا کرنا مناسب نہ بھی۔

۱۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر کا نام ہے۔ اکثر علماء و صحابہ و تابعین اور امام ابو حنیفہ و امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ پس قرآن مجید میں مذکور صلوٰۃ وسطیٰ سے یہی نماز عصر مراد ہوگی۔ اس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس نماز کی تعیین کے بارے میں جو اختلاف صحابہ و تابعین میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اگلی دو فصلوں میں آ رہا ہے وہ غالباً اس حدیث کے سننے اور اس کے پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ جو قرآن میں اپنے اجتماع سے تاویل کی بناء پر واقع ہوا۔ حدیث کی صحت کے بعد اس امر کا یقین ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے یقینی طور پر نماز عصر مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

۵۸۴ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْوُسْطَى صَلَاةُ الْعَصْرِ دَعَاةُ التَّوْحِيدِ

۱۷ یہ دونوں عظیم و مشہور صحابی ہیں۔

۱۷ اور اس حدیث کو امام حسن بصری نے حضرت سمرہ سے روایت کیا۔ اور امام بخاری نے اسے اس کی کتاب میں لکھا۔ انہوں نے کہا کہ حسن بصری کی حضرت سمرہ سے روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔ اور حسن بصری کا حضرت سمرہ سے روایت کیا ثابت ہے۔

۵۸۵ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا قَالَ تَشْهَدُكَ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ۔ دَعَاةُ التَّوْحِيدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کے سورہ فجر کی آیت "إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا" میں دو گروہ ملائکہ ہیں۔ ایک گروہ رات کے وقت اور دوسرا دن کے وقت۔

۱۷ نماز فجر کو قرآن فجر سے تعبیر کرنا اس بنا پر ہے کہ قرأت نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جس طرح کہ نماز عصر کو عصر کے لفظ سے نماز مراد لی جاتی ہے۔ اور قرآن فجر کے لفظ سے نماز فجر کی قرأت مراد لی جاتی ہے جیسا کہ بعض نے ایسا کہا ہے اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی کو ترجیح دی ہے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اس سے نماز فجر کی

فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۵ یعنی فجر کی نماز کے وقت ملتے کے فرشتے موجود ہوتے ہیں جو آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے رات کے اعمال سے جاتے ہیں۔ اسی طرح دن کے فرشتے بھی اس نماز کے وقت موجود ہوتے ہیں جو دن کے اعمال لکھنے کے لیے نیچے اترتے ہیں۔ فرشتوں کے یہ دونوں گروہ رات کے ملاقات کرتے ہیں۔ اور یہ معنی نمازیں بھی موجود ہے اور اس بات کے ساتھ کوئی منافات نہیں کہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں تو فجر کا ذکر آیا ہے۔ اور اگر نماز عصر کے حق میں بھی اس آیت کا ورود ہوا ہوتا تو اس کی تفسیر بھی یہی ہوتی۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے کہا ہے کہ صلوۃ الوسطی صلوۃ ظہر ہے اسے مالک نے زید سے روایت کیا اور ترمذی نے ان دونوں سے تعلیقاً روایت کیا۔

۵۸۹ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَ عَائِشَةَ قَالَا  
الصَّلَاةُ الْوُسْطَى صَلَاةُ الظُّهْرِ  
رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَ التِّرْمِذِيُّ  
عَنْهُمَا تَعْلِيْقًا

۱۵ یعنی اس قول کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔  
۱۶ اور امام ترمذی نے اسے زید و عائشہ رضی اللہ عنہما سے بطریق تعلیق روایت کیا۔ تعلیق کا معنی ہے حدیث کے اول سے بعض یا کل اسناد حذف کر دینا یعنی ترمذی نے اسے بے استناد روایت کیا۔ اور اپنے جامع میں کہا کہ زید بن ثابت اور عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا صلوۃ الوسطی صلوۃ ظہر ہے۔ یہ ان دو صحابہ کا قول ہے اور ان دونوں پر موقوف ہے اور ان میں لحاظ کا رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دہر کے وقت پڑھتے تھے۔ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظہر کی نماز سے زیادہ سخت اور کوئی نماز نہ تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ خَافُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى تمام نمازوں کی پابندی کو خصوصاً نماز وسطی ظہر کی۔ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک نماز سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں ہیں۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ الظُّهْرَ الْوُسْطَى وَ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّيُ صَلَاةً أُخْرَى عَلَى أَصْحَابٍ يَسْتَلُونَ اللَّهَ مِنْهُ عَلَيْهِمْ وَ سَلَّمَ مِنْهَا فَتَوَلَّى خَافُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى وَ قَالَ إِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ وَ بَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ



وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ عَدَا إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ عَدَاً بِرَأْيِهِ الْإِيمَانِ وَمَنْ عَدَا إِلَى الشُّوقِ عَدَاً بِرَأْيِهِ رَابِلِيَسَ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو آدمی صبح سویرے اٹھ کر نماز فجر کو جاتا ہے۔ وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ جاتا ہے۔ اور جو صبح اٹھ کر بازار کو جاتا ہے۔ وہ ایس کے جھنڈے کے ساتھ

جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

پَر دَوَاۃ اَبْنُ مَاجَہ

۱۔ تاکہ وہ شیطان اور اس کے لشکر کے ساتھ جنگ کرے جس طرح غازی لوگ جھنڈے سے لے کر چلتے ہیں۔  
۲۔ اس سے وہ شخص مراد ہے جو بغیر غنا و مال کے صبح اٹھ کر بازار کو چلتے۔ اور اگر نماز ادا کرنے کے بعد رزق حلال کمانے اور عیال کی روزی مہیا کرنے بازار چلتے تو وہ ایسا نہیں ہے۔

## بَابُ الْاَذَانِ

### اذان کا باب

گفت میں اذان کا معنی بتانے اور اطلاع دینے کا ہے۔ شرع میں الفاظ مخصوص اور وقف مخصوص میں نماز کا وقت ہو جانے کی اطلاع دینے کا کہلے ہے۔ مشہور ہے کہ اس کا ثبوت عبداللہ بن زید انصاری کے خواب میں دیکھنے سے ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے۔ جیسا کہ حدیث میں آئے گا۔ بعض کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی خواب دیکھا تھا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دس صحابی ہیں جنہوں نے اذان کو خواب میں دیکھا۔ بعض نے چورہ کے عدد کی تصریح کی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ کے خواب میں دیکھنے کے بعد وہی میں ماننا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اذان کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے اور کبریا کے مقام خاص میں عرض و برسی کے کنہوں تک پہنچے تو وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور کو سلام کیا اور چہرہ فرشتہ کو یہ ہے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا اُس خدا تعالیٰ کی قسم جس نے حق سے کبریا پر حضور کو دعا کی درگاہ میں سب سے نزدیک ترین مخلوق میں ہوں۔ مگر جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو اس گھڑی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ اس فرشتے نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، پروردہ کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا میں ہی اکبر ہوں میں ہی بڑا ہوں پھر اس فرشتے نے اذان کے باقی کلمات ذکر کیے۔

تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو اذان کے کلمات سنے۔ مگر اس وقت نماز کے لیے

کلمات اذان پڑھنے کا حکم نہ ملا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں بغیر اذان نماز ادا کرتے رہا ہے۔ پھر مدینہ تشریف لائے اور اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ بعض صحابہ نے خواب میں اذان کے الفاظ سنے۔ پھر وحی بھی نازل ہو گئی کہ جو کلمات آسمان پر سنے تھے زمین پر سنت اذان قرار دیے جائیں۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

۵۹. عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَّرُوا النَّسْرَةَ وَالنَّحْوِينَ

فَذَكَّرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَمَرَ

بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتِيَ

الْأَقَامَةَ قَالَ أَسْمِعِيْلُ فَذَكَرْتَهُ لَا يُؤْتِي

فَقَالَ إِلَّا الْأَقَامَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بعض صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ بعض نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات خود دہرائیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ۔ اسماعیل نے کہا میں نے اس بات کا ذکر ایوب سے کیا تو انھوں نے کہا اگر تم اقامت الصلوة کا ذکر فرمائی تو اس سے

لہ اذان کے بارے میں یہ حدیث، دراز حدیث سے مختصر ہے۔ پورا واقعہ وہ ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تیسری فصل میں آرہا ہے۔ کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے انہوں نے چاہا کہ نماز کے لیے وقت مقرر کریں۔ کہ اس وقت پر سب لوگ نماز کے لیے حاضر ہو جایا کریں۔ بعض نے کہا کسی بلند جگہ آگ روشن کی جائے جس پر سب لوگ دیکھ کر اکٹھے ہو جایا کریں۔ یا ناقوس بجایا جائے جس کی آواز پر سب جمع ہو جایا کریں۔ پھر مدینہ آئے ہیں میں کہنگ نماز کی اطلاع کے لیے آگ جلانا تو یہود کا طریقہ ہے۔ اور ناقوس بجانا نصاریٰ کی رسم ہے۔ اس پر لوگوں کے ساتھ اختلاف نہ کرنا ٹھیک نہیں۔

ناقوس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ایک بڑی اور لمبی لکڑی پر چھوٹی لکڑی کر لیا جائے۔ قدامت میں نماز کے وقت اذان کرتے ہیں۔ بعض روایات میں یہود کے لیے بوق واقع ہوا ہے۔ بعض روایات میں بقرن و سکن اور بوق و سکن ہے۔ قرن (سنگ) ایک معروف چیز ہے جسے پھونک کے ساتھ بجایا جاتا ہے۔ بقرن کی بعض شروعاتیں ہیں کہ سکن ناقوس نصاریٰ کے لیے، بوق یہود کے لیے۔ اور آگ مجوس کے لیے ہے۔ گریبان میں ہونے پر سکن کہہ کر قرآن مجید میں نہیں پڑھتے۔ الایہ کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آگ جلانا مجوس کا طریقہ ہے۔ لہذا اس کا اختیار نہ کرنا ٹھیک ہے۔ علامہ تودریشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مشہور یہ ہے کہ یہود سنگہ بجاتے ہیں۔ مجوس کہہ کہ ان میں سے بعض آگ بھی بجاتے ہیں۔ اور بعض سنگہ بجاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آخر کار بات اذان اور اقامت پر اگر ٹھہری۔

۱۰ امام مالک و امام شافعی اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہے جائیں اور اقامت

کے کلمات ایک ایک بار۔ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اذان و اقامت دونوں کے کلمات دو دو بار کہے جائیں۔ اس مذہب کے ثبوت میں احادیث بھی وارد ہیں۔ کیا گیدھے کہ زمانہ قدیم میں اذان و اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔ پھر بنی امیہ کے بعض بادشاہوں کے لیے ان کے باہر آنے پر جلدی کے لیے اقامت کو ایک ایک بار کر دیا گیا۔ شرح میں اس مقام کی تحقیق تفصیل کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ وہاں جو کچھ لی جائے۔

۳۵ یعنی اسماعیل بن ابراہیم نے جو اس حدیث کے راویوں اور بخاری و مسلم کے شیوخ میں سے ہے، کہا کہ اس حدیث کے سننے کے بعد میں نے اس کا ذکر ایوب سے کیا اور یہ ایوب بھی اس حدیث کی روایت کرتا ہے تو ایوب نے کہا اقامت کے تمام الفاظ ایک ایک بار کہے جائیں۔ ماسوائے لفظ قد قامت الصلوۃ کے۔ کہ یہ کلمات دو بار کہے جائیں۔

۳۶ اس حدیث کو امام بخاری نے اکیلے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ استثناء مذکور نہیں ہے۔ امام مالک نے اپنا مذہب اس سے اخذ کیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک اقامت کے تمام کلمات ایک ایک بار کہے جائیں گے۔

۵۹۱ وَ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ  
سَلَامٌ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
التَّائِيذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ فَقَالَ قُلِ اللَّهُ  
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ  
ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ  
أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ عَلَى الصَّلَاةِ عَلَى  
الصَّلَاةِ عَلَى الصَّلَاةِ عَلَى  
الصَّلَاةِ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ

(نَوَافِلُ مُسْلِمٍ)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مجھے اذان  
سکھائی اور فرمایا یوں کہو لا الہ الا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ  
اکبر۔ اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہد  
ان محمد رسول اللہ اشہدان محمد رسول اللہ پھر تو  
شہادتیں کے الفاظ دوبارہ کہے۔ اشہدان لا الہ الا اللہ  
اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ  
اشہدان محمد رسول اللہ۔ حی علی الصلوۃ حی علی  
الصلوۃ۔ نماز کی طرف رخ کرو اس کے لیے جلدی  
کرد۔ نماز کی طرف رخ کرو اس کے لیے جلدی  
کرد۔ حی علی الفلاح حی علی الفلاح۔ اس چیز کو  
جلدی پاؤ جو تمہارے لیے سبب نجات ہے۔ اللہ اکبر  
اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت  
بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

(مسلم شریف)



۱۵۔ حضرت ابو محذورہ صحابی ہیں۔ آپ کا نام سمرہ ہے۔ اور بعض نے کہا اوس ہے۔ بعض آپ کا نام سلمان اور بعض سلمہ بنکلاتے ہیں۔ مگر قول اول صحیح تر ہے۔ آپ مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ اور اذان میں ترجیع راوی ہیں۔ (ترجیع کا معنی ابھی بیان ہوگا)۔

۱۶۔ یعنی یہ کلمات چار بار کہے۔ ایک روایت میں دو بار کا ذکر بھی آیا ہے۔ امام مالک کا مذہب دو بار کہنے کا ہے۔

۱۷۔ اسے ترجیع کہتے ہیں اور یہ امام شافعی، امام مالک کے نزدیک اذان میں سنت ہے۔ امام احمد سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ان کا ظاہر مذہب عدم ترجیع کا ہے۔ جیسا کہ اخلاف کا مذہب ہے۔ ترجیع میں شہادتین کو دو بار پست آواز سے پڑھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دو دو بار بلند آواز سے کہتے ہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے علمائے جہنم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تکرار ابو محذورہ کی تعلیم کے لیے تھا۔ مشروع قرار دینے کے لیے نہ تھا حضرت ابو محذورہ نے پہلی شہادتین کو آہستہ کہا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار کہہ اور بلند آواز سے کہہ۔ اور ایک دوسری حدیث حضرت ابو محذورہ سے مروی ہے اس میں ترجیع نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں الفاظ اذان میں اصل و بنیاد ہے، بھی ترجیع نہیں ہے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں بھی جو مؤذنین کے سردار و پیشوا ہیں، ترجیع نہیں ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی مسجد (نبوی) میں اذان دیتے تھے۔ اور سعد قرظہ جو مسجد قبا کے مؤذن تھے۔ ان حضرات کی اذان میں بھی ترجیع کا کوئی ذکر نہیں۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان سے ایک قصہ متعلق ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہادتین کی تکرار کی تعلیم اذان کا طریقہ بیان کرنے کی غرض سے نہ تھی۔ ہم نے اسے شرح میں ذکر کیا ہے۔

## الفصل الثانی

### دوسری فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار ہوتے تھے۔ سوائے اس کے کہ قدامت الصلوٰۃ کے الفاظ مؤذن دو دو بار کہتا تھا۔

(ابوداؤد، نسائی و دارمی)

۱۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْاَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ۔

رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّحَاوِيُّ۔

۵۹۳۔ وَعَنْ أَبِي مَحْذُومَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْآذَانَ سَبْعَ  
عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ  
كَلِمَةً۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے  
انیس کلمے سکھائے۔ اور اقامت کے ستر کلمے  
کھائے۔

كَوَادُ أَحْمَدُ وَ التَّمِيدِيُّ وَأَبُو  
كَادُودَ وَ الْكَسَائِيُّ وَ الدَّاعِي وَ أُمِّي  
مَاجَةَ۔

احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، دارمی و  
ابن ماجہ۔

اسیہ قاعدہ ترجیع کے مطابق ہے۔

۵۹۴۔ یہ حدیث اس امر میں مزید ہے کہ اقامت کے کلمات بھی دو دو بار کہے جائیں گے۔ کہ انیس سے چار کلمے ترجیع کے  
نکل گئے اور قدامت الصلوۃ کے دو کلمے شامل ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور حدیث اول کو  
صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۹۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي  
مُسْنَةَ الْآذَانِ قَالَ فَسَبَّحَ مُقَدِّمَ نَاسِهِ  
قَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ  
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ  
تَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ تَخُوفُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ  
صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ  
أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ سَبَّحَ عَلَى الصَّلَاةِ سَبَّحَ عَلَى  
الصَّلَاةِ سَبَّحَ عَلَى الصَّلَاةِ سَبَّحَ عَلَى الصَّلَاةِ  
فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلَاةُ

انہیں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اذان کا طریقہ  
سکھلائیں فرماتے ہیں کہ میرے (عرض کرنے پر) آپ نے اپنے  
سر مبارک کے اگلے حصہ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ اور کہا  
اے ابو محذورہ یوں کہو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر  
یہ الفاظ بلند آواز سے کہو۔ پھر کہہ اشہدان لا الہ الا اللہ  
اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان محمد  
رسول اللہ یہ الفاظ پڑھتے وقت آواز پست رکھو۔ پھر  
بلند آواز سے کہہ اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان لا الہ الا اللہ  
اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان محمد رسول اللہ  
سبّح علی الصلوۃ سبّح علی الصلوۃ۔ سبّح علی الصلوۃ سبّح علی  
الصلوۃ۔ پھر اگر صبح کی نماز ہو تو یہ الفاظ بھی کہہ  
الصلوۃ خیر من النوم۔ الصلوۃ خیر من النوم۔ اللہ  
اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔

(ابوداؤد شریف)

خَيْرٌ مِنَ التَّوَمِّ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ  
التَّوَمِّ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

۴۹۵ وَ عَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُتَوَبَّنَ رَفِي  
شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي صَلَاةِ الْبُحْرِ  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ  
قَالَ التِّرْمِذِيُّ أَبُو سَرَّائِيلَ الرَّادِيُّ  
لَيْسَ مُوَبِّدًا الْقَوِيُّ عِنْدَ أَهْلِ  
الْحَدِيثِ -

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا نماز فجر کے علاوہ کسی نماز کے  
لیے تہویب نہ کرنا۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور  
ترمذی نے کہا ابواسرائیل — جو اس حدیث کا  
راوی ہے۔ محدثین کے نزدیک کوئی قوی راوی  
نہیں۔

اس لغت میں تہویب کا معنی ہے رجوع کرنا اور واپس آنا۔ یہاں تہویب سے اعلان (اذان) کے بعد دوبارہ اعلان  
(تہویب) مراد ہے۔ کہ ایک بار تو اذان کی صورت میں اعلان ہوا۔ دوبارہ پھر اعلان کرتے ہیں۔

تہویب چند قسم ہے۔ اذان فجر کے درمیان الصلوۃ غیر من التَّوَمِّ بھی تہویب ہے۔ جو تہویب عہد نبوت میں ہوتی تھی  
اور مسنون ہے وہ یہی ہے۔ اس کے بعد علماء کوفہ نے اذان و اقامت کے درمیان بطور تہویب حی کلمۃ اللہ کے الفاظ  
کا اجرا کیا (جاری کیا) اس کے بعد ہر قوم نے کوئی متعارف چیز اختیار کر لی۔ مگر صرف نماز فجر کے لیے کہ یہ نیت اور کسب  
کادقت ہے۔ اس کے بعد متاخرین نے تمام نمازوں کے لیے تہویب کا اختراع کیا اور اسے تسبیح قلادیا گویہ حدیث  
اختراع کے بعد نئی اختراع ہے اور بدعت ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار منقول ہے۔  
ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں داخل ہوئے اس کے منبر پر نماز فجر کے علاوہ دوسری  
نمازوں کے لیے بھی تہویب کرتا ہے۔ آپ مسجد سے باہر چلے گئے اور فرمایا اگر وہاں آدمی حکم پا لے گا باہر چلا جاؤ  
کہ یہ شخص بدعتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تذان کے آواز  
اور تہویب کر کہ (اے نبی جلدی نہ کر) اور جب اقامت کے آواز  
کہا تو تہویب سے کہہ دو اور اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کر  
جتنا دفعہ کھانا شروع کرے اس سے مانع نہ ہونے تک ہوتا ہے

۴۹۶ وَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ إِذَا أَذِنْتَ  
فَتَرْمَلْ وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْذَرْ وَاجْعَلْ  
بَيْنَ أَذَانِكَ وَ أَقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَهْرُمُ  
الْأَكْلُ مِنْ أَكْلِهِ وَ الشَّارِبُ مِنْ شَرِبِهِ

وَالْمُخْتَصِرُ إِذَا دَخَلَ لِقَضَائِهِ حَاجَتُهُ  
وَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَا نَعْرِفُهُ  
إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمُنْعِمِ وَرَأْسَادُهُ  
مَبْهُوْلٌ

اور پانی پینے والا پینے سے فارغ ہوتا ہے اور اتنا وقفہ کر لے  
پاخانہ کرنے والا طہارت کمانے میں داخل ہو کر اس سے فارغ ہوتا  
ہے اور جب تک مجھے نہ دیکھو نماز کے لیے نہ اٹھو اسے ترمذی  
نے روایت کیا اور کہا کہ ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر عبد المنعم کی  
حدیث کے ذریعے اور اس کا اسناد مجہول ہے۔

۱۷ یعنی اقامت شروع ہونے کے ساتھ ہی نماز کے لیے نہ اٹھ کھڑے ہو بلکہ مجھے گھر سے باہر مسجد میں آتا ہوا دیکھو  
تو نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو۔ فقہ میں مذکور ہے کہ غازیوں کو حی علی الصلوٰۃ کے الفاظ پر کھڑے ہونا چاہیے۔ اور شاید  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی وقت باہر تشریف لاتے تھے۔

۱۸ یعنی عبد المنعم ابن نعیم کی حدیث کے ذریعے اور وہ مجہول اور ضعیف لوگوں میں سے ہے۔

۱۹ یعنی اس حدیث کا اسناد مجہول ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ثوابہ موجود ہیں۔ اور ان کے تمام  
فرق ضعیف ہیں۔ اور بعض نے کہا اس کے لیے (اذان و اقامت کے درمیان وقفے کے لیے) کوئی حد معین نہیں ہے۔  
اسرائے اس کے پورے طور پر دخل وقت ہو جائے اور نمازی جمع ہو جائیں۔ اور کسی بھی عالم نے اس میں اختلاف  
نہ کیا کہ اذان و اقامت کے درمیان فواصل ادا کرنے جائز و صحیح ہیں۔ جیسا کہ ابھی آئے گا۔

حضرت زیاد بن الحارث العدائی رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے فرماتے ہیں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں میں نے اذان  
کہی پھر حضرت بلال نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک صداد کے بھائی تے  
اذان کہی اور جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔

ترمذی، ابو داؤد

ابن ماجہ

۴۹ وَ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الصَّدِّاقِ قَالَ  
أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ أَذِنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَأَذِنْتُ  
فَأَمَرَ أَنْ يَقِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْمَارَكُمْ  
قَدْ نَاكَدَتْ وَ مِنْ أَذْنٍ فَهُوَ يَقِيمُ  
بَعَاثَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ

ابن ماجہ

۱۰ الصداق: صداد کی پیش کے ساتھ صداد کی طرف منسوب ہے جو بن کا ایک قبیلہ ہے۔ حضرت زید بن الحارث  
نسب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت سے شرف ہوئے احمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان کہی آپ بعمر میں  
میں شمار ہوتے ہیں۔

۱۱ جو شخص کسی قبیلہ میں سے ہوا اس کو اس قبیلہ کا بھائی کہہ دیتے ہیں۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۵۹۸۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَجَمَّعُونَ لِلصَّلَاةِ وَكَيْسٌ يُنَادِي بِهَا أَحَدٌ فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرِئًا مِثْلَ قُرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوْ لَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو وہ نماز کے وقت کا اندازہ کرتے تھے۔ اور نماز کے لیے کوئی آواز نہ دیتا تھا۔ ایک دن مسلمانوں نے اس بارے میں باہمی گفتگو کی۔ بعض نے کہا نصاریٰ کی طرح ناقوس بجاؤ۔ بعض نے کہا یہودی کی طرح سترنگ بجاؤ۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ کوئی آدمی مقرر کیوں نہیں کرتے جو نماز کے لیے اذان دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا اے بلال اٹھ اور نماز کے لیے آواز دے۔ (بخاری و مسلم)۔

۱۔ یعنی کیا تم لوگ نصاریٰ اور یہود کا ناقوس و سترنگ بکیرا اختیار کرتے ہو۔ نماز کے لیے آواز دے گا کوئی آدمی مقرر کیوں نہیں کرتے۔

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز کا ہو جانے کے لیے آواز دینا اور اطلاع کرنا مراد ہے۔ بطریق خاص شرعی اذان کہنا مراد نہیں ہے۔ اس تو جیمہ سے احادیث کے درمیان مطابقت ہو جائے گی۔ گویا ابتداء میں حضرت اُمّ الدی جہانی تھیں۔ اس کے بعد خواب میں اذان دکھائی گئی اس کے بعد وحی یا اجتماع سے اذان کی اطلاع ہوئی۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت بلال نماز کے لیے الصلوٰۃ جامعہ کے لفظ سے آواز دیتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت بلال نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی خاطر بجایا جائے۔ تو مجھے خواب میں ایک آدمی دکھائی دیا جس نے اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے تو یہ ناقوس فروخت کر دے گا۔ اس نے کہا تو اسے کیا کرے گا۔ میں نے کہا ہم اس کے ساتھ نماز

۵۹۹۔ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ يُضَمَّرُ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ فِي وَآنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحِيلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَبْعُ النَّاقُوسَ قَالَ وَمَا كَصْنَعِهِ قُلْتُ نَدْعُو بِهِ

إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا  
مَوْخِيٌّ مِنْ ذِيكَ فَقُلْتُ لَهُ بَلَى قَالَ  
فَقَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَى آخِرِهِ وَ  
كَذَا الْإِقَامَةُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ آتَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَاخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ إِنَّهَا لَوَعِيَّا  
حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَنُفِرَ مَعَهُ بِبِلَالٍ  
فَأَتَى عَلَيْهِ مَا رَأَيْتُ فَلْيُؤْذِنْ بِهِ  
فَإِنَّهُ أُنْدَى هَوَاجًا مِنْكَ فَقُلْتُ مَعَ  
بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْفِيَهُ عَلَيْهِ وَيُؤْذِنُ  
بِهِ قَالَ فَسَمِعَ بِذَاكَ عُمَرَا بَنُ  
الْخَطَّابِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَمْشِي  
رَدَّاءً يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ  
بِحُكِّكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُ وَشَلَّ مَا  
أُمرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

بَعَا أَمْرًا وَدَاوُدَ وَالدَّائِرِيْنَ  
لَهُنَّ مَجَاعَةٌ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَدْعُ  
الْإِقَامَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ مُبَدَا  
حَدِيثٍ صَحِيحٍ لَكِنَّهُ لَمْ يُصَوِّحْ  
قِصَّةَ النَّاقُوسِ

کی طرف بلائیں گے۔ اس نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز نہ  
بتاؤں گا۔ میں نے کہا ہاں۔ عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ اس  
مرد نے کہا کہ اللہ اکبر الی آخر۔ اسی طرح اقامت بھی  
کہے۔ عبداللہ بن زید کہتے ہیں صبح اٹھ کر میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو کچھ میں  
نے خواب میں دیکھا تھا آپ کو اس کی خبر دی۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچا خواب ہے ان شاء اللہ  
تعالیٰ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو۔ اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے  
وہ بلال کو بتلاتا جا۔ کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اذان کہے۔  
کیوں کہ وہ تجھ سے زیادہ بلند آواز ہے۔ میں بلال کے  
ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور ان کو اذان کے کلمات بتلاتا جاتا  
تھا۔ اور حضرت بلال اذان دیتے جلتے تھے۔ عبداللہ بن زید  
کہتے ہیں۔ اذان بلال کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
نے سنا جبکہ وہ اپنے گھر میں تھے۔ تو وہ اپنی چادر کھینچتے  
ہوئے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکلے۔ یا رسول اللہ اس ذات  
کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ البتہ میں  
نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ عبداللہ بن زید کو  
دکھایا گیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
فلنشد الحمد للہ ہی کے لیے سب حمد و ثناء ہے۔ اسے ابو داؤد  
دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا مگر ابن ماجہ نے اقامت کا  
ذکر نہیں کیا۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس  
نے قصہ ناقوس کی تصریح نہیں کی۔

اے حضرت عبداللہ بن زید انصاری خزر جی ہیں۔ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کو صاحب اذان بھی کہتے ہیں۔

اے اس سے معلوم ہوتا ہے ناقوس تیار کرنے میں صحابہ کے اختلاف کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تیار  
کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم تنخیر کے طور پر ہو (یعنی ناقوس تیار کر لینے کا اختیار ہے) واللہ اعلم۔

۳۵ کیا تو ناقوس چاہتا ہے۔ میں تجھے ایسی چیز نہ بتلاؤں جو اس سے بہتر ہے ؟  
 ۳۶ تا آخر اذان بیان کردہ کیفیت کے مطابق۔ اور اسی طرح اقامت بھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت عدد کلمات میں اذان کی طرح ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں عبارت کا معنی ہے کہ اسی طرح آپ نے اقامت کی تعلیم دی۔ تو یہ تشبیہ صرف تعلیم میں ہے۔

۳۷ یہاں کلمہ ان شاء اللہ تعالیٰ کا استعمال تبرک اور اظہارِ رغبت کے لیے ہے۔ شک و تردد کے لیے نہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کلام کا معنی خواب یا اجتہاد کے ذریعے حصول یقین کے بعد نزول وحی کے اظہار کا انتظار وقوع ہے۔ گویا اسی وقت وحی کا نزول ہوا اور اسی وقت آپ نے اجتہاد بھی کیا۔ تو عبد اللہ بن زید کو فرمایا اَفْعَمَ بِبَلَالٍ اِلٰی اَخِيهِ

۳۸ یعنی آپ نے یہ قصہ یا حضرت بلال کی اذان سنی۔

۳۹ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرشتے سے آسمان میں بیداری کی حالت میں اذان سنی۔ اور اس حدیث کی عبارت کہ میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو اسے دکھایا گیا ہے، اس جانب اشارہ کر رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۰ یعنی خدا تعالیٰ کی ہی حمد و ستائش ہے کہ تیرا دیکھنا اور اس کا دیکھنا آپ میں موافق و مطابقت ہو گیا ہے۔ کہ حق کی طرف سے الہام ہو گیا ہے۔ اور تیری زبان سے صدق و صواب نکلا ہے۔  
 ۴۱ جو کہ دوسری روایت میں واقع ہوا ہے۔

۴۲ چنانچہ ان کے نزدیک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ کہ حضرت عبد اللہ بن زید نے کہا میں پہنچے صبح کی تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے آپ کو بیدار کیا۔ اور حضرت بلال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور فرمایا بلال کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو۔ کہ وہ تجھے اپنے آواز اور کلام و شریعت اور احکام اللہ اور احکام اللہ کے ساتھ خواب میں بتلائے گئے ہیں بلال کو ان کی تلقین کرتا جا۔ اور بلال کو جاسیے کہ وہ انہیں آواز دے کہ جاسیے۔ پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کی آواز سنی تو آپ نے گھر سے باہر نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی چادر کھینچتے ہوئے۔ اور کہا یا رسول اللہ اس قاتل کی قسم جن نے آپ کو صبح کی آواز دے کر بھیجا ہے۔ میں نے بھی اس کے مطابق دیکھا ہے پھر کہہ یہ عبد اللہ بن زید کہہ رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ الحمد فتلک اثبت۔ حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے۔ تو اس پر ثابت و قائم رہ۔

حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نماز صبح کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

وَعَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ

نکلا تو آپ کسی آدمی کے پاس سے نہ گزرتے تھے مگر اسے نماز کی آواز دیتے تھے یا اس کے پاؤں کو ہلاتے تھے۔

(ابوداؤد)

فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِرَجُلٍ إِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلَاةِ  
أَوْ حَرَكَهُ بِرَجْلِهِ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷ یعنی حضرت ابوبکرؓ ثقفی رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام نفع بن الحارث ہے۔

۱۸ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لیے بیدار کرنا جائز ہے۔ خواہ ہلانے کی صورت میں ہو یا خواہ ہلانے کے ساتھ۔

حضرت مالک سے روایت ہے انہیں یہ بات پہنچی کہ مؤذن حضرت عمر کو نماز صبح کی اطلاع دینے آیا انہیں سویا ہوا پایا۔ تو کہا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ حضرت عمر نے اس کو کہا یہ الفاظ صبح کی اذان میں کہا کرتے تھے

(اسے مالک نے موطا میں روایت کیا)۔

۱۹ وَ عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَهُ  
عُمَرَا يُؤَذِّنُهُ لَصَلَاةِ الصُّبْحِ فَوَجَدَهُ  
نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ  
فَامْرَأَةٌ عُمَرَا أَنْ يَجْعَلَهَا فِي رِندَاءِ  
الصُّبْحِ -

(رَوَاهُ فِي الْمُوطَاةِ)

۲۰ یعنی اذان ہو جانے کے بعد۔

۲۱ حضرت ابو محمدؓ کی گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ خود حضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا تھا کہ صبح کی اذان میں یہ الفاظ کہا کریں یعنی روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت بلال حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے انہیں الصلوٰۃ خیر من النوم حضورؐ یہ الفاظ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا یہ الفاظ اذان میں کہا کرتے ہو سکتا ہے کہ عینہ علیہ میں یہ سنت حضورؐ کے وصال مبارک کے بعد متروک ہو گئی ہو۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دوبارہ بخوش قرار دیا ہوا ہے واللہ اعلم۔

حضرت عبدالرحمن بن سعد — — — وزن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ اپنے باپ اور انکاباۃ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دیتے وقت اپنی انگلیاں اپنے دونوں کافروں میں ڈالیں اور فرمایا اسی طرح تیری آواز زیادہ بلند ہوگی۔

(ابن ماجہ)

۲۲ وَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنٍ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَجْعَلَ رِجْلَيْهِ فِي  
أُذُنَيْهِ وَقَالَ إِنَّهُ أَمَرَهُ لِيَصَوْتِكَ -  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)



۱۰ یعنی عبدالرحمن نے کہا مجھ سے روایت بیان کی میرے باپ سعد بن عمار نے اُس نے اپنے باپ سے یعنی عمار بن سعد سے اور میرے باپ نے اپنے دادا سے جن کا نام سعد قرظہ ہے۔ قرظہ قاف کی زیر اور راء ذلہ کے ساتھ یہ سعد قرظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسجد قبا میں مودن تھے۔ واضح ہو کہ سعد جو آنحضرت کے مودن ہیں صحابی ہیں۔ اور عمار بن سعد ان کے لڑکے تابعی مقبول ہیں اور طبقہ ثالثہ میں ہیں اور ان کا لڑکا عبدالرحمن مقبور الحال راوی ہے، چھٹے طبقہ سے ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ پس عبدالرحمن اپنے باپ سے کہ سعد بن عمار سے۔ وہ اپنے باپ سعد سے جو صحابی ہیں اور میرے باپ کا دادا ہے۔ ابیہ و جدہ کی دونوں منہیں لفظ ابی کی طرف لڑتی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ وَإِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ

## اذان اور اذان کا جواب دینے کی فضیلت کا بیان

اذان کی فضیلت و شان فی نفسہ بہت زیادہ ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ اذان کتنا اہم ہے یا امامت کرتا۔ مختار و پسندیدہ نہ ہو یہ ہے کہ اگر جانتا ہو کہ امامت کے حقوق صحیح اور کامل طور پر بحال نہ ہو تو امامت افضل ہے ورنہ اذان افضل ہے۔

پھر اس بارے میں بھی علماء نے گفتگو کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغض نفیس اذنان کیا ہے یا نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ لوگ سوار یوں پر سوار تھے۔ مجھے اس کے کہنا میں وقت نہ آیا۔ اذنان کہی اور سوار یوں پر ہی نماز ادا کی۔ بعض نے اس کا تاویل یہ کی ہے کہ اذنان کہنے سے اذنان کا جگہ دینا مراد ہے اور یہ طریقہ عربوں میں بہت مروج ہے کہ بعض کسی کام کا حکم دیتا ہے۔ وہ کام اسی کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں بادشاہ نے قلعہ تعمیر کیا اور جڑا پہنایا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہوئی ہے کہ اس نے اس کام کا حکم دیا۔ دارقطنی کی روایت میں اس امر کی تصریح بھی آچکی ہے کہ آپ نے اذنان کا حکم دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہی حضرت امام البرہر سف سے نقل کیا کہ امام البرہر سف نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی اذان و اقامت خود کہی۔ اور دونوں کے درمیان بیٹھے۔ کلام سنائی سے ظاہرات یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اقامت بھی خود کہی تھی۔ (غور کرو)

سوزن کی اذان کا جواب دینا واجب ہے اور اگر چند اشخاص اذان دیں تو اول کی اذان کا جواب منوری ہوگا۔

اور اگر مختلف اطراف سے اذان کی آواز بیک وقت آ رہی ہو تو ایسے محلے کی مسجد کی اذان کا جواب دے اور اگر اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو تو پھر اذان کا جواب دینا ضروری نہیں کہ وہ فعل سے اس کا جواب دے رہا ہے اور قرآن پڑھنے والے میں دو قول میں مختار وہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ اس کے لیے جواب دینا لازم نہیں ہے۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

۳۳ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنًا فَمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے روز اذان دینے والوں کی گردنیں تمام لوگوں سے زیادہ دراز ہوں گی (مسلم شریف)

۱۔ یہ قیامت کے دن ان کی بزرگی اور سرفرازی اور سر بلند کی سے کتایہ ہے۔ یا بہشت میں داخل ہو کر ان کے اذان کہنے کی انتظار سے کتایہ ہے۔ نیز حق تعالیٰ کی طرف سے فضل و کرامت کے لیے ان کے دیدہ ہائے امید کے دراز ہونے کی جانب اشارہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا منتظر اور امیدوار ہوتا ہے وہ اس کی طرف دیکھتا اور اس کی جانب گردن دراز کرتا ہے یا اس کی درگاہ عزت و عظمت میں قرب و نزدیکی سے کتایہ ہے۔ بعض نے اعناقاً بکسر حمزہ روایت کی ہے۔ یعنی مشتابی کرنا اور تیز چلنا یعنی بہشت کی جانب۔ مطلب یہ کہ اذان کہنے والے جنت میں جلد پہنچیں گے۔

۳۴ وَ عَنْ زَيْنَبٍ مَرْثِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ ذَنَّهُ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْمُؤَذِّنِينَ فَإِذَا قُودِيَ التَّيَّاءُ أَقْبَلَ حَتَّى يَكُونُ قُودٍ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ الْكُتُوبُ تَبَكَى حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ نَفْسِهِ يَكُونُ يُذَكِّرُ كَذَا أَوْ كُذِّبَ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَخْلَعَ الرَّجُلُ لَا يَذَرِي كَمَةً صَبْلِي -

حضرت الزینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پشت پھر کر جھاگ جاتا ہے نہ در سے برا خارج کر سکتا ہے۔ لہذا کہ اذان نہ سن سکے اور اس کی کعبہ اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب نماز کی بکیر شروع ہوتی ہے تو پھر پشت پھر کر جھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہوتی ہے تو واپس آ جاتا ہے اور اگر انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہوتا اور دوسرے ملازمی کرتا ہے اسے کتا ہے نکال چیر یا دیگر نکال چیر یاد کر وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اسے پہلے یاد تھیں یہاں تک کہ آدمی کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے پتہ نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ بعض کہتے ہیں یہ اپنے ظاہر معنی پر معمول ہے کیونکہ شیطان بھی غذا کھانے والا جسم رکھتا ہے۔ لہذا اگر بلند آواز سے ہوا خارج کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لہذا وہ ہوا خارج کرتا جاتا اور بھاگتا جاتا ہے جس طرح گدھا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس میں تشبیہ دی گئی ہے شیطان کے اپنے آپ کو اذان کی آواز نہ سننے سے غافل کرنے کو اس آواز کے ساتھ جہان کو بھر دے کہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ اور اس تشبیہ کو گورنر ہارسن نے تعبیر کرنا اس کی قباحت و شناعة بیان کرنے کے لیے ہمیں سلم کی روایت میں کہ حصاص کا لفظ بھی آیا ہے۔ حصاص ماکہ پیش اور صاد بہمد کے ساتھ بمعنی سخت تیز دوڑنا۔

۲۔ سوال۔ اگر یہ کیا جائے کہ شیطان اذان سے کیوں بھاگتا ہے۔ نماز و تلاوت قرآن کیوں نہیں بھاگتا۔ جواب۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کے کلمات میں ایسی ہیبت اور ایسا رعب رکھا ہے کہ جس سے ابلیس پر سخت رعب و ہیبت چھا جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں راز یہ ہے کہ اذان اگرچہ نماز کا مقدمہ ہے لیکن اس میں عجب وریا نہیں ہوتا۔ اور نماز چونکہ کامل درجہ کی فضیلت رکھتی ہے اس لیے آدمی اس میں عجب وریا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس رختہ کے راستے شیطان کو دوسرے اندازی کا موقع مل جاتا ہے۔ قرآن کی بھی یہی کیفیت ہے مختصر یہ کہ اذان میں یہ فعل چیز رکھ دی گئی ہے۔ واللہ اعلم!

۶۵۔ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جَنَّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

(نفاک البخلوی)

۱۔ حیوانات۔ نباتات۔ اور عبادات میں حضور۔

۲۔ یعنی اس کے ایمان، اس کے فضل و کمال اور اس کی عزت و حرمت کی گواہی دے گا کہ مدتی میں اس کا کلمہ کسی چیز کی غایت و نہایت کو کہتے ہیں۔ غایت و نہایت کی تخصیص اس بنا پر کہ جب خدا چیز بھی گواہی دے گا جو اہمیت آواز سننے کی۔ اگرچہ انتہائی پست ہو تو وہ چیز جو نزدیک ہوگی اور بلند آواز سننے کی وہ بطریق اولیٰ گواہی دے گی۔

۶۶۔ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ثَنِ الْعَاوِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَىٰ قَائِمِهِ مَنْ صَلَّى عَلَىٰ صَلَوةٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس کی جو وہ کہتا ہے۔ پھر نماز پر درود بھیجو۔ اس لیے کہ جو شخص نماز پر

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ يَهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ  
لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَوْزَلَةٌ فِي الْجَنَّةِ  
لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ قَرِنَ عِبَادِ اللَّهِ وَارْتَجُوا  
أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ  
حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ.

رَدَاةٌ مُسَلَّمَةٌ

ایک مرتبہ درود بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ  
رحمت نازل کرتا ہے۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے  
وسیلہ طلب کرو کہ وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے  
جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق و مناسب  
ہے اور مجھ پر ہے کہ وہ بندہ میں ہوں جو شخص میرے لیے  
خدا سے وسیلہ کا سوال کر لیا اسکے لیے شفاعت لازم ہو جائیگی (مہم شریف)

اے درود شریف بھیجنے کا یہ جزا اللہ کی طرف سے ہمیشہ کے لیے مقرر ہے تو اس وقت بھی مجھ پر درود شریف بھیجو۔  
کہ یہ مبارک وقت ہے۔ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۵ لغت میں وسیلہ سبب اور دستاویز کو کہتے ہیں۔ توسل کا معنی ہے کسی چیز کے ذریعے نزدیکی و موصولیت۔ وسیلہ  
کردنہ اور وسیلہ کردہ سبب سے معنی ہے۔ توسل کے ذریعے خدا کا قرب تلاش کیا۔ یہاں وسیلہ سے مراد جس کے سوال  
کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا ہے اللہ جل جلالہ و عز شانہ کے حضور اور اس کی درگاہ عزت و علو میں اس قرب کا  
سوال ہے جو آپ کو عطا ہوگا۔ اور جو عموماً و خصوصاً مخلوق کے لیے حصول شفاعت کا سبب بنے گا۔ اور بہشت میں مرتبہ  
اور درجے کا حصول بھی اس قرب درجہ کا نتیجہ اور اثر ہوگا۔ اسی بنا پر اس کی تفسیر اس مرتبے سے کی گئی ہے۔ جو جنت میں  
آپ کو نصیب ہوگا۔ اور ارجو (میں امید کرتا ہوں) کا لفظ بارگاہ الہی میں تو مانع اور ادب کی نیت سے آپ نے استعمال  
فرمایا اور حقیقت میں یہ اس مرتبے کے یقینی طور پر حصول سے کنایہ ہے۔ کیونکہ حبیب کی امید حضرت حبیب (اللہ تعالیٰ)  
میں ناکامی کا نہ ہو گرنہ دیکھیے گی۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤْمِنُ اللَّهُ أَكْبَرُ  
اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ  
أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ  
أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ مُحَمَّدٌ عَلَى الصَّلَواتِ قَالَ  
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ مُحَمَّدٌ  
عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن نے  
اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو تم نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر اور  
جب مؤذن اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان لا الہ الا اللہ  
کہتا ہے تو تم نے بھی اشہدان لا الہ الا اللہ کہا۔ پھر مؤذن  
کہتا ہے اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو تم نے بھی اشہدان  
محمد رسول اللہ کہا۔ پھر کہتا ہے حی علی الصلوٰۃ تم نے  
اس کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا۔ پھر  
کہتا ہے حی علی الفلاح تم نے اس کے جواب میں

کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر کتاب ہے اللہ اکبر اللہ اکبر  
 تم نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر پھر وہ کتاب ہے لا الہ الا اللہ  
 تم نے بھی اپنے دل میں کہا لا الہ الا اللہ۔ جرم بھی ایسا  
 کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

يَا لَلّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اَكْبَرُ قَالَ  
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا  
 اَللّٰهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ مَنْ قَلْبِهِ  
 دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(مسلم شریف)

دَوَاۓ مُسْلِم

۱۷ احادیث میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں یہی کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ آیا ہے اور وہ  
 جو بعض لوگ کہتے ہیں ماشاء اللہ یکن و ما لم یکن اکن کی کوئی اصل نہیں ملی۔ ان کلمات کے جواب میں حیدر (حی علی  
 الصلوۃ حی علی الفلاح) اور حوقلہ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) دونوں کو جمع کرنا جلیلوں سے ایک روایت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اذان سننے کے وقت یہ دعا  
 پڑھے

۲۸۔ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى  
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ  
 الْيَدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ النَّاقِظَةِ  
 وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اَتِ مُحَمَّدٍ الْوَسِيْلَةَ  
 وَالْفَضِيْلَةَ وَ اَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا  
 الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ  
 الْقِيَمَةِ۔

دَوَاۓ الْبُخَارِي

(ترجمہ) اے میرے اللہ اس دعوت کا کہ (دعوت توحید) اور صلوۃ  
 قائم رہی علی الصلوۃ کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق  
 پر درجہ و درجہ عطا کر۔ اور آپ کو تمام امور پر ایک اور ایک  
 ان سے دعا کی ہے تو ان کی یہ دعوت یہی شانت حبیب کی  
 (اے میرے اللہ)

۱۸ اور یہی کی روایت میں لیں آیا ہے۔  
 میں تجھ سے اس دعوت تمامہ کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں) دعوت تمامہ سے دعوت توحید مراد ہے جو قسم شرک سے  
 منترہ اور تغیر و تبدل سے محفوظ اور روز قیامت تک باقی و قائم ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ تمام اقوال سے تمام مسائل  
 قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ کیونکہ یہ تمام دنیوی و دینی و معاد تولد کا جامع ہے۔  
 ۱۹۔ والصلوۃ القا ئمہ یہ حی علی الصلوۃ کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اور صلوۃ سے دعا اور قائم سے دعا مراد  
 لیا جائے تو پھر یہ دعوت تمامہ کی تاکید اور اس کا بیان بنے گا۔

۲۰۔ مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے کہ اس مقام والے کی سب کائنات صفت و ثناء کرے گی اور تمام مخلوق اس پر  
 رشک کرے گی۔ اور یہ مقام قرب و شفاعت ہے۔ کہ تمام عالم حیران و سرگردان ہوگا اور انبیاء و رسل میں سے کسی کو

بھی محبت و دوستی کے باعث سڑھلے کی حیثیت نہ ہوگی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتمہ قدوس کے حرم خاص میں حاضر ہوں گے اور اس دروازہ (شفاعت) کو کھولیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ خدا تعالیٰ (اس دن) اپنے محبوب پاک کو ایسی حمد کی تعلیم و تلقین کرے گا کہ جب آپ اس حمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کی صفت دستائش کریں گے تو رحمت کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روز قیامت عرش پر بٹھایا جائے گا بزرگ کا خاص لباس آپ کو پہنایا جائے گا پھر آپ کو اذن دیا جائے گا کہ جو چاہیں فرمائیں اور جو کچھ میرے جیب کی رضا ہے مجھ سے مانگے اور طلب کرے۔ اس دن معلوم ہوگا کہ مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے اور اس (آخرت) کی مجلس دعوہ کا صدر و سلطان کون ہے۔

اں چشم و چراغ اہل بینش  
وہ اہل دانش و بینش کا چشم و چراغ  
سلطان سریرہ آفرینش  
دہ کائنات ہستی کا سلطان و بادشاہ

در مقامیکہ صدارت بزرگان بخشند  
وہ مقام جہاں بزرگوں کو صدارت عطا کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہاں بھی تو سب سے افضل و اعلیٰ جگہ میں ہوگا۔

یہ یعنی اپنے اس قول مبارک میں جو تو نے قرآن میں فرمایا  
تیرا سب عنقریب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

۷۵ یعنی جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے روز قیامت اس کے لیے شفاعت اترے گی اور وہ اس کا مستحق قرار پائے گا۔ اگرچہ تمام استگنا گناہوں کی مغفرت کے لیے نیک لوگ بلندی درجات کے لیے شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ لیکن اس عمل والے کے لیے شفاعت لازم و ضروری ہوگی اور یہ شخص خصوصی شفاعت اور عظیم رحمت سے نوازا جائے گا۔ بعض علماء رحمہم اللہ نے اس قسم کی بشارات کو حسن عاقبت اور ایمان پر موت سے کنایہ قرار دیا ہے کہ شفاعت ایمان والوں کے ساتھ خاص ہے۔ پس شفاعت کی بشارت ایمان پر موت کی بشارت کو مستلزم ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ شفاعتی (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی) میں علماء نے یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ اہم از تنارے اللہ ہمیں اپنے حبیب کی شفاعت نصیب فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے تھے۔  
اور آپ کان لگا کر اذان سنتے تھے۔ اگر دشمن کی طرف سے

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَيِّرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ  
يَسْتَمِعُ الْآذَانَ فَإِنْ سَمِعَ آذَانَ امِّكَ

وَلَا أَغَارُ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفُطْرَةِ ثُمَّ قَالَ  
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَتَنظَرُوا إِلَيْهِ فَإِذَا  
 هُوَ رَاغِيٌّ وَمُعْزِيٌّ

اذان کی آواز سننے کو حلقہ کرتے سے رک جاتے۔ درج  
 حلقہ کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی کو کہتے  
 ہوئے سنا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر تو آپ نے فرمایا اے مرد تو  
 اسلامی فطرت پر ہے اور آپ نے اس کے ایمان کی  
 گواہی دی پھر اس نے کہا اشدان لا اله الا اللہ آپ نے فرمایا  
 تو آگ سے باہر نکل آیا۔ لوگوں نے اس آدمی کو مبارک دیکھا تو  
 وہ بکریاں چرانے والا ہوا ہا نکلا۔

(مسلم شریف)

(رواہ مسلم)

اظہارِ نجات کا معنی ہے۔ قتل اور لوط مار کے لیے گھوڑوں کو سخت دوڑانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تشریف  
 یہ تھی کہ جب کسی قوم پر حلقہ کرنے تشریف لے جاتے صبح کو تشریف لے جاتے۔ تاکہ ان کے کفر و اسلام کا امتحان  
 ہو سکے۔

۲۷ کہ ان کی اذان سے پتہ چل جاتا کہ یہ مسلمان ہیں۔

۲۸ کہ کمال قوم سے اذان کی آواز نہ آنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ آپ نے اذان کے ہونے اور  
 نہ ہونے کو ان کے ایمان و کفر کی علامت قرار دیا۔ ایک فقہی روایت میں آیا ہے کہ کسی جگہ کے لوگ اگر کفر کا متحرک  
 کر دیں تو ان کے خلاف تلوار کشی جائز ہو جائے گی کہ اذان اگر پڑھتے ہیں مگر شکر اسلام نہیں کرتے۔  
 ۲۹ یہ اس کے ایمان کی تاکید ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن و سنت سے باہر نکلنے والے کافر ہیں۔ یا معنی  
 یہ ہے کہ اگر تو گناہ بھی کرے اور اس کی سزا کے طور پر دوزخ میں بھیجا جائے۔ اگر کفر کا ایمان کی بدولت دوزخ سے  
 نکل آئے گا۔ (غور کرو)

۳۰ تاکہ معلوم کریں کہ یہ کون شخص ہے۔

۳۱ معزی۔ میم کی نر اور عین ساکن اور زاکم۔ وقع کے ساتھ حلقہ دینا بمعنی جو بھی

معنی بھیڑ۔

۳۲ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَنْ قَالَ حَبِيبَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ  
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ اذان سننے  
 کے وقت یہ پڑھتا ہے۔







کہ جب کوئی اجنبی آدمی باہر سے آتا تو گمان کرتا کہ نماز ہو گئی۔ کیونکہ وہ لوگوں کو نماز میں دیکھتا یہاں یعنی حضرت نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ مغرب کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ہیں۔ مگر یہ گمان درست نہیں۔ کیونکہ یہ دو رکعت صحابہ اذان کے متصل بعد فرض نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔ اور حضور نے صحابہ کو ایسا کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابتداء میں ایسا کرنے کا اختیار تھا بعد میں جب نماز عصر کے بعد پڑھنے سے مخالفت آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے ساتھ مغرب کی اذان کے بعد کے نفلوں کا جواز بیان فرمایا اس کے بعد ان کا جواز بھی منسوخ ہو گیا۔ یہاں کافی گفتگو ہے جو شرع (عربی) میں ہم نے کر دی ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدا کی قسم اگر میں نے نماز میں دو رکعت پڑھیں تو میں نے نماز پوری کی ہے۔ اے اللہ اگر میں نے نماز میں دو رکعت پڑھیں تو میں نے نماز پوری کی ہے۔ اے احمد ابو داؤد و ترمذی اور شافعی نے روایت کیا اور ایک دوسری روایت میں امام شافعی سے قول ہے الفلام روی فی جو مصابیح میں بھی ذکر کیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِمَامُ صَامِرٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنُ اللَّهِ أَمْرًا شَدِيدًا الْأَيْقَنَةَ وَاعْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ -  
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَ  
الْتِّرْمِذِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ وَ فِي أُخْرَى لَهُ  
بِلَفْظِ الْمَصَابِيحِ -

یعنی اگر میں نے نماز میں دو رکعت پڑھیں تو میں نے نماز پوری کی ہے۔ اے اللہ اگر میں نے نماز میں دو رکعت پڑھیں تو میں نے نماز پوری کی ہے۔

۱۔ یعنی امام مقتدیوں کی نمازوں کا اوجھاپنے اور وہاں سے طالب علم کی قرات کی تفسیر سے کیا ہے۔ یہاں کا کلام بھی اگر وہ رکوع میں شامل ہوں۔ اور وہ ان کے لیے افعال نماز اور رکعتوں کی تعداد کا خیال رکھتا ہے۔  
۲۔ کہ وہ ان کے لیے نماز و روزہ کے اوقات کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے۔  
۳۔ اے اللہ اماروں کی راہ نمائی فرما۔ انہیں علم و عمل اور درست سنی حال کی توفیق عطا فرما۔  
۴۔ کہ یعنی موزنین سے جو کوتاہی اور خطا صادر ہو جائے اس سے دیگر نمازیں صحابہ میں امامت اور امت کی کہ ایک دوسرے پر فضیلت دینا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کا حال بیان کرنا اور ان کے لیے دعا مانگنا ضروری ہے۔ (خوب غور کرو)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سات سال اذان دی۔ محض اللہ کی رضا اور طلب ثواب کے لیے اس کیلئے دوزخ سے بیزاری لکھ دی جاتی ہے۔

ترمذی، ابوداؤد

ابن ماجہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے رب کو پہاڑ کی بلندی پر بکر لیں چرانے والے کی یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ غار کے لیے اذان دیتا۔ اور غار پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ اذان دیتا اور غار قائم کرتا ہے۔ یہ مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اس بندے کو بخش دیا۔ اور میں نے اسے جنت میں داخل کیا۔

(ابوداؤد و نسائی)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ مِائَتَيْنِ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهُ بِرَاءَةٌ كَأَنَّ مِنَ النَّارِ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

۶۱۳  
۱۲  
وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْجَبُ نَبِيُّكَ مِنْ شَرِّهِ غَنَمٍ فِي مَرَاتِنِ شُحْبَتِهِ لِلْجَبَلِ يُؤْذِنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّيُ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرُوا اِلَى عَبْدِي هَذَا يُؤْذِنُ وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ يَخَافُ مِنِّي قَدْ خَفَرْتُ لِعَبْدِي وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ۔  
رَوَاهُ ابُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۱۵ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے والی مقرر ہوئے پھر آپ نے انہیں مغرول کر دیا مصر میں مشرکوں کی قوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

۱۶ تیسرا سبب تعجب کرتا ہے یعنی اس کے نزدیک عظمت و شان والی بات ہے۔ اور بکریاں چرانے والے سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

۱۷ اگرچہ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتا۔

۱۸ اگر کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لوگوں کا ہرمانہ ہونا اس کی نگاہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ صرف

میرے خوف سے اذان کی سنت قائم کرتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین آدمی کتوری کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ ایک یہ بندہ جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی

۶۱۵  
۱۳  
وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمَسْكِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَبْدٌ اَدَّى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالَى وَحَقَّ مَوْلَاكَ وَ

اور کیا دوسرا دعا آدمی جو کسی قوم کا امام بنا اور وہ اس سے  
لاٹھی ہونے کی طرح شخص وہ جو دن رات میں پانچ نمازوں  
کے لیے اذان دیتا ہو۔

اسے ترمذی نے رعایت کیا اور کہا یہ حدیث  
غریب ہے۔

رَجُلٌ آتَى قَوْمًا وَهُمْ يَوْمًا  
رَجُلٌ يُنَادِي بِالْقُلُوبِ التَّحْمِيسِ كُلِّ  
يَوْمٍ وَكَيْلَتَا۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَيْثُ  
غَرِيبٌ۔

۱۔ کتاب جمع کتب ثناء کے ساتھ۔ یعنی اہدیت کا ٹیلہ۔ کتب کا معنی ہے جمع کرنا۔

۲۔ اپنے آقا کا حق بھی دراصل خدا تعالیٰ کا حق ہے۔ کیونکہ وہ فرمان شریعت کے تحت اس کے حقوق  
ادا کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تمام معاملات میں خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہتا ہے اس لیے جو جو بھی  
زیادہ ہے۔

۳۔ کیونکہ وہ امام نماز کے احکام، اس کے ارکان و سنن و مستحبات کا پورا پورا خیال رکھتا ہے اور نماز کی قنوت  
بھی صحیح اور خوبصورتی سے کرتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہے روایت ہے حضرت

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے فرمایا۔ موزن کی بخشش

میں ملے ہے اکی (تھا) (یعنی) آواز نکالیں۔ اور میر

تمام شک چیزوں کے لیے کہی جیتی ہے۔ اور ان کے

والے کہتے ہیں۔ ان کا کہنا کہ ان کے ہاتھ میں

کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

اس کا اور ان کا اور ان کا اور ان کا اور ان کا

نہایت کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

نہایت کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

نہایت کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

نہایت کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

نہایت کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَوَظُونُ

يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيُشَدُّ لَهُ كُلُّ

رَأْطٍ وَيَأْبِسُ وَيُشَادُّهُ الْقُلُوبُ وَيُكْفَرُ

لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكْفَرُ

عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو حَالَةَ وَابْنُ

مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ إِلَى قَوْلِهِ

كُلُّ رَأْطٍ وَيَأْبِسُ وَقَالَ وَلَهُ مِثْلُ

أَجْرِ مَنْ صَلَّى

۱۔ یعنی اس کی نہایت آواز تک اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس قدر وہ آواز بلند کرتا ہے جتنا کہ اس کی  
کے مطابق اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور اگر اپنی آواز اتنا ہلکا بند کرے تو اس کی مغفرت بھی اتنی ہی ہے۔ اور  
پہنچ جاتی ہے۔

ان الفاظ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر اس موزن کے اتنے گناہ ہوں کہ جہاں تک اس کی اصلاح کی آواز

پہنچ رہی ہے ان ساری مسافت و فاصلہ کو پر کر دیں تو وہ صبح گناہ اذان کی برکت سے بخش دیے جاتے ہیں۔ مگر  
مذکورہ کی روایت پہلے معنی کی تائید کرتی ہے۔

۵۔ اگرچہ ظاہراً یہ لفظ (رطب دیا لیں) نباتات یا جمادات کے لیے آتا ہے۔ مگر یہاں حدیث میں ہر چیز مراد  
ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہ کے قول مبارک ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین میں رطب دیا بس سے ہر چیز  
مراد ہے۔

ادیوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب جمادات و نباتات گواہی دیتے ہیں تو پھر جن دانس بطریق ادلی گواہی  
دیں گے۔

۵۔ اور اس کی اذان سن کر نماز کے لیے آنے والے کو ایک نماز ادا کرنے پر پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے  
جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ نماز باجماعت اکیلا نماز پڑھنے سے پچیس گنا فضیلت و درجہ رکھتی ہے اور یہ فضیلت  
درحقیقت اذان کی فضیلت کی جانب رجوع کرتی ہے۔ کیونکہ جماعت اذان کی بدولت ہوتی۔ اور اذان کی وجہ سے  
لوگ کٹھے ہوئے اذان کی وجہ کو پہنچتے۔

۶۔ یعنی وہ تمام گناہ بخش دیے جلتے ہیں جو دو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں موزن سے سرزد ہو جاتے  
ہیں۔ جب کہ وہ دونوں نمازیں پڑھے اور وقت میں شامل ہو۔

۷۔ اور فضل شاہ الصلوۃ کے الفاظ روایت نہ کیے۔

۸۔ کہ فضل خیر پر دلالت کرنے والا اس نیک کام کے کرنے والوں کے ساتھ شریک قرار دیا جاتا ہے۔  
یعنی وہ بھی ان کے ثواب میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی نماز کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کا ذریعہ بنا ہے یہ مطلب  
میں کہ موزن کو تمام نمازیوں کے نمازوں جتنا ثواب ملتا ہے۔ تاکہ لازم آئے کہ اذان نماز سے بھی افضل ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوم کا امام

مقرر فرمادیں۔ فرمایا تو ان کا امام ہے اور امامت میں قوم کے

کمزور ترین آدمی کے حال کا خیال رکھ کہ نماز ادا کرنا۔

اور ایسا موزن مقرر کرنا جو اذان پر ہجرت و مصلحت نہ

کرے۔ (امراء الجنادین نسائی)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ

كُنْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَبَّ النَّاسِ

إِلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا عُثْمَانُ

يَا مُسْلِمُ وَاسْتَعِذْ بِكَ لَا يَأْتِيكَ

عَنْكَ بَعْزٌ وَلَا يَأْتِيكَ بَعْزٌ

كَوْنُكَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ وَالنَّاسِ

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تفسیق ہیں۔ مشہور صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طائف  
کا عامل مقرر فرمایا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پھر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں اس عہدہ سے الگ کر کے عثمان اور بحرین کا والی تصور فرمایا۔

۱۲۔ یعنی میں نے تجھے اس جماعت کا امام مقرر کر دیا۔

۱۳۔ امامت کرتے وقت کمزور ترین مقتدریوں کی حالت پیش نظر رکھتا۔ قرأت اور دوسرے ارکان نماز اس قدر طویل نہ کرنا جو ان کی برداشت سے باہر ہو اور جس سے وہ دل تنگ ہوں۔ اور نماز با جماعت کے لیے آنا ترک کر دیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ میں اذان غروب کے وقت یہ دعا پھا کروں مَا لَكُمْ فَرَاتُ الْقَبْلِ لَيْكُمُ الْغَيْبُ تیری بیدار رہنے کی آئے کا وقت ہے۔ اور یہ دعا ایک اور یہ تیرے بیدار رہنے کے بدلے کا وقت ہے۔ وَأَمَّا وَحْدُكُمْ أَدِيرَ تیری عبادت کی جانب ہونے والی کہ اذان کا وقت ہے۔ تم مجھے خوش قسمتی ہے۔ البوہارۃ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہؓ نے یہ دعا پھا کر میں روایت کی ہے۔

۱۴۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ هَذَا أَقْبَالُ لَيْلِكَ وَرَأْبَا نَهَارِكَ وَأَصَوْتُ دُعَايِكَ فَأَغْفِرْ لِي۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ فِي التَّحَوُّثِ الْكَبِيرِ۔

۱۵۔ یعنی اذان کا وقت ہے۔

۱۶۔ اور ایک روایت میں دُخُورُ قَلْبُكَ (تیری نماز کے عہدہ پر نہ لانا) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ فَاغْفِرْ لِي۔ اور ایک روایت میں أَتُكَلِّمُكَ أَنْ تَغْفِرَ لِي كَلِمَةً يَابِسَةً (میں تجھ سے ایک کلمہ کہتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان پڑھو تو کہو اَللّٰهُمَّ هَذَا اَقْبَالُ لَيْلِكَ وَرَأْبَا نَهَارِكَ وَأَصَوْتُ دُعَايِكَ فَأَغْفِرْ لِي۔

۱۷۔ اسی کا نام ہے۔ ہمیشہ یہ کہہ لیا کہ آپ نے امامت کے باقی الفاظ اس کا نام دیا۔ کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آنا میں مر رہی ہیں۔ (ابو داؤد)

۱۸۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَوْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَا لَا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ فَلَمَّا أَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا اللَّهُ وَقَالَ فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كُنْ حَيًّا حَيًّا عُمَرُ فِي الْأَذَانِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

۱۷۔ حضرت ابو امامہ باہلی مشہور صحابی ہیں۔

۱۸۔ یعنی اس حدیث کو بعض راویوں نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ اور بعض نام کی مطرحت کے بغیر لائے ہیں۔ اور بغیر کسی صحابی کا نام لے کر لیا ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۹۔ یعنی اذان میں مروی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو فصل اول میں گزری ہے۔ یعنی اذان کے جو عارضے وہی کتابائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان اور اقامت  
کے درمیان دعا رو نہیں ہوتی۔

۲۰۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ۔

(ترمذی والبرادری)

دَعَاءُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۱۷۔ حدیث کے ظاہر الفاظ عام ہیں کہ اذان کے حاصل بعد دعا کرے یا کچھ دیر سے بہتر یہ ہے کہ متصل کرے تاکہ

اُتھو حدیث جس میں فرمایا۔ عند النداء کے موانع ہو جائے۔

حضرت شہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں (دعائیں) رد  
نہیں ہوتیں۔ یا کم ہی رد ہوتی ہیں یا ایک اذان کے وقت  
دوسری کفار کے ساتھ جنگ کے وقت دعا جب

۲۱۔ وَعَنْ شَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَنَانٌ لَا تُرَدُّانِ أَوْ قَلَمًا تُرَدُّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَحِينَ الْبَاقِينَ حِينَ يَلْعَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَفِي رَايَةٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ۔

بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں یا ایک دوسرے گتھم گتھا ہو چکے ہوں  
ایک روایت میں عُنَا كَالْبَاقِ کے بجائے دَحْتَ الْمَطَرِ  
کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بارش کے نیچے یا بارش کے وقت  
اسے ابو داؤد، دارمی نے روایت کیا مگر دارمی نے دَحْتَ الْمَطَرِ  
کا روایت کا ذکر نہیں کیا۔

دَعَاءُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ  
أَنَّ لَمْ يَرُدُّ وَتَحْتَ الْمَطَرِ۔

۱۷۔ حضرت شہل بن سعد رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ صحابہ میں مدینہ کے اندر سب سے آخر فوت ہونے والے میں سے ہیں۔

۱۸۔ قتل کا لفظ عدم سے کنایہ ہے۔ یعنی دعا رو نہیں ہوتی۔

۱۹۔ لَحْم کا لفظ جنگ میں قتل کرنے یا ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں لَحْمِ نَمْرُک اور ماکِ زبر کے ساتھ اور ماکِ پیش اور زیر کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں۔



۱۷۔ جبارت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ بارش کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کرے کہ بارش اپنی پوری رہی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تحت امطر سے بارش نازل ہونے کا وقت مراد ہو۔ جیسا کہ ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔  
اس حدیث کو ابو داؤد اور دارمی و دونوں نے روایت کیا۔ تاہم دارمی نے تحت امطر والی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ مومن لوگ تو تم پر فضیلت دے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی وہی الفاظ کہہ دو جب تو آخر پر پہنچے تو خدا سے مل گئے۔  
ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ يُفَضِّلُونَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَلْ تَعْطِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

۱۸۔ کیونکہ وہ اذان کہتے ہیں اور ہم اذان نہیں کہتے۔

۱۹۔ یہ اں کے جواب سے زیادہ بات آپ نے بیان فرمادی اور اں بجانب اشلیم ہے کہ اگر اذان کا جواب دینے کے بعد دعا کرے تو زیادہ فضیلت کی بات ہے۔  
۲۰۔ اس حدیث سے معنی ہوتا ہے کہ اگر مسجد میں آچکا ہو تب بھی اذان کا جواب دے کہ اذان کا جواب پائے گا۔ برخلاف اں کے جو لوگوں میں شہور ہے کہ اجابت فعلی کی موجودگی میں اجابت قوی کی کوئی ضرورت نہیں۔ (خوب سمجھو)

### الفصل الثالث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ التَّوْحَاءَ بِالْقُلُوبِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرُّوحَاءِ قَالَ الرَّأَوِيُّ وَ الرُّوحَاءُ مِنَ الْمَدَائِنِ عَلَى مَسَافَةٍ ثَلَاثِينَ مِيلًا

(تعداداً مُسَلَّمٌ)

### تیسری فصل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو ہلکا ہوتا جاتا یا تھک جاتا کہ مکان روماد تک چلا جائے۔  
تساہل سے کہہ دو مابینہ طیبہ سے جنت میں کہ جنت پر ایک جگہ ہے۔

(مسلم شریف)

۱۷۔ روماء راکی زبر عا ساکن اور مد کے ساتھ۔

۱۸۔ بعض نے کہا کہ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

۱۹۔ وَعَمَّ عِلْقَمَةُ بَيْنِ وَقَايِمٍ قَالَ  
إِنِّي لَوْنِدٌ مُعَارَوِيَّةٌ إِذَا أَذَنَ مُؤَذِّنُهُ فَقَالَ  
مَعَا وَبِكُهُ كَمَا قَالَ مُؤَذِّنُهُ  
حَتَّى إِذَا قَالَ سَحَى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا  
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَلَمَّا قَالَ  
سَحَى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا  
قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَعَلَّ الْعَظِيمِ وَقَالَ  
بَعْدَ ذَلِكَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ تَعَرَّقَ قَالَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ فُلَيْكَ

(رداء أحمد)

۱۷۔ حضرت علقم بن وقاص رضی اللہ عنہ کی لڑائی جین میں سے ہیں۔

۱۸۔ وَمِنْ رَأَى هُرْمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ يَلَالٍ  
يُنَادِي فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ مَقُولَ  
هَذَا قِيَامًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

(رداء النسائی)

۱۷۔ بعض متفقین سے اذان کا جواب دے۔

۱۸۔ اگر یہ حدیث کا سیاق (انوار الفاظ) موزن کا جواب دینے والوں کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ تاہم  
اس سے موزن کی فضیلت خود بخود ثابت و لازم ہوئی ہے۔ کیونکہ جب موزن کے الفاظ کے مثل الفاظ کہنے والا  
ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے تو جس نے (موزن) نے پہلے یہ کلمات اذان کہے وہ بھی اجر و ثواب پائے

گا۔

حضرت علقم بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں میں حضرت معاویہ کے پاس تھا کہ اچانک ان کے موزن  
نے اذان کہنا شروع کر دی۔ تو حضرت معاویہ نے بھی وہی کلمات  
کہے جو موزن کہتا تھا۔ یہاں تک کہ جب موزن نے حی علی الصلوٰۃ  
کہا تو حضرت معاویہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا پھر جب  
موزن نے حی علی الفلاح کہا تو حضرت معاویہ نے لا حول ولا  
قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم کہا۔ (اس مرتبہ انہوں نے اعلیٰ اعظم  
کے الفاظ زیادہ کیے) اسکے بعد آپ نے وہی الفاظ کہے جو موزن  
نے کہے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ایسا ہی کیا

(احمد)

تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں  
ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حضرت  
بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان کہی۔ اذان ختم کر کے  
جب حضرت بلال خاموش ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس آدمی نے یقین و ایمان سے موزن کے کلمات  
کی مانند کلمات کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (نسائی شریف)





## بَابُ فِيهِ فَصْلَانِ

گزشتہ دو بابوں میں جو کچھ مذکور ہوا ان کے ملحقات اور انہیں مکمل کرنے والے  
امور کا باب

## پہلی فصل

## الفصل الأول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بلال خیر کی  
اذان رات کے حصے میں ہی دے دیتا ہے تم لوگ  
ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھایا پیا کرو۔ راوی  
کتیبہ ابن ام مکتوم ایک نابینا شخص تھے وہ اس  
وقت تک اذان نہ کہتے تھے جب تک لوگ یہ  
نہ کہیں صبح ہو گئی صبح ہو گئی۔ (بخاری و مسلم)

۲۶۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالَ لَا يُنَادِي  
بَلِيلَ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ  
أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ  
رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ  
أَصْبَحَتْ أَوْ صَبَحَتْ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

علامہ دکنی لوگ قبل از فجر صبح استغفار اور ذکر کر کے نماز کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
فجر کی تلاوت کے لیے رات میں ہی اذان کہنا درست ہے جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور امام  
شافعی بھی اسی پر ہیں۔

۲۷۰ رمضان کے مہینے میں سحری کھا کر پھر سنا کہ حضرت ابن ام مکتوم اذان دیں۔ حضرت ابن ام مکتوم مشہور صحابی  
نیک و پاکیزہ شخص تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے کہ ایک فجر ہونے سے  
پہلے اذان کہتا تھا۔ دوسرا فجر ہونے کے بعد۔ غالباً یہ طریقہ رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ ایک اذان سحری کے لیے۔  
دوسری نماز کے لیے۔ شافعی حضرات کہتے ہیں فجر کے لیے دو مؤذن ہونے چاہئیں۔ ایک فجر سے پہلے رات کے  
نصف اخیر میں اذان کہے دوسرا فجر کے لیے اول وقت میں اذان کہے۔

۲۷۱۔ امحبت امحبت۔ صبح ہو گئی یعنی صبح نزدیک ہو گئی۔ صبح کے نزدیک ہونے کو بطور مبالغہ کہہ دیتے  
تھے کہ صبح ہو گئی۔ یہ تادل ہم نے اس لیے کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ابن ام مکتوم کی اذان تک کھایا  
پیا کرو۔ اور جب وہ فجر طلوع ہو جانے اور لوگوں کے انہیں مکرر کہنے کے بعد اذان دیتے ہوں۔ تو اس وقت

تک کھانا پینا کیسے جائز دردا ہو سکتا ہے۔ کذا فی بعض الشرح۔ اے (خوب سمجھو)

۴۳۰ وَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ لَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ سُجُودِكُمْ  
أَذَانُ بِلَالٍ وَ لَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ  
وَلَكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيلَ فِي الْوُحُوشِ  
دَعَاكَ مُسْلِمًا وَ لَفْظُهُ لِلتِّرْمِذِيِّ.

حضرت عمر بن عبد بنی النضرؓ اپ مشہور صحابی ہیں اے  
دوسرے کے خلاف سے ہیں بعد میں رہے ان سے حسن بکر  
اور شعب بن نفیرہ نے روایت کیا، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان ہمیں سحری کہنے سے روک دے گی  
اور نہ فجر مستطیل کہنے پینے سے روکے بلکہ ان میں  
شمالاً جنوباً پھینے والی جگہ کے وقت کھانا پینا بند کیا کرو  
اسے سلم نے روایت کیا اور لفظ ترمذی کے ہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ رات کے اندر ہی اذان کہہ دیتے ہیں۔  
۲۔ فجر مستطیل۔ دراز صبح۔ یہ اس سفیدی کا نام ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف خط دراز کی طرح بھرتی ہے  
اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر تاریکی چھا جاتی ہے۔ اسے صبح کا وقت کہتے ہیں اسے بڑے کادم سے تشبیہ دیتے ہیں  
۳۔ لیکن کھانے پینے سے وہ صبح روکتی ہے جو چڑائی میں کچھ آسمان میں غما غما جنوباً پھیلتی ہے اور فجر مستطیل  
کے بعد نمودار ہوتی اور باقی رہتی ہے۔

۴۳۱ وَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوَيْرِثِ قَالَ  
أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ  
أَنَا وَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ قُتَيْبَةَ فَقَالَ إِنْ أَقَامَا فَكُنَّا  
فَارِزًا وَ إِيَّيَا وَ يُؤَمِّمُكُمَا الْكِبْرُكُمَا  
دَعَاهُ الْبُخَارِيُّ

صوفی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں اور ابن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر تم نے نماز پڑھ لی تو  
دوران نماز کے (یہ) اذان و اقامت سن کر بڑے کبریاں  
دعوت کرو۔

۱۔ آپ کی کنیت البر سلیمان ہے۔ صحابی ہیں پھر اذان و اقامت میں سب سے بڑی آواز دینا  
کے عہد حکومت میں مسند میں فوت ہوئے۔

۲۔ غالباً یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کی اجازت لینے آئے تھے۔  
۳۔ یعنی سفر کے دوران بھی نماز کے لیے اذان و اقامت کہنا۔

۴۔ اور جب کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تم میں جو بزرگ ہو وہ امام بنے تو یہ بات از خود متعین ہو گئی کہ ان دونوں حضرات  
دسے جو بڑا نہیں ہے۔ مارد ہو سکتا ہے کہ علم و وزیع میں دونوں سادی ہوں یا اکبر سے یہاں افضل مارد ہو۔ اسی سے  
یہ معلوم ہوا کہ اذان کے لیے افضلیت شرط نہیں۔ مگر اس کے باوجود چاہیے ہی کہ مؤذن وقت پہنچانے والا صالح

بہترین بلند آواز خوش الحان اور کلمات اذان صحیح و درست ادا کرنے والا ہو۔

۱۲۲ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أَصَلِّي وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيُؤْمَكُمُ الْكَبِيرُكُمْ۔

(متفق علیہ)

۱۲۳ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَعَلَ مِنْ غَزْوَةٍ خَيْرَ سَأَرًا لَيْلَةً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْكَوْنُ عَرَسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ أَكَلْنَا اللَّيْلَ فَصَلِّ بِلَالٌ مَا قُوْرَ لَهُ وَ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَلَاَمَتِ الْفَجْرُ اسْتَحْدَّ بِلَالٌ إِلَى مَا حَكَمَ مُوْتَجِهَ الْفَجْرَ فَقَلَبَتْ بِلَالٌ مَنَازِلَهُ وَ هُوَ مُسْتَقْبِلُ الْغَيْبِ مَا حَكَمَ فَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا بِلَالٌ قَوْلًا أَصْدَقَ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى يَنْوُتَ الْفَجْرَ النَّاسُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَهُمْ اسْتَحْدَاكَ فَقَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ آجِ بِلَالٌ فَقَالَ بِلَالٌ أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ

انہیں مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز  
اس طرح ادا کرو جس طرح تم مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو  
جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی آدمی تمہارے  
یہ اذان کہے۔ پھر جو تم میں بزرگ و افضل ہو وہ  
امام بنے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ نمبر سے واپس لوٹے تو  
ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ پر نیند طاری  
ہونے لگی تو آپ ساری سے نیچے آئے اور حضرت  
بلال سے فرمایا۔ (ہم سوتے ہیں تو بیدار رہ کر ہمارا پہرہ دینا)  
حضرت بلال نماز پڑھنے لگ گئے اور جس قدر آپ کے  
مقدمہ میں تھا آپ نے نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم ادا صحابہ سرگئے۔ جب صبح صادق کا وقت  
قریب آیا تو حضرت بلال نے حجر کی جانب منہ کر کے  
اپنے کچادے کے ساتھ اپنی پشت سے ٹیک لگا  
لی۔ تو حضرت بلال پر نیند غالب آگئی اور انہوں نے  
اپنے کچادے کے ساتھ ٹیک لگا لی ہوئی تھی تو نہ بیدار  
ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت بلال  
اور نہ ہی صحابہ میں سے کوئی اور آدمی یہاں تک کہ ان  
پر سورج کی شعاع پڑنے لگی۔ تو ان سب میں سے  
بیدار ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور  
آپ گھبرا گئے اور آپ نے فرمایا اے بلال حضرت  
بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اسی چیز نے لگا لیا

بِنَفْسِكَ قَالَ أَقْتَادُوا فَأَقْتَادُوا  
رَوَّاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ قَوَّضًا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ  
بِلَاكُلَا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمْ  
الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ مَنْ  
لِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا  
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ وَأَقْرَبُ الصَّلَاةَ  
لِذِكْرِي -

جس نے آپ کو پکڑا آپ نے فرمایا یہاں سے اپنے  
اونٹوں کو نکالو اور ہاکو تو لوگ اپنی سواریاں وہاں سے  
پکڑ آگے سے مجھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر  
کیا اور حضرت بلال کو حکم دیا حضرت بلال نے نماز کے لیے  
اقامت کی آپ نے ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب  
آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا جو نماز پڑھنا قبول جائے  
جب اسے یاد آئے پڑھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا ہے۔ قائم کر نماز جب تجھے میری یاد آ جائے یہ

(مسلم شریف)

(دعائہ مُسَلِّم)

۱۔ تویس کا معنی ہے سفر کا آخر شب میں آرام و استراحت کے لیے کسی جگہ اتر چڑنا۔  
۲۔ مؤجہ یعنی متوجہ یہ وجہ یعنی توجہ سے ماخوذ ہے جس طرح قدم قدم کے معنی میں آتا ہے۔ اور ایک نحو میں  
مؤجہ جیم کا زبر سے بھی آیا ہے۔

۳۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی صفت جلالہ کے مشابہہ کی بنا پر سوجھانے اور نماز وقت ہو بلال سے پکڑا گئے  
۴۔ یعنی اسے بلال یہ کیا ہو گیا۔ اور تو کہیں سوجھا اور تو نے ہماری پاس بانی میں کیوں کوٹا ہی کیا۔  
۵۔ اہل وادی سے نکلنے کے سبب و وجہ میں علماء کا اختلاف ہے جو لوگ شروع وقت میں نماز قضا کرنے کے  
قائل نہیں ہیں۔ جیسے ہمارے اصحاب حنفیہ رحمہم اللہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وادی سے نکلنے کی وجہ سے قضا کرنا واجب ہے۔ وادی  
شیطان کی جگہ تھی پھر آپ نے آفتاب بلند ہونے پر نماز ادا کی۔ اور ہر لوگ وقت غروب میں ہی قضا کرنا شروع کر  
دیتے ہیں۔ وہ اس وقت کی ممانعت کو نوافل کے ساتھ خالص کرتے ہیں۔ جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حکم ہے کہ وہ  
وہ بھی اہل وادی سے نکلنے کی وجہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ وادی شیطان کی جگہ تھی اس لیے کہ ایک حدیث میں ہے کہ  
میں آ رہا ہے۔

۶۔ اہل حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ قضا نماز کے لیے اذان نہیں ہے۔ امام غزالی کے ایک قول کے تحت ہے کہ قضا نماز کا  
مذہب یہی ہے۔ ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ قضا نماز کے لیے نہ اذان ہے نہ اقامت۔ بلکہ یہ کہنا کہ حکم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے لیتا التعریس (خیبر سے واپسی کی رات) کو اذان و اقامت کے ساتھ فجر کی قضا نماز پڑھی۔ شیخ ابن العلام  
اس معنی میں مسلم، ابو داؤد وغیرہ اور مولیٰ سے احادیث لائے ہیں۔ اور کہنا کہ امام مسلم سے اس قسم میں جو مروی  
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت بلال کو حکم دیا پس بلال نے اقامت کہی وہ ان دوسری روایات کے منافی اور



خلاف نہیں۔ کیسے خلاف ہو سکتی ہیں، حالانکہ بات محبت سے ثابت ہو چکی ہے کہ اس موقع پر اذان و اقامت و دنوں کہی گئیں۔ ابن الہمام علیہ الرحمۃ کا کلام ختم ہوا۔

سوال۔ یہ جو کہتے ہیں کہ اذان تو وقت نماز داخل ہونے کی اطلاع دینے اور لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ہوتی ہے اور قضا نماز میں اذان و دنوں چیزوں کی ضرورت نہیں۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اذان اطلاع کے لئے بھی شروع ہوئی ہے۔ اذان کلمات اذان کا ذکر کر کے ثواب حاصل کرنے کے لئے بھی۔ اسی لئے افضل یہ ہے کہ منغزو (اکیلا نماز پڑھنے والا) بھی اذان و اقامت کہے۔ جیسا کہ مسلمان سخانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

۷۵۔ یعنی نیمہ وغیرہ کی وجہ سے نماز پڑھنا بھول جائے تو چاہیے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔

۷۶۔ قائم کر نماز جب تک میری یاد آئے کہ نماز کا یاد آنا گویا میرا یاد آنا ہے۔

۷۹۔ اشکال۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری صرف آنکھیں سوتی ہیں۔ دل بیدار رہتا ہے۔ پھر بیداری دل کے باوجود ایسا کیوں ہوا کہ آپ طلوع فجر سے آگاہ نہ ہو سکے۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلوع و غروب کا دریافت کرنا اس آنکھ کا کام ہے جب آنکھ نیند میں ہو اور نیند ہو طلوع و غروب کا پتہ نہ چل سکے گا۔ اگرچہ دل بیدار ہی کیوں نہ ہو۔ عمار نے ایسا ہی کہا ہے۔

سوال۔ کشف، وحی اور الہام کے ذریعے آپ نے کیوں نہ معلوم کر لیا۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں کشف وحی اور الہام سے سرفراز کرنا خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ اگر اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل نہیں کی۔ اور اس صورت حال کا کشف نہیں کیا تو کیا کیا جاسکتا ہے۔ اس میں حکمت ہوگی کہ یہ شرعی احکام کے وجود پر قائم نہ ہوں۔ اور لوگوں کو آپ کی متابعت کا شرف حاصل ہو۔

نصر علیہ السلام یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ دل بیدار رہتا ہے۔ مگر ہو سکتا ہے آپ پر ایک ایسی حالت اور مستحضر کی کیفیت طاری ہو کہ اس میں مستغرق ہو کر مشہود کے ماسوا تمام مہلکی و مہور سے ذمہ مول ہو گیا ہو۔ جیسا کہ بعض اوقات حالت وحی میں یہ حالت کیفیت رونما ہوتی تھی۔ پس بیان وفقت کا سبب دل کا سونا نہ ہو گا بلکہ اس عظیم حالت کا طاری ہونا ہو گا۔ جس کی حقیقت صرف رب العزت ہی جانتا ہے۔ خوب سمجھ لے۔ وباللہ توفیق

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غنائہ کی

اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے باہر آنا نہ دیکھو

فرمے نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

وَمِنْ رَّحْمَةِ رَبِّيَ قَبَادَا قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُيِّمَتِ

الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ

خَرَجْتُ - مُشْفَرَّعِي

۱۵۔ فقہائے کرام نے کہا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ جی میں الصلوۃ کے نزدیک کھڑا ہونا چاہیے اور شاید کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت تشریف لاتے ہوں گے۔

۱۶۔ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقِمْتَ  
الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعُونَ وَأَقْوَمًا  
تَشُونَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا  
أَدْبَرْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا  
مُتَّقِينَ عَلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَإِنْ  
أَحَدُكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمَدُ إِلَى الصَّلَاةِ  
فَهُوَ فِي الصَّلَاةِ وَهَذَا الْبَابُ خَالٍ  
عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِي.

۱۷۔ یعنی امام کے ساتھ۔

۱۸۔ جہنم نے امام کے ساتھ ادا نہیں کیا اسے امام کے بغیر نماز پڑھنے کے بعد اگر کھڑا ہو جائے گا تو اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔  
کم عقلی و غفلت بلکہ بے عقلی اور حماقت کی یہ علامت ہے کہ ان کی نماز کے لیے جگہ اگر عثمانی کہنا چاہتے ہو  
اور تکبیر ادا کرنا چاہتے ہو تو پہلے آواز دینا شروع ہو کر اور نماز کے لیے جگہ بولنا شروع ہو کر اور نماز کے لیے جگہ  
وہ یہ ہے۔

۱۹۔ تو نماز کے لیے دوڑنے والے کو اللہ تعالیٰ لعنت کرے اور اگر وہ نماز کے لیے دوڑے گا تو اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔  
بننے کو چاہیے کہ ہر جگہ مولا کی یاد میں رہے۔ اور اگر وہ نماز کے لیے دوڑے گا تو اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔  
جلدی کرنا منقول و ماکور ہے۔

### الفصل الثالث

۲۰۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَيْلَةٌ بِطَرِيقِ مَكَّةَ وَكَانَ يَلَاؤُهَا أَنْ  
يُوقَظَهُمْ لِلصَّلَاةِ فَرَقَدَ يَلَاؤُهَا وَرَقَدَ

۲۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی  
آواز ہو گئی ہو تو اس سے چلتے ہوئے آواز نہ دے اور اگر وہ نماز کے لیے دوڑے گا تو اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔  
اسے پڑھو اور جو تمہاری راہ گئی ہو اسے پورا کرو اور جو تمہاری راہ  
اور علم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص نماز میں سے  
کوئی آواز جب نماز کا ارادہ کرتا اور اس کی طرف  
چل پڑتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہو گا ہے بلکہ یہ بات  
فضل ثانی سے خالی ہے۔





دَعَاكَ مَالِكٌ مُرْسَلًا

رسول ہیں اسے ایک نے بطریق الشہان روایت کیا۔

۱۔ آپ بلند پایہ تابعین سے ہیں۔

۲۔ شاید کہ واقعہ متعدد ہے۔ یا راوی کو دم ہوا ہے۔ ورنہ عمرہ کس کا وقت مدینہ کے راستہ میں ہوا تھا اور اس حدیث کا مضمون بعینہ حضرت ابو ہریرہ والی حدیث کا مضمون ہے۔ جو گزشتہ مذکور ہوا کہ غیر سے مدینہ کی جانب واپس آتے وقت ایسا ہوا۔ البتہ ان دونوں مضامین میں قدرے فرق ہے جیسا کہ ظاہر ہوگا۔

۳۔ اپنی کوتاہی پر۔

۴۔ یہ راوی کا شک ہے۔

۵۔ انہیں تسلی دینے اور ان کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے۔

۶۔ یعنی اذان، اقامت اور جماعت اور دیگر شرائط و آداب کے ساتھ۔

۷۔ صراح میں ہے ہَذِهِ حُدُودُ أَرَامٍ کرنا اور آرام دینا اور یہ جگہ کا قہر سے چھٹکانا تاکہ سوجھ جائے۔

۸۔ یعنی جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور کی حبیب کا خیر دینے کا مجوزہ دیکھا۔

۹۔ کیونکہ زید بن اسلم تابعی ہیں۔

۱۰۔ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ قَانَ قَالَ سَمِعْتُ  
اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصَّصَتَانِ  
مُسَلِّتَانِ فِي أَحْتَاكِ الْمُؤْمِنِينَ لِلْمُؤْمِنِينَ  
وَبِأَمْرِهِمْ وَصَلَوْهُمْ

دَعَاكَ ابْنُ مَرْجَانٍ

۱۔ اور ان کے فہم لگائی گئی ہیں۔ تاکہ وہ انہیں ایک جگہ جمع کر کے نماز پڑھان سکیں۔

سے کام لیں۔

۲۔ روزے کے لیے تو افطاری و سحری کا خیال رکھا جائے۔ تاکہ ان کے لیے صاف و خوش ذائقہ کھانا ملے۔

مَنْ لَا يَتَوَقَّعُ مَا يَتَوَقَّعُ مَا يَتَوَقَّعُ

## کتاب المساجد ومواضع الصلوة

## مساجد و مواضع الصلوة

لفظ مسجد مسجد کبیر جمیم کی جمع ہے۔ جمیم کا معنی بھی جائز ہے۔ لفظ کے نزدیک مسجد کبیر جمیم کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جو خاص نماز کیجئے تعمیر کیا جاتا ہے۔ اور مسجد جمیم کے ساتھ بمعنی مسجد کا پیشانی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور مسجد



فِيهَا فَسَأَلْتُ بِلَاكَ رَحِيمَ خَدَمَ مَا صَنَعَ  
نَسُوءُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا  
عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَحْمَدَةٍ وَرَأَى  
دَكَانَ الْبَيْتِ يُؤْمَدُ عَلَى وَشْتِ أَحْمَدَةٍ  
ثُمَّ صَلَّى.

اگر کہ اندر سے میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کیا۔  
جیسے کہ وہ باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اندھ)  
کیا کہ ہے۔ حضرت بلال نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
ستون اپنی بائیں جانب کیا اور دوسری اپنی دائیں جانب اور  
تین ستونیں اسی فضا کے بیت اللہ شریف کی دو طرف پر تھیں  
یعنی تم آپ نے نماز پڑھی۔

(متفق علیہ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت عثمان بن طلحہ الجلی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے درمیان ایسا ہی کے پانی بھرا ہوا تھا۔  
۲۔ تاکہ لوگ اندر نہ آئیں۔ اور ہجوم نہ کریں۔ اور آپ کو تشویش میں نہ ڈالیں۔  
۳۔ اگرچہ اس وقت (حضرت یحییٰ کے زمانہ میں) تین ستونیں پرستار تھیں ان میں سے ایک کہ وہ وہی جہاں جہاد کمر  
کی تعمیر میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

۴۔ اس حدیث میں جو حضرت عمر نے حضرت بلال سے روایت کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ  
کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی اور گزشتہ حدیث سے جو حضرت ابن عباس نے حضرت بلال سے روایت کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ  
کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی۔ دونوں احادیث میں تطبیق کی ضرورت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔  
خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا اور ایک کونے میں دعائیں صرف کر گئیں اور اسی وقت حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک کونے میں معرفت ہوا دیکھا اور وہ خود بخود کہنے لگے کہ میں نے یہ حدیث صحیح ہے۔  
شغل ہو گئے ہوں۔ اس کے برعکس حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی یہ حدیث صحیح ہے کہ ان کے پاس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا  
کہ بعد نماز ادا کی جو اس بنا پر بلال نے آپ کو نماز میں دیکھا ہے اور وہ حدیث صحیح ہے کہ ان کے پاس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا  
اور دعائیں شغل تھے۔ پھر نماز میں صرف دو رکعت ہی تھیں اور وہ حدیث صحیح ہے کہ ان کے پاس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا  
بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو پانی لایا اور اس نے اس کو اپنے سر پر رکھا اور اس نے کہا کہ  
صاف کریں۔ اور ہوڑا میں جو خانہ کعبہ کی دیواروں پر موجود تھیں۔ ہو کر آئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ  
حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ باہر پانی لائے گئے ہوئے تھے۔ لہذا ان کو اپنے سر پر رکھا اور اس نے کہا کہ  
اگر درست ہے۔ نفی کا قول درست نہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز پڑھتے  
ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَاتُ

نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری ہر مسجد میں  
ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ سوائے مسجد خاندکبر  
کے (بخاری و مسلم)

مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ قُلْتُ أَلَيْسَ صَلَوةٌ  
فِيهَا سَوَاءٌ إِلَّا السُّجُودَ الْحَكَامَ  
(مُسْنَدُ حَكِيم)

۱۔ کہ اس میں نماز ادا کرنا میری مسجد میں نماز ادا کرنے سے بھی بہتر و افضل ہے۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ مسجد  
حرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ درجہ کا ثواب رکھتی ہے۔ احادیث کے مطابق  
اصلاً اکثر ائمہ فرہب کے موافق یہاں یہاں ہے۔ بخلاف مالکیہ جمع اللہ کے کہ وہ اس عبارت کو اس پر عمل کرتے ہیں کہ میری  
مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ مگر فائدہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار درجہ  
سے کم افضل ہے۔ گریہ ناسخ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے کہ وہ مدینہ منورہ کو کو مکہ معظمہ  
سے افضل مانتے ہیں۔ فضیلت مدینہ کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے جیسا کہ ان کا مذہب ہے۔ جواب یہ ہے کہ فضیلت  
ثواب کے جو گناہ ہونے میں تھیں۔ تو اگر مسجد حرام میں نماز ادا کرنا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے سے ثواب  
میں کئی گنا زیادہ ہے لیکن وہ انواع کی بات دیکھ کر اس امر متوجع و متنازع جو مدینہ طیبہ کے ساتھ خاص ہیں، فضیلت  
کے لیے کافی ہیں۔ نیز ثواب کا زیادہ ہونا عدد کے اعتبار سے ہے۔ مگر ثروت و نفاست و بزرگی اور مدینہ مطہرہ میں عبادت  
کے احسان سے ہوتی ہے۔ وہاں عدد سے لگاتار چیز ہے۔ اور ایسا ممکن ہے کہ ایک چیز ہزار چیز سے بڑھ کر نفیس  
ہو جائے۔ جیسا کہ ایک ہوتی ہزار روپے میں آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ مسجد نبوی شریف میں ایک نماز صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم  
کے ثواب سے ہزار کی بھرت سے اس لاکھ درجہ نماز سے نفیس و عظیم ہو جو مسجد حرام میں ادا کی گئی ہو اور یہ بحث کہ مدینہ طیبہ  
افضل ہے وہ ایک مسئلہ ہے۔ ہم نے اپنی کتاب فضیلتہا میں اس کا جواب دیا ہے۔ بہت کچھ منقول طور پر بیان کر دی  
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کہ  
میں نے کہا ہے کہ صرف تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام  
مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کی طرف۔  
(بخاری و مسلم)

وَقَدْ رَأَيْتَنِي كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قُلْتُ كَيْفَ قَالَ  
لَمْ يَكُنْ لِي مَعِيَ لَهْفٌ مَكِينٌ فَتَسَلَّوْا  
بِطَرَفِهَا فَإِنَّ فِيهَا مَسْجِدًا  
مَشْهُورًا أَجْمَعُونَ قُلْتُ أَلَا قُضِيَ  
بِهَا السُّجُودُ هَذَا (مُسْنَدُ حَكِيم)

۲۔ یعنی دوسری مساجد کا نسبت مسجد نبوی شریف میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ ہزار درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ مگر فائدہ  
میں پڑھی گئی نماز سے ہزار درجہ افضل نہیں بلکہ ہزار سے کچھ کم درجہ افضل ہے۔ (مترجم)





۲۲۲ وَ عَنْ ابْنِ مُرْجُوَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ  
بَيْتِي وَ مَنْبَرِي مَقْعَتَانِ قَدْ رِيَا حَقَّ  
الْجَنَّةِ وَ مَنْ دَرَى عَلَى حَوْضِي  
دُمْنَقِي عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے  
گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں  
سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے  
(بخاری و مسلم)

۱۔ یہ ایک روایت میں اس طرح ہے بَيْنَ بَيْتِي وَ مَنْبَرِي میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ اور ایک روایت  
میں یوں ہے بَيْنَ بَيْتِي وَ مَنْبَرِي میرے حجرہ اور میری بنائے خانہ کے درمیان درو منہ دراصل منبرہ زار، باغ اور نناک  
جگہ کو کہتے ہیں۔

اس حدیث کی تفسیر و تراویں بعض کہتے ہیں کہ اس جگہ میں عبادت کرنا بہشت میں آنے کا ذریعہ و وسیعہ ہے۔  
ایک دوسری حدیث میں ذکر کے حلقوں کو ریاض الجنۃ کہا گیا ہے۔ یہ مقدس و جبرک دکانہ جگہ بھی ملائکہ اور جن و  
کے اجتماع کی جگہ ہے۔ کہ یہاں جگہ میں اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرے ہیں۔ مگر یہ دونوں باتیں  
ضعیف ہیں کہ یہ معنی اس مقام کے ساتھ کچھ خصوصیت نہیں رکھتا۔ کہ تمام مساجد اور تبرک جگہوں کا یہی حکم  
ہے۔

۱۔ تحقیق کے نزدیک یہ کلام بلا تاویل اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے یا تو معنی یہ ہے کہ بعینہ اس بقعہ مبارکہ کو قیام  
کے روز اللہ تعالیٰ کے درشت میں رکھ دیں گے اور یہ کرا زمین باقی زمین کی طرح خالی و ہلاک نہ ہوگا۔ یا بایں معنی  
یہ ہے کہ شریف و عزیز کا گھر اس جہیز میں لایا گیا ہے جس طرح حجرہ اسود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے  
لایا گیا تھا۔ اور منبر اس کا گھر ہے۔ یا یہ کہ یہ لایا گیا۔ اگر یہ ظاہر کے اعتبار سے یہ ٹکڑا اس عالم  
دنیا سے بظاہر و بطنہ و سیدہ باطن کے نزدیک اس عالم سے ہے اور انسان جب تک کہ طبیعت ظلمات  
بابہ سے غافل نہ ہو تو اس کی ہمت میں گرنا ہے۔ جس کے حقائق اشیاء اور امور آخریہ کے ادراک  
سے محروم ہے۔ وہی بار جنت کے آثار بھی محروک ہیں نہ وہ غیور کا ظہور بیاں نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی تاویلات  
و تحقیقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں بھی ہیں کہ منبری علی حوضی کہ میرا منبر جہاں وقت مسجد میں قائم ہے میرے  
حوض پر ہے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے منبری علی ترقیۃ من قمرنا الجنۃ یعنی میرا منبر جنت سے آنے والے  
پانی کے پل تھیں یہ ہے ایک راستے پر واقع ہے۔ اور جنت کا پانی میرے منبر کے پایہ کے نیچے آتا ہے۔  
روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر تشریف فرما تھے کہ فرمایا میرا قدم جنت کی  
طرف سے آنے والے پانی کے پل تھیں میں سے ایک راستے پر ہے۔ ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ میرے

پاؤں جنت سے آنے والے کی نالی میں ہیں۔ مقررین کے منہ اور مختلف ساکن کے ساتھ معینی حوض میں پانی آنے کا جگہ  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی شریف کی یہ جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ کہ آپ کا جمیع الشان منبر  
 اس پر قائم ہے۔ بعض علماء نے یہ کہاہے کہ اس سے اس منبر کی خبر دینا مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے  
 قیامت کے دن ہوگا۔ اور وہ حوض کوثر پر رکھا جائے گا۔ نہ کہ یہ منبر جو مسجد شریف میں ہے۔ مگر یہ قول سیاق و سباق سے  
 بعید ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

۶۳۳ وَعَنْ أَبِي عَمْرٍَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مُسْجِدَ قُبَّاءٍ عَلَى  
 سَبْتٍ مَا يَشِيءُ وَرَأً كَبَا فَيُصَلِّي فِيهِ لُحْتَيْنِ  
 مُتَقَيَّ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے  
 ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد  
 قبائیں تشریف لایا کرتے تھے کبھی بیدل اور کبھی  
 سوار کی پر آپ مسجدیں اگر در رکعت نماز پڑھتے یا رکعت

۱۔ مسجد قبا وہ مسجد ہے جو مدینہ منورہ سے قدیم ہے۔ قبا کے پہلے یہ وہ مسجد ہے جسے علامہ حضرت  
 کے ایام میں مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے تعمیر کیا گئی۔ اور شہرہ قبا کے مطابق یہ مسجد مسجد النبویہ تھی  
 التَّقْوَىٰ إِلَىٰ آخِرِ الْأَيَّامِ (البقرہ وہ مسجد جو پہلے ہی مسجد نبوی کی بنیاد پر قائم کی گئی) مسجد قبا تشریف لایا کرتے تھے  
 ناسل ہوئی۔ قبا قاف کی پیش کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے جس میں یہ مسجد واقع ہے۔

۶۳۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْبِدُوا إِلَهَكُمْ  
 إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدَ مَا وَفَّقَكُمْ إِلَيْهِ تَكُونُوا  
 إِلَى اللَّهِ أَسْوَأَ أَهْلًا

۱۔ کہو تم ان میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اللہ تک میں تم کو اس کی عبادت سے بہتر نہ دے گا۔

۲۔ کہ ان میں لوگ دینی کاروبار میں مشغول ہو کر یا دنیا سے غافل ہو کر اپنے رب سے دور ہو جائیں گے۔

۶۳۵ وَعَنْ حُطَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَنِي لُؤْلُؤٍ

مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ مَسْجِدًا فِي الْجَنَّةِ

مُتَقَيَّ عَلَيْهِ

۱۔ یعنی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کرتا ہے۔

۱۰۔ اور ایک روایت میں بھی شکر کا لفظ آیا ہے۔ اور یہ مائتہ و نہشت، کشادگی، صفائی اور نقاست میں سے  
درہ دنیا کے مکانات کی مائتہ و نہشت کے مکانات سے نہیں ہو سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں آیا اگرچہ یہ مسجد پڑیا کے  
گھونے جتنی ہمدیہ چھوٹی اور تنگ ہونے میں مبالغہ ہے۔

۶۳۶ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَدَّ إِلَى الْمَسْجِدِ  
أَوْ رَاسِهِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نَزْلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ  
لَهُمَا خَدَا أَفْصَحَا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت  
مسجد میں جاتا ہے۔ یا شام کے وقت اللہ تعالیٰ اس کے  
یہ جنت میں ہملائی تیار کرتا ہے۔ جب بھی وہ صبح کو یا  
شام کو مسجد میں جاتا ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۱۔ اہل میں لفظ نزل استعمال ہوا ہے۔ نون کی پیش زما کن یا نون کی پیش کے ساتھ۔ یعنی وہ کھانا جو مہمان کے  
یہ دن کے پہلے صبح میں تیار کر کے اس کے آگے رکھتے ہیں۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ مسجد کو یا ضیافت خانہ  
ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں زائرین کو اپنی مٹا سے محروم نہیں کرتا کہ وہ کریم اس سے پاک و منزه ہے کہ اپنے مہمان کو محروم  
کرے۔ یہی آنے سے متعلق نیات و مراقبات میں سے ایک یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کی  
معاذ کے وصول کرنے کی نیت بھی کرے۔ جیسا کہ ابتدائے کتب میں حدیث انما الاعمال بالنیات میں گزر رہا  
ہے۔ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ  
الْمُعْتَمِرُ فَإِنَّهُمْ مَشْنُوذُ الَّذِي  
وَيُتَوَلَّى الْقَبْلَةَ حَتَّى يَصِلَ بِهَا مَعَ  
الْأَكْبَرِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي  
يُصَلِّيُ خَلْفَ النَّكَبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی سب سے زیادہ  
نماز کا اجر و ثواب ملے گا جو دو رکعت سے چل کر گئے پھر  
جو دو رکعت سے چل کر آئے۔ اور اس شخص کو جو نماز کی انتظام  
میں رہے۔ یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ اسے  
زیادہ اجر و ثواب ملے گا اس آدمی کی نسبت جو اکیسے  
نماز پڑھ کر سو جائے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۲۔ اور جماعت کا انتظار نہ کرے۔ اگرچہ اول وقت میں نماز پڑھ لے اور اگر فریاد و تقدیر اٹھیل جماعت کے  
ساتھ نماز پڑھے۔ یا ایسے شخص کی اقتدار میں نماز پڑھی جو امامت کا زیادہ حق دار نہیں۔ اس کے برعکس ایک دوسرا شخص  
جماعت کثیر کی انتظار کرتا ہے۔ اور ایسے شخص کی اقتدار میں نماز پڑھتا ہے جو امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ تو اس اعتبار  
سے وہ عظیم اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ خصوصاً جب اکیسے نماز پڑھ کر مومنوں کا باعث سستی اور جماعت کی غفلت ہی



- ۶۲۸ و عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَلَّتِ الْبُكَاعُ  
 حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِيمَةَ أَنْ  
 يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَبْلَهُ ذَلِكَ  
 الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَقَالَ لَهُمْ بَلِّغْنِي أَنْكُمْ تُرِيدُونَ  
 أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوا  
 نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَادْنَا ذَلِكَ  
 فَقَالَ يَا بَنِي سَلِيمَةَ وَيَا مَرَكُمُ  
 تَكْتُبُ أَثَارَكُمْ وَيَا مَرَكُمُ تَكْتُبُ  
 أَثَارَكُمْ
- ۶۲۹ و عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ  
 يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ  
 إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَبَشَّارٌ نَشِيطٌ  
 فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مَعَهُ  
 بِالسَّجْدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَقٌّ يَقُودُ  
 إِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّاهُ اللَّهُ  
 اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَ  
 رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ لِحَالِهِ فَنَاضَتْ عَيْنَاهُ
- ۱۔ کہ ان جگہوں میں اپنے ہمارے یا ثروت جو گئے یا کسی اور جگہ سے گئے۔  
 ۲۔ بنو سلمہ لام کی زیر کے ساتھ انصار کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ جو مسجد کے قریب  
 انہوں نے مسجد کے قریب آنا چاہا۔  
 ۳۔ آپ نے تاکید و ترغیب کی طرف سے یہ بات کرار کیا۔  
 ۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے  
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اپنے  
 میں جیسے میں نے کہا کہ میں نے اپنے  
 جب کہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے  
 بادشاہ۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنے  
 اور یہ دونوں شخصیں میرا وہ عمل بن گئیں جس سے میں نے اپنے  
 جب کہ وہ ہیں اسے باہر نکالے یہاں تک کہ وہ اپنے  
 مسجد میں آجائے اور چوتھا وہ دعا کرے جو صرف  
 اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرے۔

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَيْبٍ  
وَجَعَلَ قَالًا رَاقٍ لَمَّا فَتَّاهُ  
رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا  
حَقَّقَ لَا تَعْلَمَ نِسَالَهُ مَا تُنْفِقُ  
يَبِينُهُ  
(مُنْفِقٌ عَلَيْهِ)

اکی محبت پر ایک دوسرے میں۔ ادا کی پر ایک دوسرے  
تسلک ہیں۔ پانچواں وہ شخص جس نے نہائی میں خدا کو یاد  
کیا تو اس کی انھیں یہ پڑیں چھٹا وہ شخص جسے حب وصال  
والی عورت نے بلایا مگر اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا  
ہوں۔ ساتواں وہ شخص جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ  
دیا کہ اسے نہیں اتھر کو ملتا نہ ہو کہ وہ ایسا کاٹھ کا خرچ کر رہا  
ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی انہیں اپنی بیوی کی رکھنا

۲۔ لغت میں قل کا معنی سایہ ہے۔ مگر یہ کیفیت، عزت، غلبہ، راحت اور نعمت کے معنی میں بھی آتا ہے۔  
بعض کہتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے بٹھائے گا۔ چنانچہ قیامت کے سورج سے امن میں ہو جائیں  
گے۔

۳۔ جو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق رعیت پروری اور داد گسری کرے اور  
مظلوموں کو فضائل میں لگے۔

۴۔ بچپن سے صالح اور عبادت گزار اور ایسی حالت پر جوانی کو پہنچے۔

۵۔ یعنی خدا کے لیے ادا کی کہیں کہیں ادا کی کی رضا جوئی اور تقرب کے لیے آپس میں اکٹھے ہوں۔

۶۔ یہ ایک دوسرے کے سامنے اور پشت پیچھے ظلموں محبت سے کہیے ہے۔

۷۔ تنہائی کی تہیہ اس لیے کہ اللہ کی ملکیت و ریا کا اس میں دخل نہ ہو سکے۔

۸۔ خدا کا نام نہ لے کر اللہ کی عبادت نہ کرے۔

۹۔ یہ بات وہ اپنے دل میں کہے یا زبان کے ساتھ اس عورت سے کہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے شہرہ رکھنے سے کہنا ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات الہیہ

۱۳۔ فی الجہات مع تضرع و تضرع و تضرع

۱۴۔ فی بیوت و فی سقوف حسنات و حسنات

۱۵۔ فی دعا و ذیہا اذکا و ذیہا اذکا

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز باجماعت

اس کے گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ

قرب رکھتی ہے یہ اس لیے کہ جب وہ وضو کرتا ہے اور

اچھا وضو کرتا ہے۔ پھر سجد کی طرف جاتا ہے۔ اسے صرف

الْوُضُوءُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى السُّجُودِ لَا  
يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ  
خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ  
وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَتُهُ فَإِذَا  
صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيُ عَلَيْهِ  
مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ  
اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ  
فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرَ الصَّلَاةَ وَرَفِ  
رَوَايَةٌ إِذَا دَخَلَ السُّجُودَ كَانَ فِي  
الصَّلَاةِ تَحِيَّةٌ وَنَادَى فِي فِعْلِ الْمَلَائِكَةِ  
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ تَبَّ عَلَيْهِ مَا  
لَمْ يُؤْذِ فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نماز میں سجدے کے بعد نکلتی ہے سجدہ پر قدم پڑاں کا ایک درجہ  
بلند ہوتا ہے اس کا ایک گنہ معاف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے  
نماز پڑھتا ہے ترجیح تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے  
فرشتے اس کے لیے سجدہ کے بعد دعا کرتے رہتے ہیں اور یہی  
کتے ہیں۔ اللہم صلی علیہا وسلم۔ اسے اللہ اس پر رحم کرے  
یعنی اسے اللہ اس پر رحمت نازل کرے اور تمہارا وہ آدمی نماز  
میں ہی بچا جاتا ہے۔ جو نماز کی انتظار میں ہوتا ہے۔  
اس کا ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا جب سجدہ میں داخل ہو کر سجدہ کرتے ہو  
تو سجدہ میں ہر ایک رکعت میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی دعا میں یہ الفاظ پڑھو گے۔ اللہم اغفر لہ، اللہم  
تبیخہ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ  
ہر ایک نماز میں ایک رکعت میں سجدہ کے بعد دعا کرتے ہو

۱۔ جس میں وہ کعبہ و تجارت کے لیے جاتا ہے۔  
۲۔ طریقہ سنون کے مطابق اسے ادا کرنا اس کی نیت میں ہر ایک رکعت میں دعا کرتے ہوئے۔  
۳۔ یہ دوسری نماز کی انتظار کے لیے جائے نماز پر بیٹھنے کی فضیلت ہے۔  
فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔

۴۔ کہ دنوں کا گونا گونا فرشتوں کی تکلیف اور نیت کا وجہ ہے۔  
ختم ہو جاتی ہے بعض روایات میں۔  
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب کہ ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے لیے  
اسی جگہ میں بیٹھا رہے۔ اور بعد از فراغت سے کام لے۔ اور اگر نماز ادا کر کے کسی دوسری جگہ چلا جائے تو فضیلت فوت  
ہو جائے گی۔ بعض مشائخ کا دستور ہے کہ وہ اٹھ کر وضو میں چلے جائے۔ تاکہ وہ نیت پر اکتفا نہ کرے۔  
بھی محفوظ رہیں۔ یہ ایک صحیح نیت ہے اور اس میں ذکر و توسیع کی فضیلت حاصل ہے۔ اگر باوجود نماز پڑھنے کے

کی فضیلت اور دیگر سے جیسا کہ بعض علماء نے تصریح کی ہے۔

۹۵۱  
وَعَنْ أَبِي أَسِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَلَ  
أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ افْتَحْ  
لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَقُلْ  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ  
دَعَاءُ مُسَلِّمٍ

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے  
تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے  
کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو یوں کہے۔ اے اللہ! فتح فرما  
میرے لیے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے  
کھول دینے اور مسجد سے باہر نکلے تو کہے۔ اے اللہ! اسے  
میں فضلك اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل و کرم مانگتا ہوں۔

۱۰۔ ہنزہ کی پیش اور سین کی زبر کے ساتھ انصاری صحابی ساعدی ہیں۔ بعض نے ہنزہ کی زبر سے بھی پڑھا

۱۱۔ یعنی اس مکان شریف میں آنے کی برکت سے۔ یا نماز کی توفیق عطا کر کے یا نماز میں کثرت حقائق  
کے ساتھ۔

۱۲۔ اس فضل و کرم سے رزق حلال ہر ماہ ہے جو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی تلاش میں نکلتا ہے۔  
اور کہا کہ ہے۔ اے اللہ! میرے فضل و کرم سے دوبارہ مسجد کی طرف لوٹنا مراد ہو۔ جو کہ ثواب پر ثواب کا موجب و  
ذریعہ ہے۔ جیسا کہ بار اہل میں یہ ثواب حاصل ہوا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے  
کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو چاہے کہ بیٹھنے سے  
پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَلَ  
أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ رَكْعَتَيْنِ  
قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ

(بخاری و مسلم)

دو رکعت قبل نماز

۱۳۔ حضرت قتادہ انصاری صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ جنگ بدر میں شریک ہوئے اس کے  
ظہور و غیبت کی خبریں پہلے پہل پہنچ رہی تھیں۔

۱۴۔ یہ حدیث شافعی مہملت رحمہم اللہ کی دلیل ہے کہ تحیۃ المسجد پڑھنا واجب ہے۔ کہ یہ حضرات امر کو  
واجب نہ سمجھتے تھے۔ عقبہ کے نزدیک تحیۃ المسجد کی دو رکعت نفل ہیں۔ حدیث کے معنیوں کا ہر پھاؤ اس  
استحباب کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ تحیۃ المسجد کی نماز بیٹھنے سے پہلے واجب ہو۔ حالانکہ بالاتفاق ایسا  
نہیں ہے۔



۹۵۲ وَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمُ  
مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الصُّحَى فَإِذَا  
قَدِمَ بَدَأَ بِالسَّجْدِ فَصَلَّى فِيهِ رُكْعَتَيْنِ  
ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس  
تشریف نہ لاتے تھے گروں کو چاشت کے وقت جب  
آپ تشریف لاتے تو پہلے سجدہ میں تشریف لاتے اور  
اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر سجدہ میں بیٹھتے تھے

(بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرمادہ ہیں کہ جب تک کہ تم لوگ اپنے گھر سے باہر نہ جاؤ (تشریف نہ لائے) اور آپ کی توہم  
کا قصدا چھ تصوں میں سے ہے آپ شعراء اسلام میں سے ہوتے ہیں۔

۲۔ تاکہ لوگ آپ کی زیارت سے شرف ہو سکیں۔ اور آپ کی خدمت میں ماضی کی سعادت سے مستفید  
ہوں بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے چاشت کا نماز کو سنت قرار دیا ہے۔ مگر ان بارے  
میں تحقیق وہ ہے جو باب صلوة النہی میں آرہی ہے انشاء اللہ۔ اس حدیث سے مسافر کے واپس آنے پر پہلے  
سجدہ میں بیٹھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ حضور کی مادت نماز میں یہ تھی کہ  
آپ پہلے گھر نہ تشریف لے جاتے سجدہ میں تشریف لاتے تاکہ لوگ آپ کی خدمت میں پہلے گھر سے پہنچنے کی بنا پر  
ہے۔ جیسا کہ علمائے کہا ہے۔

۹۵۳ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
سَمِعَ رَجُلًا يَتَعَدُّ هَذَا لَفِي السَّجْدِ  
فَلْيَنْتَلِ لَا تَرَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّكَ  
السَّاجِدَ لَكَ ثَبْنٌ لَكَ

دَوَا لَكَ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
کوئی شخص اگر سجدہ میں یہ کہے کہ  
اللہ تعالیٰ اسے سزا دے تو اسے سزا  
دی جائے گی۔

تیسرا باب نماز میں سجدہ کی بات ہے

۱۔ اور نہ ہی اس قسم کے دوسرے کاموں مثلاً غریب اور محتاج کو دینا یا کسی کو سزا دینا  
غلافندی کے لیے تعمیر کی گئی ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ الفاظ زبان اور بدن کا اظہار ہے کہے تاکہ یہ الفاظ  
دینی غرض کے لیے آئے اسے ڈانٹ ڈپٹ ہو۔ محض دل سے یہ چیز صادر ہوگی اور نہ یہ چیز کہ مسلمان کو  
گم شدہ چیز ہے اور اگر زبان و دل دونوں سے کہے اور یہ ارادہ کرے کہ اس کو اپنے فعل کی سزا دے اور نہ یہ کہ  
نہ کرے۔ تو اس طرح کرنا بھی درست ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمِنْ جَائِر قَدَى قَالَ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهُ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْجَنَّةِ  
فِيهِ الشَّجَرَةُ الْمُنْتَنَةِ فَلَا يَقْرُبُ  
مَسْجِدَنَا وَإِنَّ الْمَلِيكَةَ تَأْذِي مِمَّا  
يَأْذِي مِنْهُ الْإِنْسُ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس پر بودار  
 (پایا بسن) درخت سے کھائے تو وہ ہماری مسجد  
 کے قریب ہو گز نہ اُسے۔ کہ مانکہ کو بھی اس چیز سے اذیت  
 پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو اذیت پہنچتی ہے۔  
 (بخاری و مسلم)

۱۷۔ جیسا کہ یاہسن مراد ہے۔ فضل ثانی میں آ رہا ہے کہ جو شخص ابن دود بخون سے کچھ کھائے تو وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

۱۷۔ اور جو چیز ہی ماحول ہو جسے غیر ماکولات میں بدل دیا ہو اس کا یہی حکم ہے۔ جیسے منہ کا گندہ ہونا یا بیلوں کا گندہ ہونا وغیرہ۔ پھر مسجد کے حکم میں ہیں تمام وہ مجالس اور عبادات کے جیسے اکٹھا ہونے کی جگہیں۔ جیسے مجلس علم و ذکر اور سب علمائوں کی مجالس خیر۔ اور مسجد سے خاص مسجد نبویؐ اور نبویؐ ماسکے لیے بعض روایات میں مسجدنا جمع کے لفظ سے کہا ہے۔ اور بعض روایتوں میں مسجدی کا لفظ بھی واقع ہو رہا ہے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ بالاتفاق محض وہ ہے۔ بطریق شک۔ یا نہ نہیں کیونکہ اس چیز کی کراہت مسجد نبوی شریف میں نہایت اشد و بدتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تم کو کنگاہ  
 پہنچاؤ اعدائے کفار یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے  
 (بخاری و مسلم)

وَمَنْ أَمَرَ النَّبِيُّ مِنْكُمْ شَيْئًا فَعَلُوا بِهِ  
وَمَنْ نَهَى عَنْ شَيْئٍ فَاذْهَبُوا مِنْهُ  
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اسی طرح مسیح میں تھوکتا نہ جانتے۔ اور ان کی کسی قسم کی ایسا کر لیا تو اس کا تلافی یہ ہے کہ اسے زمین میں دفن کر  
دیا جائے۔ لہذا ان کے لئے اور اس کے ساتھ ہے۔ مترادف الفاظ ہیں۔ بمعنی منہ سے تھوک باہر پھینکنا اور  
پھینکنا۔ اس کے ساتھ ہی کہتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے تو میں نے اس کے اچھے اعمال سے یہ بات دیکھی کہ راستہ سے تکلیف

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ  
عَلَى أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنًا وَبِئْسَتِهَا  
فَوَجَدْتُ فِي مَعَاوِنِ أَعْمَالِهَا الْإِذْوِ

دعوتِ شکاری جانتے اور ان کا براہِ عمل مسجد  
میں تھوکنے یا یا جسے دین نہ کیا گیا ہو

يُنَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ وَيَجِدُ فِيهِ  
مَسَافِرًا أَعْمَالُهَا النُّفَاعَةُ تَكُونُ  
فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(اسلم شریف)

۱۔ اصل میں لفظ تمامہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے۔ سینہ سے آنے والا منہ کا تھوک یا تانک  
سے نکلنے والا مواد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے  
کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو اپنے منہ سے تھوک  
کیونکہ جب تک کہ وہ اپنا جانے نماز میں ہے اپنے منہ کا  
منہ مٹا کر رکھتا ہے اور نہ اپنے منہ کی تھوک کہ  
اگر مائیں جلاب فرشتہ ہوتا ہے اور پانی کے پانی  
بلبل تھوکر پانی تھوکر سے کچھ نہ ہوتا ہے وہی تھوکر  
اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ  
جب کھاتے ہیں قدم نہ کھینچیں کہ تھوکر نہ پڑے

۶۵۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ  
أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْسُقْ أَمَامَهُ  
فَاتِمًا يُنَاجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ  
وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ  
مَلَكًا ذَلِيلٌ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ هَتَّ  
قَدَمَيْهِ فَيُدْفِنُهَا وَفِي مَعَاوِيَةَ أَبِي  
سَعِيدٍ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی جانبِ قبلہ کو۔

۲۔ بعض نسخوں میں ظہار کی بجائے نام یا جی نہ یا ہے اور اس حالت میں اگر یا رب تعالیٰ کے نام سے کہے گئے  
اور مقابل ہوتا ہے۔ اس لیے قبلہ کی جانب تھوکرنا اوب کے خلاف ہے۔  
۳۔ جو بڑا عالی مرتبت فرشتہ اور کاتبِ حسنات اور رحمت الہی کے ساتھ ہر کسی کے ساتھ ہے اور ظاہر و باطن میں غالب  
ہے یا اس سے وہ فرشتہ مراد ہے جو نماز کے وقت نماز کے محل کی تائید الہی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ  
کے لیے آتا ہے۔ اور نماز کی زیارت کرنے والے کی طرح ہے اور اس کی تائید کرنا ہے کہ اس کی تائید  
کہ اپنے دائرہ کا احترام ان فرشتوں سے بڑھ کر ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں یعنی کواکب و جنات  
۴۔ اس طرح غیر مسجد میں کرے اور جب مسجد میں ہو تو تھوک پیر سے ملے کر نہ کرے۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ تھوک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ سے نکالا

۶۵۹ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ

الَّذِينَ لَمْ يَقْعُوا مِنْهُ لَمَنْ اللَّهُ الْيَهُودَ  
وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ  
مَسَاجِدَ -

میں جس سے آپ جابر نہ ہو سکے، فرمایا اللہ تعالیٰ  
یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء  
علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب میت کو محسوس کیا تو آپ کو خوف لاحق ہوا کہ آپ کی امت بھی  
آپ کی قبر اللہ کے ساتھ وہی کچھ نہ کرنا شروع کر دے جو یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ  
کرتے تھے۔ اس لیے اس کی ممانعت پر تنبیہ کرنے کے لیے آپ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی جنہوں نے اپنے  
انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

سجدہ گاہ بنانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی قبر کی طرف سجدہ کریں انہیں معبود جانتے ہوئے جس طرح  
کہ بہت سے بت پرست بتوں کی پر جا کرتے ہیں۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ مقصود و منظور تو خدا تعالیٰ کی عبادت ہی ہو۔ مگر یہ اعتقاد رکھیں کہ حق تعالیٰ کی عبادت اور  
نمازیں اس کی قبر کی طرف توجہ و قرب در مناسبت حق تعالیٰ کا موجب و ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی بڑی  
قدروترتیب ہے۔ کہ یہ چیز بھی عبادت پر مشتمل اور اس میں انبیاء و کرام علیہم السلام کی تعظیم میں مبالغہ اور زیادتی پائی جاتی  
ہے۔ یہ وہی طریق ناپسندیدہ اور نا شروع میں پہلی صورت تو شرک جلی اور کفر ہے۔ دوسری صورت بھی حرام ہے  
کہ اس میں بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس دوسری صورت میں شرک خفی ہے۔ اور دونوں  
صورتوں کا ترکیب انسان لعنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

اور بقصد تعظیم و تکریم کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کی طرف منہ رکے نماز ادا کرنا حرام ہے۔ اس حرمت میں کسی کا بھی  
اختلاف نہیں ہوا اگر کسی کے قریب سجدہ تعمیر کوئی یا مختلف ادا کریں بغیر اس کے کہ نماز میں اس کی طرف توجہ کی جائے تاکہ  
اس کے جسد مطہر کے منہ کے پڑنے کی برکت احسان کی روحانیت کی ذرا نیت کی امداد سے عبادت میں کمال پیدا  
ہو جائے اور عبادت شرف قبولیت حاصل کرے۔ تو اس نیت اور اس طریقہ میں کوئی خرابی اور کوئی حرج نہیں  
ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد تقی الہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا وَرَأَيْتُمْ  
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ  
أَنْبِيَائِهِمْ وَمَسَاجِدَهُمْ مَسَاجِدَ أَلَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے  
سننا اگاہ رہو بیشک تم سے پہلے لوگ اپنے  
نبیوں اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔



فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ رَأَيْتُمْ أَنفُسَكُمْ عَنْ ذَلِكَ -

آگاہ رہو کہ قبور کو مسجد گاہ نہ بناؤ۔ بے شک میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

دَعَاءُ مُسْلِمٍ

(مسلم)

۱۔ جذب حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ آپ کے علاوہ بھی صحابہ کرام میں جذب نام کے حضرات ہیں۔ ایک جذب بن عبد اللہ بخلی۔ اور ایک جذب القشیری مہر قسین ہیں۔ ہوسکا کہ یہاں کون سے جذب مراد ہیں۔

۲۶۱ عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ قَبْرَ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا هَا مُبَوًّا رُفِيقًا عَلَيْهِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کر دو اور اپنے گھروں کو قبر بن کر نہ بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی نفل نماز تاکہ اس کی برکت، نورانیت ان میں اثر کرے۔ اور نہ عبادت بحکم تمہارے گھر منور درویش ہو جائیں۔

۲۔ یعنی اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ بناؤ کہ گھروں کی طرح ان میں پڑھنے سے بہرہ۔ اور کوئی کلام نہ کر دو۔ یا سوائے رہو۔ اور چونکہ غیند میں ہے موت کی۔ اس لیے جس گھر میں لوگ سوتے ہیں وہاں وہ گھر قبر کے مشابہ ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۲۶۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ دَعَاءُ الْمُتَوَضِّعِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ (ترمذی و شریعت)

۱۔ یہ بیان مدینہ طیبہ کے قبلہ سے متعلق ہے کہ مدینہ طیبہ سے قبلہ جانب جنوب واقع ہے۔ مدینہ طیبہ کے جنوب شمال میں ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان جہات میں سے کوئی جہت ایسی نہیں کہ اختلاف جہات کے باوجود کسی نہ کسی قوم کا قبلہ واقع نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ غَرَامٍ۔ یعنی تم جہاں بھی ہو اپنے چہرے مسجد حرام کی طرف کرو۔

۳۳۔ وَعَنْ هَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا  
وَقَدْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَ  
أَخْبَرَنَا أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُضَيْلٍ طَلُوعًا فَقَدِمَا  
بِنَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَخَضَّعَ ثُمَّ صَبَّ  
لَنَا فِي أَدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَقَالَ اخْرُجُوا  
كَذَا أَتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَافْكِرُوا بِعَمَلِكُمْ  
وَأَنْتُمْ مَكَانًا بِهَذَا الْمَاءِ وَ  
اتَّخِذُوا مَا مَسِجِدًا قُلْنَا إِنَّ الْبَلَدَ  
بَعِيدٌ وَالْحَرَّ شَدِيدٌ وَالْمَاءُ يَنْجَفُ  
فَقَالَ مُتَوَدِّعًا مِنَ الْمَاءِ كِفَايَةً لَا  
يَكْفِيكُمْ إِلَّا كَيْفَا  
(رواه النسائي)

حضرت ہلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
ہم لوگ وفد کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوئے ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز  
پڑھی۔ اور ہم نے آپ کو بتلایا کہ ہمارے علاقہ میں ہمارے  
ایک کلیسا (عبادت خانہ) ہے۔ اور ہم نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک سے پچھے ہوئے پانی سے  
بخشش طلب کی۔ آپ نے پانی منگوایا اور کھلی کی۔ پھر  
آپ نے اسے چڑے کے ایک برتن میں ڈال دیا۔ پھر  
ہمیں فرمایا اب تم لوگ جاؤ اور جب تم لوگ اپنے علاقہ  
میں پہنچو تو اس کلیسے کو توڑ دو اور اس کی جگہ یہ پانی  
چھڑک دو اور اس جگہ مسجد بنادو۔ ہم نے عرض کیا ہمارا  
علاقہ حینہ منظر سے دور ہے۔ گرمی سخت ہے اور پانی  
خشک ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اور پانی ٹاکراں پانی کو  
بڑھاتے رہو۔ کہ یہ پانی مزید ملائے گئے پانی کی برکت میں  
امنانہ کرے گا۔ (نسائی)

۱۔ حضرت ہلق بن علی صحابی ہیں۔ ان سے حدیث روایت کی ہے۔ قیس نے اور عبد اللہ بن براء ایک  
جماعت نے

۲۔ وفد وفد کی زیر اور خاصا کن سمجھا جاتا ہے جماعت کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے سردار کے پاس آئے کسی  
ہم کے لیے یا زیارت یا جنگی گری کے لیے۔ حضرت ہلق کی یہ جماعت بیعت اسلام کے لیے حضور کی خدمت میں  
حاضر ہوئی تھی۔

۳۔ اصل یہ لوگ نصاریٰ تھے۔ حاضر خدمت اقدس ہو کر ایمان لائے اور انہوں نے چاہا کہ کلیسا کو  
توڑ دیں۔

۴۔ اس طرح کے نظریے اس جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منو کا بچا ہوا پانی اس  
مال و خزانے کی طرح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا چاہیے۔

۵۔ یعنی وہ کلیسا توڑ دو۔ اور اس جگہ یہ پانی چھڑک دینا تاکہ دین کے انوار و برکات اس جگہ کے مثال



اَللّٰهُ مَعَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ  
يَتَشَفَّعُ لَكُمْ اَبْنُ حَبَابٍ  
لَقَدْ خَرَفْنَا كَمَا دَخَرْتُمُ الْيَهُودَ  
وَالنَّصَارَى -

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے  
مسجدوں کو چڑھنے کی گنجائش دینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں البتہ تم لوگ خود مسجدوں  
کو نقش و نگار کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا ہے

(ابوداؤد)

(نَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ)

۱۔ اصل میں لفظ تشید آیا ہے جس کا معنی ہے بلند کرنا آراستہ کرنا اور نقش و نگار کرنا۔  
۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لوگوں کی عادت و حالت بیان کرتے  
ہوئے فرمایا۔

۳۔ اصل میں لفظ زخرف استعمال ہوا ہے۔ یعنی طلا اور معنی چیز کا کمال من و جمال یعنی لوگ مساجد میں نقش و نگار  
کریں گے۔ اور ان پر سونے کا کام کریں گے۔

بعض متاخرین نے اسے جائز قرار دیا کہ جب لوگ اپنے مکانات کو بلند و آراستہ اور منقش بناتے ہیں۔  
اگر لوگ مساجد کو سادہ اینٹ مٹی سے بنائیں گے تو شاید عوام کی نگاہ میں ان کی عزت گر جائے۔ اور وہ لوگوں کو حقیر  
دکھائی دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی آمد  
میں سے ہے کہ لوگ مسجدوں کے بنانے میں ایک  
دوسرے پر فخر کریں گے

(ابوداؤد، نسائی، دارمی و)

(ابن ماجہ)

۳۳۱ وَ عَنِ ابْنِ قَالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
مَعَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ وَ مَسْجِدَاتٍ مِنْ  
اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّجْعَلَهَا النَّاسُ  
فِي الْمَسَاجِدِ -

نَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ وَ التَّحَاوِي وَ التَّلَا  
وَ ابْنُ مَاجَةَ

۱۔ بے شک ملائمت قیامت میں سے ہے یہ بات کہ لوگ ایک دوسرے پر فخر کریں گے اور مسجد  
بنانے میں فخر کریں گے مسجد خوبصورت بنائیں گے ان کا نقش و نگار کریں گے اور اونچی اونچی تعمیر کریں گے یہ سب  
کچھ یادداشت کی غرض سے ہو گا تاکہ لوگ ان کی مدح و ثنا کریں۔

انہی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد پریری امت کے اعمال  
پیش کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمکایا جو انسان مسجد

۳۳۲ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
اَللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَ مَسْجِدٌ مِّنْكُمْ عَلَى ابْنِ  
اُمِّي حَقِّ الْقَدَاةِ يُعْرِجُهَا الرَّجُلُ

مِنَ الْمَسِيحِ وَخَرُصَتْ عَلَى ذُنُوبِ  
 أُمَّتِي فَلَمْ أَرَ كُنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُوءِ  
 مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ أَمِيَّةٍ أُورِثَهَا بَعْدُ  
 ثُمَّ نَسِيَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو  
 دَاوُدَ

سے باہر نکلتا ہے اور عجب پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ جس کی قرآن پاک کی صحت یا آیت مطاع کی گئی پہلوں نے اسے جلا دیا۔

(ترتیبی و ابجدی)

۱۔ القذاۃ خس و خاشاک اور گرد و خاک جو مسجد سے باہر نکالی جاتی ہے۔ قذی وہ خاک و خاشاک اور میل جو آنکھ اور پانی میں پڑ جاتی ہے۔ اس مقام پر یہ اشارہ ہے کہ مسجد کی اہمیت و عظمت انسان کے لیے اس کی آنکھ کی طرح ہے کہ وہ اس کی صفائی اور دیکھ بھال کے لیے ہر قسم کی مشقت و تکلیف برداشت کرتا ہے۔ یہ مسجد حیات معنوی کے یا چشمہ مسفا اور شیریں پانی کی طرح ہے کہ اگر اس میں کسی نوع کی تیزگی پیدا ہو جائے تو جو شخص اسے پاک صاف کرے گا وہ منظور نظر رحمت اور شرب صفوت سے سیراب ہوگا۔

۱۵۔ ان الفاظ میں اس انسان کے لیے سخت طمانت اور جبر ہے جو قرآن پاک یاد کرنے کے بعد فراق و مش  
کروے۔ حضرات شافعیہ کے بعض علماء نے اسے گناہ کبیرہ میں شمار کیا۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے  
پناہ میں رکھے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِيرِ  
الْمُشَارِثِينَ فِي الظُّلُمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ  
بِالنُّورِ الشَّامِ يَوْمَ الْفَيْمَةِ نَعَاءُ  
الْتَرْمِذِيِّ وَأَبُو دَاوُدَ وَتَوَاهُ أَهْلُ  
مَاجَةٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ وَأَنَّهُ

[illegible][illegible]

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا نَافِثُ الرَّجُلِ يَتَعَامَدُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تم کسی آدمی کو مسجد کی خبر گیری لٹی کرتا ہوا دیکھو تو اس کے



مومن ہونے کی گواہی دود کہ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
مسجدوں کی تعمیر وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ پر احدیوم  
آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

(دارمی)

السَّجْدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِأَلَا يُشَاقُّ تَقَاتُ  
اللَّهُ يَقُولُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ  
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
تَقَاءُ التَّوَمِدِي وَأَبْنُ مَكَاةٍ وَ  
الدَّارِمِي

۱۔ تعمید یعنی دیکھ بھال، خبر گیری کسی چیز کی حفاظت کا خاص خیال رکھنا۔ اس کی مرمت کرنا۔ اس کی جاربوب  
کشی کرنا۔ اس میں نماز ادا کرنا۔ عبادت میں مشغول رہنا، ذکر الہی کرنا وغیرہ علوم کا درس دینا یہ سب مسجد کی خبر گیری کی اعلیٰ  
اور افضل اقام ہیں۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں ہم نے عرن کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
آپ ہمیں خصی ہونے کی اجازت دے دیں۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ ہم میں سے نہیں جس نے کسی  
کو خصی کیا یا غرضی ہو گیا بیشک میری امت کا خصی ہونا  
یہ ہے کہ وہ روز سے رکھے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں ہم  
نے عرن کیا ہمیں گھوڑے پھرنے (درخت نوروی) کی عبادت  
دے دیں فرمایا میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ  
ہے حضرت عثمان نے عرن کیا ہمیں عزت و گوشت نشینی  
کی اجازت دیں فرمایا میری امت کی عزت و گوشت نشینی  
مسجدوں میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا ہے۔ (شرح مستدر)

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ قَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُذِنُ لَنَا فِي الْإِفْخَاصِ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَلَمَ لَيْسَ وَمَا مِنْ خَصِي وَلَا اخْتِمَ  
إِنْ خَفِصَ أُمَّتِي الْعَقِيَامُ فَقَالَ أَتُذِنُ  
لَنَا فِي الْعَقِيَامِ قَالَ إِنْ وَصِيَا حَقَّ  
أُمَّتِي الْحِكْمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ  
أَتُذِنُ لَنَا فِي التَّرْهِيْبِ فَقَالَ إِنْ تَرَهَّبَ  
أُمَّتِي الْبُغْلُوسُ فِي الْمَسَاجِدِ أَوْتَقَارَ  
الْقَهْلُوسِ

وَالْأُفِي كَرَمِ الشُّكْرِ

۲۔ تاکہ ہم لوگ زمانہ کے خطرے اور اس کے دوسروں سے بچے رہیں۔

۳۔ یعنی وہ ہمارے طریقہ و سنت پر نہیں۔

۴۔ کہ رخصہ سے انسان کی شہوت طبعی و نفسانی ٹوٹتی ہے خصوصاً جب کہ جوارح اعتقاد اور قوی کو غیر شرع  
اور غیر پسندیدہ کاموں سے بچائے رکھے۔

۵۔ یعنی میری امت کی سیاحت راہ خلا میں جہاد کے لیے نکلنا اور کھلاہ سے جنگ کرنا ہے یعنی زمین میں  
گھرنا پھر نابہ نیت جہاد محمود و مستحسن ہے اس کے بغیر بے ہودہ اور لالچینی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔

۱۵۔ سیاحت فی الاسلام۔ یعنی اسلام میں سیاحت نہیں ہے۔

۱۶۔ یعنی ہمیں رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت دے دیں جس طرح بعض اہل کتاب یہود و نصاریٰ کرتے تھے۔ کہ وہ عزالت و گوشہ نشینی اختیار کرتے اور شامل دلفات دنیا سے بالکل الگ تھلک ہو جاتے۔ زنا و غیرہ کے ارد و گرد ہرگز نہ گھومتے بلکہ ہر چیز سے یکسوئی اختیار کر لیتے انہیں راہب کہا جاتا۔ لفظ ترہب رب سے بنا ہے۔ بمعنی خوف۔

۱۷۔ کہ سب لوگوں اور ہر چیز سے منہ پھیر کر پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں وہ رہبانیت جو عیسائی راہبوں نے اختیار رکھی ہے کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کا انجام بھی اچھا نہیں اور اس پر پوری پابندی بھی نہیں کر سکتے۔

۴۶۱  
وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَاقٍ عَزَّ وَجَلَّ فِي  
أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ رَفَعَهُ يَخْتَصِمُ  
الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَفَتَأْتِي أَعْلَمُ  
قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَوَجَدَتْ  
بَرْدَهَا بَيْنَ شَتَايَ فَنَزَلْتُ مِمَّا  
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَاوُ  
كَذَلِكَ نَرَى رُؤْيَا بِنَاوِيحِ مَلَائِكَةِ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّكَ هُوَ  
الْمَوْقِنُ۔

تِلَاوَةُ الدَّاعِي فِي مَرَسَلَةٍ لِلنَّبِيِّ  
نَحْوًا عَنْهُ وَعَنْ ابْنِ جَبْرِ وَنَحْوِ  
ابْنِ جَبْرِ وَكَأَدِيهِ قَالَ يَا مُعْتَدِلُ  
هَذَا تَدْوِي فِي فَيْمٍ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ  
الْأَعْلَى قُلْتُ كَعَرَفِي الْكَفَّارَاتِ  
وَالْكَفَّارَاتِ الْمَكْتُبَةِ فِي الْمَسْجِدِ  
بَعْدَ الصَّلَاةِ وَالْمَشْهُ عَلَى الْأَقْدَامِ

حضرت عبدالرحمن بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے  
ایک شخص کو دیکھا اچھی صورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
بتاؤ بلند ترین فرشتوں کی جماعت کس بارے میں جھگڑ رہی  
ہے۔ میں نے عرض کیا تو بہتر جانتا ہے حضور فرماتے ہیں  
پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست پا کہ میرے ہاتھوں پر رکھا  
کہ عیسائی رکھتا ہیں نے اس ہاتھ کو ٹھنک اپنے  
درد ناک پستان کے درمیان پھر کہہ تھیں نے حال  
لیلا کہ اس مالک اللہ عزوجل نے اسے اسے اپنے  
پے اپنے ہاتھوں پر رکھا۔ وَكَذَلِكَ نَرَى رُؤْيَا بِنَاوِيحِ مَلَائِكَةِ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّكَ هُوَ الْمَوْقِنُ۔

اسے دیکھنے والے نے فرمایا یہ کلام ترمذی نے  
اس کی شکل روایت کیا الفاظ میں قدرے اختلاف ہے  
ساتھ ہی عبدالرحمن بن عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
میں نے اس میں زیادہ کیا کہ فرمایا اسے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کیا تو جانتا ہے مقربین فرشتے کس چیز میں گفتگو  
کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں گفتگو کرتے ہیں کفار سے  
میں (جن نیک کاموں سے گناہ جھڑتے ہیں) اور

إِلَى الْجَنَاحَاتِ وَإِسْلَاحُ الْوُضُوءِ  
فِي الْمَكَارِهِ وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ  
بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ وَكَانَ مِنْ  
خَطِيئَتِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَقَالَ  
يَا مُسْتَعِدُّ إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ اللَّهُمَّ  
إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ  
الْمُنكَرَاتِ وَحُبَّ السَّائِكِينَ فَإِذَا  
أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَأَفْضِنِي  
إِلَيْكَ غَيْرَ مُفْتُونٍ قَالَ وَالَّذِي بَكَتُ  
رَأْسَاءُ السَّلَاحِ وَأَطْعَامُ الطَّعَامِ  
وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَ  
لَقَدْ هَذَا الْحَدِيثُ كَمَا فِي الْمَصَابِيحِ  
لَمْ أَجِدْكَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَّا فِي  
شَرْحِ الشُّنَّةِ -

وہ ہیں نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور باجماعت نمازوں  
کے لیے سیدیل ہل کر جانا اور ناگوار کسی کی حالت میں وضو  
پورا کرنا جمایا کرے گا غیر کے ساتھ زندہ رہے گا۔  
اور غیر کے ساتھ ہی مرے گا۔ اور وہ گناہوں سے اس طرح  
پاک ہو جائے گا جس طرح آج ہی ماں کے شکم سے پلایا  
ہے اور فرمایا کہ محمد جب تو نماز پڑھ لے تو کہہ اے اللہ  
میں تجھ سے بچی کرنے کا سوال کرتا ہوں اور برائیوں کو چھوڑ  
کا اور کمینوں سے دوستی کا۔ اور جب تو اپنے بندوں کے  
ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھ کو اپنی طرف اٹھالے بغیر  
فتنہ کے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے درجہ دے عمل یہ ہیں  
سلام کو عام کرنا، کھانا کھلانا، اور رات کو جب لوگ سوئے  
ہوں نماز پڑھنا۔ اس حدیث کے لفظ جس طرح معنی  
میں ہیں میں نے نہیں پائے۔ عبدالرحمن سے مگر شرح  
سننے ہیں۔

۱۔ طیش یا تمنا تیرے دشمن کے ساتھ۔ ان عبدالرحمن بن عائش کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوہام  
نے کہا۔ میں نے بھی عبدالرحمن کی روایت میں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اس نے خطا کی۔ واللہ اعلم۔  
۲۔ اگر یہ دیکھنا خواب میں ہو جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے تو پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں  
جسے جس کے قلب و قہار کے مطابق شب معراج کو ہوا۔ یا یہ اس امر کے ساتھ مادل ہے کہ آپ نے حق تعالیٰ  
کا شیل کو ایک خالی صورت میں دیکھا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ کہ یہ حق تعالیٰ کا شان و صفات کا بیان ہو تو پھر صورت سے مراد صفت ہوگی۔ کہ وہ صفت جمال و لطف  
و کرم کے ساتھ شبلی ہو رہا ہے۔ صورت کا اطلاق پھر عام ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں صورت حال یہ ہے۔ اور صورت مسئلہ  
یہ ہے اور اگر فی الحقیقت میں حضور علیہ السلام اپنا حال بیان فرما رہے ہوں کہ دیدار حق تعالیٰ کے وقت میں  
بطریق صورت اور مرغوب الحال تھا تو پھر بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کیوں  
خو بصورت نہ ہوں گے۔ مالا کہ یہ وقت مشہود خاص تملی تام اور انعام عام کا وقت ہے۔

۴۔ کلام قرم کے اکابر۔ اشراف کی جماعت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ کون سے اعمال میں جن کی



نفیلت میں فرشتے بحث دھنگو کرتے ہیں۔ یا انہیں قبولیت کے مقام میں فداے جانے میں آپس میں جھگڑتے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا وہ انسان کے فضائل و درغائب پر رشک کرتے ہیں۔ کہ جہانی شہوت کے باوجود ان فضائل و خوبیوں سے مخصوص و مختار اور سرفراز ہے۔

۵۵۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں عرض کیا۔

۵۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت و انعام میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ دراصل یہ آپ کو مزید فضل و کرم اور اکرام و انعام کے ساتھ مخصوص کرنے سے کنایہ ہے جس طرح بادشاہ اپنے بعض خدام کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب کہ انہیں مزید قرب اور افاضہ نعم کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

۵۷۔ یہ قلب اطہر تک فیض کا اثر پہنچنے اور یقین کی ٹھنڈک محسوس ہونے سے کنایہ ہے اور جب اس کا اثر حصول علوم اور وسعت فہم کا موجب و ذریعہ بنا تو فرمایا فعلت ما فی السموات الی آخرہ۔

۵۸۔ یہ تمام کلی و جزوی علوم اور ان کے احاطہ سے عبادت ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کلی و جزوی علوم عطا کر دیے گئے اور آپ کا علم تمام کو محیط ہو گیا۔

۵۹۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال کے صاحب ہونا امکان پر استہزاء کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی ذَکَا اِلَکَ مَدِیْ اِبْرٰہِیْمَ مَمْلُوکَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَلِکُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام آسمانوں اور زمین کے عظیم ملکوت و کائنات پر تسلط و حکومت کی بات فرمائی کہ تُو اِلَکَ مَدِیْ اِبْرٰہِیْمَ مَمْلُوکَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَلِکُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تاکہ حضرات ابراہیم اللہ تعالیٰ کی وصیت و وصایا کو قبول فرمائی کہ تُو اِلَکَ مَدِیْ اِبْرٰہِیْمَ مَمْلُوکَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَلِکُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ میں سے ہو جائیں۔

اہل تحقیق نے کہا ہے کہ ان دو روایتوں میں فرق ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کو آسمان و زمین کی حکومت عطا فرمائی گئی تھی اور ان کے بعد ان کی ذوات و صفات و احوال و باطن و ظہر کو دیکھا حضرت خلیل کو آسمان و زمین کے ملکوت و حجب ذاتی اور وحدت حق کا یقین ہوا جس طرح اہل اسماء و اہل باب و کتب و ادیان و مذاہب و مذاہب کی نوعیت ہوتی ہے۔ اور حبیب پاک کو یقین اور وصول الی اللہ سے حاصل ہوا اس کے بعد آپ نے حقائق و حقائق کو جاننا جس طرح کہ مجذوبوں، مجبولوں اور مظلوبوں کی شان ہوتی ہے۔ اول تو حقیقہ الہی حدیث کے موافق ہے۔ ثانیاً لایت اللہ بعدہ۔ و دوسری تو حقیقہ الہی حدیث کے موافق ہے۔ ارایت شیخ الاسلام اللہ بعدہ۔

۶۰۔ یعنی عبدالرحمن بن عائش جو تابعین سے ہیں۔ بطریق ارسال اسے روایت کرتے ہیں۔

۶۱۔ مزید علوم عطا کر کے کیئے دوبارہ سوال کیا۔

۶۲۔ یعنی جو نیک اعمال گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ تین ہیں۔ ان میں سے ایک ہے نمازوں کے بعد

محبوبوں میں بیٹھے رہنا ذکر و دعا کے لیے یاد دہری غماز کی انتظار کے لیے۔

۴۴۔ جیسے بیماری اور سوز و ہوا کے وقت۔

۱۵۔ حب الساکین، ساکین سے محبت۔ کہ میں انہیں دوست رکھوں۔ یادہ مجھ سے دوستی کریں۔ مال و مطلب

ایک ہے کہ جب میں ان سے دوستی کروں گا وہ مجھ سے دوستی کریں گے کیونکہ انسان اپنے دوست سے دوستی کرتا ہے۔ جانین میں ایک ہی محبت ہوتی ہے جس نے دونوں پر پرتو ڈالا ہوتا ہے۔ نتیجتاً عجب محبوب ہوتا ہے۔ اور محبوب عجب۔

۱۳۔ یعنی جیب تو اپنے بندوں کو ایک دوسرے کو آزمائش اور گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے یعنی ایسی مصیبت و بلا مسلط کرے جس سے ایمان کے چھن جانے کا اندیشہ لاحق ہو جائے۔

۱۷۔ کہ دین و ایمان بجا میرے ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ اور اس طرح کی دعائیں تعلیم امتداد اور ان کو ڈرانے کے لیے ہیں۔

۱۵۔ کفار امت کا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مزید تعلیم دینے کے لیے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی طرف سے مزید علم حاصل ہونے پر اپنی امت کے اضافہ علم کے لیے فرمایا یعنی قال کا قائل یا تو اللہ تعالیٰ ہے یا رسول پاک علیہ السلام۔

۱۹۔ یعنی وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں بندوں کی قدروں و منزلت بڑھتی ہے وہ بھی تین ہیں۔

۵۲۰۔ یعنی ہر اشداد و بیگانہ کو علی الاعلان بتائیں سلام کہتا۔

۵۲۱۔ یعنی مسکینوں محتاجوں کو کھانا کھلانا اور ان پر مددہ کرنا اور ان کی امداد و اعانت کرنا۔

۱۲۔ تیسری چیز بات کو اس وقت غماز بنانا چاہیے کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ کہ اس وقت کی غماز صدق و اخلاص کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس میں خشقت و ریاضت زیادہ ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندہ خاک و قوامع اور ریاضت کو جامع ہونا چاہیے۔

تیرتیر و کجواست و کرامت بسپرد  
 هر که این هر دو ندارد عدش به ز وجود

جو کہ نہی مصلحت ہے۔ اور اس کی عزت عبادت الہی سے ہے جس میں یہ دونوں تہوں اس کا نہ ہونا ہونے سے بتر ہے۔

۵۲۳۔ یعنی اس حدیث کے الفاظ اس طریق پر جو معانی میں ہیں۔ میں نے ان کو عبد الرحمن بن مالک سے نہیں پایا مگر شرح سنہ میں اور یہ بھی صاحب معانی کی تصنیف ہے۔

۳۶۲ وَ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ  
 كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ رَجُلٌ خَرَجَ  
 غَارِبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى  
 اللَّهِ حَتَّى يَتَوَقَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ  
 أَوْ يُرَدِّدَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ  
 وَ رَجُلٌ تَرَاخَى إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ  
 عَلَى اللَّهِ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتًا  
 بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ -  
 (نَوَافِلُ أَبِي دَاوُدَ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمی جو  
 ہیں جن کی ضمانت اللہ کے ذمہ ہے۔ ایک وہ آدمی جو  
 اللہ کے راستے غازی بن نکلا۔ تو وہ اللہ کی ضمانت میں  
 ہے یہاں تک کہ اللہ اسے وفات دے اور جنت میں داخل  
 کرے یا اسے اجرو ثواب کے ساتھ واپس کر دے یا غنیمت  
 دے کہ واپس گمراہی سے اور ایک وہ آدمی جو مسجد کو گیا  
 اس کی ضمانت بھی خدا تعالیٰ پر ہے یہاں تک کہ وہ شخص جو اپنے گم  
 راہی کے ساتھ داخل ہوتا ہے اس کی ضمانت بھی اللہ تعالیٰ  
 کے اوپر ہے۔ (البراد و شریف)

۱۔ یعنی حضرت ابوامامہ یا اہل صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ایک ابوامامہ تابعی ہیں۔ مگر مشہور صحابی ہیں۔  
 ۲۔ کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو آدمی اپنے ذمہ کرم  
 کرے گا۔ کہ وہ تین آدمیوں کو ہر نقتہ اور خسارے اور دینی و دنیوی ضرورت سے بچائے گا۔  
 ۳۔ ان تین میں سے ایک وہ آدمی ہے جو گمراہی سے اور وہ جہاد سے نکلا۔  
 ۴۔ یہ اس کے لیے دینی سعادت ہے۔  
 ۵۔ یہ بھی دینی سعادت ہے۔

۶۔ یہ دنیوی سعادت ہے۔ مختصر یہ کہ مجاہد فی سبیل اللہ کو ہر حالت میں دینی و دنیوی سعادت ضرور حاصل  
 ہوتی ہے۔

۷۔ یعنی اس کی حفاظت و رعایت اور اسے اجرو ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔  
 ۸۔ گمراہی کے ساتھ داخل ہونے کے دو معنی ہیں ایک کہ گمراہی میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو  
 سلام کہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی ضمانت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے گمراہوں کو  
 خیر و برکت عطا کرے گا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ امن و سلامتی کے لیے اپنے گمراہی رہے گمراہی سے باہر نہ نکلے اور لوگوں کی صحبت و  
 مجلس سے الگ نہ رہے۔ اس صورت میں سلامتی سے آفات و بلیات سے سلامتی مراد ہوگی اور جو حکم و بیایاں وہ قسم سے  
 دوسری قسم ظاہر تھی۔ اس لیے اس کی صراحت نہ فرمائی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ  
مُتَطَهِّرًا إِلَى اللَّهِ مَكْتُوبَةً قَاجِرَةً  
كَاجِرِ الْحَاكِمِ الْمُخِيرِ وَمَنْ خَرَجَ  
إِلَى تَسْبِيحِ الصُّبْحِ لَا يُتَصَبَّأُ إِلَّا  
بِأَكْأَ قَاجِرَةً كَاجِرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلَاةٍ  
عَلَى أَكْثَرِ صَلَوَاتِهِ لَا تَفُوتُ بَيْنَهُمَا يَتَبَّ  
فِي عِلَّتَيْنِ -

دَعَاءُ أَحَدُ وَأَبُو هَالِدٍ

انہیں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر  
سے بالمحاربت فرض نماز ادا کرنے نکلا تو اس کا اجر دو ثواب  
مجموعہ حاجی کے اجر و ثواب جتنا ہے اور جو شخص نماز چاشت  
کے لیے نکلا اس نے خالص نماز کے لیے ہی یہ مشقت  
اٹھائی اسے عمرہ کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور  
ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کے دونوں کے  
درمیان بے ہودہ شکوک و طعن نہ ہو، ایسا مل ہے جو حافظہ ملائم  
کے دیوان میں کھاجاتا ہے سوا اعلیٰ و اشرف مراقب دلائل ہے  
(علامہ نے کہا ہے طہین ساتویں آسمان میں ایک میگہ کا نام ہے)

(احمد و ابو داؤد)

۱۔ نماز کے خاتمہ پر ہے اور وضو احرام کے مشابہہ دونوں میں ویرہ تشبیہ گھر سے باہر نکلنے کے وقت سے  
لاکھ دایں آئے ہیں اگر دو ثواب کا ثبوت ہے جیسا کہ باب فضیلت نماز میں واقع ہوا ہے۔ تمام وجوہ سے ثواب میں  
مساوات ہوتی ہے یہاں یہ ناقص کو کامل سے لاحق کرنے کے قبیلہ سے ہے۔ زیادہ رغبت دلانے کے لیے  
دورہ اجر و ثواب تو مشقت و ریاضت کے مطابق ملتا ہے۔ اگرچہ نماز فی نفسہ اہم اور افضل ہے۔

۲۔ تسبیح اور تکیہ پیش کے ساتھ فعل نماز کو کہتے ہیں۔

۳۔ حکم دیا اور کسی اور فرض کی ملاوٹ اس میں نہ ہو۔

۴۔ خروج کی نسبت اس طرح ہے جس طرح فعل نماز فرض نماز کے سامنے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ  
جنت کے باغات میں سے گزرو تو ان میں چریا کرو۔  
(کچھ کھالیا کرو) عرض کیا گیا یا رسول اللہ جنت کے باغات  
کیا ہیں۔ فرمایا مسجد میں۔ عرض کیا گیا چرنے کا کیا مطلب  
یا رسول اللہ فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ  
الا اللہ واللہ اکبر، پڑھنا۔

وَعَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
مَرَرْتُمْ بِبَغْيِ الْجَنَّةِ فَأَنْتُمْ  
قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا بِيَائِي الْجَنَّةِ  
قَالَ الْمَسَاجِدُ قِيلَ وَمَا الرَّحْمَةُ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ  
لَهُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ





۱۵۔ حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما تابعیہ ہاشمیہ میں حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم کی بیٹی تھیں۔ ان سے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جب حضرت حسن وفات پا گئے تو عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ یعنی فاطمہ صغریٰ دختر حضرت امام حسین اپنی جدہ (دادی) فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔

۱۶۔ یعنی خداوند اعلیٰ کے گناہ بخش دے۔ آپ نے یہ الفاظ تعلیم امت کے لیے فرمائے۔ اسی لیے یہاں آپ نے اللہ صلی علیہ وسلم یا اللہ علی نہ فرمایا یا اللہ اغفر محمد نہ فرمایا۔ یا اس اسم شریف کو صلوۃ و رحمت سے جو مناسبت ہے اسے اللہ اغفر فی میں جو انکسار و تواضع پائی جاتی ہے۔ اس کے پیش نظر آپ نے اللہ اغفر فی کا کلمہ اختیار فرمایا۔  
۱۷۔ کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کی وفات کے وقت آٹھ سال سے نادمہ کر کے نہ تھے۔ لہذا اس حدیث میں کوئی راوی متروک ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب من ابیہ عن جدہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور مسجد میں غریب و فروخت سے بجا منع فرمایا۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ لوگ جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنا کر مسجد میں بیٹھیں۔

۳۹۹ وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْإِشْتِرَاءِ فِيهِ وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ -

(البوداد و الترمذی)

نَعَاهُ أَبُو ذَاكَد وَ التِّرْمِذِيُّ

۱۸۔ یعنی ایسے اشعار جو جھوٹ و باطل ہوں کمان کا پڑھنا ناجائز ہے خصوصاً مسجد میں جو طاعت و عبادت کی جگہ ہے۔ گزشتہ تفسیر میں تو یہ داری تعالیٰ سبحانہ یا لغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے متبعین یا موافق و ناصح پر مشتمل ہوں وہ ہر حالت میں ہر جگہ محمود و مستحسن ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے لیے جو آپ کی مدح اور آپ کے دشمنوں کی مذمت میں جو کرتے تھے، مسجد میں نہ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے روح قدس حسان کی مدد و تائید کرتا ہے۔ جب تک کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ اور ملافت کرتا رہتا ہے۔  
۱۹۔ دیگر روای میں معاملات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

۲۰۔ اگرچہ یہ حلقہ بنانا مذکورہ علم و فضل ذکر کے لیے ہو۔ اس ملافت کی چند وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ حلقہ بنانا نمازیوں کی ہیبت اجتماع کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز جمعہ کا اجتماع عظیم ذمہ داری کا کام ہے۔ جب تک اس سے فراغت نہ ہو جائے کسی اور کام میں مشغول ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ نماز سے پہلے

حلقہ بنا کر بیٹھنا اس عظیم کام سے غفلت کا دم ڈالنا ہے۔ ان دو وجہوں کے تحت یہ بھی صوفیہ کے خاص نہ ہوگی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ وقت خاموشی اور توجہ سے غلبہ سننے کا وقت ہے۔ اس وجہ کے مطابق یہی غلبہ کے نزدیک حلقہ بنانے سے متعلق ہے۔ پھر پہلی دو وجہوں کے مطابق یہی تشریح ہوگی اور تیسری وجہ کے مطابق یہی تشریح ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہو اور گھوڑہ کو کو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ ڈالے اور جب تم کسی آدمی کو مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرتا ہو اور گھوڑہ کو کو اللہ تلاش نہ پزیر تجھے ظالمین طمانہ کرے۔ اسے ترقی اور دینی نے روایت کیا۔

حضرت عظیم بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے سے سچ فرمایا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے اجر دے گا۔ اس حدیث کی بانی۔ ابیہ اللہ نے اس حدیث سے سنیں روایت کیا۔ اس حدیث کی بانی۔ ابیہ اللہ نے اس حدیث سے اپنے بانی کی کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں جابر سے روایت کیا۔

اسلام خوام مانے پہلے کمرہ اور ناز کے ساتھ۔ آپ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس تھے اور وہیں آپ ام الخلیل سے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ ایک سو بیس سال مرثیٰ عاقلہ سال یا ایسے ہی گزشتے اور ساٹھ سال اسلام میں اشراۃ قریش اور نقلائے قوم میں سے تھے۔ آپ کے باقی حالات و تشریح جگہ مذکور ہیں۔

۵۔ جیسے حدیث احزاب دینہ۔ چاہیے کہ حد کے ثبوت کے بعد اس کا اجرا مسجد کے باہر کر لے سکے باہر ہی قصاص میں اسے قتل کریں۔

۶۴۸ وَ عَنْ رَافِي مُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تَبَاعَرْتُمْ وَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ مَآلَةً فَقُولُوا لَا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ -

۶۴۹ وَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنْ يُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ وَأَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ -

رواه أبو داود في سننه و صاحب جامع الأصول في سنن حاكم و في المصابيح عن جابر

۱۲۔ یعنی جامع الاصول میں حکیم سے خزام کی طرف نسبت کرنے کے بغیر روایت کی نگاہ میں یہ ہے کہ حکیم سے حکیم بن خزام ہی مراد ہے کہ صحابہ میں بھی ایک حکیم بن خزام ہیں۔ دوسرے حکیم بن معاویہ السمری ہیں ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

۱۳۔ اور یہ روایت اصول میں موجود نہیں ہے۔

حضرت معاویہ بن قرقؓ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درود ختموں سے منع فرمایا یعنی پیاز دہن سے اور فرمایا جو شخص انہیں کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اور فرمایا اگر تم نے ضرور کھانا ہی ہو تو پھر ان کو پکا کر مار لو۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ يَعْصِي الْبَصَلَ وَالْثَوَمَ وَقَالَ مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ أَكْلِهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْعًا.

(البيهقي)

(دَوَاؤُ الْبُذَادِ وَ)

۱۴۔ آپ تابعی عالم ہیں۔ یوم الجمل کے دن پیدا ہوئے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ آپ کو ستر صحابہ کی روایت نصیب ہوئی۔ یہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے قتادہ اور شعبہ اور اعلمش وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

۱۵۔ بقرۃ قات کی پیش اور راکی شد کے ساتھ۔

۱۶۔ مگر چند صفحات میں مذکور ہو چکا ہے کہ کھانے وال چیزوں میں سے ہر بدبودار چیز کا یہی حکم ہے اور مسجد سے ہر کچرہ اور نجس چیز کی بھاس و بھاس کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ مگر قبرستان اور حمام۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْقُبُورَ وَالْحَمَامَ وَدَوَاؤُ الْبُذَادِ وَ التَّيْمُونِ وَ

(البيهقي، ترمذی، داسی)

الذامی)

۱۷۔ یعنی مسجد کا یہی حکم رکھتی ہے کہ اس میں بلا کر اہست نماز جائز ہے۔

۱۸۔ بقرہ یعنی قبرستان کہ اس میں غالباً ناپاکی پھیلی ہوتی ہے۔ اور اس کی مٹی مردہ سے نکلنے والی نجاست



سے ملی ہوتی ہے۔ اور اگر قبرستان میں کوئی پاک و نیکیت جگہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج و کراہت نہیں۔ بعض اکابر ہیں کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اس حدیث کے ظاہر کی بنا پر۔ اور قبر کی طرف متوجہ کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق حرام ہے۔ اگر بقصد تعظیم ہو ورنہ اس کا حکم بھی قبرستان کا حکم ہے۔ اور عام میں اس لیے نماز منع ہے کہ یہ بے پردگی اور شیطانیں کی جگہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔ مدح میں عید قبرستان میں۔ راستے کے درمیان اور عام میں اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ عید اور بیت اللہ شریف کی چھت پر۔

(ترمذی حاکم و ابیہ)

۹۸۶ وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَسْجِدِ وَالْمَسْجِدِ وَالْمَقْبَرَةِ وَ قَارِ عَصَةِ الْكَرْبِيِّ وَ فِي الْحِمَاوِ وَ فِي مَعَلِنِ الْأَبِلِ وَ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ وَ آثَةُ الْقَوْمِ وَ قَدِ انْزَلَتْ

۱۔ اصل میں لفظ مزبلہ استعمال ہوا ہے۔ یا کی زیر اورویش کے ساتھ یا خانہ ڈالنے کی جگہ یا خانہ اور دیگر نجاستیں۔ اس کے حکم میں یا اس سے بھی سخت تر ہے۔  
۲۔ غیر ذرۃ جیم اور ذرا کے ساتھ حیوانات کے ذبح کرنے کی جگہ چھو کر یہ جگہ بھی نجاست ہے۔  
۳۔ اس لیے اس میں نماز پڑھنا منع ہے۔

۴۔ قارۃ الطریق لوگوں کی گزراہ۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایک خاص گول گول جگہ ہے جس پر چلنے والے یا جانور نہ رہے گا۔ دوسرے لوگوں کے لیے راستہ ٹک ہو جائے گا۔  
۵۔ باہرست اس کے آگے سے گزریں گے تو گناہ گار ہوں گے اس لیے اس جگہ نماز پڑھنا منع ہے۔  
۶۔ گناہ گار ہوگا۔

۷۔ تاکہ اونٹوں کے اوپر اوپر بھاگنے اور حرکت کرنے سے نماز کا دل ٹک نہ ہو۔  
۸۔ ادب کی بنا پر خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز پڑھنے سے منع ہو کر اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

۹۸۷ وَ عَنْ ابْنِ مَرْثُورَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاتِي مَوَاطِنِ الْقَنْبَرِ وَلَا تَصَلُّوا فِي أَحْكَامِ الْأَبِلِ۔

(ترمذی شریف)

وَعَلَا الْقَوْمَ مَدِيْنًا

۱۔ کہ ان کا ادھر اور حرکت کرنا مسجد بجا کریشائی دل کا باعث بنتا ہے۔ جملات بکریوں کے کہ ان میں یہ حرکت نہیں پائی جاتی۔

۲۔ علامہ نے اس میں احتکات کیا ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ دونوں صورتوں میں اس کی یہ علت نہیں کہ وہ جگہ نجس دنیا پاک ہے۔ دور نہ خد جائز ہی نہ ہو اور ناپاک جگہیں انہی میں مخفی نہیں ہیں۔ اور پھر دونوں صورتوں میں یوں کتنا چاہیے تھا کہ آپ نے نجس جگہ نماز ادا کرنے سے منع فرمایا۔ بلکہ اس ممانعت کی علت نجس جگہ کی ہمسائیگی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص وہاں مقعد پچھائے اور اس پر نماز پڑھے تو بھی نماز مکروہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں  
پر لعنت کیا ہے جو قبروں کی زیارت کریں۔ اور ان  
لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو ان قبروں پر مسجدیں بنائیں  
اور چراغ جلا لیں۔

وَمِنْ اُولٰٓئِكَ نَحْنُ الْكَافِرُونَ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى خَلِيْقِكَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى خَلِيْقِكَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ  
وَالْمُسْلِمِينَ

وَعَلَا اَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ

الْبُخَارِيُّ

(ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

۱۔ واضح ہو کہ ابتداء میں مردوں و عورتوں دونوں کو زیارت قبر کی اجازت نہ تھی۔ اس کے بعد آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبر سے منع کیا تھا اب تم قبر کی زیارت کر سکتے ہو۔ اس رخصت و اجازت کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ اگرچہ لفظ میثقہ جمع مذکر کی شکل میں آیا ہے کہ قرعہ خزانہ کی علامت ہے کہ اغلب اوقات میں مخاطب مردوں کو کیا جاتا ہے مگر عورتیں بھی اس میں داخل و شامل ہوتی ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں یہ اجازت صرف مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے نہی کا حکم بدستور باقی ہے کہ عورتیں قبر پر جا کر بے ہوشی اور نوم گرمی کا مظاہرہ کرتی ہیں یہ حدیث اگر مردوں کو رخصت دینے کے بعد کی ہے تو پھر یہ اس انفرادی فعل (عورتوں کی ممانعت) کی تفسیر ہے۔

۲۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو قبروں کی جانب ان کی تعظیم کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ ان لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو بقصد تعظیم قبر اس پر چراغ جلا لیں۔ بعض کے نزدیک چراغ جلا کر عام ہے اگرچہ تعظیم کے لیے بھی ہو۔ کہ اس میں اسراف اور فیض مال ہے۔ بعض کے نزدیک اگر وہ لوگوں کی گزرگاہ ہے یا اس کے سایہ میں کوئی کام کرنا مطلوب ہے تو پھر جائز ہے۔ اس صورت میں چراغ قبر کے لیے نہیں جلا یا گیا۔ بلکہ دوسرے مقصد کے لیے ہے قبر پر نظر نہیں ہے۔

۶۸۵ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ إِنْ رَجَعُوا  
 مِنْ الْيَمُودِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى الْبُقَاعَ خَيْرُ فَكَتْ  
 عَنْهُ وَقَالَ أَسْكُتْ حَتَّى يَجِيئَكَ  
 جِبْرِئِيلُ فَكَتْ وَجَاءَ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ فَسَالَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُورُ عَنْ  
 بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ رَبِّي  
 تَبَارَكَ وَتَعَالَى ثُمَّ قَالَ جِبْرِئِيلُ يَا  
 مُحَمَّدُ إِنِّي دَنُوتُ مِنَ اللَّهِ دُكُومًا مَا  
 دَنُوتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا  
 جِبْرِئِيلُ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ  
 سَبْعُونَ أَلْفَ حَبَابٍ مِمَّنْ فُؤِي فَقَالَ  
 شَرُّ الْبُقَاعِ أَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبُقَاعِ  
 مَسَاجِدُهَا.

رَوَاهُ أَبُو حَبَانَ فِي مَرْجُوحِهِ  
 عَنْ أَبِي عَمْرٍ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 ہیں یہود کے ایک دانشمند نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے دریافت کیا سب جگہوں سے بہتر جگہ کونسی  
 ہے آپ اس کا جواب دینے سے غامض رہے اور  
 فرمایا یہ جبریل کے آنے تک غامض رہے کہ  
 وہ فارش ہو گیا۔ اتنے میں حضرت جبریل آگئے آپ نے  
 جبریل سے دریافت کیا جبریل نے عرض کیا میں سے  
 (مجر سے) اس جگہ میں سوال کیا گیا ہے کہ وہ سوال  
 کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں اپنے رب  
 تبارک و تعالیٰ سے دریافت کرتا ہوں پھر جبریل نے  
 کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب کے آقا ہوں  
 ہر کس سے پہلے آنا قرع کچھ نہ ہوا تھا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل تیرے اللہ تعالیٰ کے  
 نزدیک ہونے کا کیا گنت تھی جبریل نے کہا ہر

کھراں کے دریاں نہ تو تھے نہ نہاں ہوتے تھے  
 تو انہی میں سے ایک ایک جگہ پر ایک ایک

جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک

جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک

جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک

جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک

جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک جگہ پر ایک ایک

محبوب ہیں۔ اور کچھ جامع یا حوام شہوتوں اور کچھ دوسرے طبعی و نفسانی حجابات میں محبوب ہیں اور ملائکہ و جنات مقرب بندے حق تعالیٰ کے اس لئے و معان اور اس کے افعال کے معانی کے ساتھ محبوب ہیں۔ اور مقرب ملائکہ حق تعالیٰ کے نور ہیبت و کبر یا دجلال و جلال کے ساتھ محبوب ہیں۔ بیت۔

بد و بھد پر وہ اپنے خیال نماں دسر پر وہ الاجلال

ترجمہ خیال کے تمام پردے پھٹ جاتے ہیں۔ جلال و عظمت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ صفات، ذات کے لیے پردہ ہیں۔ وَاِنَّهُ لَيَعْلَمُ عَلٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ شَکِیْرِیْ سے دل پر بھی پردہ آجاتا ہے) اسی قبیلہ سے ہے۔ کوئی بھی شخص اس ذات کی نسبت بے پردہ نہیں۔ اگر پردہ نہ رہے تو ساری کمالات اس کے نور ذات سے مل جائے۔ بیت

ہمت از پردہ گفت و گو سے من و تو چوں پردہ برافتد نہ توانی و نہ من

ترجمہ۔ پردہ کی بدولت یہ سب گفتگو ہو رہی ہے۔ اگر پردہ اٹھ جائے تو نہ تو رہے نہ میں رہوں اس معنی کی طرف اشارہ کتاب کے ابتداء میں گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم اس کے بعد جبریل نے کہائیں خدا تعالیٰ کے انتہائی مرتبہ قرب میں پہنچا تو اس سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ثواب القاع اسوا تھا۔ ۱۔ اصل کتاب میں بگڑا ہوا سینہ ہے۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

سنا جو شخص میری مسجد میں آئے۔ اور رتہ آئے مگر

خیر نہ کہنے اور نہ کھانے کے لیے تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ

کی طرح ہے۔ اور جو شخص کسی اور نماز کے لیے آیا تو

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کے مکان کو دیکھتا

ہو۔ (ابن ماجہ اور بیہقی شعب الایمان میں)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا لَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ

يُحِبُّهُ يَسْكُنُهُ أَوْ يَكْلُمُهُ فَهُوَ كَوَلَدِ

الْمَرْءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ جَاءَ لَمْ يَكُنْ لِي

بِشَيْءٍ يَسْكُنُهُ أَوْ يَكْلُمُهُ فَهُوَ كَوَلَدِ

الْمَرْءِ يَسْكُنُهُ أَوْ يَكْلُمُهُ فَهُوَ كَوَلَدِ

۱۔ کہ میری مسجد عظیم الشان اور واضح البرصان مسجد ہے۔ باقی تمام مساجد اس حکم میں اس کے تابع اور اس کا ذریعہ ہیں۔

۲۔ غار، ذکر، اشکات کا بھی یہی حکم ہے تعلیم و تعلم کی تخصیص اس کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ہے۔





يَوْمًا لَقِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْكَلْبِ وَهُمْ أَقْرَبُ أَهْلٍ  
أَتَيْنَا قَالُوا مِنْ أَهْلِ الْكَلْبِ قَالَ لَوْ  
كُنْتُمْ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَجَعْتُكُمْ  
تُرُفَاتٍ أَهْلًا لَكُمْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(نور المصطفى)

دو آدمیوں کو بلا کر لا کر آپ نے ان سے  
فرمایا تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو یا کسی جگہ سے آئے ہو  
انہوں نے کہا ہم اہل طائف سے ہیں آپ نے فرمایا اگر  
تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ تم لوگ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں  
بلند کرتے ہو (بخاری شریف)

۱۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ جو مسجد میں تھے اور بلند آواز  
اٹھاتے آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ اپنے باپ سے حدیث روایت کرتے ہیں قلیل الحدیث ہیں۔ بنی امیہ یا بنی  
عباد شمس کے حلیف تھے۔

۲۔ یعنی مسجد نبوی شریف میں۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ جو مسجد میں تھے اور بلند آواز  
اٹھاتے کر سہ تھے (کہ ان کو بلا کر لاؤ)  
کھسیراوی کا خاک ہے۔

۴۔ طائف حجاز کے ایک مشہور مقام کا نام ہے۔ جو کہ معظمہ سے تین فہرل پر واقع ہے حضرت عبداللہ بن  
عمر رضی اللہ عنہما کی قبر انور میں ہے۔

۵۔ میں نے ان مسجد نبوی شریف کی عزت و حرمت اور ادب و احترام کا پتہ ہوتا تو تم لوگ عنود و شفقت کے  
تو ہوتے۔

۶۔ یعنی اہل کلب۔

۷۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں آواز اونچی کرنا ادب کے خلاف ہے کہ مسجد نبوی  
فخر خاص مقام پروردگار کے وارو ہونے کی جگہ ہے۔ ہاں مٹی بخت کے دوران آواز کے بلند ہو جانے  
میں رخصت ہے (ممانعت نہیں)

حضرت حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک طرف ایک  
جگہ بندھی تھی جسے بیٹھا کہتے تھے اسی جگہ پر  
شخص شہر میں کرنا چاہے یا شہر میں چاہے یا بلند آواز

وَمِنْ قَالُوا بَنِي هَمْرٍ رَجَبَةٍ فِي  
مَسْجِدِ النَّبِيِّ تَسْمَى الْبُطِيحَا وَقَالَ  
مَنْ كَانَ يُؤَيِّدُ أَنْ يُنْقَضَ أَوْ يُشَدَّ ظَعْرًا  
أَوْ يَرْقَمَ صَوْتُهُ فَلْيُخْرِجْ رَأْيَ هَذَا الرَّجُلِ

( نَعَاكَ فِي الْمَوْطَلَا )

سے بات کرنا چاہے تو وہ اس جگہ کی طرف اکل آیا کرے  
اس حدیث کو امام مالک نے موطائی روایت کیا یہ اس کی  
کتاب کا نام ہے۔

۱۔ یعنی ایک کھلی جگہ

۲۔ بطیحا یا کی پیش اور طائی زبر سے بمعنی کناریوں والی زمین۔

۳۔ اصل لفظ لفظ استعمال ہوا ہے۔ عین اور طاف موقوفہ کے ساتھ۔ بمعنی شور و غوغا کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار قبلہ پر تھوک دیکھا  
تو یہ چیز آپ کو ناگوار گزری حتیٰ کہ ناگوار کی کاشت آپ کے  
چہرے پر محسوس ہوا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اسے  
اپنے دست اقدس سے کھٹک کر اسے مٹا دیا تو فرمایا تم میں کوئی  
آدمی جب غلام کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے سر پہ  
سے مایات کر رہا ہوتا ہے اور اس کی سیالہ کے  
اوپر کے حیلان برتا ہے۔ تم میں کوئی آدمی ایسی  
ہرگز قبلہ کی طرف نہ تھوڑے گا کہ وہ اپنے سر پہ  
اپنے حیلان سے کھٹکے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنی چادر مبارک کا ایک کنارہ ہاتھ میں لیا اور اسے پھیر  
اس پر لے کر آپ میں لایا اور فرمایا اسے کھٹک دے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَّاهُ فِي الْفَلَاحِ  
نَشَقَ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى فِي وَجْهِهِ  
نَقَامَ نَحَّاهُ رَمِيدًا فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ  
إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ  
وَإِنْ دَبَّهَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا  
يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قَبْلَ رُقْبَتِهِ وَلَئِنْ  
عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ  
طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ  
بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَمْ يَنْفَعُكُمْ  
هَذَا۔

( نَدَاكَ الْبُخْلِيُّ )

۱۔ اصل میں لفظ نداء استعمال ہوا ہے۔ بمعنی ندا یا تھوک جو کسی کے شانہ بہ شانہ ہوتا ہے۔

۲۔ کہ بندے کی توجہ اور حضور حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔

۳۔ قبلہ کے ادب و احترام کے لیے۔

۴۔ علماء فرماتے ہیں۔ اگر مسجد میں ہو تو اس طرح کرے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ہذا گو مسجد میں  
نہ ہو تو اسے اختیار ہے کہ بائیں جانب تھوکے یا پاؤں کے نیچے دفن کرے۔

وَعَنْ الشَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَهُوَ  
حَضَرْتُ الشَّائِبُ بْنُ خَلَّادٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَجَلَّوْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ تَجَلُّوْا أَمْرٌ قَوْمًا  
فَبَقِيَ فِي الْقُبُلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ  
حِينَ فَرَعَ لَا يُصَلِّيَ لَكُمْ فَإِذَا بَعْدَ  
ذَلِكَ أَنَّ لِمُصَلِّي لَكُمْ فَمَنْعُوهُ فَأَخْبَرُوهُ  
بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَوَسَّيْتُ  
أَنَّهُ قَالَ إِنَّكَ قَدْ أَذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَرَعَاؤُا أَوْ دَاوُوا

کے صحابیوں سے ہے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص  
کسی قوم کا امام بنا اس امام نے قبلہ کی جانب تھوک دیا جبکہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے آپ نے  
انکی قوم سے کہا جب کہ وہ انکی امامت سے فارغ ہوا  
یہ شخص اس کے بعد تمہاری امت نہ کرے گا اے اس نے انکے  
بعد ان کی امامت کرنی چاہی لوگوں نے اسے امام بننے  
سے روک دیا۔ اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے قول مبارک کی اطلاع دی۔ اس مرد نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا  
ہاں۔ (میں نے منع کیا ہے) اور میرا گمان ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تو نے اللہ و رسول  
کو اذیت پہنچائی ہے۔ (ابوداؤد شریف)

لہذا اس نے یہ فعل کر کے برا اور گراں نے باہر ایسا کیا تو بھی اس میں کراہت و برائی  
موجود ہے کہ قبلہ کے ادب کا ترک اب بھی پایا گیا۔

مفسرین نے اس سے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے امامت سے برطرف کر دیا ہے۔

تو کافی اناج آپ نے مجھے قوم کی امامت سے منع کر دیا ہے۔

لہذا غصہ میں اور غصہ میں تھوک کر

حضرت ملازمین جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
ایک مسیح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے ہمارے پاس  
آنے سے روک گئے (دولت کدہ سے باہر تشریف نہ لائے)  
یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو طلوع ہوتا دیکھ لیں۔  
پھر آپ جلدی سے باہر نکلے نماز کے لیے پھر کھینچی تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غانہ ادا کی۔ اور جلدی ادا  
کی جب سلام پھیرا تو آپ نے بلند آواز سے پکارا اور میں  
فرمایا اے لوگو اپنی اپنی جگہوں پر صاف بستہ بیٹھے رہو۔

وَمِنْ كَلَامِهِمْ وَجَّهًا قَالُوا نَحْنُ  
مَعَكُمْ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَكَتَ ذَلِكَ عَمَّاوَةَ عَنْ صَلَوةِ الصُّبْرِ  
حَتَّى كُنَّا نَرَى أَيْ مِثْرَ الشَّمْسِ  
فَبَدَأَ مَوْلَانَا بِقُرْبِ الْقُلُوبِ فَصَلَّى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَتَجَلَّوْا فِي صَلَوةِهِ قُلْنَا سَلَمًا وَحَا  
بِصَلَوةِهِ فَقَالَ لَنَا عَلَى مَصَافِكُمْ كَمَا





فَمَنْهُ رَفَا قَوْمٍ كَتَبْتُ فِي غَيْرِ مَقْتُولٍ  
وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ  
وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْكَ  
وَسَلَامُهُ إِنَّهَا حَقٌّ فَأَدْرَسُوهَا ثُمَّ  
تَعَلَّمُوهَا -

لَمَّا كَانَ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ  
قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ  
وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ  
هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
صَحِيحٌ -

کی حالت میں کمال میں مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اگر کسی چیز میں  
کلاماً ہی بحث و نزاع کر رہے ہیں میں نے عرض کیا درجہ جات میں۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں میں نے عرض کیا کھانا کھانا نرم  
گھٹکو کرنا۔ اور رات کو اس وقت نماز پڑھنا (شب خیزی کرنا)  
جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اہلک میں نے  
عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَوَلَّی  
الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسْكِیْنِ وَاَنْ تُعْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَتُرَحِّمَنِيْ  
وَاِذَا اَرَدْتَ فَتْنَةً فِیْ قَوْمٍ كَتَبْتُ فِیْ غَيْرِ مَقْتُولٍ وَاسْأَلُكَ  
حُبَّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلَى حُبِّكَ - ترجمہ  
اے اللہ شک میں تجھ سے نیک کام کرنے کی توفیق مانگتا ہوں  
اور برے کاموں کے چھوڑنے کی ہمت مانگتا ہوں اور مساکین

کی محبت مانگتا ہوں۔ اسی سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ اور میرے اوپر رحم کر۔ اور جب تو کسی قوم کو نقص میں مبتلا  
کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر موت کا اغوش میں لے جانا۔ اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں  
اور اہلک کی محبت کا بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اور ایسے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے  
اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک یریدان یا فلان حق و سچ ہے۔ اسے پڑھو اور اس کے معانی والفاظ  
کو اس کی جگہ لگائی کرو ان کی تعظیم و وہ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث من صحیح ہے۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل  
سے اس حدیث کی روایت کی اور اسے صحیح کہا اور اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔  
یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔  
یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔  
یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔  
یہ حدیث من صحیح ہے اسے روایت کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

۸۷۔ ملا علی کا معنی گزشتہ عبارت میں گزر چکا ہے۔

۸۸۔ سردی اور بیماری کی حالت میں۔

۸۹۔ یعنی وہ اعمال جن سے ثواب اور قرب الہی میں درجہ بلند ہوتا اور بڑا مقابہ ہے۔

۹۰۔ مسکینوں، محتاجوں اور مہالوں کو یعنی مخلوق کے ساتھ جو دوا احسان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ کھانا کھایا جائے اس کا نفع عام اور ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

۹۱۔ اور لوگوں کے ساتھ خلق و لطف و نرمی سے رہنا۔ اور اپنے ماتحت اور شکستہ دلوں کے ساتھ سختی سے پیش نہ آنا۔

۹۲۔ اور اس سے خیرات طلب کریں اور اپنے لیے دعا کریں جو آپ چاہتے ہیں۔

۹۳۔ ان الفاظ کا ترجمہ فصل ثانی میں گزرا معمولی فرق کے ساتھ جو یہاں ہے کہ یہاں مغفرت و معافی کا بھی سوال

کیا گیا ہے۔ اور یہاں ایک زائد بات یہ بھی ہے کہ یہاں دُائِیٰ لُکْ جُکْ الی آخرہ بھی فرمایا۔

۹۴۔ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ  
الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا مَعَلَ  
الْمَسْجِدَ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَ بِرَحْمَةِ  
الْكَرِيمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَوِيمِ  
مَنْ الشَّيْطَانُ الرَّجِيمِ قَالَ فَإِذَا  
قَالَ ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ خُوفًا مِمَّا  
سَئَرَ الْيَوْمَ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتا  
تو رکعت پڑھتے۔ اور پھر کہتے: اَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَ بِرَحْمَةِ  
الْكَرِيمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَوِيمِ مَنْ الشَّيْطَانُ الرَّجِيمِ  
یہاں اسناد کے کرمات کے ساتھ جمع ہو گئے کہ  
باسمہ اللہ نے کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
فصل کا نام ہے ان کے کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
عورت نے کہا اب یہ کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتا  
تو رکعت پڑھتے۔ اور پھر کہتے: اَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَ بِرَحْمَةِ  
الْكَرِيمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَوِيمِ مَنْ الشَّيْطَانُ الرَّجِيمِ  
یہاں اسناد کے کرمات کے ساتھ جمع ہو گئے کہ  
باسمہ اللہ نے کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
فصل کا نام ہے ان کے کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
عورت نے کہا اب یہ کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔  
کہنے پر کہنے سے پہلے کہہ دیا۔

۹۵۔ وَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ  
أَشْتَدُّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا  
قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ -

دَوَاۗءُ مَلَائِكَةِ مُرْسَلٍ ، بتایا۔ اسے مالک نے مسالہ روایت کیا۔

۱۵۔ حضرت عطاء تابعین سے اور ان کے شاہیر ماکار میں سے ہیں۔ ثقہ کثیر الحدیث ہیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ شہر قزل کے مطابق ۱۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ جب کہ ان کی عمر ۸۴ سال تھی۔

۱۶۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث میں اس کا معنی مذکور ہوا۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ الْقَبْلَةَ فِي الْيَمْعَانِ قَالَ بَعْضُ نَوَاحِي يَمْعَى الْبَكَايَيْنِ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار دیواریوں میں نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔ اس کے بعض راویوں نے کہا یعنی ایسے باغات میں جن کے ارد گرد چار دیواری ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اسے نہیں جانتے مگر حسن بن ابی جعفر کی حدیث سے۔ اور بیشک یحییٰ بن سعید وغیرہ اسے ضعیف کہا ہے۔

دَوَاۗءُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَبِيبِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ فَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ۔

۱۷۔ اصل میں لفظ حيطان آیا ہے۔ حدیث کے بعض راویوں نے اس سے باغات مراد لیے ہیں۔ یہ لفظ حالط کا جمع ہے بمعنی دیوار جس نے کسی جگہ کا احاطہ کیا ہو۔ باغات کے معنی ہیں۔ اس لیے یہ لفظ آتا ہے کہ چار دیواری کے انکا احاطہ کیا ہوتا۔ ۱۸۔ یہ حدیث ہے کہ حسن بن ابی جعفر روایت میں بڑا جلد باز اور مشکلا حدیث ہے یحییٰ بن سعید و آئمہ حدیث کے ناقدین میں سے ہیں اس سے روایت نہیں کرتا۔ ابوماتمہ نے کہا حسن مستجاب الدعوات تھا۔ لیکن جب وہ عبادت میں زیادہ مہمک اور شغل ہو گیا تو ان حدیث اور اس کے خلف میں اسے غفلت اور وہم لاتی ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کے ثواب کے برابر ہے۔ اور مسجد محمد میں اسکا ایک نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ اور اسکا جمعہ مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے ثواب کے برابر ہے اور اس کا سبھا قطعی میں ایک نماز پڑھنا پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور اس کا میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز پڑھنا پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور اسکا مسجد خانہ کعبہ میں

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ الْقَبْلَةَ فِي الْيَمْعَانِ قَالَ بَعْضُ نَوَاحِي يَمْعَى الْبَكَايَيْنِ۔ دَوَاۗءُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَبِيبِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ فَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ۔



دَوَاۤءُ ابْنِ مَسَّجَةَ -  
۱۔ بعض نسخوں میں ایک ہزار کا لفظ آیا ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس میں یہی درست ہے

۶۹۰ وَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مَسْجِدٌ قُضِعَ فِي الْأَرْضِ هَلْ أَقُولُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَقْبَى قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ كَمْ مِثْلُهُمَا قَالَ أَرْبَعُونَ عَامًا ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَيْثُ مَا أَدْرَمَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین میں پڑنے کوئی مسجد تعمیر کی گئی۔ فرمایا اُس مسجد کو نام یعنی مسجد خاند کعبہ میں نے کہا پھر لکھائی۔ فرمایا پھر مسجد اقصیٰ میں نے کہا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان اتنی مدت تھی فرمایا چالیس سال پھر اس کے بعد ساری زمین تیرے لیے مسجد ہے جس کی جگہ بھی تیرے لیے نماز کا وقت ہو جائے۔ (ترمذی و دیگر محدثین)

(بخاری و مسلم)

۲۔ یہاں ایک اشکال پیش کیا گیا ہے۔ کہ کعبہ شریف کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مسجد بیت المقدس کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان دونوں درمیان کے درمیان ہزار سال کے عرصہ میں مسجد نہ بنی۔ چالیس سال والی بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چالیس سال والی حدیث میں مسجد بیت المقدس کی تعمیر اول کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ توہم حضرت ابراہیم خاند کعبہ کے عمارت اول ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر اول بانی ہیں۔ یہ روایت تحقیق پر مبنی ہے کہ خاند کعبہ کے عمارت اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے بعد آپ کا اولاد زمین میں پھیل گئی۔ تو ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم کی اولاد میں سے کئی نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ پھر ان کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی۔

شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ بے شک مجھے اس روایت کا حکم اور اس کی حقیقت اندر ہے کہ ابن ہشام نے کتاب التبیان میں کہا ہے کہ جب حضرت آدم نے کعبہ کی تعمیر کی تو اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اب آپ بیت المقدس کو جائیں اور اس کی تعمیر کریں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر خاند کعبہ مسجد اقصیٰ بھی تعمیر کی۔ اور اس میں عبادت الہی بجالائے۔ حضرت آدم خاند کعبہ کو تعمیر کرنا ضرور اہم ہے۔ ان دونوں کے مطابق دونوں عمارتوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ کوئی تعین بات نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین نے ذکر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔



# بَابُ السَّتْرِ

## نماز میں جسم و جانپنے کا باب

ستر بمعنی چھپانا میل شرمگاہ کا چھپانا ملو ہے۔ کہ یہ بھی شرائط نماز میں سے ہے مولف رحمۃ اللہ اس باب میں وہ احادیث لائے ہیں جو کمالت نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے لباس سے متعلق ہیں۔ اور اس بارے میں کردہ چیز کا بھی ذکر کیا ہے اس سے قطع نظر کہ نماز میں کتنی مقدار ستر عورت واجب و ضروری ہے۔

### الفصل الاول

### پہلی فصل

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ  
حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک ہی کپڑے میں شکل استعمال فرماتے  
کہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اس کے دونوں کنارے  
اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ  
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُعْبِثُ فِي كَوْبَةٍ وَاحِدَةٍ  
تُحْتَوِيهِمْ فِي بَيْتٍ أَوْ سَلَمَةٍ  
وَأَمَّا سَتْرُهُمْ فَكَانَ حَائِثِيًّا

(بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رومیہ میں یعنی حضرت ام سلمہ  
رضی اللہ عنہا کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے ایک ہی کپڑے میں شکل استعمال فرمائی تھی۔ اور اس کے دونوں کنارے  
اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔

۲۔ شکل کا کپڑا جس پر ایک کپڑے کا ٹکڑا جو دائیں کندھے پر ہوتا ہے۔ دائیں کندھے کے نیچے سے  
کھانک کی کندھے پر لٹکا ہوا ہے۔ اس کپڑے کا بائیں کنارہ جو بائیں کندھے پر ہے بائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر  
دائیں کندھے پر لٹکا جاتا ہے۔ پھر دونوں کناروں کو سید پر باندھ دیا جائے۔ غالب یہ ہے کہ دو کناروں کو سیٹے  
پر باندھنے کی حد تک اس وقت ہوتا ہے جب کہ کپڑے کے کنارے بے نہ ہوں اور برہنگی کا اندیشہ ہو۔ اور اگر  
کپڑا کھلا ہے کہ بے نیچے میں تو پھر باندھنے کی حاجت نہیں جس طرح فقراء عین کے لباس سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسی بنا پر بعض شارحین کے کلام میں باندھنے کی قید کا ذکر نہیں ہے۔ اس احتمال کو تو شرح بھی کہتے ہیں یہ دشار سے ماخوذ ہے یعنی وہ عمائل جو گردن میں ڈالتے ہیں۔

۳۔ یعنی مذکورہ کیفیت کے مطابق جو اشتمال کے معنی میں بیان ہوئی ہے۔

۶۹۹ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاقِبَتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ -

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے۔ جب کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی اگر کپڑا اس طریقہ کے مطابق جو اشتمال کے معنی میں بیان ہوا کندھے پر نہ پڑا ہو تو اس میں نماز نہ پڑھے کہ اس طرح نماز کے اندر برہنہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ہاتھ سے کندھوں کے پکڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور کپڑے سے نماز کے اندر ہاتھ پاتھ رکھنے کی جو سنت ہے وہ فرجہ ہو جائے گی مگر اگر ہاتھ سے نماز نہ پڑھے تو نماز آئمہ ثلاثہ اور چہرہ و علماء کے نزدیک درست ہو جاتی ہے مگر امام احمد و بعض محدثین کے نزدیک صحیح ہے کہ ظاہر الفاظ پر نگاہ کرتے ہوئے۔

۷۰۰ وَ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُحَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ -

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں طرف سے ہاتھ لگا کر دھکے دے۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ جیسا کہ اشتمال کے معنی میں اس کا طریقہ مذکور ہوا۔

۷۰۱ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّيْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْصَصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَتَنَزَّاهُ أَعْلَامُهَا نَظَرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَذْهَبُوا بِخَيْصَصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ أَوْ لَوْ بِأَنْتُمْ يَا نِسَاءَ الْهَتَنِ انْفَا عَنْ صَلَواتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خیسصہ میں نماز پڑھایا جس کے اعلام تھے۔ ان اعلام کی نظر سے ان اعلام سے انصاف کیا۔ پھر فرمایا اے عورتیں! لے جاؤ اس خیسصہ کو ابی جہم کے پاس یا اگر تم ہی لے جاؤ تو اس سے بچو۔



لے آؤ کہ اس نے بھی بھی مجھے غمان سے غفلت میں ڈالنا چاہی ہے  
اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے آپ نے فرمایا میں غما  
کے اندر ان دھاریوں کو دیکھتا تھا تو مجھے خوف لاحق ہوا کہ یہ مجھے  
فتنہ میں ڈال دے گی۔

مُتَّقِي عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِّلْمَعَارِيفِ  
قَالَ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى مُخْلِمٍ وَأَنَا  
فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ يَفْتِنَنِي۔

۱۴۔ خمیسہ کھدیا صوف کی اس سیاہ چادر کو کہتے ہیں خمیں دھاریاں ہوں۔ اگر اس کا رنگ سیاہ یا اس میں دھاریاں  
نہ ہوں تو اسے خمیسہ نہیں کہتے۔

۱۵۔ حضرت ابو جہم شہوراء عمر صحابی ہیں۔ قریش کے عمر سیدہ لوگوں میں سے تھے۔ یہ چادر جو انہوں نے بطور  
ہدیہ آپ کی خدمت اقدس میں بھیجی تھی۔ جب آپ کی نگاہ اس کی دھاریوں پر پڑی تو آپ کو ناپسند لگی اور آپ نے اس کی  
وہ چادر واپس بھیج دی۔

۱۶۔ انجانیہ۔ ہمزہ کی زیر یا زبر اور تون ساکن اور بار کے کسر اور فتح کے ساتھ۔ چشم کا بلی قسم کا کبیل یا چادر۔ یہ  
انجان میگہ کی طرف منسوب ہے۔ اس دوسری چادر کا ان سے واپس منگوانا اس بنا پر تھا کہ جب خمیسہ (سیاہ رنگ کی  
صلی و چادر) جو انہوں نے بطور تحفہ بھیجی تھی وہ آپ نے ان کو واپس کر دی تو ان کے دل شکستہ ہونے کا اندیشہ  
تھا۔ اس لیے دوسری چادر انجانیہ ان سے منگوالی۔ اور اس دھاری دار چادر کے پسند نہ آنے کی وجہ یہ بیان فرمائی۔  
فَأَخَافُ أَنْ يَفْتِنَنِي فَلَوْنِي كَبَيْتِ شَكِّ اس نے مجھے میری غماز سے غافل کیا۔ یعنی میرے ذوق و حضور غماز میں فرق  
واقع ہوا۔

۱۷۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری صورت و نقوش، نفوس، طاہرہ اور قلوب صافیہ پر ان کے علوم مقام اور  
کمال نہایت کے باوجود اثر انداز ہوتی ہیں۔ نظر تحقیق کے مطابق یہ تاثیر تبدیلی ان کے کمال صفا اور غایت لطافت  
کا بنا پر ہوتی ہے۔ جس طرح صاف سفید کپڑے پر ایک سیاہ داغ بھی پڑ جائے تو نمایاں نظر آتا ہے۔ اور جس قدر  
وہ کپڑا زیادہ سفید ہوگا اسی قدر وہ کالا نشان زیادہ نمایاں ہوگا۔ گناہوں سے آلودہ اور سیاہ دل لوگ اس حقیقت نہ  
معتی سے آگاہ نہیں ہیں۔

میرے (شیخ عبدالحق قدس سرہ) کے نزدیک یہ امت کو تعظیم اور انہیں تنبیہ ہے کہ زینت و نقش و نگار دنیوی کی  
طرت مائل نہ ہونا چاہیے کہ حقیقت پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور اس بارے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا  
چاہیے اور غفلت و شغولیت کے امور سے بچ کر رہنا چاہیے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۱۸۔ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قَرَامٌ لِّعَلَّاشَةٍ  
سَكَتَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی ایک جانب میں ایک

کتاب الصلوٰۃ باب ستر فضل

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ  
عَنَّا قَرَامَكَ هَذَا فَإِنَّهُ لَا يَنْالُ تَصَادُيقَهُ  
تَعْرِضُ لِي فِي صَلَوتِي -

ایک رنگین و نقش پروردگار کا ہوا تھا ان سے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے آگے سے نبی پرورد  
گار ہمارے کہ ال کی تعداد پر میری نماز میں میرے سامنے

(دَوِّ الْبُخَارِيِّ) آتی رہی (بخاری شریف)

۱۷۔ اہل میں لفظ قرام آتا ہے۔ قات کی زیرادالف ساکن کے ساتھ بمعنی باریک رنگین اور نقش پروردگار کا ہوا تھا۔  
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیوار پر لٹکایا ہوا اور دیوار کو اس سے آراستہ کیا ہوا تھا  
جنہ کہتے ہیں دلہن کی ڈولی کی طرح آپ نے اس پردے سے کوئی چیز بتائی ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں گھر میں جو سامان  
تھا نہ تھا اس پر دم سے چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ دیواروں کو کپڑوں سے ڈھانپنا اور ان پر پردے لگانا ممنوع  
ہے۔ حضرت عائشہ اس ممنوع فعل کا ارتکاب کیے کہ کتنی تھیں۔ تاہم ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حماقت  
سے پیشہ ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۸۔ وَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَهْدَى  
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَرْدُجَ حَرِيرٍ فَلَبَسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ  
انْصَرَفَ فَبَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارَةِ  
لَهُ ثُمَّ قَالَ دَنَبَنِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عقیب بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درجی کا تحفہ بھیجی  
تھی۔ آپ نے اسے پہنا پھر اس میں غار بھیجی پھر غارتے  
فارغ ہوئے تو اس ریشمی لباس کو ناپسند کر کے مارا  
طرح سختی سے اتار پھر فرمایا یہ میرے گھروں کے لائق  
نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ یعنی حضرت عتبہ بن عامر جہتی جو مشہور صحابی ہیں۔ انہوں نے یہ تحفہ بھیجا۔  
۲۰۔ فردج حریر۔ ریشمی تہ بروج کا زبرد اور ریشمی تحفہ جو اس نے بھیجا۔ وہ جہاں کا ایک درجی تحفہ تھا۔  
میں کہ سوری کے لیے لیا کرتے تھے۔ یہ ایک نئی سرفراہی کہ دو مرتبہ بخندل نے ارسال کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ سوری  
نے بھیجا تھا۔

۲۱۔ آپ نے ریشم پستے کی بنی سے پہنے اسے پہنا تھا۔ بعض کہتے ہیں حرمت کے بعد پہنا تھا۔  
۲۲۔ کا دجول کے لیے۔ مگر بعض کا یہ قول بہت بعید اور معنوں اور سیاق حدیث کے خلاف ہے۔  
۲۳۔ غرض اہل ذات کے لیے جو سب سے بزرگ سب سے بہتر اور تمام عقیدوں کا سرور و سرور ہے نبی حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس کا پتہ مباح اور دلہ ہے مگر حرمت و انقیاد کے مقام سے دور ہے  
ہو سکتا ہے ریشم کی حرمت کی ابتدا کا مقدمہ یہی ہو۔

## الفصل الثاني

## دوسری فصل

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ رَجُلًا أَهْبَدُ فَأَصَلَّى  
فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ قَالَ لَعَنَهُ وَأَنذَرَهُ  
وَلَوْ بِشَوْكَةٍ -

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک شکاری  
آدی ہوں۔ کیا میں صرف قمیص کے اندر نماز پڑھوں۔ فرمایا  
ہاں پڑھ لیا کر مگر اسے ٹن لگا لیا کر اگر چہ کانٹے کا ہی  
ہو۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ

نَحْوَهُ -

(ابوداؤد)

۱۔ میں صرف ایک قمیص ہی پہنتا ہوں تاکہ شکار کے تعاقب میں آسانی کے ساتھ دوڑ سکوں۔

۲۔ یعنی گریبان بند کر لیا کہ اگر وہ گھلا اور کشادہ ہوا اور رکوع و سجود کے وقت برنگی کا خطرہ ہو تو ٹھیک نہیں۔

۳۔ اور نائی نے اسی کی مثل روایت کیا۔ دوسرے الفاظ میں۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ  
يُصَلِّي مُسْبِلًا إِذَا مَرَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ  
فَتَوَضَّأَ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ  
رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ  
يَتَوَضَّأَ قَالَ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ  
مُسْبِلٌ إِذَا مَرَّ وَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ  
صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِذَا مَرَّ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں اس اثناء میں کہ ایک آدی ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکائے  
نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا  
اور وضو کر وہ مرد گیا اور وضو کیا۔ پھر آیا۔ ایک شخص نے  
عرض کیا یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ نے اسے  
وضو کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا یہ شخص تہ بند نیچے  
لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ اس  
آدی کی نماز قبول نہیں کرتا جس نے تہ بند ٹخنوں کے

(رواہ ابو داؤد)

نیچے لٹکایا ہوا ہو۔ (ابوداؤد)

۱۔ اسباب کا معنی لغت میں ہے کپڑے کو نماز و تکبیر سے اس قدر نیچے چھوڑ دینا کہ زمین سے لگ  
جائے۔ یہ اسباب صرف تہ بند کے ساتھ خاص نہیں۔ چونکہ اس کا استعمال بیشتر تہ بند میں ہوتا ہے۔ اس لیے

۱۔ حضرت سلمہ بن الاکوع مشہور صحابی ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے شجاع اور دلیر انسان تھے۔ سواروں پر پیادہ

حمل کرتے تھے۔

حیث میں تہ بند کا لفظ آگیا۔

۲۔ یعنی تکبر و غرور کی وجہ سے اسے ثواب نہ ملے گا۔ اگر چہ اصل معنائ صحیح ہو جائے گی۔ اور ذمہ سے بھی ماقطہ نہ جائے گی۔

یہاں یہ گفتگو باقی ہے کہ نماز کا قبول نہ ہونا اسے دوبارہ وضو کا حکم دینے کی علت کیسے بن گیا۔ اس کے جواب میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسے وضو کا حکم اس لیے دیا کہ اسے پتہ چل جائے کہ وہ معصیت کا مرتکب ہوا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے علم میں یہ چیز قرار پذیر ہو چکی تھی کہ وضو خطاؤں کو مٹاتا ہے۔ اور گناہوں کی بخشش کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اور یہ وضو گناہوں کے اسباب، غصہ و غضب وغیرہ کو بھی دور کرتا ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا اس کے باطن میں ہونے کے باوجود اسے دوبارہ وضو کا حکم دینے میں یہ راز ہو سکتا ہے کہ وہ شخص فکر مند ہو اور اپنے اس فعل کی قیامت کو محسوس کرے کہ اس نے اس کا ارتکاب کیوں کیا اور اس وجہ سے بھی وضو کا دوبارہ حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری طہارت کا حکم دینے کی برکت سے اللہ تعالیٰ باطن کو تکبر و غرور سے مبرا سبب (تہ بند نیچے لٹکانے) کا موجب بنا، سے پاک کر دے گا۔ کیونکہ ظاہری طہارت باطنی طہارت کے پیدا کرنے میں موثر ہے۔

ظاہری طور پر سمجھ میں یوں آتا ہے کہ اسبیل وضو توڑ دیتا ہے یا دوسری گراہت کا موجب ہے۔ مگر تاخرین نے یہ بیان ایسے ہی کیا ہے جو یہاں مذکور ہوا۔ (طوب کھڑے)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخَمَائِرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی نماز قبول نہیں ہونے پر چھائیاں

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۱۔ بالتحہ عورت یعنی جو حیض آنے کی طرف متوجہ ہو رہی ہو اس کی نماز قبول نہیں ہونے پر چھائیاں (چادر کے ساتھ چادر خاکی زیر کے ساتھ یعنی ایسی چیز جس سے سر کو چھپایا جائے۔ اب اس کا استعمال مردوں کے سر پر نہیں ہوتا ہے قرآن میں کہا غار کعبہ حرج زنان (عورتوں کا سر پرش) یعنی عورت کے سر پر اس کے بالوں کا منہ از میں چھپانا واجب و ضروری ہے۔ یہ مسئلہ آزاد عورت کے لیے ہے۔ نوٹ یہی ہر گز صحیح میں مرد کی طرف سے ہے۔ یہاں تک کہ کبابوں سے معلوم ہو چکا ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَأْسِهَا فَقَالَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخَمَائِرٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

الْمَرْأَةُ فِي دَمْرَجٍ وَخَمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا  
إِذَا قَالَ إِذَا كَانَ الدَّمْرَجُ سَابِغًا  
يُغْفَى ظَهْرًا قَدْ مَيَّهَا  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ  
وَقَفَّوْهُ عَلَى أَمْرٍ سَكَمَةٍ -

حسرت قمیس اور چادر میں کہ تہ بند پہنے ہوئے نہ جو نماز پڑھ  
تکلی ہے۔ آپ نے فرمایا جبکہ انکی قمیس اتنی بڑی اور کھلی ہو  
کہ وہ پاؤں کی پشتوں کو بھی بھالے (تو بانہ ہے) سے  
ابوداؤد نے روایت کیا اور بیان کیا کہ ائمہ حدیث ک یہ جہا  
نے اس حدیث کا وقت حضرت ام سلمہ پر کیا ہے یعنی انہوں

نے کہا ہے یہ حضرت ام سلمہ کا قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک نہیں اور حدیث مؤلف کا معنی مقدمہ میں بیان  
نہیں چکا ہے۔

وَعَنْ آيَةَ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ  
السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَّ يُغْفَى  
الرَّجُلُ قَائِمًا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع  
فرمایا۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی نماز کے اندر  
اپنا منہ ڈھانپ کر رکھے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۱۴۔ سدل کی صورت یہ ہے کہ کپڑا سر اور کندھوں پر ڈال لیا جائے۔ اور کنارے نیچے ٹھکا دیے جائیں۔ چادر  
شانہ پر ڈالنا اور اس کے کنارے نیچے ٹھکانا بھی سدل اور منع ہے۔ قبا پہننا اور ہاتھ اس کی آستینوں میں نہ ڈالنا۔ بلکہ  
اندر رکھنا اور آستینوں کا لٹکانا بھی سدل ہے اور منع ہے۔

۱۵۔ یعنی منہ کو نماز میں کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپنا۔ بعض شارحین نے سدل کی تفسیر اس سے کی ہے کہ منہ کی مقیم  
کے جانے یعنی دستار کے ایک کنارے سے منہ کو باندھ دیا جائے۔ اس سے ممانعت کا سبب و باعث یہ ہے کہ  
یہ یهود کا فعل ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں کی سیرت و عادت ہے۔ بعض کہتے ہیں  
ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نماز کی قرأت اور اس کے حق میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے۔ ڈکار مارنے والا  
اور وہ آدمی جس کے منہ سے بد بواہی ہو اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔ بلکہ ان عورتوں میں ہاتھ سے منہ کو بند کرنا مستحب  
و مستحسن ہے۔

حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی کی مخالفت  
کرد کہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں منسا نہیں  
پڑھتے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يَصَلُّونَ فِي  
نَعَالِهِمْ وَلَا خِفَاتِهِمْ -



(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد شریف)

۱۵۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہ لوگوں کی مخالفت کے اظہار کے لیے رخصت پر عمل کرنا بھی مستحسن و مرغوب چیز ہے کہ اس میں ان کی مخالفت پائی جاتی ہے، اس لیے رخصت سے نکل کر عزیت کے حکم میں ہو چکی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ  
بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُصَلِّي بِرِجَالِهِ إِذَا خَلَعَ  
نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا  
رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا لَهَا لَهْمَ فَلَمَّا  
قَفَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَلَاتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى  
إِنْفَاسِكُمْ رِغَالَكُمْ قَالُوا مَا رَأَيْنَاكَ  
تَعْلِيكَ نَعْلَيْكَ فَالْقَيْنَا رِغَالَنَا فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَبِّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ قَوْمًا  
قَدَرُوا إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ التَّسْبِيحُ فَلْيَنْظُرْ  
فَإِنَّ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذًا فَلْيَسْحَهُ  
وَلْيَصِلْ فِيهِمَا

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّائِمِيُّ

(ابوداؤد و دائمی)

۱۶۔ شاید کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی جانب کوئی نہ تھا وہاں جانب جو سامنے رکھتے کہ

اس بارے میں نہیں آچکی ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۱۷۔ تقدیر قاف اور فال کے فتح کے ساتھ یعنی پیدری اور دو چیز جن سے طبیعت نیت کرے۔ ظاہر یہ ہے کہ نعین مبارک کو کوئی ایسی نجاست نہیں لگی ہوئی تھی جس سے نماز درست نہ ہو بلکہ کوئی ایسی چیز لگی ہوئی تھی جس سے طبیعت نفرت کرے۔ ورنہ آپ از سر نو نماز پڑھتے۔ کیونکہ کچھ نماز ادا کر چکے تھے حضرت جبریل کا آپ کو اطلاع دینا اور آپ کا نعین شریف اتار دینا کمال طہارت و نظافت کی بنا پر تھا جو کہ آپ کی طبیعت شریف کے لائق تھا

بعض شافعی حضرات کہتے ہیں کہ نسیان کی بنا پر اگر نجات گئی رہے تو اس سے نماز کی حدیث میں فرق نہیں پڑتا۔ اس حدیث کے ظاہر پر نگاہ کرتے ہوئے یہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول قدیم ہے۔

۳۔ جیسا کہ باب تطہیر النجاسات میں گزرا۔

۱۱۷۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعُ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ شِمَالِهِ فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ خَيْرٍ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَلَى يَسَارِهِ نَعْدٌ وَنِيَصْعُغُهَا بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَفِي رَوَايَةٍ أَوْ يُصَلِّي فِيهِمَا رَوَاةُ ابْنِ دَاوُدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنا جوتا اپنے دائیں اور بائیں نہ رکھے کہ اگر اپنی بائیں رکھے گا تو وہ دوسرے کے دائیں جانب ہو جائے گا۔ اور چاہیے کہ اپنے سامنے رکھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں نماز پڑھوے اسے الوداع دینے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اس کا معنی روایت کیا۔

۱۔ یعنی اگر اپنی بائیں جانب رکھے گا تو دوسرے کے دائیں جانب ہو جائے گا جو اس کے بائیں جانب کھڑا ہے۔ اور جب کہ اپنی دائیں جانب جو تارکھا پسند نہیں کرتا تو دوسرے کی دائیں جانب رکھتا کیوں پسند کرے گا۔ بیت۔

نیز بر جان دیگرے پسند  
دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرے

بہر پر بر جان خویش پسندی  
جو ہیز تو اپنے لیے پسند نہیں کرتا

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اس پر سجدہ کر رہے تھے۔ ابو سعید کہتے ہیں اور میں نے دیکھا آپ بشکل اشتغال ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے (مسلم شریف)

۱۱۷۱ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ يُسْجِدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي فِي قُبٍّ وَاحِدٍ مَتَوَشِّعًا بِهِ (دَقَاءُ مُسْلِم)

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی چیز پر نماز پڑھنا اور سجدہ کرنا جائز ہے جو زمین اور بندے کے درمیان مائل



خود وہ چیزیں سے اُگنے والی چیزوں میں سے ہو یا دوسری چیزوں میں سے۔ ادا میں حدیث میں اگر پر صیر (چٹائی) کی تخصیص ہے گرد و سر سے دلائل موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کپڑے یا صوف پر بھی جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں جو چیز زمین کی روئیدگی میں سے نہ ہوں پر ٹھیک نہیں۔

حضرت محمد بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پارہ نماز پڑھتے تھے اور جوتے کے ساتھ بھی۔

۱۳۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَرَفِيًّا وَ مُتَعَلًّا۔

(رواہ ابو داؤد)

حضرت محمد بن ابی داؤد رحمہ اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ایک تہ بند میں بیشک آپ نے ایسا کر دیا کہ مجھے گرد لگانی ہوئی تھی۔ اور ان کے پیرے کھڑکی پر رکھے ہوئے تھے ایک کھتے دانے نے ان سے کہا آپ ایک تہ بند میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت جابر نے فرمایا میں نے ایسا اس نے کیلئے تاکہ ترے جیسا حق مجھے دیکھے۔ جیسا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

۱۴۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ السُّنْدِ رِ قَالَ صَلَّى بِنَا جَابِرُ فِي إِذَا بِمَا قَدْ عَقَدَا مِنْ قَبْلِ قَفَاةٍ وَ ثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الشَّجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُفَرِّجُ فِي إِذَا مَا وَاحِدٌ فَقَالَ إِنَّكَ صَنَعْتَ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلَكَ وَ أَيْنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ البخاری)

۱۵۔ آپ تابعی ہیں۔ حضرت جابر حضرت انس حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث سنیں۔

۱۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ مشور انصاری صحابی ہیں۔ جو چادر آپ نے گردن پر باندھی تھی وہ وہی چادر تھی جسے بطور تہ بند آپ پہنتے تھے۔ آپ نے گردن تک بلند کر کے اس کے کناروں کو گردن سے باندھ دیا اسے ہی پین کر نماز پڑھی۔

۱۷۔ مشعب میم کا زیر شین ساکن اور جیم کا زیر کے ساتھ یعنی چند کڑیاں جن کے سرے ملا دیتے ہیں۔ ماسان کے پاؤں کھلے کر دیتے ہیں۔ ان پر کپڑے رکھ دیتے ہیں کبھی ان کے ساتھ پانی کی ٹھک بجا دکھاتے ہیں تاکہ پانی سرد ہو جائے۔ یہاں (دہلی) کے لوگ اسے تپائی کہتے ہیں۔

۵۴۔ اور جان لے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز جائز ہے اور سنت کے خلاف نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اسے الحق اس لیے کہا کہ اس نے خود کرنے اور سوال سے پہلے اعتراض کر دیا اس میں اس امر پر بھی تنبیہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترک سنت کا اعتراض۔ طعن نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اگر بظاہر ٹھیک دکھائی نہ دے اس پر قیاس کرتے ہوئے اہل انتقامت علماء راہنمیں سے سوال واستفسار کرنا درست ہے مگر ان پر اعتراض اور انکار ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے اور یہ ہمارے لیے کوئی عیب نہ تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی قلت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دکھنا دگی عطا کر دی تو پھر دو کپڑوں میں ادا کرنا زیادہ بہتر اور زیادہ ثواب کی چیز ہے۔ (احمد)

۵۵۔ وَ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ الصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ إِذَا كَانَ فِي الشَّيْبِ قِلَّةٌ فَأَمَّا إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَالصَّلَاةُ فِي الثَّوْبَيْنِ أَذْكَى۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۵۶۔ آپ شاہیر و عظاما علیہ میں سے ہیں۔ کاتب وحی اور حافظ قرآن ہیں۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔

۵۷۔ یعنی یہ دین کا وہ راستہ ہے جس پر لوگ چلے ہیں۔ اور یہ جائز و درست ہے۔

۵۸۔ کہ دو کپڑوں میں حن ادب، انہما رغبت اور اپنی ہیبت کی تحسین پائی جاتی ہے۔

## بَابُ الشُّرَّةِ

### شترہ کا باب

شترہ سین کی پیش اور تا ساکن کے ساتھ۔ وہ چیز جس سے کسی چیز کو چھپایا جائے۔ یہاں وہ چیز مراد ہے جو نمازی کے آگے کھڑی کی جاتی ہے جس سے اس کی سجدہ و سجود تمیز اور واضح ہو جاتی ہے تاکہ گزرنے والا نمازی کے آگے سے نہ

گزرے یہ ترہ دیوار، ستون اور کڑی دینرو کا ہو سکتا ہے۔ چاہیے کہ ترہ کی لمبائی گزرے کم اور موٹائی انگشت سے کم نہ ہو۔  
ترہ کے احکام احادیث میں آ رہے ہیں۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمَصَلَّى وَالْعَنْزَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَحْمِلُ وَتَنْصِبُ بِالْمَصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا۔

(دَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے اٹھ کر عید گاہ کو جاتے تھے چھڑچی بھی آپ کے آگے آگے لے جاتی تھی اور آپ کی جگہ نماز کے آگے گاڑھ دی جاتی تھی، آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

(بخاری شریف)

۱۔ عنزة تین زبردوں کے ساتھ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں جس کے آگے گز رہے گاہا لگا ہوتا ہے۔ ایک گز لیا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یوں تھی کہ آپ کے خادم حضرت بلالؓ اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ لے کر جیتے تھے۔ ان میں سے ایک کام یہ ہوتا تھا کہ نماز میں اس کا سر ہلاتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي حَبِيبَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةِ حَمَاءَ مِنْ آدَمَ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَتَّبِعُونَ ذَلِكَ الْوُضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ يَدَهُ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَالٍ يَدَ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنْزَةً فَكَرَّزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةِ حَمَاءَ مُشْتَمًا صَلَّى رَأَى

حضرت ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ابطح میں قبتہ کے سرخ رنگ کے حجر میں دیکھا اور میں نے بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے آپ کے وضو کر کے ہر پانی پر رکھا تھا میں نے دیکھا کہ اس پانی کے مانوس کرنے کے لیے یہ ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے شخص کو پانی میں سے کچھ لے کر بلالؓ سے اپنے جسم پر لے دیا اور مجھے کچھ دیا وہ اپنے ماتھی سے میری سرخائی کرتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت بلالؓ نے وہ چھڑی لی اور اسے گاڑھ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پٹلی تک انار مبارک اٹھائے ہوئے سرخ جوڑے میں باہر نکلے۔ آپ نے چھڑی

کا طرف منہ کر کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور میں نے  
دیکھا کہ لوگ اور روشنی چھڑی کے آگے سے گزر رہے  
تھے

الْعَزَّوَجَالِیْنَ دُکَّتَیْنِ وَ بَرَّأَتْ  
النَّاسَ وَ الدَّوَابَّ یَمُتَوْنَ بَیْنَ  
یَدَی الْعَزَّوَجَالِیْنَ۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

۱۔ حجیفہ پہلے جم شوم پھر ملے مفتوح کے ساتھ حضرت ابو حجیفہ رضی اللہ عنہ خور و سال صحابی ہیں حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت آپ مدبوخت کو نہ پہنچے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پاک سنی۔  
امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کے بیت المال کا محافظ مقرر کیا تھا۔

۲۔ اُتِیْعَ کہ سے مٹی جاتے ہوئے راستے میں ایک وادی ہے۔ اسے محصب اور بطحا کہتے ہیں کہ معظمہ کو بھی اس  
وادی کی مناسبت سے بطحا کہہ دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی مناسبت سے ابطحی کہتے ہیں۔ ابطح دراصل  
پانی کے لیے پواتی نامے کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی لنگریاں بھی ہوں۔

۳۔ آدم مدزبروں کے ساتھ دباغت شدہ چمڑے کو کہتے ہیں۔

۴۔ ملہ یعنی پلاو و تہہ بند دو کپڑوں میں جن میں سرخ و صاریاں تھیں جس طرح ہمارے علاقوں (ہندوستان) میں ملاچہ  
ہوتا ہے۔ سرخ سے مراد نہیں کہ آپ نے خالص سرخ لباس زیب تن کیا تھا کہ اس کا پہننا مکروہ تحریمیہ کی حد تک ممنوع سے  
ہے۔ اس کی تحقیق باب لباس میں انشاء اللہ آئے گی۔

۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ سترہ کھڑا کرنے کے بعد انسانوں اور غیر انسانوں کی نمازی کے آگے سے گزرنے میں  
کوئی نقصان نہیں اور سترہ کے آگے سے گزرنے والے گناہ گار نہ ہوں گے۔

حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے  
روایت کرتے ہیں بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری کو  
چوڑائی میں بٹھاتے تھے پھر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے  
بخاری و مسلم احمد بخاری نے یہ عبارت دیادہ کی۔ میں نے کہا تو  
مجھے بتائیں اگر روشنی پھر نہ لگیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ  
عنہ نے کہا ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کجاھے  
کو کھڑتے اور اسے برابر رکھتے اور اس کی پھٹی کراچی کی  
طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

۱۸۰ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يَعْرِضُ مَا جَلَتْهُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا  
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ زَادَ الْبُخَارِيُّ  
قُلْتُ أَخْبَرْتَهُ إِذَا خَبَّتِ الرِّكَابُ  
قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّجُلُ مِعْوَلَهُ فَيُصَلِّي  
إِلَى آخِرَتِهِ۔

۱۔ یُخْرِضُ۔ یا کہ زبر عین ساکن را کی پیش کے ساتھ۔ را کے کسر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ مگر اپر پیش پڑھنا

زیادہ فیض ہے۔ اور یا کی پیش عین کی زبرد اور ملا مشد کی زبرد کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے عرض یا تقریق بمعنی جا تو ار  
نوجوڑاں میں بٹھانا۔

۵۲۔ یعنی جب اونٹ پارہ چرنے اور پانی پینے کے لیے ادھر ادھر چل پھر رہے ہوں تو اس وقت آپ کیا کرتے تھے۔

۳۔ یَعِزُّهُ یَا یُعِزُّہ۔ کا معنی ہے کجاوے کو سیدھا اور ٹھیک کر کے رکھتے۔

۵۷۔ آخر تم۔ کجاوے کی پھلی کڑی۔ آخرۃً مد اور بغیر مد کے سادہ الفاظ زیر کے ساتھ بمعنی وہ کڑی جس کے ساتھ شتر سوار تکیہ لگاتا ہے۔ چونکہ یہ کڑی بلند ہوتی ہے اس لیے آپ غائب میں اس کا ترہ بناتے تھے۔

حضرت حکیم بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تم میں سے کوئی یاد دہی کجاوے کئی کھیل لڑائی کی طرح  
اپنے ساتھ رکھ لے اور نماز پڑھے پھر ترہکے آگے  
سے جو کچھ گزرے اس کی یاد نہ کرے۔

١٩ وَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ  
يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيَصِلْ  
وَلَا يُبَالِ مَنْ تَمَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ .

د روالا مُسَلَّم

۱۔ آخرۃ یعنی پالان کی پھپھی لکڑی۔ آخرۃ مؤخرۃ سے زیادہ فصیح ہے۔ یہاں حکم کہ علماء نے کہا ہے کہ مؤخرۃ سے مؤخرۃ آخرۃ الرمل ہی فرمایا تھا۔ آگے راوی نے اپنی لغت سے اسے مؤخرۃ پر حایت کر دیا۔ قریش کی لغت تمام عربی سے زیادہ فصیح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصیح قریش میں۔

۵۷۔ کہ اس سے اس کے شعور میں فرق نہ آئے گا۔ یا اگر نہ دانتے جسے کہی جرج میں اور نہ وہ کہی جرج

حضرت ابو جحیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز کے  
 آگے سے گزرنے والا جان سکے اس پر گنا گناہ لازم  
 آتا ہے قرآن کے لینے چالیس تک کھڑے رہنا  
 آگے گزرنے سے بہتر تھا۔ ابو النضرؒ نے کہا میں  
 نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس  
 ہفتے یا چالیس سال۔

وَعَنْ أَبِي جُهَيْمٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَأْمُورُ بَيْنَ يَدَيِ  
الْمُصَلِّي مَا دَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ  
يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ  
يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ  
لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ



شعراً أو سترۃ

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۵۔ ابو جحیم جیم کی پیش۔ ہاکی زبر اور یا ساکن کے ساتھ۔ آپ مشہور مکانی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بھتیجہ زاد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امامت تک زندہ رہے۔

۱۶۔ ابوالنضر خاد کے ساتھ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں۔

۱۷۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے چالیس سال فرمایا۔ اور بالغہ بھی اسی میں ہے۔

۱۸۔ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَبْجُتَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنَّ الْبُغْثَ فُلُفُاعَتُهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَ لِسُلَيْمٍ مَعْنَاهُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی آدمی کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے جو اسے لوگوں سے ڈھانکتی ہے (ستر بن جائے) پھر کوئی آدمی ستر سے اور غازی کے درمیان سے گزرتا جائے تو اسے ہٹا دے اگر باز نہ آئے تو اس سے لڑائی لے کہ بیشک وہ شیطان ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور سلم نے دوسرے الفاظ میں اس معنی کو روایت کیا۔

۱۹۔ یعنی اسے ستر بنائے کہ وہ چیز اس کے اور لوگوں کے درمیان مائل ہو جائے۔

۲۰۔ ایک روایت میں کُلِّمْتُمَا آیا ہے یعنی چاہیے کہ اسے قتل کر دے۔ یہ اسے ہٹانے اور باز رکھنے میں بالغہ ہے۔ علماء نے کہا ہے اگر کسی نے ایسی چیز کے ساتھ اسے ہٹایا جس سے ہٹانا عموماً جائز اور درست ہوتا ہے مگر وہ اس چیز کے گھنے سے مرگیا تو قصاص واجب نہ ہوگا۔ مگر دیت میں اختلاف ہے۔

۲۱۔ یعنی وہ شیطان کام کرنے والا ہے کہ غازی سے خشوع و خضوع کو بر باد کرتا ہے۔ یا انسانوں میں سے شیطان مراد ہے کہ شیطان کا اطلاق جن فاسق دونوں پر ہوتا ہے۔ اور شریر لوگوں کو شیطان انس کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز کو عورت گدھا اور کتا باطل کر دیتے ہیں۔ اور اسے باطل ہونے سے بچا جیتی ہے بجا دے کی بچھلی لکڑی کی مانند چیز۔

۲۲۔ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ وَالْجَمَّارُ وَالْكَلْبُ وَيَبْقَى ذَلِكَ مِثْلُ مُوْخَرَةٍ الرَّحْلِ

(دَوَاۤءُ مُسْلِمٍ)

اسے مسلم نے روایت کیا۔

۱۵۔ یعنی کجاوے کی پھپھی کلڑی کی مانند کسی چیز کو سترہ کے طور پر اگر نمازی نے مانتے رکھ لیا تو پھر نماز باطل نہ ہوگی جیسا کہ گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا۔

دفع ہو کہ صحابہ وغیرہم علماء کرام اس پر ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نمازی کی نماز کو باطل نہیں کرتی یہ مذکورہ تین چیزیں ہوں یا ان کے علاوہ اور احادیث جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں سترہ قائم کرنے کی تاکید اور نہ وردینے پر مجبور ہیں۔ یا باطل و قطع کرنے سے ملو یہ ہے کہ نماز کے شروع و خضوع کو جو نماز کا سر اور اس کی روع ہے، باطل کرتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ قریب ہے کہ نمازی کی نماز باطل ہو جائے۔ نماز کا دل اس جانب مشغول ہو جانے کا وجہ ہے۔ ان تین چیزوں کی تخصیص اس بنا پر کی کہ ان کے ساتھ دل زیادہ مشغول ہوتا ہے۔ عورت میں تو یہ بات ظاہر ہے اور گدھے سے اس بنا پر کہ اس کے ساتھ عموماً و بیشتر شیطان رہتا ہے۔ جیسا کہ گدھے کے ڈانکنے کے وقت الحمد للہ من الشیطان الزیم پڑھنے کے استجاب سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کتے سے اس وجہ سے کہ اس میں سخت نجاست پائی جاتی ہے۔ بعض کتے ہیں کہ مالفہ عورت اور سیاہ کتے کے گزرنے سے نماز قطع اور باطل ہوتی ہے۔ یہ قول حضرات عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح پڑھا ہوتی تھی جس طرح جنازہ پڑھا جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاغْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۷۔ مطلب یہ ہے کہ میرا پر ارجح آپ کے آگے پڑھا ہوتا تھا یہ نہیں کہ میں نماز کو ایک حصہ مانتے ہو یا خدا اس کی ہر طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے عورت کے ساتھ آنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن میں ہے کہ میں نماز پڑھا ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ میں صفت کے ایک حصے کے آگے سے گزرا اور گدھے سے نیچے اترا اور اسے چرنے کے

۱۸۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى آتَانٍ وَأَنَا يُوعِظُ قَدْ نَا هُنْتُ الْأَحْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَالْتَنَائِينَ يَمِينِي الْغَيْرِ جَدَارًا فَمَرَّتْ بَيْنِي بَدَنِي بَعْضُ الصَّفِ فَزَلْتُ وَأَمَلْتُ



یہ چھوڑ دیا۔ اور غصہ میں شامل ہو گیا کسی نے  
یہ اس عمل پر انکار نہ کیا

(بخاری و مسلم)

لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّى تَغْتَسِلَ فِي السَّجَةِ  
فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ عَلَى أَحَدٍ  
(مسند حاکم)

۱۔ لفظ آن استعمال جب ہمزہ کی دربر اور زیر دونوں سے آیا ہے۔ جملہ کالفظ مذکور دونوں کے  
لیے آتا ہے مگر آن کالفظ گدی کے ساتھ خاص ہے اور اتانہ بھی آیا ہے۔ گدی کے ذکر سے اس جانب اشارہ ہے کہ اگر  
گدی کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی تو غرت کے گزرنے سے بھی نہیں ٹوٹی۔

۲۔ میرے گدی پر سوار ہو کر سفر کے آگے سے گزرنے پھر اُسے صفوں کے سامنے چرنے کے لیے چھوڑنے پر  
کسی نے اعتراض نہ کیا کہ ہماری نماز ٹوٹ گئی کیونکہ مادہ خر کے سامنے آنے سے نماز نہیں ٹوٹی پھر میں اس وقت بالغ بھی  
نہ تھا بالغ ہونے کے قریب تھا۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں  
سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز کر لے  
اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو اپنی ٹانگی کھڑی کر لے۔ اگر اس کے  
پاس عین بھی نہ ہو تو زمین پر خط کھینچ لے۔ پھر اسے  
آگے گزرنے والی کوئی چیز منہ دے لے گی۔

(ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْعُدْ بِلُحْيَتِهِ  
وَجَبْهِ شَيْئًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ  
عَصَاً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصَا  
فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَطْهَرُ مَا  
بَيْنَ يَدَيْهِ

وَمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصَا

۱۔ اگر اسے زمین میں گاڑ دے۔ اور اگر زمین سخت ہو تو عصا کو اپنے سامنے طولا رکھ دے۔ ہر خانہ رکھے۔  
تاکہ گناہنے کا طریق ہو جائے۔

۲۔ کہ اس کے شروع کو باطل نہ کرے گی۔

دفع ہو کر زمین پر خط کھینچنا امام شافعی کا قول قدیم اور امام احمد کا قول ہے۔ ہمارے مشائخ متاخرین میں سے بھی  
بعض خط کے قائل ہیں۔ ہمارے اکثر مشائخ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خط کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام نے فرمایا الخط لیس لشی۔ خط کوئی چیز نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے بھی اپنے قبل میں خط کو لیس لگا ہے اسکا لکھا اس بارے میں وارد حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ پھر خط رکاوٹ بننے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور دور سے تمیز اور دکھائی نہیں دیتا۔ صاحب ہدایہ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اتباع کے لیے سنت اولیٰ اور افضل ہے) خط کھینچنا کچھ دیکھ لو رواتیاز رکھتا ہے۔ اطمینان کا موجب بھی بن جاتا ہے۔ ادا قتلہ واضطراب دور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خط کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ہال کی شکل میں مقبر ہے بعض کے نزدیک جانب قبلہ لمبائی میں۔ اور بعض کے نزدیک دائیں بائیں چوڑائی میں۔ مگر خدا قول یہ ہے کہ لمبائی میں کھینچا جائے جیسا کہ بعض شروع میں مذکور ہے۔

حضرت شہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
قرأتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تم میں سے کوئی آدمی سترے کا طہنہ نہ کر کے نماز  
پڑھے تو جیسے حکاں کے قریب ہو جائے کہ شیطان  
اس کی نماز داخل نہ کر سکے گا۔ (ابوداؤد)

۴۲۸ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَظْمَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ  
مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ  
(دَعَاؤُ ابْنِ دَاوُدَ)

۱۔ سترے کا طہنہ کی فتح اور جزم کے ساتھ آپ چھوٹی ہر کے صحابی ہیں۔ ہجرت کے تیس سال پہلے ہوئے۔  
انصاری ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں خدمت ہوئے ان سے چند احادیث مروی ہیں۔  
۲۔ تاکہ سجدہ بقدر امکان اس کے قریب واقع ہو۔  
۳۔ کہ اس طرح نہ تو ابلیس دوسرے ڈالے گا اور نہ اس پر قادر ہو سکے گا۔ کیونکہ اگر وہ کسی کو قادی اور سترے  
کے درمیان سے گزرنے کا احتمال ہے اور اس سے دل میں دوسرا سترے آئے گا۔

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
قرأتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی  
نہیں دیکھا کہ آپ کسی کو کسی چیز یا دست کا طہنہ  
منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ سے اپنے دائیں  
یا بائیں ابرو کے سامنے رکھتے تھے اسے بائیں  
سامنے نہ رکھتے تھے۔

۴۲۹ وَ عَنْ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ  
مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَسْتَلِّي إِلَى عُنُودٍ أَوْ لَا عُنُودٍ  
وَلَا مَشْجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ  
الْأَيْمَنِ أَوْ الْأَيْسَرِ وَلَا يَصُدُّ لَهُ  
صُدًّا۔

(ابوداؤد)

(دَعَاؤُ ابْنِ دَاوُدَ)

۱۔ یعنی ایہ نہ کرتے تھے کہ وہ دونوں آنکھوں کے وسط میں آئے۔ بلکہ آپ چھوڑا اور بائیں ابرو رکھتے تھے

تاکہ بتوں کی عبادت سے مشابہہ نہ ہو جائے اس میں آپ کی کمال پاکیزگی کی جانب اشارہ ہے جو اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم لوگ اپنے ایک جھل میں تھے جنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عباس بھی تھے۔ تو آپ نے صحرا میں غار پر بھی آپ کے سامنے کوئی سترہ نہ تھا اور ہماری ایک گدھی اور کتیا دونوں آپ کے سامنے کھیل رہی تھیں آپ نے ان کی کوئی پرہیز نہ کی۔ (ابوداؤد اور بیہقی)

۴۳۰ وَ عَنْ الْقُضَيْلِ بْنِ عَجَّاسٍ قَالَ،  
أَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ وَ نَحْنُ فِي بَادِيَةِ ثَنَاءٍ وَ مَعَهُ  
عَجَّاسٌ فَصَلَّى فِي الْقَبْرِاءِ لَيْسَ بَيْنَ  
يَدَيْهِ سُرَّةٌ وَ حِمَارُهُ ثَنَاءٌ وَ كَلْبُهُ  
تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالِي بِذَلِكَ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ لِلْإِسْلَامِيِّ تَعْوَهُ)

۱۔ فاکر زبیر اور ضار و ساکن یہ حضرت ابن عباس کے بھائی کا نام ہے۔

۲۔ عربوں کی عادت ہے کہ شہر سے باہر آ جاتے ہیں۔ اور جھل میں خیمہ زن ہوتے اور اسے اپنی منزل بنا لیتے ہیں اور چند روز وہاں گزارتے ہیں۔ ہر گز وہ جماعت کا ایک جھل اور جگہ مخصوص ہوتی ہے۔ جس میں وہ رہتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت عباس رضی اللہ عنہ کے باویر (جھل) میں تشریف لائے۔

۳۔ یعنی دیوار یا درخت یا لاشی وغیرہ کسی چیز کا سترہ سامنے نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ ایک مستحب چیز ہے۔ وہ بھی اس صورت میں جب کہ وہ جگہ لوگوں کی گزر گاہ ہو۔

۴۔ یعنی آپ نے ان کی پرمانہ کی اور عارۃ، کلیتہ میں بتایا تا نیت کے لیے ہے یا عادت کی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی چیز غبار کو باطل نہیں کرتی۔ اور اپنی طاقت کے مطابق چیز کو آگے لے بٹاؤ کہ وہ شیطان ہے (ابوداؤد)

۴۳۱ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَطَعُ  
الْعِلَّةَ شَيْءٌ وَ أَدْرُوؤْنَا أَنْتُمْ  
فَاتَّقُوا شَيْطَانًا - وَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ  
فَسَلَّمَ وَ أَخْرَجَ رَجُوعَ بَرَقَرَارِ

## تیسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سولی ہوتی

## الفصل الثالث

۴۳۲ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَ بَنِي  
بَدَى رَسُولِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

وَرَجُلَايَ فَرَقَلْتَهُمَا فَلَمَّا سَجَدَا  
غَمَزَنِي فَتَقَبَضْتُ رِجْلَيْهِ وَإِذَا كَأَنَّمَا  
بَطْنُهُمَا قَالَتْ وَالْبَيْوتُ يَوْمَئِذٍ  
لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحٌ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تھی۔ نیز پاؤں آپ کے قبضے میں ہوتے تھے جب  
آپ سجدہ کرتے تو مجھے ٹھوکر مارتے میں اپنے پاؤں  
سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو اپنے  
دونوں پاؤں پھیلا لیتی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ان دنوں  
گھروں میں چراغ نہ ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ یہ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضور کی سجدہ گاہ میں پاؤں پھیلانے کے لیے بیان عذربے۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ٹھوکر مارنے کے بعد دوبارہ پاؤں پھیلانا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ شاید آپ نے جگہ چھوڑ دی  
ہے اور اس کے دیر بعد کھڑے ہوئے ہیں۔ یا نیند کی حالت میں انسان پر قدرت غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

۱۶ وَ عَنْ إِبْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ  
أَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِي أَنْ يَمَّ بَيْنَ يَدَيَّ  
أَخِيهِ مُعْتَرِكًا فِي الصَّلَاةِ كَانَ لَأَنْ  
يُقِيمَ مِائَةَ حَامٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَخْطِئَ  
أَلْفِي خَطَاةٍ

فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر  
تم لوگ یہ جان لو کہ نمازی بھائی کے آگے سے گزرنے  
میں کیا گناہ ہے۔ تو اس کے لیے سو سال کھڑے رہنا  
نمازی کے سامنے ایک قدم اٹھانے سے  
بتر ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرت کعب بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ  
الرحمہ اللہ کے آگے سے گزرنے والا یہ جان چکا کہ اس پر گناہ  
کون سا ہے تو اس نے عرض کیا کہ نمازی کے  
آگے سے گزرنے سے جو گناہ ایک سو سال کھڑے رہنا  
خیر ہے اس کے مقابلے میں اس نے عرض کیا کہ  
وہ جس جانا نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ ہے تو اس کا  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے  
کوئی آدمی بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو اس کی نماز کو مال  
کو تباہ کرنا جیسا کہ خنزیر یا یہودی، مجوسی اور عورت

رَدَّاءُ ابْنِ مَاجَةَ

۱۷ وَ عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ  
الْعَامَّةُ بَيْنَ يَدَيَّ الْمُصَلِّي مَا قَاتَلَ عَلَيْهِ  
لَكَانَ أَنْ يُخَسَفَ بِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ  
يَمُزَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى  
عَلَيْهِ

رَدَّاءُ مَالِكٍ

۱۸ وَ عَنْ رَجِيٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتَ  
أَحْبَبُ إِلَيَّ خَيْرُ الشُّعْرِ مِائَةَ خَطَاةٍ  
مَلَوْتَهُ الْوَبَاءُ وَالْخَنْزِيرُ وَالْمَجُوسُ

وَالسَّجُودُ وَالْمَاءُ وَتُحْزَنُ عَنْهُ  
إِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَذَكَّرُونَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ  
(نَعَاءُ أَبُو دَاوُدَ)

جب کہ ان میں سے کوئی چیز اس کے آگے سے گزرتی  
اور کفایت کرتی ہے اس سے جب کہ یہ چیزیں اس کے  
آگے سے پھر پھینکنے کے واسطے سے گزریں۔ (ابوداؤد)

۱۔ اس کی تہلیل اور مطلب فصل اول میں گزرا۔

۲۔ علامہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد حج کے موقع پر لکھری مارنے کی مقدار قاصدہ مراد ہے۔ اور وہ تین گز بیان

کیا گیا ہے۔

## بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

### طریقہ نماز کا بیان

یعنی نماز کا طریقہ اور اس کی صفات کا بیان کہ کس طرح ادا کی جائے۔ اور یہ کہ اس کے ارکان و اجزاء کیا ہیں۔  
یہاں سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو چیز حقیقت نماز سے خارج ہے اس کا بیان بھی کیا جائے مگر یہ قبیلہ اعراض میں سے  
ہے اس کے اجزاء ہی اس کی صفات کہلائیں گی۔

### پہلی فصل

### الفصل الأول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک  
ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے نماز  
پڑھی پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ  
نے اسے فرمایا: علیک السلام۔ اے ایس جا اور نماز پڑھ کہ تو نے  
نماز نہیں پڑھی وہ آدمی واپس گیا اور نماز پڑھی اور سلام  
عرض کیا آپ نے فرمایا: علیک السلام جا اور نماز پڑھ۔  
کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس مرد نے تیسری بار یا ایہا الی کے  
بعد کہا یا رسول اللہ مجھے نماز کا طریقہ تعلیم فرمائیں۔ تو آپ

سَمِعَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ فِي تِلْكَ الْمَسْجِدِ  
فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ عَلَيَّ وَسَلِّمْ  
وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارجع فصلی یا ایہا الی  
لَمْ تَعْمَلْ فَرَجَعَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَمَرَّ جَاءَهُ فَمَسَّ  
فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارجع فصلی  
وَعَلَيْكَ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ فِي النَّاسِ



فِي الْاَتِيِّ بَعْدَهَا عَلِمْنِي مَا رَسُولُ اللّٰهِ  
فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلَاةِ فَاسْبِغْ  
وُضُوْءَ ثَمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ  
اقْرَأْ بِمَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ  
ارْكعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ لَكَ اَرْكَعُ ثُمَّ ارْفَعْ  
حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى  
تَطْمِئِنَّ رَاْسُكَ ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ  
سَائِلًا وَفِي رَوَايَةٍ ثَمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ  
قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا  
(مُسْنَدٌ عَلَيْهِ)

نے فرمایا جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو کھڑے کھڑے اور تازہ  
وضو کر پھر قبلہ کی طرف منہ کر پھر قرآن میں سے وہ پڑھ  
جو تیرے لیے آسان اور آگے یاد ہو پھر رکوع کر  
پڑھے قرار دو گون سے پھر اپنا سر رکھتے  
اور اٹھا اور اچھی طرح سیدھا کھڑا ہو پھر سجدہ میں بے ہمتانگ  
کر پڑھے قرار دو گون سے سجدہ کر پھر سجدہ سے سٹھ اٹھ اور  
سکون و قرار سے بیٹھ۔ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے  
پھر سجدہ سے سٹھ اٹھ اور بالکل سیدھا کھڑا ہو جا۔ پھر اپنی  
ساری نماز میں اس طرح کر۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ اگر اس میں تعدیل ارکان اور قمر و جملہ وغیرہ ٹیکہ طریقہ سے لکھا نہ گیا۔

۲۔ یعنی آپ نے اسے نماز کا طریقہ تسلیم فرمایا نیز وضو اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کا طریقہ بتلایا اور وہ باتیں

بھی بتلائیں جو نہایت عمدہ اور نماز کے قریب ترین غلطیوں سے بچانے والی ہیں۔

۳۔ دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے

کردہ دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے دہرایا جیتے ہیں۔ امام کے بعد دوسری رکعت  
کے لیے اٹھتے ہیں۔

۴۔ یعنی ایک روایت میں ثم ارفع حتی تطمئن جاکے کے بجائے ثم ارفع حتی تستوی کہا گیا ہے۔

کے لیے سٹھ اٹھا۔ اس روایت میں جلسہ استراحت کا کوئی ذکر نہیں۔ جلسہ استراحت کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں  
انوریت کی دوسری حدیث میں آ رہی ہے۔

۵۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے

محبت اور قمر و جملہ کو فرض قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا تیرا  
یہ نماز مکمل نہیں ہے۔ جا اور پھر پڑھ۔ یہاں کے فرض ہونے کی علامت ہے۔ کہ جس چیز کے انتہاء سے فعل کا  
انقضاء جائے اور وہ فعل باطل قرار پائے وہ چیز فرض ہوگی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع و سجدوں میں اطمینان واجب ہے فرض نہیں۔ اور قمر و جملہ  
سنت ہیں۔ امام صاحب اور امام محمد علیہما الرحمۃ اس حدیث کی توجہ سے کرتے ہیں کہ نفعی نماز ہے اس کے کمال کی نفی

مراد ہے اس دلیل کی بنا پر جو اہل حدیث کے آغوشِ برضایت البوداؤد ترمذی و نسائی کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نے اس کو مکمل کیا تو تیری نماز مکمل ہو گئی اور جو تو نے اس میں نقصان کیا تو اسی قدر تیری نماز ناقص ہو گئی۔ اور یہ وجہ سنت کی علامت ہے کہ اس کے بغیر فعل ناقص و ناتمام شمار ہوتا ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ نماز کے لوٹانے کا حکم آپ نے اس لیے دیا کہ پہلی نماز میں کراہت و نقصان واقع ہو گیا تھا نہ اس وجہ سے کہ پہلی نماز باطل و معدوم تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ پہلی بار ہی منع کر دیتے اور اس سے روک دیتے اور اسے اجازت نہ دینے کے فرائض کے بغیر نماز ادا کرے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کرتے تھے اور قرائت الحمد للہ رب العالمین تھے۔ اور جب رکوع جاتے تو اپنے سر کو بلند نہ رکھتے تھے اور نہ اسے پست کرتے تھے بلکہ دونوں کے درمیان رکھتے تھے یعنی پشت و گردن کو برابر رکھتے تھے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوبارہ سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ صحیح طرح بیٹھ نہ جاتے اور آپ ہر دو رکعت پر اتھارت پڑھتے۔ اور آپ اپنی بلیاں پاؤں پچھائیے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرتے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع کرتے اور آپ مرد کو درندہ کی طرح بازو زین پر پچھانے سے منع کرتے اور آپ سلام کے نقطہ سے اپنی نمساز ختم کرتے۔

(مسلم شریف)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَقْبِلُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْعَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ لَمْ يَسْخِمْ رَأْسَهُ وَلَمْ يَمِيلْهُ وَلَكِنْ يَبَيِّنُ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا مَاقَمَ رَأْسَهُ مِنَ التَّكْوِيعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا سَاقَمَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا أَلِيسَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَكَانَ يَنْفِي عَنْ عَقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْفِي أَيْدِي الْقَارِئِينَ الرَّجُلُ إِذَا عَمِدَ أَقْبَلَ الشَّيْءَ وَكَانَ يَغْبِطُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَتَقَاةً مُسْلِمًا

۱۔ یعنی قرائت سورہ فاتحہ سے شروع کرتے۔ اس سورہ کے اول میں کلمہ الحمد واقع ہونے کا وجہ سے اس سورہ کا نام ہی گویا سورہ الحمد ہو چکا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں آپ کیا پڑھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے اَکْم ذَالکَ الْکِتَابِ پڑھتا ہوں۔ اس سے مراد پوری سورت ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے



اور اگر بیاں بسم اللہ شریف کو بلند آواز سے نہ پڑھنا مرد پر تو پھر ہمارے نزدیک بلا کسی دلیل کے یہ درست ہے۔  
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تاویل مذکور اختیار کرنا ہوگی کہ ان کے ہاں بسم اللہ کے بلند آواز سے پڑھنے  
میں اختلاف ہے۔

۵۲۔ یعنی پشت و گردن کو برابر رکھتے تھے نہ تو سر کو پشت سے اونچا کرتے تھے نہ پشت سے نیچے۔

۵۳۔ اس حدیث کا ظہر یہ ہے کہ آپ پہلے اور دوسرے دونوں قدوں میں ایسا ہی کرتے تھے۔ یہی حضرت

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب حنفیہ کا مذہب ہے۔ ابو حمید کی حدیث میں پہلے قعدہ میں افتراشی (پاؤں پھٹانا) اور  
دوسرے قعدہ میں تورک (سرین پر بیٹھنا) بھی آیا ہے۔ اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام مالک کے نزدیک  
دونوں قدوں میں تورک ہے۔ بعض کے نزدیک دونوں قدوں میں افتراشی کا ذکر بھی آیا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رضی  
اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر اس نماز میں جس میں دو قعدے ہوتے ہیں۔ آخری تورک  
ہے۔ اور اگر ایک ہی تشہد ہے تو پھر افتراشی ہے۔ اس مسئلہ میں چاروں ائمہ کے اقوال مختلف ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ و دلیل یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں مطلق افتراشی واقع ہوا ہے  
کہ تشہد میں سنت یہ امر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھتے تھے۔ اس میں پہلے یا دوسرے قعدے کی کوئی  
قید نہیں۔ قعدہ میں جس طریق پر حنفیہ بیٹھتے ہیں، زیادہ سخت اور زیادہ محنت طلب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ  
بسم سے افضل عمل وہ ہے جو زیادہ محنت طلب ہو۔ بعض احادیث میں قعدہ اخیرہ میں بھی تورک کا  
ذکر آیا۔ یہ بڑھاپے اور کمزوری کی حالت پر محمول ہے کہ آخری قعدہ لمبا ہوتا ہے۔ اس کے لیے آسانی مناسب ہے۔ تورک  
کا معنی ہے سرین پر بیٹھنا یا تورک کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں کے بائیں کے نیچے  
پھیر کر رکھنے اور دونوں سرینوں کو زمین پر پھیرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بائیں کے نیچے رکھ کر  
کے اور دونوں پاؤں کو بائیں کے نیچے سے باہر نکالے اور دونوں سرینوں کو زمین پر رکھ دے۔

۵۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ عقبہ میں کی پیش ازین بات ماکون۔ یعنی نماز میں  
اعتدال کرنے سے منع کرتے تھے۔ اور یہ نماز میں بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں سرینوں کو زمین  
سے چپکائے دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کرے۔ اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔  
عالمی طبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عقبہ یہ ہے کہ دونوں سرین اڑھائیوں پر رکھے۔ یہ معنی لفظ عقبہ کے زیادہ  
مناسب ہے۔

۵۵۔ مرد کی قید اس لیے لگائی کہ عورت کے لیے زمین پر بازو پھلانے بہتر ہیں کہ یہ حالت اس کے پردے  
کے زیادہ مناسب و نزدیک ہے۔

۱۵۔ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک فرض اور ہمارے نزدیک واجب ہے۔ اس کی شرح کردی گئی ہے۔

۳۱، وَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ السَّاعِدِيِّ قَالَ  
قَالَ لَقَرَّ قَمْنًا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَحْفَظُكُمْ  
لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ  
حَذَاءَ مَتَكِبَتِهِ وَإِذَا تَرَكَهُ أَمَّصَتْ  
يَدَايِهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ مَضَى ظَهْرَهُ  
وَإِذَا تَرَكَهُ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ  
كُلُّ تَقَالُفٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ  
يَدَيْهِ غَيْرَ مُهْتَزٍّ وَلَا كَأَنَّهُ يَمْسُكُ  
وَأَسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ مَا جَعَلَتْ  
الْقِبْلَةُ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ  
جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ  
الْيُمْنَى فَإِذَا جَمَعَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ  
قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى مَعَ نَصَبِ  
الْيُمْنَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدِهِ  
(مَدَائِدُ الْبُحَارَى)

حضرت ابو حنیفہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے  
ایک گروہ میں فرمایا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ  
جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ مبارک دونوں کندھوں  
کے برابر رکھتے تھے۔ جب آپ رکوع کرتے تو منبھوٹی سے  
دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے تھے پھر آپ پشت مبارک  
بالکل دھری کر دیتے تھے۔ جب رکوع سے سر اٹھاٹھاتے تو  
سیدھے کمرے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی ہر ہڈی کا  
جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا۔ اور جب آپ سجدہ کرتے تو دونوں  
ہاتھ اس طرح زمین پر رکھتے کہ نہ زمین پر اپنے بازو بھارتے  
اور نہ انہیں پہلو کے ساتھ ٹکاتے۔ اور اپنے پاؤں کی  
انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے۔ جب دو رکعت  
کے بعد بیٹھتے اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دائیں کو  
کمر اٹھاتے۔ جب آخری رکعت میں بیٹھتے بائیں پاؤں  
آگے نکالتے اور دوسرے کو کمر اٹھاتے اور اپنی کولی  
پر بیٹھتے۔ (بخاری شریف)

۱۶۔ حضرت ابو حنیفہ ساعدی مشہور صحابی ہیں۔ انصاری ہیں بنی ساعدہ میں سے ہیں۔ آپ کی حدیث کو حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں جامع ترین حدیث قرار دیا گیا ہے۔ آپ کثرت کے ساتھ مشہور ہیں۔ آپ کے نام میں بطلاقات  
ہے۔ مشہور عبد الرحمن ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

۱۷۔ نذر دونوں زبردوں کے ساتھ میں سے دس تک افراد کو کہتے ہیں۔

۱۸۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اخاف کے نزدیک نرم کان تک اٹھائے جائیں گے۔ یہ بھی امام شافعی  
میں آیا ہے۔ بعض احادیث میں کان سے بھی زیادہ بلندی تک آیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے متوسط عمل کو اختیار

فرمایا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے ان روایات کی مطابقت کرنے میں فرمایا ہے کہ تحصیل کدھوں کے برابر ہیں انگوٹھا کانوں کے برابر اور دوسری انگلیوں کے سرے کانوں سے بھی بلند تھے۔ یہ بھی ہر جگہ ہے کہ مختلف اوقات میں یہ سب ہوتی ہیں۔ آپ سے وجود میں آئی ہوں۔ واللہ اعلم۔

۴۵۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنے مضبوطی سے تھامے اور انگلیاں مبارک کشادہ رکھتے۔ عطا فرماتے ہیں رکوع کی حالت میں انگلیاں کھول کر رکھے۔ سجدہ میں ملا کر اور نیکر اور شہد کے وقت اپنی حالت پر رہنے دے۔  
۴۶۔ ہتھکڑی یعنی آپ پشت مبارک دوہری کرتے تاکہ گردن کے ساتھ برابر ہو جائے۔ ہر صمد و صمد کے ساتھ یعنی کھینچنا۔ مائل کرنا اور توڑنا۔

۴۷۔ فقارہ فاک زبر کے ساتھ پشت کی ہڈیوں کے جوڑ اور شکم فقارہ واحد ہے۔ فاک زبر کے ساتھ۔ اور فقرہ فاک کے کسر، قات ساکن اور قات مفتوح کے ساتھ آتا ہے۔ فقر یعنی دو ٹوٹی بھی اسی سے مشتق ہے کہ بھوک اور تنگ دستی سے فقیر کی پشت ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۸۔ بلکہ صرف انگلیوں اور تحصیلوں کو زمین پر رکھتے تھے۔ اور آپ بانڈ زمین سے اتنے بلند رکھتے تھے کہ بکری کا چھوٹا بچہ ان کے نیچے سے گزر سکتا تھا سائل حدیث میں۔ مذکور نہیں ہوا کہ جب آپ قرآن مجید کی طرف جلتے تو پیر زانو زمین پر رکھتے یا دونوں ہاتھ دونوں طرح درست ہے۔ مگر اصل حدیث زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ ہاتھ کا فقارہ ضرب ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب آپ صلا کرتے تو ہاتھوں کو زمین سے اتنے بلند رکھتے تھے کہ بکری کا چھوٹا بچہ ان کے نیچے سے گزر سکتا تھا سائل حدیث میں۔ مذکور نہیں ہوا کہ جب آپ قرآن مجید کی طرف جلتے تو پیر زانو زمین پر رکھتے یا دونوں ہاتھ دونوں طرح درست ہے۔ مگر اصل حدیث زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ ہاتھ کا فقارہ ضرب ہے۔

عَمَّ وَرَحْنُ أَبِي عَمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذَّ وَمَنْكِبَيْهِ إِذَا اُفْتَتِمَ الْقَبْلَةَ وَإِذَا اكْتَبَرُ لِلزُّكُوفِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الزُّكُوفِ رَفْعًا كَثِيرًا وَقَالَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمِدَهُ نَبِيًّا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۴۹۔ یعنی ہر صمد کو جو کرتے ہیں اور جس کے لیے بھی کرتے ہیں وہ تیری ہی جناب کی طرف توفیق اور رجوع کرتی ہے۔

کہ ہر چیز اور ہر بندے کو پیدا کرنے والا تو ہی ہے یا تیری حد بیان کرنا تیرے ساتھ ہی خالص ہے۔ تیرے سوا تیری حمد کوئی نہیں کر سکتا۔ اور یہ موتی جیسا کہ پھٹا چاہیے تیرے سوا کوئی نہیں پر دھنگ بیت۔

مارا چہ حمد و ثنا کے لئے تو بود ہم حمد و ثنا کے لئے تو سزا سے تو بود

ترجمہ۔ ہماری حمد اور حمد و ثنا کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہر حمد و ثنا کے لائق تیری ہی ذات ہے۔

اور ایک سعادت میں اللہ کا لفظ زیادہ آیا ہے۔ اسی طرح تک الحمد سے پہلے لفظ داد زیادہ آیا ہے۔ اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح و تحمید (سمیع اللہ اور ربنا تک الحمد) دونوں کو جمع کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک منفرود دونوں جمع کرے۔ اور جماعت کی صورت میں امام سمیع اللہ اور مقتدی ربنا تک الحمد کہے۔ کیونکہ حدیث میں اسے امام و مقتدی کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ربنا تک الحمد بھی کہے تاکہ لم تقولون مالا تقولون میں سے نہ ہو جائے۔ (وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے) ۵۔ یعنی بھڑوی رفع یدین نہ کرتے تھے یعنی سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بعض شافعی حضرات یہاں بھی رفع یدین کرتے ہیں۔ مگر مختاریہ ہے کہ نہ کریں۔ اور وہ جو صحت کو پہنچا بھیجے حکم شافعیہ کے نزدیک فروع نماز کے وقت رکوع جلتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا جائے۔ ان تین مواقع کے علاوہ مرفوع کے نزدیک بھی رفع یدین کا کوئی ثبوت نہیں۔ جیسا کہ کتاب نغیر الصلوۃ میں مذکور ہے۔

حضرت نافع سے روایت ہے۔ بیشک ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوتے تو بکیر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع جلتے تو بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب سمیع اللہ من حمد کہتے تو اس وقت بھی رفع یدین کرتے اور جب رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے حضرت ابن عمر سے یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کی۔

(بخاری شریف)

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَهَلَّلَ بِمَا كُنَّا نَكُنُّ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَةِ ثَمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ هَكَذَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ

۵۔ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

۶۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ مرفوع حدیث وہ ہوتی ہے کہ قول و فعل میں اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کریں۔ اور جو صحابی سے منقول ہو اسے موقوف کہتے ہیں۔ جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا۔



۳۹ وَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى  
يُحَازِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا سَاقَعَ  
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ  
لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ  
دَفْعًا وَآيَةً حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا  
قُدُوعَ أُذُنَيْهِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم جب تکبیر تحریر کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے۔  
یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے جاتے اور  
جب سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن  
حمدہ اور پیٹ کی طرح کرتے یعنی رفع یدین کرتے۔  
ایک روایت میں اس طرح آیا ہے یہاں تک کہ آپ  
دونوں ہاتھ کانوں کی بلندی تک اٹھاتے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ واضح ہو کہ تکبیر تحریر کے علاوہ ہاتھ اٹھانا اخاف اور شافعیہ کے درمیان مختلف ہے۔ امام شافعی و امام دونوں  
جانب وارد ہیں۔ اس بارے میں جو چیز پایہ ثبوت کو پہنچی ہے یہ ہے کہ نالودوں طریقہ (رفع یدین وغیرہ) سے  
آپ نے نماز پڑھی ہے کہ کبھی رفع یدین کیا اور کبھی نہ کیا پھر صحابہ کرام نے اس کی کیفیت دیکھی وہ روایت کو دوسری  
صورت یہ ہے کہ ابتدا میں رفع یدین تھا آخر میں منسوخ ہو گیا اور عالم صحابہ کرام میں سے جسے حضرت محمد بن سعد رضی  
اللہ عنہ جو شارح اور احکام اسلام کے عالم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کا جراحان رکھنے والے  
اور سفیر حضرت آپ کے ساتھ رہتے تھے، نے رفع یدین نہیں کیا۔ ان کے اس عمل سے ظاہر ہو رہا ہے کہ احتمال نالودوں  
ہونا ظاہر ہے۔ ائمہ اربعین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی عدم رفع کی روایت کرتے ہیں اب اگر فرض کر لیں کہ دونوں صورتیں  
ہوں تو پھر بھی عدم رفع راجح ہے۔ کہ اس میں صحت ہے جو نماز کے شرعی احکام کے مال کے لئے زیادہ مناسب تھا  
ہے۔ یہاں کافی گفتگو ہم نے وہ سب شرح سفر السادۃ میں کر رکھی ہے۔ علامہ

۴۰ وَ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَى النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَائِمًا كَانَ  
فِي رُتْبَةٍ مِنْ صَلَواتِهِ لَمْ يَنْقُصْ حَتَّى  
يَسْتَوِيَ قَائِمًا

رَدَّوْا الْبُخَارِيَّ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی  
تو کھڑے ہوئے اور جب سجدہ کیا تو کھڑے ہوئے  
ایک رکعت کے بعد دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت کے بعد  
چوتھی رکعت کے بعد کھڑے ہوئے۔

یہاں تک کہ ایک ہرگز نہ ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور یہ جگہ استراحت ہے جس کے شافعیہ قائل ہیں  
ان کے نزدیک یہ جگہ سنت ہے اور اس کی کیفیت وہی ہے جو قعدہ اول کی کیفیت ہے۔ اگر جگہ کے بعد دونوں ہاتھ

کے زمین پر ٹیک کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اور ایک مختار روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا رجبہ  
تسرات (مذرا اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے ہوا تو جو شخص معذور یا بڑھانہ ہو اس کے لیے سنت نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ  
اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ترمذی نے کہا۔ مالک بن انوریت کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ بعض صحابہ  
بھی اس کے قائل تھے۔ (انتہی)

اخاف کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اسے بھی ترمذی نے ہی روایت کیا کہ فرمایا رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں کے سینوں پر اٹھتے تھے یعنی بیٹھنے کے بغیر اگر چہ اس حدیث کے بعض طرق ضعیف ہیں لیکن یہ صحیح  
لاصل ہے جبکہ شیخ ابن ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ  
نمازیں دونوں قدموں کے سینوں پر اٹھتے تھے یعنی بغیر بیٹھنے کے حضرت علی حضرت عمر حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر  
رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی مروی ہے حضرت نعمان بن ابی عیاش سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے بہت سے صحابہ کرام  
کے پایا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ کر بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ اس بارے  
میں اور بھی بہت سے اہل علم و شہادہ ہیں۔ اگر بعض احادیث و اخبار اس کے خلاف آئے ہیں تو وہ بڑھاپے، معذوری اور  
حزوت پر محمول ہوں گے۔

حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک  
انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں  
داخل ہوتے وقت ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا پھر آپ نے  
اپنے ہاتھ کپڑے میں پیوست کیے اور آپ نے اپنا دہنا ہاتھ  
بائیں پر رکھا۔ پھر جب آپ نے رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں  
ہاتھ کپڑے سے نکالے پھر انہیں اٹھایا اور بکیر کئی اور رکوع  
میں پے گئے۔ پھر جب آپ نے سجدہ کیا تو دونوں  
ہاتھ اٹھائے اور جب آپ نے سجدہ کیا تو دونوں  
ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

(مسلم)

۲۱۔ وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ جَرِيرٍ أَنَّهُ  
رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَقَعَ يَمَانِيَّوَجَمَعُ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ  
كَبَّرَ ثُمَّ اتَّخَذَ يَمَانِيَّوَهُ ثُمَّ وَجَّهَهُ  
يَمَانِيَّوَالْيَمَانِيَّوَهُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَلَمَّا أَرَادَ  
أَنْ يَرْكَعَ اسْتَلْزَمَ يَمَانِيَّوَهُ مِنَ الشَّوْبِ  
فَكَرَّوَجَمَعَهُمَا وَكَبَّرَ عَزَّوَجَلَّ فَكَانَ  
يَمَانِيَّوَهُ يَمَانِيَّوَهُ حَمْدَهُ رَقَعَ يَمَانِيَّوَهُ  
فَكَرَّوَجَمَعَهُمَا يَمَانِيَّوَهُ

(دواؤہ مسنی)

۱۵۔ حضرت داؤد بن جریر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں بڑا محترم مقام  
رہتے تھے آپ کے حالات دوسری جگہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

۵۲۔ صحیح مسلم میں بغیر وائے کے آیا ہے۔

۵۳۔ ظاہر یہ ہے کہ چادر کے اندر کر لے بعض کہتے ہیں کہ ہاتھ آستینوں میں ڈال لیے۔ کما گیلہ کہ شاید شدید سردی کا وجہ سے ایسا کیا۔

۵۴۔ پھر آپ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھتے۔ دہنا بائیں پر رکھنا امام مالک رحمۃ اللہ کے سوا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے امام مالک کے نزدیک ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے علاوہ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور ایک روایت میں احمد کے نزدیک ہاتھ زیر ناک باندھے۔ اور امام شافعی کے نزدیک سینے کے برابر ناک کے اوپر۔ امام احمد سے ایک روایت کے مطابق اسے دونوں طرح باندھنے کا اختیار ہے۔ احادیث دونوں کے لیے اُلی ہیں۔ علماء نے کہا اس بارے میں بڑی وسعت ہے۔ جس طرح کہنے کا درست ہے۔ دہنا ہاتھ بائیں پر زیر ناک باندھا جائے یا سینے کے برابر ان دونوں میں کوئی بات خصوصیت اور یقین سے ثابت نہیں ہے۔ اور جبکہ حدیث طویل ہے تو پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو مروج دعوت کے مطابق ہے۔ یعنی زیر ناک ہاتھ باندھنا۔

۵۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانے کے لیے ہاتھوں کو کپڑے اور آستینوں سے باہر نکالنا چاہیے۔

۵۶۔ یعنی آپ سر کو دونوں سجدوں کے وقت دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھتے تھے۔

۴۷۲ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ  
كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضُمَّ الرَّجُلُ  
الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي  
الصَّلَاةِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
میں نے لوگوں کو حکم دیا یا تم اپنے دائیں ہاتھ کو  
بائیں بازو پر رکھو۔

(دَوَاةُ الْبُخَارِيِّ)

۵۷۔ یعنی بازو کے قریب رکھیں۔ جب کہ ہاتھ کو ہاتھ پر یا دائیں ہاتھ پر رکھتے ہیں تو نہ بالکل قریب رکھنا چاہیے۔ گویا کہ بازو پر ہی رکھ دیا۔ اور گویا کہ ہاتھ پر رکھا ہی نہیں۔ فرد کی قید کی انتظامیہ ہے۔ حدیث کے مطابق یہ ہے۔

۴۷۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْهُ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ  
يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَزُكُّ ثُمَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے  
ہوتے تو کبیر کہتے جب کہ کھڑے ہوتے پھر سبحان اللہ کہتے  
کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک اوپر اٹھاتے



يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ  
يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكَعَةِ ثُمَّ يَقُولُ  
وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ  
يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ  
يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ  
ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ  
يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى  
يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ  
الِثَنَتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ -

اور جب کھڑے ہوتے تو کہتے رہنا لک الحمد پھر تکبیر  
کہتے جب سجدہ کو جاتے پھر تکبیر کہتے جب سر اٹھاتے  
پھر جب سجدہ کو جاتے تو تکبیر کہتے پھر تکبیر کہتے جب  
سجدہ سے سر اٹھاتے پھر اسی طرح ساری غازی کرتے  
یہاں تک کہ نماز پوری کرتے۔ اور آپ  
تکبیر کہتے جب دو رکعتوں کے بعد اٹھ کر  
کھڑے ہوتے۔

(بخاری و)

(مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ اس حدیث میں پھر تکبیروں کا ذکر ہے۔ رخ یدین کا کہیں ذکر نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
افعل نماز وہ ہے جس میں تہنوت ملے ہو۔

۲۔ وَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ  
الصَّلَاةِ طَوْلُ الْقُنُوتِ -

(مسلم)

(سَوَاءٌ مُسْلِمٌ)

۳۔ تہنوت کا اظہار قیام طاعت شروع، نماز، دعا اور رکعت و خاموشی کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں تہنوت سے قیام مراد  
ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں طویل قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت، خرد سہت اور طاعت زیادہ اور ظاہر تر ہے۔

ظہور کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں قیام افضل ہے یا سجدہ یہ حدیث اس گروہ کا دلیل ہے جو قیام کو افضل قرار دیتے  
میں پھر وہ ذکر قیام ہی کا جاتا ہے قرآن ہے اور قرآن تسبیح سے افضل ہے۔ حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ شرح سفر السعاده  
میں تہنوت کے معنی میں قیام کا ہے۔ وہاں مطالبہ کیا جائے۔

## دوسری فصل

## الفصل الثاني

حضرت ابو حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام کے درمیان  
کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے

۱۔ عَنْ أَبِي حَمِزَةَ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ  
عَنْهُ قَالَ فِي عَشْرَةِ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْبَرُكُمْ



التَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخْرَجَ  
رَجُلَهُ الْيُسْرَى وَ قَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى  
شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوا صَدَقْتَ  
هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي - سَأَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ  
الدَّارِمِيُّ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ  
مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ  
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ -

وَفِي رِوَايَةٍ لِابْنِ دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ  
ابْنِ حُمَيْدٍ ثُمَّ سَأَلَ قَوْضَعُ يَدَيْهِ  
عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَ  
رَبَّ يَدَيْهِ فَنَحَا هُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ  
وَ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَمَكَنَ أَنْفَهُ وَ  
جَبْهَتَهُ الْأَرْضَ وَ نَحَى يَدَيْهِ عَنْ  
جَنْبَيْهِ وَ وَضَعَ كَفَيْهِ حَذْوِ مَرْكَبَيْهِ  
وَ قَرَّبَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ  
بَطْنَهُ بَلَى يَمِينٍ وَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ حَقِي  
فَرَجَ ثُمَّ جَلَسَ فَأَمْتَدَّ رِجْلَهُ الْاَيْسَرُ  
وَ أَقْبَلَ بِمَنْدَرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَ  
وَضَعَهُ كَأَنَّهُ الْاَيْمَنُ هَذَا رُكْبَتَا الْيُمْنَى  
وَ كَفَا الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتَيْهِ الْيُسْرَى  
وَ كَأَنَّهُ مَضْبُوعٌ يَعْنِي الْمَسَابَاةَ  
فِي الْأَخْرِ كَهُ وَ إِذَا قَعَدَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ  
قَعَدَ عَلَى بَطْنٍ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَ  
نَحَبَ الْيُمْنَى وَ إِذَا كَانَ فِي  
الرَّابِعَةِ أَمْنَى يَوْمًا الْيُسْرَى إِلَى

کیا اسے الوداع اور دارمی نے اور روایت کیا  
قرنی اور ابن ماجہ نے اس کا معنی اور قرنی نے  
کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ الوداع کی ایک  
روایت میں ہے ابو حمید کی روایت سے کہ آپ  
نے رکوع کیا پھر اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے۔  
گویا انہیں پکڑنے والے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں  
کو پٹے کی مانند کیا اور دو رکھا اپنی کھینوں کو اپنے  
پیلوں سے۔ راوی کتب سے پھر سجدہ کیا اپنی ناک  
اور پیشانی کو زمین پر ٹھہرایا۔ اور دونوں ہاتھوں  
کو پیلوں سے دو رکھا۔ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں  
کے برابر رکھے۔ دونوں رانوں کے درمیان  
کٹاوا کی سیٹ مبارک کو رانوں سے  
دور رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ  
فارغ ہوئے۔ پھر بیٹھ گئے پنا بایں  
پاؤں بچھایا اور دائیں کی پشت قبہ کی طرف  
کی۔ اور دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بائیں  
ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھا اور انگلی سے  
اشارہ کیا۔ یعنی سہا بر انگلی سے  
ایک دوسری روایت میں ہے جب  
دو رکعتوں پر بیٹھے، بائیں  
پاؤں کے تلے پر بیٹھے اور دایاں  
کھڑا کرتے اور جب چوتھی رکعت  
رکعت میں ہوتے۔ تو بایاں  
کو با زمین پر لگاتے۔ اور  
دونوں قدم ایک طرف نکال

بَلَّغُوا وَ أَخْرِجْ قَدَامَيْهِ مِنْ تَا حِيَةٍ  
وَأَحَدًا ۚ

۱۷۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص نفسانی غرض کے لیے نہیں بلکہ دینی مصلحت کے تحت اپنے شغل بڑا عالم ہونے کا دعویٰ کرنے تو یہ درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۸۔ ان صحابہ نے کہا جن کے سامنے اس نے یہ دعویٰ کیا تھا۔

۱۹۔ یعنی جب تو دعویٰ کر رہا ہے کہ تو ہم سے زیادہ علم والا ہے تو پھر ہمارے سامنے پیش کر اور اسے ہم پر ظاہر تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ تو اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچا ہے۔

۲۰۔ یہ حدیث اس بارے میں مترج ہے کہ آپ ہاتھ پہنے اٹھائے اور پھر اس کے بعد کہتے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

۲۱۔ اس کے بعد اعتدال کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ منہ سر کو جھکا دے الی آخر۔

۲۲۔ اس میں لفظ یقینی یا کی پیش اسناد مہملہ کی زبرد اور با مشورہ کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے یعنی سر پہنے جھکا کر دلا یقین یا کی پیش۔ قاف ساکن اور نون کسورہ کے ساتھ۔ یعنی سر کو اوپر اٹھانا۔ حالت رکوع آپ دسر کو سر پہنے کہتے تھے اور سر کرتے بلکہ پشت اور سر کو برابر رکھتے۔ اطلاق یہ ہے کہ اعتدال کا معنی اطمینان کا کیا جائے جس طرح حد کھولنے کے درمیان مہمنا ستراحت کے بیان میں آئے گا۔ ابن جبران اور سلم کی روایت میں بھی آیا ہے۔ اس کے بغیر کتاب۔ اس میں یہ منہ زیادہ ظاہر ہے۔ لفظ یقینی کی مزید تحقیق ہم نے شرح میں کر دی ہے۔

۲۳۔ یعنی آپ دونوں پاؤں کی انگلیاں کھولتے اور دوسری کرتے اس طرح کہ انگلیوں کے سر پہ کھڑکھڑاتے۔ فتح فاعلہ والی کے ساتھ یعنی نیٹھے کے وقت پاؤں کی انگلیوں کو کھولنا۔ اس سے صریح کا معنی اہم ہو رہا ہے۔ آتا ہے جیسا کہ مراح میں ہے۔

۲۴۔ یہ اعتدال کی تفسیر دتا گیا ہے۔

۲۵۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث پاک سے معلوم ہوا۔

۲۶۔ یعنی بجا تک البصر کے سوا باقی سب باتیں پہلی رکعت کے طور پر کی گئی۔

۲۷۔ ایسی تشہد پڑھنے کے بعد جب آپ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے۔ اس حدیث میں تشہد کا ذکر نہیں ہے جس طرح کہ ابو داؤد کی ایک روایت میں تشہد کا ذکر موجود ہے۔

۲۸۔ یعنی جن کے سامنے انہوں نے اپنے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ کیا تھا ان کے تہلیل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اس مذکورہ تفصیل سے واقف تھے۔ اس بنا پر ابو حنیفہ کا دعویٰ اہمیت (بڑا عالم ہونا) درست نہیں رہتا۔

لہذا ان کی تعریف کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ تیری خبر بالکل سچی اور قابل اعتماد ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲۔ یہ حدیث سفر السعاده وایح ابن جان اور مسلم سے بھی مروی ہے۔

۱۳۔ آپ نے دونوں کنیوں کو چلوؤں سے دوڑ رکھا تو گویا کنیاں چلے کے مشابہ ہو گئیں اور پہلو کمان کے مشابہ جس پر

وہ چل رہا ہے۔

۱۴۔ اور آپ نے ناک اور پیشانی کو سجھوس دین پر بجایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ ناک اور پیشانی دونوں پر

ہونا چاہیے۔ جنور علی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہے۔ امارت بھی اسی کے موافق اور اسی کی تائید کرتی ہیں۔ تاہم

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک پر کفایت کرتا بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ ایک روایت میں صرف پیشانی پر سجدہ کرنا

مکروہ بھی نہیں ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک ان دو میں سے ایک پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں

آیا ہے کہ سجدہ سات (معنا پر اور ایک روایت میں سات ہڈیوں پر کرنا چاہیے۔ چہرہ دونوں ہاتھ۔ دو زانو دو پاؤں۔ بخاری

مسلم کی ایک حدیث میں چہرے کے بلکے پیشانی کا لفظ آیا ہے۔ اس کی مزید تحقیق باب السجود میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

۱۵۔ یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ کے وقت اپنا انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ انگشت شہادت کو انگشت سبابہ

بھی کہتے ہیں نفی کے وقت اٹھائی جائے اور اثبات کے وقت رکھ دی جائے۔ اس انگلی کو سبابہ اس لیے کہتے ہیں کہ

برنی وقت میں غنم کا معنی ہے گالی دینا عربی گالی دیتے وقت اس سے اشارہ کرتے ہیں یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا

اسلام میں اس انگلی کو مسیحا اور مسما کہتے ہیں اور مسیح و مسیح کے وقت اس کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں۔ یہ اشارہ

جہاں تو حیلہ ملی کی طرف اشارہ ہے شیطان پر بھی گالی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

۱۶۔ یعنی دائیں طرف نکال دے۔

روایت ہے حضرت وائل بن حجر سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اپنے

دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ کندھوں کے مقابل ہو گئے اور

اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل کر دیا پھر بخیر کی۔

(البرادری)

اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے انگوٹھے

کانوں کی گدیوں تک مہذب کیے

لَا يَدُ عَنْ قَائِلٍ بَيْنَ حُجْرَاتِهِ أَلْبَصَرُ

النَّظَرُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

قَامَ إِلَى الْعَلَوِقِ مَا فَعَلَ يَدَيْهِ حَتَّى

كَانَتْ رِجَالُهُ مَنكَبَيْهِ وَخَاذِي إِبْهَامَيْهِ

أَذْنُوهُ تَلَوَّكَتَهُ

مَعَاذُ اللَّهِ دَاوُدَ كَفَى رِجَالَهُ

يَرْفَعُ رِجَالَهُ إِلَى شَعْمَةِ أُذُنَيْهِ

۱۷۔ حضرت وائل بن حجر سے حالہ پریم کے ساتھ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں کی اطلاع دیں تھے۔ شرف اسلام

سے شرف ہونے جنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نگاہ میں بڑے معزز و محترم تھے۔





کہ جسے اطمینان ہو جائے۔ یہ مساجد کے نقطہ میں  
اور اسے ابو داؤد نے قزوے فرق سے روایت  
کیا اور ترمذی و نسائی نے اس کے معنی روایت کیے  
تہذیب ترمذی کی روایت میں ہے جب تو نماز  
کے لیے اٹھے تو اس طرح و منکر جس طرح اللہ  
نے تجھے حکم دیا ہے پھر کلمہ شہادت پڑھ کر  
تبیخ کر لی اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو اسے  
پڑھ و رزق اللہ کی حمد کر اس کی بیکھر و تسلیل  
کہ پھر رکوع کر۔

فَمَنْ قَامَ لَيْلًا جَمْعًا فَلَيْلًا نَفَعَتْ مَا جَلَسَ  
عَلَىٰ فَنُودِيَ الْمَلَكُ فَقَالَ أَصْبَحْتَ وَلَيْسَ  
فِي كُلِّ رُكْعَةٍ وَرُكْعَةٍ حَقٌّ تَعْلَمُونَ  
هَذَا لَفْظُ الْبَصَائِغِ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ  
مَعَ تَعْسِيرٍ يَسِيرٍ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَ  
النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي وَدَايَةِ قَلْبِ تَعْلَمُونَ  
قَالُوا إِذَا قُمْتَ إِلَى السُّجُودِ فَتَوَضَّأْ  
كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ بِهِ ثُمَّ تَشْهَدُ قَائِمًا  
فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ وَلَا  
فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلهُ ثُمَّ  
امْرَأَكُمُ۔

۱۔ حضرت رفاعة کبریٰ بن رافع آپ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ بنی خزرج سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو معافہ ہے۔ بدری  
ہیں۔ ان کے باب لغت میں سے ہیں۔ آپ مالک بن رافع اور غلام بن رافع کے بھائی ہیں قبیلہ خزرج میں سے سب  
سے پہلے ایمان لانے والے آپ ہی ہیں۔ صحابہ اہل بیت میں سے ہیں۔ جل و معین کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کے ساتھ تھے۔

۲۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ تو پڑھ۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بغیر بندے کی چاہت سے  
کچھ نہیں ہوتا۔

۳۔ یعنی یہ باتیں معلوم ہیں کہ یہ دونوں چیزیں دل کے بعد ہوا اور اس سے جیسا ستراحت مراد  
ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے مجھ سے مراد تھا تا مراد ہو۔ پھر صوبت اس عبارت میں اختصار پایا جاتا ہے۔

۴۔ یعنی اس حدیث کا معنی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی ہے جو باب اول میں گوری صرف بعض الفاظ  
کے ساتھ لکھے ہیں۔ اس عبارت میں جو وہاں مذکور ہوئی۔

۵۔ یعنی یہ باتیں معلوم ہیں کہ ہر ایک کے بعد اس کا پڑھنا بھی فضیلت رکھتا ہے۔ اور قیامت سے  
خانا کا نام لیتے ہیں۔

۶۔ اس کی توجید بیان کر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے قرآن یاد نہ ہو وہ قرآن کی جگہ سبحان اللہ والحمد للہ والہ  
الا اللہ و اللہ اکبر پڑھے۔ جیسے وہ شخص جو ایمان لایا مگر اسے قادر کا وقت آنے تک کا موقع نہ ملا کہ قرآن یاد کر لیتا تو لایا



آدمی ذکر و تمیل و تسبیح کرے۔ بعض شانیہ کے نزدیک سات بار ذکر کرے۔ سورۃ فاتحہ کی آیات کی تعداد کے مطابق۔ کہ وہ بھی سات ہیں۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بھی تو مسلم تھا۔ اگرچہ ایک اس نے دین کے احکام و شرائع نہ کیے تھے۔ اسی وجہ سے اس کی نماز کی احادیث میں کوئی بھی پائی جاتی تھی۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا  
دور رکعت ہے۔ ہر دور رکعتوں میں سات رکعت ہے اور ہر روز  
یا زمرہ ہے اور اظہار رکعت ہے فرماتے ہیں پھر  
اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں کہ ایک طرف پھیلا کر پھیلاں  
تیر پھر ایک طرف ہوں اور کہ اس حدیث اس کی روایت  
اور حوالہ ان کے یہ وہ ایسا ہے۔ ایسا ہے اس حدیث سے  
ایک روایت میں ہے وہ ناقص ہے۔

۲۹  
وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَسَّاسٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَوْلُ  
مَثْنَى مَثْنَى تَشْهَدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ  
وَتَتَشَعَّرُ وَتَضْرَعُ وَتَمْسُكُنْ ثُمَّ  
تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُولُ تَرَفَعُهُمَا إِلَى بَيْتِكَ  
مُسْتَقْبِلًا يَبْطُونَهُمَا وَجْهَكَ وَقُولُ  
يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ  
فَهُوَ كَذَّاءٌ وَفِي رِوَايَةٍ فَهُوَ  
جَدَّاجٌ

لَقَاءُ الْقُرْبِيِّ

۱۔ فضل بن عباس آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں کہ ایک حدیث  
ابو حمزہ ہے۔ بعض نے ابو عبد اللہ کنیت بتائی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوئے ہیں کہ  
میں فوت ہوئے۔ بعض نے کہا جنگ یرموک کے دن شہید ہوئے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔  
۵۔ یعنی نفل نماز میں افضل یہ ہے کہ دو رکعت کر کے پڑھی جائے۔ چاہے وہ کتنا ہی کم ہو۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔  
یہیں سے اپنا مذہب اخذ کیا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔  
فضیلت رکعت ہے اور ابو یوسف و امام محمد کے قول کے مطابق اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔  
افضل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور امام ابن ماجہ و امام ترمذی و امام ابوداؤد و امام نسائی و امام بیہقی  
فرماتے ہیں صحت سے ثبوت ہو چکا ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حدیث ہے کہ دو رکعت پڑھو۔  
میں بھی یاد رکھنا چاہیے۔ پھر چار رکعت پڑھنے میں شقت زیادہ ہے کہ اس میں قرعہ نہیں ہے اور جو دو رکعت پڑھو۔  
زیادہ ہو گا اس کی فضیلت زیادہ ہو گی۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔  
اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔



تجیر تحریر بلند آواز سے کہی ہے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے ہنر پر تشریف لائے۔ فرمایا مجھے تمہارے اختلاف کا کوئی ڈر نہیں تم اختلاف کر دیا نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح نماز پڑھی۔ گویا اس زمانے میں بھی اس میں اختلاف رکھتے تھے کہ تجیر بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ۔ بنی امیہ کے مروان و ولید و پست آواز سے کہتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ امارت مروان کے زمانے میں مدینہ پاک میں امامت کراتے تھے۔ جیسا کہ بعض شروح میں مذکور ہے۔

۱۸۱ دَعْنُ عِرْمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ  
شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعَشْرَيْنِ  
تَكْبِيرًا فَقُلْتُ لَا بَيْنَ بَيْنَايَا اِنَّهُ  
اَحَقُّ فَقَالَ تَكَلَّمْتَ اَمَّاكَ سُبْحَهُ  
اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
(دَعْوَاهُ الْبَهْلَوِيُّ)

روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں میں نے مکہ  
مکرمہ میں ایک بزرگ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے  
بائیس تکبیریں کیں۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا ہے  
بے وقوف ہے۔ فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے یہ نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

روایات

۱۔ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بنی قہانے مکہ میں سے ہیں۔

۲۔ یہ بزرگ حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ تھے۔

۳۔ یہ چار رکعت کا ذکر ہے تجیر تحریر اور شہداء کے اٹھنے کے وقت کی تجیر لک بائیس تکبیریں پڑھیں۔

۴۔ کہ یہ بزرگ احمق ہے (معاذ اللہ) جاہل اور بے عقل ہے کہ تجیر کو بائیس تکبیر سے کہتا ہے۔

۵۔ یہ دعا کے کلمات ہیں جنہ جبروت و ملائکہ کے برقرار رکھے جائے۔ اور تجیر کے معنی ہیں کہ تمہاری دعا قبول ہو۔

اس کی موت کا دعا مراد نہیں ہوتی۔

۱۸۲ دَعْنُ عِرْمَةَ بْنِ الْحُسَيْنِ مَرْسَلًا

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا خَفَضَ

وَرَفَعَ فَلَمْ يَزَلْ يَتْلُكَ صَلَاتُهُ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ

تَعَاَى مَا يَكُونُ

۱۔ یعنی امام زین العابدین علی بن امام حسین رضی اللہ عنہ کے بطریق ارسال و رکاب ہے۔

۲۔ یعنی رکوع اور سجدہ کو جاتے وقت پھر قوماں و جسد اور دل میں سر اٹھاتے وقت

۳۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایا ہے فرماتے ہیں

۱۸۳ دَعْنُ عِرْمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ

مَسْعُودٌ إِلَّا أَجَلِيَّ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمْ فَصَلُّوْا  
لَمْ يَزِدْهُ يَدِيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ  
تَكْبِيْرُ الْاُفْتَتَاحِ -

ہم سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہارے  
ساتھ حضور کی نماز نہ پڑھوں تو نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ  
صرف ایک بار ہی یعنی شروع کی تکبیر کے ساتھ اٹھائے  
تہذیبی، ابو داؤد، نسائی اور ابو داؤد  
نے کہا۔ یہ حدیث اس معنی پر صحیح  
نہیں۔

نَوَافِلُ التَّحْمِيْدِ وَأَبُو دَاوُدَ وَ  
التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ لَيْسَ هُوَ  
بِصَحِيْحٍ عَلَىٰ هَذَا الْمَعْنَى -

۱۔ علقم بن قیس بن ملک رضی اللہ عنہ۔ آپ اکابر فقہاء اور مشہور تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے  
ماتھوں سے ہیں۔ تابعین میں علقم چند ہیں جس علقم کو حضرت ابن مسعود سے سماع حاصل ہے وہ یہی ہیں یہ علقم حضرت ابو بکر اور حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یہ حدیث اس معنی میں صحیح نہیں ہے یا اس سے ترقی کرنے سے یہاں دو باب ذکر کیے ایک باب رفع یدین میں دوسرا  
باب رفع یدین نہ کرنے میں۔ اور اس دوسرے باب میں یہ حدیث لائے ہیں اور کہا اس باب میں حضرت بلال بن عازب  
سے بھی حدیث آئی ہے۔ اور ابن مسود کی حدیث حسن ہے۔ اس کے قائل ہیں بہت سے صحابہ اور تابعین اور سفیان ثوری اور  
ابن کثیر کا یہی قول ہے ہاں حضرت عبداللہ بن مبارک سے یہ باب میں ایک حدیث نقل کی کہ رفع یدین میں ثابت ہے پہنچا اور  
ابن مسود کی حدیث عدم رفع میں ثابت نہیں۔ مگر اس حدیث کے علاوہ بھی عدم رفع میں بہت اخبار و آثار وارد ہیں۔ جس طرح  
گروخت بیان میں انہی اخبار کا ذکر کرتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ الشَّامِيُّ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ  
يُحَلِّي الْقَبْلَ الْقَبْلَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ  
وَتَكْبِيْرُهُ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ  
وَنَوَافِلُ ابْنِ مَاجَةَ

حضرت ابو حمزہ شامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیے  
کھڑے ہوتے تو منہ کعبہ کو کرتے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے  
اور اللہ اکبر کہتے۔

(ابن ماجہ)

۳۔ مشہور صحابی انصاری ہیں قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں اور جنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی غمانہ کے حافظ ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ  
الْظُّهْرَ وَفِي مُوْخِرِ الصُّفُوْتِ رَاجُلٌ

حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی آخری  
صف میں ایک شخص تھا جس نے نماز ٹھیک طرح نہ پڑھی

جب ہی سلا پھیرو اسے مسحور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا اسے ظاہر کیا تو اللہ نے نہیں دیا کہ یکے  
نماز پڑھتا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ نماز پڑھنا کوئی عمل  
پھیرا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم میں شیخ مجھے ایسا ہی  
دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آپ کے دیکھتا  
ہوں۔

فَإِسَاءَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا فُلَانُ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ أَلَا تَرَى  
كَيْفَ فَصَّلَيْتُمْ إِنَّكُمْ تُرَوُّنَ أَنَّهُ يَخْفَى  
عَلَى شَيْءٍ مِمَّا تَصْنَعُونَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ  
لَا أَرَى مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرَى مِنْ بَيْنِ  
يَدَيِّ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(احمد)

لہذا اس مرد نے سلا پھیرا۔

۳۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے پیچھے دیکھنا خرق عادت (موجزہ) کے طور پر تھا وہ سالنامہ کے ذریعے  
اور کبھی کبھی تھا عیشہ نہ تھا۔ اس کی موید وہ روایت ہے کہ جب ایک کافر جبرک تم بھلیا کہ آپ کو مسومہ ہوا کہ جو کہ ہے تو  
نافقین نے کہا محمد کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں مگر نہیں جانتے کہ ان کا کون کون کیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا میں وہی جانتا ہوں جس قدر اللہ مجھے بتلاتا ہے۔ اچھا ابھی ابھی میرے پیچھے سے آیا ہے کہ میں نے کچھ  
اور اس کی ہمارا ایک درخت کی شاخ سے الجھی ہوئی ہے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا میں نے ان میں سے جو کہ ہے کہ یہ لڑکے بچا  
کیا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے بتلانے کے بغیر میں نہیں جانتا۔  
اور بلاشبہ نماز چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائمت میں سے سب سے افضل و رفیع مقام پر ہے لہذا  
آپ کو انکشاف حقائق اشیاء اور اعیان موجود پر اطلاع اتم اور اکل ہو گئی۔ لہذا آپ کو ہر حال میں ہر  
کائنات سے استغراق اور غائب ہونے کا موجب نہ تھا۔ جس طرح کائنات کے ہر شے پر حضور کا علم تھا  
یوں وہاں حال ہے۔ مثلاً قدس اللہ سرہ ہم فرماتے ہیں نماز کشف و حضور کا علم تھا۔ لہذا آپ کو ہر حال میں ہر  
شیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عودوں کے درمیان دیکھ کر انکشاف ہوا کہ کائنات  
مگر یہ قول غریب ہے کسی روایت سے ثابت نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔



## باب ما یقرأ بعد التکبیر

ان چیزوں کا باب جو تکبیر کے بعد پڑھی جاتی ہیں

باب ان چیزوں کے بلین میں جو تکبیر تحریر کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحہ میں نماز شروع کرنے کے وقت بہت سے کلام دعائیں وارد ہیں۔ جیسے اے اللہ! دھرتی و آسمان اور سب انک الہم وغیرہ۔ یہ اذکار تافیر کے نزدیک فرائض و فرائض میں سب یا بعض سبب ہیں اور حنفیہ اور امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر مذہب میں سبحانک الہم الی آخرہ پراکتفا کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو کچھ مروی و منقول ہے نماز تہجد پر محمول ہے بلکہ متعلق فرائض کے لیے ہے۔ کہ اتنی الہامیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سبحانک الہم اور انی دھرتی و آسمان جمع کر کے پڑھے جائیں گے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقار مذہب یہی ہے۔ پھر غازی کو اختیار ہے کہ اتنی دھرتی کو ثنا کے بعد پڑھے یا پہلے پڑھے۔ مشہور یہ ہے کہ پہلے ثنا سبحانک الہم پڑھے پھر انی دھرتی و آسمان الی آخرہ۔

### پہلی فصل

### الفصل الاول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قراوت کے درمیان کبھی قدر خاموشی رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ پر یا رسول اللہ فلاہوں۔ آپ کی تکبیر اور قراوت کے درمیان خاموشی کیسی؟ ان میں آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا میں کہتا ہوں الہم یا رب العزیز (آخرہ ترجمہ) الہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسی تو نے شرق و مغرب کے درمیان دوری کی۔ الہی مجھے خطاؤں سے ایسا پاک اور صاف کر دے جیسا سفید کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے۔ الہی میری خطاؤں یا ان اور بی و اولوں سے دھو دے۔

(بخاری و مسلم)

بعد عن ربي مسيرًا قال كان ما سأل  
الله من ان لا يحلوا ومسك يكت  
بين التكبير وبين القراءة اسكاته  
فكلمني ان اتدبر اذ لا يحلوا الله  
اسكاته بين التكبير وبين القراءة  
ما يكون من ذلك الله ما وجد بين  
و بين خطائي كما يا عبدك رب  
الغفور يا اللطيف اللهم تقبّل  
من الضعفاء كما تقبّل الثوب الأبيض  
من النجس اللهم اجعل خطاياي  
بالماء والثلج والبرق

(متفق عليه)

۱۵۔ اصل میں لفظ لیسکتے یا کی زیر کاف کی پیش سے ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ لیکن بعض لوگ پیش اور کاف کی زیر کے ساتھ بھی روایت ہے۔ دونوں کا معنی ہے۔ خاموش ہو جانا۔ ایک آتم ہمزہ کہ غیب سے صحت یعنی سکوت (خاموش ہونا) روایت ثانی کے مطابق تو یہ مصدر قیاس کے مطابق ہے اور پہلی روایت کے مطابق طواف قیاس ہے پھر یہاں سکوت سے بلند آواز سے نہ پڑھنا مراد ہے۔ ذکر سے خاموش رہنا مراد نہیں۔

۱۶۔ اسکا تک میں مشہور روایت نصب کے ساتھ ہے۔ ایک بروایت اسکا تک بھی ہے۔

۱۷۔ دراصل اس میں گذشتہ گنا ہوں کی توبہ کے ساتھ معافی طلب کرتے ہیں اور بطور تاکید و مبالغہ بخشش کا سوال کرتے ہیں۔

۱۸۔ ایک میں نیت قلبی آیا ہے۔ یعنی میرا دل پاک کر دے۔

۱۹۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ یہ طلب کرتے ہیں کہ گذشتہ تمام گناہوں کے نشانات مٹ جائیں اور آئندہ گناہوں سے حفاظت و عصمت حاصل ہو جائے۔ سفید کپڑے کی تھیس معافی میں مبالغہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیل زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ معمولی ہو۔ یا فطرت انسانی کی طرف اشارہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہے۔

۲۰۔ ان الفاظ میں مختلف پاک کرنے والی چیزوں اور اقسام مغفرت کی طرف اشارہ ہے۔ مادہ صلی و طہارت میں مبالغہ ہے۔ شیخ لام ساکن کے ساتھ مجرد را کی زیر کے ساتھ۔

۲۱۔ وَعَنْ عَجَلِي قَالَ كَانَ الْيَوْمَ مَعِيَ  
اللَّهُ عَلَيَّ وَسَلَّمُ إِذَا قَامَ إِلَى الْقَبْلَةِ  
وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا اقْتَسَمَ الْقَبْلَةَ  
كَبَّرْتُ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِي لِلدُّنْيَا  
فَطَرَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَكَأَنَّ  
أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي  
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلدُّنْيَا الْعَالَمِينَ  
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا  
مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا  
إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ بَقِيَّ وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ  
نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي فَاغْفِرْ لِي  
ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور میں نے اپنے لیے  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور میں نے اپنے لیے  
ایک دفعہ کہا کہ میں نے اپنے لیے  
پھر کہہ دیا کہ میں نے اپنے لیے  
کہ میں نے اپنے لیے  
اور میں نے اپنے لیے  
قرآن مجید کی طرف سے ہے۔ اور میں نے اپنے لیے  
کے لیے ہے۔ اور میں نے اپنے لیے  
دیکھا ہے کہ میں نے اپنے لیے  
تو یہ اٹھام ہے میرے سارے گناہوں میں تو یہ اٹھام  
ہے۔ اور میں نے اپنے لیے  
ظلم کیا۔ اور اپنی غلطی کا اقرار کیا تو میری ساری غلطیاں



أَنْتَ وَ أَهْلُ بَيْتِكَ أَحْسَنُ الْخَلَائِقِ لَا  
يَهْدِي إِلَّا خَيْرَهَا إِلَّا أَنْتَ وَ أَهْلُ بَيْتِ  
عَقِي سَيِّئَتُهَا لَا يَهْدِي عَنْ سَيِّئَتِهَا  
إِلَّا أَنْتَ لَيْتَكَ وَ سَعْدَيْكَ وَ الْحَبِيبُ  
كَلِمَةً فِي يَدَيْكَ وَ الشَّرُّ لَيْسَ بِإِيْصَابٍ  
أَنَا بِكَ وَ إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَبَا لَيْتَ  
أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ وَ إِذَا رَكَعَ  
قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَ بِكَ أَمَنْتُ  
وَ لَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعْتُ لَكَ مَعْنَى وَ بَصَرِي  
وَ مَعْنَى وَ عَظْمِي وَ عَصِيْبِي فَيَا ذَا رَحْمَةٍ  
بِأَسْمِهِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْعَمْدُ  
يَا مَنْ لَا تَمُوتُ وَ الْأَرْضُ وَ مَا بَيْنَهُمَا  
وَ مِمَّا مَا شَدَّتْ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَ إِذَا  
سَجَدَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَ بِكَ  
أَعْتَدْتُ وَ لَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدْتُ وَ سَجَدْتُ  
لَكَ عَمْدًا وَ سَجَدْتُ لَكَ عَمْدًا وَ سَجَدْتُ  
وَ بَصَرِي تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَلَائِقِ  
فَيَا ذَا رَحْمَةٍ مِنْ رَحْمَةٍ يَقُولُ بَيْنَ الشُّهُدِ  
وَ التَّسْلِيمِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا كُنْتُ  
وَ مَا أَكْرَهْتُ وَ مَا أَسْرَدْتُ وَ مَا أَهْلَيْتُ  
وَ مَا لَمْ يَكُنْ مِنْ رَحْمَةٍ أَنْتَ أَحْسَنُ الْخَلَائِقِ  
وَ فِي أَنْتَ الْحَقُّ وَ أَنْتَ الْمُسْتَجِيرُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ رُدَّاهُ مُسْلِمًا وَ  
فِي رِجَالِي لَتَأْتِيَنِي وَ الشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ  
وَ الْمَعْدِي مِنْ هَدَيْتَ أَنَا بِكَ وَ إِلَيْكَ

بخش دے بیشک تیرے سوا کوئی بھی خطائیں نہیں بخش سکتا۔  
اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی  
اچھے اخلاق کی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور مجھ سے بری  
حادثیں و دررکھ تیرے سوا برائیاں کوئی مجھ سے دور نہیں  
کر سکتا۔ مولیٰ کریم ہی حاضر ہوں۔ تیری نوابہرداری پر آمادہ ہوں  
ساری جلائیائیں تیرے قبضہ میں ہیں۔ اور مجزائی تیری طرف  
منسوب نہیں ہو سکتی۔ میں تجھ پر بعد و سر کرتا ہوں۔ تیری بارگاہ  
میں اہتمام کرتا ہوں۔ تو برکت دالا بلند یوں مالا ہے۔ میں  
تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ اور جب آپ رکوع میں جاتے  
تو کہتے تیرے لیے رکوع کیا میں نے۔ تجھ پر ایمان لایا  
میں۔ تیرا مطیع ہوا میں۔ تیرے حضور میری سماعت و مینائی  
اور میری شہینک اور میری ہڈی اور میرے پٹھے عاجز  
اور جھکے ہوئے ہیں پھر جب اپنا سر مبارک اٹھاتے  
تو کہتے اے اللہ ہمارے رب تیری ہی تعریف ہے  
آسمان اور زمین اور ان کے درمیان بھر کر۔ اور اس کے  
علاوہ وہ چیز بھر کر جو تو چاہے۔ اور جب سجدہ کرتے  
تو کہتے۔ اے الہی تیرے لیے میں نے سجدہ کیا۔ تجھ پر  
ایمان لایا۔ تیرا مطیع ہوا۔ میری ذات نے اُسے  
سجدہ کیا جس نے اُسے پیدا فرمایا۔ اے صورت  
عطا کی۔ اور اس کے کان اور آنکھیں چیریں پیدا کیں  
برکت والا ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا پھر آخر میں  
القیات اور سلام کے درمیان کہتے اے الہی میری اگلی کھچلی  
میری پوشیدہ میری لاہری خطائیں اور جرم زیادتیاں میں نے  
کیں اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب بخش دے تو ہی  
اگے بڑھانے والا اور تجھے دیکھنے والا بہتیرا کوئی مجھ نہیں (اسلم)

لَا مَنُجَا مِنْكَ وَلَا مَلْجَا إِلَّا إِلَيْكَ  
تَبَارَكْتَ

اور شافی لکھا ایک روایت میں ہے غرضی طوفان منور بنی  
ہدایت یافتہ رہے جسے تو ہدایت دے میرا تجھ پر  
جو وہ اور تیری طوفان تو ہے تجھ سے میرا چاہتا ہے تیری  
ہی طوفان ٹھکانہ ہے تو برکت حال ہے

۱۷۔ یعنی میں اسلام لانے والوں کو حکم کی بجائے آدری کرنے والوں اور اس طرح حق کو تسلیم کرنے والوں کی اطاعت کرنے والوں  
میں سے ہوں و تشریحی امر ہدیا ارادی۔ اور ایک روایت میں جیسا کہ تعمیری فعل میں آئے گا انا اول المسلمین آیا ہے یہی سب  
سے پہلا مسلمان ہوں۔

علماء نے کہا ہے کہ انا اول المسلمین کا معنوں جاب نہایت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ آپ کے مابراہم  
میں اسلام کے اندر آپ ان سب سے اول و سابق ہیں۔ ہر چیز پر اپنی امت کے احکام میں اول و سابق ہوتا ہے اور قرآن مجید  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ کہیں انا اول المسلمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابراہم اور سے ان کا  
کا صادر ہونا درست نہیں بلکہ جوڑ اور دروغ ہو گا بعض نے کہا اس سے ظاہر ہے کہ جو احکام کے مابراہم ہے کہ  
اگر انا اول المسلمین کے لفظ سے اس نے آیت قرآن کی تائید کا اور آیت قرآن سے ظاہر ہے کہ انا اول المسلمین کا  
قائد نہ ہوگی۔

بندہ ضعیف عفا اللہ عنہ کتاب ہے مگر اس جملہ کو غیر قرار نہ دیں بلکہ اس سے منظور و اتفاق ہے جیسا کہ ہم نے مذکور کیا  
و فرمانبرداری کا اظہار ہر تو یہ معنی بھی درست ہے جس طرح بادشاہوں کے احکام کا یہی حکم کے ساتھ ہونا چاہیے  
جو فرمان ہو گا اس کی بجا آدری اور اس کی تعمیل اور اس کے آگے سب سے پہلے اس کی تعمیل اور اس کے آگے سب سے پہلے  
رہبت و اطاعت ہوتا ہے اور اس حقیقی مبراہم ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۱۸۔ اور تو نے فرمایا ہے جو بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے بخش دے گا  
دیتا ہوں۔

۱۹۔ اور تیرے دین کی مدد و نصرت کے لیے ہم وقت تیار ہیں۔

۲۰۔ یعنی ہر دو تعلیم کی بنا پر۔ اگر میرے پیش کے اعتبار سے سب کو میری عزت و شرف سے زیادہ ہے  
کسی چیز کی خلق وافریش میں کوئی شرد برائی نہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے بندہ ہو کر اس میں  
شر اگر ہے تو مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ فرمایا میں شر کا خلق۔ بعض علماء فرماتے ہیں ان شر میں ایک ایک کا اعتبار ہے کہ  
شرد برائی کسی کو تیرے نزدیک نہیں کہ شر سے قرب الہی حاصل میں ہو سکتا۔ یا اس کا مصلیٰ ہے شر تیرا اور گناہ  
بلند نہیں ہو سکتا اللہ تیری غالب میں مقام قبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ یغفر الذنوب لیکن ایک کی طرف کلام

طبرہ معبود کے اپنے تخت پر

۸۔ اس کا سنا ہے میں تیرے ساتھ ہی سر تا سر اور تیرے ساتھ ہی سینا ہوں۔ اور تیری قدرت کے ساتھ ہی موجود ہوں اور میں تیری طرف ہی آتا اور لوٹتا ہے۔ یا میں تیرے ساتھ قائم ہوں اور تیری پاہت و رحمت رکھنے والا ہوں۔

۹۔ نبی کریم کو سنا کہ معنی ہے بے پشت ہم کرنا۔

۱۰۔ غز کا ذکر بڑی سچائی کرنے کی وجہ شلید یہ ہے کہ شروع باطن سے ظاہر کی طرف آتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے اسی نکتہ کو بنا پر بڑی کچھ بے مقدم کیا گیا ہو۔

۱۱۔ یہی تمام باتیں توحید کے دریاں و دریاں آسمان سے یعنی ممکنات معدومہ جب کہ حق سبحانہ کے کمال قدرت نے آسمان و زمین اور جہاں کے درمیان ہے سب مقدمات و ممکنات کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے تو پھر سب اس کی قدرت و شہادت سے پُر ہونے چاہیں۔

۱۲۔ اس میں اخلاص عمل کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ میں تجھ پر ایمان لایا تیرا اسلام قبول کیا اور اپنا سب کچھ تیرے سپرد کیا۔

۱۳۔ یہی توحید و توحید ہے تصور یعنی صورت مطلقہ اور پیدا کرنا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کے کلمے کا اہم ہے یعنی اس کے سوا سب کے سوا ان کے کلمے پہلے کیے اور چونکہ یہ دونوں اعفان کلمات کی صورت میں ہیں ان کے کلمے کے کلمے۔

۱۵۔ یہی کلمہ ہے اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ہوا اور کوئی خالق نہیں ہے لہذا خالق کی جمع ظاہر کے اعتبار سے لائی گئی ہے یعنی تحریریں کیلئے والوں کے اعتبار سے۔

۱۶۔ یعنی خدا تعالیٰ سے جو کلمات ہیں ادا اعمال و مال و جاہ وغیرہ میں مجھ سے بے اعتدالیوں ملو رہی ہیں۔

۱۷۔ اللہ تعالیٰ کا نام لیا کہ یہ کلمات ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کلمات آئے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کے نام لیا کہ یہ کلمات ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کلمات آئے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور

صف میں داخل ہوا اس کا منہ چڑھا ہوا تھا۔ اس نے کہا

اللہ اکبر الحمد للہ محمد اکبر علیہ السلام یا ربنا یا ربنا یا ربنا یا ربنا

وہم نے غصہ پوری کی تو فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے

وہم نے غصہ پوری کی تو فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے

وہم نے غصہ پوری کی تو فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے

مَنْ قَالَ هَذِهِ كَلِمَاتُ اللَّهِ فَكَانَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ

وَمَنْ قَالَ هَذِهِ كَلِمَاتُ النَّاسِ فَقَالَ اللَّهُ

أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ كَفِينًا حَلِيمًا

فَمَنْ رَكَعَ فِيهِ فَلَمَّا قَعَى يَسْأَلُ اللَّهَ وَصَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَاتُهُ قَالَ آمِيْنُكُمْ

الْمُسْكِرُ بِالْكَلِمَاتِ قَارِعَ الْقَوْمُ فَقَالَ

أَيُّكُمْ أَلْتَمَسَكُمْ بِهَا فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا  
فَقَالَ رَجُلٌ جَلْتُ وَقَدْ حَقَرْتُ  
النَّفْسَ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ أَتَى  
عَشْرَ مَلَكًا يَتَدَارُونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس نے کوئی بات بھی نہیں کہی جس میں دشمن کو شک ہو سکتا ہو  
میرا تسبیح پڑھا ہوا تھا میں نے یہ کلمات کہے کہ یا اگر میں نے  
بارگاہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کے لئے بدن میں جلدی  
کر رہے ہیں کہ کون پہنے بلاگاہ الہی میں پیش کرے  
(مسلم)

۱۔ یعنی اس مرد کو شفقت و تمکد اس میں ڈال دیا تھا اس کے سانس نے کیر نکھرو نماز کے یہ جہاد تیز و دیر کر لیا تھا  
اصل میں لفظ حفر حادہ فاوڑا کے ساتھ بمعنی کسی کو سختی سے پہنچانا جلدی میں ڈالنا اور کسی کو جگہ سے اکٹھا کرنا۔

۲۔ یعنی نماز پڑھنے والے سب لوگ خاموش رہے۔ ان بنایہ کو خفا پیدان سے غلط واقع ہو گئی تھی۔ جو خطاب و  
عتاب کا موجب بن رہی ہے۔ اُرُم ہمزہ در لا کہ برادریم کی شد کے ساتھ بمعنی خاموش ہونا روایات میں اُرُم ذرا اور سیم  
مخفف کے ساتھ بھی آیا ہے اُرُم کلام سے رک بدلنے کے معنی میں آیا ہے۔

۳۔ بارہ کے عدد کی وجہ اور راز شریع علیہ السلام کو ہی معلوم ہے بعض محققین نے کہا ہے براہ و امراض میں سے ہونے  
کے لیے ایک روح مجرد ہوتی ہے جو ان سے پیچھے اور ان میں قائم رکھی ہے۔ یہی صورت و کرمات کی تفسیر ہے کہ کرات  
گرانے، اور الف و ہمزہ کا اعتبار نہ کرنے سے کہ الف کی صورت صورت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور  
ثانی یعنی ہمزہ کہ نہ خط میں شکل ظاہر ہوتی ہے نہ خط میں بیجا کہ دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک دوسری صورت بھی ہے  
کمر میں نے میں اور چند فرشتے دیکھے یعنی کرات اور الفات ظاہر کرتے ہوئے۔

## الفصل الثانی

وہی ہے کہ اس میں اس کی تفسیر ہے۔

۱۔ عن عائشة قالت كان رسول الله  
صلى الله عليه وسلم إذا افتتح  
الصلوة قال سبحانك اللهم  
و بحمديك و تبارك اسمك و تعالي  
جذك و لا اله غيرك. رواه الترمذي  
و أبو داود و رواه ابن ماجه عن  
أبي سعيد و قال الترمذي هذا حديث  
لا نعرفه إلا من حديثه و قد تحکم

۱۔ عن عائشة قالت كان رسول الله  
صلى الله عليه وسلم إذا افتتح  
الصلوة قال سبحانك اللهم  
و بحمديك و تبارك اسمك و تعالي  
جذك و لا اله غيرك. رواه الترمذي  
و أبو داود و رواه ابن ماجه عن  
أبي سعيد و قال الترمذي هذا حديث  
لا نعرفه إلا من حديثه و قد تحکم

فیہ من قبل جملہ

میں کلام ہے۔

۱۔ عارشہ کے حفظ و ضبط میں کلام ہے یعنی عارشہ ایسا شخص ہے کہ حدیث میں اس کا حفظ و ضبط قوی نہیں۔

داخل ہرکہ یا تکبیر سے نماز شروع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے ثابت ہے۔ اجماع علماء حدیث اس کے قائل

ہیں۔ جیسے سفیان ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق بن عمار، یحییٰ اور علماء ائمہ حدیث نے اسے سعادت کیلئے اور بے شمار علماء تابعین اس

طریق کے سامع امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور دوسرے مجتہدین نے اسے اختیار کیا۔ ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کہا کہ اس

باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث

آئی ہے اور تابعین وغیرہم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ غایت درجہ یہ ہے کہ امام ترمذی ابو سعید کی جو حدیث عارشہ سے

لائے ہیں اس میں کلام ہے۔ اور یہ چیز صحت حدیث کو کوئی نقصان نہیں دیتی۔ کہ دوسرے طرق سے اس کی صحت ثابت ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ ہر تکبیر سے نماز شروع کرنا صحیح و ثابت اور ہمیشہ معمول رہا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور دعائیں بھی

آئی ہیں اس مقام پر مزید گفتگو شرع (مروئی) میں کی گئی ہے وہاں مطالعہ کریں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ

حضرت حمزہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک انہوں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ نے کہا

اللہ کی بات بڑی بڑی ہے اللہ کی بات بڑی بڑی ہے

ہے اللہ ہی کیسے سب تعریفیں ہیں اللہ ہی کیسے سب تعریفیں ہیں

اور اللہ ہی کیسے سب تعریفیں ہیں اور اللہ ہی کیسے سب تعریفیں ہیں

میں اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

اللہ کی پناہ

۲۔ حضرت حمزہ بن مسلم رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ جبرائیل کی اولاد سے ہیں۔ ان کے حالات متعدد جگہ ذکر

کئے۔ ان روایات کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ ان میں دن و رات کے ملائکہ کے جمع ہونے کی کیفیت

دیکھی جاتی ہے۔



۳۔ یعنی شیطان کے نفع اس کے نفث اہل کے ہنر سے پناہ لیتا ہوں۔ فتح علیہ جوہر غریب ہندی مراد ہے جس میں وہ ان کو ڈالتا ہے۔ اور یہ کجراں میں ڈالتا ہے اور اسے اس کی نگاہ میں بڑی کجراں ہے۔ اس طرح زیادہ ایس اس میں ہوا بھرتا اور اسے برباد کرتا ہے۔ نفث کا معنی ہے دم کھڑنا۔ اس سے جادو مراد لیا گیا ہے جو دھنوں پر کرتا ہے یا اس کے کرنے کا باعث بنتا ہے۔ یہ معنی زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کوئی خیر لفظ آف۔ فی اللہ تعالیٰ سے ساحر و جادو مراد ہیں۔ بعض نے کہا نفث سے شر مراد ہیں جو انسان کے حاشیہ خیال میں آتے اور وہ اس کے اندر ڈالتا ہے اور اس کی زبان سے نکلوتا ہے یعنی بڑے اشعار جو کفر و فسق کے معانی اہل اسلام کی جو وہ نفث پر مشتمل ہوں۔

اور ہنر سے مراد لوگوں کی غیبت کرنا، ان کے عیب بیان کرنا اور ان کی کجی میں ہے۔ بعض نے کہا ہنر شیطان سے اس کے دوسرے مراد ہیں۔ جو وہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول اعوذ بک من ہزات الشیاطین سے اس کے دوسرے اور خطرات مراد لے گئے ہیں۔  
کہ ملاوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان تین الفاظ کی تفسیر فرمائی کہ ایک ہنر ہے شیطان کا کجی ہے نفث اس کا شراب ہنر مرگ کے مانند ایک بیماری ہے۔ یہ بیماری جس انسان کو لگتی ہے تو اسے ہنر سے کھینچ کر اپنے ہنر رکھتی ہے۔ اگر تفسیر کی یہ روایت صحت پر مبنی ہو تو ہنر بھی ہو گیا کہ اس لفظ سے مراد یہی ہو سکتی ہے جو ہنر سے مراد ہے۔  
نے بیان فرمایا۔

۱۱۶ وَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ  
حَفْظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ سَكَنَتِي سَكَنَةٌ إِذَا كُنْتُ  
وَسَكَنَةٌ إِذَا قَرَعْتُ مِنْ قَرَأَةٍ وَجَدْتُ  
الْمَغْضُوبَ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ  
فَصَدَّقَهُ أَبِي ابْنُ كَعْبٍ رَوَاهُ أَبُو ذَرٍّ  
وَمَا وَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ  
الدَّائِمِيُّ نَحْوَهُ۔

۱۱۔ سمرہ سین کی زبردستیم کی پیش بن جندب جیم کا پیش، دال کی زبردستیم کے ساتھ مشورہ ممالی میں کثیرا اور پیش  
بصرہ میں رہتے تھے۔ من بصری اور دوسرے لوگوں نے آپ سے حدیث سنی۔ آپ کے حالات متعدد جگہ بیان  
ہوئے ہیں۔



۱۵۔ ایک خاموشی جیسا کہ آپ بھیج رکھتے یعنی اس کے بعد سبحانک اہم پڑھتے۔ یہاں سکتے (خاموشی) عدم جہر کے معنی میں ہے۔ مطلق سکوت مراد نہیں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استفتاح (سبحانک اہم) بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ علامہ نے کہا ہے یہ تقدیریں کیسے کرتے تھے تاکہ انہیں سبحانک اہم پڑھنے کا علم ہو جائے اور وہ اسے پڑھا کریں۔

۱۶۔ اور جب حضرت عمر بن عبد ربیع رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو پہنچی جو عظمیٰ صحابہ میں سے ہیں تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

۱۷۔ واضح ہو کہ پہلا سکتہ (خاموشی) یعنی تکبیر کے متصل بعد متفق علیہ ہے یعنی آئمہ اربعہ وغیرہم اس پر متفق ہیں یہ سکتہ دعائے استفتاح (سبحانک اہم) پڑھنے کے لیے ہے۔ مگر دوسرا سکتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور امام احمد سے بھی ایک روایت امام شافعی کے مطابق آئی ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے تاکہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکیں۔ اور امام کی قرات کے دوران سورہ فاتحہ شروع کر کے اس کے ساتھ ٹکراؤ پیدا نہ کریں کہ ایسا کرنے سے مبالغہ وارد ہو چکا ہے۔ علماء کلام ایک تیسرا سکتہ بھی بیان کرتے ہیں جودلا الفضالین اور آمین کے درمیان ہوتا ہے تاکہ یہ وہم نہ پڑے کہ آمین فاتحہ میں سے ہے۔ چوتھا سکتہ قرات سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ تاکہ قرات اور تکبیر رکوع کے درمیان فرق و امتیاز ہو جائے۔ خفیہ اور ناکیس کے نزدیک صرف ایک سکتہ استفتاح ہے یعنی پہلا سکتہ جس میں سبحانک اہم پڑھتے ہیں اور یہ درحقیقت سکتہ نہیں ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قرات شروع کرتے تھے خارش بالکل نہ پڑتے۔ سلم میں یوں ہی ہے حمید می نے اسے اپنے افراد میں ذکر کیا یوں ہی جامع واے نے صرف سلم سے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ يَتْلُو رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ لَمْ يَكُنْ يَهْكُنْ فِي صَوْتِهِ مُسْلِمٌ وَ ذَكَرُهُ الْعُلَمَاءُ فِي إِفْرَادِهِ وَ كَذَا مَا جُبَّ الْجَامِعُ عَنْ مُسْلِمٍ وَ حَدَّثَهُ .

۱۸۔ یعنی دعائے استفتاح پڑھنے کے لیے خاموشی نہ ہوتے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قمری رکعت کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کرتے تھے شافعیہ رحمہم اللہ جو بسم اللہ کو فاتحہ کا جزو قرار دیتے ہیں اس کی تاویل کرتے ہیں۔ کہ الحمد للہ سے شروع کیا اور پوری سورہ مراد ہے) جیسا کہ مگر۔ یا مراد یہ ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ رکعت اول سے اٹھنے کا حکم بھی یہی ہے۔ اس حدیث میں دوسری رکعت سے اٹھنے کی تخصیص اس لیے آئی کہ یہاں چونکہ نماز کا

ایک شفع (دور کعت) پورا ہو جاتا ہے۔ تو وہم ہر کتا ہے کہ تیسری رکعت کے ابتداء میں بھی شاید دعائے افتتاح پڑھنے کے لیے سکتہ کرتے ہوں۔

۱۵۔ یعنی اس حدیث کو حمیدی نے کتاب صحیح بن ابی نعیم میں مسلم کے افراد میں ذکر کیا۔

۱۶۔ یعنی اسی طرح صاحب جامع الاصول نے جس نے صحاح ستہ کی احادیث کو جمع کیا، مسلم سے اسے تنہا روایت کیا۔ یہ کلام دراصل مولف کی طرف سے صاحب معیاری پر احترام ہے کہ مصنف اسے حسن احادیث میں لایا صحاح میں نہ لایا۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

۴۳ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ صَلَواتِي وَنُصُوحِي وَمَعَايَا وَمَمَلَاتِي لِلَّهِ نَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَقْلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْتَ وَفِي سَبِيلِ الْأَعْمَالِ وَسَبِيلِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي سَبِيلًا إِلَّا أَنْتَ (نَوَافِلُ النَّسَائِيِّ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو تیسرے کتبہ پڑھتے ان کے معنی  
اے اللہ! تو ہی میری دعاؤں کا قربانی میری زندگی کا ہیرو  
اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کہنا شریک نہیں ہے  
ایک حکم دیا کہ میں یہاں سے اس کے لیے اللہ کے لیے  
احوال ادا ہے اخلاق کی ہدایت دے کہ تجھے جنوں کی  
ہدایت تیرے برا کہنا نہیں دے سکتا اور تجھے بُرے اعمال  
اور بری عادتوں سے بچائے کہ ان کے لیے تیرے  
سزا کو نہیں چھوڑتا۔

(نوافل نسائی)

۱۷۔ اس حدیث کی شرح فصل اول میں معلوم ہو چکا ہے وہاں فقط دلائل المسلمین اور یہاں دلائل المسلمین ہے اس فرق کا نکتہ بھی وہاں مذکور ہو چکا۔ یہاں اعمال و اخلاق دونوں کا ذکر ہے وہاں صرف اخلاق کے ذکر کی تفسیر کا حصہ ہے اُخْرُفَ مَعْنٰی۔ لاتفرق معنی کے الفاظ سے اور یہاں وقنی دلائلی ہے۔ دونوں معانی کا معنی ایک ہے جس میں کمال تکلیف الفاظ الگ الگ لائے گئے ہیں۔

۴۴ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ يُعْرِي كَعُودًا قَامَ

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو کہتے اللہ ہیٹ بٹا ہے میں نے

اللَّهُ أَكْبَرُ وَبِحَمْدِهِ وَبِحَمْدِهِ لِلَّهِ  
فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَمِيدًا وَ  
مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَ ذَكَرَ  
الْحَدِيثَ مِثْلَ حَدِيثِ جَابِرٍ الْآثِقِ  
قَالَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ قَالَ  
اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ

اپنا رخ اسی کی جانب کیا جس نے آسمان وزمین پیدا  
کیے میں تمام برائیوں سے دور ہوں اور میں مشرکوں میں سے  
نہیں۔ اور باقی حدیث حضرت جابر کی سی ذکر کی مگر یہ کہما کہ  
”میں مسلمانوں میں سے ہوں“ پھر کہا اہل توحید وادشاہ ہے  
تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا  
ہوں۔ پھر قراءت فرماتے۔

رَوَاهُ الْإِسْكَنْدَرِيُّ

(نہالی)

۱۔ حضرت محمد بن مسلمہ ایم اور لام کی زبردستین ساکن کے ساتھ۔ آپ انصاری اشہلی میں غزوہ تبوک کے سوا تمام  
غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مدینہ منورہ میں چھوڑ کر تبوک گئے۔ فضلاء صحابہ  
میں سے تھے۔ حضرت ثعلبہ بن عریضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مدینہ میں اسلام قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے  
آپ نے قتبہ کے ایام میں گوشہ نشینی اختیار کیا۔ ۱۱ھ میں وصال فرمایا۔  
۱۲۔ اس کی شرح گذشتہ حدیث گذری۔

۱۳۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عفوذا اللہ اور اسم اللہ کے بعد قراءت فرماتے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ بڑی  
کامقصد بھی یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ قرأت سے آپ سبحانک الہم پڑھتے تھے۔

## بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ

### نماز میں قراءت کا باب

نماز میں قراءت مجید و محمد کے نزدیک فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک ساری نماز میں۔ امام مالک  
کے نزدیک عین رکعت میں اکثر کوکل کا حکم دیتے ہوئے۔ احناف کے نزدیک دو رکعت میں۔ امام احمد کا مذہب قول مشہور  
کے مطابق امام شافعی کے مخالف ہے۔ امام مالک روایت میں احناف کے موافق۔ اور امام حن بصری و امام زکریا کے نزدیک  
ایک رکعت میں امام ابو حنیفہ بن عیینہ کے نزدیک قراءت سنت ہے کہ نماز کی اصل بنیاد افعال پر ہے نہ کہ اقوال  
پر۔ اسی وجہ سے جب افعال پر قدرت نہ رہے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے۔ مگر قول پر قدرت نہ ہو تو ساقط نہیں ہوتی  
کذا فی شروع البیالیہ۔

پہلی فصل

٤٥ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا -

۲۔ یعنی آپ سورۃ فاتحہ اور اس سے کچھ زیادہ پڑھتے تھے مطلب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ ضرور پڑھتے تھے اور یہ کہ سورۃ فاتحہ پر کفایت نہ کی جائے۔ بلکہ اس سے زیادہ بھی کچھ پڑھا جائے تو درست ہے۔ تاہم ثانی اس اور امام احمد نے ایک روایت کے مطابق اس حدیث کو نماز میں سورۃ فاتحہ کی قراءت فرض کرنے کی دلیل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس آدمی کی نماز بھی کی نفی کر دی جس نے یہ سورت نہ پڑھی۔ ہمارے نزدیک جو شخص سورۃ فاتحہ کا کمال پوسنے کی نفی کرے کہ قرآن مجید میں فرمایا **فَاتَحْرَأَ مَا تَشْرَعُونَ** القرآن۔ قرآن میں سے وہ پڑھ جو تمہیں آسان ہو۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امراہ کو فرمایا **اقْرَأْ مَا تَشْرَعُ مِنَ الْقُرْآنِ**۔ قرآن کا وہ حصہ جو تجھے آسان ہے وہ پڑھ۔ پس جس چیز کا پڑھنا قرآن ہو۔ وہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن میں جو آسان ہو۔ یعنی سورۃ فاتحہ یا کچھ اور وہ پڑھ۔ جو حقیقت یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے۔

وَعَنْ لَيْلَى مُرِيَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى  
 صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ بِهَا يَوْمَ الْقُرْآنِ فِيهِ  
 خَدَاجٌ تِلْكَ عِيْدُ تَمَامٍ يَقِيلُ لَيْلَى مُرِيَّةَ  
 إِنَّا نَكُونُ وَمَاءَ الْإِمَامِ قَالَ اقْرَأْ  
 بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ

حضرت امام علیؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں پڑھ لے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا لیا ہے اور اس میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے وہ خدا کا پیغام ہے۔









شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے بعض ضابطہ سے نقل کیا کہ ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہو سکی جو بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے میں صریح ہو مگر یہ کہ ایسی ہر حدیث کا سند میں کام ہے۔ اور چار مشہور مسانید و اسے حضرات نے کوئی حدیث اس میں نہیں لائی مالاںکہ ان کی کتب ضعیف احادیث پر بھی مشتمل ہیں۔ اور بے شمار صحابہ، تابعین تبع تابعین وغیرہم کا ذکر کیا کہ وہ بسم اللہ شریف بلند آواز سے نہ پڑھتے اگر کہیں کبھی کسی سے جہر کی روایت آئی ہے تو وہ تعلیم پر محمول ہے۔ یا مقتدریوں کے صحت قریب ہونے کی وجہ سے اسے سنا ہو۔ اور ترمذی نے دو باب منعقد کیے ایک بسم اللہ کے بلند آواز سے پڑھنے کا۔ دوسرا بلند آواز سے نہ پڑھنے کا پھر بلند آواز سے نہ پڑھنے والی احادیث کو ترمذی صی دی۔ اور اکثر اہل علم یعنی صحابہ میں حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان، حضرت علی، وغیرہم اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم اس کا جانب گئے ہیں۔ اس مقام پر شرح (عزلی) میں اس سے زیادہ گفتگو کی گئی جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ راجح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ بخاری و مسلم، اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب امام کہے غیر المغضوب علیہم والفضائلین تو تم کہو آمین کہ بے شک جس کا کلام (ملائکہ کے کلام) کے موافق ہوا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ اور مسلم کے نزدیک اس کی مثل ہیں۔ اور بخاری کی دوسری روایت ہے کہ فرمایا جب تاریخی آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے گزشتہ سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۴۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينُ الْمَلَائِكَةِ عَزَمَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالُوا آمِينَ فَإِنَّ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَالَ الْمَلَائِكَةُ عَزَمَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَاسْلَمٌ كَقَوْلِهِ وَفِي أُخْرَى لِلْبُخَارِيِّ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ فَأَمَّنْ فَأَمَّنْ تَأْمِينُهُ تَأْمِينُ الْمَلَائِكَةِ عَزَمَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

۱۔ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد جب آمین کہے



۶۹. وَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيُؤْتِكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمُعْصُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِيبُكُمْ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكْعَةً فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْكَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَكَ بَيْتُكَ قَالَ وَارِثًا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللَّهُ كُفْمَ - لِقَاءَ مُسْلِمٍ وَ فِي رِجَالِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ قَتَادَةَ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا -

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ نماز پڑھو تو صفیں بنائی ہوئی کرو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المعصوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پھر جب تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو۔ امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے سر اٹھائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اس کے بدلے میں ہوا اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اہم ربنا ک الحمد اللہ تمہاری تسبیح کا (سلم) اور سلم کی البرہریرہ و قنادہ سے ایک روایت میں ہے۔ کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

ۛ ۛ ۛ

۱۔ یعنی جب تم لوگ جماعت سے نماز ادا کرو چونکہ حدیث کے الفاظ کے آغاز سے جماعت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس لیے ہر ایک جماعت کا ذکر نہ کیا۔

۲۔ صف لغت میں دھانگے کو کہتے ہیں۔ بقامت صفوف سے انہیں برابر اور سیدھا کرنا مراد ہے کہ ان میں بچاؤ نہ ہو۔ یہ صف مکمل کرنے کی صف سیدھے کرنے میں خال کیا گیا ہے۔

۳۔ یعنی تم میں سے جو بھی تمہارا امام بن جائے ٹھیک ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں جو آیا کہ تمہارا امام اعظم واقع (یعنی امام اسحاق قادری) ہونا چاہیے تو وہ ادلی اور افضل کا بیان ہے (اور جو از سب کے لیے ہے) کہ کہہ گا کہ یہ روایت کرتا ہے کہ مقتدی بخیر در رکوع وغیرہ جو فعل کریں امام کے پیچھے اور متصل پیچھے کریں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فان الامام یرکع فیکم الی آخرہ۔ کیونکہ امام کی شان اولیت و سبقت ہے۔ یہ کہے ہو سکتا ہے کہ امام مقتدی دونوں کا نہایت رکوع ایک ہو۔

۴۔ یعنی وہ لحظہ میں امام تم سے پہلے رکوع میں گیا اتنی ہی مقلد میں تمہارا امام کے بعد سر اٹھانا اس کے معنی



(نماز کا قسم)

(مُتَعَقِّقٌ عَلَيْكَ)

۱۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھتے تھے۔

۲۔ یعنی جو رکعت آپ پڑھتے کبھی کبھی اس کی آیات میں سے کوئی آیت ہمیں سناتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ سنانا قصد ارادہ سے ہوتا تھا یہ بتلانے کے لیے کہ فاتحہ کے بعد بھی پڑھا جائے۔ یا یہ بتلانے کے لیے کہ خلال سورۃ پڑھی ہے یا بیان جہنم کے لیے آپ نے ایسا کیا کہ اگر سرور نمازیں کوئی ایک آیت بلند آواز سے پڑھی گئی تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ بعض کہتے ہیں آپ کا ایسا کرنا آیات میں تدبیر کرتے ہوئے غلبہ استغراق پر محمول ہے کہ یہ جہر بے اختیار ہو جاتا تھا مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ سنانا قصد ارادہ سے ہوتا تھا اور ظہر کی قید اتفاقی ہے۔

۳۔ واضح ہو کہ تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ظہر و عصر اور صبح میں تو اس بارے میں اس سے نفی ہے۔ اور مغرب و عشا کو ان پر قیام کرتے ہوئے اور عبدالرزاق نے عمر سے اس حدیث کے آخر میں کہا ہم لوگ گمان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی رکعت کو لمبا کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگ رکعت اولیٰ پالیں۔ ابو داؤد اور ابن خریجہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ جیسا کہ بعض شروح میں ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ غائر فجر کے ساتھ خاص ہے کہ یہ نیز اور غفلت کا وقت ہے۔ صندوقوں و کتبیں استحقاق قراوت میں برابر ہیں۔ اس لیے مقدار میں بھی برابر ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آخری حدیث میں آیا ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیات کے مقدار ہوتا تھا اور حدیث میں (ہر نماز) کے بارے میں پہلی رکعت کی جو لمبائی مذکور ہے وہ سب ایک ماہر باطنی علیہ السلام پر محمول ہے اور اس صورت پر کہ تین آیات سے کم پڑھی جائیں۔ جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہر و عصر کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے تو ہم نے آپ کی ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ اتم منزل پڑھنے کے بقدر لگایا۔ ایک روایت میں ہے ہر رکعت میں تیس آیات کی مقدار اور ہم نے آخری دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ لگایا۔ اس سے آدھے کا لگایا۔ اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری دو رکعتوں کے قیام کے بقدر اندازہ لگایا۔ اور عصر کی آخری رکعتوں

ہر رکعت میں تیس آیات کے مقدار ہوتا تھا اور حدیث میں (ہر نماز) کے بارے میں پہلی رکعت کی جو لمبائی مذکور ہے وہ سب ایک ماہر باطنی علیہ السلام پر محمول ہے اور اس صورت پر کہ تین آیات سے کم پڑھی جائیں۔ جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔



مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرٍ قِيَامِهِ فِي مِائِاتٍ مِّنَ السَّجْدَةِ

الْأُخْرَيْنِ مِنَ الْأُخْرَيْنِ مِنْ

الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ -

(7)

دَعَاةُ مُسْلِمٍ

۱۵۔ اصل میں لفظ خزا استعمال ہوا ہے۔ مائے مہملہ پھر نرا اس کے بعد را کے ساتھ اس کا منتخب ہے کیفیت میں موجود فضل اور درخت بیرمیدہ کا اعزازہ لگانا۔

۵۲۔ اس سے مراد اُس سورۃ کی مقدار آیات کا پڑھنا ہے۔ دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں اس دوسرے معنی کے موافق ہے۔ یہ اگلا لفظ یعنی فی روایت کُل رکعت قدر ثلاثین آیت یعنی ایک روایت میں اسی طرح آیا ہے کہ ہر رکعت میں آپ تیس آیات کی مقدار پڑھتے تھے۔ کہ اُس سورۃ کی انیس آیات ہیں۔ معنی اول کے مطابق یہ۔ پہلی روایت کے خلاف ہو گا۔

۵۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دو رکعت میں بھی آپ سورۃ پڑھتے تھے۔ مگر یہاں دو کی نسبت مختصر ہوئی تھیں۔

نہ۔ واضح ہو کہ تمام آئمہ اس امر کے قائل ہیں کہ آخری دو رکعت میں صوفی فاطمہ پر کتابت کرنا یا نہ کرنا۔ احادیث کے نزدیک اگر ایک بار تبسُّع کہے یا خاموش رہے تو بھی جائز ہے۔ مگر قرأت افضل ہے۔ امام غفری و امام قسری اور کوفی کے تمام علماء اسی پر ہیں۔ حیث میں ہے اگر دانستہ خاموش رہا۔ تو یہ ان نے اچھا نہ کیا۔ مگر یہ سنت کی مخالفت ہے۔ اور حجتین زیادہ کی ایک روایت میں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ہے کہ یہی دو رکعت کے مالک و قریب صاحبین ابلی شیونہ حضرت علی دابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ فرمایا یہی دو رکعت میں قرأت کو واجب کر دی اور میں تبسُّع فرمایا جیسا کہ شیعہ نے ذکر کیا۔ یہ بھی کہا کہ آخری دو رکعت میں اگر کسی نے فاتحہ اور سورہ قمر میں قرآن پڑھا۔ جو قرآن پڑھا۔ یہ بھی ہے کیونکہ آخری دو رکعت میں صرف فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔ اور ترک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے کہ آخری دو رکعت میں سورہ قمر کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ آخری دو رکعت میں مکروہ کبھی کبھی آخری دو رکعت میں فاتحہ سے زائد بھی پڑھتے تھے۔ لیکن مستحب ہی کہ مکروہ نہ پڑھنا چاہئے۔

۴۶۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُوهُ فِي الظُّفْرِ بِاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَفِي رِوَايَةٍ بِسَمْعِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الْعَصْرِ نَعُوْ ذَالِكَ وَفِي الضُّبْحِ



اَقُولُ مِنْ ذٰلِكَ

رَفَعَا مُسْلِحًا

(مسلم)

۱۷۔ عمرہ مین کی زبرداریم کی پیش کے ساتھ حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عمرہ صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بشیرہ زادہ ہیں۔ حضور علیہ السلام اور حضرت عمر اور حضرت علی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ اس بات کا علم کہ آپ یہ دو سورتیں پڑھتے تھے یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلامذہ سے ہوا یا آپ نے کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھ کر کوئی آیت سنوادی۔

۱۹۔ واضح ہو کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فلاں فلاں سورت پڑھتے تھے یہ بیان کیسے بغیر کہ پہلی رکعت میں یا دوسری میں یا کسی رکعت میں لامعی تعین پہلی میں یا دوسری میں۔ یہ عبارت ان تمام احتمالات کو شامل ہے۔ مگر اسے دونوں رکعتوں پر محمول کرنے سے ایک تو تکرار سورۃ دوسرے سورتوں کو چھوٹے چھوٹے حصے بنانا لازم آتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں بعید ہیں مگر یہ جائز نہیں۔ مگر اس کا وقوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نادر ہے۔ فقہانے کہا ہے ایک سورۃ کا پڑھنا اگر یہ چھوٹی ہو افضل ہے اس سے کہ لمبی سورۃ پوری پڑھی جائے بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھا جائے۔ یہاں قرات سے ایک رکعت میں خواہ پہلی ہو یا دوسری عبارت کے اعتبار سے یہ سب سے ظاہر اور واضح احتمال ہے۔ جامع الاموال میں لسانی کی حدیث سے طیبہ بن ملک سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں غار صبح ادا کی۔ ادا آپ نے اس کی ایک رکعت میں داخل باسقات پڑھی۔ اگرچہ تروی میں فی الرکۃ الاولیٰ کا لفظ واقع ہوا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ رکعت اولیٰ ہو کہ اکثر احادیث میں رکعت اولیٰ کا بیان آیا ہے۔ اور میں نے ائمہ حنفیہ کے ثقہ فقہانے کہہ مغلطہ سے سنا ہے کہ فقہانے نے طہال مفصل اور اوسط و اقصر کی تعین جو کی ہے وہ رکعت اولیٰ سے متعلق ہے۔ یہ بیان و تفصیل جریہاں کی گئی ہے کسی بھی شرح میں نکرے میں گزری ہو کر۔ واللہ اعلم۔

حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورۃ طور پڑھتے سنا۔

(مسلم بخاری)

عَنْ جَابِرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۰۔ طلعمیم کی پیش، طائے ہمدین کی زیر کے ساتھ صحابی ہیں قرشی میں اشراف قریش میں سے میں سوار بردیا اور پڑے باوقامان تھے۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ

ذَٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ  
بِالْمُسَلَّاتِ عُرْفًا

روایت ہے۔ زمانائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
علیہ وسلم کو مغرب میں دس اہم سلاط عرنا پڑھتے  
تھے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس کی زوجہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس و فضل بن عباس کی  
والدہ ہیں۔

۲۔ واضح ہو کہ ان دو احادیث اور ایک اور حدیث میں جو مواقع ہوا کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ اعراف و  
الانفال اور دخان پڑھی۔ اسی طرح وہ احادیث جو دوسری نمازوں میں واقع ہوئی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی قرات  
متعین نہیں۔ حالانکہ ائمہ فقہاء نے قرار دیا ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل اور عصر و شام میں طوال او بطل اور مغرب میں مختصر سورتیں  
پڑھی جائیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده کی حدیث میں آ رہا ہے کہ کوئی سورت مفصل نہیں نہ صغیر نہ کبیر نہ یزیدی نے پیغمبر صلی اللہ  
علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے ان کے ساتھ لوگوں کی نماز فرما کر اس کی بات کی ہو۔ فقہاء کرام کا اس سورت کی تاکید کی دلیل  
در اصل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ خط ہے جو آپ نے حضرت ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جب کہ وہ  
آپ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔ اس میں آپ نے یہ تفصیل لکھی تھی کہ میں نے اس شخص کو قرات و طوال مفصل اور مختصر  
اقصر کی تعین ہوئی (مختصر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اہل حق میں قرات کا معیار کم از کم یہ ہوتا تھا کہ  
تھا۔ اور یہ اختلاف حالات، اوقات، محنتوں، مسرتوں اور تعلیم و اجازت و وقت کے باعث مختلف تھا۔ لیکن اگر یہ معاملہ  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط مبارک کے مطابق تعین ہوا۔ اس دلیل و معیار کے ساتھ کہ اگر آپ کو صغیر و کبیر کا  
طرف سے ملی ہوگی۔ ہر سکتا ہے غالب حالات و اوقات میں آپ کی قرات و طوال اس میں ہر ایک کو اپنا اختیار ہے۔ اس کے  
خلاف کیا ہو۔ اور دلیل و محنت کے لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مبارک کافی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ  
جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ قَوْمَهُ  
فَصَلِّيَ لَيْلَهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ آتَى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ  
فَأَفْتَتَهُ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَنْحَرَفَ  
رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
ابن حضرت معاذ بن جابل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
عید کو کم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ پھر لوگوں کی  
قوم کی امت کو کہتے۔ ایک رات انہوں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز و حلال  
پڑھی۔ پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور  
سورۃ بقرہ شروع کر دی۔ ایک شخص پھر گیا اور

انصرفت فقالوا له انا فقت يا فلان  
قال لا والله ولا تيق رسول الله  
صلى الله عليه وسلم فلا خير لك  
فاتي رسول الله صلى الله عليه وسلم  
سلم فقال لما رسول الله انا اضع  
فواضع تعمل بالنهار وان معاذا  
صلى معك العشاء ثم اتي قومه  
فاقتهم يسورة البقرة فاقبل رسول  
الله صلى الله عليه وسلم على  
معاذ وقال يا معاذا انت  
اقرأ والشئ وضعتها والضحى  
والليل اذا يغشى وسبح اسم

اس نے سلام پھیر کر اکیسے نماز پڑھی اور چلا گیا  
لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا برا  
نہیں رب کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس  
میں جاؤں گا اور آپ کو یہ خبر ضرور دوں گا پھر وہ شخص  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں حاضر ہوا۔ اور  
عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹ والے ہیں۔ دن بھر  
کام کرتے ہیں اور بے تنگ معاذ نے آپ کے ساتھ  
نماز مشا پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے اور سرور  
بقر شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حضرت معاذ پر حرم ہونے اور فرمایا۔ اے  
معاذ کیا تم فتنہ گر ہو۔ اٹھو۔ والضحی۔ واللیل  
اذا یغشی اور سچ اسم ربک الاعلیٰ پڑھا کر۔

بیتک الاعلیٰ

(بخاری و مسلم)

(دُتَفِقَ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی اس نے نماز قرؤدی اور اس سے باہر نکل آیا۔ یہ مقام سلام پھیرنے کا تھا کہ اس کا مقام آخر نماز ہے۔ مگر  
اس مرد نے سلام کے ساتھ نماز سے باہر ہو نماز مکمل ہو جانے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے۔  
۲۔ کہ تو جماعت سے باہر آگیا ہے اور تو نے نماز سے کستی کی ہے۔ جیسا کہ منافقین کے بارے میں ہے۔ وَاِذَا  
تَامَرَا إِلَى الصُّلَّةِ تَأَمَّرَا لِنَاسٍ۔ اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو جیسا کہ منافقین کے بارے میں ہے۔ ہوتے ہیں۔  
۳۔ ماضی کستی اور کل کا دہر سے نماز سے باہر نہیں آیا۔ بلکہ نا طاعتی کا دہر سے اور میں اس لمبی نماز کی ادائیگی کی  
طاعت نہیں کرتا۔ میں اتنی دیر کھڑا نہیں رہ سکتا۔

۴۔ ہم ملک نہیں مانے ہیں کہ ان کے ساتھ پانی کیسے ہیں۔ قرائح ناضحة نماز مکہ والے کے ساتھ۔ ناضح پانی کیسے  
والا اور اس کا وقت۔

۵۔ اور ہم رات کو تھک جاتے ہیں۔

یہ۔ یعنی اے معاذ کیا لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ اور انہیں جماعت سے بھگانے والا ہے اور اختلاف ڈال  
کر ان میں فساد برپا کرنے والا ہے اور لوگوں کو دین سے دور کرنے والا ہے۔

۱۷۔ واضح ہو کہ حضرت شوافع نے اس حدیث سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ فرض نماز پڑھنے والا نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت معاذ جب ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر چکے تو ان کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گئے پس جو نماز وہ قوم کے ساتھ اکر پڑھتے تھے وہ نفل تھی۔ قوم کی نماز فرض تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے نفل کو ثابت رکھتے ہوئے یہ اعتراض کیا کہ تو نے قراءت دراز کیوں کر دی ہے۔ اور یہ نہ فرمایا کہ تیرا ان لوگوں کی امامت کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ تیری نماز نفل ہوتی ہے۔ اور وہ فرض ادا کر رہے ہوتے ہیں۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل اس وقت تمام ہو سکتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں کہ معاذ میری اقتداء میں نماز ادا کرتا ہے۔ اور فرض نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب کہ اپنی قوم کی امامت کرتا ہے۔ شاید آپ کو اس صورت حال کا علم نہ ہو۔ اس پر امام احمد کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ قنہ نماز نہ بن یا تو میرے ساتھ نماز ادا کر یا اپنی قوم کے لیے نماز میں تخفیف کر۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کا مل کو فقط یا سے بیان فرمایا اور دو کاموں میں سے ایک کام شروع اور جائز قرار دیا یعنی یا تو مجھ سے ساتھ نماز پڑھا اور پھر لوگوں کے ساتھ جا کر نہ پڑھ کہ اس سے فرض والے کی اقتداء نفل والے کے نیچے لازم آتی ہے یا قوم کے ساتھ جا کر نماز ادا کر کہ اللہ بھی نماز ادا کرے اور جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا نہ کریں گے تو وہ بھی فرض نماز پڑھنے والے ہو گئے تو اقتداء فرض والے کی فرض والے کے لیے ہو گی۔ شیخ ابن الہمام علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ہر کتاب طحاہ حضرت معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے نفل نماز کی نیت کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کے ساتھ نماز کی فضیلت ہوگی۔ اور فرض نماز اپنی قوم کے ساتھ بعد میں پڑھتے ہوں۔

۱۸۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي  
الْعِشَاءِ وَالتَّيْنِ وَالدُّيُوتِ وَمَا  
سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
دو تین بار سنا ہے کہ آپ عشاء و التین و  
الديوت پڑھتے ہیں۔

۱۹۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ سب نے سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سنا ہے اور ہندوان کی جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی رہے۔ مصعب بن الزبیر کے زمانہ میں گورنر تھے۔ فوت ہوئے۔

۲۰۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں تھے تو آپ نے حنابلہ کی دو رکعتوں میں سے ایک میں سورۃ والتین پڑھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت کی قراءت کا ذکر ہے۔ جیسا کہ

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہم نے کہا اور اس سے ہم نے تمام احتمالات سے زیادہ ظاہر احتمال قرار دیا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ  
الرَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقرأُ  
فِي الْفَجْرِ بِقِوَامِ الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَتَحْمِيصًا  
وَكَانَتْ مَلُوكُهُ بَعْدُ تَتَحَفَّظُ  
(دَوَاةٌ مُسْلِمٌ)

سنت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ سے رعایت  
ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں  
ق و ا قرآن المجید وہاں جسی برتیں پڑھا کرتے تھے پھر  
میں آپ کی غائز کچھ بھی پڑھ گئی  
(مسلم)

۱۔ یعنی ق و ا اس جسی برتیں فجر میں پڑھتے تھے۔

۲۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی غائز کے بعد (علاوہ) باقی چار غائزیں بھی پڑھتے تھے  
علامہ نے کہا ہے فجر کی قراءت لمبی کرنے کا سبب دو وجہ یہ تھی کہ رحمت ربانی کا نزول اور فیض رحمانی کا وجود و جرات کے آخری  
قیرے سے شروع ہوتا ہے وہ فجر کی غائز کے اختتام تک اور ایک روایت کے مطابق طلوع فجر تک رہتا ہے۔ لہذا  
اس وقت قراءت ذکر و تسبیح زیادہ بہتر و افضل ہے۔ یا غائز صبح میں قراءت دراز کرنے کی وجہ تھی کہ استراحت و نیند کے  
بعد جو راحت نصیب ہوئی اور اس استراحت کی وجہ سے جو خدمت میں کوتاہی واقع ہوئی اور جو کدورت و زنگ دل کے  
کے آئینے پر چھو گیا تو قراءت کا لمبا کرنا اس کی تلافی کا موجب اور اس کوتاہی کا عذر اور اس زنگ و کدورت کا انالہ ہے  
مزید یہ کہ امر و مباحث اور اسباب کی مشغولیت بھی ابھی نہیں ہوتی۔ اور انسان کیسے یہ ایک ایسا وقت ہے کہ دل و  
جان اور کام کے موافق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے قرآن حکیم کا فہم اور اس میں تدبیر آسان تر اور روشن تر ہوتا ہے۔ شرح  
سفر السعادة میں اس سے بڑھ کر کئی اور نکتے بیان کر دیے گئے ہیں یہ مذکورہ گفتگو بھی وہاں کی ہے۔

ہماری حدیث کے شیخ مشائخ جناب امام حجر کی نسائ عبارت کی شرح میں کہا کہ اس امر کا احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی غائز ان زمانہ کے بعد بھی پڑھ گئی یعنی اول ہجرت میں جب کہ صحابہ کم اور محدود تھے۔ اس وقت آپ قراءت  
لمبی کرتے تھے۔ بعد میں جب صحابہ کرام تعداد میں زیادہ ہو گئے اور ان میں کام کاج والے تجارت و زراعت پیشہ اور ضعیف  
و بیمار لوگ بھی شامل ہو گئے تو آپ نے قراءت بھی کوہی۔ اور یوں کہنا بھی ممکن ہے کہ عبارت کا معنی یہ ہو کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے قراءت دراز کرنے کے باوجود صحابہ کرام اُسے بھی اور مختصر خیال کرتے تھے۔ اس ذوق و حضور و لذت کے باعث  
جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سننے سے حاصل ہوتی تھی کہ آپ کی قراءت تھوڑے سے وقت میں زیادہ اور جلدی معلوم  
ہوتی تھی۔ حدیث انس میں اس معنی کی تصریح بھی موجود ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْفَتَ صَلَوةً فِي تَامِ عَمَلِ قَرَاءَتِ  
كَهَ بَادُودِ آبٍ كِ قَرَاءَتِ بَلِي عُرْسٍ هُوتِ تَحِي۔ صاحب سفر السعادة نے فرمایا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ کا مہو



نماز بھی مدبروں کی نمازوں کے مقابلے میں بہت اچھی محسوس ہوتی تھی۔ اُن مدبروں میں کا ذکر برابر (یعنی فضائل کا بیان) انکی چیز کا ہلکا ہونا ایک اضافی امر ہے۔ (اسے سمجھو)

۴۸ وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ أَنَّهُ سَمِعَ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي  
الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَفَ -  
(لَقَاءُ مُسْلِمٍ)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ بے شک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کو نماز فجر میں وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَفَ پڑھتے  
سنا۔ (مسلم)

۱۵ عمرو بن حریث۔ حریث حاکم پیش راکی زبر بعد ثا۔ آپ کی کنیت ابو سعید ہے قرشی مخزومی ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دیکھا تھا آپ نے ان کے سر مبارک پر اپنا دست پاک پیرا تھا اہل ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتے تھے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آپ بارہ سال کے تھے حضرت ابو بکر اور حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔  
اور ان سے عطاء بن السائب وغیرہ

نظارہ حورۃ اذا شمس کورت ہے جس میں یہ کلمہ آیا ہے۔

۴۹ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ  
صَلَّى نَبَاً يَقُولُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الصَّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَقَمَتِ سُبُحَةُ  
الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُحَمَّدٍ وَ  
هُرُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخَذَتِ الْكُرْبَى  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةً فَرَكَمَ  
(لَقَاءُ مُسْلِمٍ)

حضرت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے کہ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے مکہ میں نماز پڑھائی۔ صبح ہوئی تو  
کہا کہ اے ایمان والو! یاد رکھو کہ آیت نماز صبح  
میں ذکر محمد و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم  
آئے گا اور عیسیٰ ذکر کرے گی تو رکعت چوتھی میں  
آیت لے کر رکعت پڑھو۔ (مسلم)

۱۵ عبد اللہ بن السائب صحابی میں مخزومی ہیں۔ اہل مکہ نے قرأت میں اسے کبھی رخصت نہیں کیا۔ اہل بن السائب کے  
سے مجاہد مطلق نے اور عبد اللہ بن السائب جو تابعی ہے وہ فوسل شخص ہے۔  
۱۵۔ یعنی کہ عصر میں صبح کی نماز نسا کی ایک روایت میں ہے کہ کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح  
پڑھنا شروع کیا۔

۱۵۔ سَعْلَةً مین کا زہار پیش اور مین ساکن کے ساتھ یعنی کھانسی۔ کہتے ہیں یہ کھانسی گریہ کی وجہ سے تھی  
برائی تھی۔

۱۵۔ اور آگے قرأت نہ کر سکے



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
قراۓ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع کے دن  
فجر کی پہلی رکعت میں آکم تنزیل اور دوسری میں  
صل آتی علی الاناس پڑھتے تھے۔

وَمَنْ آتَى قَرْيَةً كَانَ فِيهَا  
مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَمْرِ تَنْزِيلُ فِي الزُّكَاةِ  
الْأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ آتَى عَلَى  
الْإِنْسَانِ -

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے ان دو سورتوں کا جمع کے روز فجر کی نماز میں پڑھنا شافعیہ کے نزدیک متعارف، ضروری اور ہمیشہ کا دستور ہے  
حرم شریفین میں بھی ان کا عمل ایسی پر ہے۔ احناف کا کہنا ہے کہ مذکور ہے کہ نماز کے لیے قرآن میں سے کوئی جگہ متعین نہ  
کرے اور وہ اسی روایت کو مثال میں پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جیسے ان دو سورتوں کا تعین فجر جمعہ کے لیے اور سورہ  
جمعہ اور منافقون کا تعین نماز جمعہ کے لیے ہے۔ مگر یہ بات صحت حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر عمل پیرا  
ہونے کے بعد غرابت سے غالی نہیں ہے۔ حنفیہ رحمہم اللہ کے متفق شیخ ابن ہمام رضی اللہ عنہ نے طحاوی اور اسماعیلی سے  
قل کیا کرے (تعین کرنا) اس صورت میں ٹھیک نہیں جب کہ وہ اسے لازم و ضروری خیال کرے اور اس کے ماسوا کو مکروہ جانے  
اور اگر آسان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات سے تبرک حاصل کرنے کے لیے پڑھے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کبھی دوسری  
سورتیں بھی پڑھے۔ تاکہ کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ ان سورتوں کے علاوہ اور کسی سورت کا پڑھنا جائز ہی نہیں اور یہ تحقیقی  
بات ہے کہ احادیث صحیحہ میں بعض نمازوں کے لیے قرات کی تعین آچکی ہے۔ جیسے قل یا ایہا الکفرون اور قل ہواللہ حد فجر  
کی سنتوں میں اور سبح اسم ربک الامی اور قل یا ایہا الکفرون اور قل ہواللہ احد کا وتر نماز میں پڑھنا وغیرہ۔  
شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ دلیل کا مقتضا عدم عدم است ہے عدم نہیں۔ جس طرح کہ حنفیہ  
صر کرتے ہیں بلکہ مستحب ہے کہ گاہ بگاہ وہ سورتیں بھی تبرکاً بالمالئور (منقول دوسری چیز) سے تبرک حاصل کرنے کے لیے پڑھیں  
(ابن ہمام کا کلام ختم ہوا)

چند حقیقتیں (حکایات) احادیث سے کتاب ہے اس میں خشک نہیں کہ حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد وجوب کا وہم  
پڑھے گا خداوند عدم صحت وغیرہ مناسب باتیں ہیں۔ تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عمل دائم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے نہایت نہیں ہوا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی ڈرانے اور نصیحت دینے کے احوال سے آپ نے یہ سورتیں پڑھی ہیں جیسا کہ وہاں  
ان دو سورتوں کے پڑھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ سورتیں مبادی و معاد اور دخول جنت و خروج کے معانی پر مشتمل ہیں۔  
یہ معانی روز جمعہ میں پائے جائیں گے اور قیامت جمعہ کے دن قائم اور ظاہر ہوگی۔ چنانچہ محافل اور بڑے بڑے محفلوں  
میں آپ صلوٰۃ فی وقت سورت پڑھتے تھے۔ پس اگر کبھی کبھی انہیں پڑھ لیں تو بہتر ہے افضل ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۱ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ  
اسْتَخْلَفَ مَرْوَانَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْعِدَّةِ  
وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ  
الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ سُورَةَ الْجُمُعَةِ فِي التَّجْدَةِ  
الْأُولَى وَفِي الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ  
فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ -  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں مردان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
کو مزید غور پر اپنا خلیفہ بنایا۔ اور خود کو خطبہ چلا گیا۔ پھر  
اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ  
پڑھایا آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ پڑھی اور دوسری  
رکعت میں اذہاواک انفقون پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ کرتی پڑھتے سنا۔

(مسلم)

۸۲ حضرت عبداللہ بن ابی رافع مدنی ہیں مشہور تابعی ہیں مایہ المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث پاک سنی۔  
آپ حضرت امیر المؤمنین کے کاتب بھی تھے۔ اور ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔  
۸۳ یعنی مردان بن الحکم نے اپنی امارت کے زمانہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مزید غور پر اپنا جانشین  
بنایا اور غور و غیرہ کے لیے کہ معظمہ چلا گیا۔

۸۲ وَ عَنْ الثَّعْلَبِيِّ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ  
فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَمْعِ اسْمِ  
نَبِيِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ شَفَّ حَدِيثُ الْغَرَضِ  
قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي  
يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَوَتَيْنِ -  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت الثعلبی بن کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور  
عید میں سچا امیر ایک الاعلیٰ اور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث  
الغرض پڑھتے تھے فرماتے ہیں کہ جب عید اور  
جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ  
عزیزہ وسلم ان دونوں نمازوں میں پڑھتے

(مسلم)

۸۴ ثعلب بن کثیر بادکی زبیر بن عوف کی زبیر سے صحابی ہیں۔ انصار مدینہ میں تھے ان کے بعد آپ سے صحابہ  
پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آپ کا عمر سال کے تھے۔ ان کے والد کا نام  
میں بیان ہو چکے ہیں۔

۸۵ اس حدیث سے نماز عید و جمعہ میں ان دو سورتوں کے پڑھنے کے استنباط کی تاکید ملتی ہے  
جو توی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون کا جمعہ میں پڑھنا ہمیشہ  
مذہب تھا۔

۸۳۳ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ الْيَشَجِي مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحَى وَالْفَجْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِقِ وَالْقُرْآنِ الْبَجِيدِ وَ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔

حضرت عبید اللہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو داؤد لیشی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید بقرو عید الفطر میں کونسی صورتیں پڑھتے تھے، انہوں نے کہا کہ اُن دونوں میں آپ ق والقرآن المجید اور اقربت الساعۃ پڑھتے تھے۔

(مسلم)

۱۔ یعنی حضرت عبید اللہ بن عقیل بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ تابعی اعدا امام ہیں عیینہ منورہ کے سات فقہاؤں میں سے ہیں۔ حضرت ابو داؤد لیشی بھی صحابی ہیں۔

۲۔ علامہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو داؤد لیشی سے دریافت کرنے کا مقصد حاضرین کے ذہن میں مسئلے کو بٹھانا تھا تاکہ سب کو پتہ چل جائے، ورنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت قریب ہونے کے باوجود اس سے بے خبر رہنا بعید سی بات ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکفران اور قل ہو اللہ احد پڑھیں۔

۸۳۴ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔

(مسلم)

۱۔ یہ بات دین نشین رہے کہ جب فجر کی رکعتوں میں یا مغرب کی دو رکعتیں کہتے ہیں تو اس سے سنت مراد ہوتی ہے فرمیں کہ اسے سورۃ فجر اور سورۃ شرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں قُورُوا اَنَا بِاللّٰہِ وَ کَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا اور اَلْاَمْرُ اِلَیَّ وَ اَمْرُ اِلَیَّ قُلْ یَا اَصْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلَیَّ بِحُجَّتِ سَوَآءٍ بَیْنَا وَ بَیْنَكُمْ پڑھتے تھے۔

۸۳۵ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُورُوا اَنَا بِاللّٰہِ وَ کَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اَلْاَمْرُ اِلَیَّ قُلْ یَا اَصْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلَیَّ بِحُجَّتِ سَوَآءٍ بَیْنَا وَ بَیْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(مسلم)

۱۵۔ یہ دونوں آیات سورۃ بقرہ کی ہیں۔

۱۶۔ یہ آل عمران کی آیت ہے اور اسے دوسری رکعت میں آپ پڑھتے تھے۔

۱۷۔ ظاہر یہ ہے کہ ان دو آیات کو آپ کبھی کبھی پڑھتے تھے۔ غالب و اکثر آپ فجر کی سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون

اور قل ہو اللہ بڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سررتوں کا پڑھنا خصوصاً اوساط میں سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر کراہت ہے تو فرائض میں ہوگی۔ مگر حق یہ ہے کہ جو چیز پایہ ثبوت اور درجہ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے مکروہ ہونے کا کوئی معنی نہیں۔ اگر اس بارے میں گنگو کی کوئی گنجائش ہے تو وہ اس کے ثبوت و صحت میں ہوگی۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۴۸۶ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز

اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ رَوَاكَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے تھے (ترمذی)

هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَلِكَ -

اور کہا اس حدیث کا اسناد قوی نہیں۔

۱۸۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھنا مرد و مکروہ و بسم اللہ شریف کے ساتھ نماز

کے شروع کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ بعض روایات میں صلوات بھی آجکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ

الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے مگر ترک جہر کی احادیث زیادہ صحیح اور راجح ہیں۔ جیسا کہ فصل اول میں

گزار۔

۴۸۷ وَ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

قَرَأَ غَيْرَ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا

سنا کہ آپ نے غیروا کفہ علیہم سے بھی نہیں پڑھا

الصَّالَتِينَ فَقَالَ أَحْيَيْنَا مَتَابَعًا

پڑھنا کیا آج اپنی آواز پہنچ کر

صَوْتَهُ - رَوَاكَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي

ترمذی۔ ابوعبیدہ و ابن ابی

وَالْتَدَارِجِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ -

ابن ماجہ

۱۹۔ جرحا کی جیم پر تقدیم کے ساتھ اور کبھی جیم کی ما پر تقدیم کا اشتباہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے نسخے پہلے شیخ

سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ یاد رکھنے کے لیے دل میں تھوڑا سا لفظ یاد

رکھا کرو۔

۲۵۔ یعنی آپ آمین کے ساتھ آواز دلاتے تھے۔ اس سے یہ احتمال بھی ہے کہ آپ آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ الف لبا کر کے پڑھتے تھے کہ یہ زیادہ صیح ہے۔ مگر دوسری روایات جو اور جگہ آئی ہیں ان کے مطابق پلاستی زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یرفع بہا صوتہ یعنی آپ آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ یہ الفاظ آمین کے جہر میں صریح ہیں۔ بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ آپ اتنی بلند آواز سے آمین کہتے کہ سبھی صف والوں کو سناتے تھے تو آمین کی آواز سے مسجد لرز اٹھتی تھی۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ صف اول میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے تھے وہ اسے سنتے تھے۔ بعض روایات میں آمین پست آواز میں کہنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ علماء نے ان دو روایات میں تطبیق کی صورت یہ بیان کی ہے کہ آہستہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ جھننے کی حد تک بلند نہ کرتے تھے یعنی جہر میں صر سے نہ پڑھتے تھے اور بلند آواز سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھتے تھے کہ صف اول میں جو لوگ قریب ہوتے تھے وہ سن لیتے تھے جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔

۳۵ واضح ہو کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے۔ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی اگرچہ امام آمین نہ بھی کہے مقتدی کو کہنی چاہیے اور سری نماز میں امام کی قرأت سن لینے کی صورت میں مقتدی کے لیے آمین کہنے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آمین کہے ظاہر حدیث کا لحاظ کرتے ہوئے۔ بعض کے نزدیک نہ کہے گا بھی صر و سماع کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسا کہ ابن الہمام کی شرح ہدایہ میں آیا ہے۔

آمین اونچی آواز سے کہنے میں بھی احادیث آئی ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہی ہے۔ امام مالک کے مذہب میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق مطلقاً جہر نہ کرے تاہم جہر میں احادیث زیادہ تعداد میں اور صحیح نثر آئی ہیں۔ بعض علماء نے صر جہر میں بھی حدیث کا صحت کا ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں پڑھیں کہے۔ اے اللہ! آمین اور سبحانک اللهم وبحمدک۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ اور ہر کتاب ہے کہ جہر و اخفا دونوں پر عمل ہوا ہو یعنی کبھی جہر پر اور کبھی اخفا پر۔

حضرت ابو ذر غفیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہاتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک  
رات باہر نکلے تو ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو دعا  
کرتے میں بہت بالغہ کر رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اگر اس نے ہر گاہ دعا پڑھا تو دعا قبول کرنی۔ قوم  
میں سے ایک شخص نے کہا کس چیز سے ہر گاہ

فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَدْ  
كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَبَ إِنْ خَشَعْتَ  
فَقَالَ سَمِعْتُ مِنْ الْقَوْمِ بِأَنَّهَا تَقْرَأُ



قَالَ بِأَمِينٍ -

فرمایا آمین سے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(ابوداؤد)

۱۔ زبیر زاکر پیش اور باکی زبیر کے ساتھ۔ انھیں ہی لون کی پیش اور میم کی زبیر کے ساتھ ان کا نام بھی بن لیر کان کے ساتھ ہے۔ اہل شام میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی حدیث آمین میں ہے۔ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اور کہا اس حدیث کا اسناد قائم نہیں۔

۲۔ یعنی قبولیت واجب دعا۔ اور حصول مراد۔ یا یہ معنی ہے کہ اگر اس نے دعا مکمل و پوری کر لی پہلا معنی بیعت آمین خاتم رب العالمین (آمین رب العالمین کی مہر ہے) کے زیادہ مناسب ہے کہ یہ آمین اوقات و طہیات کو وعدہ کرتی ہے۔ جیسے خط کو مہر کے ساتھ محفوظ کر دیتے ہیں یا ہر چیز کو جس پر مہر لگا دی جائے کہ اس میں خرابی یا غلطی نہ ہو اور اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نہ آئے۔

۳۔ آمین مہر کی طرح ہے اور اس کے ساتھ دعا کامل و تمام ہو جاتی ہے۔

۴۸۹ وَ عَنْ عَائِشَةَ مَّا كُنْتُ رَأَيْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

بجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سجدہ

الْمَغْرِبِ بِسُورَةِ الْأَعْرَافِ فَزَعَّاهُ فِي

اس وقت پڑھی یہ سورت کہ جب اس نے سجدہ کیا

الرَّكَعَتَيْنِ -

تیسرا گراؤ تھا۔

رَوَاهُ الْمُسْكَنِيُّ

(مسکنی)

۱۔ اس میں شک نہیں کہ وقت مغرب میں اتنی گنجائش در وقت ہے کہ یہ سجدہ اس میں پڑھیں جائے اور جب کہ شفق سفیدی کا نام ہو یا اس بنا پر آپ نے اتنی ہی سجدہ کی کہ آپ کی تلاوت میں سجدہ نہ ہو بلکہ تمام قرآن اور آپ کم وقت میں زیادہ تلاوت کر لیتے تھے اور اس میں شوق و رغبت میں پڑھتے تھے اور اس میں تلاوت میں سجدہ نہ ہونے سے یہاں فرمایا کہ اگر مغرب کا وقت نکل بھی جائے تو کوئی حرج نہیں کہ صحت نماز کے لیے ٹیکہ دھتے ہیں غرض کہ کافری ہے بعض شافعیہ عظیم الرحمة نے فرمایا کہ اس سے مراد کچھ حد مراد ہے اور بخاری اللہ تعالیٰ عنہ صحت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سورۃ الاعراف پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ یہاں تفسیر کے لیے اس کی تفسیر یہ سورت پڑھی یا اسے دعا کہتے ہیں تفسیر کیا۔ اور ایک روایت میں سورۃ النور اور اس پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔

۴۹۰ وَ عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ

حضرت عبید بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

أَكُوْدُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

میں ایک سفری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ



سَلَّمَ نَاقَتَهُ فِي السَّمَاءِ فَقَالَ لِي يَا  
عُقْبَةُ أَلَا أَهْلَكَ خَيْرٌ مَكُونَتَيْنِ  
قُرْمَتَا فَعَلِمَتْنِي قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ  
الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ  
قَالَ فَلَمَّ يَرِنُ سُرْرَتُ بِهِمَا لِحْدَا  
فَلَمَّا نَزَلَ يَصْلُوهُ الصُّبْحُ صَلَّى بِهَمَا  
صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ  
التَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ كَيْفَ  
رَأَيْتَ

مبارک کی ہمار کھینچ رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا :  
اسے عقیدہ کیا میں مجھے دو بتو میں سرتیں نہ بتاؤں  
جو پڑھی بتاتی ہیں۔ آپ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق  
اور قل اعوذ برب الناس سکھائی۔ فرماتے ہیں کہ  
رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان دوسر توں کی وجہ سے  
زیادہ غرض ہوتے نہ دیکھا۔ جب نماز صبح کے لیے  
اُترے تو انہیں دوسر توں سے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی  
جب نارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے  
عقیدہ تم نے کیا دیکھا۔

وَرَبَّنَا اَحْسِنْ وَاَبْرَأْ وَاَتَّقِ وَالتَّائِبِ

(الحمد، ابو داود، نسائی)

۱۷ آپ شہور صحابی ہیں۔ ان سے بعض صحابہ جیسے جابر و ابن عباس اھل تالبعین سے بے شمار لوگ روایت کرتے ہیں  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی عقبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت معاویہ کی طرف سے مصر کے والی مقرر ہوئے  
۱۸ یحییٰ ان دو سورتوں کے بہترین ہوتے ہیں آپ نے مجھے زیادہ غرض نہ دیکھا بلکہ بالکل غرض نہ دیکھا کیونکہ یہ دو  
سورتیں توفیق کے نشانات اور مضامین کمال کا نمونہ پر مشتمل نہیں ہیں جن طرح بعض دوسری سورتیں مشتمل ہیں۔ پھر ان  
کے مقابلے میں بعض دوسری سورتوں کی افضلیت اور عظمت بھی داروہر چکی ہے۔ جیسے سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ  
۱۹ یحییٰ کرتے ان دو سورتوں کی شان و فضیلت دیکھی کہ کس قدر زیادہ ہے جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت عمرؓ کے بعد ان دو سورتوں کی شان و فضیلت میں بعد محسوس کیا تو نماز فجر میں ان کی تلاوت فرمائی جو کہ کئی وجوہ  
سے ماحول میں تلاوت ہوا ان میں تلاوت دلائل کے عالمی مستحب ہے مگر آپ نے ان دو سورتوں کی تلاوت فرمائی تاکہ  
لوگ ان کا بڑا شوق رکھیں۔ علامہ نے کہا ہے کہ ان دو سورتوں کی افضلیت باب تعویذ میں  
ہے ماحول میں تلاوت ہے اس لیے آپ نے ان میں پڑھا جو آفات و خطرات کا محل وقوع ہے لفظ قرأت اس  
محال کا ایک نسخہ ہے

وَمِنْ جَمِيعِهِمْ سَمِرَةٌ قَالَ كَانَ  
النَّبِيُّ مِنْ أَهْلِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْمَأُ  
فِي صَلَوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ  
قُلْ يَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۚ قُلْ هُوَ اللَّهُ

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات مغرب  
 کا غلظ میں سورہ قل یا ایہا الکافرون اور  
 قل یر اللہ احد پڑھتے تھے۔

أَحَدٌ -

(خبر سہ)

اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی مگر انہوں نے شب جمعہ کا ذکر نہ کیا۔

رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّعْبَةِ وَرَوَاهُ  
ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ إِلَّا أَنَّهُ  
لَمْ يَذْكُرْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ -

۱۷ اور جمعہ کی رات کی قید ذکر نہ کی بلکہ مطلق روایت کیا آپ نماز مغرب میں یہ دو سو تریس پڑھتے تھے اور لیلۃ الجمعۃ والی حدیث بھی صحیح ہے۔ کذا فی شرح الشیخ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کے بعد کہ تھکے اور فجر کے پہلے ستر رکعات پڑھیں یا کافروں کو جہنم میں جلا کر رکھ دیا۔

۹۲/۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ  
مَا أَحْصَيْتُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ  
بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرُّكْعَتَيْنِ قَبْلَ  
صَلَاةِ الْفَجْرِ يَقُلُ يَا أَيُّهَا الضُّعْفُوكُ  
وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

۱۷ اگر یہ ابن عمر نے گزشتہ حدیث میں اس حدیث کی تصدیق کی ہوتی تو اس میں

۹۳/۲۹ وَعَنْ سُكَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَكَأَنِّي أَصَلُّ

اشبه صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُلُوبٍ قَالَ سُكَيْمَانُ

صَلَّيْتُ خَلْفَهُ فَكَانَ يُطِيلُ الرُّكْعَتَيْنِ

الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّلُمِ وَيُخَفِّضُ

الْآخِرَتَيْنِ وَيُخَفِّضُ الْخَمْرَ وَيَقْرَأُ

فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ الْمُتَقَبِّلِ وَيَقْرَأُ

فِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِ الْمُتَقَبِّلِ وَيَقْرَأُ

صبح میں طویل ہے مفصل۔

بِی الطَّوْلِ الْمُفْصَلِ -

رَوَاةُ الْمُفْصَلِ وَمَا وَیْ اَبْنُ

عمر بکلی پڑھتے تھے۔

مَلَکَہُ اِلٰی وَ یُحَقِّقُ الْعَصْرَ -

۱۷ حضرت سلیمان بن ایسا کہارتا بعین اور مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۸ شارحین حدیث فرماتے ہیں فلاں سے وہ شخص مراد ہے جو مردان بن عبد الملک کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم

تھا بعض نے کہا وہ فلاں آدمی حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک یا دو سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ ہاں اس قسم کی بات حضرت انس نے حضرت عمر

بن عبد العزیز کی شان میں کہی ہے۔ جیسا کہ باب الکوفا میں آ رہا ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ حضرت انس نے حضرت عمر بن

عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے بعض نے کہا فلاں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس

سے عمرو بن سلمہ بن نفع مراد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی قوم کے امام تھے۔

۱۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۲۰ اس طرح کہ آخری دو رکعت ظہر میں سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھتے تھے۔ یا اگر پڑھتے تھے تو چھوٹی سورت پڑھتے

تھے مقصد یہ ہے کہ ظہر کی نماز کی قرأت لمبی کرتے تھے۔

۲۱ نماز ظہر کے لیے طویل مفصل کا تقاضا تھا نہ فرمایا بلکہ مجمل آتا فرمایا کہ ظہر کی قرأت دراز کرتے تھے اور عصر

کے لیے مختص (مکمل) کا ذکر فرمایا۔ یہ تفصیل بیان نہ کی کہ اس (عصر) میں قصار (بالکل مختصر) سورتیں پڑھتے تھے یا اوساط

یعنی درمیان پڑھتے تھے۔

۲۲ اعلیٰ مرتبہ (یعنی کعبہ منہ میں) معمول و مقرب یہ ہے کہ ظہر و فجر میں طویل مفصل عصر و عشاء میں اوساط سورتیں پڑھی جاتی۔ واضح ہو کہ قول

مختصر کے معنی مفصل سے سورۃ مجرات سے آخر قرآن تک کی سورتیں ملا ہیں ان کو مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہمسلمہ کے

مختصر کے معنی مختصر ہیں سورۃ مجرات سے آخر قرآن تک پائی جاتی ہے بعض کہتے ہیں ان کو مفصل کہنے کا وجہ یہ ہے کہ ان میں نسخ کم ہے اور

یہ تمام میں طویل (یعنی اوساط) درمیان (یعنی قصار) مجرات سے بروج تک طویل ہیں۔ بروج سے داعی تک اوساط

ہیں۔ اور داعی سے آخر قرآن تک قصار ہیں فصل اول میں اس بارے میں قدرے گفتگو ہو چکی ہے۔

حضرت عبیدہ بن العاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ہم لوگ نماز فجر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے تھے۔ آپ نے قرأت کی قرآپ پر قرأت بجا دی

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

قَالَ لَمَّا خَلَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ فَتَلَّ

عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا قَرَعَا قَالُوا  
لَعَلَّكُمْ تَقْرَعُونَ خَلَفَ إِمَامُكُمْ  
قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا  
تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ  
لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا -

جو گئی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا قارئین رک اسے اپنا امام  
کے پیچھے قراؤ کرتے ہوئے ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ  
آپ نے فرمایا سورۃ فاتحہ کے ساتھ کہ پڑھا کرو کیونکہ جو  
فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۵

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ  
وَالْبَيْهَقِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِإِبْنِ  
دَاوُدَ قَالَ وَ أَنَا أَقُولُ مَكَرِي يُتَارَعُنِي  
الْقُرْآنُ فَلَا تَقْرَعُوا بِشَيْءٍ مِّنَ  
الْقُرْآنِ إِذَا جَهَلْتُمْ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ  
اے اور اس کا پڑھنا مشکل ہو گیا۔

ابوداؤد و ترمذی اور نسائی نے اس کے معنی کی روایت  
کی۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے  
کہ فرمایا میں دل میں شوق تھا کہ مجھ پر قرآن کیوں  
بھاری پڑ رہا ہے۔ لہذا جب میں بعد از فاتحہ قرات  
کروں تو الحمد کے ساتھ نہ پڑھتا ہوں۔

۴۵ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ لفظ فرمائی کہ شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو۔ چونکہ نہ فرمایا  
کہ میرے پیچھے پڑھتے ہو۔ اس انداز کلام سے اس جانب اشارہ فرمایا کہ مقتدی کی اکثر اہل کلام نے کہ وہ غلطی اختیار کرے اور  
اپنے امام کی قرات پر کان لگائے چاہے میں امام ہوں یا کوئی اور۔ یہ نقل قرات اور قرائت کا اظہار ہے۔ چنانچہ امام کی  
آواز دل کا سننا دکھائی دیتا ہے جو قرات اور غلط قرائت کے اختلافات کی تشویش کا موجب بنا۔ اور امام کا قول  
بارک بحکم تقرأون۔ اس معنی کے منافی ہے۔ کہ یہ تشویش جبر کا موجب بن لاتی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بیان قیاسی ہے۔ چنانچہ  
عمل کیوں استعمال فرمایا۔ بنا بریں علماء نے کہا ہے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے کے اصل میں یہ الفاظ نہ ہوں۔  
اس نقص سے پیدا ہوا جو مقتدیین کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے وقت قرائت کا اظہار تھا۔ اور مقتدیین کی قرات  
ہوا اور کامل بھی کسی ناقص کے نقص سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کتاب التہجد میں مذکور ہے۔ اور مقتدیین کی قرات  
درسم نماز صبح کی قرات میں رک گئے اور اس رکعت کی وجہ آپ نے فرمائی کہ اگر یہ رکعت گئی تو اس کے بعد  
میں جو وضو اچھی طرح نہیں کرتے اور آداب کا پوری طرح خیال نہیں رکھتے۔ اور جب آپ نے فرمایا کہ شاید تم لوگ غلط قرات  
لوگوں نے کہا ہاں الی آخر۔

۴۶ اس حدیث کا ظاہر سورۃ فاتحہ کی فرضیت ثابت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر گز  
یہ معنی دل میں نہ ہو۔

۴۷ یعنی میرے لیے قرآن میں کشمکش محسوس ہوتی ہے اور میرے لیے اس کی قرات آسان نہیں ہو رہی پھر مجھے









اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ سجدہ فاتحہ دوسری نماز میں پڑھے۔ دوسری میں لیکن ایک روایت میں امام محمد سے اس کا استحباب مروی ہے اور شیعین (امام ابو حنیفہ و ابو یوسف) کے نزدیک اس کا پڑھنا مکروہ ہے۔ شیخ ابی الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس بات کو بھی ہے کہ اس بارے میں دوسری جگہ ہے۔ اور حق یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ کا قول بھی شیعین کے قول کی طرح ہے۔ امام محمد کی عبارات ان کی کتب میں اس بارے میں بالعموم موجود ہیں۔ اور آثار میں فرمایا وہیم ناخذ۔ ہم اسی کا اختیار کریں گے۔ عامہ آثار و اخبار میں ایسا ہی آیا ہے اور کہہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق نماز فاسد ہو جاتی ہے مخفی نہ رہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ دو دہائیوں میں سے قوی تر وہیں پر عمل کیا جائے۔ شیخ ابن الہمام کا کلام ختم ہوا۔

اور امام محمد کا کلام اس کے مطابق (اس باب میں کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی جائے) اخبار و آثار سے بھر پڑا ہے واللہ اعلم۔

ائمہ کرام فرماتے ہیں قراءت نماز کا ایک ایسا رکن ہے جس میں امام و مقتدی دونوں شریک ہیں تھوڑے سے فرق کے ساتھ جس کا امام مالک اور امام احمد نے سری و جہری نماز میں اعتبار کیا ہے۔ اور اخاف کی دلیل یہ حدیث ہے کہ من کان لم یام فقرأ الامام قرأ لم۔ جس کا امام ہر نماز میں قراءت اس کے لیے قراءت ہوگی۔ اور یہ حدیث صحیح ہے بخاری و مسلم کے علاوہ باقی تمام محدثین نے اس کی روایت کی ہے۔ ہا یہ میں کہا و علیہ اجماع الصحابة کہ اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے شرح (عربی) میں اس سے زیادہ گفتگو کا گئی ہے اس مقام میں غور و تدبر کرو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافٍ أَخْبَرَنَا	حضرت عبداللہ بن ابی رافی رضی اللہ عنہ سے روایت
قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ	ہے فرماتے ہیں ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَقْطِيعُ	کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی میں قرآن
أَنْ أَخْذَ مِنْ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَحَقَّقَنِي	یہ کہ کچھ یاد نہیں کر سکتا۔ آپ صبح سے دیر تک یاد
فَكَرِهَ لِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ	جیسے میرے لیے کافی ہو۔ فرمایا یہ کہہ لیا کہ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ	سبحان اللہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر دلا حول
وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	ولا قرۃ الا باللہ۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ
فَكَرِهَ لِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ	یہ تو اللہ کے لیے ہوا۔ میرے لیے کیا ہے۔ فرمایا
فَكَرِهَ لِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ	یوں کہہ الہی محمد پر رحم کر۔ مجھے امن، ہدایت اور
فَكَرِهَ لِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ	روزی عطا کر۔ پھر اس شخص نے دوبارہ بند کر کے
فَكَرِهَ لِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ	ان سے یوں اشارہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَكَ يَدَيْهِ مِنَ الْخَيْرِ

رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَ اَنْتَهَتْ رَوَايَةُ النَّاسِ عِنْدَ قَوْلِهِ اِلَّا بِاللّٰهِ

۱۷ اس حدیث کو نماز میں قرائت کے باب میں لانے کے قرینہ سے بظاہر یہ سمجھنا مقصود ہے کہ دعائی قرآن پاک کی اتنی مقدار بھی یاد کرنے کی استطاعت نہ رکھتا تھا جس سے نماز درست ہو جائے۔ مگر یہ بات بہت ہی بعید ہے کیونکہ یہ بات ذہن سلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ایک انگریزی میں کلام کرنے والا شخص اتنی مقدار قرآن یاد کرنے سے عاجز ہو جائے جس مقدار سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اور اگر انہیں کلمات کی مقدار یا اس سے کچھ زیادہ قرآن پاک سیکھ لیتا تو کافی تھا۔ کہتے ہیں یہ شخص ابھی اسلام لایا ہی تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا استسقاء میں قرآن پاک یاد کرنے کا گنجائش نہیں اس لیے آپ نے اسے یہ کلمات سکھائے مگر اس سے بھی وہ استیبار و تردد نہیں ہوتا بلکہ بلا جھجک اس سے مولد یہ ہے کہ قرآن پاک کا آنا حصہ یاد کرے جو اس کے لیے درود کا کام ہے احوال عہد کے مطابق پختہ امتداد کے امور اس کے لیے واضح ہے کہ قرآن پاک کا بہت سا حصہ ایسا ہے کہ درود وظائف کے لیے بہت مناسب ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے اس مقدار کا یاد کرنا آسان نہیں ہوتا۔ لہذا ان شخص کو درود کے کلمات سکھائے تاکہ وہ نماز میں سے ہر ایک کلمہ خزان الہی میں سے ایک خزانہ ہے تاکہ وہ شخص ان پر تلاوت کرے۔ درود کے کلمات سکھائے انہیں اپنا درود بنائے گا تا واللہ اعلم۔

۱۸ کہ حمد و ثناء بکبیر و تمجید پر مشتمل ہیں۔

۱۹ یعنی حضرت حق تعالیٰ سے دعا و دعاؤں کی بکبیر و تمجید کا مجموعہ ہے۔

۲۰ یہ سوال و جواب درود کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرنا چاہئے کہ اس درود کے کلمات سکھائے تاکہ وہ نماز میں سے ہر ایک کلمہ خزان الہی میں سے ایک خزانہ ہے تاکہ وہ شخص ان پر تلاوت کرے۔ درود کے کلمات سکھائے انہیں اپنا درود بنائے گا تا واللہ اعلم۔

۲۱ چاہت کی تھی نہ کہ محبت نماز کے لیے قرآن سیکھنے کی طلب کی تھی۔

۲۲ یعنی اس شخص نے اشارہ کیا کہ میں نے ان کلمات کی یاد دہانی کر لی ہے کہ ان میں کوئی کلمہ نہیں ہے جو اس کے لیے

تراسے بڑی حفاظت سے رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر درودوں باقرہ سے شروع کرتے ہیں واللہ اعلم۔

۲۳ آدمی تھا کلام کا ظاہر سیاق بھی اسی میں ہے احوال کا مورد ہے۔

۲۴ اشارہ کرنے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ احوال کے لیے اس درود کے کلمات سکھائے انہیں اپنا درود بنائے گا تا واللہ اعلم۔

۲۵ اور زبان کی بجا آوری کے لیے بطور تغیر اشارہ کیا ہوا درج آپ نے دیکھا کہ یہ درود حفظ کر رہا ہے اور لفظ کی

بجا آوری کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھ غیر درجہ سے مہرہ کی آیت لکھ دی ہیں۔  
 وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اِنْ شَاءَ اللَّهُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 رَبِّيَ الْأَعْلَى

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 اے نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیج دی گئی ہے کہ کیا آوری کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھ غیر درجہ سے مہرہ کی آیت لکھ دی ہیں۔  
 وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ م�ً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اِنْ شَاءَ اللَّهُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 رَبِّيَ الْأَعْلَى

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 اے نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیج دی گئی ہے کہ کیا آوری کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھ غیر درجہ سے مہرہ کی آیت لکھ دی ہیں۔  
 وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ م�ً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 اِنْ شَاءَ اللَّهُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَالَتْ مِنْهُ الْأَنْهَارُ  
 رَبِّيَ الْأَعْلَى

تاکہ یہ دہم نہ پڑے کہ یہ کلمات بھی قرآن میں سے ہیں  
امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر کوئی شخص ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے یہ گمان کرے کہ یہ جواب نماز میں ہوتا تھا  
تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ فعل نماز میں ہوتا تھا فرض نماز میں نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں  
آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتوں کی نماز ادا کرتے تو آیت رخصت پر نہ پہنچتے مگر وہاں رک کر رخصت طلب  
کرتے اور عذاب کی آیت پر نہ پہنچتے مگر وہاں رک کر عذاب سے پناہ مانگتے اور کسی نے بھی ان نمازوں میں ایسی چیز  
کیا جاتا ہے فرض نمازوں میں روایت نہیں کیا تو رپشتی کا کلام ختم ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

خواتین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہالت صحابہ

میں تشریف لائے اور ان کے ساتھ اول سے آخر

تک سورتہ الماعل پڑھی صحابہ کرام کا ہوش رہے۔ تو

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ صحت فرمایا

ہوں میں جہالت صحابہ کو نہ تم سے پہلے جہالت تھی

وہاں تک کہ میں جب اس دن پہنچا تو ان کی آواز

نہیں آتی تھی۔ تو کہتے ہیں اسے خود ہم پر کاشی تھی

وہیں تک کہ ہم نے تیرے جہالت کو ان کی آواز

(ترجمہ) اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا

۸۱/۲ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَصْحَابِهِ

فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ سُورَةَ الرَّحْمَنِ مِنْ

أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا فَسَكَتُوا فَقَالَ لَعَدُو

قَرَأْتُمَا عَلَى الْحَيِّ لَيْلَةَ الْحَيِّ لَكَأَنَّ

أَحْسَنَ مَرْدُودًا مِنْكُمْ كُنْتُ كَلِمًا

أَيْتُ عَلَى قَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

مَنْ كَذَّبَ بَانَ قَالُوا لَا شَيْءَ مِنْ بَعْثِكَ

لَبَنَّا نَكُوبُ فَلَكَ الْحَمْدُ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَسَنٌ

عَرِيبٌ

۱۵ یعنی وہ رات جس میں جنات میرے پاس آئے اور محمد پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ یہ صبح ہوئے

۱۶ یعنی جنات جواب دینے اور اللہ کا فرمان قبول کرنے میں تم سے بہت پہلے تھے اور لا احسن مردوداً

۱۷ ہے کہ جواب سلام کو رد سلام کہتے ہیں۔ رد کا معنی واپس کرنے کا آتا ہے اور مردود صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں

۱۸ رد اور مردوداً اس کے بعد جنات کے اپنے جواب کا ذکر فرمایا

۱۹ یہ انہوں نے اور جنات کے جواب میں

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

حضرت معاذ بن عبد اللہ الجعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کے ایک آدمی نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے فجر کی دو دن رکعتوں میں اذانوں پڑھی یہ مجھے خبر نہیں کہ آپ بھول گئے یا عمدًا

عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُعْفِيِّ قَالَ إِنَّ رَجُلًا مِّنْ جُهَيْنَةَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرًّا فِي الصُّبْحِ إِذَا ذُكِرَتِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مَلَّتِيْمًا فَلَا أَكُونُ فِي النَّيِّ أَحَدٌ كَرَأَ ذَلِكَ حَتَّى

(البراد)

(دَعَا أَبُودَاوُدَ)

اے حضرت معاذ بن عبد اللہ الجعفی جیم کی پیش اور صاکی زبر کے ساتھ تابعی مدنی تھے ہیں۔ ابن سعد نے ان کو اہل مدینہ کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ ۱۸۰ھ میں وصال فرمایا۔

۱۹۰ھ شیخ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز اور یہ بات بتانے کے لیے کہ ایک ہی سورہ کو دو رکعتوں میں پڑھ کر گزرنے کے بھی اہل سنت ادا ہو جاتی ہے۔ عمدًا اسے پڑھا۔ شیخ ابن حجر کا کلام فہم ہوا۔

۱۹۱ھ وکتب ہے کہ اس مقام نے یہ سورہ بار بار سننے کا اتفاق کیا ہو کہ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول وارد ہے مَنْ يَعْمَلْ شِئَانًا دُونَ تِلْكَ لَنَجْزِيَنَّكَ بِهِ عَذَابًا لَا تُرَىٰ اورو شرایر اور بعض ایک راوی برابر نیک کام کرے گا۔ اسے دیکھ لے گا۔ اور جو ایک راوی برابر بلا لے کرے گا اسے بھی دیکھ لے گا۔ ماحضین کو یہ کلمات بار بار سنانا مفید تھا کہ یہ کلمات و عدد وید کا اللہ کے کلام میں اللہ کی غایت تاکید و تسمیہ میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی خان میں لایا تھا کہ یہ درجہ کی کرکٹ تھا میرے سے زیادہ کھے کافی ہیں کہ یہ شخص فقیر ہے۔ گویا تمام علم فقہ ان دو جملوں میں سمیٹا ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بیشک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھی تو دونوں رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھی۔

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ عَزَّ وَجَلَّ الْقَوِيُّ قَرَأَ فِي الصُّبْحِ قُرْآنَ حَمْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مَلَّتِيْمًا (دَعَا مَالِكُ)

(مالک)

اے یعنی حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ قرشی اسدی ہیں۔ اکابر تابعین سے ہیں







کتاب التکبیر فی الصلوة فصل ۲

سیدنا و عن عبد بن حماد بن محمد بن عوف  
ابن عوف بن حماد قال ما من المفضل  
سورة صغیرة ولا کبیرة الا قد  
سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم  
وسلم یؤمر بها الناس فی الصلوة  
الکتوبة

اور ہم جمعی ہاں کے معنی میں آتا ہے  
حضرت عمرو بن شیب سے وہ اپنے والدہ اپنے  
دادا سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں منسل کی کوئی  
چھوٹی بڑی سورہ ایسی نہیں جو میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے کسی سے آپ فرض  
نمازیں لوگوں کی امانت کرتے تھے۔

(مالک)

حضرت عبد اللہ بن عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں حکم الدافا  
پڑھی۔ نائی نے اسی حدیث کو بطریق ارسال روایت کیا۔  
(کیونکہ عبد اللہ بن عبد بن مسعود کا بھی ہے)

(اشعۃ السعادت)

سیدنا و عن عبد بن حماد بن محمد بن عوف  
ابن عوف بن حماد قال ما من المفضل  
سورة صغیرة ولا کبیرة الا قد  
سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم  
وسلم یؤمر بها الناس فی الصلوة  
الکتوبة

کے (ابن زبیب) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو جائے  
تو اسے پڑھنا چاہیے کہ اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اسے پڑھنا چاہیے  
کہ اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اسے پڑھنا چاہیے۔

## باب التکبیر

### تکبیر کا باب

فصل الاول  
پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں پڑھنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ التَّكْوِيْمَ

وَالسُّجُودَ قَوْلًا رَافِعًا لِّأَرْكَكُمْ مِنْ  
بَعْدِي -

دُتَّفِقُ عَلَيْهِ

(بخاری و مسلم)

۱۷ جیسا کہ سنت میں آیا ہے اور باب منفۃ الصلوٰۃ میں گزرا۔

۱۸ یعنی تم لوگ جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے پرشیدہ نہیں سال کہ شرح باب منفۃ الصلوٰۃ کی تیسری غرضی گزری۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں۔

۱۹ وَ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ مُكُونُ  
الشَّيْءِ مَلَىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
سُجُودُهُ وَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا  
رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَ  
الْقُوعُودَ قَرْنًا مِنَ السَّوَاءِ -

دُتَّفِقُ عَلَيْهِ

حضرت براء سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ  
اللہ علیہ وسلم کو رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے  
درمیان کی نشست اور سجدہ رکوع سے سجدہ تک  
جو اٹھ کر قیام اور بیٹھنے کے قریب کیا جاتا تھا  
بے تفاوت تھا۔

(بخاری و مسلم)

۲۰ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ  
یہ کہ جس میں قرائت کرتے تھے اور براء سے ان بیٹھنے کے وقت  
وہ قیام جس میں آپ قرائت کرتے تھے سجدہ تک پہنچا کرتے تھے  
بھی لمبا ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ باقی ارکان رکوع، قیام، سجدہ  
ہوتے تھے۔

سُجُودًا

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام و قعود بھی رکوع  
کہ جب آپ قیام کیا کرتے تو ان ارکان کو بھی عام اور خاص  
ان ارکان میں بھی تخفیف کرتے اور نماز کے تمام ارکان  
بحرہ قیام و قعود کے برابر ہوتا تھا۔ ان نماز صرف اور صرف  
نارمین نے اس کی بھی یہی تاویل اس میں کہ یہی مطلب بیان کیا ہے  
مفہم بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان شاء اللہ تعالیٰ کرتے گا۔

سُجُودًا

۲۱ وَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۲ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الشَّيْءُ مَلَىٰ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهَ

سمع اللہ من عہدہ کہتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ کو دوہم ہو گیا پھر سجدہ کرتے اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ کو دوہم ہو گیا۔ (مسلم)

لَمَنْ سَجَدَ لِقَاءَ حَقٍّ فَقَوْلَ هَذَا أَوْ هَمَّ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ (دَعَاءُ مُسْلِمٍ)

اے دوہم ہنوز اور ہاکی زبرد وادساکن کے ساتھ یعنی آپ کھڑے رہتے اور بہت دیر کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ نے پہلی رکعت ترک کر کے از سر نو قیام شروع کر دیا ہے۔ بعض نے اس لفظ کی تفسیر بیان سے کہ ہے مگر اس تفسیر میں لغت کے اعتبار سے کام و اعتراض ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ الفاظ زیادہ کہتے تھے۔ الہی اسے ہمارے رب تو پاک ہے تیری حمد ہے خدا یا مجھے بخش دے۔ قرآن پڑھ کر رہے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَفْهَمَ أَغْفِرْ لِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

(بخاری و مسلم)

(دُفَعْنِي عَلَيْهِ)

اے یعنی آپ اس تسبیح و استغفار سے قرآن کی مراد بیان کرتے تھے کہ قرآن میں فرمایا تسبیح محمد بنک و استغفرہ کہ اس تسبیح کی تکمیل ہو گیا کہ آپ اپنے پیچھے ہٹ کر رکوع کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں یعنی رکوع و سجود میں دیکھو حضور و شروع کے لحاظ سے رکوع و سجدہ میں سے اعلیٰ حالت ہے۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تسبیح و استغفار کے بعد کی تسبیح و استغفار ذکر کا سلسلہ آخر عمر شریف میں زیادہ کرنا بہت زیادہ نفع دینا ہے۔

انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجدہ میں کہتے تھے۔ پاک ہے بے عیب ہے فرشتوں اور رسول کا سبب ہے۔

وَقَوْلُهُ هَذَا أَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتْلُو فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَفْهَمَ أَغْفِرْ لِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

(مسلم)

(دَعَاءُ مُسْلِمٍ)

اے شروع قارئین دونوں باللہ کے صفی ہیں و طہارت و تنزیہ کے لیے لکھے گئے ہیں بیش و نفع دونوں طرح پڑھے جائے ہیں گویش سے پڑھنا اکثر ہے۔ روح سے مراد حضرت جبریل ہیں کہ انہیں روح الامین بھی کہتے ہیں یعنی







۸۵ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الزُّكُوفِ  
قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ الْمَلَكُ  
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَمِلَ السَّمَوَاتُ وَ  
مِلَ الْأَرْضُ وَمِلَ مَا شِئْتَ مِنْ  
شَيْءٍ بَعْدَ -

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللہ لِمَنْ  
حَمِدَ اللہ ربنا لک الحمد یا السموات و یا الارض و یا  
ما شئت من شیء بعد۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۔ یہ حضرت عبداللہ اور ان کے باپ دونوں صحابی ہیں۔ حدیث اور غیر میں شریک ہیں۔ امید ہے آخری صحابی ہی  
جو کوفہ میں ۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ یعنی اتنی مقدار بھرنے کے ساتھ جو تو اس کے بعد تکلیف مہرہ کر چکا ہے۔ یہ حدیث اس پر مبنی  
کرتی ہے کہ امام تیسع و تخیذ دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ حدیث اس کی کام  
گزر چکا ہے۔

۸۶ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الزُّكُوفِ  
قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَمِلَ  
السَّمَوَاتُ وَمِلَ الْأَرْضُ وَمِلَ مَا  
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ السَّمَاءِ  
وَالْمَجْدِ أَتَى مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُنَّا  
لَكَ عَبْدُ اللَّهِ لَا مَلِكَ لَنَا نَعْطِيقُ  
وَلَا مُعْطَى لَنَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ  
ذَا الْجَهْدِ مِنْكَ الْجَهْدُ -

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
پس از اٹھانے سے کہتے یا اللہم ربنا لک الحمد  
یا السموات و یا الارض و یا ما شئت من شیء  
بعد اہل السماء و المجد اتی ما قال العبد  
وکننا لک عبد اللہ لا مالک لنا نعطیق  
و لا معطى لنا منعت و لا ینفع ذلک  
فالجہد منک الجہد۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۔ بعض روایات میں و لا ارقا یا تعینت بھی آیا ہے یعنی اس چیز کو کہنا بد نہیں کر سکتا ہے تو کسی کے مقدر



میں کر دے۔

اے مجاہد یعنی بہت حال و وضع اور ترنگری اور بے نیازی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بعض جہ سے داوا مراد یہ تھیں یعنی اے اللہ تیرے نزدیک عمل اور تیرا فضل فائدہ دیتا ہے نسب فائدہ نہیں دیتا۔ ایک روایت میں مجاہد کی زیر سے بھی آیا ہے۔ یعنی کوشش اور دنیا کی حرص اور مال و متاع جمع کرنا۔ یا بمعنی تیرے غضب سے بھاگنا۔ یعنی بندے کی کوشش۔ اس کی دنیا کی حرص۔ اور مال و متاع جمع کرنا تیرے مقابلے میں کچھ نفع نہیں دے سکتا یا تیرے غضب سے بھاگنا کچھ نفع نہیں دیتا۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فراستے ہیں ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے  
تھے جب آپ نے اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو سب اللہ  
من حمد کہنا آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا نبیاً وکلاً الحمد  
محمداً کثیراً ایشیائاً کافیه اے ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد  
ہے بہت بیش برکت والی حمد جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا  
کہ ابھی کس نے یہ کلمات کہے وہ بولائیں آپ نے فرمایا  
میں نے جہاد میں فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلی کر رہے  
ہیں کہ پیسے کون کھائے۔

(بخاری شریف)

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْنَا  
نَبِيَّكُمْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قُلْتُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ مِنَ الرُّكْعَةِ  
قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَالَ  
نَبِيُّكُمْ وَمُرَّاءُوا رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ  
حَمْدُكُمْ كَثِيراً يَا نَبِيَّائِهَا ثَبَاتُكُمْ فَمَنْ قُلْتُمْ  
الْحَمْدُ قَالَ هِيَ الرُّكْعَةُ لَكُمْ قَالُوا كَمَا  
قَالَ نَبِيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَفِيهِمْ مَلَكٌ  
يَكْتُبُ مَا تَقُولُونَ لَكُمْ يَكْتُبُهَا أُولُو  
الْبُيُوتِ وَفِيهِمْ مَلَكٌ يَكْتُبُهَا

اے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے باب نقباء الصالحین سے ہیں۔ اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔  
اے یعنی فرما کہ ان فضائل پر اے ہمارے رب  
اے نبی اللہ کے رسول کی بدولت ہر آن پڑھنا زیادہ ہونے والی۔  
اے نبی اللہ کے رسول کی بدولت ہر آن پڑھنا زیادہ ہونے والی۔

## دوسری فصل

حضرت ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فراستے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
انسان کی نماز درست نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع و رکود

## الفصل الثاني

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا تُجُوزُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَهُ





یعنی اور خطاب کی آیت پر پہنچے مگر نہیں آئے اور  
(خطاب سے پہلے مانگتے۔

اسے ترمذی۔ ابو داؤد، دارمی۔ نسائی  
اور ابن ماجہ نے اس کا ایک روایت کیا اور  
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَسَالَ وَمَا آتَى عَلَى آيَةٍ عَذَابٍ  
إِلَّا وَقَّتْ وَتَعَوَّذَ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَ  
الدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ وَابْنُ  
مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ كَانَتْ عَلَى  
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

۱۵ آپ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ راز ہیں۔ انہیں منافقین کا دم تھا۔  
۱۶ اور لفظ مَا آتَى علی آیتِ رحمتہ تا آخر کا ذکر نہ کیا۔

۱۷ بعض روایات میں یہ حدیث صلوٰۃ میں آئی ہے۔ جیسا کہ علامہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۸۲۲ عَنْ عَوْنِ ابْنِ مَرْكَكٍ قَالَ قُمْتُ  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَوْا مَكَّةَ تَذَارَى  
سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَيَقُولُ فِي ذِكْرِهَا  
سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ  
وَالِكِبَرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ.

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ.

حضرت عون بن مرکک سے روایت ہے  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
مکہ کو دیکھا تو آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی  
اور فرمایا کہ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ  
وَالِكِبَرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ۔

۱۵ آپ صحابی اجماعی ہیں۔ رضی اللہ عنہما شیخ ناہر وکلف مشرب ہیں۔

مکہ کے دن قبیلہ اشج کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں سکونت اختیار کی اور حضرت  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے طائفہ کے لوگ ملے اور حضرت  
حضرت جابر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت مقدام بن معد کرب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
رضی اللہ عنہم۔

۱۶ بعض نے کہا کہ کھڑا ہونے سے آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا مراد ہے۔ اور جو نماز کو پڑھیں  
۱۷ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رکوع میں اتنی مقدار پڑھتے کہ اس میں سورۃ جبر پڑھا جا سکتی تھی۔

جیسا کہ مذکور ہے ایسا کہ اولیٰ کی صورت میں جو رکوع کو قیام کے ساتھ برابر کرنے کے لیے کیا جاتی ہے کہ یہ باری اور رسالت ٹرانا نماز کے بعد ہی کی تھی جیسا کہ حضرت بلالؓ کی حدیث میں فصل اول میں مقرر چکا ہے۔

۸۳۳  
وَعَنْ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
أَبْنَ مَسْرُودٍ مَّا لَوْ يَقُولُ مَا مَكَتُ  
وَمَا أَتَى أَحَدٌ بَعْدَهُ نَسْأَلُ اللَّهَ صَلَوةً  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَوةً  
يُصَلُّوهُ نَسْأَلُ اللَّهَ صَلَوةً عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الَّذِي يَعْنِي عَصْرًا  
ابْنُ جُبَيْرٍ الْقَوْنِزِيُّ قَالَ فَعَزَّوْنَا دُكُوَّةً  
عَشْرًا تِسْعِينَ مَرَّةً وَ سُبُّوَّةً عَشْرًا  
تِسْعِينَ مَرَّةً

حضرت ابن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے  
سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے  
پچھے نماز نہ پڑھی جن کا ناس جو ان (عمر بن عبد العزیز  
رضی اللہ عنہ) کے مقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے  
زیادہ مخایہ ہو۔ آپ نے فرمایا ہم نے ان کو  
رکوع کی تسبیح اور سجود میں دس تسبیح کا اندازہ  
لگایا۔

(البوداؤد)

(نسائی)

دُرَّوَاكُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ

اے جبریم کہش اور بالی زبر کے ساتھ مراد حضرت سعید بن جبیر ہیں جو تابعین میں سے ہیں۔ ان کے حالات  
دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔ اور جابج ظالم کے ساتھ ان کا قصہ بڑا مشہور ہے۔ (جو اکمال میں درج ہے)  
۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ کہ ہم لوگ کی تسبیح رکعتوں میں اور دس تسبیح سجود میں کہہ لیتے ہیں۔ اتنا وقت وہ رکوع اور  
سجود میں صرف کرتے تھے اس کی بنا پر صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بھی یہی تھا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ رَأَى حَنَفِيَّةً  
نَافِي تَسْجُدُ لَا تَقُولُ تَكْبِيرَةً وَلَا  
سُجُودًا كَلِمَةً فَكَلِمَةً صَلَوةً دَعَا  
قَالَ لِمَ تُصَلِّي بِهَذِهِ الصَّلَاةِ قَالَتْ  
وَكُنْتُ فِي كَلْبٍ وَ كُنْتُ مَيْتًا حَيًّا  
غَيْرَ مُنْظَرٍ لِي فَقَالَ اللَّهُ مُصْعَدًا  
مَنْ رَفَعَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
(بَقَاةُ الْمَحْكَمَاتِ)

حضرت شعیب بن مرقا اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ  
جیکر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا رکوع  
و سجود لفظ لفظ کرتا تھا جب اس نے اپنی نماز مکمل کی تو اسے حضرت  
حذیفہ نے بلایا اور فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کہتا ہے  
مجھے گمان ہے کہ حضرت حذیفہ نے اسے یہ بھی کہا کہ اگر  
تو راتوں میں طریقہ کے خلاف کرے گا جس پر اللہ تعالیٰ  
نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا فرمایا۔

(بخاری)

اے ابنی حضرت شعیب بن مرقا رضی اللہ عنہ مشہور ہے کہ روایت ہے کہ حضرت حذیفہ نے جو کبار صحابہ



میں سے ہیں۔ اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دانی بھی کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس وہ کتب تھیں جو ان کے پاس تھیں۔  
۱۰ ظاہر یہ الفاظ ترک طمانیت پر محمول ہیں اور اگر کہہ دیں کہ ان کے پاس وہ کتب تھیں جو ان کے پاس تھیں۔

۱۱ یعنی یہ نماز صحیح نہیں ہے جو کہنے اور کہنے سے۔  
۱۲ یعنی اگر تو اس قسم کی نماز سے توبہ کر کے اپنے رگیا تو غلات سنتے اور طہارت میں اعتدال کے ساتھ نماز کریں

جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلایا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اللہ پروردگار کو اپنے پیغمبر کے ساتھ رکھنا  
مبالغہ پایا جاتا ہے۔

۸۲۵ و عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ الْبَرِّ النَّاسِ سِرْقَةُ الْكُذْبَى يَمُرُّ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَاتِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَا يَتَمُ كُتُومًا وَلَا سُبُوحًا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برے انسان وہ ہے جو کھانا چوری کرے اور اللہ کی قسم جو کھانا چوری کرے وہ کھانا چوری کرے۔

اور سجدہ پیدا اور صحیح نہیں کرتا۔  
نہیں کھانا چوری کرے اور نہ کھانا چوری کرے۔

۸۲۶ و عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ حُمْرَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ الْبَرِّ النَّاسِ سِرْقَةُ الْكُذْبَى يَمُرُّ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَاتِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَا يَتَمُ كُتُومًا وَلَا سُبُوحًا

نعمان بن حمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برے انسان وہ ہے جو کھانا چوری کرے اور اللہ کی قسم جو کھانا چوری کرے وہ کھانا چوری کرے۔

۸۲۷ و عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ حُمْرَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ الْبَرِّ النَّاسِ سِرْقَةُ الْكُذْبَى يَمُرُّ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَاتِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَا يَتَمُ كُتُومًا وَلَا سُبُوحًا

نعمان بن حمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برے انسان وہ ہے جو کھانا چوری کرے اور اللہ کی قسم جو کھانا چوری کرے وہ کھانا چوری کرے۔

۸۲۸ و عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ حُمْرَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ الْبَرِّ النَّاسِ سِرْقَةُ الْكُذْبَى يَمُرُّ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَاتِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَا يَتَمُ كُتُومًا وَلَا سُبُوحًا

نعمان بن حمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برے انسان وہ ہے جو کھانا چوری کرے اور اللہ کی قسم جو کھانا چوری کرے وہ کھانا چوری کرے۔



اے نعمان لون کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہیں کے ساتھ بڑھ کر میم کی پیشانی اور اس کی زبردستی کے ساتھ آپ (حضرت نعمان بن مروان) بھی تھے ہیں۔ انصار بھی بعض نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے مگر یہ ہم سے ہے حتیٰ کہ آپ تابعی ہیں اور ان کی احادیث مرسل ہیں۔

۲۵ کہ ان کی سن اور نافرمانی کس نوعیت اور کس درجہ کی ہے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرابی، زانی اور چور کے بارے میں صحابہ کا اس کے دریافت کرنا شراب نوشی، زنا کاری اور چوری کے بارے میں آیات نازل ہونے سے پہلے تھا تاہم اگر اس کے اس قول و بیان کا فائدہ وہ سوال کا بیان ہے۔ یا یہ کہ حدود کے نازل ہونے کے بعد تو ان مذکورہ افعال میں سے کبھی کبھی منع تھا مگر یہ کہ ہم نے یہ کئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ واللہ اعلم

۲۶ خواہش و مسائل ان گناہوں کے کہتے ہیں جو سخت قبیح ہوں اور ان کی بدی حبسے تجاوز کر چکی ہو۔

## بَابُ السُّجُودِ

### باب السجود و فضله

#### سجود اور اس کی فضیلت کا باب

یعنی یہ کہ کثرت سجود اور اس کی فضیلت کے بیان میں ہے۔ سجود کا لغت میں معنی ہے سر زمین پر رکھنا، فرد تنی کرنا اور نیچے کرنا۔ شرع میں سجود کا معنی ہے غنوں طریقہ سے سر زمین پر رکھنا۔

#### پہلی فصل

#### الفصل الأول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات پڑیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر دونوں ہاتھوں پر دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے کناروں پر اور یہ کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَّوْا أَمْرًا كَانَ آمْرًا عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْأُظْفَارِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَحْشِفُوا لِيَتَابَ وَلَا الشَّعْرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بنا کر رکعت)

۱۱۔ کہ ان تمام اعضا کو سجدہ میں زمین پر رکھنا چاہیے ایک روایت میں صبر کے بجائے دبر کا اظہار آیا ہے۔ اور ایک روایت میں جبہ (پیشانی) کے ساتھ انف یعنی ناک کا ذکر بھی آیا ہے۔ اسی بنا پر اکثر ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ ناک اور پیشانی دونوں زمین پر رکھنی چاہئیں۔ اور ان دونوں کے بغیر سجدہ روانہ ہو گا نہ جبہ منحنی میں پیشانی اور ناک دونوں سے سجدہ کرنا افضل ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک سے کریں تو بھی کافی ہے۔ پس اگر صرف پیشانی سے سجدہ کریں تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے صاحبین رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک روایت میں بالکراہت جائز ہے۔ اور اگر صرف ناک سے سجدہ کریں تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام صاحب سے ایک روایت میں صرف ناک سے سجدہ جائز نہیں ہے اور ایک دوسری روایت میں جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ ہاں ہاتھوں اور زانوؤں کا زمین پر رکھنا ضعیفہ اور شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔ اور ابو الالیث فرماتے ہیں۔ اگر زانو زمین نہ رکھے تو سجدہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ ترمذی ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ اور یاقوت نے کہا کہ اگر دو ناک اٹھائے رکھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پاؤں اٹھائے رکھا تو نماز مکروہ ہوگی۔

۱۲۔ جیسا کہ بعض لوگ سجدہ میں جاتے وقت کچھ سے بچتے ہیں تاکہ انگلیک اللہ سے ملے اور بالاحسن حالت کے طور پر ایسا کرتے ہیں یا دامن بھاڑتے ہیں۔ اور بعض لوگ کمر باندھتے ہیں۔ اور کھڑکے دروازے میں داخل کرتے ہیں۔ ان سب امور کو بھی اس میں داخل کیا گیا ہے۔ اور بعض نمازیں کمر باندھنے کو محتجب میں کہتے ہیں۔ بعض اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ بالوں کو بھیٹنے کا مطلب ہے کہ انہیں دستار کے نیچے جمع کیا جائے۔ بعض نے کہا مکروہ یہ ہے کہ انہیں گزرا جائے اور کسی چیز کے ساتھ باصدا جائے اور گرہ لگائی جائے۔ اگر ان امور میں سے کسی ایک سے احتیاط نہ کیا جائے تو نماز نہیں ہے۔

۱۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُكُمْ فِي

السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ فِئْجَةً

أَوْ يَبْسُطُ الْكُتْبَ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۴۔ ظاہر یہ ہے کہ اعتدال سے طہارت و کون مراد ہے۔ جیسا کہ کتب میں بھی اعتدال و کون کا کتب میں مذکور ہے۔ نے کہا کہ سجدہ میں اعتدال یہ ہے کہ پشت کو زمین پر ہموار کرے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ہموار کرے اور ناک کو بائیں ہاتھ کے اشارے اور ناک کو بائیں ہاتھ سے دودھ رکھے۔

۱۵۔ وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دونوں تمبیلیں زمین پر رکھ اور دونوں کھینوں کو زمین سے اٹھا کر رکھو۔

سَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَصَمَّ كَلِمَتِكَ وَ اَرْفَعْ مِرْفَقَيْكَ -

(مسلم)

(رواہ مسلم)

اے گریہ محرموں کے یہ ہے عورتوں کے لیے مسکوتہ یہ ہے کہ وہ اپنے بازو زمین پر رکھیں اور اپنے پہلوؤں کو ان کے ساتھ ٹاویں کہ یہ نیت عزت کے پردہ کے لیے زیادہ بہتر اور قریب ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک تھا کہ جب آپ سجدہ میں جاتے تو دونوں بازوؤں کو کم سے دور رکھتے اور ان کو ان سے الگ رکھتے آپ اتنی مقلد دور رکھتے کہ کبریٰ کا چہان کے نیچے سے گزرتا چاہتا تو گزر سکتا تھا یہ لفظ ابو داؤد کے ہیں جیسا کہ شرح السنۃ میں اپنے اسناد کے ساتھ مؤلف نے اس کی تصریح کی ہے اور مسلم کی روایت بھی اس کے ہم معنی ہے مگر اس کے الفاظ دوسرے ہیں امدادہ الفاظ یہ ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو کبریٰ کا بچہ اگر دونوں ہاتھوں کے درمیان سے گزرتا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

۸۳۳ وَ عَنْ هَيْمَوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدًا جَافَى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى لَوْ اَنَّ بَلْهَمَةَ ارَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ هُنَا لَفَطٌ اَبَى دَاوُدُ كَمَا صَرَّاحٌ فِي شَرْحِ السُّنَنِ بِاسْنَادِهِ وَلِمسَلِمٍ بِمَعْنَاهُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدًا تَوَشَّعَتْ بَلْهَمَةُ اَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ

۱۔ ہجرت باکی برابر ہاتھوں کے ساتھ یعنی کبریٰ یا بیڑ کا بچہ۔ جسے پیدائش کے وقت سخلہ کہتے ہیں (سین کا برابر ہاتھ) محمد کی جڑم کے ساتھ اور جب وہ قدرے بڑا ہو جائے اور چلنے لگے تو اسے ہجرت کہتے ہیں۔  
۲۔ یہی یہ حدیث جو اس عبارت کے ساتھ مروی ہے ابو داؤد کے الفاظ میں ہے جیسا کہ صاحب مسایع نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں صاحب مسایع نے یہ تصریح شرح السنۃ میں اپنے اسناد کے ساتھ کی ہے۔

۳۔ اور اس روایت میں جاتی ہیں یہ کہ الفاظ مذکور نہیں ہیں اور اس روایت میں لفظ اَرَاوَتْ کے بجائے لفظ تَوَشَّعَتْ کے بجائے کر کے ہے۔ اس سے مؤلف کا مقصد صاحب مسایع پر اعتراض کرنا ہے کہ ابو داؤد کے الفاظ اصل میں لا، جو کہ ضخین کی حدیث کے لیے مرفوع و متعین ہے، مناسب نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مالک بن نجیحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے

۸۳۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ  
حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطِيقِهِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دو ہاتھوں کے درمیان کھینچ کر رکھتے ہیں تاکہ آپ کی ابطوں کی سفیدی ظاہر نہ ہو جائے۔  
(بخاری و مسلم)

۱۵۔ جینے والی پیش اور عاکی خرم کے ساتھ۔ یہ حضرت عبداللہ کی ہالی کا نام ہے۔ مالک ان کے باپ کا نام ہے۔ اسی سے اسے تخرین سے پڑھتے ہیں۔ تاکہ لوگ یہ خیال نہ کر لیں کہ یہ مالک بن جینہ ہیں بلکہ یہ حضرت عبداللہ کی دونوں ہتھیلیں ہیں یعنی ابن ملک اور ابن بھینہ اور آپ ابن بھینہ کے لفظ سے مشہور ہیں۔ آپ صحابی ہیں۔ بنی اطلب بن عبد مناف کے حلیف ہیں۔ اور سابقین صحابہ سے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے دور میں ۵۳ھ اور ۵۴ھ کے درمیان فوت ہوئے۔  
۱۶۔ ظاہر یہ ہے کہ اس نماز میں کہ اس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جسم مبارک پر کرتہ تھا وہ اس سے بغل مبارک کے گشت کا ظہور و نمایاں ہونا مراد ہے۔ صحابی نے بایض البطیخ (کی سفیدی) کا لفظ اسی سے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل مبارک سفید تھی جیسا کہ سالار بن مبارک گرا اور سفید تھا بغل مبارک صلی اللہ علیہ وسلم اور سیادہ نے اسے جیسا کہ دوسرے لوگوں کی ہوتی ہیں۔

۱۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي  
سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اخْضِرْ لِي خَشْيَتَكَ  
وَقَهْ وَجِلَّتْ وَأَوَّلَتْ وَأَخْرَجَتْ  
عَلَانِيَتَهُ وَرَسْمَهُ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

طحاوی نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔

۱۸۔ اسی کے معنی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔

۱۹۔ یعنی قیل و دھیز یا مغیر و کبیر و قیل و دھیز کے معنی ہیں کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔  
کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں تاکہ وہ قیل و دھیز یعنی قیل و دھیز کے معنی ہیں کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔  
کوئی چیز نہیں۔

۲۰۔ بعض نسخوں میں ہرہ کا لفظ علامت ہے جسے آپ نے فرمایا ہے۔  
۲۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَحَتِ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَهْلَةً مِّنَ الْفَرَاشِ فَالْتَمَسَتْ فَوَكَعَتْ  
فَوَضَعَتْ عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ يَفْزَعُ

۲۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔  
۲۳۔ زبیر القریظی کے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا کہ میری خشیت کو خضر بنا دے اور میری وجہ کو قہر بنا دے اور میری اولت کو اخراج بنا دے۔  
۲۴۔ اور آپ کے کمرے کو اپنے کمرے سے جدا کر دیا ہے۔





(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)  
 ۳۳۶ وَ عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ  
 أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَارْتَبَتُهُ بِوُضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ  
 فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُوَافَقَتَكَ  
 فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ  
 مُوَذَاكَ قَالَ فَأَعِيتِي عَلَى نَفْسِكَ  
 بِكَثْرَةِ السُّجُودِ -

مجسم کا حکم برائے اس نے اس کے اندر کیا تو میں سوزتی رہی  
 حضرت ربیعہ بن کعب اسکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
 فوتے میں میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر  
 تھا میں آپ کے پاس دستر کا پانی اور آپکی مزید حق کی چیزیں سکر  
 حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے فرمایا جو چاہتا ہے انگلی میں نے  
 عرض کی میں آپ سے جنت میں آپ کا ہمراہی اور رفاقت چاہتا ہوں  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی اور چیز ملک نہیں ہے عرض کیا  
 میرا مقصود درمیاں ہی ہے آپ نے فرمایا اگر کثرت سے سجدے پڑھتے  
 فیض کے خلاف میری یاد رکھو (مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۴ ربیعہ فاکر زبر باکی زبر کے ساتھ بن کعب اسکی۔ آپ اہل دین میں شمار ہوتے ہیں۔ اصحاب فقیرانہ سے ہیں۔ آپ ہر وقت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ اور سیر و حضر میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ تھکے تھکے سے بھی آپ کے ساتھ رہتے تھے۔  
 ۱۵ جیسے کپڑے، سواک، شانہ وغیرہ۔

۱۶ یعنی دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی میں سے جو کچھ چاہتا ہے۔  
 ۱۷ اور نیز ایک۔ داد کی زبردست کرن کے ساتھ اور غیر کی پیش اور پس کے ساتھ۔  
 ۱۸ کے مطابق اس لفظ کی کچھ تحقیق ہے جو اپنے مقام میں مذکور ہے۔ اس کا اصل لفظ ہے کہ کوئی اور چیز نہ ہو کہ جس سے وہ مراد ہوتا  
 ہے بڑا بلند و عظیم ہے۔

۱۹ یعنی میرا مقصود درمیاں ہی ہے جو میں نے عرض کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں تم سے نہیں چاہتا کہ تم

من از تو هیچ طلبی نہ خواهم۔ میں تم سے کوئی چیز نہ خواہم۔

۲۰ میں تجھ سے اور کوئی مراد نہیں چاہتا میری مراد صرف یہ ہے کہ تو مجھے اپنے آپ سے جدا کر دے۔

۲۱ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اگر تپانے دعا کے حامل کرے تو میں تجھ سے کچھ نہیں چاہتا۔  
 میری مراد اس کے مطلب کے حصول کے لیے جو بدل کا کثرت کر۔ یعنی کثرت کرنا اور بعد میں کثرت کرنا۔  
 ہی تو اس مقصد کے قابل اور مستعد ہوگا۔ یعنی میں بھی تیرے مطلب کے حصول کے لیے کسی اور شے کو نہیں چاہتا۔  
 اور کام کرنا ہوگا۔ اور بے کار ہو کر پاؤں پر بیٹھ رہنا ٹھیک نہ ہوگا۔ جیسے طبیب بیمار کو دیکھتا ہے کہ میں علاج کرنا چاہتا ہوں اور بیماری  
 شفا یابی کے لیے کوشش کرتا ہوں بشرطیکہ جو کچھ میں کہوں تو بھی اس پر عمل کرے اور میری ہدایات پر کاربند ہو کہ طریقہ تحصیل  
 شفا اور تدبیر کا یہی چیز ہے۔ بیت۔



فتح ثقل ارجہ از کلید است اسے عزیز جنبش از دست تو خواہند نیز  
توجہ تالا اگر چہ چالی سے کھلتا ہے۔ گراں میں تیرے ہاتھ کی حرکت کی بھی ضرورت ہے۔

اس حدیث سے جو بہت سے فوائد اخذ ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بزرگوں کی خدمت گزاری اور انہیں  
راضی و خوش رکھنا سعادت اور جو بہت و کرامت و قدرت کا سبب و ضمیمہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون بزرگ  
و با عزت ہو سکتا ہے کہ آپ سید کائنات اور باوجود اکرم اہل جہاں اور خلاصہ موجودات ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم (تو ان کا خدمت گار  
کس قدر سعادت و عزت سے سرفراز ہوگا)

اب حضرت شیخ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوا کے بارے میں عقیدہ ملاحظہ فرمائیے (چنانچہ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔  
واذا اطلاق سلال کہ من مودل بخوانہ و شخصیں نہ کر دے مطلوب ہے خاص، معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت و دست  
صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہم ہر کہ را خواہد باذن پروردگار خود بدہر بیت

بیت اگر غیر بیت دنیا و مافیہا آرزو داری۔ بدگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن  
ترجمہ۔ اطلاق سلال سے کہ فرمایا مانگ اور کسی مطلوب خاص کی شخصیں نہ کی، سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے کام آپ کے  
دست ہمت و عزت کے قبضہ میں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو کچھ چاہتے ہیں جس کیسے چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے  
اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی نعمتیں آپ کے جوہر و سخا کا ایک حصہ ہے اور لوح و قلم کے علوم آپ کے علم  
شریف میں سے ہیں۔ اگر تو دنیا و آخرت کی غیر و صلائی کا آرزو مند ہے تو آپ کی درگاہ شریف پر آ اور اپنی ہر تمنا پوری کر۔  
اس اشارت سے یہ ہے کہ طالب مہدق کو چاہیے کہ اخروی نعمتوں جو باقی و دائم ہیں کے علاوہ کچھ نہ چاہیے اور دنیوی  
فانی خطرات و آفات و کلمات و گفتاریں نہ کرے۔ خاص کر سب سے کامل و دائم اور افضل کمالات یعنی حضور سید کائنات  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کا طریقہ یہ ہے تاہم طالب مہدق کو چاہیے کہ اس مطلوب کے حصول  
کے طریق میں اپنی کوتاہی پر راضی نہ ہو۔ اور صرف ہوس و آرزو پر کفایت نہ کرے کہ بے کار بیٹھنا اور آرزو کرنا ٹھنڈے لوہے  
کو کہ گھٹکے حرارت ہے بیت۔

کائنات کا رکن گذر اند گفتار کا بدریں راہ کار دار و کار

ترجمہ۔ باتیں کرنا چھوڑ اور کام کر۔ کہاں راہ میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

مزد آں اگر نیست جان برادر کہ کار کرد

جان برادر مزدوری و اجرت کا مستحق وہ ہوتا ہے جو کام کرتا ہے

خبر و غار جو تمام کاموں سے بہتر کام ہے اور تمام عبادتوں سے جامع تر اور مکمل تر عبادت ہے۔ جس طرح کہ حقیقت

جامعہ محمدیہ ہے وباللہ التوفیق۔

۸۳۶ وَ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ  
لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ  
أَعْمَلُهُ يَدْخِلُنِي اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَكَتَبَ  
ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَكَتَبَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ  
فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ  
بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلَّهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ  
لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا دَفَعَكَ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً  
وَحَظَّ عَنْكَ بِهَا حَاطِئَةً قَالَ مَعْدَانُ  
ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ  
لِي مِثْلَ مَا قَالَ لِي ثَوْبَانُ

حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان  
رضی اللہ عنہ سے ملا میں نے کہا مجھے ایسا عمل بتائیے جو میں کر لوں  
تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کی برکت سے جنت میں داخل کرے آپ  
فاطمہؑ سے میں نے پھر پوچھا کہ آپ فاطمہؑ سے بھی میں نے پوچھا  
کہ پوچھا تو فرمایا کہ میں نے ان بات سے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ زیادہ سجدے  
استیلا کر دو کہ تم اللہ کے یہ کوئی سجدہ کر دو گے کہ اللہ تعالیٰ  
اس کی برکت سے تمہارا درجہ بلند کرے گا اور تمہاری غلطیاں  
کھینچے گا۔ مَعْدَانُ کہے ہیں پھر میں نے حضرت ابو الدرداءؓ سے  
پوچھا میں نے ان سے پوچھا تو ان نے فرمایا

۸۳۷ رَوَاهُ مُسْلِمٌ  
اے معدان صمیم کی زبردستی میں کہ جہنم کے ساتھ ہی ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
ابو الدرداء اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے اما روایت میں یہ اضافہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے  
۸۳۸ یعنی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نے  
طور پر تھی کہ دیکھیں سائل کیا کہتا ہے یا سائل کو طریقہ جو غیبی اللہ کے حکم سے ہے کہ پورا سجدہ  
پر قادر کرے۔

۸۳۹ اور خدا کی رضا کے لیے کثرت سے نماز ادا کرے۔  
۸۴۰ کہ اللہ تعالیٰ ان سجدوں کی کثرت سے وہ درجہ عظیم عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں ہرگز  
درجہ پر فائز کرے گا۔

۸۴۱ یعنی سجدہ گناہوں اور سیئات کی معافی کا سبب ہے اور زیادہ حسنات کا موجب بھی  
اور دونوں طریقوں سے یعنی ضرورت نقصان کو دور کرنے کے نفع سے بھلا کر کے بلند کرنے کے نفع سے بہرہ ور  
کرتا ہے۔

۱۔ یہی حضرت ابن عباس سے سوال کرتے تھے بعد اسی سال میں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے مجھے یہی جواب دیا کہ حضرت ابن عباس نے مالک کو یہی کثرت سجدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کثرت سے عبادت و بندگی۔

## دوسری فصل

حضرت مالک بن مجزشی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے (زمین) پر رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھتے۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

(ابن ماجہ، طبری)

## الفصل الثانی

عَنْ وَائِلِ بْنِ أَجْنٍ حَنِيرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَطَعَهُ وَكَبَّيْنِهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا تَلَعَّ رَكَعَ يَدَا يَهُ كُلَّ رُكْبَةٍ رُكُوعًا أَبْجُودًا وَالتَّسْلِيْمَ وَالنَّسَاءَ وَكَاجَةً وَالدَّارِجِيَّ

۱۔ مالک پیش اور جیم کی بزم کے ساتھ۔

۲۔ عبادت کے کہانے سجدہ کرتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں جو زمین کے قریب ہیں اور اٹھاتے وقت اس کا عکس کرنا چاہیے۔ مگر پیشانی اور ناک کے زمین پر رکھنے میں ترتیب کی ضرورت نہیں کہ یہ دونوں اعضا ایک ہی عضو کے کمر میں ہیں اور سجدہ کے نزدیک ملک زمین پر پہلے رکھے کہ یہ زمین کے زیادہ نزدیک ہے۔ علامہ شافعی نے کہا ہے کہ اگر کسی طرف رخ ہو وغیرہ کا وجہ سے نماز زمین پر پہلے رکھنے دشوار ہوں تو اس صورت میں ہاتھ پہلے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اذان کی طرح نہ بیٹھے۔ چاہیے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔

ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابوسلمہ، انصاری نے کہا حواکس بن حجر کی حدیث اس حدیث سے زیادہ قوی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منور ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ أَجْنٍ حَنِيرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَطَعَهُ وَكَبَّيْنِهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا تَلَعَّ رَكَعَ يَدَا يَهُ كُلَّ رُكْبَةٍ رُكُوعًا أَبْجُودًا وَالتَّسْلِيْمَ وَالنَّسَاءَ وَكَاجَةً وَالدَّارِجِيَّ

۱۔ یہ حدیث بلاشبہ حدیث اولیٰ کے مخالف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ زمین پر گھٹنوں سے

پہلے رکھے اور حدیث اول اس پر دلالت کرتی ہے کہ زانو پہلے زمین پر رکھے جائیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ کے درمیان بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ابو حنیفہ دشانفی و احمد بن حنبل نے اس کے لئے زانو کے مطابق حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا ہے اور ہاتھوں سے پہلے زانو زمین پر رکھتے ہیں اور امام مالک امام ابو زناہی اور احمد نے اُن سے ایک روایت کے مطابق اور ائمہ حدیث کے ایک گروہ نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پر عمل کیا ہے اور زانو سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں۔ علماء نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ دائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے اور جب احادیث آپس میں مختلف ہو جائیں تو طریقہ یہ ہے کہ اقویٰ اور اصح حدیث پر عمل کیا جاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ حضرت دائل بن حجر کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کا نسخہ ہے۔ صحیح ابن خزمیہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کی ابتداء کرتے تو پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں سے کہ ہم لوگ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم پہلے گھٹنے زمین پر رکھیں پھر ہاتھ انہی دو وجہوں کی طرف حضرت مویات اپنے آئندہ قول میں اشارہ کر رہے ہیں۔

۲۷ خطاب نے کہا جو علمہ حدیث اور اس کے شارحین میں سے ہیں کہ حضرت دائل بن حجر کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے۔

۲۸ یعنی بعض نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے خیر ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے طریق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ انہی دونوں کے ہاتھ پر طریقہ سنت کے مطابق ان دو مذہبوں میں سے کسی ایک کی ترجیح دوسرے پر ظاہر نہیں ہوئی واللہ اعلم بالصواب

۲۹ حضرت دائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے اور میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے اور میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے

۸۴۰ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَأَمْنُنِي وَرَقَاءُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۳۰ یعنی جب آپ ایک سجدہ سے سرائٹا کر بیٹھتے تھے تو دعا پڑھتے تھے کہ یا اللہ میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے اور میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے اور میری ہڈیوں کو میری ہڈیوں سے جدا کر دے

۸۴۱ وَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْ لِي

(نسائی، دارمی)

وَقَالَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

اسے اس حدیث میں اس کی کثرت سے زیادہ الفاظ نہیں آئے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی کلمہ پر کفایت کرتے تھے اور صرف طلب مغفرت ہی کرتے تھے جو تمام مطالب و مقاصد کی اصل اور سب سے عمدہ ہے۔ اور حضرت مغفیر نے حضور سے صرف یہی الفاظ سنا ہو اور رسالت کر دی ہو اور دوسرے اوقات میں آپ اس سے زیادہ پڑھتے ہوں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی کراہی کی روایت کر دی۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شُبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نُقْرَةَ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ وَ أَنَّ يُوطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ مِمَّا يُوطِنُ الْبُعِيرُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئے کی طرح ٹھونگ مارنے اور دزدے کی طرح بازو پھانسنے سے منع فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کر لیتا ہے۔

(ابوداؤد، نسائی، دارمی)

الدَّارِمِيُّ

اسے خلیل بن کثیر اور اس کی ماں حضرت عبدالرحمن بن شبل انصاری صحابی ہیں۔ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جن میں کثرت اختیار کی۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ ۲۵ مرغ کا ٹھونگ مارنا اور دانہ چٹنا کنا یہ ہے جلد سجدہ کرنے اور اعتدال و اطمینان ملحوظ نہ رکھنے سے۔ اور بعض اوقات میں غزوہ دیکھ کر غم کا دانہ چٹنا، کنا، کھانا وغیرہ۔ اس قطع میں نقرۃ الغراب کے لفظ سے بھی زیادہ جملہ عربیہ آیا ہے۔

۲۶ دزدے سے بچنے کا اور شیر وغیرہ اپنے بازو پھانسیں۔ جیسا کہ فضل اول میں حضرت انس کی حدیث میں گزرا۔ بعض مفسرین نے ان کے معنی کے ساتھ ہی آیا ہے۔ یعنی شکار کرنا۔ اور پھاڑنا اور لفظ افتراش انفرادی بین کا ترجمہ ہے کہ دزدہ جب شکار پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلے پاؤں پھاتا ہے پھر دوڑتا ہے۔ ۲۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں نمازی مرد کو اس سے منع فرمایا کہ وہ مسجد میں اپنے لیے کوئی جگہ مخصوص کرے۔ اور دروازوں کو اس جگہ سے نہ رکے۔ جیسا کہ اونٹ کی جگہ متعین کر لیتا ہے اور دوسرے کو وہاں بیٹھنے نہیں دیتا اور جو کچھ سب لوگوں کی جگہ ہر تمام مسلمان اس میں بیٹھنے اور عبادت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔







۷۰ یعنی ایک شخص کی نماز قبول نہیں کرتا۔

وَمَنْ نَافِعِ أَنْ ابْنَ عُمَرَ كَانَ  
يَقُولُ مَنْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَلَيْسَ  
بِكَلْبٍ عَلَى الْوَدَى وَضَعَ عَلَيْهِ يَمِينَهُ  
ثُمَّ إِذَا سَرَفَ فَلْيَرْفَعْهَا فَإِنَّ الْيَمِينِ  
تَسْبِيحٌ إِنَّ كَيْفًا يَسْبُحُ الرَّجُلُ  
(وَرَوَاهُ مَا لَكَ)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جو اپنی پیشانی زمین  
پر دگھے کر اپنے ہاتھ میں دیں رکھے جہاں پیشانی رکھتا ہے  
پھر جب ہر اٹھائے تو ہاتھ بھی اٹھائے کیونکہ جس طرح چہرہ  
سجدہ کرتا ہے ویسے ہی ہاتھ میں سجدہ کرتے ہیں۔  
(ماک)

۱۵۔ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گناہ ذکر کردہ غلام ہیں۔

۱۵ یعنی اسے چاہیے کہ ہاتھ بھی زمین پر رکھے یا مراد یہ ہے کہ ہاتھ بھی اس جگہ کے قریب رکھے جہاں پیشانی رکھتا ہے  
 ہاتھوں کو چھو سے دو دوا در پیچھے اور آگے نہ رکھے۔ علماء نے کہا ہے کہ اگر بند جگہ پر سجدہ کر رہا ہے تو ہاتھ بھی اس کے  
 ہاتھ بند جگہ پر رکھے۔ اس سے نیچے نہ رکھے۔ یا عبارت کا معنی یہ ہے کہ ہاتھ بھی زمین پر اسی طرح رکھے جس طرح اس نے  
 پیشانی رکھی ہے۔ یعنی قیام رکھے۔

اسی طرح یہ کہ پیشانی کے ساتھ ساتھ آخر بھی زمین پر رکھے اور اٹھائے جس طرح پیشانی کو رکھتا اور اٹھاتا ہے  
اسی طرح آخر بھی اٹھا کر زمین پر رکھے جس پر بعد میں سابق کو حل کیا گیا ہے۔

بَابُ التَّشْهُيدِ

## التحيات كآب

۱۷۔ اللہ والی کھارے لایا کرتا اور وہ ذکر کرتا ہے جو غائب کے قصبہ میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ذکر شہادۂ تین پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

## الفصل الأول

۸۴۶ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
قَعَدَ فِي التَّحَنُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى  
عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَضَعَ يَدَهُ  
الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ  
ثَلَاثَةً وَخَمْسِينَ وَاشْكَرَ بِالسَّبَابَةِ  
وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي  
الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَ  
رَفَعَ إصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي سَمَّى  
الْإِهْمَامَ يَدْعُو بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى  
رُكْبَتِهِ بِاسِطْهَا عَلَيْهَا -  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب التہجد میں بیٹھتے تو اپنی  
بایں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دائیں ہاتھ دائیں  
گھٹنے پر رکھتے تین کا عدد پڑھتے اور گھٹنے کی انگلی سے  
اشارہ کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز میں  
بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور اپنا  
دائیں انگلی جو گھٹنے سے علا ہے اسے اٹھاتے اس  
سے اشارہ کرتے اور اپنا بایں ہاتھ  
بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔

(مسلم شریف)

۱۔ یعنی انگشت سبابہ سے اشارہ کرتے سبابہ اس انگلی کا نام ہے جو اگر گھٹنے کے ساتھ رکھی جائے تو سبابہ  
سب یعنی گالی دینا سے مشتق ہے عرب کی عادت ہے کہ گھٹنے کے ساتھ رکھی ہوئی انگلی سے کسی کو تھپکے یا شرم  
شریف کی زبان میں اس انگلی کو مسجہ اور انگشت شہادت کہتے ہیں۔ لیکن انھوں نے اسے سبابہ ہی کہا کیونکہ ان کی طرف  
اس انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے اشارے کا صورت یہ ہے کہ اس انگلی کو کہہ لا اللہ یا لفظ اللہ کہتے وقت اٹھاتے  
اور مشہور یہ ہے کہ نفی کے وقت اٹھاتے اور اشارہ کرتے ہیں کہ سبابہ یعنی ان کے شانہ سے مشہور ہے کہ آخر کلمہ  
شہادت تک اٹھاتے رکھے چاہیے کہ اوپر کا طرف اشارہ نہ کرے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے جہت لائق میں ہونے  
کا وہم نہ پڑے۔

۲۔ اس انگلی کے ساتھ دھار کرتے ہوئے۔ وہاں سے یہاں تک کہ اشارہ کرتے وقت اس کی طرف اشارہ کی طرف  
اشارہ کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا۔ ذکر کو دہرائی کہتے ہیں تحریر العام و اکرام حاصل ہونے کا بعد تو انھوں نے  
۳۔ یعنی آپ جو عقد و اشارہ کرتے تھے دائیں ہاتھ سے ہوتا تھا۔ بایں ہاتھ بائیں ہاتھ سے ہوتا تھا۔ اشارہ  
کرتے تھے۔

اگر تم یہ کہو تو نے حدیث کا شرح ذکر کر دی۔ اس کا معنیوں میں معلوم ہو گیا لیکن غلط فہم میں معلوم نہ ہوا  
کہ کیا ہے۔ تو واضح ہو کہ صاحب دانی لوگ انگلیاں بند کر کے گرہیں لگاتے اور ان میں سے ہر گروہ سے ایک عدد

میں مروایتیں اور وضع کرتے ہیں۔ ایک کا حصہ دس کا حصہ سوا دہن کا حصہ چنانچہ ترین کا یہی حصہ جہاں حدیث میں مذکور ہے۔ اس کی صورت یہ ہے چھٹیلے والی اور درمیانی انگلی کو بند کرے اور سبک کرے جیسے انگشت سبابہ بھی کہتے ہیں پچھلے اور پھیلائے اور انگوٹھے کی ایک طرف کو انگشت شہادت کے ساتھ لگائے۔

امام شافعی اور امام احمد نے ایک روایت کے مطابق اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ دوسری صورت عقد تیسین نمبر کے عدد کی گرہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ چھٹیلے اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے۔ انگشت شہادت کو پھیلائے اور انگوٹھے کے سر کو درمیانی انگلی کے سر پر رکھے اور دائرہ بنائے حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد کے مختار مذہب میں یہی طریقہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول قدیم میں اسی طریقہ کے قائل ہیں۔ اور یہ طریقہ مسلم کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن الزبیر سے جو آئندہ حدیث میں آئے گا اور احمد اور ابو داؤد کی حدیث میں جو حضرت داؤد بن جریضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور امام مالک دائیں ہاتھ کا تمام انگلیوں کو بند کرتے ہیں صرف انگشت شہادت کو پھیلاتے ہیں۔ ثانیہ کے ہاں اس دائرے کی ایک اور کیفیت بھی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ درمیانی انگلی کا سر انگوٹھے کی دونوں گروں کے درمیان رکھا جائے۔ تیسری روایت یہ ہے کہ تمام انگلیاں زانو پر پھیلائے تاکہ سب کا رخ قبلہ شریف کی طرف ہو جائے جیسا کہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور بعض احادیث میں گرہ کے بغیر بھی اشارے کا ذکر آیا ہے۔ اور بعض حنفیہ کا پسندیدہ مذہب یہی ہے۔

غالباً اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک مختلف تھا۔ کہیں گرہ کی صورت میں اشارہ کرتے اور کبھی بغیر گرہ کے۔ اس بارے میں مختلف روایات کے درمیان مطابقت کا توجہ بھی یہی ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ ابو داؤد، الترمذی، ابن ماجہ اور حنفیہ نے عقد و اشارے کا یہ مذہب ترک کر رکھا ہے متفقین حنفیہ کے نزدیک مختار مذہب پہلا ہی تھا (یعنی عقد و اشارہ) متاخرین حنفیہ میں اس بارے میں اختلاف، رد و تاہل ہو اور علامہ حنفیہ حنفیہ کے نزدیک بھی مختار مذہب پہلا ہی ہے اور وہ بھی عقد و اشارہ پر عمل کرتے ہیں۔

حنفیہ محمد بن اسماعیل بن حنفیہ نے کہا ہے نازی کو چاہیے کہ اول شہد سے لے کر شہادتین تک چھٹیلے والی اور پھیلائے رکھے اور کلام اللہ کے وقت عقد و اشارہ کرے تاکہ دونوں طریقوں کے عمل کا جامع بن جائے اور کلام اشارہ سے روکنے کا قول روایت واحد درایت و دونوں کے خلاف ہے اور حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس میں جانب عمل کو ترجیح دی ہے۔ ہم نے اس رسالہ میں جسے قدرے شرح سفر السعدۃ میں نقل کیا ہے۔ محیط میں کما دلائل ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھانا ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت میں سے ہے۔ ایسا ہی حضرت ابو یوسف سے بھی مروی ہے۔ اور

علامہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ اس عمل کے سنت ہونے میں ہمارے صاحب مکتبہ حنفیہ کی روایات کافی ہیں۔ جب کہ محمد بن ابی نعیم نے اور بہت سے صحابہ و تابعین اور علما کے کفر و دروغ اور ان کے مذہب کا بیان کیا ہے اور بہت سے اخبار و آثار اس عمل پر دلالت کرتے ہیں تو پھر یہی (مقدمہ اشارہ) مذہب اولی الامر و صحیح قرار پائے گا۔

۸۴۷ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَ أَشَارَ بِأَصْبُعِهِ السَّبَابَةِ وَ وَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أَصْبُعِهِ الْوُسْطَى وَ يَقُولُ كَفَّمَا الْيُسْرَى كُفَّتَمَا (رواه مسلم)

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو کہہ فرماتے ہا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ پر اور اپنی کمر کی انگلی سے اشارہ کرتے اور دایاں انگلی کو چابی کی انگلی پر رکھتے اور بائیں تھمیں سے گشتہ پکڑتے تھے۔

۱۵ جیسا کہ گزشتہ حدیث کی تفسیر سے معلوم ہوا۔

۱۶ یعنی عقد تعیین کرتے جیسا کہ اخاف کا مذہب چلائے گا۔

۱۷ یعنی بایاں گشتہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں اس طرح کرتے ہیں کہ ہر ہاتھ میں دو انگلیوں کے درمیان ہوا ہو۔

۸۴۸ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادَةِ السَّلَامِ عَلَى جِبْرِئِيلَ السَّلَامَ عَلَى مِيكَائِيلَ السَّلَامَ عَلَى إِسْرَافِيلَ السَّلَامَ عَلَى الْإِسْمَاعِيلِيِّ صَلَّيْنَا اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ لَا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کرتے تو ہم کہتے تھے اللہ کے سلام پہلے عبادت کے سلام پہلے جبرائیل کے سلام پہلے میکائیل کے سلام پہلے اسرافیل کے سلام پہلے اسماعیل کے سلام پہلے اور پھر اپنے آپ کو سلام کرتے اور کہتے تھے لا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَ

۱۸ جیسا کہ گزشتہ حدیث کی تفسیر سے معلوم ہوا۔

۱۹ جیسا کہ گزشتہ حدیث کی تفسیر سے معلوم ہوا۔

الْمَلَائِكَةُ وَالْمَلَائِكَةُ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
 أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى رِجَالِ رِجَالِ اللَّهِ  
 الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ ذَلِكَ  
 أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ  
 وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
 ثُمَّ لِيَتَغَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبًا  
 إِلَيْهِ فَيَدْعُوهُ -

ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ نمازی  
 جب یہ کتاب کو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو  
 پہنچ جاتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی  
 معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم اکیس کے پیروے اور رسول ہیں۔ پھر جو  
 دعا اسے پسند ہو اختیار کر لے اور  
 اس سے دعا مانگے۔

(بخاری د)

(مسلم)

(دُتَفَقُ عَلَیْکَ)

۱۵ یعنی اللہ کے بندوں پر سلام بھیجنے سے پہلے اللہ پر سلام ہو۔  
 ۱۶ اور ہم یہ بھی کہتے تھے کہ جبریل پر سلام میکائیل پر سلام اور فلاں پر سلام فلاں سے مراد ان کے علاوہ دوسرے  
 ملائکہ ہیں کہ صحابہ ان پر بھی سلام بھیجتے تھے اور جو کتاب ہے کہ بعض انبیاء و مرسلین مراد ہیں جن کا ان کے سامنے ذکر ہوتا ہو  
 جیسے حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت نوح وغیرہم صلیہم السلام والہم السلام۔  
 ۱۷ کہ خدا تعالیٰ خود سلام ہے یعنی تمام نقائص و آفات سے پاک ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا  
 ہے ظاہری یا باطنی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ لہذا سلامتی اس کے لیے اور اس کی طرف سے ہے۔ سلامتی کی دعا اس  
 کے لیے مناسب ہوتی ہے جو محتاج ہو اور اسے فوت و فساد پر سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے بمعنی سلامتی والا  
 سلامتی ملانے والا۔

۱۸ اہل ایمان سے قرآنی عبادات ملتی گئی ہیں اور عبادات سے عبادات بدنیہ اور لمبیات سے مالی عبادات۔ قاعدہ  
 دعوہ ہے کہ جب کوئی شخص بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو پہلے سلام عرض کرتا ہے۔ اور صفت و ثنا کرتا ہے  
 اس کے بعد چاہی اور بار میں تحدیث کرتا ہے تاکہ سلطانی لطف و عنایت کا مستحق قرار پائے۔

۱۹ شیخ علی بن ابی حمزہ رحمہ اللہ نے کہا کہ قمیت سلام، ملک، ابقا، عظمت اور حیات کے معنی میں آتا ہے یہاں جمع  
 کے معنی لائے کیونکہ عرب و عجم کے بادشاہوں کے حضور میں ان کی تعظیم و تکریم کے لیے ان کے خدمتکار خاص قسم  
 کے تحفے تحائف لاتے تھے۔ اس لیے فرمایا ہر قسم کے تحیات صرف اللہ کے لیے ہیں۔ دوسروں کے لیے یہ تحائف  
 مادی اور چند روز کے لیے ہیں۔ بیت۔



خدا نے راست بزرگی دے رکھی ہے انبار  
ترجمہ۔ بزرگی اور ملک و مملکت خدا نے وعدہ لاکر ایک کے لیے ہے۔ مخلوقات کے پاس جو کچھ تو دیکھ رہا ہے وہ اسی کا انہیں چند روزہ عاریتہ دیا ہوا ہے۔ اور تحیات سے تعلیم کی تمام اقسام بھی مراد لی گئی ہیں اور صلوات سے تمام فرض و نفل نمازیں اور طہیبات سے کھات طیبہ اور تمام پاکیزہ اعمال بھی مراد لیے گئے ہیں۔

۱۵ یعنی دعائے خیر و سلامتی ہو آپ پر اسے پیغمبر اور اس کی مہربانی اور زیادہ سے زیادہ خیر کرم کا نفل آپ پر ہوتا رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں مخاطب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کو اپنی اصلی حالت پر رکھا گیا ہے کہ یہ کلام و گفتگو دراصل شب معراج کو پروردگار تعالیٰ و تقدس کی طرف سے آپ کے ساتھ کی گئی اور سلام کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے وقت وہی اصل کلمات باقی اور قائم رکھے۔ تاکہ امت کو وہ حال یاد دلایا جائے نیز وہ حالت ہمیشہ کے لیے تمام حالات و اوقات میں مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے خصوصاً حالت عبادت میں خصوصاً نماز کے آخر میں کہ فورانیت و انکشاف کا وجود اس مقام میں زیادہ اور قوی تر ہوتا ہے اور بعض عارفین نے کہا کہ یہ خطاب (السلام علیک ایہا النبی) اسی بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجسمہ جبروت کے ذروں اور تمام افراد ممکنات میں سرایت کیے ہوئے ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں کی ذرات کے درمیان حاضر و موجود ہوتے ہیں تو غازی کو چاہیے کہ اس معنی و حقیقت سے نگاہ رہے اور شاہدہ سے غافل نہ ہو تاکہ انوار قرب و ابرار معرفت سے مشغور اور فیضیاب ہو۔

۱۶ یعنی ہم سب حاضرین اور ملائکہ اور مومنین جن و انس سب ایک جہاں میں داخل و شامل ہیں  
۱۷ اور خدا تعالیٰ کے تمام نیکو کار بندوں پر جو عارضہ غائب و غریب ہو گیا اور اس میں اور زمین و آسمان پر جو کچھ ہے سلامتی نازل ہو۔ صلاح فساد کی ضد ہے۔ بندہ صالح اسے کچھ ہی جو عورت کے حقوق سے اور کچھ طرح کے حکام سے بجالائے اور استقامت دکھائے اور کسی طرح سے بھی اس کے ظاہری و باطنی حالات کے کارخانہ میں کسی قسم کی غلطی واقع نہ ہو۔ مقام صلاح دراصل اعلیٰ ترین منصب اور ارفع ترین مرتبہ ہے۔ لہذا یہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صلاح ہونے کے ساتھ تعریف کی۔ درست بات یہ ہے کہ صلاح کے معنی سے مراد یہی ہے یعنی بعض شے کو قیست رکھتے ہیں اور سب کو اپنے صالح ہونے کے مطابق سلامتی سے حصہ ملتا ہے۔ اور صلاح کا اعلیٰ ترین درجہ اہل ایمان میں ہے جو شیخ انس و جان عرث الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالمقادر جلالی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب سبکی میں شرح الغیب میں ذکر کیا ہے کہ صلاح زوال ارادہ اور فتنائے مطلق کا نام ہے اور بندہ مکرر حاجت پر قائم رہنا ہے تو صلاح درحقیقت یہی شخص ہے جس نے یہ مقام پایا ہے اور خدا تعالیٰ کی مگرانی اس کی کارساز بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
وَلَقَدْ رَئٰی اللہ الذی نزل الکتاب دھو تری الصالحین۔ بیشک اللہ ہی میز دالی ہے جس نے کتاب نازل کی ہے۔ اچھ



وہی صالحین کا درست اور بکار صالح ہے۔

اور یہ وہ بندہ ہوتا ہے جو تدبیر کا اتھارٹھ صانع و مصالح کے اسباب و ذرائع اور نقصان دہ اور فساد انگیز چیزوں کے بچاؤ سے اٹھتا ہے۔ اور اس کا راز حقیقی کا دست توہیت اس کا محافظ و مقرر بن جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی تدبیر و اختیار سے کوئی حرکت نہیں کرتا جس طرح شیر خوار بچہ شیر پلانے والی ماں کے سامنے اور میت غسل دینے والے کے آگے اور گیند بیٹ بٹے کے آگے۔ انتہی۔

اور جب بندہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ تمام انفسی اور مادیاتی آفات سے نجات پا جاتا ہے۔ جب اس نے اپنے آپ کو کار ساز حقیقی کے حوالے کر دیا تو سلامتی میں ہو گیا۔ یعنی اسلم تسلم آئین آ اور سلامتی میں ہو جا۔ اللہم اجعلنا من الصالحین۔ اے اللہ ہمیں صالحین میں سے کر دے۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کی تخصیص کے علاوہ دوسرے بعض بندوں اور اشخاص پر بھی التعمین فرمایا تو فائدہ ادا قال الی آخرہ کے الفاظ سے اس ممانعت کی درمیان فرمادی۔

۱۰۰ کہ جب علی العموم سب پر اس نے سلام بھیج دیا تو ہر بندہ صالح کو جو زمین و آسمان میں ہے یہ سلام پہنچ گیا اور اس کے اثر سے نفس یاب ہو گیا۔ لہذا چند خاص افراد کی تخصیص کی کیا حاجت ہے پھر اس کے بعد التعمین کے کلمات کا اختتام کلمہ شہادت پر کیا جو خلاصہ کلام اور تمام اعمال کی اصل ہے اور فرمایا اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدًا عبدہ و رسولہ۔ اور جب بندہ حقیقت اسلام سے موصوف اور مقام قرب و قربیت میں جاگزیں ہو گیا تو دعا و سوال کی طرف اشارہ کیا کہ اب جو چاہے خدا تعالیٰ سے مانگے اس لیے فرمایا ثم لیقرن العباد الی آخرہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اقیات ایسے  
ہی سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے  
تھے تو فرماتے تھے برکت والی جنتیں اور طیب نمازیں  
اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام اور  
اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے  
نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں  
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول  
ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا  
التَّوْحِيدَ مِنَ الْقُرْآنِ فَكُنْ يَقُولُ  
الشَّهَادَاتِ الْمُبَارَكَاتِ الصَّلَوَاتِ الْعَلِيَّةِ  
فَلَوْ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ  
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ۔

لَمْ يَدْعَا مُسَلِّمًا وَلَا مَسْلَمًا وَلَا أَحَدًا فِي

الصَّحَابَةِ وَلَا فِي الْجَمْعِ بَيْنَ

الصَّحَابَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَسَلَامٌ

عَلَيْكَ بِغَيْرِ آفٍ وَلَا يَمٍّ وَلَكِنْ تَدْعَا

صَاحِبَ الْجَامِعِ عَنِ التَّرْمِذِيِّ -

اور میں نے صحیحین میں اور صحیحین کی جامع میں  
سلام علیک اور سلام علینا بغیر آف  
لام کے نہ پایا۔ لیکن اسے جامع والے  
نے ترمذی سے روایت کیا۔

۱۔ یہ تشہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اکثر شافعیہ کا اسی پر عمل ہے۔ اخلاف کا مذہب  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے۔ اور حدیث سابق میں جو مذکور ہوا وہ ابن مسعود کا تشہد تھا۔ ان دونوں  
تشہدوں میں لفظ دعائی میں فرق موجود ہے۔ علامہ نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد کے  
مذہب میں بھی یہی ہے۔ صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم بھی اسی پر ہیں۔ بیشک اسی تشہد کے پڑھنے کا حکم آیا ہے  
اور اسی کے سیکھنے سکھانے کی تلقین آئی ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو یہ تشہد سکھائیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ  
نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میل اعدا پانا ہاتھ پکڑا اور مجھے القیامات کی طرح سکھایا جس طرح آپ قرآن کی تحفیم  
دیتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث متفق علیہ ہے۔ اصحاب جہان و علی البیضاء کے حدیث جہانوں  
نے روایت کی افراد مسلم میں سے ہے۔ اسی سے اصحاب کتب مستند نے حوالہ دیا ہے۔ حدیث کی روایت کیلئے امام مسلم کا  
تشہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے یعنی القیامات طے ان اکیات اللہ البیضاء اللہ البیضاء اللہ البیضاء اللہ البیضاء  
ایضا النبی الخ ایسا ہی ابن ابی فزید کے رسالہ میں مذکور ہے یہ امام مالک کے مذہب کے یہ حدیث ہے امام علامہ نے  
کہا ہے کہ نماز دونوں طرح سے درست ہے۔ یہ گفتگو اولیٰ اور افضل میں ہے۔ حدیث جہانوں کی روایت کیلئے امام مسلم کا  
واضح ہر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تشہد میں صاحب معانی نے سلام علیک تمام صحابہ و تابعین کے ساتھ  
اس کے تعلق حضرت مولف (صاحب خکوة) فرماتے ہیں میں نے اسے حدیث جہانوں کے مندرجہ بالا حدیث میں صحیحین  
میں نہیں پایا۔ بلکہ اسے صاحب جامع الاصول نے جو صحاح ستہ کا جامع ہے اسے ترمذی سے روایت کیا ہے  
لہذا صاحب معانی کا اس حدیث کو فصل اول میں لانا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

## الفصل الثانی

### دوسری فصل

حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

عَنْ قَائِلِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ تَسْلِي  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ

کہ پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹھے کونا یا بایاں پاؤں  
بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا۔ اور  
اپنی داہنی کمری اپنی داہنی ران پر دراز کی۔ دو انگلیاں  
بند کیں۔ اور حلقہ بنایا پھر اپنی انگلی شریف اٹھائی  
میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے۔ اس سے  
اشارہ کرتے تھے۔

(البرہان دارمی)

جَلَسَ فَأَمْرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَ  
وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ  
الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُسْفَى عَلَى  
فَخْذِهِ الْيُسْفَى وَ قَبَضَ بِيْضَتَيْنِ وَحَلَّقَ  
حَلَقَةً ثُمَّ رَفَعَ إصْبَعَهُ فَرَأَيْتُمْ  
يُحَرِّكُهَا يَدًا مَحْمُولًا

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ

۱۵ جملہ تشہد کی کیفیت کے بیان میں۔

۱۶ یعنی دوسری رکعت میں دوسرے بعد سے سرائی کر بیٹھے۔

۱۷ یہ مضمون اس حدیث کے موافق ہے جس کی تصحیح امام بیہقی نے کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں جمل مرفقہ الیمنی علی فخذ  
اس فقرہ کا مدحی کئی طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔ ہم نے شرح میں ان کا ذکر کر دیا ہے۔  
۱۸ یعنی چپ انگلی اور اس کی ساتھ والی انگلی۔

۱۹ یعنی مدبرانی انگلی اور اکر سے جیسا کہ عقد نسیم ہوتا ہے۔ مذہب منعی بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی کا  
قول ہم بھی اس کے مطابق ہے۔

۲۰ حکت سے کہ اشارہ پڑھتے وقت توحید کی طرف اشارہ مراد ہے جیسا کہ گزشتہ ذکر ہوا۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انگلی  
سے اشارہ کرتے تھے تو اسے حکت نہ دیتے تھے۔  
ابوداؤد و نسائی اور ابوداؤد نے یہ  
الفاظ زیادہ کیے کہ آپ کی نگاہ اشارہ سے  
تجاوز نہ کرتی تھی۔

إِذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ  
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُحَرِّكُ يَدَهُ إِذَا دَعَا وَكَرَّمَ  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ  
زَادَ أَبُو دَاوُدَ وَ لَا يَحْلُظُ بِحَصْرَةٍ  
إِلَّا حَكَّتْ

۲۱ امام بیہقی نے فرمایا کہ آپ انگلی کی حرکت دیتے تھے اور اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ حکت نہ دیتے  
تھے مطلب یہ ہے کہ اشارہ کے وقت جب انگلی اٹھاتے تھے تو اسے حکت ہوتی تھی کہ اٹھانے کی حرکت لازم ہے اور  
یہاں جو دہرایا کہ حکت نہ دیتے تھے اس سے مراد ہے کہ بار بار حکت نہ دیتے تھے اس میں حضرت امام مالک کے مذہب  
کا نفی ہے کہ ان کے نزدیک آخر تشہد تک انگلی کی حرکت میں رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس انگلی کی رگوں کا تعلق دل سے

ہے۔ اسے حرکت میں رکھنا دل کو بیدار کرنے اور اس کے حضور کا سبب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نہایت  
میں۔ بیشک ایک شخص دوا لکھو گیل سے اشارہ کر رہا تھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک انگلی سے اشارہ  
کر۔ ایک انگلی سے اشارہ کر۔

۸۵۲ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ  
كَانَ يَذْعُو بِأَصْبَعِيهِ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِذًا  
آخِذًا۔

ترمذی۔ فی البیہقی فی الدعوات

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ  
الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ۔

۱۵ یعنی دونوں ہاتھوں کی انگشتان شہادت سے اشارہ کر رہا تھا شارحین کرام نے کہا ہے کہ وہ مرد حضرت سعد بن  
ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ابوداؤد اور دنالی نے روایت کیا ہے۔

۱۶ کیونکہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع  
کیا ہے کہ کوئی ہاتھوں میں اپنے ہاتھ پر ٹیک  
لا کر بیٹھے۔

۸۵۳ وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ  
يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ  
مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدَيْهِ۔

۱۷ امام احمد بن حنبلہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے  
کہا ہے میں نے اس سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں پر  
ٹیک لگا کر بیٹھے تو اس کی نماز نہیں ہے۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ حَقَّقَ بِرَوَاتِهِ  
لَهُ نَهَى أَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ  
إِذَا تَخَفَضَ فِي الصَّلَاةِ۔

۱۸ یعنی یہ کہ تشہد میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے اور اگر کسی نے اپنے ہاتھوں کو کسی چیز پر رکھ دیا  
پرتکرار لگا کر بیٹھے۔ دونوں ہاتھوں سے منع فرمایا۔

۱۹ آخری معنی دوسری روایت کے زیادہ مناسب ہے جس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

۲۰ یہ روایت منہی مذہب کے مطابق ہے اور مذہب شافعیہ کے خلاف ہے جو جملہ ائمہ اربعہ کے متفق ہیں  
کہ وہ اٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کے ٹیک لگانے کو مستحکم ہے۔ اس شافعیہ میں اضافہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے ہاتھوں کو کسی چیز پر رکھ دیا  
میں کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی دوا رکھتے تھے۔

۸۵۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں ایسے ہوتے تھے کہ گویا آپ گرم پتھر پر ہیں  
حتیٰ کہ کھڑے ہوئے

(ابوداؤد)

(نسائی)

سَلَّمَ فِي الْوُكُوفِ الْكَافِيَيْنِ كَأَنَّهُ  
عَلَى الرَّصَنِ حَتَّى يَلْقَوْهُ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَرَوَيْزٍ وَ

الْبُخَارِيُّ -

اے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولیٰ میں جڑ بیٹھتے تھے خواہ نماز تین رکعت والی ہوئی یا چار رکعت والی ہوئی  
اس میں اس طرح ہوتے کہ آگ سے گرم کیے ہوئے پتھر پر ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کھڑے ہوتے۔ یہ کنایہ ہے قعدہ اولیٰ  
سے جلد اٹھنے اور شتابی کرنے سے۔ رصف را کام زبرد اور ضاد کی جزم کے ساتھ اور زبر کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی آگ  
میں گرم کیا ہوا پتھر جسے دودھ میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ بھی گرم ہو جائے۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے تھے  
جیسے میں قرآن کی سورت سکھاتے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ  
سے تحقیق اور پاک نمازیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے  
نبی آپ پر سلام ہمارا اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں  
ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی  
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا  
ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے  
اور رسول ہیں۔ میں اللہ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ  
سے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

(نسائی خریف)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّحِيَّاتَ  
كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ بِسْمِ  
اللَّهِ وَبِاللَّهِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الْمَقْصُودُ  
التَّحِيَّاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ وَحَلَى وَبَلَ اللَّهُ الطُّلُوعُ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ  
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَسْأَلُ  
اللَّهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ -

سَلَّمَ فِي الْوُكُوفِ الْكَافِيَيْنِ كَأَنَّهُ

اے یعنی اللہ کے نام اور اس کی توفیق و اعانت کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔

اے یہاں التحیات کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور گویا کہ بسم اللہ سے ابتدا کرنا بھی قرآن کی تعظیم دینے کے  
ساتھ تشبیہ کی وجہ تشبیہ میں داخل ہے۔ اور امام نووی نے اپنے اذکار میں کہا کہ بخاری و نسائی نے کہا ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے التحیات میں بسم اللہ کا اضافہ صحت سے ثابت نہیں ہے۔



۸۵۶ وَعَنْ ثَارِفٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
عُمَرَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ  
عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَأَشَارَ بِأَصْبُعِهِ وَ  
اتَّبَعَهَا بَصَرًا ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ هُوَ  
أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ يَفْقِي  
السَّبَابَةَ -

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں بیٹھے  
تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ  
کرتے اپنی نگاہ اس پر لگاتے۔ پھر فرمایا کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان پر حربہ  
سے زیادہ گراں ہے۔ یعنی یہ انگلی (اٹھانا)

(احمد)

(رَوَاكَ أَحْمَدُ)

۱۷ یعنی اشارہ کے وقت نگاہ اس پر رکھتے۔ جیسا کہ گزرا۔

۱۸ جس کے ساتھ مارتے اور قتل کرتے ہیں۔ جیسے تیر اور تلوار سے۔

۱۹ یعنی اس کے ساتھ اشارہ کرنے کا دھبہ کہ اس کے توحید اور ایمان پر غیبت اور شیطان کے بنائے ہوئے شرک و کفر  
میں ڈالنے کے طمع کو کاٹ دینے کا ہتھیار۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب نماز میں بیٹھے  
تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ  
کرتے اپنی نگاہ اس پر لگاتے۔ پھر فرمایا کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان پر حربہ  
سے زیادہ گراں ہے۔ یعنی یہ انگلی (اٹھانا)

۸۵۷ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ  
مِنَ السُّنَنِ إِخْفَاءُ التَّشَهُّدِ -  
رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ  
قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ -

۱۷ یعنی سنت یہ ہے کہ التحيات پڑھنا دل سے نہ پڑھا۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَتْوَاهُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور اس کی فضیلت

لفظ صلوٰۃ دعا، رحمت اور استغفار کے معنی میں آتا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے معنی آتا  
ہے اور اس لفظ کی نسبت جب بندوں کی طرف ہوتا ہے تو جناب حق تعالیٰ کی طرف ہے ان کے جیسے مالک صلی اللہ  
علیہ وسلم پر زیادہ اخوت کی خیر و بھلائی کے لیے افاضہ رحمت کی طلب مراد ہوتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے



کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں علماء کا اجماع ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے پھر بعض نے کہا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک زبان پر آئے درود شریف پڑھنا واجب و ضروری ہے۔ بعض کہتے ہیں ساری عمر میں ایک بار درود بھیجنا فرض ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی ایک بار گواہی دینا فرض ہے۔ اور نائم و قحمتجب و مسنون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا اسلام کی بہت بڑی سنتوں میں سے اور اس کا شعار ہے۔ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر درود بھیجنا فرض قرار دیا اور اس کے لیے کوئی وقت معین نہ فرمایا تاکہ جس قدر ہو سکے زیادہ بار پڑھا جائے اور اس میں غفلت و لاپرواہی نہ کی جائے۔ بعض علمائے قول اول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امتحیات میں درود پاک پڑھنا فرض ہے علمائے کہا ہے کہ امام شافعی کا یہ قول شاذ ہے علماء میں سے کسی عالم نے اس میں ان کی موافقت نہیں کی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درود پاک پڑھنا فی الجملہ واجب اور تشہد میں سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے کے فضائل حد و شمار سے باہر ہیں ان فضائل سے چند ایک کا ذکر ہم نے جذب القلوب میں کیا ہے۔ ایک الگ رسالہ بھی اس بارے میں تحریر کیا ہے جس میں بہت سی منتخب باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ غیر انبیاء پر براہ راست اور بالواسطہ درود بھیجنا جائز ہے یا نہیں جمہور کا مختار رکھتے ہیں کہ بالواسطہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے اس میں کوئی اور ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ دوسروں کا ذکر متصرف اور متروک کے ساتھ کیا جائے گا اور علامہ طیبی نے نقل کیا ہے کہ یہ اختلاف ادلی میں اختلاف ہے۔ اور بعض نے کہا ظہر ہے یا مکروہ ہے کراہت تحریمی یا تنزیہی۔ اور متقدمین میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت پاک و اعداء و اراج مطہرات پر سلام بھیجنا متعارف تھا اور شائع اہل سنت و جماعت کی قدیم کتابوں میں ان پر سلام کے احکام تحریر ہیں۔ مگر متاخرین اہل سنت میں اس کا ترک کر دینا متعارف ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

## پہلی فصل

## الفصل الاول

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت کعب بن عجرہ سے کہہ کر آیا کہ میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ ہدیہ مجھے ضرور عنایت کریں۔ فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ عَجْرَةَ يَقُولُ قَالَ لَأُعْطِيََنَّكَ هَدِيَّةً مِمَّا سَمِعْتُكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلَى فَأَهْبِئْ لِي فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا مَا دَسُّوا اللَّهَ

كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ  
اللَّهَ قَدْ عَلِمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ  
قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ  
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ  
مَجِيدٌ

آپ کے اہل بیت پر درود کی کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
یہ تو سکھایا کہ آپ پر سلام عرض کریں فرمایا ایلین کہ  
اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمتیں بھیج۔ جیسے  
حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں بھیج۔ جیسا کہ  
تو محمد و بزرگی والا ہے اے اللہ حضرت محمد اور  
آل محمد پر ایسی ہی برکتیں نازل کر جیسی برکتیں تو نے  
ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں۔ بے شک  
تو محمد و بزرگی والا ہے۔

✦

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ  
يَذْكُرْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ -

(بخاری و مسلم) مگر مسلم نے دونوں جگہ علی ابراہیم  
کا ذکر نہ کیا۔

۱۔ یعنی دونوں امام کا زبر کے ساتھ۔ بخاری میں کی پیش اور بخاری کی جڑ اور زبر کے ساتھ یعنی حضرت خیر بن  
الولیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو انصاری مدنی ہیں ثقہ تاحین میں سے ہیں۔ ایک ہر میں صحابہ کرام کا بیوی و کنبہ بنفہ  
مدینہ میں سے تھے۔ عبداللہ بن الحارث نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ اہل صحابہ کرام کسی حدیث کے ساتھ نہ ہوں۔ غرض کہ روایت کے  
پچھ سال باقی تھے کہ آپ پیدا ہوئے۔ ان کے باپ صحابی ہیں اور مذکورہ حدیث کے شرکاء میں سے ہیں۔  
۲۔ ہدیہ یعنی وہ کلام جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ ہدیہ یا کلام اللہ یا کلام اللہ یا کلام اللہ  
ساتھ یعنی وہ تحفہ جو احترام و اکرام کے طور پر کسی کو بھیجا جائے اور اگر کوئی چیز ہدیہ ہو تو اس کے ساتھ ہدیہ لکھا جائے  
اسے حدیث کہتے ہیں۔

۳۔ کَلَّا لَسُخْفًا

۳۔ یہ اس چیز کی تاکید ہے جو لفظ میں سے سمجھ میں آتی ہے۔

۴۔ یعنی اے اہل بیت نبوت آپ پر درود پاک بھیجنے کی کیفیت اور حدیث کی کیفیت۔  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت درود شریف کا دریافت کرنا ہے اور اہل بیت کا ذکر بالتحقیق اور شریفیت یہ حدیث کہتے  
ہیں کہ اہل بیت کے لفظ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے۔ اور اہل بیت کے معنی میں ہے۔  
بسا اوقات آل فلاں سے خود وہ فلاں مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ آل داکھین حضرت خاتمہ امویں۔ اور لفظ اہل بیت کہتے  
اللہ تعالیٰ کے قول مبارک رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل بیت کا طرف اشارہ ہے۔ یہ معنی مراقبہ لیس کا قرینہ ان کا یہ  
اگلا قول مبارک ہے فان اللہ قد علمنا کیف نسلم عليك۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس پر توجہ دیتے ہیں۔

درود خریف سمجھنے کی کیفیت بیان کر دی ہے امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو تعلیم الہی بایں معنی کہتے ہیں کہ آپ احکام الہی میں زبان مبارکہ کھولتے مگر وحی خداوندی سے۔

۵۵ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت درود بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۶ تو اپنے کمال و بزرگی کی شان کے مطابق اپنے حبیب پاک علیہ السلام پر درود نازل فرمایا۔

۵۷ یعنی اسے خداوند محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما اور زیادہ سے زیادہ اپنی خیر و نعمت سے آپ کو اور آپ کی آل پاک کو سرفراز فرما۔ جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم علیہم السلام کو برکتوں اور نعمتوں سے نوازا۔  
۵۸ یعنی نہ صلوٰۃ میں علی ابراہیم کا لفظ ذکر کیا نہ برکت میں۔ چنانچہ اسم کے نقطہ یوں ہیں کہ اسمیت علی آل ابراہیم و کما بارکت علی آل ابراہیم اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آل ابراہیم میں سے ہیں۔ تو یہ تشبیہ بھی اس آل پاک سے ہے۔ آل جل سے اس کا اہل و عیال مراد لیتے ہیں اور آل کا لفظ پیرو کاروں کے لیے بھی آتا ہے اس معنی کے مطابق ہے یہ حدیث  
آلی کل مومن یعنی ہر مومن میری آل ہے۔ اور ایک روایت میں کل مومن تقی کا لفظ آیا ہے۔ یعنی ہر مومن تقی میری آل ہے۔  
ظاہر یہ ہے کہ یہاں آل سے پیرو کار مراد ہیں۔ اور بعض نے اس کی تفسیر اہل بیت سے کی ہے یعنی وہ نفوس قدسیہ جن پر صدرہ حرام ہے یعنی نبی ہاشم

امام فخر الدین رازمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اہل بیت سے ازواج مطہرات اور آنحضرت کے اولاد اجماعاً ملو دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں داخل ہیں۔ کیونکہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی معاشرت ان کے ساتھ تھی کبھی اہل بیت کا لفظ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ جب کہ مباہلہ کا قصہ اور حدیث کی کوئی دلیل شریف اس پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح انما یرید اللہ لیزیبکم الخ میں اہل بیت و علیہم السلام کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ دور کر دے تم سے ہر قسم کا ناپاک اسباب و نسبت اور تمہیں مکمل طور پر طیب و طاهر کر دے) کا خطاب بھی ان کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ مگر ان یہ جب کہ ازواج مطہرات بھی ان خطاب میں داخل ہیں کہ اس آیت قرآنی کا سیاق ازواج مطہرات کی اس میں شمولیت کا ہے۔ اس لیے کہ یہ آیت قرآنی ہے۔ ایک بیت نسب جس طرح جد و قریب کی اولاد کو نسبت دینا ہے۔ جو اس معنی کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کہلاتے ہیں۔ دوسرا بیت سکنی۔ اس معنی کے مطابق ازواج مطہرات بھی لفظ اہل بیت میں داخل ہیں۔ تیسرا بیت ولادت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک اس معنی کی بنا پر اہل بیت ہیں۔ اسی مقام میں متصل کلام اس رسالہ کے خاتمہ میں جو جنت والوں کی بشارت میں مسیحا تحقیق الاشارة فی تعلیم البشارة تا لیت کیا گیا ہے۔ مگر دیا گیا ہے۔

یہاں ایک اشکال کا جواب دینا بھی ہوتا ہے اور وہ اشکال یہ ہے کہ تشبیہ کے تقاضا سے لازم آتا ہے کہ عدد و برکت

حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر کمال تراویحی ترجمہ ان کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کے لیے تفسیر کا نام کافی ہے مثلاً بی بی مکمل و قوت کی کوئی شرط نہیں۔ لوگوں نے اس کے اور بھی بہت سے جوابات دیے ہیں مگر جب تک ہمارے جواب کے معنی نامہاں لحاظ و اعتبار نہ کیا جائے وہ جوابات مکمل نہیں ہوتے اور تمام جوابات اوصاف میں قیل و قال ہم نے ایک ایک رسالہ میں لکھ دیا ہے۔ وہاں سے دیکھ لی جائے۔

۸۹۹ وَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ السَّاعِدِيِّ قَالَ  
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بُعِثَ عَلَيْكَ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
وَ أَذْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَ بَارَكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ  
وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَيُّ مُبِيتٌ

حضرت ابو حنیفہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ  
پر درود کیسے بھیجیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوں  
کہو اے اللہ حضرت محمد اور ان کی بیویوں ان کی اولاد پر دیکھا ہی  
رحمتیں نازل کر جیسا ابراہیم پر نازل کیں اور حضرت محمد  
اور ان کی اولاد پر دیکھا ہی رحمتیں نازل  
کر جیسا کہ ابراہیم پر نازل کیں بیشک تو محمد و ان کی اولاد

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۰۰ اے محمد ماکہ پیش اور میم کی زبرد کے ساتھ

۱۰۱ اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبرد کے ساتھ

۱۰۲ بعض نسخوں میں علی آل ابراہیم کا لفظ آیا ہے

حدیث نے کہا ہے کہ امام احمد کی روایت میں ابراہیم کا لفظ آیا ہے اور اس کا ذکر

۱۰۳ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا ذکر نہیں آیا

۱۰۴ ذکر دراصل حدیث سے ثابت ہے اور بعض راویوں نے اسے غلط کر دیا ہے

۱۰۵ یہ صیغہ صلوة مختلف الفاظ کے ساتھ رکھی ہے اور پڑھنے کے لیے

۱۰۶ سے ایسا ہی سنا ہے اور بعض روایات میں جو وارحہ لکھا کرتے ہیں وہ بھی

۱۰۷ علمائے نے کیا ہے۔

۸۹۰ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّيَ  
عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۸۹۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اوپر  
ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ

حشرًا

رحمت نازل کرتا ہے۔

(دعا کا حشر)

(مسلم شریف)

اسے یہاں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ایک بار رحمت نازل ہو اور درود پڑھنے والے پر بھی اس قدر دفعہ نازل ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بار درود شریف پڑھنا نمازی کا فعل ہے جس کی جزا ہے کہ آیت میں وہ بالحقہ فہر شرا شاہا کے حکم و تقاضے کے مطابق یہ ہے کہ اس پر وہی بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود نازل ہو۔ اور فرضاً ایک درود ہی تسلیم کیا جائے تو شاید کہ وہ ایک درود شریف و نفاست میں ایک لاکھ کے برابر ہو جس طرح ایک مرقی قیمت میں لاکھ روپوں کے برابر ہو سکتا ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بندہ فجر پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دل گناہ معاف کرے گا۔ اور اس کے دل درجے بلند کیے جائیں گے۔

(نسائی شریف)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ مَلَكَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَنُفِثَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

(تقاة النساء)

اسے یہاں تو تین تہا لکھا گیا و قرب میں اس کے دل دس بار بلند ہوں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز فجر سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو فجر پر زیادہ تعداد میں درود شریف پڑھے گا۔

(ترمذی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَشْرًا وَاحِدَةً قَبْلَ الْقِيَامَةِ كَانَ كَمَنْ صَلَّى مِائَةً أَلْفًا۔

(دعاء الترمذی)

اسے ایک دوسرا حدیث میں جو آیا ہے کہ کثرت درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کرنے کا سبب و قریب ہونا اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول قرب کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وہ قدر جو بہر نجات آدمی صلی اللہ علیہ وسلم پر کافی ہوگا اس سے اسی بندے کو بھی حصہ ملے گا۔ اور معنی شفاعت کی



حقیقت بھی یہی ہے۔

۸۶۳ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ -

انہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر سیر و سیاحت کرتے ہیں جو میری کلمت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

(نسائی، حارمی)

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالتَّارِخِيُّ (

۱۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرشتے اس بندے امداد کے باپ کا نام لے کر بلگاؤ نبوی میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں یعنی جیسے بندہ میکن و بیچارہ عبدالحق بن سیف الدین آپ کی خدمت میں درود و سلام عرض کرتا ہے۔

لَكَ الْبَشَارَةُ فَأَعْلَمُ مَا عَلَيْكَ فَقَدْ

ذُكِرَتْ تَعْرِفُ عَلَى مَا فِيكَ مِنْ عَوَاجِمِ

ترجمہ۔ تجھے بشارت ہو اب تو وہ جو تجھ اپنے سے آگاہ ہے کہ تیرا کیا حال ہے اور تیرے دل کے باوجود وہاں (مجلس حضور اقدس میں) ہوا ہے۔

جاں میدہم و ساند و لے قاصد آفرین باز گو  
در مجلس اہل کائناتین حرفے کہ از ما میرود

ترجمہ۔ اے قاصد میرا آرزو میں جان دینے کو تیار ہوں۔ آخر تجھے وہ باتیں بتائی جائیں جو اس نازنین کا مجلس میں ہمارے متعلق ہوتی ہیں۔

۸۶۴ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ نَفْسِي حَتَّى أُرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ نفسی حتی ارد علیّ السلام  
نفسی کی تلافی کے لئے اللہ تعالیٰ میری نفس کو بھیج دے گا کہ میں اس کا جواب دے سکوں۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي

الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ -

۱۔ یہاں ایک اشکال ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث کا مضمون بزرگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و تلمذ گاہی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ سلام کے وقت آپ کی روح مبارک کو آپ میں داخل ہوتا ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ



بعض اوقات روح پاک آپ سے جلا ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ روح کے لوٹنے سے یہ ملا نہیں ہے کہ روح بدن سے الگ ہو چکی ہوتی ہے اصلاً سے بدن شریف میں لوٹایا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس عالم کی طرف توجہ مبذول کرتے احوال کے لیے افاقہ پاتے ہیں اور آپ امت کا صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بزوح میں حالات ملکوت میں مشغول اور رب العزۃ کے مشاہدہ میں متفرق رہتے ہیں۔ جس طرح دنیا میں حالت وحی کے وقت آپ کی کیفیت ہوتی تھی تو اس مشاہدہ و استغراق سے افاقہ پاتے اور باہر آنے کو روح کے لوٹنے سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا کہ حدیث معراج میں واقع ہوا کہ فاتیققت ذاکاً بالمشجد الحرام (یعنی پس میں بیدار ہوا۔ مالا نکہ میں مسجد حرام میں تھا) مذہب حق کے مطابق معراج خواب میں نہ تھی۔ لہذا مراد یہ ہے کہ آپ اس عالم سے باہر آتے اور افاقہ پاتے ہیں۔ نیز حیات انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم علیہم احوال کے بدن میں تدریجاً روح ایک بار موت کے بعد حاصل ہو چکی۔ اس کے بعد کوئی زمانہ امد گمراہی خالی نہیں جس میں صلوٰۃ و سلام آپ پر پیش نہ کیا جاتا ہواں لیے ہر دفعہ کے لیے روح کا بدن سے الگ ہو کر پھر اس میں آنا، غائب دینے میں داخل ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن عزت و بزرگی کو پاک و منزه جانا ضروری اور واجب ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ آپ ہمیشہ زمرہ اور حیات ہوں۔ خوب سمجھو۔ وباللہ التوفیق

باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام کا جواب دینے کی فضیلت قبر انور کے زائرین کے ساتھ خاص ہے جس طرح نماز میں داخل ہونے والا سلام میں داخل ہوتا ہے۔ یا سب کے لیے عام ہے کہ جو بھی سلام عرض کرے اور جہاں سے بھی کہے۔ جیسا کہ تشہد و عزیمت میں ہوتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سب کو سلام کا جواب ملتا ہے۔ مگر اتنی سی بات ہے کہ نماز میں سلام کے واسطے سن کر اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور دوسروں کا سلام ملائکہ سیاحین (سیر و سیاحت کرنے والے) کے ذریعے سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو تیسری

سہ کہ یہاں فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ وہ آستانہ عالیہ تک امت کا سلام پہنچایا کریں۔ یہاں چند باتیں ملحوظ خاطر رہیں۔ پہلی یہ کہ فرشتے کے درود پہنچانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ہر ایک کا درود نہ سنتے ہوں۔ حتیٰ کہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر درود و قریب کے درود و خوان کا درود سنتے بھی ہیں اور درود و خوان کی عزت افزائی کے لیے فرشتہ بھی بارگاہ عالی میں درود پہنچاتا ہے۔ تاکہ درود کی برکت سے ہم گناہ گاروں کا نام بھی فرشتہ کی زبان سے ادا ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قین میں سے چوڑی کی آواز سنی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم گناہ گاروں کی فریاد و آواز کیوں نہ سنیں گے۔ رب تعالیٰ ہمارے اعمال دیکھتا ہے پھر بھی اس کی بارگاہ میں فرشتے اعمال پیش کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ فرشتے ایسے تیز رفتاری میں کہ ادھر امتی کے منہ سے درود پاک کے الفاظ نکلے ادھر انہوں نے سبز گنبد میں پیش کر دیا۔ اگر کوئی ایک مجلس میں ہزار بار درود شریف پڑھے تو یہ فرشتہ۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نفل میں آ رہی ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔

۸۶۵ وَ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قُبُورَ عِيْنَا وَ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ۔

انہیں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اے نبی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنے گھروں کو قبور نہ بناؤ۔ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اللہ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچا رہے۔ تم جہاں بھی ہو۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(نسائی)

۱۔ یعنی قبروں کی طرح نہ بناؤ کہ ان میں مردوں کی طرح پڑے اور سوتے رہو۔ اور ان میں کوئی عبادت اور نماز وغیرہ ادا نہ کرو۔ بلکہ جس طرح تم لوگ مساجد میں عبادت کرتے اور انوار و برکات حاصل کرتے ہو گھروں میں بھی کچھ عبادت کیا کرو۔ تاکہ اس کے انوار و برکات سے تمہارے گھر بھی روشن و منور ہوں۔ اور تمہارے اہل خانہ بھی اس سے مستفید و مستنیر ہوں۔ اس لیے فرض نمازیں مسجد میں ادا کرو اور نوافل گھروں میں مکہ مسجد کا بجائے گھروں میں نوافل ادا کرنا افضل ہے۔ یہ ہے کہ گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ باقی رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذات پاک تو آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کو گھریں (حجرہ عائشہ) میں دفن کیا گیا۔

۲۔ اور میری قبر انور کو عید گاہ نہ بنانا کہ زینت کرنے اور سج کہیں پر اجتماع نہ کرنا۔ اور نہ گانے بجانے اور ہر صاحب کا اسے مرکز بنانا۔ کہ یہ چیز موجب غفلت اور سہو و تفصاری کا طریقہ ہے۔ لیکن افعال بڑی اچھی بنیاد کی قبروں پر ہوتے ہیں۔ بعض اس جملے کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ میری زیارت میری قبر پر نہ کرنا کہ سارے سال میں ایک بار عید گاہ حاضری کے لیے نہ آؤ۔ پس اس میں کثرت سے زیارت اور اس درگاہ بے کس پناہ میں حاضری کا ترغیب و تہیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بار بار نصیب فرمائی۔

۳۔ اور یہ فکر نہ کرو کہ ہمارا درود اتنے فاصلے سے آپ کی عزت میں کیسے پہنچے گا۔ یہ جو تمہاری عزت ہے ہم تک پہنچا ہے۔ میت۔

در راہ مشق مرحلہ قرب و بعد میت

میت سے غایت خیال و دعا کے وقت

بقیہ حاشیہ بر مغربہ بقدر اس کے اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہزار پیکر لگائے گئے ہیں کہ وہ گھر کا درود و سلام تحسین میں جمع کر کے ڈاک کی طرح شام کو وہاں پہنچائے جیسا کہ اس درود کے بعض جملات نے کچھ از مرآت المراجع جلد ۱ تبغیر لیسیر (ترجم غفرلہ)

ترجمہ سادہ شفیق میں دور و نزدیک کا ماحول نہیں۔ میں سمجھنے بالکل عیاں اور ظاہر دیکھتا ہوں اور دعاؤں کے تخصیص جتا ہوں یہاں بعض مشتاقان جناب کے لیے کئی اللہ بشارت ہے کہ اگر وہ مجبوری کی وجہ سے قریب سواری سے محروم ہیں تو انہیں چاہیے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو بہا اور حسود قلبی سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو حضور کے معن سے دور خیال نہ کریں کیونکہ صلوة و سلام کے وسیلے اور بارگاہ اقدس میں اس کے پہنچنے کے تعلق سے وہ آپ کے نزدیک ہی ہیں۔

### قرب جانی چوں بود بعد مکانی سہل ست

جب روحانی قرب نصیب ہے تو طبعی جغرافیائی قرب نہ ہونا آسان چیز ہے۔

انہیں حسرت البرہر یہ معنی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جائے	وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصِلْ عَلَيَّ وَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ اسْلَمَ قَبْلَ أَنْ يُفْعَلَ لَهُ وَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَوْرَثَ عَهْدَهُ الْبُؤَاءَ الْكِبْرَاءُ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ ذَوَا الْقُرْبَىٰ
پاس میل ذکر ہمارا وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اس کی ناک گرد آلود ہو جائے رمضان کا مہینہ نصیب ہو بھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے اور اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھا پا پائے اور وہ اسے جنت میں نہ پہنچائیں گے	

(ترمذی)

اس یعنی وہ مرد و خوار و دھاک ہو جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جس میں جنتی بارگاہ میں اللہ علیہ السلام کا نام نہ لیا جائے اتنی ہی باور و رو پاک پڑھنا ضروری ہے کیونکہ درود نہ پڑھنے پر عین جنت و جہنم کی نافرمانی۔ مگر یہ کہ میں کہیں کہ وجوب کی دلیل عذاب آخرت کی صورت میں وعید کا لاحق ہونا ہے اور غم آنف (ناک کا خاک آلود ہونا) اس قبیلہ سے نہیں ہے۔ بہر حال ان الفاظ کی غایت استجاب و انضیاء پر دلالت کرتی ہے ایک جواب یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ میں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک طرح کی ڈانٹ ڈپٹ مراد ہوتی ہے۔

۱۷۔ یعنی ان باتوں میں عبادت نہ کرے اور اس ماہ کے حقوق ادا نہ کرے جو اس کے گناہوں کی بخشش کا سبب ہیں۔

۱۸۔ یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک نہ کرے اور شان کے حقوق ادا کرے اور ان کی رضا اور خوشنودی حاصل نہ کرے جو اس کے بہشت میں پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔



اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ کے حالات شریف دوسرے مقامات میں کھسکے جاسکے ہیں۔  
 ۱۷۔ شیخ بہت حد درجہ شریف پڑھتا تھا ہوں تو کتنا وقت اس کے لیے مقرر و معین کروں۔ اس عبادت کا دوسرا  
 معنی یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر جو حد درجہ پڑھتا ہوں کہ اس کی تعداد اور وقت مقرر کر لوں۔  
 اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں کہا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے یعنی میں نے اپنے لیے دعا کرنے کے  
 لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میں آپ پر درود پڑھوں اور بہت پڑھوں تو کتنی مقدار  
 اس وقت میں سے آپ پر درود شریف پڑھنے میں صرف کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ان کے اختیار پر  
 چھوڑ دیا اور فرمایا جس قدر زیادہ پڑھے گا بہتر ہوگا۔

۱۸۔ چھام یعنی چوتھا حصہ

۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو سداقت مجھ پر درود شریف میں صرف کرے گا تو تیرے لیے  
 کفایت ہو جائے گی اور تیرے تمام دینی و دنیوی مقاصد پورے کر دیے جائیں گے اور تیرے سب ظاہری باطنی اگلے  
 پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

حضور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پاک پڑھنا تمام مقاصد کے پورا کرنے کا سبب اس لیے بنتا ہے کہ  
 بندہ جب خدا اور رسول کی طرف سے مطالب اور پند و ہدایت کے طلب کرنے کا سوال کرتا اور اس میں صدق و اخلاص کو برے کا  
 لٹا ہے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کام کو اپنے نفس کے مطالب و مقاصد پر ترجیح دیتا ہے تو ایسا شخص لازماً  
 جہنم کے کافرانہ فیض خاص کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے تمام مہمات و مشکلات کے لیے کفایت ہو جاتی ہے۔  
 میں کانٹا نہیں دیکھتا کہ کبھی کبھی بعض لوگوں میں شیعہ و سنی کی مسئلہ الحزب یعنی جیسے میرے ذکر نے سوال کرنے سے  
 روک دیا، انھیں اہل حق اللہ تعالیٰ کے لئے عزت و توفیق دینا، یعنی جو تعویذ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لیے ذریعہ نجات ہے  
 ان امور کا۔

درود شریف کے کان مہمات و مشکلات ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ شیخ اجل اکرم عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ  
 نے اس سبب (عبدالحق) کو درجہ کبریاء کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بات ذہن میں  
 رکھو کہ اگر وہ درود پڑھتا تو اس کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بات ذہن میں  
 پڑھنے کے برابر نہیں ہے تمہیں چاہیے کہ اپنا سارا وقت اس میں صرف کرو۔ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔ عرض کیا گیا اس  
 کے لیے کوئی عین تعداد مجھ سے فرمایا یہاں حد و معین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس قدر پڑھو کہ ہر وقت اس کا  
 طعم اللسان رہو۔ حتیٰ کہ انہیں کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ اور اس میں مستغرق رہو۔

۲۰۔ وَ عَنْ فَضَالَةَ ابْنِ حَبِيبٍ قَالَ حضرت فضالہ بن عبید بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔



بَيْنَمَا نَسْأَلُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلِيلًا إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي فَقَالَ نَسْأَلُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَلَتْ آيَتُهَا الْمَصِيبُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَأَحْمَدُ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلَّى عَلَى لَتَمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلِّ رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَتُهَا الْمَصِيبُ ادْعُ تُجَبُّ

فرماتے ہیں اس آیت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا، اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نمازی تو نے جلدی کا جسے تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی دہ محمد جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر۔ فرماتے ہیں اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی پھر اللہ کی حمد کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نماز کی دعا مانگ کر قبول ہوگی۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَنَوَى أَبُو حَافَاةٌ وَالتَّسَاتُيُّ نَحْوَهُ

ترجمہ کیا اور ابی داؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

۱۰۰۰ فضالہ ناکا زب سے۔ عبید بن جریج اور ہاکم زب سے یعنی ابو محمد فضالہ بن عبید اللہ بن ابی ہاشم آپ سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ شجرة الزمان کے نیچے سے شرف سے شرف ہوئے۔ خیر میں بھی حاضر و موجود تھے۔ شام میں منتقل ہو گئے تھے۔ دمشق میں کوفت انتہا کی وجہ سے حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ نے مصیف کے یہ غروج کیا تو آپ کے ذمے دمشق کی اتفاقاً ذمہ داری پڑ گئی تو قول کے مطابق یہ دمشق میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

۱۰۰۱ کہ خطہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور مجھ پر درود شریف پڑھنے سے میری دعا شریک ہوگی۔

۱۰۰۲ بیٹھنے میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے نماز کا قعدہ مراد ہو اور یہ بھی محال ہے کہ خانہ کے خارجہ میں کے بعد دعا کے یہ بیٹھنا مراد ہو۔ یہ دوسرا احتمال سیاحتی حدیث کے زیادہ موافق و فاضل ہے۔

۱۰۰۳ یعنی صفت کمال سے۔

۱۰۰۴ پھر خدا تعالیٰ سے درخواست کر اور جو چاہتا ہے مانگ

۱۰۰۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو دعا کے ادب سکھائے کہ دعا سے پہلے حمد و ثنا اور میرے اوپر درود پڑھ



پڑھنا چاہیے اس کے بعد دعا کرنی چاہیے۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے بعد بھی غلطی کی محذور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا چاہیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رِوَايَةً عَنْ  
كَتُّبِ أَمِيْنٍ وَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا  
جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالنَّعَاءِ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ  
الْمَلَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَتَعَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّ  
تُعْطُهُ سَلَّ تُعْطُهُ -

(رواہ الترمذی)

(ترمذی)

۱۷ بعض نسخوں میں یہاں لفظ حاضر موجود ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض صحت شدہ نسخوں میں یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں جریہ لفظ موجود نہیں تو وہاں مقدم ہے (یعنی نیت میں ہے) ۱۸ آپ نے یہ جملہ بقصد تاکید اور مزید طلب کے لیے مکرر ارشاد فرمایا۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
رَبِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّ  
أَنْ يَكُنَّ أَلْفَ نَفْسٍ يَتَّقِي الْإِسْلَامَ إِذَا صَلَّى  
عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ  
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأَرْحَمِ  
أَرْوَاحِهِ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَ  
ذُرِّيَّتِهِمْ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

(رواہ ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ اسے پوری ناپسند ہے تو جب ہم اہل بیت پر درود پڑھیں تو کہے اے الہی بنی اُمّی حضرت محمد پر اور مسلمانوں کی مائیں یعنی حضور کی بیویوں پر اودان کی اولاد پر اور اہل بیت پر رحمت بھیج جیسے کرنے رحمت بھیجے۔ ابراہیم پر بے شک تو محمد و بزرگی والا ہے۔

(ابوداؤد)

۱۷ نکمال۔ یا کہ زبیا اور پیش کے ساتھ صحیح سند کے ساتھ دونوں طرفوں پر لکھا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں بعضی پر ہرگز جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ اپنے خواب کا پیمانہ پورا پورا اجر سے۔ پیش کی صورت میں بعضی ہرگز کہ اس کے لیے خواب کا پیمانہ پورا پورا اجر جائیگا۔ یعنی ہر شخص چاہتا ہو کہ اس کی مراد تمام اور اکل طریقہ پر حاصل ہو۔

۱۸ اسے چاہیے کہ اس طرح درود پاک پڑھے اور نیچے

۱۹ اُمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاص لقب ہے۔ جو تورات و انجیل و اتمام آسمانی کتابوں میں مذکور ہے۔ لغت میں اُمی اُسے کہتے ہیں جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو اور کسی مکتب و مدرسہ میں نہ گیا ہو اور نہ کسی سے سیکھا ہو یہ لفظ اُم (ماں) لکھنا طعن محسوب ہے۔ یعنی اُن حالت پر ہو جس پر وہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔

نگار میں کہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت بغیرہ مسئلہ آموزہ مدرسہ شد

میرے عشوق نے جو نہ کسی مکتب و مدرسہ میں گیا اور نہ اس نے خط لکھنا سیکھا آٹھ کے ایک ساتھ سے سو مدرس کو منسے سکھا دیے۔

یتیمی نہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ کو نہ دیندہ رشت

دہ یتیم جس نے کسی سے قرآن صحیح درست نہ کیا تھا۔ اس نے آٹھ کے ایک ساتھ سے کتب خانہ کو نہ دیندہ رشت منسوخ کر دیا

یہ تعلیم آداب اور اچھے حاجت کہ اس کے لئے غفلت و غماز ہے

اُسے آداب سکھانے کی کیا حاجت و ضرورت ہے جو غافل سے ہی باادب پیدا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اس معنی کی صحت کے باوجود ام القریٰ اگر مکتب میں غفلت و غماز سے ہی امی کہتے ہیں۔ یا ام الکتاب روح محفوظ کا طرف نسبت کی بنا پر امی کہتے ہیں کہ غفلت و غماز سے ہی امی کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ سے علم و ادب سیکھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۸۶۲ وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَجَلُ

الَّذِي مِنْ ذِكْرَتِ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ

عَلَيَّْ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ أَحْمَدُ

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ -

۱۷۔ یعنی وہ آدمی بھی نہیں ہے جس کا بیعت اور تقاضا سے فطرت کے تحت اپنا مال اپنے سے جدا کرنے کو تیار نہ ہو۔  
 کہاں کہنے والی اس شخص کے بل کے پاس سے کوئی شخص نہیں لکھتا جو سستی اور رغبت کے باعث اور اپنے نفس کی خواہش کی وجہ  
 سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک کی کراپ پر ایک کلمہ (درود شریف) کہنے کو تیار نہیں، اور اداائے حق اور  
 آپ کی شکرگزاری پر آمادہ نہیں۔ اور داوخت و حقیرت دینے کو تیار نہیں۔ یہ مرقعہ تورہ ہے کہ جانیں قربان کر دی جائیں  
 یہ جائے کہ صرف ایک کلمہ زبان پر لائیں۔

مرجبا سے یکب مشتاقاں بدہ پیغام دوست

تا کف جاں از سر رغبت فداائے نام دوست

مرجبا سے مشتاقان دید کے قاصد دوست کا پیغام وہ تا کہ میں رغبت و شوق سے اپنی جان دوست کے نام  
 پر قربان اور خدا کروں۔

۱۸۔ واللہ العاقل کے معانی اور ان صفات کے ایک ہی حدیث میں جمع ہونے کی توجیہ مقدمہ کتاب میں ذکر ہو چکی  
 ہے۔ وہاں سے یہ معانی ذہن نشین کر لو۔

سَيُفَوِّعُ عَنْ رَأْيِ هَرِيرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

الطَّهْرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى

صَلَّى جَنَّةَ خَيْرٍ مِمَّنْ سَبَّحَهُ وَ مَنْ صَلَّى

صَلَّى كَرِيماً مُبْلَغُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ میری قبر کے پاس مجھ

پر درود شریف پڑھتا ہے میں اُسے سنا ہوں اور جو درود

سے مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے

(صحیح شعب الایمان میں)

دَعَاُ الْبَيْهَقِ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

۱۹۔ کہ ہر کام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کرتا ہوں کی کیفیت ہے تو خصوصاً کثرت سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کرتا ہوں کی کیفیت ہے تو خصوصاً کثرت سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کرتا ہوں کی کیفیت ہے تو خصوصاً کثرت سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کرتا ہوں کی کیفیت ہے تو خصوصاً کثرت سے

۲۰۔ یعنی یہ کیفیت کا لفظ یہاں سے یعنی درود والوں کا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے اس لفظ میں خود سننے کا لفظ نہیں ہے مطلب

یہ کہ جو شخص دعا پڑھتا ہے تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے کر پڑھتا ہے میں اُسے سلام کرتا ہوں کی کیفیت ہے تو خصوصاً کثرت سے

اس کے سماع کا طرف توجہ مبذول نہیں کرتا۔ اس کا درود دانا کہ میری خدمت میں سے کہ حاضر ہوتے ہیں۔ (تجیہ بر صغیر آئندہ)

بہر سلام کہن زنجیر در جواب آن لب  
 ہر بار سلام کے جواب سے اُس کے لبوں کو تکلیف نہ تھی، میرے سر سلام کے لیے تیرا ایک جواب کافی ہے۔  
 ۸۶۴/۱۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو قَالَ  
 مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَ سَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
 مَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَوةً -  
 (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۴ اگرچہ بظاہر یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے مگر یہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہا ہے کیونکہ اعمال کی کمیت و کیفیت حضرت نبوت سے بغیر بیان نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ موقوف حدیث مرفوعہ حدیث کے حکم میں ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں گزرا۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ حضرت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے اس کا  
 اسم مبارک حضور کو پہنچتا ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس  
 میں آتا تو اس کے لیے میری شہادت ہے کہ میں اس کو  
 (احمد)

۸۶۵/۱۸ وَ عَنْ مَوْيِعِ بْنِ أَنَسٍ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَ قَالَ اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ  
 الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
 وَ جَبْتَ لَهُ شَفَاعَتِي -  
 (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

بقیہ ماشیہ برصوفہ سابقہ ہمارے بیان کردہ اس مطلب کا احوال اس جگہ پر مذکور ہے کہ اس حدیث شریف میں  
 فرمایا اَنْزِلْهُ مَقْعَدًا مَقْرَّبًا یعنی اہل محبت کا درود شریف پڑھ کر ان کو اپنے رب کے پاس  
 جلاء الاہتمام میں ایک حدیث نقل کی اس کے الفاظ میں کہ جو شخص میرے بعد پڑھے اس کا نام میرے پاس  
 والا جہاں بھی ہو پھر روضۃ الزریحہ ہزاروں من مٹی وغیرہ کے درمیان میں داخل ہوئے گا اور وہ میرے پاس  
 پر خود سنتے ہیں تو یہاں سے کیوں نہیں سن سکتے۔

اور کتاب اخبار شریف میں حضرت شیخ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے مطابق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 اپنی امت کے اعمال و اعمال پر مطلع اور حاضر و ناظر ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، وعدے سے بے دخل ہیں کوئی  
 استعمال نہیں۔

۱۵ یعنی رزق مال کی بیش۔ ماورائے کسرو سے۔ بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری ہیں مصر میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے طلحہ بن کثیر کو امیر مقرر کیا تھا۔ آپ نے شام میں اہل افریقیہ پر فوج کشی کی۔ آپ نے شام میں مقام رقبہ یا شام میں انتقال فرمایا۔ اسی آپ اہل مصر سے ہیں۔

۱۶ اگرچہ آپ کی شفاعت تمام مسلمانوں کے لیے ہے تاہم ان الفاظ کے ساتھ درود پاک پڑھنے والوں کے لیے آپ کی شفاعت ضروری اور یقینی ہے اور ان کے لیے خاص شفاعت اور خاص درجہ ہے جس طرح روضہ انور کی زیارت کرنے والوں کے لیے آپ خاص شفاعت کریں گے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے  
یہاں تک کہ ایک باغ میں پہنچے تو بہت لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ  
خیمے و درختوں سے ہلکا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات ہی نہ دیدی تھی  
حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں میں اگر دیکھنے لگا تو آپ نے سر  
ہلکا ہٹایا اور فرمایا تجھے کیا ہے۔ میں نے (اپنے دل کا)  
خبر نہ بیان کیا اس پر آپ نے فرمایا جبریل نے تجھے کہا ہے  
کہ میں آپ کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا  
ہے جو بندہ آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت  
کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر  
سلام بھی نازل کروں گا۔

(احمد)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ (بند سکل) دعا آسمان و زمین کے درمیان  
رکاوٹ تھی اس سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی تھی کہ  
تم اپنے نبی پر درود بھیجو

(ترمذی)

۱۷ وَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ  
قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ نَخْلًا فَجَدَّ فَكَانَ  
الْمَشْجُودَ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ  
تَعَالَى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ أَنْظُرُ  
فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا لَكَ فذَكَرْتُ  
ذَلِكَ لَهُ قَالَ فَقَالَ إِنْ جِئْتُكَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي إِلَّا أَبَيْتُكَ  
أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَكَ مَنْ  
مَلَكَ عَلَيْكَ صَلَوةً مَلَكَتْ عَلَيْهِ  
وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ مَلَكَتْ عَلَيْهِ

۱۸ وَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ  
قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ نَخْلًا فَجَدَّ فَكَانَ  
الْمَشْجُودَ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ  
تَعَالَى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ أَنْظُرُ  
فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا لَكَ فذَكَرْتُ  
ذَلِكَ لَهُ قَالَ فَقَالَ إِنْ جِئْتُكَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي إِلَّا أَبَيْتُكَ  
أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَكَ مَنْ  
مَلَكَ عَلَيْكَ صَلَوةً مَلَكَتْ عَلَيْهِ  
وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ مَلَكَتْ عَلَيْهِ

(دعاء الترمذی)

۱۹ یعنی دعا کی اجابت اور قبولیت درود شریف پڑھنے پر موقوف ہے اور چونکہ درود شریف محبوب مقبول و مورد  
مقام قبولیت میں پہنچا ہے اور افضل و رحمتوں سے مالا مال ہے اس لیے اس کے طفیل اور توسل سے دعا بھی محل قبولیت



میں پہنچ جاتی ہے۔

مورسین ہوسے داشت کہ یکم رسد دست دپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید  
 مسکین چو بیوٹی کو کعبہ پہنچنے کی برس و آمد تو تھا اس نے ہاتھ پھل کبوتر سے چٹائے اور آٹا مانا کبے پہنچا گئی۔

## بَابُ الدُّعَا فِي التَّشَهُّدِ

### تشہد کے بعد دعا کا باب

کتب فقہ میں مذکور ہے کہ التّحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد تشریف دے گا پڑھے جو کلمہ اس سے پہلے کہ اس بات کا خیال رکھے کہ وہ ایسی دعا نہ پڑھے جو لوگوں کے ساتھ کام کے خلاف ہو بلکہ ایسی دعا پڑھے جو لوگوں کے ساتھ ہو اور گزشتہ باب التّشہد کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آگے دیکھا گیا ہے جو دعا اسے اچھی لگے اسے اختیار کرے۔ جنہوں نے اللہ علیہ السلام سے خاص دعائیں پڑھیں ہیں وہ سب صحیح ہیں اور بعض سے بھی ماثورہ دعائیں مواد ہیں بالغرض ان دعاؤں کی اختیار کرنا اور ان سے توکل و تکیہ کرنا بہت مستحب ہے اور بہت کامل ہے کیونکہ یہ ماثورہ دعائیں تمام نبوی احادیث و خودی مقام کے صحیح ہیں۔

### الفصل الأول

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكِبَرِ وَالْأَعْوَدِيَّةِ مِنَ الْفِتَنِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ فِتْنَةِ الْحَصَلِ وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَأْسِ وَالْمَأْثِمِ وَمِنَ الْمَقْرَبِ فَقَالَ لَمَّا قَامَ مَا أَكْبَرَ مَا سَتَجِدُ مِنَ النُّعْمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا عَيِمَ مَسَتْ لُكْبَهُ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكِبَرِ وَالْأَعْوَدِيَّةِ مِنَ الْفِتَنِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ فِتْنَةِ الْحَصَلِ وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَأْسِ وَالْمَأْثِمِ وَمِنَ الْمَقْرَبِ فَقَالَ لَمَّا قَامَ مَا أَكْبَرَ مَا سَتَجِدُ مِنَ النُّعْمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا عَيِمَ مَسَتْ لُكْبَهُ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكِبَرِ وَالْأَعْوَدِيَّةِ مِنَ الْفِتَنِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ فِتْنَةِ الْحَصَلِ وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَأْسِ وَالْمَأْثِمِ وَمِنَ الْمَقْرَبِ فَقَالَ لَمَّا قَامَ مَا أَكْبَرَ مَا سَتَجِدُ مِنَ النُّعْمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا عَيِمَ مَسَتْ لُكْبَهُ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ



۱۔ غلبہ تیر کا تفصیل سے بیان کتاب کے اول میں باب اثبات غلبہ القبر میں گزر چکا ہے۔  
 ۲۔ یہی سبب اس کے اعلان کے اعلان اور انشاء سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سبب دجال آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ خدائی کا  
 دعویٰ کرے گا اور اس کے مطابق کے طور پر اس کے ہاتھ سے خلاف عادت بہت سی چیزیں ظاہر ہوں گی وہ لوگوں کو  
 گمراہ کرے گا قریب قیامت کے پوری تفصیل کے ساتھ کتاب کے آخر میں باب علامات الساعة میں آ  
 رہے ہیں۔

یہ ایک شرک نام ہے جو دجال علیہ اللعنتہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی۔  
 لیکن جب مطلق یہ لفظ آتا ہے تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہوتے ہیں۔ اور جب اس سے دجال ملعون  
 مراد ہوتا ہے تو پھر دجال کہتے ہیں۔ جیسے کہ اس حدیث میں واقع ہوا ہے۔ ان دونوں کے لیے ال کے وجہ تسمیہ اور اس کے  
 تعلقات کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے موقعہ محل میں کیا جائے گا۔

۳۔ زندگی کے ختم ہونے کے بعد جو نبی کو دین اسلام سے برگشتہ کرتے ہیں۔ جیسے کئی لغزش، باطل کی طرف  
 میلان اور باطل سے انحراف نیز اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ چیزوں کی تحصیل کو ترک کر دینا۔ اور بلاؤں و محن اور اسباب  
 فلاسفہ و ملامت کو اختیار کر لینا اور حق سے حالت نزع میں شیطانی دوسرے اور منکر و فکیر کا سوال مراد ہے اور  
 اگر برحق نہ ہو شیطانی دوسرے کو حق نہ مانگیں میں داخل کریں اور حق سے قبرا و خرت کی پریشانیوں مراد لیں تو بھی  
 ٹھیک ہے۔

۴۔ یعنی گناہ و بدیہ کے کام سے پناہ مانگتا ہوں جو گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو میرا دشمن ہو جائے یا جو مصیبت اور گناہ کے لیے حاصل کیا جائے اور اگر قرضہ طاعت  
 اور غیر کے لیے لیا اور اس کے ادا کرنے سے بے بس بھی نہیں تو ایسے قرضہ سے پناہ مانگنے کی ضرورت نہیں تاہم اس کے  
 باوجود کہ قرضہ کے لیے لیا گیا ہو یا نہیں اگرچہ وہ طاعت کا ہے یا دنیا کا یا غیر کے لیے لیا گیا ہو یا نہیں اس کا  
 ٹکڑا کر کے قرضہ میں لے کر آجائے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 قرضہ نہ لیا تو بھی قرضہ نہ لیا ہے ایک آسان اور معمولی چیز تھی اس لیے سائل نے سوال کیا۔

۶۔ یہی سبب اس کے اعلان کے اعلان اور انشاء سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سبب دجال آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ خدائی کا  
 دعویٰ کرے گا اور اس کے مطابق کے طور پر اس کے ہاتھ سے خلاف عادت بہت سی چیزیں ظاہر ہوں گی وہ لوگوں کو  
 گمراہ کرے گا قریب قیامت کے پوری تفصیل کے ساتھ کتاب کے آخر میں باب علامات الساعة میں آ  
 رہے ہیں۔

۷۔ یعنی گناہ و بدیہ کے کام سے پناہ مانگتا ہوں جو گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنے۔

۸۔ یعنی گناہ و بدیہ کے کام سے پناہ مانگتا ہوں جو گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

اللّٰهُ صَلِّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلِّمْ اِذَا قَرَأَ  
اَحَدُكُمْ مِّنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ  
بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابٍ جَهَنَّمَ وَ  
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ السَّجَا  
وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ  
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی  
جب دوسری اقیات سے فارغ ہو تو چار چیزوں  
سے اللہ کی پناہ مانگے۔ دوزخ اور قبر کے عذاب  
سے۔ زندگی اور موت کے فتنوں سے اور  
مسیح دجال کے شر سے۔

(مسلم)

۴۴۰۰ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلِّی  
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلِّمْ كَانَ یُعَلِّمُهُمْ هَذَا  
الدُّعَاءَ کَمَا یُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنْ  
الْقُرْآنِ یَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ  
مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ  
عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ فِتْنَةِ  
الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ فِتْنَةِ  
الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (صحابہ کرام) یہ دعا سکھاتے تھے  
جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ فرماتے تھے  
کہو اسے اللہ میں میری پناہ مانگتا ہوں دوزخ  
کے عذاب سے اور میری پناہ مانگتا ہوں قبر کے  
عذاب سے اور میری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال  
کے فتنے سے اور میری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور  
موت کے فتنے سے۔

(رواہ مسلم)

۴۴۰۱ یعنی بڑی تاکید و اہتمام سے تعلیم دیتے تھے اور اس دعا کے پڑھنے اور اسے یاد رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

۴۴۰۱ وَعَنْ زَيْنِ بْنِ بَكْرٍ الصَّوْتِيِّ قَالَ قُلْتُ  
لَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْ دُعَاءَ اَدْعُوْهُ  
فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ  
مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ  
عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ فِتْنَةِ  
الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَ اَعُوْذُبُکَ مِنْ فِتْنَةِ  
الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ -

حضرت زین بن بکر الصوتی سے روایت ہے کہ میں نے  
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے  
یہ دعا سکھائی کہ میں اسے اپنے دعا میں پڑھاؤں  
پھر مجھے اس دعا کی تعلیم دی کہ اے اللہ میں  
میرے دعا میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ  
کے عذاب سے اور میری پناہ مانگتا ہوں قبر کے  
عذاب سے اور میری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال  
کے فتنے سے اور میری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور  
موت کے فتنے سے۔

(بخاری و مسلم)

۴۴۰۲ یعنی آخری تشہد کے بعد اور فی سورت کی قید اس بنا پر کہ اس کی متعارف اور معروف دعا جو پڑھی جاتی ہے اس کا

عمل و موقع یہی ہے۔

۱۵ اکثر روایات میں کثیر نما کے ساتھ ہے اور مسلم کی بعض روایات میں کبیرہ کے ساتھ آیا ہے امام نووی نے اذکار میں کہا دونوں لفظ جمع کر کے پڑھنا بہتر ہے۔

حضرت حاکم بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتا تھا کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے رخسار کی سفیدی میں دیکھ لیتا تھا (مسلم)

۱۶ وَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ يَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بَيَاضَ حَقْوِهِ (دَعَاةُ مُسْلِمٍ)

۱۷ یعنی حضرت حاکم بن سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ آپ تابعی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد اور حضرت عثمان غنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں اور ان سے حضرت زہری وغیرہ نے احادیث سنی ہیں۔

۱۸ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت اتنی مقدار میں چہرہ اور غازیوں کی طرف پھیرتے تھے کہ آپ کا پر نور اور روشن رخسار دیکھا جاسکتا تھا۔ اس شخص کی سعادت کا کیا ٹھکانا جو آپ کے پیلوں میں بیٹھا ہو۔ بیت

۱۹ کہنے بعد نماز یا شروع پیلوں سے تو

۲۰ لاشی کہ غلامی میری جگہ تیرا پیو ہو تاکہ سلام کے بہانے ہی نگاہ تیرے چہرے پر پڑ جائے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف اپنے چہرہ اور سے متوجہ ہوتے (بخاری)

۲۱ وَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جَنْدَبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى مَلُوفًا أَهْلًا عَلَيْهِمَا وَتَهَبَا (دَعَاةُ الْمُسْلِمِينَ)

۲۲ سنن کی زبیر بن جراحیم کی روایت کے ساتھ آپ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے حالات دوسری جگہوں میں لکھے

جائے ہیں۔

۲۳ یعنی دائیں بائیں سلام پھیرنے کے وقت۔ زیادہ قریب یہ ہے کہ سلام کے بعد کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کبھی چاہنی جانب رخ کرتے تھے کبھی بائیں جانب۔ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے اور کبھی پسے طور پر چہرہ اور غازیوں کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کر کے بیٹھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے دائیں جانب

۲۴ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ

(دَعَا مُسْلِمًا)

۵۸۵ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ  
لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ  
صَلَاتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا  
يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ تَيِّبِنِهِ لَقَدْ نَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارَةٍ -

(دُتْفَقُ عَلَيْهِ)

پھرتے تھے (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں تم میں کوئی آدمی اپنی نماز سے شیطان کا حصہ  
مقرر نہ کرے اور وہ یہ کہ کہہ دے کہ اس پر واجب  
دلایم ہے کہ ہمیشہ دائیں جانب ہونا کرے میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں جانب  
پھرتے دیکھا ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ اصل میں لفظ یری آیا ہے، یا کسی زبرداری پیش کے ساتھ۔ دونوں روایتیں ہیں۔ درج کے ساتھ بخاری و مسلم اور پیش کی  
صورت میں بمعنی گمان و خیال۔

۲۔ حاصل مقام یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دائیں جانب پھرتے دیکھے جاتے ہیں یا بائیں  
بیٹھتے۔ بیشتر آپ ایسا ہی کرتے تھے کہ سلام پھیرتے اور دھاکرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوا میں بائیں جانب سے ہوا  
جاتے کبھی اس کا عکس کرتے کہ بائیں جانب سے پھر کر دائیں جانب پڑھتے تھے۔ اس کی علت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے  
کہ اس میں دائیں جانب کو ترجیح ہے۔ اکثر حالات میں آپ کا منہ بائیں طرف تھا اس لیے حضرت ابی بن کعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
کہ ثانی صورت اگر چہ قلیل الوقوع اور رخصت پر عمل ہے مگر سنت کے لیے سب سے زیادہ اہم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے  
علیہ السلام کے رخصت دینے سے روگردانی نہ کرنی چاہیے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے  
کہ اس کی طرف سے دعا کر وہ رخصتوں پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے جس طرح اس کی طرف سے دعا کر کے رخصت ہو جاتا ہے۔  
اور شافعی حضرات نے ان دعا و احادیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ نماز کو بائیں جانب سے اٹھنا بہت  
و ضرورت و البتہ ہوا و صبر نہ کرے۔ اگر اسے دائیں جانب سے اٹھنا و ضرورت میں بھی جائز ہے۔  
اس طرف اس کا مکان ہے یا اس طرف اسے کوئی کام ہے تو اس طرف کو پھرے۔ اور اگر دائیں جانب سے اٹھنا  
متعلق ہے تو اس طرف کو پھر جائے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھتا ہے  
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی نمازیوں کی طرف منہ کر کے بھی بیٹھتے تھے۔ آپ ان کی طرف سے اٹھتے تھے  
قبلہ شریف کی طرف کرتے اگر نمازیوں سے آپ کو کوئی کام تھا ان سے سلام ہونا اور کھڑکیا ہوتی جیسا کہ حدیث میں  
میں گزرا۔ کہ اِذَا صَلَّى صَلَوَةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَرَجًا کہ جب آپ اپنی نماز پڑھتے تو ہماری جانب چہرہ ہانک کر بیٹھتے۔ اور  
بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو مسجد کا گمراہوں کی طرف منہ





قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَامَ الرِّجَالُ -

صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے جو مرد بھی کھڑے  
ہر جاتے۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَسَنَدُهُ حَدِيثُ  
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي بَابِ الْفُتُوحِ إِنْ  
شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى -

بخاری اور ہم حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث  
ہنسی کے باب میں ذکر کریں گے۔ ان شاء  
اللہ تعالیٰ

۱۷ اور مردوں سے پہلے گھروں کو چلی جاتیں۔

۱۸ پھر آپ بعض اوقات صرف اللہم انت السلام دینک اسلام الی آخر پڑھتے تھے اور کبھی آپ اتنی دیر  
بیٹھتے کہ دعا کرتے قرآن پاک پڑھتے اور تبلیغ احکام کرتے اور کبھی آفتاب طلوع ہونے تک مصلا پر تشریف فرما رہتے تھے یہ مختلف  
قسم کی نشست حالات کے اختلاف کی بنا پر ہوتی تھی۔

۱۹ یعنی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تھی میں آپ کے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک باغی نماز پڑھتے کا  
ذکر ہے ماب الضحک میں بیان کریں گے۔ اسی باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسمیہ و تہنیت کے بعد ذکر ہے اور  
رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ذکر اس باب میں کرنا زیادہ مناسب خیال کیا۔

## الفصل الثاني

## دوسری فصل

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ إِنْ لَدُجْتُكَ يَا مُعَاذُ فَلَا  
وَإِنَّا أُجِّتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا  
تَدْعُ أَنْ لَقُولَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ  
رَبِّ ارْحَمْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ  
وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ -

لَقَاكَ أَحْمَدُ وَابْنُ الْحَوْزِ وَ  
السَّكَاوِيُّ إِلَّا أَنَّ أَبَا دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ  
قَالَ مُعَاذٌ وَ إِنَّا أُجِّتُكَ -

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ  
فرماتے ہیں اگر تم میرا ذکر کرو گے تو میں تم پر رحم کروں گا اور اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں تم پر  
رحم کروں گا اور اگر تم میرا عبادت کرو گے تو میں تم پر رحم کروں گا۔  
فرمایا تو میرا ذکر کے بعد یہ دعا پڑھو کہ رَبِّ ارْحَمْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ  
یاب اللہ کہہ کر اپنے گھر اور اپنے چچا کو دعا کرتے تھے  
پیر کا ذکر۔  
ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے  
مگر ابوداؤد نے یہ ذکر نہ کیا کہ معاذ نے کہا میں  
آپ سے محبت کرتا ہوں۔

۱۷ اس حدیث کو باب الدعاء بعد التہنیت میں لانے سے ظاہر اس دعا کا اقیام کے بعد اور سلام سے پہلے پڑھنا معلوم



ہوتا ہے اور کتاب میں اس سے بڑا خاصہ فارسیا ہونے کے بعد پڑھنا ظاہر ہوتا ہے۔  
۱۵ اندر شہور و مراقبہ کی صورت میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جو درجہ احسن اور ان قیود ایک کا تک تراہ کا مقام ہے  
۱۶ گروا قہ یہ ہے کہ یہ حدیث اخذ یہی سے لے کر و قبول انا ایک تک مسلسل ہے۔ اور اس کا تب حروف  
(عبدالحق) کو بھی بعض علماء کرام سے اسی طرح مسلسل ملی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سلام  
پھرتے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے رخسار  
مبارک کی سفیدی دکھی جاتی تھی اور بائیں جانب  
اس طرح کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے  
بائیں رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

۱۱۹ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ  
إِنْ رَسُوهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ السَّلَامُ  
عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى يُرَى  
بَيَاضُ خَدِّهِ الْيَمِينِ وَ عَنْ يَسَارِهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى  
يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ الْيُسْرَى۔

ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی اور ترمذی نے  
یہ ذکر نہ کیا کہ آپ کے رخسار کی سفیدی  
دکھی جاتی تھی۔ اور ابن ماجہ نے اسے حضرت  
علاء بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ  
النَّسَائِيُّ وَ لَمْ يَذْكُرِ التِّرْمِذِيُّ حَتَّى  
يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ  
عَنْ حَمَّادِ بْنِ يَاسِرٍ۔

۱۷ نہ دائیں جانب میں اور نہ بائیں جانب بلکہ اس نے صرف یہی الفاظ روایت کیا کہ ان لیم من یمنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ  
اسی طرح دوسری جانب۔ اور یہ حدیث ان آئمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے  
اسے حضرت علاء بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس لیے معلوم ہر سکا کہ ابن ماجہ حتیٰ یری بیاض خد کے الفاظ ذکر کرتے  
میں۔ ابوداؤد و نسائی کے موافق ہے یا نہ کرنے میں ترمذی کے موافق ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ترمذی کے موافق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی غائر  
سے پھرنا (رخ کرنا) زیادہ تر بائیں طرف اپنے  
حجرہ کا طرف ہوتا تھا۔

۱۲۰ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ كَانَ أَكْثَرُ انْصِرَافِ الشَّيْخِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ  
إِلَى شِقْوِ الْيُسْرَى إِلَى حُجْرَتِهِ۔  
(رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّنُوقِ)

(شرح سنہ)

۸۹۱ وَ عَنْ عَطَّارِ بْنِ النُّعْمَانِ فِي عَوْنِ  
الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْمَلُ إِلَّا مَا  
فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى  
يَتَعَوَّلَ -

حضرت عطاء بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضرت مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس جگہ بقیہ نماز پڑھے جہاں اس نے فرض پڑھے بلکہ کچھ بیٹھ کر پڑھے

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ قَالَ عَطَّارُ  
النُّعْمَانِ لَوْ يُدْرِكُ الْمُغِيرَةَ -

ابو داؤد و امام کا کہ عطاء بن النعمان نے مغیرہ کو نہ پایا ہے

۱۰۱ حضرت عطاء بن النعمان مشہور تابعین میں سے ہیں۔ یعنی ان کے شمار میں پیدا ہوئے اور مشہور میں فوت ہوئے۔ ابو حاتم نے کہا ثقہ ہیں۔ نسائی نے کہا لا یاسرہ۔ ابن الاثیر سے مکتب الحدیث روایت کرتے ہیں۔  
۱۰۲ علامہ نے کہا ہے کہ یہ حکم صرف امام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مقتدیوں کو بھی شامل ہے۔ امام کے ہٹنے کا جو یہ ہے تاکہ انے واسطے کو یہ دہم نہ پڑے کہ امام نماز میں ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی جگہ نماز ہو جائے جگہیں گواہی دیں۔ بعض نے کہا کہ بارگاہ الہی میں کثرت عبادت کا اظہار میں بعض نے کہا کہ یہ ظاہر ہو کہ نفس عبادت کا تہ فرض عبادت سے کم ہے۔ اور یہ تمام وجوہ امام مقتدیوں بلکہ تمام نمازیوں کو شامل ہیں۔ لہذا چاہیے کہ قیل نماز میں نماز جگہ پر ادا نہ کی جائے۔

۱۰۳ کہ علامہ نے خلاصاتی نے نہ تو مغیرہ کو پایا اور نہ دیکھا ہے۔ پس یہ حدیث متصل نہ ہوگی کہ اگر وہ حضرت مغیرہ کو دیکھتے ہوں۔  
۱۰۴ حضرت مغیرہ میں ہوئی اور اس سال میں حضرت عطاء بن النعمان پیدا ہوئے۔ لہذا یہ حدیث متعلق ہے۔

۸۹۲ وَ عَنْ أَنَسِ بْنِ الْكَلْبِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَرَ عَلَى الْقَلْوَةِ  
وَنَلِمَهُمْ أَنْ يَتَّخِذُوا قَبْلَ الْوُضُوءِ  
مِنَ الْقَلْوَةِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں وضو کرنے سے پہلے قلو سے نہ لیں۔  
۱۰۵ امام نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار سے ناسخ ہونے سے پہلے حضرت ہر بائیں۔ جیسے کوئی شخص آپ کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر کر غار سے باہر آ جائے۔ یا سلام پھیرنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (ابن داؤد)

۱۰۶ یعنی نماز کی محافظت اور ہمیشہ ادا کرنے کا تاکید و ترغیب دی اور حدیث کا سیاق اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز باجماعت ادا تکبیر اولیٰ پانے کے لیے جلدی کرنے کا آپ سے ترغیب دی اور تاکید کی۔  
۱۰۷ امام اس سے بھی منع فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار سے ناسخ ہونے سے پہلے حضرت ہر بائیں۔ جیسے کوئی شخص آپ کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر کر غار سے باہر آ جائے۔ یا سلام پھیرنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام

سے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر چلا جائے اور دعاؤں کی استغاثہ کرے پہلے منیٰ کے مطابق نہیں تو صحیح ہے اور دوسرے منیٰ کے مطابق نہیں تنزیہی۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۹۳ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ كَانَ  
يَقُولُ اللَّهُ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ  
الثَّباتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى  
الرَّشْوَةِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَ  
حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا رَاسِمًا  
وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ  
مَا تَعْلَمُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ  
وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ .  
نَعَاةَ الْبُكَائِيِّ وَتَعَالَى الْحَمْدُ .

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازیں یہ دعا  
پڑھا کرتے تھے۔ اے الہی میں تجھ سے دین میں استقامت  
اور ہدایت پر مضبوطی مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری نعمت  
کا شکر اوستیری اچھی عبادت مانگتا ہوں اور تجھ سے سلامت  
دل اور سچی زبان مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے سعید خیر مانگتا  
ہوں اور تو صادق ہے۔ اور اس شر سے پناہ مانگتا ہوں  
جو تو جانتا ہے اور اس چیز (گناہ) سے بخشش مانگتا ہوں  
جسے تو جانتا ہے۔

نسائی اور احمد نے اس کی مثل روایت

کی۔

۱۰ حضرت صالح بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارہ زادہ ہیں۔ انہیں اور ان کے باپ دونوں کو حضور کی صحبت کا شرف حاصل ہے  
بیت المقدس میں قیام ہوا۔ اہل شام میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت مالک اور ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ شداد کو علم و علم و علم و علم دی گئی ہیں۔

۱۱ یعنی نماز کے آخر میں تشہد کے بعد یا سلام کے بعد نماز کے پیچھے۔ احمد کی روایت میں آیا ہے فیہا اونی ویرھا۔  
یعنی آپ نمازی یا نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ مگر مولف اسے بلب الدعا بعد التشہد میں لایا ہے۔ یہ مقام  
خود ہے۔

۱۲ رشدد شداد کا معنی ہے سید سے ملنے پر ہونا لیس اس پر چلنا۔

۱۳ کہ شکر خیر نعمت کا سبب اور مال کی طاقت و زوال سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

۱۴ یعنی جو تیرے نزدیک نیکی اور خیر ہے۔ نہ وہ جسے میں نیکی اور خیر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ لمداقات الیہا ہوتا ہے

کہ بندہ ایک چیز کو خیر جانتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے مگر واقع میں وہ چیز شر اور بُری ہوتی ہے اور اگر میں بحیثیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ ساری خیر و نیکی انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اتنی ہی جو اس کی قسمت میں ہو۔ یا کلمہ میں نائد ہے۔ اور کل خیر اور تمام بھلائیوں کا سوال ماثورہ دعاؤں میں بہت ہے۔

۵۶ یہ امت کی تعلیم کے طور پر ہے کہ اہل طرح دعا کرنی چاہیے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر خیر حاصل ہے اور شرف آپ کے نزدیک بھی نہیں جاسکتا۔ اور آپ کا اگلا، پچھلا (نامناسب فعل و عمل) سب بخش دیا گیا ہے۔ اور اکثر ماثورہ دعائیں اس طرح کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سب منایات آپ کے شامل حال ہونے کے باوجود اس طرح کی دعائیں قواضع، تہذیب اور اظہار بندگی کے طور پر ہیں۔ نیز کبریاے حق اور بے نیاز درگاہ کی عظمت شائق کے پیش نظر ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی غار میں التیحات کے بعد کہتے  
تھے۔ اجماعاً لا اله الا اللہ کا کلام ہے اور اجماعاً طریقہ  
حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے۔

٨٩٧  
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ  
بَعْدَ التَّشْعِيدِ أَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ  
اللَّهِ وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(نسخہ)

رِغَاءُ الشَّارِقِ

۱۷۔ صدی ہا کی زبردور وال کی جزم سے۔ یعنی نیک سیرت۔ اور یہ کلام حضرت علیؓ کے قول سے کہی غلبہ میں منقول ہے۔ کہ آپ حمد و ثناء کے بعد یہ کلمات کہتے تھے اور تشہد میں بھی آیا ہے۔ اہل کافکھن و غلامہ واصل کا کید اور شہادتین کو مضبوط کرنا ہے۔

١٩٥ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ  
فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً تُلْقَاءُ وَجْهَهُ  
ثُمَّ يَمِيلُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ شَيْئًا  
(نَعَاةُ التَّرْمِذِيِّ)

۱۷ یعنی آپ ایک سلام اپنے چہرہ انور کی طرف کرتے تھے۔

۵۲ یعنی سلام کی ابتداء قبلہ رخ سے کرتے تھے پھر سلام پھیرنے کے دو اعلان تھے سے ایک بائیں کو پھرتے اور دوسرا پنا  
سلام مکمل کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ جیسا کہ گذشتہ روایات میں مذکور ہو چکا  
مدینہ کے ظاہر مغربی کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ کا مذہب ایک سلام ہے دوسرے تینوں ائمہ دو سلام کے قائل ہیں۔

کیونکہ دونوں جانب سلام پھیرنے کے بارے میں بدعت سی احادیث وارد ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث کا دلیل اور معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دائیں جانب) سلام بلند آواز سے کرتے تھے اور دوسری جانب آہستہ اور خفیہ طریقہ پر۔

۴۹۹ عَنْ سَمُرَةَ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ وَنَتَعَابَثَ وَ أَنْ نُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ -

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام کا جواب سلام دیں۔ اور آپس میں محبت و پیار کریں۔ اور یہ کہ بعض بعض کو سلام کیا کرے

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۰ یعنی مقتدی امام کے سلام کے جواب کی نیت کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مقتدیوں کو سلام کہنے کی نیت کرے۔

۱۱ یعنی نمازی سلام کرتے وقت آپس میں ایک دوسرے کو سلام کہنے کی نیت کریں۔ کہ یہ نیز محبت و دوستی کا موجب و ذریعہ ہے۔ تمام نماز کے سلام میں ملائکہ مقررین کی نیت بھی کرنی چاہیے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا اور فقہ میں مذکور ہے۔

## بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

### نماز کے بعد ذکر کا باب

ماں بہر کہ ذکر حق اور بعد نماز و حضور ہے اس کے جواز و مشروعیت میں احادیث آئی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ ان کا ذکر ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ کئی فرقوں کے بعد میں ہیں۔ ان فرقوں کے بعد بھی بیٹھے یا کھڑا ہو جائے۔ پھر بعض کے نزدیک مسکن میں سے اٹھ کر وہیں نہیں اٹھ کرے یا دوسری جگہ پہنچ کر سنت پڑھے۔ اکثر علماء کے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ کھڑا ہو جائے۔ دوسری جگہ سنت پڑھے اور بہتر ہے کہ مقتدی میں توڑ دیں اور امام بھی وہاں سے آگے پیچھے ہو جائے۔ تاکہ بعد میں اسے کھڑے کھڑے نہ پڑے کہ لوگ ابھی جماعت میں ہیں۔ اور اس شبہ کے باعث آنے والے جماعت کی اقتدا کی نیت کو کے فائدہ ہو سکتی ہے اور اس کی اقتدا قاصد ہو جائے۔ بعض کہتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دلائل و ثبوت و حقائق میں سے پھر جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں تو ٹھیک ہے ان کو فرض کے سلام سے متصل بعد بیٹھ کر پڑھ لے جیسے اہم انت سلام و تک السلام تبارکت یا فدا لجلال و الاکرام اور آیت اکرسی۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ دائیں جانب پھرنے کو فضیلت حاصل ہے یا بائیں جانب پھرنے کو۔ صحیح یہ ہے کہ اسے







ماہی تین کہ فی کل درخت کہ آپ اس سے کیا معنی فرماتے ہیں۔ شاید حضرت ابن عباس نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے

تافعی یا من رعتہ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس پہلے تھے شاید جماعت میں حاضر ہونے کا پابندی نہ کرتے تھے یہ جو احتمال ہے کہ حاضر نہ ہوتے تھے گویا اس پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے اس لیے سلام کے ساتھ نماز کے اختتام کو نہ پہنچتے تھے۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے الہی تو سلام ہے اللہ تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے۔ اے جلال و بزرگی والے۔

(مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مَقْدَامًا مَا يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَرِمْنَاكَ السَّلَامُ تَبَاكَتْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ -

(نقاۃ مسلم)

اے معنی تو جمع نقائص و محویب سے پاک و منزہ ہے اور تمام صفات کمال سے متصف ہے اور تو ہی بندوں کو انکساریات سے محفوظ رکھتا ہے

اے تو بزرگ والا ہے کہ یہی اور ثبوت صفات تیری ذات سے متعلق ہیں۔ پھر یہ ذکر و دعا اتنے ہی الفاظ کے ساتھ احادیث میں مذکور ہے ثابت ہے کہ بعض لوگ دلیک پر جمع اسلام کے الفاظ بھی زیادہ کرتے ہیں علما نے کہا کہ یہ حدیث صحیحہ ہے لیکن بعض شائخ کے اقوال میں اس سے زیادہ کلمات بھی پڑھتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ اضافہ انہوں نے کیوں کیا ہے یا اس حدیث میں کیا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور کہتے الہی تو سلام ہے۔ تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے۔ اے جلال و بزرگی والے۔

(مسلم)

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَرِمْنَاكَ السَّلَامُ تَبَاكَتْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ -

(نقاۃ مسلم)

اے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وقت بے وقت حاضر درگاہ اقدس ہوتے تھے۔



اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اسی کی نعمت  
ہے اسی کا فضل ہے اور اسی کی اچھی تعریف ہے اللہ  
کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے غاص دین رکھتے  
ہیں اگر یہ کھانا پسند کریں۔

(مسلم)

۱۔ یہ حدیث اس میں مرتب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ تاہم بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ کا  
بلند آواز نہ ذکر کرنا تعلیم امت کے لیے تھا اور نبی نے ہنسی میں کہا کہ اس دعا اور دوسری دعاؤں میں بلند آواز سے نہ  
پڑھنا افضل ہے۔ پڑھنے والا امام ہو یا ہے اور کھڑی اور اکیلا نماز پڑھنے والا اگر اس صورت میں بلند آواز سے پڑھے۔  
جب کسی کو سکھاتے کی ضرورت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہر کرنے کو بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کو حفظ اور یاد  
ہر جملے کے بعد سے مخفی پڑھنا افضل قرار دیا گیا مگر حق بات یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں کبھی اخفائیں شوق و ذوق  
نسیب ہوتا ہے اور کبھی بلند آواز سے پڑھنے سے شوق و گرمی بڑھتی ہے۔ اور ذکر یا بجز بلاشبہ شروع و جواز ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ  
اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے اور کہتے تھے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان سے  
تعوذ کرتے تھے۔ الہی میں ہزدلی سے تیری پناہ  
لیتا ہوں۔ کنجس سے تیری پناہ۔ ردی عمر سے  
تیری پناہ۔ دنیا کے فتنوں اور عذاب قبر سے  
تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(بخاری شریف)

اَلَا يَٰ هُوَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَكَفَّ بَعْدَهُ  
اَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلِتَعْمَدَةُ لَهٗ اَلْقَبْلُ  
وَلَهٗ اَلشَّكَاوَةُ اَلْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ  
مُغْلِبِينَ لَهٗ اَلدِّينَ وَ لَوْ كُوْنَتِ اَلْكَوْنُ  
رَدَاۃً مُّسِيْلًا

وَحَنُّ سَعْدِ اَللّٰهِ كَاَنْ يُعْلَمَ بَيْنَهُ  
فَاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْاَلَمَاتِ اَلْاَلَمَاتِ اَلْاَلَمَاتِ  
اَللّٰهُ مَلِكٌ اَللّٰهُ حَكِيْمٌ وَ مَلِكٌ حَكِيْمٌ  
وَلَا يَكُوْنُ يَهُودٌ اِلَّا بِهٖ اَلصَّلٰوةُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ  
مِنَ الْكِبَالِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاَنْزِلِ  
اَلْعُمُورِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا  
وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

(رواۃ البخاری)

۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی وَحَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی وَحَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔  
۲۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی وَحَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔  
۳۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی وَحَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔  
۴۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی وَحَّاشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن  
پہاچین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

تِلْكَ وَ عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ اِنْ فَقَرَاءَ  
النَّبَا جَزَيْنَ اَقْوَامًا رَسُوْلًا اَللّٰهُ مَلِكٌ اَللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ أَهْلُ  
الدُّثُورِ بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّجِيمِ  
الْمُقِيمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا يَصُومُونَ  
كَمَا نَصَلُّ وَ يَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ  
وَيَتَصَدَّقُونَ وَ لَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُونَ  
وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أَعْلَيْكُمْ  
شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَ  
تَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَ لَا  
يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ  
صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا بَلَى  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تُسَبِّحُونَ وَ  
تُكَبِّرُونَ وَ تَحْمَدُونَ وَ ذُبِّرَ كُلُّ  
صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ  
أَبُو صَالِحٍ فَرَجَعَ قُرَاءَةُ الْمَكْرَمِينَ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ فَقَالُوا سَمِعَ الْخَوَاتِمَاتُ أَهْلَ  
الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَعَمَلُوا بِمِثْلِهِ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ  
يَشَاءُ -

مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ قَوْلُ إِبْنِ  
مَكْلَجٍ إِلَى آخِرِهِ إِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ -  
وَقِيَّ يَوْمَئِذٍ لِلْبُخَارِيِّ ثَمَانُونَ  
فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْلَجٍ كَثْرًا وَتَحْمِذُونَ

[illegible]

۱۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۲۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۳۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۴۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۵۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۶۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۷۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۸۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۹۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن  
 ۱۰۔ ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن ہر سال کا ایک دن

کہنے کے لیے

۱۔ یعنی احمد ثواب قرب دینا ہے حق، اور دائمی نعمت یعنی بہشت حاصل کر چکے ہیں۔  
 ۲۔ یعنی تمہاری اس بات کا کیا مطلب ہے اور ان کچھ اعلیٰ اور بلند درجات حاصل کر لینے کا سبب کیا ہے۔  
 ۳۔ یعنی مالدار لوگ ہماری بدنی عبادات میں شریک ہیں۔ مگر مالی عبادات میں وہ ہم سے ممتاز ہیں۔  
 ۴۔ یعنی اس امت کے تقدیم یا پسلی امتوں کے لوگ۔

۵۔ یعنی جو لوگ تمہارے بعد ایمان لائیں گے یا تمہارے بعد پیدا ہوں گے۔ یہاں ان فقراء کی عظیم فضیلت و شان آپ نے بیان فرمائی۔ ماسوائے اس شکایت کہ جہاں انہوں نے کہا کہ ہمارا درجہ اخفاء سے کم ہے اور یہاں ان فقراء کی فضیلت و شان بیان کرنا مقصود ہے۔

۶۔ حدیث کا ظاہر روایت اور اکثر روایات اس میں ہیں کہ تین لاکھ ۳۲۰۰۰ بار پڑھی جائیں اور ایک روایت میں تینوں لاکھ ۳۲۰۰۰ بار ذکر آیا ہے جس میں ہر ایک لکھ ۱۱۱ بار پڑھا جائے۔ اور بعض روایات میں تسبیح و تحمید اور تکبیر کا ذکر تقدیم و تاخیر سے آیا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ملوثہ آیا ہے کہ ان تین میں سے جس سے بھی ابتداء کرے گا ٹھیک ہے اور کوئی نقصان نہیں۔  
 ۷۔ ابو صالح اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔ اور تابعی ہیں۔

۸۔ ہذا مجہود ہم سے افضل ہو گئے۔

۹۔ لہذا کیا کیا جا سکتا ہے۔ تو میر کر و اور قصائے الہی اور اس کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ۔ کیونکہ حق سبحانہ نے اپنے بعض بندوں کو عظیم فضیلت عطا کی ہے۔

۱۰۔ یعنی اگر کوئی اس کا قول پڑھے تو فرج ہوگا اور اگر پڑھے تو آخر صرف مسلم نے روایت کیا اور وہ اس کے روایت کرنے میں غلط ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ فقراء لوگ اخفاء سے نصف دن (پانچ سو سال) پہلے جنت میں گئے تھے۔ مگر یہ حدیث و شان فقراء پر ثابت ہو چکی ہے تاہم حق سبحانہ کے لطف و رحم نے اس کی کافیوں کو دیکھا کہ فقراء و مالداروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۱۔ مانع ہو کہ حدیث فقراء ہاجرین کے ساتھ حاصل ہے تمام فقرادامت کے لیے عام نہیں۔ (یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے) مگر اگر بہشت میں کہ دوسرے فقراء کے حال کو فقراء ہاجرین کے حال پر قیاس کر لیا جائے کہ جب فقراء ہاجرین فقراء ہونے کا دیر سے پہلے جنت میں جائیں گے تو بعد کے فقراء بھی فقراء ہونے کے سبب مالداروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۲۔ پس ہر کلمہ ۱۱ بار پڑھا جائے گا اور مجہود تیس بنے گا۔ ایک روایت میں ہر ایک لکھ ۱۱۱ بار پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس صلیبی مجہود ۲۲ بنے گا۔ جیسا کہ میں نے کہا اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ سخی فقیر سے افضل ہے جب کہ دونوں







اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی ہر چیز کا مالک ہے۔ اسی کے لیے حمد ثنا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں۔

(مسلم)

تَسْعَةً وَتِسْعُونَ وَقَالَ تَمَّامُ الْبَلَدِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُضِبَتْ خَطَايَا وَ إِنْ كُنْتُ مِثْلَ ذَبَبٍ الْبَحْرِ

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۷ یعنی ۳۳ بار بسم اللہ کہے۔

۱۸ یعنی ۳۳ بار الحمد للہ کہے۔

۱۹ ۳۳ بار اللہ اکبر کہے۔

۲۰ بعض روایات میں دلہ الحمد کے بعد بھی نصیحت کے الفاظ آئے ہیں۔ اور بعض میں بھی لامیت آیا ہے اور بعض روایات میں بیدہ الخیر کا لفظ بھی آیا ہے۔

۲۱ یعنی کثیر و زیادہ ہونے میں اس کے گناہ سمندر کی جھاگ جتنے بھی ہوں گے تو بخشے جائیں گے۔

۲۲ اس روایت میں سو کا عدد اس طرح پورا ہوتا ہے اور گزشتہ حدیث میں تکبیر ۳۴ بار پڑھنے سے سو کا عدد پورا ہوتا ہے جس طرح بھی پڑھے ٹھیک اور کافی ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کوئی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔ فرمایا آخری بات کے بیچ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(ترمذی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَشْعَرُ قَالَ خَيْرُ الدُّعَاءِ الْفَرْدُ وَالْأَمْرُ وَدُبُّ الْعَمَلَاتِ

وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۷ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ آپ کی اکثر احادیث اہل شام کے پاس تھیں۔ مگر میں نے آپ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی آخری یادگار تھی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کیں اور بہت سے صحابہ کرام سے بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ بعض نے کہا آپ کی عمر اس وقت تیس سال تھی۔ آپ ۶۳ سال یا ۶۴ سال عمر میں ہجرا ۹ سال



الْعَمَاءُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ  
إِلَى مَنْ أَنْ أُخْتِيَ أَنْ يَخْتِيَ مَنْ قُلُوبِ  
إِسْلَامِهِ وَلَئِنْ أَقْعَدَ مَعَ قَتْلِهِ  
يَذْكُرُونَ أَمْلَهُ مِنْ صَلَوةِ الْفَجْرِ  
إِلَى أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ  
إِنْ أُخْتِيَ أَنْ يَخْتِيَ -

نیکے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس سے زیادہ محبوب  
ہے کہ یہ اولاد اسماعیل سے چاند غلام آزاد کروں۔  
اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھا جو مصر کی نماز سے  
سودہ جڑ بیٹے تک اللہ کا ذکر کریں۔ اس سے  
زیادہ پسند ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔

(نفاۃ أبو داؤد)

(البراد)

اس ظاہر یہ ہے کہ یہاں بھی اولاد اسماعیل سے چار غلام مراد ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں اولاد اسماعیل سے مراد وہ ہوں  
اولاد میں ان کے ذکر کی افضلیت ظاہر کرنے کے لیے ہو۔

واضح ہو کہ ذکر کرنے والا کے ساتھ بیٹھے سے ظاہر مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ ذکر میں شریک ہوں اور اگر ان کے ساتھ  
صرف بیٹھا مراد ہیں تو یہ بھی درست ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہمُحَمَّدٌ لَاشِئٍ جَلِيسٌ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہنشین  
نامراضی۔ یہ حدیث کتاب التذکرات میں آئی ہے اور اس حدیث سے مفہوم کو درست ظاہر کرتی ہے۔ واضح ہو کہ چار کے عدد  
کا راز شائع علیہ السلام کر ہی ہوتا ہے۔ اس طرح یہاں بھی عدد ذکر ہوتا ہے۔ بعض علماء حدیث کے بارے میں اپنے ظن و  
تخمين سے فہم کے تحت یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں۔ مثلاً یہاں چار کے عدد کو چار ہی ہے کہ یہاں چار عبادتیں جمع  
ہیں۔ اللہ کا ذکر، اللہ کی حمد، اللہ کی شکر، اللہ کی تعظیم۔ لیکن یہ غلط ہے۔ یہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نماز کا ذکر کے ساتھ اسماعیل کی  
تخصیص کے تحت یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں۔

انہیں سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فجر کی نماز جماعت سے  
پڑھے پھر سوچ نیکے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر  
کرے پھر وہ کتنی پڑھے تمہارے حج اور  
حجرات جتنا ثواب ملے گا۔ حضرت انس کہتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پورے  
حج و عمرہ کا پورے حج و عمرہ کا پورے حج و عمرہ  
کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

وَحَدَّثَنَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْلُو مِنْ صَلَوةِ الْفَجْرِ  
يَذْكُرُ اللَّهُ حَتَّى  
تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ يَخْتِي مَنْ قُلُوبِ  
إِسْلَامِهِ وَلَئِنْ أَقْعَدَ مَعَ قَتْلِهِ  
يَذْكُرُونَ أَمْلَهُ مِنْ صَلَوةِ الْفَجْرِ  
إِلَى أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ  
إِنْ أُخْتِيَ أَنْ يَخْتِيَ -

(رواۃ الترمذی)

اس حدیث کے معنی یہ ہیں۔ اس نماز کا وقت اس حدیث کے ظاہر حکم کے مطابق



تجسیر پائی تھی وہ نفل پڑھنے کا پورا ہو گیا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی اٹھے اور اس کے کندھے کو کچل کر کہا: پھر فرمایا: پھر جا کہ بیٹیک اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر فرمایا: اسے خطاب کے بیٹے اللہ تجھے درستی و راستی پر قائم رکھے۔

مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ قَوْفَ حُمْرٍ  
فَاتَّخَذَ بِمُكَابَّهِ فَهَرَّةً ثُمَّ قَالَ  
أَحْسِنُ فَإِنَّهُ لَمْ يَهْدِلْ أَهْلُ الْكِتَابِ  
إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَاتِهِمْ فَضْلٌ  
فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَصَرَهُ فَلَمَّا لَأَصَابَ اللَّهُ يَدَهُ  
يَا ابْنَ الْخَطَّابِ -

(نَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ)

(البرادوف)

۱۔ اُنْذِقُ عمرو کی زیر پیر را اس کے بعد را آخری قاف کے ساتھ آپ تابعین سے ہیں۔ حادثی بصری ہیں۔ کوئی راویوں میں سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ ۱۱۲۱ میں فوت ہوئے۔

۲۔ برشتہ ملا کی زیر پیر ساکن پیر ثنا کے ساتھ حضرت البرشتہ صحابی ہیں۔

۳۔ یہی نمانہ سکاں نماز کی طرف اشارہ فرمایا جو انہوں نے ادا کی تھی مثلاً ظہر یا عصر کی نماز۔

۴۔ یہ راوی کا شک ہے۔ مثل ہاں بنا پر فرمایا کہ یہ نماز جو انہوں نے ادا کی تھی بعینہ وہ نماز نہ تھی جو انہوں نے آخرت میں اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی تھی۔ اگر یہ مدعی کی نوع ایک تھی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مثل اس اعتبار سے کہا کہ یہ نماز جو انہوں نے ادا کی تھی اس نماز کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی تھی۔ جیسے کہ وہ ظہر کی تھی اور یہ مثلاً عصر کی نماز۔ راوی فرما کر وہ۔

۵۔ یہ شخص رکعت اُحل میں ہی مثالی ہو گیا تھا۔ مسوق نہ تھا۔

۶۔ کہ جو دائیں جانب تھا انہوں نے دایاں رخسار مبارک دیکھا اور جو بائیں جانب تھے۔ انہوں نے بایاں رخسار مبارک دیکھا۔

۷۔ یہاں شہادت کے الفاظ مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم البرشتہ یعنی میری طرح پھرے اور اپنے آپ کو مختلفا تب سے یہاں کہ تاقضی عبارت ہے۔ ادا ان کا یہ پیر تا بائیں جانب تھا یا دائیں جانب۔ جیسکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکعت میں ایک ہوئی ہے۔

۸۔ یہاں قیاس کا قاعدہ کہاں نے تجسیر اور پائی تھی، یہ ہے کہ وہ شخص مسوق نہ تھا کہ ہقیقہ ناد پوری کرنے کے لیے اٹھا ہو بلکہ وہ سنت ہو کہ ادا کرنے اٹھا تھا۔ جیسکہ راوی کہتا ہے۔ یشفع یعنی دعا نما لیکہ وہ نماز (فرق) سے نماز است) طائے والا تھا۔ یعنی دعا کا کمال اس کا کہ سنت ہو کہ ادا کرے۔







علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی کر لو۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْعَلُوا

(احمد نسائی)

وَدَعَاءُ أَحْمَدُ وَالتَّسَافُؤُ

(دارمی)

(المقدیری)

آہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ظہور صحابی ہیں۔ کاتب وحی ہیں فقہار صحابہ اور ان میں جلیل القدر شخصیت اور انھیں قلم کے قائم کرنے والے ہیں۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر ساڑھے سببھی تھی آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن پاک جمع فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن پاک مصحف عثمان میں نقل کیا۔  
۱۰ یعنی ایک انصاری شخص کے خواب میں آیا۔ یعنی اس موع کے پاس خواب میں فرشتہ آیا۔ حدیث میں آیا ہے بیشک صالح مرد کا خواب خوالوں کے فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور فیض الخ انسان کا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

۱۱ یعنی اس فرشتہ نے خواب میں اس انصاری سے کہا۔

۱۲ یہاں موت تبیح کے ذکر پر اکتفا کیا یا تو اختصار کے لیے یا سب (حدیث بکیر) کو بھی تبیح کہہ دیا کہ حدیث بکیر میں بھی اللہ تعالیٰ کا تہنیر اور تقدیس پائی جاتی ہے۔

۱۳ کہ اس میں ۲۵ بار کلمہ لا الہ الا اللہ بھی شامل کر لو۔ تاکہ سوا عدد پورا ہو جائے۔

۱۴ یعنی یہ کہ یہ نیک انسان کا خواب ہے اس طرح بھی کہ لو جس طرح یہ موصالح کتاب ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خواب پر عمل درآمد کا حکم جاری کر کے اس کی تائید کر دی۔ تو اب یہ بھی شرعی حجت و دلیل بن گئی۔ اس امر کا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تائید و توثیق ذکر کرتے تو حجت نہ بن سکتی۔ اسے خوب سمجھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے سنا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے اسے صحت کے سوا کوئی چیز رحمت کے واسطے سے نہیں ملے گی۔ اور جو شخص بستر پر لیٹے وقت اسے پڑھ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی تک اس کے پاس والوں کو امن و عافیت میں رکھتا ہے۔

وَمَنْ عَنِ عَنِّي قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَحْمَدَ هَذَا الْبَيْتِ يَقُولُ مَنْ كَسَا آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِهِ مَاتَ لَمْ يَمُتْهُ مِنْ مُغْلِبِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْبَوْدُ وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَكُونُ مَضْمَعًا أَمِنَهُ اللَّهُ عَلَى دَائِمِهِ وَدَارِ جَارِمِهِ وَآهْلِ دُورِهِ وَحَرْكِهِ



يُنْفِي رَجُلِيْهِ مِنْ مَّالُوْقِ الْمَغْرِبِ وَ  
الْقُبَيْحِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا  
شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَسْبُ  
بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُنْفِي وَيُؤَيِّتُ وَهُوَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ  
كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ  
وَمُحِيَّتٌ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ  
لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَتْ لَهُ جَزَاءٌ  
مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهِ وَجَزَاءٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ  
الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَجَلْ لِدَنْبٍ أَنْ يُدْرِكَهُ  
إِلَّا الشَّرَّكَ وَكَانَ مِنْ أَفْضَلِ  
النَّاسِ عَمَلًا إِلَّا بِحَسَنَةٍ يُفَضَّلُ يَقُولُ  
أَفْضَلُ مِنَّا قَالَ -

نَعَاؤُ أَحْمَدُ وَنَعَاؤُ التِّرْمِذِيِّ  
نَعَاؤُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ إِلَى قَوْلِهِ إِلَّا  
الْفَرْكَ لَكُمْ يَذْكُرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ  
وَلَا يَذْكُرُ الْغَيْرَ وَقَالَ هَذَا جَوَابُكَ

حَسَنٌ صَدَقَ

اور پاؤں موڑنے سے پہلے دس بار یہ کہہ لیا کرے  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک  
نہیں۔ وہی ہر شے کا مالک ہے۔ اسی کی حمد و ثنا ہے  
اس کے قبضے میں خیر ہے۔ زندگی اور موت دیتا ہے  
اور ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے لیے ہر ایک کے بدلہ  
میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس گناہ مٹائے جاتے  
ہیں۔ دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ اور ہر برائی  
سے اس کی حفاظت ہوتی ہے۔ شیطان مردود سے  
امن میں رہتا ہے۔ شرک کے سوا کوئی  
گناہ اسے نہ چھو کے گا۔ اور وہ لوگوں سے  
عمل میں افضل ہوگا۔ سوائے اس کے جو  
اس سے زیادہ کہہ لے۔ کہ وہ اس سے  
بڑھ جاتے گا۔

(احمد) اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت ابوذر  
سے اَلَا شَرَّكَ بَشَرٌ رَّوَّيَتْ كِ۔ اور اس نے  
نہ نماز مغرب کا ذکر کیا اور نہ بیدم الغیر کا اور  
فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

ۛ

اے عبد الرحمن بن عمر میں کی زبرد اور فوج ساکن۔ آپ اخروی شمالی ہیں۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔  
حضور میں اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک میں اسلام لائے مگر آپ کی خدمت اقدس میں نہ پہنچ سکے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ  
عنہ کی طبیعت بکریوں میں ان کے حاکم رہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کو شرف صحبت نبوی صلی صلی اللہ علیہ وسلم  
نسیب ہوا ہے مگر قرآن اور زیادہ صحیح ہے۔ آپ گد ماہ صحابہ سے اعلیٰ روایت کرتے ہیں۔ اپنے وقت میں شام کی  
فقیر ترین شخصیت تھے۔ کہ شام کے تابعین ان سے ہم فہم مائل کرتے تھے۔ اور بڑی جلالت و قدر کے مالک تھے۔

عہ کہ سنت الہی اس طرح جاری ہے کہ کفر سے عفو و مغفرت کا تعلق نہیں ہو سکتا (بغیر توبہ کے)

۱۸۱۱ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

۱۸۱۲ یعنی ابھی اسی حالت پر بیٹھا ہو جاتیمیات میں ہوتا ہے۔

۱۸۱۳ یعنی روایات میں بیدہ الخیر بھی دیکھتے کا لفظ آیا ہے۔

۱۸۱۴ اور ایک روایت میں لم یسبح ان یذکرہ کا لفظ آیا ہے یعنی جائز نہیں اور کسی گناہ کو یہ جرات نہیں کہاں کی طرف رخ کرے اور اس کا گنہگار کرے اور اس پر اثر انداز ہو سکے یعنی توبہ کی توفیق اور استغفار کی برکت اور خدا تعالیٰ کے عفو و مغفرت کا بدولت۔

۱۸۱۵ یعنی الفاظ الگ الگ میں گران کا معنی ایک ہے اور لفظ لا اشکر تک روایت کیے۔

وَحَنَ عَمَّا ابْنُ الْخَطَّابِ ابْنُ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ  
بَعَثًا رَقَبًا نَجْدًا فَتَنَّمُوا غَنَاءَ ثَمَّ  
كَثِيرَةً وَاسْمَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ  
نَجْدٌ مَنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَا نَأْيَا بَعَثًا  
اسْمَاعَ رَجْعَةً وَ لَا أَفْضَلَ غَنِيمَةً  
مَنْ هَذَا الْبَعَثُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدْلُكُمْ عَلَى قَوْمٍ  
أَفْضَلَ غَنِيمَةً وَ أَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمًا  
شَهِدُوا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوا  
يَذْكُرُونَ اللَّهَ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ  
فَأُولَئِكَ اسْمَاعُ رَجْعَةً وَ أَفْضَلَ  
غَنِيمَةً۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا  
حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ حَمَّادُ ابْنُ لَاحِظٍ  
حَمَّادُ الرَّاقِشِيُّ هُوَ ضَعِيفٌ فِي السُّنَنِ

۱۸۱۶ خبر مشہور علاقہ سے جو تہامہ سے جواز تک چیلایا ہوا ہے۔ خبر دراصل بلذنین کرکتے ہیں۔  
۱۸۱۷ جو ایک گھڑی میں بے در شمار ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔

۳۵ بخاری نے کہا غلط حدیث ہے۔ ابن عیین نے کہا اس کی حدیث کو چیز نہیں۔ اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔

## بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَكَأَيُّبَاحٍ مِنْهُ

ان کاموں کا باب جو نماز میں ناجائز ہیں

اور جو مباح ہے

فقہ

یعنی یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جن میں یہ وضاحت آئی ہے کہ فلاں فلاں کام نماز میں ناجائز ہے۔ بعض سوں میں تو کیا حرج منہ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی اور وہ کام جن کا نماز میں کرنا مباح اور جائز ہے۔ واضح ہو کہ بعض کام ایسے ہیں جو نماز کو فاسد کر دیتے ہیں۔ اور بعض کام مکروہ ہیں اور بعض مباح ہیں ان کی پوری تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اور نماز میں عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں جو کام ایک ہاتھ سے کیا جا سکے وہ قلیل ہے۔ اور جس کام کے کرنے میں دونوں ہاتھ مصروف کرنے پڑیں وہ کثیر ہے۔ یعنی جس کام کے سرانجام دینے میں عادتاً دونوں ہاتھ استعمال ہوتے ہوں جیسے دستک باندھنا۔ کرتہ اتارنا۔ اور تہ بند باندھنا اور مکان سے تیر چھینا کہ یہ کام نماز کے اندر اگر ایک ہاتھ سے بھی کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور وہ عمل جو مادہ کا ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے جیسے تہ بند اوپر اٹھانا۔ اور ٹوپی سر پر رکھنا اگر یہ عمل دونوں ہاتھوں سے بھی کرے گا تو نماز فاسد نہ ہوگا مگر آخر علماء نے عمل کثیر کی اس تفسیر کو اختیار کیا ہے کہ اگر نماز کی حالت یہ ہو کہ دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نماز نہیں پڑھ رہا تو عمل کثیر ہے اور اگر دیکھ کر شک میں پڑ جائے اور شک کرے کہ نماز میں ہے یا نہیں۔ تو وہ عمل قلیل ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عمل کثیر کی حاکم تفسیر یہ ہے کہ تین بار ظہار ایک فعل کرنا عمل کثیر ہے اور اس سے کم عمل قلیل ہے جیسا کہ فقہی نے ذکر کیا ہے اور کتب فقہ میں سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص ایک آدمی کی امامت کر رہا ہو اس دوران میں آٹھ یا ایساں کی آٹھ یا ایساں ہی مقدار آگے بڑھا جتنا فاصلہ امام اور صف اول کے درمیان ہوتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر وہ ایساں کی آٹھ یا ایساں ہی مقدار چلا جتنا فاصلہ ایک صف کے درمیان ہوتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دو صف کے فاصلہ ایک حقیقت چار تو نماز فاسد نہ ہو جائے گی اور اگر ایک صف کی مقدار چلا اور کھڑا ہو گیا پھر ایک صف کی مقدار اور چلا اور کھڑا ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور فقہاء نے ظہیر یہ سے نقل کیا کہ نماز پندرہ یہ ہے کہ اگر بار بار عمل کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور ماشیہ شنی میں علامت ظہر میں کھسا کہ اگر نماز کے دوران اس جگہ دھوپ آ جائے۔ اور تیش محسوس ہونے لگے۔ اس تیش سے بچنے کے لیے سایہ کا جانب ایک دو قدم چل آئے تو فاسد نہ ہوگی۔







یہ غیر غلط سمجھتے تھے جس کا خط ان کے موافق ہو گا تو درست ہے۔

الْأَكْبَرُ يَقْطَعُ قَتْنًا قَاتِنًا غَطًّا  
قَذًاكَ

(مسلم شریف) اور ان کا قول "میں خاموش ہو گیا" میں نے صحیح مسلم میں یوں ہی پایا۔ اور کتاب حمیدی میں ہے کہ جامع الاصول میں کئی کے اوپر لفظ کذا سے صحیح کہا ہے۔

نَعَاءُ مُسْلِمٍ قَوْلُهُ لَكِنَّ سَكَنَ  
هَكَذَا وَجَدْتُ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ  
كِتَابُ الْحَمِيدِيِّ وَصَحِيحِ فِي جَمْعِ  
الْأَصُولِ بِلَفْظِهِ كَذَا قَوْلِي يَكْفِي

۱۷۔ سلمیٰ بن اکرم۔ دربروں کے ساتھ صحابی ہیں۔ قبیلہ بنو سہم میں سے ہیں۔ اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

۱۸۔ اور ثانی کے لفظ میں جو زلفی سے مشتق ہے شدت اور حدت نگاہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی انہوں نے مجھے تیز نگاہی سے دیکھا کہ تو نماز کی حالت میں جھینک کا جواب دے رہا ہے۔

۱۹۔ یعنی میری ماں کا طوافت ہونے پر انہوں نے شکل ثناء کی پیش کاف ماکن اصداس کی پیش اور دونوں زبروں کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ط کے کامرنا یا اس کے دوست یا کسی اور عزیز کامرنا اور یہ وہ لفظ ہے جسے عرب لوگ تعجب کے وقت اور کسی امر کو تعجب و عقل جانتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔

کہ میں میں نے اپنے دل میں کہا۔

۲۰۔ یعنی رعدہ اہل تعجب و اظہار تعجب پر اعتراض کرنے کے لیے۔

۲۱۔ یعنی میں نے مجھ یا کہ مجھے خاموش کرنے کے لیے اشارہ کر رہے ہیں۔ اور میری اس حرکت پر انکار کر رہے ہیں۔ تو میری حالت یہ ہوئی کہ میں نے اپنے دل کی قناعت سے بے خبر تھا اور وہ حضرات میری حرکت پر شدت سے اظہار غرور کر رہے تھے اور میں نے چاہا کہ انہیں کوئی جواب دوں اور ان سے انتقام لوں۔ لیکن میں خاموش رہا اور اپنے غصے کا استعمال نہ لایا۔

۲۲۔ کہہ رہا تھا کہ کسی نے غصے میں چلا کر بات کرنا اور کسی کو ذلیل و خوار سمجھتے ہوئے اس سے تشریف رولی سے نہیں لے گا۔ اور ان کے پاس میں ہوا تھا کہ وہاں پر تعظیم کا تقدر تو یہاں فلاں بھی بڑھا گیا ہے۔

۲۳۔ یعنی یہ غصہ ان کے غصے سے بڑھا کر تھے کہ ان کو دیکھا ہے۔ اس میں لوگوں جیسی باتیں کرنا ٹھیک اور روا نہیں ہے۔ اور لوگوں جیسی باتیں کرنے سے مراد ایسی باتیں ہیں جن میں انسانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے اور ان سے کوئی چیز طلب نہ جاتی ہے۔ علماء کرام مسائل میں یہ مسئلہ لائے ہیں کہ اگر ایک شخص نماز میں ہو اس سے لوگ دیانت کریں کہ تیرے پاس کس قسم کا مال ہے اور وہ جواب دیں کہ اقلیٰ والبغال والحمیر کہ یہ قرآن مجید کے کلمات ہیں۔ یا کسی آدمی

نے ساتے ایک کتاب رکھی ہو اور ایک شخص ٹیلی نامی پاس کھڑا ہو اور وہ کتاب والا کہے یا پہلی قرآن کریم کی اس کا سوا دھن کا فائدہ دینا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر قرأت کا ارادہ ہو تو فاسد نہ ہوگی۔

۹ اور ان لوگوں کے کلام کی جنس سے نہیں۔ چنانچہ اگر ایک آدمی نے قسم کھائی کہ وہ بت نہ کرے گا پھر قسم یا بیگم کہے یا قرآن پڑھے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔

۱۰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ کہے یا دوسرے الفاظ کہے جن کا معنی بھی یہی تھا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھینک مارے کو جواب دینا یعنی نماز میں یہ رکعت اللہ کہتا نا جائزہ و حرام اور مفید غائب ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص اس شخص سے ناواقف تھا کہ نماز میں کام کرنے کا جواز منسوخ ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے معذرت بھی کی کہ میں دور جاصلیت سے آیا بھی نہ تھا اور اسلام لایا ہوا ہے۔ لیکن ٹاٹ ڈیڑھ نہ کرنا کیونکہ مجھے پتہ نہ تھا کہ نماز میں کلام کرنا حرام ہے اور نماز کو توڑ دینا ہے۔ مجھے تو اب اس کا حکم ہوا ہے۔

اور امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر یہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے تو اس کے نماز باطل نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ رحمت و مغفرت کی دعا ہے۔ (یعنی کلمہ یہ رکعت اللہ اس بنا پر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شہادہ لٹانے کا حکم نہ دیا۔)

شیخ ابن الجہام رحمہ اللہ نے کہا اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہے رکعت اللہ تو نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کے یہ معنی اور اگر چھینک مارنے والا اپنے دل میں الحمد للہ کہے تو ہر رکعت کے مطابق نماز صحیح ہے۔ اس کا حکم امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ایک روایت کے مطابق یہ بت اس وقت ہے کہ بول کر دعا کہے کہ نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی۔

۱۱ کا بن عرب میں ایسے لوگوں کی جماعت تھی جو جنت وشت میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے تھے کہ نماز فاسد ہے۔ وہ شیاطین وغیرہ ان پر تھکی اور جھوٹی باتوں کا القاء کرتے تھے۔ پھر ان کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا کہ نماز فاسد ہے۔ ان کی خبریں دیتے تھے۔ اس کا مفصل بیان باب الکفائرہ میں اٹھا مائتہ قتال آئے گا۔

۱۲ یعنی جب کہ تو مشرف یہ اسلام ہو چکا ہے۔ تو کہتا ہے کہ نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کہے کہ نماز فاسد ہے۔ ۱۳ یعنی بد فالی اور بد شگون کے قائل ہیں۔ اور اس عقیدے کے تحت کہ نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کہے کہ نماز فاسد ہے۔ ۱۴ جانب اڑ کر جائیں تو اس کام کو نیک اور اچھا خیال کہتے ہیں۔ اور حکم دینا شروع کرتے ہیں کہ نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کہے کہ نماز فاسد ہے۔ ۱۵ بائیں جانب کو اڑ کر جائیں تو اسے برا خیال جانتے ہیں۔ اور حکم دینا شروع کرتے ہیں کہ نماز فاسد ہے۔ چھینک کر کہے کہ نماز فاسد ہے۔ ۱۶ اس کے بعد اسلام میں ہر طریقہ سے اور ہر قسم کا بد فالی منور ہے۔ اس کی مزید تفصیل باب الکفائرہ میں آئے گی۔

۱۱۔ یعنی یہ وہم و گسست کی بات ہے۔ ایمان کے دلوں میں آتی ہے۔ لہذا چاہیے کہ وہ اس قال کی بنا پر اس کام سے نہ رکیں جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ سب کچھ قدرت الہی سے ہوتا ہے اور موثر حقیقی مرت وہ ذات ہے۔ اگر دل میں غلبان اور وہم گرسے تو خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس وہم و غلبان سے گزر جانا چاہیے اور اس موقع پر وہ ماثور دعا پڑھنی چاہیے جو ایسے موقع کے لیے ہے۔ جیسا کہ دعاؤں کے باب میں اس کا ذکر آئے گا۔

۱۲۔ اس سے عمل بدل کی جانب اشارہ کیا کہ بعض لوگ عمل بدل کے لیے خط کھینچتے ہیں اور ان سے بعض احکام اور نیب کے حالات معلوم کرتے ہیں۔

۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی خط کھینچتے تھے۔ مراد حضرت ادریس ہیں یا حضرت دانیال علیہما السلام۔

۱۴۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سزا عطا فرمائی کہ اس عمل کی نسبت بعض انبیاء کی طرف ہے۔ ان کی نبوت کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ باوجودیکہ انبیاء کی شریعتوں میں اختلافات بھی ہیں۔ اور وہ ضرغ بھی ہو چکی ہیں۔

یہاں سے بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے عمل بدل کو مباح قرار دیتے ہیں۔ مگر اکثر علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے اس کو یہ حجت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبی کے خط کے موافق و مطابق ہونے کے ساتھ ہی اس کی اس کے ساتھ مطابق کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی علم اور ذریعہ نہیں کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ عمل بدل کا یہ خط اس نبی کے خط کے مطابق ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علیہ السلام سے رسول کی مثال و غلطی کے ساتھ مشغول ہونے کی کوئی نص و روایت نہیں آئی۔ لہذا حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مباح کہ "مَنْ دَانَ فِي خَطِّهِ وَانْطَلِ اَوْ اس عمل سے باز رکھنے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے یہ کہنا آج کے لوگ اس نبی کے خطوط سے اپنے خطوط و اشکال موافق کرنے سے عاجز ہیں تو اس طریق سے حجاج ہو گیا کہ عمل کا من حیث اسلافی نہ ہو۔ فارغ ہے اور یہی درست بات ہے۔ تنگی کی مختلف شکلیں اور ان لوگوں کے لیے یہ بات کا بھی حقیقین سے آراستہ ہندو اور حقیقین شائع کے نزدیک بھی حکم ہے (کہ یہ سب کچھ ضروری ہے کہ خط کھینچنے کا ہے)۔

تَلَوْنِ السُّورِ وَ اَشْعَاكِهِ

وَوَافِقِ الشَّجَاعِ وَ اَمَثَالِهِ

ترجمہ: پھر ان لوگوں کی مثال بدل سے الگ ہو جا۔ اور حضرت نسا ج رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے خدا رسیدہ حضرات کی مخالفت و مخالفت اختیار کر۔

شیخ ابو العباس بولی وہ ہیں جو علم تکبیر کے سادہ کے اہل دعوت دہلی سے ہیں اور حرکت کے خواص بیان کرتے ہیں۔  
 ظاہر یہ ہے کہ نساج سے شیخ ابو بکر نساج رحمۃ اللہ مران میں جو شیخ ابو العباس بولی رحمۃ اللہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔  
 اس حدیث کے ابتدائی لفظ کئی سکت جو مذکور ہوئے ہیں اس کے بارے میں حضرت حنفی فرماتے ہیں کہ میں نے  
 صحیح مسلم شریف کے متن اور کتاب حمیدی میں جو صحیحین در بخاری و مسلم کی جامع ہے، اسی طرح پایا ہے۔ مگر صرف رحمۃ اللہ یہ  
 بھی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کئی سکت کی تصحیح لفظ کذا کے ساتھ جامع الاصول میں کر دی گئی ہے۔ یہ جامع الاصول صراحۃً کی  
 جامع ہے اور لفظ کذا لکھی سے پہلے لایا گیا ہے یہ لفظ کذا تصحیح کی علامت ہے۔ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ کئی سکت کا  
 نشان لگانا چاہیں جس کی عدم صحت کا گمان ہوتا ہے تو اس سے پہلے لفظ کذا لکھتے ہیں جیسے لفظ سادہ یا لفظ صحیح لکھتے ہیں مطلب  
 یہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ اصول کی کتابوں میں اسی طرح واقع ہوتا ہے اور صحیح ہے اس کے متعلق نہ صحیح ہونے کا گمان درست نہیں  
 ہے۔ اور کئی کا لفظ کئی سکت میں زائد معلوم ہوتا ہے یعنی اس قدر اتفاقاً کافی ہیں کہ ان کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے (یہی وجہ ہے  
 نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا) اور صحیح میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے  
 اسے مقرر عبارت کا اعتبار کرنا پڑتا ہے جیسا کہ ترجمہ میں اس جانب اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اسے ضرب ثبوت

۹۱۶ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ  
 كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَ هُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا  
 فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ سَلَّمْنَا  
 عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدُّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا  
 رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلَاةِ  
 فَتُرَدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنْ فِي الصَّلَاةِ  
 لَشُغْلًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ جو ملک حبشہ کا بادشاہ تھا۔ اور صحابہ کرام نے کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے حبشہ کو ہجرت کی اور ان کے پاس پہنچے تھے۔ اس نجاشی کو چونکہ اپنی مذہبی کتابوں اور تورات میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں  
 پیشگی علم ہو چکا تھا اور یہ شخص پہلے عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ حبشہ میں صحابہ کی اشریت اور یہی کی بدولت مشرت بہ اسلام ہو گیا۔  
 اس نے صحابہ کرام کے اس کے ملک میں آنے کو غنیمت جانتے ہوئے ان کی بڑی خدمت کی اور اسلام دوستی کا حق ادا کر دیا۔  
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفے اور ہدیے ارسال کیے۔ نجاشی زن کی زبردستی کے ساتھ بعض نے زن کی

زیر کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔ اور صاحب قاموس نے ثون کی زیر کے ساتھ اطمح قرار دیا ہے اور مجیم غفیف کے ساتھ اور یہ بھی اطمح ہے۔ اور تشدید یا کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ یا غفیف درست اور صحیح ہے۔ ابن عیینہ نے کہا۔ یا ساکن ہے کیونکہ وہ اہلی ہے یا ثبت نہیں ہے۔ اور صاحب قاموس نے تشدید کے ساتھ بھی درست قرار دیا ہے۔ مگر تخفیف کو اطمح کہا۔ یہ نجاشی سلمہ میں انتقال کر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کے ساتھ اس کی نماز خانہ غائبانہ پڑھی اگر فی الحقیقت غائبانہ تھی کیونکہ حضرت جبریل نے ان کی لاش اٹھا کر حضور کے سامنے رکھ دی تھی۔ کافی الحدیث

۱۵ اپنی پرانی عادت کے مطابق۔

۱۶ یعنی اس بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سلام کا جواب نہ دیا۔

۱۷ نمازیں معروفیت و مشہوریت ہے کہ نماز خدا تعالیٰ کے ساتھ ثاببات اور عبودیت میں اشراق کا مقام ہے۔ مقصود یہ ہے کہ سلام کے جواب کے طور پر گفتگو کرنا بھی لوگوں کے ساتھ کام کرنے کے مانند ہے۔ پسے ایسا کرنا باج تھا۔ مگر اب یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس شخص کے بارے میں جو مسجد کی جگہ کی مٹی برابر کرے فرمایا اگر تمہیں کرنا ہے تو مرتب ایک بار کرو۔

۱۸ وَ عَنْ مَعْقِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يَتَوَدَّى الثَّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ قَائِلًا فَرَّاجِدًا -

(بخاری و مسلم)

(مشفق علیہ)

۱۹ معقیب رحمہ اللہ، عین کی زیر یا ساکن ثبات کی زیر اور دوسری یا کی جزم کے ساتھ۔ آپ صحابی ہیں۔ مگر معظمہ میں بیان لائے۔ جنت الباقی، جبریل کی اور وہیں ایک عمر تک عجم رہے تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے سپرد ہوئی تھی امداد سے حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیت اللہ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ کائنات میں لکھا کہ آپ پیری تھے۔ جذام کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں بستہ تھے اور انہیں کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ بعض نے کہا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ ایک معقیب امداد میں وہ تابعی ثقہ ہیں۔ جہاں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اس روایت کرتے ہیں۔

۲۰ یہی لکھا کہ اور اگر کرنا ضروری ہو تو پھر صرف ایک بار کرنا زیادہ دفعہ نہ کر۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ بار سے اس سے منع کیا کہ اس سے نماز فاسد یا مکروہ ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ عمل کثیر کی تفسیر پر مبنی ہے اور یہ تفسیر گذشتہ صفحہ میں گزر چکی ہے۔



۹۱۹ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ  
الْاَلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ الْخِطَابُ  
یَتَخَلَّسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر  
دیکھنے کے واسطے یہ پرچھا کر لیا وہ ایک لینے ہے کہ  
شیطان بندے کی نماز میں سے اتنا حصہ ایک  
لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اے واضح ہو کہ ادھر ادھر تو مجہو ہونا اس وقت کر وہ ہے جب کہ گون اور چہرہ اس قدر پھیرے کہ کعبہ شریف سے چہرہ  
مڑ جائے اور اگر سیدہ بھی اس قدر پھیرے کہ مکمل طور پر کعبہ سے مڑ جائے تو نماز قاسد ہو جائے گی اور صرف آنکھ کے ایک  
گوشہ سے دیکھنا جسے ملاحظہ کہتے ہیں یہ نہ مفید نماز ہے نہ مکروہ۔ مگر نماز میں باہر یا لایا بھی نہ کرے اور اپنی مادت نہ بنائے  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپ گوشہ چشم سے معتدلیوں کے ملامت ملاحظہ فرماتے  
تھے۔ مگر اس حدیث کی صحت میں کلام ہے کسی شخص نے حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بعض علماء صریحاً اسناد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ گوشہ چشم سے آنکھ اٹھ کر دیکھتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے  
اس بات کا سختی سے رد کیا مفسر سے آپ کی حالت بدل گئی اور آپ پر زہر طاری ہو گیا اور آپ نے زہر زہر سے  
بولنا شروع کر دیا۔ اور فرمایا اس حدیث کا اسناد صحیح نہیں ہے۔

۹۲۰ وَ عَنْ ابْنِ مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِهِنَّ  
اَقْوَامٌ عَنْ رَفْوِهِمْ اَبْصَارُهُمْ عِنْدَ  
الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَّا السَّاءُ اَوْ  
لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابن مرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں  
کو جو نماز میں دعا کرتے ہیں ان کی آنکھیں  
اٹھ جائیں گی۔ (بخاری و مسلم)

اے یعنی لوگوں کو چاہیے کہ نماز میں آسمان کی طرف نگاہیں نہ اٹھائیں بلکہ زمین سے ہاتھ پاؤں لگا کر دعا کریں  
گے تو ان کا بھیجیں ایک لی جائیں گی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ  
مبارک اٹھایا کرتے تھے جب حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا۔  
جو لوگ اپنی نمازوں میں غرض (بجز وقایع اختیار کرتے ہیں) تو آپ نے سر مبارک سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ

۹۲۱ وَ عَنْ ابْنِ قَتَادَةَ قَالَ نَأَيْتُ النَّبِيَّ  
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّاسِ  
وَأَمَامَهُ رِبْنْتُ ابْنِ الْعَاصِ عَلَى عَرَقِهِ

حضرت ابن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی امامت کرتے  
ہوئے دیکھا۔ اس وقت ابوالعاص کی بیٹی آپ کے







کہ تم سب لوگ اسے دیکھو مگر مجھے یہ بھی بھائی سلیمان کا دوا  
یاد آگئی یعنی ربّ صبا لکھا لائیں نبی لاخیر من لکبہ (یارب  
مجھے ایسی حکومت و سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اللہ کے  
لائی نہ ہو تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ ناکام و نامراد  
چلا گیا۔ (بخاری و مسلم)

تَنْظُرًا لِّمَا لَكُمْ فَذَكُّوهُمْ دَعْوَةً  
اِخَىٰ مُلْكًا رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا لَا  
يَنْبَغِي لِاحِدٍ مِّنْ بَعْدِي فَرَدَّدَتْهُ ،  
خاموشا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷ یعنی ان خبیث جنات میں سے ایک جن کہیں سے چھوٹ کر آگیا جنہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے  
بند کر دیا تھا۔

۱۸ عنایت میں کی زیر ناک کی جزم اور ایک روایت کے مطابق راک کی شد کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی قوی سرکش  
ظالم شیطان عفارہ سے شقی ہے یعنی غیث و شیطنت بعض کہتے ہیں کہ عفرہ تعفیر سے شقی ہے یعنی خاک میں  
لوٹنا اور دوسرے کو خاک میں لوٹانا یعنی وہ شیطان جو اپنے ساتھی کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

۱۹ ملک سے جنات و شیاطین کی تسخیر اور ان پر تعریف و تسلط کرنا مراد ہے اور جب کہ حضرت  
سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی۔ اور اس ملک (تسخیر جنات) کو اپنے لیے مخصوص کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یہ چاہا کہ اس تعریف کا اظہار کریں اور ملک سلیمان میں ملاحت کریں و دینی الحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تعریف و  
قدرت اور سلطنت کی قوت حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر تھی کہ جن دانیس کے ملک و ملکوت بلکہ تمام جہاں خدا  
تعالیٰ کی تقدیر و تعریف صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و تعریف کے احاطہ میں ہیں۔

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے نماز میں  
کوئی حادثہ پیش آجائے اسے چاہیے کہ تسبیح کہے تالی  
بجانا تو عورتوں کے لیے ہے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ تسبیح مردوں  
کے لیے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔  
(بخاری و مسلم)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ كَانَتْ يَدَايِهِ فِي صَلَواتِهِ فَلْيُسَبِّحْ  
فَاِنَّهُ يَنْصَبُ لِلنِّسَاءِ  
وَمَنْ كَانَتْ يَدَايِهِ فِي التَّسْبِيحِ لِلرِّجَالِ  
وَالنِّسَاءِ لِلنِّسَاءِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انوکھ اسباب قدرت تعریف کے عقیدہ کو کفر و شرک قرار دینے والے  
(مومنین) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا بغور مطالعہ کریں۔ حترجم غفرلہ۔



یعنی ملک جبریل کی طرف بھرت کرتے سے پہلے۔  
 ۳۲۹ وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبَلَالٍ  
 حَيْثُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ يَدْعُو عَلَيْهِمْ  
 حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَ هُوَ  
 فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - وَ فِي رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ  
 نَحْوَهُ وَ يَحْضُرُ بَلَالٌ مُهَيَّبٌ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 ہیں میں نے حضرت بلال سے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم لوگوں کو کیسے جواب دیتے تھے جب کہ وہ آپ  
 کو نماز میں سلام کرتے تھے فرمایا اپنے ہاتھ سے اشارہ  
 کرتے تھے۔ (ترمذی)

اور نسائی کا ایک روایت میں بھی اسی طرح  
 ہے اور بجائے بلال کے صہیب ہے۔

اسے اس اختلاف کا طریقہ تھا کہ ہمیں مبارک کو پھیلاتے پھر تھیلی کو نیچے کی طرف گھماتے اور پشت کو اوپر کی طرف  
 اشارت دینی بلال ہاتھ اشارت کرتے تھے۔ جیسا کہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی کی حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی  
 ہے اور کبھی صرف انگلی کے اشارہ پر کھڑت کرتے جیسا کہ ان تینوں محدثین نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت  
 کیا ہے اور صاحب سفر السعاده نے کہا ہے کہ کبھی آپ سر مبارک سے اشارہ کرتے تھے مگر ہم نے یہ بات کسی حدیث  
 میں ملنا نہیں پائی اور بعض شارحین نے کہا ہے کہ سلام کا جواب دینا سر اور آٹھ کے اشارہ سے جائز ہے مگر اس بارے  
 میں کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

باقی یہ بات کہاں طریقہ پر سلام کا جواب دینا نسخ سے پہلے تھا یا نسخ کے بعد اور یہ کہ صرف کلام سے سلام کا جواب  
 دینا منسوخ ہوا اور ہاتھ وغیرہ سے جواب دینا منسوخ نہیں ہوا۔ ظاہر یہی ہے کہ صرف کلام سے جواب دینا منسوخ ہوا۔  
 ۳۳۰ ابی نساۃ کی روایت میں بلال کی جگہ صہیب حارث ہوا ہے۔ یعنی ترمذی کی روایت میں تو اس طرح آیا ہے کہ حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ سوال  
 حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ یہ اختلاف اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے دونوں حضرات سے دریافت کیا ہو  
 جیسا کہ فرما شیخ میں مذکور ہے۔ ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں جو کچھ مذکور ہے یہ ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ  
 عنہ نے کہا میرا گندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا  
 تو آپ نے انگلی کے اشارے سے اس کا جواب دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال سے سوال کرنے کا  
 ذکر حضرت بلال کی حدیث میں ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار میں نماز

۳۳۱ وَ عَنْ زَكَوَّةَ بْنِ مَرْفَعٍ قَالَ  
 صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ  
لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا مَزِيدًا  
مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ  
يَرْضَى فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ  
الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ  
ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ  
ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ رِفَاعَةُ  
أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ ابْتَدَرَ هَابِضَةٌ  
وَتَلْتَوْنَ مَلَكَائِيَتُهُمْ يَصْعَدُ بِهَا  
رَفَاعَةُ التُّمِيدِي وَأَبُو دَاوُدَ وَ  
النَّسَائِيُّ

۱۔ رفاعہ را کے کہہ کے ساتھ

۲۔ مبارک کا فیہ یعنی برکت والی حمد و ثنا مبارک کا علیہ یعنی حمد و ثنا کرنے والے پر برکت کا نزول ہو

۳۔ یعنی وہ حمد و ثنا اور وہ حمد و ثنا کرنے والا جو خطا سے پاک ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈانٹ اور زجر کے خوف سے کوئی نہ بولا

۵۔ یعنی جب اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا جواب دیا جائے تو حضرت

۶۔ کہ کون ان کلمات کو اٹھا کر بارگاہ الہی کے حضور مقام قبولیت میں لے جاتا ہے

۷۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ چھپکنے والا اگر وہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے ادا کرنے کا ارادہ کرے

بلند آواز سے کہے نماز فاسد نہ ہوگی۔ شیخ ابن القمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نماز اگر دل میں حمد و ثنا کرے لیکن بلند آواز سے

نماز فاسد نہ ہوگی اس کا لب ہا کہ حمد و ثنا کرے گا تو خانہ ٹوٹ جائے گی اور شیخ موصوف اس حدیث کا مطلب یہ بیان

کرتے ہیں کہ یہ حدیث اس وقت سے تعلق رکھتی ہے جب کہ نماز میں ابھی گفتگو کرنے کی ممانعت نہ ہوئی تھی۔

پڑھی۔ مجھے دوران نماز چھپکنے والی توین نے چھپک  
کر کہا الحمد للہ حمد اکثر اطمینان مبارک کا فیہ مبارک کا علیہ کا  
محب ربنا دیر تھی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں بہت  
تعریفیں اور طیب و پاکیزہ حمدیں برکت والی اور ان  
پر برکت والی جیسی ہمارا رب چاہیے اور جن سے  
ہمارا رب راضی اور خوشی ہو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے نماز پڑھ لی اور پھر سے تو فرمایا نماز میں کلام  
کرنے والا کون تھا۔ کوئی نہ بولا۔ آپ نے پھر دوبارہ  
یہ فرمایا مگر کوئی نہ بولا۔ پھر تیسری مرتبہ یہ فرمایا تو حضرت  
رفاعہ نے مرنے لیا یا رسول اللہ میں ہلکا سا نہ بولا  
علیہ السلام نے فرمایا اہل فہم کی قسم مجھے قہقہہ قہقہہ ہونے لگی  
جانب سے اس میں تیس اور چند فرشتوں نے ہنسنے کی کہ  
کون انہیں لے کر چلے گا  
(ترمذی۔ ابو داؤد۔ نسائی)



واللہ اعلم۔

۹۱۸ وَ عَنْ أَبِي مُسِيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَشَاؤُ ب  
فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَنَازَعَ  
أَحَدُكُمْ فَلْيُكْظَمْ مَا اسْتَطَاعَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں جمائی شیطان  
کی طرف سے ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو  
بقدر طاقت اسے روکے۔

نَدَاهُ التَّرْمِذِيُّ وَ فِي أُخْرَى لَمْ  
وَرَوَى مَا جَعَلَ قَلْبَهُمْ يَدَا عَلَى يَدَيْهِ

ترمذی۔ اور ترمذی کا دوسری روایت میں ! اور  
ابن ماجہ میں ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

۱۔ کہ جو جمائی بستی نیند بدن کے بوجھل ہونے اور بے ذوقی کا موجب و سبب ہوتی ہے اور شیطان اس سے  
خوش ہوتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چینک کو پسند کرتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے چینک کے پسندیدہ  
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قوت و مانع، فرح و نشاط کی علامت ہوتی ہے اور جمائی اس کے برعکس ہے۔ تاہم یہ بھی وارد  
ہوا ہے کہ بڑے بڑے لوگ چینک شیطان کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ حد سے بڑھی ہوئی جمائی بھی ابلیس کی طرف سے ہے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم چینک کے وقت آواز پست رکھتے تھے اور جمائی کے وقت منہ مبارک بند کر لیتے تھے۔ اس  
بارے میں مزید گفتگو اب اگلا باب المناقب میں آ رہی ہے۔

۲۔ کلمہ کا حتیٰ ہے ہر وقت بند کر لینا اور بھول کو خاتمی سے پکڑ لینا بھی آتا ہے جیسا کہ گزرا۔ مگر جب کہ حدیث میں منہ پر ہاتھ  
رکنے کا ذکر آگیا ہے تو چاہیے کہ یہی متعین ہو لایا کہ غبار و آلودگی لب بند کرنے کا ذکر بھی آیا ہو۔

۹۱۹ وَ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَرَأْتُمُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فَأَجِبْهُ وَصَلُّوا  
ثُمَّ لَحِمَّ عَامِدًا إِلَى السُّجُودِ فَلَا  
يُشْعَلُ فِيهِ نَارٌ أَبَدًا يَجِبُ كِتَابَةُ فِي الصَّلَاةِ  
رَقَاةً أَحَدُهَا التَّرْمِذِيُّ وَ أَبُو

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص  
دھنوکے اور اچھے طریقہ سے دھو کرے۔ پھر سجدہ جانے  
کے ادا سے سے نکلے تو انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے  
کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(دارمی)

دَاوُدَ وَ الْبُخَارِيُّ وَ الْدَّارِمِيُّ۔

۱۔ عجرۃ عین کی پیش اور عجم ساکن سے۔ آپ صحابی ہیں اور اصحاب شجرۃ الرضوان میں سے ہیں۔

۲۔ یعنی دھنوک شراٹ اور اس کے آداب و مستحبات اور پوری توجہ اور حضور سے کرے بزرگ فرماتے ہیں  
جس قدر وضو میں توجہ، حضور اور اس کے آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا اسی قدر نماز میں حضور اور شراٹ و

خضوع نصیب ہوگا۔

۳۵ تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ بجالائے اور تقرب و مناجات حاصل ہو۔

۳۶ تو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں بند ڈالے کیونکہ جب وہ نماز کے ارادے سے مسجد کی جانب چل پڑا تو گویا وہ نماز داخل ہو گیا اور یہ عمل نماز میں منع ہے کیونکہ یہ خضوع و خضوع کے خلاف ہے۔ چھوٹی کھم ہر اس چیز کا ہے جو خضوع و خضوع کے منافی ہو۔ اس حدیث میں اس پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ نماز کو جاتے وقت بھی حضور قلب اور خضوع و خضوع اور ادب و وقار سے چلے۔

واضح ہو کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت آئی ہے، علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا شاید اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ممانعت جھگڑے، سختی اور ایک دوسرے سے دوست و گریبان پورنے کی علامت ہے۔ لہذا یہ جب ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوں کا ذکر کیا تھا تو تشبیک اصابع والگیوں میں انگلیاں ڈالنا کہتے تھے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ تشبیک اصابع آپس میں اتفاق و اتحاد کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کے رشتہ داروں (بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب) کو شمس مال دینے کے نام میں انکو پہلے سے نبی کی مجلس میں معلوم ہوتی ہے کہ یہ چیز خضوع و خضوع کی حالت کے خلاف اور طعنا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو تشبیک اصابع کے لیے جانے کی حالت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تشبیک اصابع کی اصطلاح پر انصاف پھر اس باب میں جو حدیثیں درج کیں جو اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں علامہ نے ان کو ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔

۳۷ جب کہ یہ عیبت اور فضول طور پر ہوا اگر کسی تشبیک اصابع کا فائدہ پہنچانے کی غرض سے ہو تو نہ عیبت نہ عیبت کے ذکر میں بیان ہوا۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصلح یدہ لصلوۃ اللہ علیہ لم یصلح یدہ لصلوۃ اللہ علیہ  
 (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

۳۸ وَ عَنْ رَافِیَ ذَیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُؤَبِّلًا عَلَى الْعَبْدِ وَ هُوَ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَمِثْ فَإِذَا انْصَرَفَ عَنْهُ -  
 رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ

(طبرانی)

۳۹ اور لطف و عنایت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے جب کہ بندہ نماز میں ہوتا ہے۔  
 ۴۰ اور اس سے اپنی نگاہ و لطف و عنایت پھیر لیتا ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک

مذہب و اہمیت تک اس اسلام ترقی کرنے سے صحیح بھی قرار دیا کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عزت و کرامت والے چہرہ سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب بندہ نماز میں خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کے بجائے اور صراحتاً چنانچہ معیان منتشر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے تو کسے دیکھتا ہے رنجہ سے بہتر کوئی اور ہے کہ مجھے جھوٹ کر تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اپنا رخ میری طرف کر جب بندہ یہ فرمانے پر دوسری بار بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ پھر اسی طرح فرماتا ہے تیسری بار پھر اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے اور بندہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنا رخ اس کی طرف سے پھر لیتا ہے۔ ایک شاعر نے اس مفہوم کو باں جما میں اس طرح ادا کیا ہے۔۔۔

آمد محران و کبر خویش مجراں سے کہے اسے تو بر خاطرین بارگراں

خبر من باد کہ من بسویہ نگراں      ہاشم تو نہی چشم بسویے و گراں

ترجمہ غوثیہ منکر و لبر مسیح کے وقت تشریف لایا اور کہا میرا دل تجھ سے بڑے بڑے جھگڑے دبا ہوا ہے۔

تجھے شرم کرنی چاہیے کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں مگر تو نے اپنی نگاہ دوسروں کی طرف لگا رکھی ہے۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ رَأَى نَارًا فِي بَيْتِهِ فَلْيَقْبِهَا»

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْاْ بَطْنَكُمْ مِنَ الْمَلَكِ الْمَكْرُومِ  
 کَرِیْمُ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ سجدہ

بَعَثَ لَكَ خَيْفًا تَسْجُدُ - سَوَادَا  
 محمد پر رحمہ اللہ۔ اس حدیث کو یحییٰ نے اپنے سنن کبیر میں

الْبَيْتُ فِي سُنَنِ الْكَبِيرِ مِنْ طَرِيقِ  
بَطْنِ الْحَسَنِ مِنَ النَّاسِ مَرْفُوعٌ رَوَيْتُ كِيَا۔

اس میں حدیث کا کتاب اس پر دلالت کرتا ہے کہ لپری نماز کے اندر نگاہ سجدہ گاہ پر چلائے رکھنا مستحب ہے۔ ثنائیہ کا  
اس میں یہ ہے جیسکہ آیت کریمہ فی سطور ہم غائے شوق کی تفسیر میں امام سیفناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام دلالت کرتا ہے مگر ساتھ ہی  
یہ بھی لکھا کہ مستحب ہے کہ نماز کی گنگاہ حالت قیام میں سجدہ گاہ پر، رکوع میں پاؤں کی پشت پر سجدے میں ناک پر اور  
القیام میں ہاتھ کی طرف ہو۔ ان کا یہ بیان اس کے موافق ہے جو علمائے حنفیہ نے کہا ہے حنفیہ اس میں تھوڑا سا  
اختلاف کرتے ہیں کہ کلام بچہ تے وقت نگاہ کندھوں کی طرف ہو۔ جیسا کہ نہایت شرح ہدایہ میں مذکور ہے سادہ بعض علمائے  
کتابت کہ حرم شریف میں نگاہ کعبہ پر رہنی چاہیے۔ اس جگہ لادری کے ذکر میں اصل کتاب کے اندر خالی سفید جگہ ہے  
اور ماہ شہر میں لکھا ہے کہ اسے بیعتی نے اپنے سمن کبیر میں بطریق الحسن من انس مرفوعاً روایت کیا۔

۹۳۷  
۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ  
انہیں سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

اللّٰهُ صَبَّحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِي فَمَجَّيْزِيَا اَسْمَاءُ

إِيَّاكَ وَالْآلِثَمَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ

میں ادھر ادھر رخ کرنے سے بچ کر جو نماز میں ایسا کرنا

---

ہاگت ہے۔ اگر ایسا کہ نامزدی ہو تو نفل نماز میں  
کرو گے نہ کہ فرض نماز میں۔

الْإِتِّفَاقَاتِ فِي الصَّلَاةِ هَكَذَا فَإِنْ  
كَانَ لَا بُدَّ فِي التَّطَوُّعِ لَا فِي

(15)

اس طرح کے خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر اپنی خاص مہربانی کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ ایک تو آپ اس وقت پہنچے تھے۔ دوسرے وہ پورے صدق و اخلاص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور آپ کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ (حضرت انس) آٹھ سال کے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہو گئے۔

۵۲ کہ نماز میں ادھر ادھر التفات کرنا بندے کے لیے آخرت میں ہلاکت و نقصان کا باعث ہے کیونکہ یہ شیطان کی فرمانبرداری اور درگاہ حضرت رحمان جل مجدہ سے روگردانی ہے۔ مشکلہ صا اور لام کی زبردستی ساتھ معنی نیست و نابود ہو جاتا۔

۳۵ یعنی اگر ادھر ادھر التفات کرنے سے کوئی چارہ نہ ہو اور تو اپنی مسئلہ کو کامل درجہ پر ادا کر سنے کی خواہش نہ ہو تو پھر نفل نماز میں ایسا کرے کہ اس کا معاملہ فرض نماز سے آسان ہے کہ فرض نماز کا احتیاط دیر سے کمال و تمام کرنا مزدی ہے مگر حقیقت میں فاعل میں نقصان فرض ہی کا نقصان ہے کیونکہ فاعل ورائض ہی کی تکمیل کے لیے ہیں۔

۹۳۳  
۱۹

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَبَالَ اِنَّ

حضرت ابن حاکم رحمہ اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فلانی کہہ انھوں نے کہتے تھے کہ وہ

يَمِينًا وَشَمَالًا وَلَا يَلْوِي عَنْهُ

گروہ کے پیچھے رہنے والے

خَلَّتْ ظَهْرَهُ -

دَرْوَاۃُ التَّرْمِذِیِّ وَالنِّسَابِیِّ

دینار و دینار

۱۰ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی غرض سے نماز

فصل پنجم در بیان این که چگونه می توان به خدا رسید

سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ یا بعض مقتدیوں کے حلال

کاد ڈالنے کے لئے آپ الیکٹرک سے متعلق غلام علی

مدے لے لیا کہ شاید نماز اعلیٰ میں کرتے تھے۔

مشہور حدیث میں گذرا علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ علماء

۹۳۲ و عَنْ عَبْدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ جَدِّهِ دَقَعَهُ قَالَ الْعَطَّاسُ وَ  
النَّعَّاسُ وَالتَّكْأُوبُ فِي الصَّلَاةِ وَ  
الْحَيْضُ وَالتَّقْوُ الرُّعَاكُ مِنَ  
الشَّيْطَانِ -

۹۳۳ حدیثی بن ثابت اپنے باپ اور اپنے دادا سے  
مرفوعاً روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں  
چھینک، اونگھ، جھانک، حیض، عی اور نکیر  
شیطان سے ہے۔

(ترمذی)

(دَوَاةُ التَّرْمُذِيّ)

۹۳۴ حدیثی بن ثابت تابعی انصاری کوئی ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا۔ ابو حاتم نے کہا صدوق  
ہے اور بعض نے کہا کہ سخت قسم کا شیعہ ہے۔ بعض نے کہا غالی و انفسی ہے لیکن ثقہ ہے۔ یہ شخص شیعہ مسجد کا امام اور ان  
کا عالم دقانی تھا ۱۱۳ میں فوت ہوا۔ اس کے دادا کا نام دینار ہے۔

۹۳۵ یعنی حدیثی بن ثابت اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ اس کے دادا نے اس حدیث کو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے (حدیث کی سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک لے گیا ہے)  
۹۳۶ عطاس، عین کی پیش طاق کی تخفیف کے ساتھ معنی چھینک۔

۹۳۷ نکاس، نون کی پیش، عین کی تخفیف (جزم) کے ساتھ معنی نیندا جانا۔ یا نیند کے باعث طبیعت کا بوجھل ہو جانا  
یا اول نیند۔

۹۳۸ عرف، رک کی پیش سے معنی ناک سے غفلت بننا یہ سب عوارض اگر نماز میں لاحق ہوں تو شیطان کی طرف  
سے ہیں۔ اور اس سے لافنی اور غرض کرنے کا باعث ہیں کیونکہ ان سے نماز میں نقصان لاحق ہوتا ہے۔ اور چھینک  
اگرچہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے مگر جب زور اور شدت سے آئے تو بعض اوقات قرات میں رکاوٹ کا موجب بن جاتی  
ہے اور حدیث حق تعالیٰ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیاب میں مناجات کے لئے استغراق کے واسطے میں رکاوٹ پیدا  
کرتی ہے اور نیند اور جھانک ظاہر ہے کہ رکاوٹ کا موجب ہیں مگر حیض اور عی اور نکیر جب نماز میں لاحق ہوں تو شیطان کی  
طرف مشہد ہوں گی اور ان تین امور کے نماز میں لاحق ہونے کی تخصیص اور پہلی تین چیزوں کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ  
یہ ہے کہ پہلی تین چیزیں تو نماز کو باطل نہیں کرتیں مگر ان آخری تین چیزوں کے نماز میں لاحق ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے  
پھر اگرچہ یہ سب عوارض (مورد طبعیہ) بے اختیار انسان پر وارد ہوتے ہیں اور انسان انہیں اپنے سے دور رکھنے کی  
تدبیر نہیں رکھتا۔ مگر ان کے لاحق ہونے سے چونکہ نماز میں خلل پڑتا اور وہ شیطان کی خوشی اور رضا کا موجب ہے اس  
لیے ان کی نسبت شیطان کی طرف کر دی۔



٩٣٥ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
الشَّخِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ آيَتُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي  
وَلِجَوْفِهِ أَزِيرٌ كَأَزِيرِ الْمَرْجَلِ يُعْثَى  
بِئْسَى وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ لَأَيْتُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَ  
فِي صَدْرِهِ أَزِيرٌ كَأَزِيرِ الرَّحَى مِنْ  
الْبُكَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى النَّسَائِيُّ  
الرَّوَايَةَ الْأُولَى وَابُودَاوُدَ الثَّانِيَةَ

حضرت مطرف بن عبد اللہ بن الشیمری سے وہ اپنے  
باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ماقدمی میں حاضر ہوا آپ  
اں وقت نماز پڑھ رہے تھے اسی لمحے حکم ہوا کہ میں  
ہاڈی کی گھوٹن قسمی یعنی آپ رو رہے تھے اسی  
روایت میں ہے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کو نماز پڑھتے دیکھا اں وقت آپ کے سینہ انور  
میں روٹنے سے چکی سی گڑ گڑاہٹ قسمی سا جھاد  
نہائی نے یہ روایت اور ابو داؤد نے دوسری روایت

اے مطرف سیم کی پیش طاکی زبرد شد پھر ادا تو میں فاشیغیر شیں کی زیر غاکی ویر اور خدا اور آخرین یا اندر یہ  
مطرف تابعین سے ہیں اور ان کے والد حضرت عبداللہ بن الشیخ رضی اللہ عنہما ہیں۔

۵۲ مر جل پتھریا تانبے کی دیگ۔ ازیز ہنزہ کی زمر زراٹے اودی کی دیریا ساکن۔ اور اورمہادی کی دیگ کی جگہ  
جوش مارنے کے وقت اس سے بلند ہوتی ہے۔ مر جل بیہم کا دیریا ساکن اور بیہم کے دیر سے مر جل پتھریا تانبے کی دیگ  
کی دیگ کتاب شارق میں کہا مر جل دیگ کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک تانبے کی دیگ۔ اس دیگ سے اسی کی مراد  
یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں سخت گرمیہ طاری تھا۔

۵۳ اک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیں گریہ سے نماز میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ کہ نماز میں گریہ سے نماز کی یاد سے نماز میں روے یا آہ کرے اور اس کی آواز بلند ہو جائے تو اس سے نماز میں کوتاہی ہے۔

۹۳۷  
۳۳ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا  
يَسِرُّ الْحَصَى فَإِنَّ الرُّحْمَةَ  
تُؤَاجِفُهُ نَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ  
وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَّحِيُّ وَابْنُ  
مَاجَةَ .

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب تم سے کوئی شخص غار میں ٹھکرا ہو تو ٹھکرے میں  
کرنا پھوٹے پیکر کو رحمت الہی کے سامنے ہونے  
دے۔

احمد، ترمذی، ابو داؤد و حاکمی



اس یعنی نماز کے دوران کھڑیاں ہمارے کمر سے اسی ایک روایت ہے غلائیسی یعنی کھڑیاں ہمارے کمر سے  
 اس اسی کی طرف متوجہ ہوتی اسی کا استقبال کرتی اسی پر نازل ہوتی ہے تو اس مقام میں سو ادب کا تحکیم  
 ہونا اور کھڑیوں سے کھینا بڑا مناسب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے انوار فضل و رحمت سے محروم نہ ہو بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے  
 خدا تعالیٰ کی رحمت اس چیز نازل ہوتی اور پڑتی ہے جو نمازی کے سامنے ہوتی ہے یعنی زمین اور کھڑیوں پر تو چاہیے کہ  
 ان کھڑیوں پر ہی بھوکے رہے ان میں تبدیلی نہ کرے۔

۹۳۷ وَ حَنْ أَمْرٌ مَكْنَةً قَالَتْ لَاي  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 غُلَامًا لَنَا يُقَالُ لَمْ أَفْلَحْ إِذَا سَجَدَ  
 نَفْعٌ فَقَالَ يَا أَفْلَحُ رَتِّبْ وَجْهَكَ  
 (رَوَاهُ التَّحْضِيذُ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی  
 ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ایک  
 لڑکے کو جسے اخلاص کہا جاتا تھا دیکھا کہ جب وہ سجدہ  
 کرتا تو پھر نکتہ مارتا۔ حضور نے اسے فرمایا اسے اخلاص  
 اپنا چہرہ خاک آلودہ کرے۔ (ترمذی)

اس یعنی میں کا نام اخلاص تھا اور ایک روایت میں سیاح آیا ہے۔  
 اس یعنی میں کہ پھر تک سے ملنے کرتا تھا تاکہ اسی کا چہرہ گرد آلود نہ ہو۔  
 اس یعنی پھر تک سے جگہ صاف نہ کر بلکہ ایسے ہی سجدہ کر کہ اسی صورت میں عاجزی اور تذلل زیادہ ہے۔  
 ۹۳۸ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِخْتِصَافُ فِي  
 الْعَلَقَةِ نَاحِيَةُ أَهْلِ النَّارِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
 کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کا آلام  
 ہے۔

(شرح سنن)

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّعْرِ)

اس حدیث میں تو اظہارِ مائش کا نام تک نہیں مگر اہل دوزخ اس وہم میں ایسا کریں گے کہ شاید اسی طرح انہیں آرام  
 ملے۔ مگر اہل ایمان کی اس حدیث میں کام فصل اول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

۹۳۹ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا  
 الْاِخْتِصَافُ فِي الْعَلَقَةِ نَاحِيَةُ  
 الْعَقَرَاتِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز  
 کے بعد دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو سائبہ اور بھوکو

احمد ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے اس  
 حدیث کا معنی روایت کیا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ  
 وَ النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ -

۱۵ یعنی اس معنی کو دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

۹۲۰ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي تَكْوِيماً وَ الْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجَلَّتْ فَاسْتَفْتَحَتْ فَمَشَى فَفَتَحَ لِي ثُمَّ رَاجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ وَ ذَكَرْتُ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ رَفَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَى التَّيْسَانِيُّ نَحْوَهُ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نواتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ آپ پر بند تھا میں اُٹھ کر دروازہ کھولا یا آپ سے اور میرے لیے دروازہ کھولا۔ پھر میں نے مسی کی طرف لوٹ گئے آپ نے ذکر کیا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

۱۵ یعنی دروازہ بند کر کے نماز ادا فرما رہے تھے۔

۱۶ یعنی چونکہ آپ نماز میں کھڑے تھے۔ چند قدم اٹھا کر آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

۱۷ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کی طرف اٹھنے اور اسے کھولنے میں جانب قبلہ سے رخ فرمایا لازم نہ آیا اسی طرح واپس مصلا پر تشریف لے جاتے وقت بھی آپ کا رخ بابرگت بھر کی جانب ہی رہا نہ کہ صحنہ کی جانب قبلہ واقع تھا شارحین حدیث نے یہ بھی کتاب ہے کہ صحنہ کی طرف تھا ایک دو قدم سے زائد پہنچنے کی گنجائش دکھائی۔ حضرت طلحہ بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اس کے کسی نماز میں اگر عارض ہو جائے تو پہنچے تو واپس پھرے ورنہ اسے اندر لے کر لائے۔

۹۲۱ وَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنِيَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَ لْيُعِيدِ الصَّلَاةَ -

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی روایت کیا اور نسائی نے بھی روایت کیا۔

۱۵ یعنی آواز کے بغیر۔

۱۶ ایک روایت میں دلیقوتو داؤد کے ساتھ آیا ہے۔

۱۷ نماز کے لوٹانے کا حکم فضیلت اولویت کی بنا پر ہے اور اگر مکہ میں مذکور شرع الہی کے مطابق ہیں چوتھی میں سے شروع کرے تو بھی درست ہے۔

۹۲۲ وَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یہ کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

تم میں کوئی نماز میں ہے وضو ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی  
ناک پھڑکے اور واپس لے لے۔

أَخْبَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ قَلْبًا خَذَّ  
بِأَنفِهِ ثُمَّ لَيْسَ صَرَفٌ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

اے تاکہ لوگوں کو یہ دہم کرے کہ شاید نکیر جھوٹ پڑی ہے یا ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا ہے اور نماز میں وضو  
ٹوٹنے سے پردہ حیا قائم رہے کیونکہ لوگ اس امر کے عادی ہیں کہ ایسے فعل کو نقص و عیب جانتے اور پس پشت اس کی  
غیبت کرتے ہیں اور شرم کے مارے اور اس وجہ سے کہ لوگ مجھے عیب لگائیں گے اور بے آبروئی کریں گے، بے وضو  
ہی نماز نہ پڑھتا رہے۔ اسی وجہ سے خطاب نے کہا ہے کہ انسان اگر نفس الامری میں سچا ہو مگر ظاہر کوئی اعتراض دالی بات کرے  
تو یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ چاہیے کہ اپنا ستر اور عیب پوشی کرے تاکہ لوگ اس کی بے آبروئی نہ کریں اور جو عیب اس میں نہیں وہ  
اس کی طرف منسوب نہ کریں یہ چیز جھوٹ میں داخل نہیں ہے بلکہ لوگوں کو غلط دہم سے بچانے کا ایک طریقہ ہے۔ اور یہ چیزیں  
ریا بھی نہیں بلکہ تحمل اور پردہ پوشی کی ایک شکل ہے مادیات کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ کہا قال العلماء۔

حکایت: امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ آپ جماعت کرارہے  
تھے کہ دوران نماز ایک شخص کا وضو ٹوٹ گیا مگر وہ شرک کے مارے وضو کے لیے نہ گیا۔ اور بے وضو ہی نماز پڑھنی چاہی۔  
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدم سب وضو کریں کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور وضو پر وضو کرنا تو علیٰ ذرہ  
آپ نے اس لیے کہا کہ وہ شخص لوگوں کے عیب لگانے سے بچے اور بے وضو نماز پڑھنے کی مگرابی میں نہ پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے

کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز کے آخری قعدہ

میں بیٹھ چکا ہو اور ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کی نماز درست

ہوگئی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا اس حدیث

کا اسناد قوی نہیں۔ اور اس حدیث کے راویوں

میں اضطراب ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا أَحَدُكُمْ أَحْدَثَ كُفَّ وَقَدْ جَلَسَ فِي

آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ

جَاءَتْ صَلَاتُهُ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ رَأْسَانَدٌ لَا يَسَّ

بِالتَّوَقُّفِ وَقَدْ اضْطَرَّ بِنَا فِي إِسْنَادِهِ -

اے یعنی لشہر کی تعداد بیٹھ چکا ہو۔

اے ایسا اس کی نماز پڑی ہوگئی یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق ہے کہ ان کے نزدیک الفاظ  
سلام سے نماز سے باہر آنا فرض نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے مگر خروج بالیضۃ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
کے نزدیک بھی فرض ہے۔ لہذا یہاں وضو ٹوٹنے کو قعدہ ٹوٹنے پر عمل کیا جائے گا تاکہ فعل قصدی کا وجود حاصل



لہذا اگر کتاب میں کہیں کہ ایک ہی واقعہ سے تو اس پر عمل کرنا چاہیے کہ آپ تکبیر تحریر رکھنے اور نماز میں داخل ہونے ہی واسطے تھک کر چل کر گئے کا خیال آگیا اور اگر یہ وہاں تک واقعہ تھا تو پھر جواب وہ ہے جو مذکور رہا یعنی کہ مقتدیوں کی تکبیر رکھنے سے پہلے ہی آپ غسل کے لیے لوٹ گئے۔ شیخ ابن اہمام رحمۃ اللہ نے امام محمد کی کتاب الامار سے یہ بات نقل کی کہ سید المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جو جنبی حالت میں یا بے وضو امامت کرے فرمایا کہ وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے اور مقتدی بھی شیخ ابن اہمام یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود جنبی حالت میں یا بے وضو امامت کی پھر وہ نماز دوبارہ پڑھی اور مقتدیوں کو بھی دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

۱۷ حضرت عطاء ثانی ہیں۔

۱۸ ارسال کا معنی مقدمہ کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔

۱۹ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّحَهُ قَبَضْتُ مِنَ الْعَصَى لِيَبْدُوَ لِي كَيْفَ أَمْعُهَا لِيَجْعَلَنِي أَسْجُدَ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحُبِّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ مُعَلَّكًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھتا تھا اور میں دوران نماز اپنے ہاتھ میں لکڑیوں کی ایک ٹہنی لیتا تاکہ وہ ٹھنڈی ہو جائیں پھر اس پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کرتا تھا شذت پیش کیا وجہ سے۔ ابو داؤد اور نسائی نے اس کی نقل روایت کیا۔

۲۰ اصل سے معلوم ہوتا ہے نماز میں اتنا سا فعل کر لینا معاف ہے اور یہ فعل غیر بھی نہیں ہے کہ آپ صرف ایک بار ٹھنی

میں لکڑی لیتے تھے۔

۲۱ وَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْسِنُ تَسْبِيحَكَ يَقُولُ ائْتُوذُ يَا ذَاكَ وَثَلَاثَ فَمَرَّ قَالَ أَلَعَلَّكَ بِلَعْنَتِي اللَّهُ فَتَلَاوَهُ بِسَبْطِ يَدَيْكَ كَأَنَّهُ يَسْأَلُ خِيَّتًا فَتَلَاوَهُ مِنْ الصَّلَاةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ تَفْعَلُ هَذَا فَقَالَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ تَقُولُ لَمْ نَسْأَلْكَ تَقُولُ قَبْلَ ذَلِكَ وَ مَا أَيْدِيكَ بَسَطْتَ يَدَكَ قَالَ إِنْ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپ کہہ رہے ہیں ائتوذ باللہ منک میں تجھ سے اللہ کے پاس پناہ لیتا ہوں پھر آپ نے فرمایا میں تجھ پر لعنت کرتا ہوں اللہ کی لعنت تین بار فرمایا اور آپ نے اپنا دست مبارک بڑھایا گویا آپ کوئی چیز پکڑنا چاہتے ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو نماز میں وہ کہتے سنا ہے جو ہم نے پہلے بھی آپ کو کہتے نہیں سنا اور ہم



عَدُوَّ اللَّهِ رَابِعًا جَاءَ بِكَهَا بِمَنْ  
تَا بِرَ يَجْعَلُهُ فِي وَجْهِ فَقُلْتُ أَعُوذُ  
بِاللَّهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ  
أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللَّهِ الثَّامِنَةِ فَلَمْ  
يَسْتَأْخِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَرَدْتُ أَنْ  
أُخْذَهُ وَاللَّهُ كَوَّلَا دَعْوَةَ أَخِينَا  
سُلَيْمَانَ لَا صَبِيحَ مُوْتَفَا يَلْعَبُ بِهِ  
وَلَدَانُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ -

نہا کہہ دیا کہ آپ نے صحت بہک کر یہ کیا ہے آپ نے  
فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس اگل کا ایک انگل لے کر یہ سحر  
اسحیرے میں میں ڈالے تو میں نے تین بار عرض کیا اللہ تک  
کہا پھر میں نے کہا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں کل اور  
پوری لعنت۔ یہ الفاظ بھی تین بار کہے۔ مگر وہ یہ کہہ نہ سکا۔  
اور وہ نہ ہوا۔ پھر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ اللہ  
کی قسم اگر مجھ سے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو لوگ اسے  
بکڑا ہوا دیکھتے کہ اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیل رہے

(دعا کا مُسَلِّح) بھوتے (مسلم)

۱۔ صراح میں ہے کہ شہاب اگل کے انگ سے کہتے ہیں۔  
۲۔ جواب نے خیانت کو مسخر کر لے اور ان پر اپنا تعریف کرنے کے لیے اگلی قسمیں اس کی شریح حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ  
کی حدیث میں فضل اہل کے آخر میں گزر چکی ہے مگر اس حدیث میں حضرت بن علی کا لفظ آیا ہے اور اس حدیث میں ابلیس کا نام  
آیا ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا خیانت پر تعریف اور انہیں مسخر کرنے کے لیے تھی۔ ابلیس کو  
مسخر کرنے کے لیے نہ تھی۔ اس کا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ جب ابلیس جن کی صورت میں تشکل ہو کر ہوا تھا اس وقت حضرت  
سلیمان علیہ السلام کا تعریف اس پر بھی ہوتا تھا جس طرح کہ دوسرے خیانت پر ہوا۔ ہر شخص کے ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام والا  
شیطان مراد ہو بلکہ کوئی اور سرکش جن مراد ہو۔ اور ابلیس سے اس کے لغوی معنی مراد ہوں۔ یعنی ابلیس جو شیطان ہے  
نا امید ہونا مراد ہو۔

حضرت تابع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ  
بیکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ میں نے ان سے سنا ہے  
کہ اگر سے نماز پڑھ کر آتا ہے آپ نے اسے اس کا سلام کہہ  
کہا اس نے سلام (و علیکم السلام) سے جواب دیا تو حضرت  
بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گذر کر ان سے سلام کہہ کر  
جہنم میں سے کسی کو کوئی سلام کہے اور وہ نماز میں ہو تو سلام  
سے جواب نہ دے بلکہ اتر کے اشارے سے کہے

(مالک)

۹۴۶  
وَعَنْ تَارِفٍ قَالَ إِنْ عَبَدَ اللَّهُ  
ابْنُ عَمَرَ مَرَّةً عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يُعْبَدُ  
فَسَلَّمَ عَلَيْهِ قَرَدَ الرَّجُلِ كَلَامًا فَوَجَّهَ  
إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمَرَ فَقَالَ لَمَّا  
إِذَا سَلَّمَ عَلَى أَحَدِكُمْ وَهُوَ يُعْبَدُ  
فَلَا يَتَكَلَّمُ وَلَا يُشِيرُ بِيَدِهِ -  
(دعا کا مَالِك)



لہذا یہاں کو شہادت کہ ہوا۔

## بَابُ السَّهْوِ

### بھولنے کا باب

بعض نسخوں میں باب سجدہ سہو آیا ہے۔ سہو کا معنی ہے آدمی جس کام میں مشغول ہو اسے بھولنا اس سے غافل اور بے خبر ہو جانا اور دنیا کا کسی اور طرف متوجہ ہونا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان اقوال میں سہو نہ بیان کا طاری ہونا جائز نہیں جو شرعی احکام کے انبار و باغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور آپ کے افعال میں سہو جانے میں اختلاف ہے۔ اہل حق کے نزدیک مختار یہ ہے کہ ان میں سہو لاحق ہونا جائز ہے کیونکہ صحیح احادیث اس میں طاری ہیں۔ لہذا ناچار اس کا قائل ہونا پڑتا ہے اور اس کے جواز میں کوئی خلل و عیب بھی نہیں۔ بلکہ آپ کا سہو حکمت کو متضمن ہوتا ہے حقیقت میں آپ کا سہو امت پر اکمال نعمت اور ان سے لے دین کی تکمیل کا موجب ہے تاکہ امت آپ کی اقتداء و اتباع کے شرف سے مشرف ہو۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا اُنْسِي لَانْتَن۔ یعنی میں اکیسے میرے گناہوں تاکہ وہ نفل بھی میری سنت قرار پائے اور اگر چہ آپ کی سنت آپ کے قول و امر سے بھی موجود ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ کی نمازوں جو شخص نماز میں بھول جائے اس پر سجدہ سہو واجب ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو کا واقعہ یہاں اور نفل سجدہ کا شروع ہونا آپ کے شرف اقتداء کے حصول کو مستلزم و متضمن ہے (خوب سمجھ لو) پھر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں بھی سہو نہ بیان لاحق ہوا وہ کسی مقام خاص میں اشتغال و اشتغاق کی بنا پر ہوتا ہے کہ عقول انسانی کے ہاتھ اس مقام کے دائرہ ادراک کو چھوڑنے سے قاصر و کوتاہ ہیں۔

### پہلی فصل

### الفصل الأول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم میں سے ایک آدمی جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے شک و شبہ میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز ہی نہیں پاتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں جب تم میں کوئی یہ حالت و کیفیت پائے تو چاہیے کہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُنْ أَحَدُكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي حَبَاءَ الشَّيْطَانِ فَكَيْسَ حَقٌّ لَا يَذْهَبُ كَمْ صَلَّى فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)



کرے یا سلام کے بعد جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں تفصیل سے ہم یہ مسئلہ بیان کریں گے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ صَلَّى الْاِخْرَءَ مِنْ دُحُولٍ كَانَتْهُ بَيَانٌ (زملا)۔**

یعنی اگر شک تین اور چار رکعت میں ہوا اور بتائیں پر کی اور واقع میں چار رکعت تھیں جب اس نے ایک رکعت اور پڑھی تو واقع میں پانچ رکعت ہو گئیں۔ تو یہ دوسرے ان پانچ کو چھ رکعت کر دیں گے کہ یہ دوسرے نمازی کے لیے ایک پوری رکعت کا درجہ رکھتے ہیں۔

یعنی اور اگر تین پر بنا کر کے چار پڑھ کر کے ایک رکعت اور پڑھی تاکہ چار پوری ہو جائیں اور واقع میں اس نے تین ہی پڑھی تھیں تو اس طرح چار رکعت پوری ہو گئیں تو یہ دوسرے شیطان کو ذلیل کرنے اور اس کی ناک خاک آلودہ کرنے کے لیے ہیں گے۔ یعنی اگرچہ ان صورت میں ہمو کے دو سجدوں کی ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ صورت اول میں پانچ کو چھ رکعت بنانے کی ضرورت تھی۔ مگر اس صورت میں بھی یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ شیطان ذلیل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے چاہا تھا کہ نمازی کو شک میں ڈالے اور اس کی عبادت خراب کرے۔ لیکن جب نمازی نے اور سجدے کیے اور عبادت میں اضافہ کیا تو یہ چیز شیطان کی ذلت کا باعث ہو گئی۔

۱۷۔ اس حدیث کو مسلم نے من عطاء بن ریان عن ابی سعید خدری روایت کیا اور امام مالک نے عطاء بن لیار سے بطریق ارسال روایت کیا۔ اور حضرت ابو سعید خدری کا ذکر کیا۔ متحدہ کتاب میں ارسال کا معنی بیان ہو گیا ہے۔

۱۸۔ یعنی مالک کی ایک روایت میں بجائے شخص کہ صلواتاً کہ جیسا کہ مسلم میں مذکور ہوا اس طرح واقع ہوا ہے شفعاً بمائیں الخ یعنی ان پانچ رکعت کو ان دو سجدوں کے ساتھ شفع بنائے۔ جیسا کہ اس کی درجہ گذشتہ بیان میں مذکور ہوئی۔

دلیل ہر دو کا حدیث کا ظاہر اس میں ہے کہ شک کی صورت میں اقل پر بنا کرے۔ کہ اس کا یقین ہے اور تحری یعنی ظن غالب پر عمل کرے۔ ہمو اور شک کا مذہب یہی ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک شک کی صورت میں نماز دوبارہ پڑھے۔ اس مقام پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر شک پہلی بار لاحق ہوا ہو یعنی شک میں پڑنے کا مادی نہ ہوا ہو تو کوئی ظن غالب پر عمل کرے۔ ظن غالب سے اگر ایک جہت کی یا زیادتی کی متعین ہو جائے تو اس پر عمل کرے۔ اور ظن غالب حاصل نہ ہو تو کم پر بنا کرے اور سجدہ بھوکے کیونکہ ظن غالب پر بنا کرنا شرع میں مقرر قاعدہ اور دستور ہے جیسا کہ قبلہ وغیرہ کے تعین میں اس کا اعتبار ہے۔ اور بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شک لاحق ہو تو درست پہلو کے لیے تحری کرے اور اس کے مطابق نماز مکمل کرے۔ علامہ شمس نے اس حدیث کو شرح جامع الاصول میں لٹائی کی حدیث سے تحری صواب میں نقل کیا اور امام محمد نے اپنے موطا میں کہا۔ کہ ظن غالب کی تحری میں بہت سے آثار آئے ہیں اور کہا اگر اس طرح نہ کیا جائے تو سمھو اور شک سے

نجات پانے کی صورت بڑی مشکل ہے اور ہر بار نماز کو ماننے میں بڑی دقت اور عروج عظیم ہے۔ اچھی بندہ ضعیف (عبدالحق) لا اللہ سے ہر عیب سے محفوظ رکھے (کتاب ہے کہ حاملہ اور غلام کا یہ ہے کہ اس باب میں تین احادیث آئی ہیں۔ حدیث اول اذا شک احدکم فلیتأفف او کما قال یعنی جب تم میں سے کسی کو شک لاحق ہو تو تیسرے سے نماز پڑھے یا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دوسری حدیث من شک فی صلوٰۃ فلیجہر الصواب جسے اپنی نماز میں شک لاحق ہو جائے تو وہ ظن غالب پر عمل کرے۔ تیسری حدیث ہے جہاں باب میں مذکور ہے اور یقین پر بنا کرنے کا فیصلہ کر رہی ہے۔ تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان تینوں احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ اور وہ اہل طرح کو آپ حدیث اول کو پہلی بار شک لاحق ہونے پر عمل کرتے ہیں۔ دوسری حدیث اس پر صورت پر جہاں ظن غالب ایک جانب کا فیصلہ کرے۔ تیسری حدیث کو اس صورت پر عمل کرتے ہیں جہاں تحری نہ پائی گئی ہو۔ یہ امام اعظم و اکرم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی کمال جامعیت اور نفایت تحقیق ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ  
أَرِيدَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ  
قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ  
بَعْدَ مَا سَلَّمَ - وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ  
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَمِثْلُكُمْ أَشَى حَكَمًا  
تَكْسُونَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكَوْتِي وَإِذَا  
شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَعَرَّ  
الْعَوَابَ فَلْيَتَعَرَّ عَلَيْهِ كَمَا لَيْسَ لَهُ  
ثَمَرٌ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ -

دُمْتَقُ عَلَيْهِ

۱ یعنی تمہارا یہ دریافت کن اس بنا پر ہے کیا میں نے چار رکعت سے زیادہ پڑھی یا نہیں۔

۲ یعنی ظن غالب سے کام لے کر درست پہلو کو تلاش کرے۔

۳ یعنی ظن غالب کے مطابق۔

۴ اس حدیث میں اقل پر بنا کا ذکر نہیں ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تحری سے فائدہ نہ ہو تو اقل پر بنا کر کے نماز

پوری کرے اور ثانیہ رحمہ اللہ تھامے پڑھ کر پوری کے قائل نہیں ہیں۔ لہذا وہ تحری سے اقل مقدار کو اختیار کرنا مروی ہے اور فقہائے عظیمہ رحمہم اللہ تھامے کے نزدیک پانچ رکعت ادا کرنے کی صورت میں تفصیل ہے۔ چنانچہ اگر قعدہ اخیرہ بھول گیا اور پانچ رکعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا پانچویں کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے واپس لوٹ آئے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اس کے فرض باطل اور پانچویں رکعت لغو ہو جائے گی اور اگر قعدہ اخیرہ کر کے اٹھا تھا اور سلام سے پہلے پانچویں کے لیے اٹھ کھڑا اگر پانچویں کا بھی قعدہ نہیں کیا تو واپس قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض مکمل ہو گئے۔ پھر اس کے ساتھ چھٹی رکعت اور ملا کر چھ پوری کرے اور اس صورت میں سجدہ ہو کرنا مستحسن ہے کیونکہ سلام رہ گیا تھا حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹی رکعت ساتھ نہ ملائی اور صرف سجدہ ہو کر اکتفا کیا۔ جیسا کہ امام شاہی رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ اس کا جواب شرح (عربی) میں دے دیا گیا ہے۔ (یہ مقام غور ہے)

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ ابن سیرین کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ نماز بتائی تھی لیکن میں وہ بھول گیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہمیں دو رکعت پڑھائیں۔ پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد میں پڑی ہوئی کلاہی کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگائی۔ گویا غصے میں تھے اور اپنا دامن ہاتھ بائیں پر رکھا اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور دایاں رخسار مبارک بائیں ہاتھ کی تھمیلی پر رکھا اور قوم کے جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ نماز کم ہو گئی اور قوم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لیکن انہوں نے کلام کرنے سے خوف کیا۔ اور قوم میں ایک صاحب تھے جن کے ساتھ کچھ بیٹے تھے۔ انہیں ہاتھوں والا کہا جاتا تھا۔ وہ بوسے یا رسول اللہ آپ بھول گئے یا نماز

۹۸۱ وَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُحْدِثُ صَلَوتِي الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَكَتَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ قِيلَ لِي أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ إِلَى خَشْبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَأَلَمَّا عَلَيْهَا سَكَتَا غَضَبًا وَ دَهَمَ يَدَا الْيَسْرَى حَتَّى الْيُسْرَى وَ شَبَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَ دَهَمَ خَذُّ الْأَيْمَنِ عَلَى ظَهْرِ كَتِفِ الْيُسْرَى وَ خَرَجَتْ مَرَاتِحُ الْقَوْمِ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَكَانُوا يَقُولُونَ الصَّلَاةُ وَ فِي الْقَوْمِ الْفُجُورُ عَلَى مَقَامِهِمْ فَكَانُوا أَنْ يُكَلِّمُوا فِي الْقَوْمِ نَجَلٌ فِي يَدَيْهِ طَوْلٌ يُكْتَلُ لَهُ كَوَالِيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ



کم ہو گئی تھی۔ ان میں سے جو ایک نماز کو پورا کر لیا یا کیا یا  
 ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ نے کہا ہاں  
 تو آپ آگے بڑھے اور پھر پورا کر لیں۔ پھر  
 سلام پیرا پھر تکبیر کی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دیر  
 سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کی۔ لوگوں نے اس  
 سے پوچھا کہ پھر سلام بھی پیرا تو آپ نے کسے کیے  
 کہ مجھے خبر ملی کہ عمران بن حصین نے کہا۔ پھر  
 سلام پیرا۔

(مسلم بخاری)

یہ لفظ بخاری کے ہیں۔ اور ان دونوں کی  
 دوسری جگہ اس حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کہ جو نماز پورا کر لیا  
 یہ نماز کو ادا کر لیا ہے۔ اور اس حدیث میں ہے کہ  
 نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

أَتَيْتَ أَمْرَ قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَقَالَ  
 لَمْ أَتْ وَ لَمْ تَقْصُرْ فَقَالَ أَكْمَا  
 يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ  
 فَصَلَّى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَ  
 سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ  
 رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ  
 مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ  
 رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ  
 فَيَقُولُ يُنْتِثُ أَنْ عَمَّانَ بْنِ حَصِينٍ  
 قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ  
 لِلْبُخَارِيِّ وَفِي أُخْرَى لَعَمَّا فَقَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بَدَلْ لَمْ أَتْ وَ لَمْ تَقْصُرْ كُلُّ  
 ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ  
 بَعْضُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ -

رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن

ترمذی جو حدیث حسن ہے

۱۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ ان کے حالات یہ ہیں کہ وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔  
 ۲۔ یعنی نماز پورا کر لیا یا کیا یا نہیں۔  
 ۳۔ یعنی آپ کو سہو ہو گیا کہ دو رکعت پر سلام پیرا دیا تیسری رکعت کو پڑھنے کے بجائے سلام پیرا کر دیا۔  
 ۴۔ شکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں اس حدیث کا لفظ نہیں ہے۔ مگر بخاری طریقت میں ہے۔  
 ۵۔ ترجمان میں امام راکی دربر سے وہ لگ جوبانے میں سب سے پہلے کہیں۔ لفظ راکی کے ساتھ بھی آیا ہے اور  
 جزم اور پیش کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ مراد وہ لگ ہی جو نماز ادا کرنے کے بعد کہ وہ نماز کے پورا ہونے کے ساتھ ساتھ  
 سب سے پہلے مسجد سے نکل کر چلے جاتے ہیں اور وہ لگ جو سرکہ جگ سے جلوی اور سب سے پہلے نکل کر لگ کر دیکھیں  
 انہیں بھی ترجمان القوم کہتے ہیں۔

عہ یعنی صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کا مشاہدہ کرتے ہوئے کہ آپ نے دو رکعت پر سلام



بھی روایت کیا۔

۱۳۱۰ حضرت تاف کی برابر اولاد کی پیش سے اسوقت کی پیش اور صاوا کی زیر سے دونوں طرح یہ لفظ مروی ہے یعنی کیا چار کعت سے دو کعت ہو گئی ہے۔

۱۳۱۱ یعنی حقیقت دریافت کرنے سے ہم دونوں بزرگ ڈر گئے۔ جیسے بادشاہ کی ہیبت کے باعث لوگ اس سے ڈرتے اندر خوف کھاتے ہیں۔

۱۳۱۲ بعض نے کہا ان کو فدالیدین کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے۔ بعض نے کہا چونکہ ان کے دو بیٹے تھے اس لیے ان کو فدالیدین کہتے تھے۔ مگر حدیث کا معنوں مرتب ہے کہ ان کو فدالیدین کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاتھ بے تھے۔ ان کا نام میر بن عبد ربہ اور کنیت ابو محمد تھی۔ بعض نے کہا ان کا نام مبارک خرباق تھا (خاکی دریسے) بعض کہتے ہیں۔ خرباق کسی دوسرے شخص کا نام ہے جسے ذوالشمالین کہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں خرباق، فدالیدین اور ذوالشمالین کے علاوہ کوئی تیسرا شخص ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۳۱۳ یعنی دو کعت جو رہ گئی تھیں۔

۱۳۱۴ شاہ مجدد کا درازی، کوتاہی سے معذرت طلبت تھی کے مشاہدہ اور خدا تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم کے نفاذ کی بنا پر تھی۔ اللہ غلامہ کلام یہ کہ آپ نے سہو کے دو حصے کیے۔

۱۳۱۵ یعنی مذکورہ صحت میں حضرت ابن سیرین کے اس حدیث روایت کرنے کے بعد کئی بار لوگوں نے ان سے استفہام کے طور پر دریافت کیا۔

۱۳۱۶ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سلمہ ثم سلم کے الفاظ بھی کہے تھے یعنی سہو کے دو حصے سلام سے پہلے کیے

یا بعد

۱۳۱۷ یعنی مجھے تاویل اور تفسیر ہو گئی ہے کہ حدیث میں حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں کہا کہ سلم ثم سلم یعنی اس لفظ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے میں مختصر نہیں کرتا۔ لیکن مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین نے بھی یہ روایت کی ہے اپنی حدیث میں سلم کا لفظ بیان کیا ہے اور میں نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سلم کا لفظ بیان کیا، حضرت عمران بن حصین کی حدیث کا لفظ ہے جو میں نے یہاں درج کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے دریافت کیا کہ سہو کے دو حصوں کے بعد بھی تشہد ہوتا ہے۔ کہا نہیں ہوتا اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ اگر یا میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ اس میں تشہد پڑھا جائے اور فصل ثانی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تشہد کا ذکر آ رہا ہے۔

۱۳۱۸ واضح ہو کہ شارحین حدیث نے اس حدیث کے معنی کے بیان میں کافی لمبی گفتگو کی ہے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے

اسے فتح الہی میں مکمل طور پر درج کیا ہے اگرچہ یہاں وہ لہری گفتگو نقل کر دی تو کلام دراز ہو جائے گا مگر یہاں دو باتیں ہیں جنہیں بیان کرنا چاہیے۔

پہلی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قول کل ذلک تم نگوں سے متعلق ہے یعنی نہ تو نماز کم ہوئی نہ میں بھولا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک قبیلہ اخبار سے ہے۔ انشاء سے نہیں۔ اور یہ خلاف واقع کلام ہے (کیونکہ آپ بھول تو گئے تھے) اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی سے اخبار میں یہود واقع ہونا جائز نہیں۔ ہاں افعال میں خلاف واقع کے معنی میں اختلاف ہے۔

یہاں دوسری گفتگو یہ ہے کہ آپ نے سرے سے نماز کیوں نہ شروع کی۔ جب کہ آپ نے کلام بھی کیا اور دوسرے افعال کے خلاف نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقع ہوئی۔ بعض علماء نے اشکال اول کے جواب میں فرمایا ہے کہ بیان کا عدم جواز ان اقوال میں ہے جو تبلیغ شرائع اور احکام وحی سے متعلق ہوں نہ کہ تمام اخبار میں مگر یہ جواب کمزور ہے کیونکہ خلاف واقع خبریں گدبہ نقص ہے اگرچہ دانستہ طور پر نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محض عزت و بزرگی کا اس کذب و نقص سے پاک و منزہ ہونا ضروری ہے۔ چہرہ علماء کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک نہ کلام ہو سکتا ہے بھولا سے مراد یہ ہے کہ میرے اعتقاد میں ایسا نہیں ہے نہ کہ نفس الامری میں ایسا نہیں ہوا۔ اور بلاشبہ یہ خبر صادق ہے یا یہ قول عدم شعور سے کنایہ ہے۔ گویا آپ نے یوں فرمایا کہ مجھے اس کا شعور نہیں۔ چہرہ علماء کا یہ جواب اور دوسرے اشکال کے جواب میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ کلام اور فعل جو مل جل کر ہوتا ہے وہ ایک کلام ہے۔

سہو و نسیان کے طور پر ہو۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے مگر یہ جواب کلی نہیں کیونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہ کلام آپ کا کلام کرنا سہو کے طور پر تھا۔ مگر یہ کیا جائے کہ صاحب کلام و فعل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے متعلق حیثیت نہ رکھتے تھے۔ تاہم یہ جواب بھی کمزوری سے خالی نہیں اور مذکورہ جواب غرضی مذہب کے علماء کے لئے ہے۔ ان کے نزدیک نماز میں کلام نماز ہو یا سہو یا غلطی یا کوئی اور خیال سے۔ وہ کلام کے متعلق کلام نہیں کرتے۔ کلام کرنا اور دوسرے افعال کرنا نماز میں نفع کلام و افعال سے قبل کلام ہے۔ یہاں مزید کلام بھی ہے۔ ورنہ قرآن مجید کا کلام خدا کا کلام ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں کلام کرنا دانستہ ہو یا سہو یا غلطی سے۔ کلام کرنا کلام ہے۔ ہر جگہ وہ کلام امام سے صادر ہو جائے مقتدی سے۔ جیسا کہ حدیث کے ان واقعہ میں مذکور ہے۔

۹۵۲ وَ تَعْنَى عَمْدِ اللَّهِ جِنِّ بِحَيْثُكَ أَنْ  
الَّتِي مَلَكَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكُ  
يَوْمَ الظُّمَرِ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ  
الْأُولَيَيْنِ ثُمَّ يَجْلِسُ فَقَامَ النَّاسُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کلام کیا آپ دو رکعت پڑھنے پر نہ بیٹھے بلکہ کھڑے ہو گئے (دوسری انقیات چھوڑ دیا) تو لوگ بھی آپ کے ساتھ

کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ نماز پڑھ چکے  
اور لوگ آپ کے سلام کا انتظار کرنے لگے تو آپ نے  
بیٹھے ہوئے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے  
کیے پھر آپ نے سلام پھیرا۔ (بخاری و مسلم)

تَسْلِيمًا كَثْرًا وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ  
سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے بخیرہ بکری پیش ملا کہ نہ بلور یا ساکن کے ساتھ۔ یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مال کا نام ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے  
ان کے باپ کا نام مالک ہے۔ بعض اسناد میں عبداللہ بن مالک بن بحیثہ آیا ہے۔ مالک کی تہنیں اور ابن کا الف ثابت  
رکھنے کے ساتھ تاکہ مالک کی صفت قرار نہ پائے۔ آپ صحابی ہیں۔ جی عبدالطلب کے حلیف ہیں۔ اور مولفۃ القلوب سے  
ہیں۔ حضرت مولویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں فوت ہوئے۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی اور  
آپ بھول گئے تو آپ نے دو سجدے کیے پھر تشهد پڑھا  
اس کے بعد سلام پھیرا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا  
یہ حدیث حسن و زیب ہے۔

وَعَنْ حُرَّائِ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَلَّى بِهِمْ فَسَلَّى فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ  
فَكَرَّرَهُمَا ثُمَّ سَلَّمَ  
(نَدَائِمُ التَّوَمُّدِ)

اسے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کے حالات دوسرے مقامات میں تحریر ہو چکے ہیں۔  
اسے ان حدیثیں بھی ملتی ہیں کہ انہیں نہیں کی۔ البتہ تشہد کا ذکر کیا اور دوسری احادیث میں تشہد کا ذکر نہیں آیا ہے  
حدیث اعلیٰ کے مذہب کے موافق ہے۔ امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔ نیز بعض مالکیہ اور شافعیہ بھی اسی پر ہیں۔ پھر  
اس میں اختلاف ہے کہ وہ دو سجدے اور دو سجدے آخری تشهد میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس تشهد میں بھی پڑھے جو سجدہ سہو سے  
پہلے تھا۔ یہاں تشهد میں جو سجدے ہوئے بعد ہوتا ہے۔ حضرت امام کوفی جو ضعیف میں سے ہیں، آپ مذہب دوسرا  
تلا ہے۔ یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بعض فروع میں ہے کہ درست یہ ہے کہ پہلے تشهد میں دو دو سجدے پڑھے  
ملا دیں گے۔ ان حدیثیں بھی ملتی ہیں کہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا کہ امام طحاوی کا قول زیادہ اعتبار پر مبنی ہے جیسا کہ فتاویٰ  
تافیان میں ہے۔

سے کہ یہ جو اس کا ملکی تشہد کا اضافہ بیان کرنے یا دوسرے راویوں کی مخالفت کرنے میں مقرب ہے۔ حالانکہ وہ تعداد  
میں زیادہ ہیں اور معتاد حدیث بھی ہیں اور ملکہ نے کہا یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق بالکل صحیح حدیث ہے۔



قَالَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ كَرِهَ  
مَنْبِعُهُ فَنُجِرَ غَضَبَانِ يَجْرِي دَاءُ  
حَتَّى أَتَعَى إِلَى الثَّانِي فَقَالَ أَصَدَقَ  
هَذَا قَالُوا نَعَمْ فَصَلَّى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ  
ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور کیا یا رسول اللہ اس نے آپ کو یہ فعل یاد دلایا تو آپ  
میں سے اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے باہر تشریف لائے  
تا انکو لوگوں تک آپ پہنچے اور فرمایا کیا یہ آدمی سچ کہتا ہے  
لوگوں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے ایک رکعت اور پڑھی  
پھر آپ نے سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے۔ پھر سلام  
پھیرا۔ (مسلم)

۱۷ تحقیق یہ ہے کہ یہ صاحب دہی حضرت ذوالیدین محاسبی ہیں جن کا گذشتہ ذکر ہوا جیسا کہ شرح شیخ میں مذکور ہے  
۱۸ یعنی تین رکعت پر سلام پھیر دینا یا بدلایا۔

۱۹ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس سہو کا سبب کیا تھا۔ نیز اس غصے اور اضطراب کی کیا وجہ تھی۔ واللہ اعلم بالسرائرہ۔  
۲۰ یعنی وہ رکعت چورہ گئی تھی اور جس سے سہو ہو گیا تھا۔

۲۱ پر شیعہ وہ ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ  
حدیث کے درمیان دو طرح سے مخالفت ہے ایک یہ کہ وہاں دو رکعت پر سلام کا ذکر ہے اور یہاں تین رکعت پر سلام  
پھیرنے کا ذکر ہے نیز اس حدیث میں کہا کہ آپ نے مسجد میں پڑھی ہوئی ایک کڑی پڑھ لگایا یہاں فرماتے ہیں کہ آپ  
اپنے دولت کو میں تشریف لے گئے۔

دوسری وجہ کے بارے میں تو ممکن ہے کہ دونوں باتوں کا وقوع ہوا ہو مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بات کا ذکر کیا  
اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے دوسرے کا ذکر کیا مگر وجہ اولیٰ میں مخالفت دو کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اسی  
بنیاد پر علامہ نے کہا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور دونوں واقعات کے بیان کرنے والے حضرت ذوالیدین  
رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
فرماتے سنا کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اسے  
رکعت معینہ کے کم ہونے کا شک ہو تو وہ اتنی  
رکعت مزید پڑھے کہ اسے رکعات کے زیادہ ہونے  
کا شک پڑنے لگے۔ (احمد)

۹۹۱ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ  
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى صَلَاةً  
يَشْكُ فِي الثَّقَمَانِ فَلْيُصِلْ حَتَّى  
يَشْكُ فِي الزِّيَادَةِ -

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۷ جیسے چار رکعت والی نماز میں شک پڑ جائے کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت۔



۵۲ یعنی کم مقدار پر بنا کر سے چنانچہ صورت مذکورہ میں تین رکعت قرار دے پس ایک رکعت اور ادا کرے یہاں تک کہ اسے شک پڑے کہ چار رکعت ہو گئی ہیں یا پانچ۔ اس احتمال کی بنا پر کہ نفس الامر میں چاند رکعت ہوں اس لیے پانچوں رکعت ضروری معنی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کا کہ اتنی رکعت زیادہ پڑھے کہ مقررہ مقدار سے زیادہ پڑھ جائے گا شک جو واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مقامات پر سہو واقع ہوا ہے۔ اول تعدد اولیٰ میں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوا دوم آخری دو رکعت میں جیسا کہ حضرت ذوالیہدین کی حدیث میں واقع ہوا سوم آخری ایک رکعت میں جیسا کہ حضرت خریاق کی حدیث میں آیا۔ چہارم پانچویں رکعت بڑھادیئے میں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ نماز اگر نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر چھوڑ دے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مگر صاحب نواہر سجدہ کرنے میں صرف انہیں مقامات پر کفایت کرتے ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کیا۔ ان کے علاوہ کسی اور جگہ چھوڑنے کی صورت میں سجدہ سہو نہیں کرتے۔

یہاں دوسری بات جو ذہن میں رکھنے کے لائق ہے۔ یہ ہے کہ ان احادیث سے جو اباب میں وارد ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا ہے اور بعض مقامات میں سلام کے بعد سجدہ سہو سے کہ آپ نے کبھی اس طرح کیا اور کبھی اس طرح۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن اگر کلمہ کے بعد سجدہ سہو میں امام فاضل و امام بر جگہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے کے قائل ہیں۔ اور ان احادیث کو جو سلام سے پہلے سجدہ سہو کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، خارج قرار دیتے ہیں، بلکہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو احادیث بعد سلام میں وارد ہوئی ہیں وہ منقطع در حدیث ہیں۔ اور اس سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، سلام سے پہلے سجدہ سہو کرتے ہیں۔ مگر ان کو یہ دعویٰ ہے کہ اس کے بعد اس کے برعکس امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ ہر جگہ بعد سلام سجدہ سہو کرتے ہیں۔ حال میں یہ کلمہ ان حدیث میں مذکور ہے۔ حدیث وارد ہیں اور قوی بھی ہیں۔ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سجدہ سہو کرتے تھے۔ مگر یہ حضرت عبداللہ بن جحیم رضی اللہ عنہ سے بعد سلام بھی وارد ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے ذکر کیا۔ اسی طرح ابو داؤد، ابن ماجہ، احمد اور عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْ يَكُنَّ سَجْدَتَانِ كَقَدَائِمَتَيْنِ یعنی ہر سجدہ کے لیے بعد سلام دو سجدے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قول فعل سے زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ علامہ غنی زاد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کلمہ کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں مسجد سہول نقصان کی تلافی کے لیے جو وہاں مسجد سہولہ سے پہلے ہوگا اور جہاں زیادتی کا بنا پر مسجد سہولہ لازم آئے وہاں سلام پھیرنے کے بعد گھبرا جائے اور اگر نقصان اور زیادتی کی دونوں



صورتیں جمع ہو جائیں تو اس صورت میں قبل سلام سجدہ سہو کیا جائے۔ مرنے والے اور پوثر جو ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، اسی قول پر ہیں۔ امام ابن عبد البر نے کہا کہ امام مالک کا قول نظر عقل کے موافق ہے۔ کیونکہ نقص اور کمی کی صورت میں نقصان کی تلافی مقصود ہوتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ سجدہ سہو اصل نماز میں داخل ہو اور زیادتی کی صورت میں اطمینان کو ذیل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ گمان کی یہ بات محل نظر ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا ہے وہاں سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا چاہیے اور جہاں سلام کے بعد سجدہ سہو کیا ہے وہاں سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا چاہیے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ قول زیادہ قوی اور درست ہے کے زیادہ قریب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی چیز مروی نہ ہوتی تو ہم کہتے کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے کرنا چاہیے۔

واضح ہو کہ یہ اختلاف جو مذکور ہوا کہ سجدہ سہو بعد سلام کیا جائے یا سلام سے پہلے، افضلیت، واولیت میں اختلاف ہے۔ اہل جواز میں اختلاف نہیں۔ اس بات کی تصریح ائمہ اربعہ کی کتب میں مذکور ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ سلام ایک طرف ہے یا دونوں طرف تو قول اول امام محمد رحمۃ اللہ کا قول ہے اور فقہ الاسلام کا مختار و پسندیدہ قول بھی یہی ہے اور کہا کہ اپنے سامنے کی طرف سلام کہے اور کہا گیا ہے کہ دائیں جانب سلام کرے اور ہلایہ میں کہا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں جانب سلام کہے۔ امام شمس رحمۃ اللہ کا مختار و پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد ہے یا نہیں۔ جو مذکور ہوا وہ بعض احادیث میں مذکور ہے۔ اور اختلاف کا مذہب یہی ہے جیسا کہ گذرا۔

## بَابُ سُجُودِ الْقُرْآنِ

### قرآن کے سجدوں کا باب

ما مضیٰ کہ سجدہ سہو میں اختلاف ہے۔ ائمہ اربعہ کا مسلک ہے کہ یہ سجدہ واجب ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک صحت اور اس کا کرنا نہ کرنے سے افضل و بہتر ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بھی واجب ہے اگر نماز میں ہو۔ سجدہ تلاوت کے وجوب کے دلائل وہ آیات و احادیث ہیں جو اس کے ترک کی صورت میں آئی ہیں نیز وہ تاکید و مبالغہ ہے جو اس کے ادا کرنے میں وارد ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہے۔ مگر تخفیف و آسانی کے لیے صرف سجدہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس بیان کے مطابق یہ سجدہ فرض ہونا چاہیے جس طرح نماز بخارہ میں قیام۔ لیکن چونکہ اس کے دلائل قطعی نہ تھے اس بنا پر اسے واجب قرار

دیا گیا اور ہم اس کی فرضیت کے قائل نہ ہوئے۔

اس بارے میں دوسرے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث کو دلیل قرار دیتے ہیں جس میں انہوں نے کہا کہ میں نے سورۃ النجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت نہ کیا (حالانکہ اس میں سجدہ تلاوت ہے) مگر اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ سجدہ علی الفور واجب نہیں (کہ آیت کے چریتے ہی سجدہ کرنا ضروری ہوتا) تاخیر کرنا جائز نہ ہوا دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ نہ کرنا سورۃ النجم کے ساتھ خاص ہو کہ اس سجدہ میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر اس سجدے کے لیے بھی بادل منو ہونا شرط ہے کہ اس شرط میں کسی کی طرف سے اختلاف منقول نہیں صرف حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ وہ بے وضو بھی کر لیتے تھے۔ ائمہ اور علماء میں سے کسی نے ان کے ساتھ اس میں موافقت نہیں کی سوائے امام شعبی رحمہ اللہ کے امام شعبی کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ راستے پر چلتے ہوئے اور بے وضو غیر قبلہ کی سمت بھی اشارہ سے سجدہ کر لیتے تھے۔ جیسا کہ شیخ (ابن جریر) نے کہا۔ سلف میں سے بعض لوگ اس وقت گئے ہیں کہ سجدہ تلاوت سبڑھنے والے پر واجب ہے۔ سننے والے پر واجب نہیں بلکہ چاہے اگر تکلیف کا باعث ہو تو سجدہ تلاوت کان میں پڑ گئی تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اگر پڑھنے والے نے سجدہ کر لیا تو پڑھنے والے پر واجب نہیں بلکہ پڑھنے والے نے گویا پڑھنے والا سننے والے کے لیے امام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بات امام مالک سے بجا طور پر کہی گئی ہے۔ بعض نے کہا سجدے کا وجوب اسی صورت میں ہے کہ پڑھنے والا قصد وضو سے تلاوت کرے۔ قصد وضو سے تلاوت نہ کرے جس طرح قصہ خزانہ دماغ پڑھتے ہیں۔ مسلم احناف اور عجمی سب کا مذہب یہ ہے کہ تلاوت پڑھنے والے اور سامع دونوں پر مطلق نماز کی شرائط کے مطابق یہ سجدہ واجب ہے۔ یہ مسئلہ ابھی رہا ہے۔

## الفصل الاول

فی فضل

۹۵۴ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَمْدِ وَسَجَدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔

دَوَاۓ الْبُحَارِی

یعنی سورۃ النجم کی آخری آیت میں۔

ملہ یعنی ان تمام جہوں اور انسانوں نے جو اس مجلس میں حاضر و موجود تھے۔ اس معنی کے مطابق یہ الفاظ ذکر و تاکید

کے طور پر ہیں۔ اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تمام جہنم والوں نے سجدہ کیا ہو۔ جو اس قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا۔

۱۰۔ علامہ نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سجدہ کی بجائے آدمی اور حق سبحانہ کی تعظیم و تہنیت کی شکل میں کیا۔ علامہ نے یہ سجدہ کے اہل عین گن گن کر بیان کی گئی ہیں۔ اور علمائے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سجدہ کی بجائے یہ سجدہ شکر و حمد کی شکل میں کیا اور شکر و حمد کے اہل ہوں لات و عزری و منات کے نام سننے کی بنا پر تھا یا ان کا سجدہ کبریا نے اہل عز و جل کے غلبہ جلال و سطوت کے ظہور اور اس ذات کی عزت و بزرگی چھا جانے اور اس کے انوار عظمت و جلال کے چمک اٹھنے کی بنا پر تھا۔ اہل پر عظمت و جلال اہل کا اس قدر غلبہ ہوا کہ باطل کی تاب و طاقت فنا ہو کر رہ گئی اور سجدہ کرنے میں بے اختیار ہو گئے اور ان کے انکار و مناد و مدہ و ہٹ و صغری کا اثر بالکل مٹ کر رہ گیا اور ان کا مجبور و غور و مشغول ہو گیا۔ مشرکین میں سے صرف انہوں نے سجدہ نہ کیا جو سب سے بد بخت اور سرکش تھے۔ انہوں نے سجدہ کرنے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے خاک اٹھائی اور اپنے بد صورت، ناقول اور چیر دل، پر مل لی۔ اور کہا کہ اتنا ہی کافی ہے جیسا کہ تیری نفس میں آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ قصہ بیان کیا جاتا ہے جو زندقہ اور بے دین لوگوں کا گھڑا ہوا اور سراسر افتراء ہے (اللہ ان کو ذلیل و خوار کرے) جسے بعض اہل ادب و تاریخ نے بھی بیان کر دیا جو مجائب و غرائب کا تذکرہ کرنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ علامہ نوین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بن گھڑت قرار دیا اور اس کے ابطال کی تصریح کی ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طاق و عزری و منات کا ذکر کرتے وقت ان کا معنی دینا بھی کر دی (یعنی اللہ) اور کہا۔

تِلْكَ أُنْفُسُ الْفُجَّارِ ۖ إِنَّ شِعَارَهُمْ كُفْرًا ۚ

یہ بڑی عزت دہندہ طے ہیں اور چیک انکی شہادت کی امید بھی رکھی جا سکتی ہے

[illegible]

واللہ اعلم بالصواب۔  
 واللہ اعلم بالصواب۔

۹۵۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں



ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا کیا میں سرور  
صل میں سجدہ کر دوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ  
آیت پڑھ کر فرمایا **وَأَذِّنْ لِدَاوُدَ وَنُوحٍ إِذْ هُمْ أَقْبَرُ** ہنگ پر صلی  
پھر فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں  
سے ہیں جنہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی اقتدا اور  
پیروی کریں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ  
أَسْجُدُ فِي مَثَاقِفَرَا وَ مَثَاقِفَرَا  
فَوَيْتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ حَتَّى آتَى  
فِيهِمْ اِقْتِدَاهُ فَقَالَ يَنْبَغِيكُمْ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَنُ اِهْمَرَانُ  
يَقْتَدِي بِهِمْ -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(بخاری شریف)

۱۔ عزیمت کا معنی یہ بدل کسی چیز کا ارادہ کرنا مخرج میں ہے مخرج میں کی زبردستی سے اور عزیمت ارادہ کرنا اور  
کسی چیز پر دل رکھ دینا اس کے بعد ضروری اور لازم کام کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے  
وہ حکم جو اپنے اصل پر قائم ہو۔

۲۔ علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مقام پر سجدہ کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ موافقت اور ان  
کا توبہ کی قبولیت کے شکر کے طور پر تھا اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائی داؤد نے سجدہ  
کیا کہ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ ہم بھی اس جگہ ان کی شکر گزاری کی خاطر سجدہ کریں گے۔

۳۔ حضرت مجاہد تابعین میں سے اور فقہاء اور قراءت میں سے اور اس کے اکابر و عالم علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے  
تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک سنایا تھا۔ سترہ مہینہ وفات پائی۔

۴۔ آنحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت کے اس مقام تک آئے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ  
علیہ وسلم کو یہ آیت کی ہدایت کی اقتدا پیروی کریں۔

۵۔ اہل قرآن اور اہل حدیث کے دیکھ لائق ہے کہ ان کی اقتدا کرے یعنی جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے بھی ان کی موافقت میں سجدہ کیا تو ہمیں بھی یہاں سجدہ کرنا چاہیے۔

یہاں اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور دیگر انبیاء سابقین کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور ان کے  
تابع ہونے کی نسبت کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ حالانکہ آپ سب کے مقتدی، متبوع اور سب سے افضل و اکمل ہیں۔ تو  
اس کا جواب ہم یہ ہیں کہ یہ نسبت صرف ظاہری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین علیہم السلام سے وجود  
عنصری کے لحاظ سے آخر میں تشریف لانے کی بنا پر ہے جس طرح آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا تابع بھی کہا  
گیا بلکہ اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل و اکمل ہونے کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب آپ تمام کے تابع اور  
سب انبیاء کی ہدایت پر عمل پیرا ہوئے تو ضروری طور پر سب انبیاء کے کمالات کے جامع اور سب کی صفات کو اپنے اندر



فائل کرنے والے ہوئے اور اس بنا پر سب سے افضل و اعلیٰ قرار پائے۔ بیت

خوبی و نازد کر شمر حرکات و سکنات  
آئندہ خراباں ہمہ وادعہ تو خدا کی  
حرکات و سکنات میں خوبی اور نازد کر شمر جو تمام خرابیاں جہاں میں فروا فرمایا جاتا ہے وہ سب تمہارا کیسے میں موجود ہے  
علیٰ افضل الصلوٰت و التسلیمات آمین و اکملہا۔

اور یہ حدیث سورہ میں میں سجدہ تلاوت واجب نہ ہونے میں حضرات شراح کی دلیل ہے۔ اصدا خات احمد الم مالک  
اور ایک روایت کے مطابق احمد کے نزدیک واجب ہے جس طرح دوسرے باقی قرآنی سجدے واجب ہیں اصدی حدیث  
بھی عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتی زیادہ سے زیادہ اس تقدس ہے کہ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدہ کی دیر بیان کی ہے  
کہ توبہ قبول ہونے کی بنا پر آپ نے سجدہ کیا اور اپنے سجدہ کرنے کی وجہ حضرت محمد علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ ہم نے اللہ کی قبولیت  
تقریر کی شکر گزاری اسان سے موافقت کرنے کے لیے کیا اور ہم انبیاء میں اس سجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء میں اس سجدہ  
میں ہے جن کی اقتدا کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اور حقیقت میں تمام عبادات (افرائق و واجبات و غیرہ) سب شکر نعت و حکم کی  
بجا آوری اور بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا کہ یہ سجدہ ہمارے سجدوں کی سب سے بڑی اور اہم  
یہ ہے کہ اس کا وجوب ان امور میں سے نہیں ہے کہ ان کا اتہام بطور تعبد و خشوع و خضوع ہے بلکہ وہ اس فکر و سبب قبولیت توبہ و اہل  
شکر کے طور پر واجب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر بن عبد اللہ بن زنی سے نقل ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورہ میں صلی اللہ علیہ وسلم  
جب میں آیت سجدہ پر پہنچا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ دعوت قوم میں سے جو میرے ساتھ ہیں سب سجدہ میں لگے ہوئے ہیں اور میں نے یہ  
تقدیر حضرت رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ہیں کہ ان کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا کہ  
معلوم ہوا کہ یہ سجدہ بھی باقی سجدوں کی طرح ضروری اور اس کے کرنے کا حکم بھی ہے اور اس کے نہ کرنے کا حکم بھی ہے  
سجدہ غرائم میں سے نہ تھا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سجدہ کیا کہ ان کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا کہ  
کہ اس تقدس سے پیش آنے سے قبل یہ سجدہ واجب نہ تھا جیسا کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سجدہ کی وجہ سے

## الْفَصْلُ الثَّانِي

## دوسری فصل

۹۷۷ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَقْرَأَنِي  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْفُتُورِ  
مِنْهَا ثَلَاثٌ فِي الْمَفْصِلِ وَفِي سُورَةِ

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
میں نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وہم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے اور ان میں  
سچے فصل سورتوں میں اور سورہ سورۃ



میں ہیں

الْحَجَّ سَجْدَتَيْنِ -

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ ،

۱۔ بعض نسخوں میں قرآنی کا لفظ آیت ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائے اور بتلائے۔

۲۔ یعنی سورہ مجرات سے آخر قرآن تک کی سورتیں مفصل سورتوں کا بیان اور اس میں اختلاف کتاب الصلوة کے ابتدائی بیان پر چکا ہے۔ ان تین سجودوں میں سے ایک سورۃ النجم میں دوسرا اذا السماء انشقت اور تیسرا سورۃ اقراء باسم ربک میں ہے۔

۳۔ اور سورۃ حج میں دو سجودوں کی تعلیم دی۔ ایک آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُخَبِّرُ لَهٗ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ - میں اور دوسرا آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رُکُّوْا سَجْدًا وَّاسِعًا -

ماضی ہو کہ تمام آئمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآنی سجودوں کی کل تعداد چودہ ہے۔ گلام مالک سے ایک روایت میں اور امام شافعی کے قول قدیم میں مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سورہ ص کے سجدہ کے قائل ہیں اور سورۃ حج کے دوسرے سجدہ کے قائل نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ نماز کا سجدہ ہے تلاوت کا سجدہ نہیں اس قرینہ کی بنا پر کہ یہاں سجدہ کے ساتھ رکوع کا ذکر بھی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اس کے برعکس کہتے ہیں اور امام احمد سے ایک روایت کے مطابق قرآن پاک میں پندرہ سجدے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک سورۃ ص کا سجدہ اور سورۃ حج کے دو سجدے جیسا کہ یہ حدیث بھی سورت حج کے دو سجدے ثابت کرتی ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اس کے بعض راوی مبہول ہیں

حضرت عبید بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ سورت حج کی یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ جس نے اس کے دو سجدے نہ کرے۔

۱۔ ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی روایت کیا اور کہا کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کا اسناد قوی نہیں اور کتاب مصابیح میں ہے کہ جیسا کہ خراج سنتہ میں ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَضِّلْتَ سُورَةَ الْحَجِّ بِأَنَّ فِيهَا سَجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يقرأهما -

يَعْنِي أَمْرًا وَكَلَامًا وَ التَّوْبَةَ وَ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ كَذِبٌ اسْتَدَاهُ يَأْتِي فِي النَّحَايَةِ فَلَا يقرأها كَمَا فِي شَرْحِ السُّنَنِ -

۱۷ یعنی کمال طور پر نہیں پڑھا۔

۱۸ اور یہ حدیث بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے خود اگلے جملے میں فرمایا ہے۔

۱۹ کیونکہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی ابن ابی عمیر ہے اور وہ اگرچہ ائمہ حدیث میں سے ہے مگر ضعیف ہے۔

۲۰ کیونکہ آخر عمر میں اس کے حفظ میں خلل اور غلط راہ پا گیا تھا جو اس کی روایت کردہ حدیث میں عدم اعتماد کا موجب بن گیا۔  
 ۲۱ یعنی مسایح میں غلطیوں کا مضامین تغیر کے بجائے جس کا مزاج سجدہ کی دو آیتیں ہیں غلطیوں کا مضامین واحد کے ساتھ آیا ہے۔ جس کا مزاج پوری سورت صحیح ہے اور شرح سننہ میں بھی ایسا ہی ہے مسایح کے الفاظ میں زیادہ مبالغہ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ جس نے دو سجدے نہ کیے۔ اس نے گویا پوری سورت ہی نہ پڑھی اور ترک سجدہ پوری سورت کی تلاوت کا ثواب فوت کر دیتا ہے۔

۹۴۳ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي صَلَاةِ  
 الظُّهْرِ ثَمَّ قَامَ فَرَفَعَ قَرَأَ وَأَنشَأَ  
 قَرَأَ تَنَزِيلَ السَّجْدَةِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر  
 کھڑے ہوئے اور کوع کیا تو رکوں کو معلوم ہوا کہ آپ  
 نے سورت تنزیل السجدة تلاوت کی ہے۔

(ابن ماجہ)

(رواہ ابوداؤد)

۱۷ یعنی کہ آپ نے سورت الم تنزیل کتاب پڑھی ہے جس میں سجدہ کی تلاوت ہے۔ مساجد کلام کا یہ جاننا اور استعمل کرنا  
 محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرنے اور پھر کوع جانے کی بناء تھا بلکہ مساجد کے کوئی کریم بھی نہیں تھا جس سے ان میں پڑھنا  
 آپ نے یہ سورت پڑھی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سورت سے کوئی آیت صحابہ کو سنلا دیتے تھے تاکہ وہ بھی باقی  
 کہ آپ فلاں آیت پڑھ رہے ہیں یا بے اختیار غایت شوق و حضور کے باعث آپ سے کسی آیت کا پورا پورا کمال آتا تھا کہ  
 باب القراءۃ میں گزارا۔

پھر اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدہ کرنے اور اٹھنے کے بعد باقی سورت پڑھ کر پھر سجدہ کرنا  
 چلے گئے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ باقی سورت پڑھنے کے بعد کوع کر کے پھر سورت پڑھ کر سجدہ کرنا  
 آتی ہے کہ پوری سورت نہ پڑھی جائے اور یہ سورت فی الجملہ جائز ہے بیان سے یہ معلوم نہیں کہ اس کے سجدہ کے مقام  
 میں قیام برائے رکوع اور قراءت جائز نہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کیونکہ ان کے نزدیک ایسا  
 کرنا واجب نہیں ہے اگر ایسا کرے گا تو جائز ہے (غریب بھی)

۹۴۵ وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ

انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے پڑھنے سے سنا ہے

پاک پڑھتے تھے جب سجدہ کی آیت پہنچے گزرتے تو  
تغیر کرتے اور سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ  
سجدہ کرتے۔ (البوداؤد)

عَلَيْنَا الْقُرْآنَ كَذَا مَثَرًا بِالتَّحْدِيدِ  
كَبَّرَ وَ سَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَهُ -  
(دَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ)

اس سے معلوم ہوا کہ قاری اور سماع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں  
نے کہلا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے  
سال آیت سجدہ پڑھی تو سب لوگوں نے سجدہ کیا ان میں  
سوار بھی تھے اور زمین پر سجدہ کرنے والے بھی۔  
یہاں تک کہ سوار اپنے ہاتھ پر سجدہ کرتا تھا۔

۹۶۶ وَ عَنْهُ أَنْتَ قَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ  
الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ  
مِنْهُمْ التَّارِكُ وَ السَّاجِدُ عَلَى  
الْأَرْضِ حَتَّى أَنَّ التَّارِكُ لَيَسْجُدُ  
عَلَى يَدَاكَ -

(البوداؤد)

(دَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ)

اس پر کتاب کے بعض وہ حضرات جو ساری پڑھتے انہوں نے نیچے تر کر زمین پر سجدہ کیا ہو۔ حدیث کا لفظ اس بارے میں  
صریح نہیں ہے کہ سب لوگ جو سوار تھے ان سب نے سواری کی حالت میں اپنے ہاتھوں پر سجدہ کیا ہو (اسے سمجھو)  
اور یہ واقعات واقعہ کے علاوہ ہے جو سورۃ النجم سے متعلق ہے جس میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ  
النجم پڑھی اور مسلمانوں اور کافروں سب نے سجدہ کیا جیسا کہ گزرا کہ وہاں مشرکوں میں ایسا آدمی بھی تھا جس نے مٹھی میں  
خاک لیا اور اپنے منہ پر رکھی اور کہا میرے لیے یہ کافی ہے۔ نیز فتح مکہ کے دن مشرکین موجود نہ تھے۔ لہذا سورۃ  
النجم واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے (نور سے کام لو)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ منتقل ہونے  
کے بعد مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں کیا۔

۹۶۷ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ  
بِشَيْءٍ مِّنَ الْكَفَصِ مُنْذُ تَحَوَّلَ  
إِلَى الْمَدِينَةِ -

(البوداؤد)

(دَعَاةُ ابْنِ دَاوُدَ)

اس یعنی اگر مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے قیام مکہ کے دوران آپ نے سجدہ کیا تھا اور سب لوگوں مسلمانوں  
کافروں اور بنی دانس نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ پیغمبر صلی اللہ



میں آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے آج طاعت سوتے ہیں  
ایک خواب دیکھا ہے کہ گریبان ایک درخت کے  
پچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور میں نے سجدہ کیا ہے اور  
درخت نے بھی میرے سجدے کے ساتھ سجدہ کیا ہے  
پھر میں نے اس درخت کو کہتے ہوئے سنا۔ اے اللہ  
میرے لیے اس سجدہ کے عوض اپنے پاس اجر و ثواب  
لکھو دے اور مجھ سے میرا بوجھ اتار دے اور اس میرے  
لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا دے اور اسے میری طرف سے قبول  
کر جس طرف تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا ہے  
ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت  
سجدہ پڑھی پھر آپ نے سجدہ کیا۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ  
آپ بھی وہی الفاظ پڑھ رہے تھے جن کی خبر اس شخص نے  
درخت کے چڑھنے کے بارے میں دی تھی اسے ترزا  
نے روایت کیا اہل ابن ماجہ نے مگر ابن ماجہ نے قبول کر  
اسے میری طرف سے جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد  
سے قبول کیا تھا لفظ ذکر نہیں کیا۔ اور ترمذی نے کہا یہ  
حدیث غریب ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
رَأَيْتُنِي اللَّيْلَةَ وَ أَنَا كَأَنَّمَا كَأَنَّمَا  
أَصْبَحْتُ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَ فَسَجَدَ  
الشَّجَرَةُ لِسُجُودِي فَسَمِعْتُهَا تَقُولُ  
اللَّهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عَمَلًا أَجْرًا  
وَضَعْ عَنِّي رِيحًا وَزُرًّا وَاجْعَلْهَا لِي  
عِندَكَ دُخْرًا وَتَقْبَلَهَا مِنِّي كَمَا تَقْبَلُهَا  
مِنْ عِبِيدِكَ دَائِمًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَجَدْتُ ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهَا وَهُوَ  
يَقُولُ مِثْلَ مَا أَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ  
قَوْلِ الشَّجَرَةِ لِمَاءِ التَّوْحِيدِ وَ  
أَبْنِ مَلِكَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ  
تَقْبَلَهَا مِنِّي كَمَا تَقْبَلُهَا مِنْ عِبِيدِكَ  
دَائِمًا وَقَالَ التَّوْحِيدِيُّ هَذَا أَخَوْنِي  
غَرِيبٌ

اس حدیث میں سجدہ کے وقت پڑھنے والے کے الفاظ

سے ترمذی نے ذکر کر کے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سجدہ کیا۔

اس حدیث میں ابن ماجہ نے ذکر کر کے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سجدہ کیا۔  
اس حدیث میں ابن ماجہ نے ذکر کر کے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سجدہ کیا۔  
اس حدیث میں ابن ماجہ نے ذکر کر کے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سجدہ کیا۔  
اس حدیث میں ابن ماجہ نے ذکر کر کے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سجدہ کیا۔

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث دونوں حدیثوں سے غریب ہے۔





## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۹۰ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَالتَّجْوِ  
 فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ لَعَهُ  
 غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا مِّنْ قُرَيْشٍ أَخَذَ كُفًا  
 مِّنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ  
 وَقَالَ يَكْفِينِي هَذَا قَالَ عَنِ اللَّهِ  
 فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا مُّتَفَوِّ  
 عَلَيْهِ وَرَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ  
 وَهُوَ أَمِيَّةٌ بَنُ خَلِيتَ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو اس  
 میں سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا مگر قریش  
 میں سے ایک بوڑھے شخص نے کہ اس نے ہاتھ میں لکڑیاں  
 یا ٹھکیا لٹھیاں اپنے پیشانی پر ڈالا اور کہا میرے لیے  
 یہ کافی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ہاتھ میں  
 ان بوڑھے کو دیکھا کہ کفر کی حالت میں قتل ہوا غلامانہ  
 سزا اور جزا کا سزا ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ  
 کیے کہ وہ لٹھیاں اپنے پیشانی پر رکھتا تھا۔

۱۱ اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور سرکشی اختیار کرنا جو کہ باوجود کئی بار بھی  
 ۱۲ علماء فرماتے ہیں وہ مقتول امیر بن خلف تھا غفلت لام کہ اس نے سجدہ کرنے سے روک دیا اور  
 ابی بن خلف تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ وہ سجدہ کر کے کہہ گا  
 عقبہ بن ربیعہ ہے۔ اور بعض ولید بن مغیرہ کا ہے جو نے کہا میں نے اسے دیکھا کہ وہ سجدہ کر کے کہہ گا  
 ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن یہ کافر موجود تھا۔

۹۱ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي حَت  
 وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسَجَدُكَ  
 شُكْرًا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو فرمایا

سجدہ کیا تو فرمایا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسَجَدُكَ شُكْرًا

یہاں تک کہ سجدہ کر کے کہہ گا

(رَدَاةُ النَّسَائِيِّ)

۱۳ یعنی اس واقعہ میں جبرائیل کے متعلق سورۃ میں فرمایا کہ اس نے کہا میں نے اسے دیکھا کہ وہ سجدہ کر کے کہہ گا  
 میں مصروف ہو گئے اس کو تاہی کے باعث جبرائیل سے صادر ہوئی تھی۔

۱۴ یعنی ہم داؤد کی تربیت کی شکرگزاری کے لیے سجدہ کرتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام شخص واحد کی طرح  
 ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی پر خاصہ نعمت گویا تمام انبیاء پر افاضہ نعمت ہوتا ہے۔ اور ہمارے



پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے لیے مشفق باپ کی طرح ہیں ہاں یہ آپ ان پر نعمت یاد کر کے بہت زیادہ خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔

## بَابُ أَوْقَاتِ النَّهْيِ ممانعت نماز کے اوقات

یعنی ان اوقات کے بیان کا باب جن میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ ان تین اوقات کو بھی شامل ہے جن میں نماز پڑھنا حرام ہے یعنی طلوع و غروب آفتاب اور نصف النہار کا وقت۔ اور دو وقت اور میں کہ ان میں نماز مکروہ ہے۔ فجر اور عصر کے بعد۔ اخاف کا مذہب یہ ہے کہ مذکورہ تین اوقات میں ممانعت فرض و نفل دونوں کو شامل ہے۔ لہذا ان تین اوقات میں کوئی نماز جائز نہیں۔ نہ ادا نہ قضا۔ مگر اس دن کی عمر کا اور نہ نماز جنازہ نہ سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ میں جب کہ ان اوقات میں حاضر ہوا کا طرح سجدہ تلاوت میں جب کہ آیت سجدہ ان اوقات میں پڑھی جائے، ایک قول کے مطابق ادا کر لینا جائز ہے اسی طرح دیگر کے وقت میں بھی جائز ہے مگر نیت باخود کر توڑ دے اور وقت کروہ گزرنے پر قضا کرے۔ اور اسی وقت کروہ میں پوری کرے تو بھی ذمہ داری سے نکل آئے گا۔ مگر توڑ دینا افضل ہے۔ جیسا کہ شرح ابن الہمام میں مبسوط سے منقول ہے۔

اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اوقات میں قضا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کے بارے میں فرمایا ہے فَلْيُصَلُّوا اِذَا كُنْهُمْ اَیَّامٌ کَذَٰلِکَ جَبَّ يَدَا آتَمَّ قُضَا نَمَازٍ پڑھو اور نماز جنازہ جب حاضر ہو اور تحیۃ المسجد جی اگر اتفاق سے مسجد میں داخل ہو جائے تو ادا کر لے۔ تاہم اگر ان اوقات میں نیت کے ارادہ سے مسجد کے اندر آئے اور نیت کرے کہ ان اوقات میں ادا کرے تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ چیز اس میں داخل ہے کہ وہ کوشش اور قصد و ارادہ سے منع ہے۔ اور اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کا یہ دلیل حدیث کے حکم کے مطابق منوع ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اسی طرح نماز کسوت بھی ان اوقات میں جائز ہے کہ وہ کرنے سے ہو سکتا ہے کہ گرمی ہی ختم ہو جائے اور وضو کے بعد کی دو رکعتیں اصحاحام و طواف کی دو رکعتیں اور سجدہ تلاوت کی آیت اگر ان دو اوقات کروہ میں پڑھی گئی۔

پھر اخاف کے نزدیک یہ کہ آیت تمام نمازیں اور چھوٹیوں کو شامل ہے مگر امام شافعی اور ان حضرات کے نزدیک جو ان کے موافق ہیں کہ جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت بھی جائز ہے۔ اور ان کے نزدیک کہ معظمہ میں تمام اوقات میں جائز نہ ہو سکتا ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک طواف کی رکعتیں فجر اور عصر کے بعد جائز ہیں۔ اور نصف النہار اور طلوع و غروب آفتاب

کے وقت ادا کرنے میں ان سے وعدہ و اچھین اٹھیں اور احکام ملک شکریہ نے اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا ہے کہ اگرچہ ادا  
کوشش سے نصف انہار میں نماز ادا کرتے تھے تاہم ضعیف کا مذہب زیادہ اختیار کرتی ہے کیونکہ جب باوجود عذر سے عدا  
دلیل اور حرام قرار دینے والی دلیل دونوں ایک مسئلے میں جمع ہو جائیں تو علم قرار دینے والی دلیل کو ترجیح حاصل ہوگی۔ احکام

الفصل الأول

چہلی فصل

٩٤٦ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْدُرَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ وَلَا تَحْتَنُوا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ كَفَيْ الشَّيْطَانِ -

(مَنْقُ عَلَيْهِ)

۱۔ تحری کا لفظ دراصل بہتر چیز کی طلب و تلاش کے لیے آتا ہے۔ یہاں بمعنی مطلق طلب و تلاش ہے اور اس کا اصل معنی نہیں معتبر اور ردی ہے۔ وہ اس وقت کو زیادہ بہتر اور مناسب سمجھ کر ہی اس کا اضافہ کرتا ہے۔ نماز کی ان اوقات میں بالقصد ادائیگی کو جائز قرار نہیں دیا۔ اگر اتفاقاً یا غرض سے یہ کہتے ہیں کہ نہی کی حدیث سے ان اوقات میں مطلقاً حلال ہے نہیں مقصور ہے۔  
۲۔ اس سے مراد وقت طلوع ہے کیونکہ جب آفتاب افق شرقی سے نکلتا شروع ہوتا ہے۔ ابرو کے مشاہیر ہوتا ہے۔ قاموس میں کہا۔ جلب الشمس یعنی کارہ آفتاب۔ عراق میں کہا موجب الشمس اس کے طالع  
۳۔ یعنی تا آنکہ سورج کا ٹیکہ پہلی طرح طلوع کر آئے اور اگر ایک فیروز کی مقدار بند ہوئے تک میرا تقاریرین و بہتر ہے جیسا کہ مدرسہ حدیث میں آرہا ہے۔

کہ یا نماز کے وقت نہ باڑا پٹا نماز کے لیے شروع و غروب آفتاب کے وقت کی ابتداء نہ کرے یعنی طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھے۔

ہے اس عبارت کی شرح باب مواقیت الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے یہاں غروب کا ذکر نہ کیا ایک تو اختصار کے لیے دوسرے طوع آفتاب پر کفایت کرتے ہوئے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھنے سے منع فرمایا یا یہ کہ ہم ان اوقات میں اپنے سروں سے دفن کریں جب سورج اپنی چمک دکھائے کہ ساتھ طلوع ہو رہا ہو یا کہ غروب ہو رہا ہو اور نصف النہار کے وقت یہاں تک کہ ڈھلنا شروع ہو جائے اور جب سورج غروب ہونے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

۹۴۳ وَ عَنْ عَقِبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نَقْبُلَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوَاتَانَا حِينَ ظَلَمُ الشَّمْسُ بَارِعَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَ حِينَ تَقُومُ قَائِمُ الظُّلُمَاتِ حَتَّى تَبِيدَ الشَّمْسُ وَ حِينَ تَضَيِّقُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ۔

(معاذ مسلم)

اس وقت سے نماز نہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ درہ ان اوقات میں دفن کرنا اور قبر میں اتارنا بالاجماع ممنوع نہیں ہے۔ جیسے کہ علامہ کتاب الامور و القیام میں جو اس حدیث میں مذکور ہوئے۔

۹۴۴ یہ بھی روایت ہے کہ جب سورج کو اٹھنا ہے۔ اس سے مراد اس کا سایہ ہے یا خود آفتاب ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

۹۴۵ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ بَيْنَ بَارِعَةِ الشَّمْسِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الظُّلُمَاتِ حَتَّى تَبِيدَ الشَّمْسُ وَ لَا صَلَاةَ بَيْنَهُمَا حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔

(بخاری مسلم)

۹۴۶ (معاذ مسلم)

۹۴۷ اس وقت سے نماز نہ کرنے سے منع فرمایا ہے کہ نماز پڑھنا کہ وہ ہے حرام نہیں ہے۔

حضرت عرو بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف

۹۴۸ وَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ جَبْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



کرے۔ مگر اس کے سر کی خطائیں پانی کے ساتھ بالوں  
کے کناروں سے گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے پاؤں دھوئے  
مگر اس کے پاؤں کی خطائیں پانی کے ساتھ پرروں سے  
گر جاتی ہیں۔ پھر اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ  
کی وہ حمد و ثنا اور بڑائی کرے جس کے وہ لائق ہے  
اور اپنا دل اللہ کے لیے خالی کر دے۔ مگر  
اپنی خطاؤں سے اس دن کی طرح پھرے گا  
جن دن اسے ماں نے جنا۔

رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ  
مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ  
يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ  
خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ  
فَإِنْ هُوَ قَامَ فَحَمْدُ اللَّهِ وَ  
أَثْنُ عَلَيْهِ وَتَجَدُّهُ بِالَّذِي هُوَ  
لَهُ أَهْلٌ وَ قَرَعَتْ قَلْبَهُ إِلَيْهِ إِلَّا  
أُصْرَفَ مِنْ حَبِطَتِهِمْ كَهَيْئَتِهِمْ  
يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ -

(دعا کا مُسَلَّم)

اے عتبہ عین اور سین کی زبرد سے آپ مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے حالات شریفہ اور قصہ ابتداء اسلام کئی جگہ مذکور  
ہوئے۔

اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس صحابی نے نماز کے وقت کے بارے میں دریافت  
کیا تھا۔

اے اہل میں فقط اقرار ہمزہ کی زبرد سے صیغہ امر ہے مصدر اقصاء سے جب کوئی شخص کسی کام کی طاقت رکھتے ہوئے  
اس سے بلا ہے اور اسے نہ کرے تو اس کے لیے کہتے ہیں۔ اقصیٰ اور اگر کسی کام کے کرنے کی اس میں طاقت ہی نہ  
ہو اور اس بنا پر اسے نہ کر کے تو اسے اقصیٰ کہتے ہیں۔ یعنی اس کام کے کرنے سے تو قاصر رہا ہے اور یہاں ہمزہ نہیں آتا۔  
مولانا کے ہاں اس لفظ کا استعمال ایسا ہی آیا ہے۔

اے صیغہ نماز فعل و نیزہ جو پایا ہے اور اگر ہے۔

صیغہ فعل اس وقت کی نماز میں یا نماز کے وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ یا نمازی کے لیے اس کے نماز پڑھنے  
پر گواہی دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معنی اول کے مطابق مشہودہ کی  
تائید و تکرار ہے۔ اے ایک درجہ میں مشہودہ کا کتبہ آیا ہے۔ یعنی اس نماز کے وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس کے  
اعمال نامہ میں اس کا جو ثواب درج کرتے ہیں۔ اور ملائکہ کرام کتابت اعمال کے لیے بھی آتے ہیں۔

یعنی اس نیزے کا سایہ جو زمین گھاڑا جاتا ہے نیزہ سے کم اور بہت چھوٹا ہو جائے۔ جیسا کہ دوپہر کے وقت ہوتا  
ہے اور لفظ استقلال بلند ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی سایہ نیزہ سے بلند ہو جائے اور زمین پر نہ پڑے



بعض روایات میں حتیٰ لیتقل مع الظل بھی آیا ہے یعنی نیزہ کے تقابلیں اس کا سایہ کم ہو جائے اور وہ دونوں عبادتوں کے معنی کا مال ایک ہی ہے یا قلت اور کمی کے معنی پر محمول ہے۔

۸۷ تبصرہ کا لفظ جمیم کی شدت اور تخفیف دونوں طرح روایت آئی ہے۔

۸۸ اور اس کی تفصیلت اور درجہ بیان فرمائیں۔

۸۹ وضوء واد کی زبرد کے ساتھ دراصل اس عبارت میں وضوء طہارت کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وضوء کا پانی حاصل کرنے اور اس کی تیاری میں خود کوشش کرے خادم و نوکر کے ذریعہ نہ لگائے۔ اس شقت اور اپنے برائی کی عبادت و خدمت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔

۹۰ لیتقل یعنی لفظوں والی بنا کے ساتھ لفظ استنطاق میں ناک کی معنائی میں یہ لفظ ہے کہ ناک شیطاں کے رات لبر کرنے کی جگہ ہے۔ جیسا کہ وضوء کے باب میں گزرا۔

۹۱ یعنی نہ اور ناک کے اندر کے حصے کے گناہ اور خطائیں۔ حرکت نقطہ دالی غا اور شدت کے ساتھ خود سے یعنی اوپر سے نیچے کرنا۔ یہ لفظ جمیم اور راخفف سے بھی مروی ہے معنی اور جاننا۔

۹۲ یعنی ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے۔

۹۳ گویا اس قول میں باطنی گناہوں سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی جانب اشارہ ہے جس طرح وضوء سے ظاہری اعضا کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا ارشاد کہ تیریم ولدتہ امر اس پر بالکل ٹھیک مطابق آگیا کہ جس طرح مال کے پیٹ سے نکلنے کے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے اسی طرح وضوء سے ظاہری گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

۹۴ وَ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ  
وَالْأُسُومَاءِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
ابْنِ الْأَزْهَرِ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ  
فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ وَسَلِّمْ  
عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَبَدَّلَتْ  
عَلَى عَائِشَةَ فَبَكَّتْهَا مَا أَسْلَوْنِي  
فَقَالَتْ سَلِّ أَمْرٌ سَلِّمْ فَخَرَجَتْ  
إِلَيْهِمْ فَرَدَّوْنِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ  
أَمْرٌ سَلِّمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ



عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ يَنْفَعُ عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُ  
يُعَلِّمُهُمَا ثُمَّ بَعَثَ فَاسْتَلَمْتُ رَأْسَهُ  
الْجَارِيَةَ فَكَلَّمْتُ قَوْلِي لَهُ فَهَلْ أَهْلُ  
سَلَمَةٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْفَعُ  
عَنْ هَاتَيْنِ الرَّفِيعَيْنِ وَأَنْتَ تَمِيلُهُمَا  
قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ  
الرَّفِيعَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَلَفُ  
نَاسٍ مِمَّنْ عَبْدُ الْقَيْسِ فَشَعَلُونِي  
عَنِ الرَّفِيعَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ  
فَهَذَا مَا تَأْتِي

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اگر کرب سبکست کہ بقی ادا کرنا ضروری ہے

مجھے ام سلمہ کے پاس بھیجا جو تمام کلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع کرتے سنا  
پھر میں نے ان کو یہ کہیں پڑھتے دیکھا پھر آپ تشریف لائے  
تو میں نے ایک رکعت کی کوئی ضرورت میں بھیجا اور میں نے کہہ  
دیا کہ آپ سے عرض کرنا یا رسول اللہ ام سلمہ عرض کرتی ہے  
کہ میں نے ان کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے سنا اور آپ کو  
یہ کہیں پڑھتے دیکھی ہوں فرمایا اسے براہیرہ کی بیٹی تو  
نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے متعلق مجھ سے پوچھا  
ہے میرے پاس عبد القیس کے کچھ لوگ آئے تھے جنہوں  
نے ظہر کے بعد مالی دور رکعتوں سے باز رکھا یہ وہی دو  
رکعتیں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اس وقت کہ میں نے ام سلمہ کی ہرگز کے ساتھ حضورؐ کو کاندھ پر لٹا کر اور ان کی اندر بریہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی  
اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہ بھرت کے بعد کہ منظر میں پیدا ہوئے اور شہدہ میں مکہ سے نقل مکانی  
کر کے مدینہ آئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال شریف کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث  
سنیں ان میں سے ایک حدیث صحاح شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی

اس وقت کہ میں نے ام سلمہ کی ہرگز کے ساتھ حضورؐ کو کاندھ پر لٹا کر اور ان کی اندر بریہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی  
اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہ بھرت کے بعد کہ منظر میں پیدا ہوئے اور شہدہ میں مکہ سے نقل مکانی  
کر کے مدینہ آئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال شریف کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث  
سنیں ان میں سے ایک حدیث صحاح شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی

اس وقت کہ میں نے ام سلمہ کی ہرگز کے ساتھ حضورؐ کو کاندھ پر لٹا کر اور ان کی اندر بریہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی  
اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہ بھرت کے بعد کہ منظر میں پیدا ہوئے اور شہدہ میں مکہ سے نقل مکانی  
کر کے مدینہ آئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال شریف کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث  
سنیں ان میں سے ایک حدیث صحاح شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی  
کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی کہ میں نے ان سے بیعت لی تھی

۵۵ کہ انہیں اس بارے میں علم ہے۔

۵۶ یہ حضرت کریم رضی اللہ عنہ کا غایت ادب اور ان کی دامانی کا مظہر ہے کہ حضرت عائشہ سے سیدھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ گئے کیونکہ ان حضرات نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تھا۔ نہ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس لیے پہلے واپس لوٹ کر ان حضرات کے پاس نہ گئے۔ پھر جب ان حضرات نے انہیں حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا تو حضرت ام سلمہ کے پاس گئے۔

۵۷ کہ صرف یہ دو رکعتیں یا مطلق کوئی بھی نماز عصر کی نماز کے بعد ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔  
۵۸ گویا آپ نے یہ دو رکعت مسجد میں ادا کی تھیں۔ پھر دو ٹکڑوں میں تشریف لائے یا پہلے آپ گھر کے چبوترے پر تھے پھر گھر میں داخل ہوئے۔

۵۹ یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو۔

۶۰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔

۶۱ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام سہیل بن مغیرہ مخزومی ہے اور ان کی کنیت ابو امیہ تھی۔

۶۲ یعنی قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ انہیں اپنی احکام سکھانے کے لیے مجھے حضور رکھا۔

۶۳ یہ دو رکعتیں وہ ظہر کی بعد والی دو رکعتیں ہیں جو میں ان کو سکھاتا تھا۔

۶۴ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کی تعلیم دینا احکام حضرت کو تبلیغ دین کا امتداد ہے اور اس کی تعلیم دینا احکام حضرت کو تبلیغ دین کا امتداد ہے۔ اگرچہ یہ نماز سنت ہو کر وہی کہیں نہ ہو۔ ان حدیث سے دوری بات یہ ہے کہ اگر کسی وقت نماز سے متعلق نفل نماز بھی سنت ہو کہ نماز نہ جائے تو اسے سنت کر دینے سے بدعتا کر دینا بدعت ہے۔ شافعی حضرات کا مذہب یہی ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک انہی دو رکعتوں کو سنت قرار دینا بدعت ہے۔ جیسے ظہر کی پہلی چار رکعت سنت ہو کر اگر فرض نماز سے پہلے وہیں کیوں نہ ہو کہ نماز ہو جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت ظہر کے نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ ان کو تعلیم و ہدایت کی ضرورت کے تحت توڑ دی ہو۔ ان وجہ سے ان میں سے کسی نے ان کو سنت قرار دیا۔ ان کو سنت قرار دینے کے بعد توڑنے سے ان کی تصافا واجب ہو جاتی ہے (واللہ اعلم)۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ بے شک یہ حدیث تو عمر ان پر روایت کر لی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت سنتیں جو عصر کے بعد پڑھیں وہ دند عبد القیس سے مصروفیت کی بنا پر ظہر کے بعد پڑھی جا چکی تھیں۔ ان لیے انہیں عصر کے بعد پڑھا۔ مگر ان احادیث کا کیا جواب ہو گا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح البخاری میں مروی ہیں

اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو رکعتیں ہمیشہ پابندی سے پڑھی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھے اس سب قصائے کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے آخرت کی طرف لے گیا آپ نے بعد عصر کی دو رکعت کبھی ترک نہ کیں تا آنکہ آپ نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی (دنیل سے روایت کر گئے)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت و خلوت ہر حالت میں یہ دو رکعت پڑھتے تھے کبھی ترک نہ کرتے تھے اور فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی بعد عصر میرے گھر تشریف نہ لائے مگر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے چہرہ علماء بھی اسی پر ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس وقت میں نماز پڑھنے سے روکتے اور منزا دیتے تھے مگر بعد نماز عصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکعت پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اس بارے میں علماء نے بہت گھٹکو کی ہے اس کا کچھ حصہ عربی شرح (ملعات) میں مذکور ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بعد عصر آپ کا دو رکعت پڑھنا اور پابندی سے پڑھنا آپ کے خصائص میں سے تھا اور امت کو آپ نے اس سے منع فرمایا جس طرح کہ آپ خود وصال کے روزے رکھتے تھے مگر دوسروں کو اس سے منع کرتے تھے یعنی کہتے ہیں کہ آپ نے بعد عصر نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا کہ لوگ غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا شروع نہ کریں۔ لہذا اگر بعد نماز عصر کوئی نماز غروب آفتاب سے پہلے پڑھی جائے تو مکروہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو مارنا اور منزا دینا بھی اسی غرض سے کی بنا پر تھا بعض کہتے ہیں کہ نماز صبح اور نماز عصر کے بعد اس شخص کے لیے نماز پڑھنا مکروہ ہے جو طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ کرے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے **لَا تَنْصَرِفُوا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبِهَا** یعنی اپنی نمازوں کے لیے طلوع اور غروب آفتاب کا وقت مقرر نہ کرو جیسا کہ باب کے ابتدا میں گزرا چہرہ علماء اس پر ہیں کہ مذکورہ دونوں نمازوں کے بعد طلاق نماز مکروہ ہے۔

مفقول ہے کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے چھپ کر گھر میں دو رکعت نماز ادا کرتے تھے لوگوں نے کہا۔ آپ لوگوں کے سامنے کیوں نہیں پڑھتے فرمایا لوگوں سے ڈر کے مار سے ظاہر یہ ہے کہ اس امام اجل کا مذہب اس بارے میں باقی لوگوں کے مذہب کے خلاف تھا اور چونکہ جمہور مسلمان نہ پڑھنے کے قائل تھے اس لیے اس امام نے نہ چاہا کہ یہ لوگوں کے خلاف ایک کام کریں۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ**

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت محمد بن ابیہیم حضرت قیس بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز

۱۶ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِرَاهِيمَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ

۱۱۔ صبح کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پھر نماز پڑھ کر  
 صبح کی نماز دو رکعت ہے۔ اس شخص نے  
 عرض کیا کہ میں نے صبح کے دو فرضوں سے پہلے  
 کی دو رکعتیں نہ پڑھی تھیں۔ میں نے وہ اب  
 پڑھی ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش  
 ہو گئے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا  
 يُصَلِّي بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ  
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ صَلَاةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ  
 رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ الرَّجُلُ إِنِّي لَمْ أَكُنْ  
 صَلَّيْتُ الرُّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلُهَا  
 فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی  
 نے اس کی مثل روایت کی۔ اور ابی داؤد  
 حدیث کا ایسا متن نقل نہیں کیا کہ محمد بن ابی بکر  
 کا قیاس میں عمرو سے اس کا ثابت نہیں ہے  
 اور شرح السنہ اور سنن مساجد میں  
 ہے اس کی مثل روایت کیا۔

بِقَاءِ أَبُو دَاوُدَ وَبِقَاءِ التِّرْمِذِيِّ  
 نَحْوَهُ وَقَالَ إِسْنَادُ هَذَا الْحَدِيثِ  
 لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ  
 إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسِ بْنِ  
 عَمْرٍو وَفِي شَرْحِ السُّنَنِ وَفِي  
 الْمَصَابِيحِ عَنْ قَيْسِ بْنِ قَهْبَلٍ  
 نَحْوَهُ.

۱۲۔ حضرت محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کم سن تھے اس لیے کہ ان کے پاس سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے نماز پڑھ کر

ہیں۔

۱۳۔ یعنی کیا تو صبح کی نماز اس طرح ادا کرتا ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھیں پھر چار رکعت پڑھیں اور پھر دو رکعت پڑھیں  
 باوجودیکہ مجھے علم ہے کہ اس نماز کے بعد کوئی نماز جائز نہیں۔

۱۴۔ یعنی میں نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی تھیں۔ اس لیے وہ اس پر عتاب کیا۔

۱۵۔ اس میں سے منع نہ کیا۔ بلکہ اس کے فعل کو قائم اور باقی رکھا۔ اس سے مراد ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھ کر  
 پڑھی ہوئی تو فرضوں کے بعد انہیں قضا کر لیا جائے۔ امام شافعی اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے، امام  
 ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سنتوں کی قضا نہ فرضوں کے بعد بلکہ نماز کے بعد  
 مگر جب کہ فجر کے فرض میں قضا ہو گئے ہوں۔ جیسا کہ لیلۃ التحریر (غزوہ خیبر سے واپسی کی ایک روایت) میں ہے امام محمد  
 رحمۃ اللہ نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ ان سنتوں کو زوال سے پہلے پہلے قضا کر دیا جائے۔ (امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ)

فرماتے ہیں سنتوں میں اصل دم قضا ہے کہ قضا واجب ہے کہ ما تم غفلت سے اس کا بارے میں حدیث وارد نہیں ہوئی مگر اس شکل میں کہ فرض بھی رہ جائے اور اس کے تابع سنتی بھی قضا کی جائیں۔ لہذا اس صورت کے علاوہ باقی صورتیں اپنی اصل پر باقی رہیں گی۔ یعنی دم قضا اور محمد بن ابی ایوب رحمہ اللہ کی حدیث ضعیف ہے استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی اور باقی نمازوں کی سنتیں الگ قضا نہ کی جائیں گی۔ اور فرضوں کے تابع ہونے کی قضا میں اختلاف ہے کذا فی الہدایۃ۔ امام ترمذی نے کہا۔ علمائے مکہ کی ایک جماعت حدیث قیس کے پیش نظر سنتوں کی قضا کی قائل ہے۔ وہ کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد فرضوں کے بعد طلوع آفتاب سے قبل دو سنتیں پڑھے۔ یہ علماء ایک اور حدیث بھی بیان کرتے ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ من لم یصل رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس جس نے سنت فجر کی دو رکعت نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے بعد انہیں پڑھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی عمل مروی ہے اور اسی کے متعلق ہیں سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اہل۔

۵۷ یعنی شرح السنۃ اور مسایح کے نسخوں میں محمد بن ابی ایوب من قیس بن قہد تان کا زبر اور ہاساکن سے یہ حدیث مروی ہے اور ترمذی نے قیس بن عمرو اور قیس بن قہد دونوں سے روایت کیا اور کہا حفاظ حدیث کے نزدیک صحیح قیس بن عمرو ہے اور اقرب اور کاشف اور ذہبی میں قیس بن عمرو کا ذکر کیا قیس بن قہد کا ذکر نہ کیا۔ بعض کتابوں میں قیس بن عمرو اور قیس بن عمرو اور قیس بن قہد دونوں کا ذکر آیا ہے اور کہا کہ دونوں حضرات بنی نجاس سے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ محمد بن ابی ایوب اسی نے فجر کی دو سنتوں والی حدیث جس سے روایت کی وہ قیس بن قہد ہے۔ اور بعض نے کہا قیس بن عمرو سے۔

واللہ اعلم۔

حضرت مجیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدمنان  
کی اولاد نہ رو کہ کسی کو بھی جو اس بیت کا طواف  
کے۔ اور رات اور دن کی جس گھڑی میں بھی  
نماز پڑھے۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

(نسائی)

۵۸ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي  
عَبْدِ مَنْكَاتٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ  
بِهَذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى أَيْكَةً سَاعَةً  
شَاعِرًا شَاءَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ النَّهَارِ  
تَعَاكَ الزَّمِيدَةُ وَأَبُودَاؤِدَ وَ  
الرَّيْطَانِي

۱۷ یعنی حضرت مجیر بن مطعم بن عبدمنان قرظی زوفی رضی اللہ عنہ۔ آپ فتح مکہ سے پہلے خیبر کے سال  
اسلام لائے۔ معززین قریش میں سے تھے۔



۵۲ ایک روایت میں یا بنی عبدالمطلب (اسے عبدالمطلب کا اولاد کا تصور کیا ہے۔  
 ۵۳ طواف کرنے میں تو جس گھڑی میں بھی ہنظلہ طلوع وغروب اور دوسرے وقت ہنظلہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد  
 ہنظلہ کسی اور وقت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف نماز کا کرنے میں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ہر نماز جائز ہے طواف  
 کی دو رکعتیں ہوں یا کوئی اور نماز اس حدیث کے ظاہر معنی کو دلیل بناتے ہیں۔ امام احمد کے نزدیک طواف کی دو رکعتیں  
 طواف کے تابع ہونے کی وجہ سے جائز ہیں۔ احادیث کے نزدیک گزراہ اوقات میں مطلق کوئی نماز جائز نہیں۔ اور کسی  
 کام کے حرم و مکروہ ہونے میں مکہ معظمہ کا حکم بھی دوسرے تمام شہروں کی طرح ہے۔ کیونکہ حدیث میں عام ہے نیز اس بنا پر  
 بھی کہ حرام کرنے والی دلیل کو جائز قرار دینے والی پر فرقیت حاصل ہوتی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہی حکم جواز  
 کو مخرج کرنے والا ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۴۹ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ  
 الصَّلَاةِ نِصْفِ النَّهَارِ حَتَّى تَزُولَ  
 الشَّمْسُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(نفاہ الشافعی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کے  
 علاوہ ہر وقت میں دوپہر کے وقت نماز پڑھنے  
 سے منع فرمایا ہے۔

(شافعی)

۱۵ یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ حدیث کو دلیل بناتے ہیں جو صحیحین کا مذہب ہے  
 ممانعت میں وارد احادیث مشہور احادیث ہیں۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ممانعت کے مقابلے کی ساری حدیثیں کتب میں ایک تہائی  
 کے وقت کسی کام کو حرام قرار دینے والی حدیث جائز قرار دینے والی حدیث سے راجع اور فائق ہوتی ہے۔

۹۵۰ وَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي

قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الصَّلَاةَ نِصْفِ  
 النَّهَارِ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ إِلَّا يَوْمَ  
 الْجُمُعَةِ وَقَالَ إِنْ جَعَلْتُمْ تُسَبِّحُوا  
 إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

نفاہ ابوداؤد و قال أبو الخليل  
 لم يلق أبا قتادة

حضرت ابو الخلیل سے روایت ہے کہ  
 کہنے والے کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 سے بچا نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے کو  
 کرنے کو اور جمعہ کے روز کے دن میں سب سے پہلے  
 دہریہ کو چلایا جاتا ہے۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور کہا ابو الخلیل

نے حضرت ابو قتادہ سے ملاقات نہیں کی تھی

۱۶ حیل نقطہ والی خاکے ساتھ آپ ثقہ تابعین سے ہیں۔ اور حضرت ابو قتادہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔

رضی اللہ عنہ

یعنی دوپہر کے وقت تک نماز میں شہادہ اور تحنیف دونوں طرح مروی ہے۔  
لہذا اس حدیث کا اسناد متصل بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۹۰۷ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقُبَايِجِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قُرْنُ الشَّيْطَانِ فَإِذَا ارْتَفَعَتْ بَارَقَهَا ثَمَرًا إِذَا اسْتَوَتْ قَارِنًا فَإِذَا نَالَتْ قَارِقَهَا فَإِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوبِ قَارِنَهَا فَإِذَا غَرَبَتْ قَارِقَهَا وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي تِلْكَ السَّاعَاتِ -

دَعَا مَا لَكَ وَاحْتَدُ وَالنَّاسُ

حضرت عبداللہ صنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شام جب سورج طلوع ہوتا ہے اس وقت اس کے ساتھ شیطان کا سینک ہوتا ہے۔ جب سورج بلند ہو جاتا ہے تو شیطان کا سینک اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ پھر جب سورج دوپہر کے وقت کو پہنچتا ہے تو شیطان کا سینک اس کے ساتھ آکر مل جاتا ہے اور جب سورج ڈھل پڑتا ہے تو وہ سینک اس سے الگ ہو جاتا ہے اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو وہ سینک اس کے ساتھ پھر آکر مل جاتا ہے اور جب غروب ہو جاتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ مالک، احمد، نسائی

۱۔ صنفی صوابی نقطہ کشیش۔ بالکل زبردستی اور ملے نقطہ سے صناع کی طرف منسوب ہے جو قید مرہ کی ایک شاخ ہے۔ یہی صحابی ہیں۔ بعض نے ابو عبد اللہ صنفی صحابی کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ابو عبد اللہ تابعی ہے اور حضرت عبداللہ صحابی ہیں۔

۲۔ شیطان کے سینک کا مطلب گھشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

۳۔ امام مالک کی روایت ہے کہ امام مالک نے غصاں حدیث کے مروی بھی ہیں مگر دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کے قائل نہیں ہیں۔ اثنائے کتب میں کہ ہم نے اہل فضل و کمال کو نہیں پایا۔ مگر اس حال میں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرتے اور اس وقت میں نماز پڑھتے تھے۔

۹۰۸ حضرت ابوبکر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ الْغَفَارِيِّ قَالَ

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِالنَّخْتِ صَلَوةَ الْعَصْرِ  
فَقَالَ إِنَّ هَذَا صَلَوةٌ عُرِضَتْ عَلَى  
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَصَبَّحُوهَا فَمَنْ  
حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَ لَهُ أَجْرُكَ مَرَّتَيْنِ  
وَصَلَوةٌ بَعْدَهَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ  
وَالشَّاهِدُ التَّجَمُّرُ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نواستحی بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ  
نظام خمس میں نماز عصر پڑھا۔ فرمایا بیشک یہ نماز ہے  
جسے تم نے پہلے نہیں کیا تو انہوں نے اسے مناجات کر دیا۔  
جو شخص اس نماز کی مخالفت کرے گا اسے  
دوگنا اجر ملے گا۔ اور اس نماز عصر کے بعد کوئی  
نماز پڑھے گا وہ اس کی مخالفت کرے گا۔

(مسلم)

۱۴ نمبر ہائے بے نقطہ اور صلابے نقطہ سے۔ مثلاً نقطہ واسطے میں سے گزرتے۔ آپ صلا میں ان کا ہم نہیں سما  
کی پیش اور میں کی۔ بر بعض نے جمل جیم کی زبر اور میں کی زیر کہا۔ اور ایک جماعت نے جیم کی زبر کہا۔ مگر یہ وہم ہے۔  
۱۵ خمس میں کی پیش خافطہ والکی زبر اور میں مفتوح مشد، آخر میں فادہ ہے نقطہ ایک جگہ کا نام ہے۔  
۱۶ یعنی پہلی اتوں پر۔

۱۷ اور اس کا حق بجا نہ لائے اور نہ اسے پابند کیا ہے۔  
۱۸ ایک اجر تو اس بنا پر کہ یہ ایک نیک عمل ہے اور نیک عمل پر ثواب ملتا ہے۔ دوسرے اسے پابند کیا ہے  
ادا کرنے کا اجر و ثواب بخلاف پہلی اتوں کے کہ انہوں نے اسے مناجات کر دیا۔  
۱۹ شاہد یعنی حاضر ہونے والا۔ مثلاً اسے کوٹا چھایا ہے کہا جاتا ہے کہ غزوات کے وقت صلوات آنا اور ماحدو  
موجود ہوتا ہے یا اس بنا پر اسے شاہد کہتے ہیں کہ یہ صلات کے موجود ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ غور مقصود و مطلوب غروب  
آفتاب ہے۔

۹۸۳ و عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِذَا تَعَمَّرَ  
لَتُصَلُّوا صَلَوةً لَقَدْ صَبَّحْنَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهِمَا وَلَقَدْ نَهَى  
عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۰۰ یعنی حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔  
۱۰۱ جسے بے شک تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو۔  
۱۰۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح و شام کی نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔  
۱۰۳ اور بیشک آپ نے ان کے پڑھنے سے منع فرمایا۔  
۱۰۴ عصر کے بعد دو رکعت۔ (بخاری)

۲۷ کیونکہ آپ یہ اور کثرت گویں پڑھتے تھے۔ اور اس کا مطلب حدیث کرب میں بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اور وہ کعبہ شریف کے ایک زینے پر چڑھے ہوئے تھے جس نے مجھے پہچانا اور جس نے مجھے نہیں پہچانا تو میں جذب ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں اور نہ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک مگر مکہ میں مگر مکہ میں۔

۹۸۲ عَنْ أَبِي خَرِثَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ إِلَّا بِمَكَّةَ إِلَّا بِمَكَّةَ.

(رواہ احمد و ترمذی)

(احمد و ترمذی)

۱۷ جس زینے کے ذریعے لوگ خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تھے کہ خانہ کعبہ سطح زمین سے بلندی پر تھا۔ اور یہ زینہ اور بیڑی کا ایک کل (حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کے نسخہ میں) لکڑی کی بنی ہوئی ہے اور منبر کی شکل میں ہے اور اس کے متعدد درجے اور زینے ہیں۔ اور یہ بیڑی خانہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے زمزم شریف کے پاس رکھی رہتی ہے اور بیڑی کی طرح اس کے دونوں طرف پائے ہیں۔ جب لوگوں کو خانہ کعبہ کے اندر سے جانا ہوتا ہے تو اسے کھینچ کر در کعبہ کے ساتھ لگا دیتے ہیں پھر لوگ اس پر چڑھ کر خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ اور جب لوگ خارج ہو جاتے ہیں تو اسے کھینچ کر اپنے جگہ پر لے آتے ہیں۔ اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسی ہی صورت ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور شکل ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس پر چڑھے۔ اور فرمایا۔

۲۸ یعنی جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے کہ میں سچا اور سچا بلایہ ہی زبان پر لاتا ہوں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آسمان نے کسی انسان کے سر پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی انسان کو اپنے اوپر نہیں اٹھایا جو حضرت ابوذر سے بڑھ کر

۲۹ یعنی اسے پہچانے کہ مجھے جان پہچان لے کہ میں جذب ہوں تاکہ اسے قرار نصیب ہو اور اس کا دل مطمئن ہو جائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں سچا ہوں۔

جذب ہمیشہ کی پیش نون ساکن پھر وال کی پیش اور نہ بر۔ یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ہے تو یہ حضرت جذب (ابوذر) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ الی آخر۔

۳۰ یعنی تین بار مکرر فرمایا۔ بعض نسخوں میں صرف دو بار آیا ہے۔



## بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

### نماز باجماعت اور اس کی فضیلت

آئمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ جماعت سنت ہے یا واجب یا فرض میں یا فرض کفایہ یعنی نے کہا فرض میں ہے مگر کسی عذر کے باعث رہ جائے تو الگ بات ہے۔ یہاں امام احمد، داؤد، عطاء اور ابو ثور کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں جو شخص اذان سے اور جماعت کے لیے نہ آئے اس کی نماز درست نہیں ہوتی یعنی آئمہ فرماتے ہیں کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ علامہ طیبی نے کہا امام شافعی کی ظاہر تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جماعت فرض کفایہ ہے اکثر صحابہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ شیخ ابن الہمام نے نقل کیا ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ جماعت واجب ہے اور اسے سنت کے نام سے اس بنا پر موسوم کرتے ہیں کہ اس کے وجوب کا ثبوت سنت (حدیث) سے ہے نہ فقہ کے کتاب باری میں کہ جماعت سے نماز ادا کرنا ہر انسان عاقل بالغ پر واجب ہے۔ اسے مسجد میں آنے سے عذر قرار نہ دیا جائے گا اور اگر مسجد میں جماعت نہ پائے تو پھر اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ تلاش جماعت کے لیے دوسری مسجد میں گھر نکال دینا واجب نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب اور اگر مسجد محلہ میں اکیلا ادا کرے تو بھی بہتر ہے۔ امام قدوری رحمہ اللہ کے ہاں اسی صورت میں گھر کے اندر ہی ادا کرنا صحیح ہے جمع کر کے باجماعت نماز ادا کرے۔ پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ اپنے محلے کی مسجد میں نماز ادا کرے یا کسی مسجد جامع میں اور دو جامع مسجدیں قریب ہوں تو پہلے فقیر شہر مسجد میں ادا کرے ورنہ باہر کی مسجد میں بھی ادا کرے تو پھر قریب ترین جاکر نماز پڑھے اور اگر قریب تر مسجد میں نماز ادا کرے تو اس کے لیے عذر قرار دیا جائے گا۔ دلی مسجد سے بکیر کی آواز کان میں پڑی اگر قریب تر میں داخل ہو چکا ہے پھر اچھا مسجد میں پڑھے نہ مسجد دلی کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

اور علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی عذر کی بنا پر جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے بیمار ہونا، ہاتھ پٹھ ہو جانا، بول اور تکلیف ہو یا دونوں جانب فلیج گرا ہوا ہو کہ چل نہ سکتا ہو۔ یا ظلم سلطان ہو کہ کسی چھوٹے مسکین کو ظلم ہو کہ مسجد تک کا راستہ ملے نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح نابینا ہونا بھی حجت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عذر ہے بعض نے کہا نابینا ہونا سب آئمہ کے نزدیک عذر ہے۔ اسی طرح بارش، کچڑ، سخت ٹو، شدید سردی بھی عذر ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت بھی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کچڑ اور سخت ٹو میں نماز باجماعت کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے کہ جماعت ترک نہ کرے اور امام محمد رحمہ اللہ





فَأَحْرِقْ عَلَيْهِمْ بَيُوتَهُمْ وَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ كَوْيَعْلَمُ أَحَدُهُمْ  
أَنْتَ يَجِدُ عَرَقًا سَعِيًّا أَوْ مَرَاتَيْنِ  
حَسَنَتَيْنِ لَشَهَادَةِ الْعِشَاءِ -  
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ خَلَوْنٍ

جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی عبادت میں لاشعور میں  
الصلوة کی ریت سرخا کر دیتے ہیں۔ تو میں جو مالوں میں ہر ایک گھروں کو  
مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر انکا  
کوئی آدمی جانے کہ اسے قربہ ہڈی سے کی یاد دہانی ملے یا کبری  
کے اسے میں سے تو وہ شاکی غلام میں ہر روز حاضر ہوتا ہے بخاری

نعمت کی اور اس کے ہاں انکی مثل روایت ہے۔

۱۷ تاکہ انہیں اچانک جائیگروں۔ یا یہ معنی ہے کہ میں اس چیز کی طاقت کروں جو میں نے خود ظاہر کی ہوئی ہے۔ یعنی  
نمازیوں کے ساتھ نماز قائم کرنا۔ یا یہ معنی ہے کہ نماز چھوڑ کر سزا اور عذاب دینے کے لیے ان لوگوں کے پاس جاؤں۔

۱۸ یعنی ایک روایت میں یہ نائد الفاظ الی الرجال لاشعور ان الصلوة سرخا کر دیتے ہیں۔ اور جہاں یہ الفاظ عبادت  
حدیث میں موجود نہیں وہاں نیت میں مراد میں جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں اسے ظاہر کر دیا ہے۔ پھر اس نکتہ کی تفسیر میں احادیث  
مختلف آئی ہیں کہ جمعہ کی نماز ہے یا سنا یا فجر کی ظاہر ہے کہ حدیث تمام نکتوں کے ساتھ ہے۔

۱۹ یعنی مکمل طور پر ان کے گھر جلا کر رکھ کر دوں اس طرح کہ وہ خود بھی ان میں جاتے ہیں اور حدیث میں مذکور ہے  
اس بات کا کہ نماز باجماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ میں ان کے گھر کو جلا دیتا ہوں  
آپ کو نماز کی امامت کے لیے پابند نہیں کرتے کہ ان کو اپنا نائب بنائیں اور خود ناکت جماعت رکھ کر ان کے گھر کو جلا دیتے ہیں۔

۲۰ عرق عین کی زبر لاساکن سے وہ ہڈی میں سے گوشت ادا لیا گیا ہے یعنی نے کہا عرق وہ ہڈی سے نکلتا ہے  
گوشت موجود ہو اور جس ہڈی پر سے گوشت ادا لیا گیا ہو اسے عرق زمین کی طرف نکلتے ہیں۔  
۲۱ برماۃ (میم کی زیر سادہ رہا حشیش یعنی جہاں کی نظیر حشیش دہلی اور کینی برس کر رہے تھے ہر ایک کے گھر کو جلا دیتے  
کی تفسیر گوشت کے دو ٹکڑوں سے بھی کی گئی ہے۔

۲۲ یہ اس کے گھٹیابن کا بیان ہے کہ اس گھٹیابن خیر نبوی چیز کی خاطر خدا کے عذاب سے محفوظ رہا اور اس کے گھر کو جلا دیتے  
آخرت اور درگاہ حق کے قرب کے حصول کے لیے آنے کو تیار نہیں ہوتا یہاں کی کسی جگہ سے تیزی اور عذاب سے محفوظ رہا۔  
۲۳ وَ عَنْهُ قَالَ آقَى النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَعْمَى  
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيْسَ  
لِي قَارِئٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ

انہیں حضرت البرہرہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ سے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ  
میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ  
میرے پاس کوئی قاری نہیں ہے کہ میرے پاس کوئی دینا لے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَن يُرِيحَنَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ  
 فَرَفَعَنَ لَهُ خَلْقًا وَلِيَّ دَعَاةَ فَقَالَ  
 مَا تَسْمَعُ الْبَدَأَ بِالْمُصَلَّوَةِ قَالَ  
 تَعَمَّرَ قَالَ فَأَجَبَ -  
 دَعَاةَ مُسَلِّطًا -  
 نہیں جیسے مسجد میں ساتھ سے کر آئے گا اس نے رسول اللہ  
 ﷺ کو یہ کہہ کر کہا کہ آپ اپنے رخصت ہو دیں کہ  
 جو اپنے گھر میں نماز پڑھ دیا کرتے۔ آپ نے اس سے اجازت  
 دینا جب وہ پشت پھیر کر جانے لگا تو اپنے فرمایا کیا تو نماز  
 کیلئے افان کی آواز سنتا ہے۔ عرض کیا ہاں فرمایا پھر تجھے  
 افان کا جواب دینا چاہیے۔ (مسلم)

لہ بعض نے کہا اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ جو شاہ میر صحابہ سے ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس  
 کا ترمیم موجود ہے بعض نے کہا کوئی اور صاحب مراد ہیں۔  
 لہ یقوت و دوسرے شے ہے یعنی گائے بل و غیر کو کھینچنا اور سونق کا معنی ہے جانوروں کو پیچھے سے ہانکنا۔  
 لہ اور مسجد میں اگر غلا پڑھنے کی یا بندہ سے تذاکرہ کریں۔  
 لہ اور مسجد میں نہ آئے۔  
 لہ ان میں کمال تاکید و بالغت ہے کہ اللہ ان کی کہ مسجد میں ضرور آنا چاہیے۔

وَأَمَّا ابْنُ حَمْرٍاءَ أَشَدَّ أَذَى  
 بِالْمُصَلَّوَةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرَدٍ وَرَأَى  
 نَفْسًا كَالَّذِي هَلَا فِي السَّحَابِ غَيْرَ قَالَ  
 رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَاسْتَمِعْتُ كَلَامَهُ يَأْمُرُ الْمُتَعَزِّدِينَ وَكَانَ  
 كَأَنَّهُ يَكُونُ ذَاتَ لَيْلٍ تَقْرَأُ مِطَاطًا  
 يَكُونُ كَالَّذِي هَلَا فِي السَّحَابِ -  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک  
 سردی اور ہوا کی لذت میں غمان کے لیے افان کی گئی۔ پھر  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا لو کہ گاہ رہو اور جان لو کہ  
 نماز اپنے گھر میں ہی پڑھ لو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما  
 نے کہا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ سردی اور بارش  
 کی لذت میں غمان کو حکم دیتے تھے کہ وہ آواز دے کر کہے  
 لوگو اپنی نمازیں گھروں میں ہی پڑھ لو۔  
 (بخاری و مسلم)

لہ آواز دے کر کہے کہ نماز کی لذت میں غمان اور ہوا کی لذت میں غمان کی در دونوں طرح سردی ہے یہی روایت کے مطابق  
 متنی ہر جگہ ہے کہ ان کی مسجد یا ان کے نزدیک نماز کے لیے افان کہی گئی۔ در سردی روایت کے مطابق  
 متنی ہر جگہ ہے کہ ان نے افان کہی۔ سیاق حدیث کا ظاہر اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور بخاری کی عبارت سے بھی  
 یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ان عمر نے نماز افان کہی تھی۔ بہر تقدیر غلا کیلئے افان کہی تھی۔  
 لہ رُحْل کا معنی ہے مرد اور اس کے سامان وغیرہ کی جگہ۔ اس لفظ کا زیادہ تر اطلاق استعمال اس چیز کے لیے



۱۔ بعض نسخوں میں اللہ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

۲۔ کیونکہ مات و مروت کے یہ فعل و نقصان کا موجب

تنگ ہو کر کھانے یا قضا کے حاجت میں مروت ہونے سے نماز کا وقت گزر جائے گا تو پھر بے نماز پڑھے اسے طبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔

۹۹۱ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
أَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا  
الْمَكْتُوبَةَ - (نَدَاةُ مُسْلِمٍ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی  
اقامت شروع ہو جائے تو پھر فرض نماز کے سوا  
کوئی نماز نہیں۔ (مسلم)

۱۔ خواہ۔ نفل نماز شروع کر چکے ہوں۔ خواہ بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتیں بھی جب تکیر شروع  
ہو جائے تو چھوڑ دی جائیں اور امام کی موافقت کی جائے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی  
کے قائل ہیں۔ اختلاف کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ جاتا ہو کہ سنت پڑھ کر ایک رکعت فرضوں کی مل جائے گی تو  
پسے سنت پڑھے پھر فرضوں کی شامل ہو لیکن یہ سنتیں مسجد کے دروازے میں ادا کرے صوفیہ کے اندر کھڑے ہو کر ادا کرے  
تاکہ وہ نفل فیصلتیں (سنتیں فرض ادا کرنے کی) اسے حاصل ہو جائیں۔ ان اگر فرض نماز نہ پڑھے کی امید نہ ہو تو پھر سنتیں چھوڑ کر جماعت  
سے مل جائے کہ جماعت کا کتب سیرم رہے اور شیخ ابن ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا اگر امام کے ساتھ تشہد میں بھی مل جائے کی امید ہو تو  
سنت پڑھنے سے بعض نے کہا تشہد میں شامل ہو جانا امام ابو یوسف اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک رکعت پانچ لینے  
کے حکم میں ہے۔ اگر امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکعت کا اعتبار نہ ہو گا جیسا کہ نماز جمعہ میں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فقہیہ اسماعیل  
نا بد رحمہ اللہ سے جو منقول ہے کہ چاہیے کہ فجر کی سنتیں شروع کرے پھر جماعت میں شمولیت کی نیت سے توڑ دے۔ ایسا  
کرنے سے عذر لازم ہو جائے گا امام کی امداد ان کی قضا واجب ہو جائے گی تو بعد ازاں اسے فرض ان کا قضا کرنا جائز ہو  
جائے گا۔ اگر امام محمد رحمہ اللہ نے ایسا کرنے کی تردید کی ہے کہ یہ عبادت کو فاسد اور باطل کرنے کے ارادہ سے  
شروع کرے پھر بعد میں نیت ہے۔ اگر چہ بعد میں ادا کر لینے کے ارادے سے ہی ہے اور فساد کو دور کرنا مصلحت کے  
حصول سے قطعاً اہل حق ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جمہور شریف میں خفیہ کے لیے یہ بتا دینا کائنات میں چار نمازوں میں لازم ہو چکی ہے اور شافعیہ پر نماز مغرب  
میں کہ شافعی مصلحت تو نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور احادیث سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان  
میں سے بعض کے ذہن اگر نماز قضا ہوتا ہے تو وہ امام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور بعض امام کے ساتھ نفل نماز ادا کرتے ہیں۔  
اور بعض شافعی حضرات کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ مگر صنفی کی شافعی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے میں کام ہے۔ کاتب مروت



حضرت شیخ عبدالحق قدس سوا بھی اس مقام شریف (رحم شریف) میں آگاہ کیا کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کبھی اس پر اور کبھی اس پر رکعت کرتا تھا۔ میرے اس عمل کی شکایت حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی کہ اگر حضرت ابن حجر کے مخالفین نے فرمایا کہ ہم سے پہلے علماء جو کچھ طے کر گئے اور ترتیب و قاعدہ بیان کر گئے ہیں۔ اس کے مطابق پانا اور کار بند رہنا چاہیے۔ اور وحدت و اتحاد کو ہاتھ سے نہ جائی دیں علماء بستر بدستے ہیں جو وہ طے کر گئے ہیں پنا چہ شیخ رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق طریقہ میں نے اپنا لیا اور تذبذب جانا سہل۔

۹۹۲ وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ أَسْتَأْذِنْتُ أَمْرًا أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِالْحَقِّ الْمَسْجِدَ فَلَا يَمْنَعُكُمْ رُفُفٌ عَلَيْكُمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے نرم و سہل کرے۔

۱۔ مسجد میں جانے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نمازگزار نماز کے وقت تک ہاتھ نہ دھوئے اور نہ ہی عورت کے لیے ہے جسے دیکھنے سے شرم نہ ہو۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو ایسی حالت ہو کہ اسے نماز میں جہالت یا غفلت سے چار سال قبل میں عورتوں کے لیے نماز باجماعت کرنے سے باز کر دیتا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ نماز میں جہالت یا غفلت سے چار سال قبل میں عورتوں کے لیے نماز باجماعت کرنے سے باز کر دیتا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ نماز میں جہالت یا غفلت سے چار سال قبل میں عورتوں کے لیے نماز باجماعت کرنے سے باز کر دیتا ہے۔

۹۹۳ وَ عَنْ ذَيْلِ بْنِ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ أَسْتَأْذِنْتُ أَمْرًا أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِالْحَقِّ الْمَسْجِدَ فَلَا يَمْنَعُكُمْ رُفُفٌ عَلَيْكُمْ

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے نرم و سہل کرے۔

۲۔ آپ صحابی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں ان سے ان کے خاوند حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔

۹۹۷ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا  
أَمْرَةٍ أَصَابَتْ نُحُورًا فَلَا تَشْفَعُ  
مَعَنَا الْيَوْمَ الْآخِرَةَ -

(رقاءہ منسلک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت  
خوشبو طردھویں سے اپنے جسم کو لپکا ہو تو وہ نماز  
مشاک کے لیے ہمارے پاس نہ آئے۔

(مسلم)

۱۔ تجر باکی پیش خاکی جزم بمعنی مٹی ہوئی خوشبو کا دہرا لینا۔ اور باکی زبر سے وہ چیز جو جلائی جاتی ہے پھر اس کا دہرا  
کپڑوں اور بدن کے لیے حاصل کیا جاتا ہے جیسے عود اور منبر وغیرہ۔ یہاں مشاء آخر سے نماز مشاء مراد ہے آخرہ کی قید  
اس لیے ہے کہ بعض دفعہ نماز مغرب پر بھی مشاء کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ پھر خاص مشاک کی تخصیص اس لیے کی کہ یہ اندھیرے اور  
تاریکی کا وقت ہوتا ہے اس میں وقوع قنہ زیادہ اور نزدیک تر ہوتا ہے۔ اس لیے تخصیص نہیں کی کہ یہ چیز وقت مشا  
کی ہی منحصر ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۹۹۸ عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا  
تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ وَ  
يَوْمَهُنَّ خَيْرٌ لَّهِنَّ -

(رقاءہ ابو داؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی عورتوں کو  
مسجدوں میں آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر ان  
کے لیے بہتر ہیں۔

(ابوداؤد)

۱۔ اگر عورتیں نماز کے لیے آجائیں تو انہیں نہ روکو۔ لیکن اگر وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں تو بہتر ہے اور ان  
کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔

۹۹۹ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَلَاةُ الْمَسْجِدِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ  
صَلَاةِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاةُهَا فِي  
مَنْدَحِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي  
بَيْتِهَا -

(رقاءہ ابو داؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنے گھر میں  
نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے  
اور اس کا اپنے سامان خانہ میں نماز پڑھنا اس کے  
گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(ابوداؤد)

۱۵ حجرہ یعنی کونا۔ اور چھوٹا کمرہ یہاں اس کی تعمیر گھر کے محکمے کی گئی ہے۔ زمین العرب نے مظلوم سے کہ حجرہ سے مراد مکان کی وہ طرف ہوتی ہے جس طرف مکان کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس کا مطلب بھی وہی بتا ہے یعنی کمرہ کونا۔  
 ۱۶ مندرجہ رسم کی زیر اور زبر کبھی پیش بھی پڑھتے ہیں۔ اور وال کی زبر۔ یعنی مکان کا وہ کچلا کمرہ جس میں قیمتی سامان رکھا جاتا ہے۔ مدح سے مشتق ہے یعنی چھپا کر رکھنا۔ یعنی عورت جس قدر زیادہ پردے کی جگہ نماز پڑھے۔ زیادہ مذہب اور بہتر ہے۔

حضرت البرہرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے محبوب پاک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے جب تک کہ وہ جنابت والا غسل نہ کر لے۔

ابوداؤد و احمد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

۹۹۷ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَقْبَلُ صَلَوةُ امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتَّى تَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ  
 رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ تَبَوَّى أَحْمَدُ وَ النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ

۱۷ جب حاکم زیر پاکی شد سے معنی محبوب۔

۱۸ اس سے مقصود بدن سے خوشبو کا دھونا ہے۔ اور غسل جنابت سے تعبیر کرنے میں اس طرف متنبہ ہے کہ خوشبو لگا کر مسجد میں آنا جب قوت شہوانی کو ابھارے اور تیز کرے تو وہ جناح کی طرح ہے۔ نکالے اس کی تعمیر و بنا سے کی گئی ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ سارے بدن کو خوشبو لگا کر بدن سے خوشبو کا حصہ پر خوشبو لگائی ہو تو پھر اس حصے کو ہوئے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت مسجد میں آئے تو وہ جناح کی طرح ہے۔ نکالے اس کی تعمیر و بنا سے کی گئی ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ سارے بدن کو خوشبو لگا کر بدن سے خوشبو کا حصہ پر خوشبو لگائی ہو تو پھر اس حصے کو ہوئے۔

ابوداؤد و احمد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

۹۹۸ وَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَإِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا اسْتَغْفَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَ كَذَا يَعْنِي زَانِيَةٌ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ لَا يَحْكُمُ كَذَا وَ النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ

۱۹ یعنی ہر وہ آنکھ جو نظر بد اور شہوت سے بیگانی عورت یا بیگم نے مرد کو دیکھے وہ زنا کرنے والی ہے۔

۱۳۔ جس میں مردوں اور وہ عورت یہ خواہش کرے کہ مرد اس کی طرف نگاہ نہ دیکھیں۔  
۱۴۔ یعنی نہ کرنے والی ہے۔

۱۵۔ وَ عَنْ أَبِي بَنِی كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَبِّي  
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْكَ وَ  
سَلِّمْ تَوَمَّا السُّبْحِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ  
أَشَاهِدُ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ أَشَاهِدُ  
فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنْ هَاتَيْنِ  
الْقَبْلَتَيْنِ أَتَيْتُ الْقَبْلَتَيْنِ عَلَى  
الْمَنَافِعَيْنِ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا  
لَا تَمَسُّهُمَا وَلَوْ حَبَوَا عَلَى التَّكْبِ  
وَ إِنْ الْقَبَّتِ الْأَوَّلَ عَلَى وَثِلٍ صَعَتِ  
الْمَلَائِكَةُ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا قُضِيَّتْ  
لَا بَقْدَرْتُمْوهَا وَ إِنْ صَلَاةَ الرَّجُلِ  
مَعَ الرَّجُلِ أَذَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ  
و صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَذَى مِنْ  
صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ وَهَا هَكَذَا  
فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ -

درواہ ابو داؤد و الحسینی

۱۶۔ یعنی صحیح اور حلال نماز۔ اور شاکیوں کے ساتھ ذکر کرنا یا تو قرینہ مال کی بنا پر ہے یا لوگوں کو یہ سے شاکہ بارے  
میں علم تھا کہ منافقین ان کے بھی تاک میں۔ اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ دو آدمی نفاق میں مشورہ تھے۔ واللہ اعلم۔  
۱۷۔ یعنی ان منافقوں کو ادا کرنے کے لیے کرتے اچھے حاضر ہوتے۔ بڑا کا معنی ہے ہاتھوں اور سر ہونوں کے  
لیں راستہ طے کرنا بعض نے کہا اس کا معنی ہے شکم اور سر ہون کے بل چلنا۔ مرا ج میں ہے جو کا معنی ہے پچھے پھوڑوں  
کے بل چلنا۔

۱۸۔ یعنی فضیلت و شرف میں ان ملائکہ کی صف کی طرح ہے جو کبریا کے الہی کی درگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔  
۱۹۔ اور اسے پانے اور اس تک پہنچنے کے لیے دوڑ کر آتے۔



۵۵۱ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

۱۱۱ وَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا يَدُورُ لَنَا نَقَامٌ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدْ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَغَلَبَهُ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذَّهَبَ الْقَاصِيَةَ -

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ -

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی  
پستی اور گاؤں میں تین آدمی نہیں جوتے جن میں نماز  
(با جماعت) قائم نہیں کی جائے مگر بیشک ان پر شیطان  
غالب آجاتا ہے تو اسے (سیرے اتنی آہیرے لیے جماعت  
کے ساتھ رہنا ضروری ہے کہ بھڑو کی بڑی کرکٹا  
ہے جو لگے سے الگ ہوتا ہے۔

(احمد، ابو داؤد)

(نسائی)

۵۵۲ یعنی جو نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جماعت فرضی کفایت ہے خوب سمجھنا چاہیے۔  
حضرت ابو اس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے  
انکار کیا تو اس سے انکار کیا جائے کہ وہ کسی حد  
پر نماز کی تکمیل کے لئے کسی حد تک کوشش کرے  
خوف یا بیماری کی وجہ سے نماز اس کے لئے فرض نہیں ہے  
نہ ہوگا۔

۱۱۲ وَ عَنْ جُنَّ سَبْكَاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اتِّبَاعِهِ عَذْرٌ قَالُوا وَمَا الْعَذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الْيَوْمَ صَلَّى -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ الدَّارِ قُطْنِيُّ -

(ابو داؤد، دارقطنی)

۵۵۳ یعنی نماز با جماعت کے لیے مسجد میں آنے سے کوئی عذر دیا جائے کہ وہ نہ تھا۔

۵۵۴ یعنی صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکام کے درمیان آپ کے سوال کیا۔

۵۵۵ یعنی وہ عذر کیا ہے جس کی وجہ سے کسی کو مسجد میں آنے سے معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵۵۶ یعنی ہلاکت کا خوف، یا دشمن کی طرف سے نقصان کا خوف یا درندے وغیرہ کا۔

۵۵۷ یعنی بیماری یا کمزوری جس کی وجہ سے چل کر نہ آسکتا ہو۔

۵۵۸ یعنی اس کی نماز با جماعت قبول نہ ہوگی اس حدیث کا ظاہر جماعت کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے یا اس میں  
نماز با جماعت کی تاکید و مبالغہ کا اہتمام ہے۔ واللہ اعلم۔



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب نماز کی تکبیر کہی جا رہی ہو اور تم میں کوئی آدمی تفسا حاجت کی ضرورت محسوس کرنا ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے تفسا حاجت سے فارغ ہو۔

(ترمذی، مالک، ابوداؤد)

(النسائی)

۱۱۰ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُمِّ قَرْصَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَ وَجَدَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَسْبُدْ بِالْخَلَاءِ -

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَى مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ -

۱۲ آپ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے سال اسلام لائے۔ آپ کا تب وحی تھی اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے بھی کا تب تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بلا اجرت و تنخواہ بیت المال کی تولیت کی ذمہ داری پوری کرتے رہے پھر آپ نے اس ذمہ داری سے استعفا دے دیا۔

۱۳ یعنی بول و براز کے لیے طہارت خانہ میں جانے کی ضرورت محسوس کرتا ہو۔ تاکہ اس سے فراغت حاصل کرے۔

۱۴ یعنی اگرچہ اس ضرورت کے لیے جماعت ہی چھوڑنی پڑے۔ کیونکہ طہارت کا معاملہ اور اس کی تکمیل اہم اور مقدم ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کام ایسے ہیں کہ ان کا کرنا کسی کے لیے حلال و جائز نہیں۔ وہ آدمی لوگوں کی امامت نہ کرے جب دعا کرے تو صرف اپنی ذات کے لیے دعا کرے لوگوں کے لیے دعا نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو خیانت کا مرتکب ہوگا اور کسی کے گھر میں بلا اجازت نہ دیکھے اگر ایسا کرے گا تو ان سے خیانت کرے گا اور نماز نہ پڑھے جب کہ اس نے بول و براز روک کر رکھا ہو بلکہ پسے اس سے فارغ ہو اور اپنے آپ کو دھو کر رکھے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کیا۔

۱۱۱ وَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَجِزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ لَا يُؤْمِنُ رَجُلٌ قَوْمًا فَيُخْضِ نَفْسَهُ بِالْدُعَاءِ دَوْلَهُمْ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَ لَا يَنْظُرُ فِي قَوْمٍ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَ لَا يُصَلِّي وَ هُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ لِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ -

۱۵ یعنی صیغہ واحد سے دعا کیا کرے۔ جو صرف اس کے لیے اپنے ساتھ خاص ہو اور جمع کا صیغہ استعمال نہ کرے جو سب کو شامل ہو۔



وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فَمَا بَيَّوْتُمْ كَمَا  
يُحِبُّ هَذَا الشَّكْلُ بِحَسَبِ  
لَتَرْكُمُ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ  
سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ  
رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ  
يَعُودُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ الْمَسَاجِدِ  
إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْلُطُهَا  
حَسَنَةٌ وَرَفَعَهَا بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ  
عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةٌ وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا  
يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعَكُمْ  
الْإِنْفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَفِ  
بِهِ فَمَاضَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَقٌّ يَقَامُ فِي  
الْحَقِّ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بات بائست مرت ہر کہ وہ کل خدا تعالیٰ سے اسلام کی حالت میں ملاقات کرتے  
تو اسے چاہیے کہ ان پانچ نمازوں کی حفاظت کرے جہاں بھی  
انکے لیے اذان دی جاتی ہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کو سنن صدی اٹھائی ہیں اور انکے راستے پر چلایا  
ہے اور ان پانچ نمازوں کی حفاظت سنن صدی میں سے ہے  
اگر تم لوگ اپنے گروں میں ہی نماز پڑھ لو گے جس طرح کہ یہ  
مناحق اپنے گروں میں ہی نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت  
کے تارک بن جاؤ گے اور اگر تم لوگ اپنے نبی کی سنت ترک  
کر دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور نہیں ہے کوئی آدمی جو طہارت  
کرتا ہے اور اچھی طہارت کرتا ہے پھر ان مساجد میں سے کسی  
مسجد کو جاتا ہے گراٹھ لے اس کیسے ہر قدم پر جو وہ اٹھاتا  
ہے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا درجہ بلند  
کرتا اور اس کی برکت سے اس کی برائی اور گناہ اور سبب اور سبب  
کو اس کا علم تھا کہ اس نماز سے پیچھے نہیں رہتا اگر منافق جس کا نفاق  
سب کو معلوم تھا بیشک (بیابا) آدمی کو لایا جاتا تھا دو آدمیوں کے  
ساتھ جھوٹے ہوتے بیان تک کہ اسے صف میں لاکر کھڑا  
کیا جاتا تھا۔ (مسلم)

۱۔ یعنی جس کے منافق ہو چکی تھی اور جس کا نفاق ظاہر ہو چکا ہو تا تھا اور جس کا نفاق ابھی پوشیدہ ہی ہوتا  
تھا وہی نماز باجماعت سے پیچھے نہ رہتا تھا۔

۲۔ اس کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے۔

۳۔ یعنی وہ سبب متین اختیار کرنا اور ان پر عمل کرنا ہدایت کا موجب اور قرب درضائے الہی کی دنگاہ میں  
پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ سنن ہدیٰ کا اکثر اور بیشتر اطلاق استعمال سنت مرکبہ کے لیے آتا ہے۔ سنن غیر مرکبہ کے لیے  
لفظ سنن زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ یہ قول یہاں پر دلالت کرتا ہے کہ جماعت سنت ہے واجب نہیں۔ مگر جب کہ یہاں سنت سے طریقہ مسلوکہ  
فی الدین (وہ طریقہ جس پر اہل اسلام دین میں چلتے ہیں) مراد لیا جائے یا یہ مراد لیا جائے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی

(حدیث پاک) ہے ہے۔

عہ یعنی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قیامت کے دن خوشی خوشی اور یوں کامل میں کر اللہ سے ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ الی آخر۔

۵۵ حدیث پاک کے ان الفاظ کا ظاہر سیاق اس میں ہے کہ نماز کی محافظت سے انہیں باجماعت ادا کرنا مراد ہے جیسا کہ اس پر اگلا قول حیث ینادی بھین دلالت کرتا ہے۔

۵۶ یعنی مسجد میں ادا کرے۔

۵۷ یعنی ہدایت کے طریقہ پر چلنے کے مترادف ہے۔

۵۸ متخلف یعنی پیچھے رہنے والا اور مقام قرب وغیرہ سے دور ہو جانے والا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے کوئی خاص شخص مراد ہے جو نماز باجماعت میں نہ آتا تھا اور حاشیہ میں ہے کہ یہ ایک شخص مدینہ منورہ کا حاکم تھا جس میں نفاق کا نشان پایا جاتا تھا۔ واللہ اعلم۔

۵۹ یعنی اس کے آداب و شرائط کے ساتھ

۶۰ یعنی اپنی درگاہ قرب و عزت میں اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

۶۱ محاذ اہ کامنی ہے کسی کو دو آدمیوں کا تمام کر لانا۔ اس طرح ایک ایک نے اسے ایک طرف سے گرا ہوا اور دوسرے نے دوسری طرف سے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ التَّلَاءِ وَالذُّرْتِ أَقَمْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَآمَرْتُ قَتِيكِي بِحَرْقُونِ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالتَّلَاءِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کا نواز اور اپنے غلاموں کو حکم دیتا کہ گھروں میں جو کچھ ہے برقعہ کو محسوس ہو پر جلا دیتے۔ بلکہ ان پر یہ حکم بھی ہو جو خروما مکلف ہیں کہ نماز باجماعت کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اگر کوئی ساتھ ہی آگ میں جلا دیتے۔ (امام احمد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اسے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے جماعت کی سزا اسے آگ میں جلا دینا ہے۔ یہ سزا کسی جرم پر دینے کا ذکر نہیں آیا۔ اسوائے ترک جماعت اور غیبت میں خیانت کرنے پر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں بھی ڈانٹ اور تشدد مراد ہے۔ حقیقت کلام مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ آمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں  
موجود ہو اور نماز کے لیے اذان ہو جائے تو تم میں کوئی شخص  
باہر نہ جائے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے۔

(احمد)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنْتُمْ  
فِي الْمَسْجِدِ فَتَوَدَّ بِالْقُلُوبِ فَلَا  
يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ  
(رِغَاءُ أَحْمَدُ)

اے داغ ہو کہ اس باب میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں اور ابو داؤد میں سعید بن المسیب رضی  
اللہ عنہ سے بھی آیا ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے باہر نہ آئے گا مگر منافق اور وہ جسے قضا نے حاجت باہر نکالے گروہ واپس  
آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مذہب اخاف کے مطابق یہ بھی اس امر کے ساتھ مقید ہے کہ اس آدمی کے ساتھ کسی دوسری مسجد کا  
انتظام متعلق نہ ہو ورنہ اس کے لیے نکلنا کر وہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا نکلنا درحقیقت تکمیل ہے اگرچہ صورت میں ترک  
جماعت ہے اور اگر عصر مغرب اور فجر پہلے پڑھ چکا ہے تو باہر جاسکتا ہے عصر اور فجر میں تو اس لیے کہ ان کے بعد نفل پڑھنا  
منع ہے اور مغرب میں اس لیے کہ عین رکعت نفل جائز نہیں۔ اور ظہر و عشا میں بھی باہر نکلنے میں حرج نہیں کیونکہ وہ اذان کی اخاف  
نکال کر چکا ہے اور وائی حق (موفک) کی آواز پر لپیک کہ چکا ہے۔ اگر جب کہ موزن تکبیر کننا شروع کر دے تو پھر جماعت  
کے ساتھ شامل ہو جائے تاکہ اس پر ترک جماعت کی تہمت نہ لگے اور دوسرے آئمہ کے نزدیک نماز دوبارہ پڑھے  
اور امام احمد کے نزدیک اگر پہلے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے تو پھر بھی دوبارہ جماعت میں شامل ہو جائے اور  
اخاف کے نزدیک بھی یہی حدیث مقدم اور مانع ہے کہ اس کا ممنون لازم ہے۔ دوسرے یہ حدیث زیادہ صحیح ہے اور اس  
وجہ سے بھی کہ حرام قرار دینے والی دلیل جائز قرار دینے والی دلیل پر فوقیت رکھتی ہے۔ یا اخاف کے نزدیک شامل ہونے  
کی اجازت تھی ہے پہلے تھی یہ تو جہد دلائل میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے ہے اور بعض احادیث میں مذکورہ استثناء  
بھی وارد ہوا ہے واللہ اعلم۔

حضرت ابو الشعثاءؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی  
مسجد میں اذان بولنے کے بعد اس سے باہر نکلا۔ تو  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص  
نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی  
ہے۔

(مسلم)

مَنْ رَجَلَ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا أُذِنَتْ  
فَهُوَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَمَا هَذَا فَقَدْ  
عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ

(رِغَاءُ مُسْلِمٍ)

اے اشعثائین مجھ کو زہر اور مین خالی اور ثنا اور مدح سے۔  
اے آپ ثقہ تابعین سے ہیں۔



۳۹۹ وَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَهُ الْإِذَاانُ فِي الْمَجْعِدِ  
ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ  
لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ -

(رِوَاةُ ابْنِ مَاجَةَ)

۱۔ اصل میں لفظ رجعت آیا ہے اور یہ راکی زیادہ زبردوں میں طرح پھٹتا جاتا ہے۔

۳۱۰ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نِمَ  
الْقِدَازَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَا صَلَوةَ لَهُ  
إِلَّا مِنْ عَذْرٍ -

(رِوَاةُ الدَّارِ قُطْنِي)

۳۱۱ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُمِّ مَرْثَدٍ  
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمَدِينَةَ  
كَثْرَةُ الْعَوَالِمِ وَ التَّبَاعِ وَأَنَا مُنِ  
الْبَصَرِ فَقُلْتُ تَجِدُنِي مِنْ رُحَصَتِي  
قَالَ هَلْ تَسْمَعُ نَحْيَ عَلَى الْقَبْلَةِ  
نَحْيَ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ  
فَنِي هَلَا وَ لَمْ يُرَخِّصْ -

(رِوَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَ التَّيَمِي)

۱۔ آپ حضور نبیا صلی علیہ وسلم ہیں۔

۲۔ جس میں نجات پانے اور مقصود حاصل کر لینے کی بشارت ہے یعنی اذان کا سننا ہے۔ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی تفصیل کی وجہ یہ ہے جہد کر رہی (مقصود فلاح پانے کی بشارت)

۳۔ علامہ نے کہا ہے کہ حی اور بلاوہ کلمہ ہے جو بجا کرنے اور جلدی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لفظ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذان نے  
مسجد میں پالیا پھر وہ اس سے باہر نکلا اگر کسی ضروری  
ام کے لیے باہر نہ نکلا اور اس کا دل اس کے کالادہ  
بھی نہ ہو تو وہ منافق ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا ہیں کہ  
اگر کسی نے نماز کے دوران میں سو گیا تو اس کی  
نماز نہیں ہوگی اگر کسی نے سو گیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی  
جو کا معنی ذکر و دعا (دار قطنی)

حضرت عبد اللہ بن ام مریثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میں نے بہت زیادہ کلمہ پڑھا ہے (ابن ماجہ)  
اور وہ صحابی اور میں ایک ایسا انسان ہوں کہ میری  
پسے رخصت اور اس کی پانے (ابن ماجہ)  
میں نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
پھر اس کا ذکر کیا بابت کہ اس میں (ابن ماجہ)  
اس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلمہ پڑھنے کی بابت (ابن ماجہ)  
(ابن ماجہ)

اجب کی جگہ آتا ہے اور عاقلین کا خیال آ اور شتابی کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہ حق اور اصل سے مرکب ہے ورنہ  
کے بلدی کہنے کا معنی دیتے ہیں جب توقف کرنا چاہے تو جی صلا کہے اور حالت وصل میں خورین پڑنا بھی روا ہے یعنی  
حق صلا اس لحاظ کی تحقیق باب الاذان میں بھی گزر چکی ہے۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں مجھ پر داخل ہوئے حضرت ابو الدرداء اور وہ غصے میں تھے میں نے کہا آپ کے غضب ناک ہونے کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے کاموں میں کوئی کام نہیں دیکھتا ماسوائے اس کے کہ یہ سب کھٹی نماز پڑھتے ہیں یہ

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں مجھ پر داخل ہوئے حضرت ابوالدرداء اور وہ غصے میں تھے۔ میں نے کہا آپ کے غضب ناک ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے کاموں میں کوئی کام نہیں دیکھتا ماسوائے اس کے کہ یہ سب اکٹھی نماز پڑھتے ہیں۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

لہجہ بھاری

۱۷ یعنی ان میں صرف یہ ایک نیک کام باقی رہ گیا ہے۔ گوارے بھی بعض ترک کر دیتے ہیں۔

حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابی شتمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
انہوں نے کہا بیشک عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صبح کی نماز میں  
سلیمان بن ابی شتمہ کو نہ پایا۔ اور بیشک عمر رضی اللہ عنہ صبح کے  
وقت بازار کی طرف گئے تو آپ کا گزر حضرت سلیمان کی  
ماں حضرت شہنشاہ کے پاس سے ہوا۔ اور سلیمان کا مکان  
سبھا اور بازار کے درمیان تھا آپ نے اس کی ماں سے  
کہا میں نے آج صبح سلیمان کو نہیں دیکھا اس کی ماں نے  
عرض کیا وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا تو اس پر نیند  
غالب آگئی حضرت عمر نے فرمایا بیشک میرا صبح کی نماز کی  
جماعت میں حاضر ہونا مجھے زیادہ محبوب ہے اس امر سے  
کہ میں ساری رات نماز پڑھتا رہوں اور فجر کی جماعت  
کو ضائع کر دوں۔

حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابی حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
انہوں نے کہا بیشک عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صبح کی نماز میں  
سلیمان بن ابی حاتم کو نہ پایا۔ اور بیشک عمر رضی اللہ عنہ صبح کے  
وقت بازار کی طرف گئے تو آپ کا گزر حضرت سلیمان کی  
ماں حضرت شہنشاہ کے پاس سے ہوا۔ اور سلیمان کا مکان  
سبھا اور بازار کے درمیان تھا آپ نے اس کی ماں سے  
کہا میں نے آج صبح سلیمان کو نہیں دیکھا اس کی ماں نے  
عرض کیا وہ ساری رات نماز پڑھتا رہا تو اس پر نیند  
غالب آگئی حضرت عمر نے فرمایا بیشک میرا صبح کی نماز کی  
جماعت میں حاضر ہونا مجھے زیادہ محبوب ہے اس امر سے  
کہ میں ساری رات نماز پڑھتا رہوں اور فجر کی جماعت  
کو ضائع کر دوں۔

(۱۶)

۱۷ ختمہ مالک فتح احمد شاہ حضرت سلیمان کبار تابعین میں سے ہیں۔ قرشی مدنی ہیں۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

انہیں جماعت میں نہ پایا اور نہ دیکھا۔ اور وہ نماز فجر کی جماعت میں شریک نہ ہوئے۔  
 ۱۵ شرفا شین کی زیر اس کے بعد ناریہ حضرت سلیمان کی ماں کا نام ہے۔ آپ ابتداءً اسلام میں ہجرت کرنے والی عورتوں  
 میں سے ہیں اور بڑی عقلمند صاحب فضیلت اور نمازی خواتین میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قیلولہ فرمانے کے لیے  
 تشریف لاتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام لیلیٰ اور لقب ام شغابہ اور لقب کا استعمال زیادہ ہو چکا ہے۔  
 ۱۶ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ صبح کی نماز باجماعت ادا کرنا رات کی نماز اور تہجد سے افضل ہے۔ اسی لیے علماء نے  
 کہا ہے کہ اگر قیام لیل (رات کو نماز پڑھنا) فجر کی نماز پڑھنے میں بوجھ وقتاً ہو تو قیام لیل کا ترک کر دینا بہتر ہے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو اور  
 دوسے زیادہ انسان جماعت میں۔

۱۱۴ وَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ  
 (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ)

(ابن ماجہ)

۱۷ کہ اگر دو ہوں تو ایک امام بنے اور دوسرے مقتدی اور جماعت سے نماز پڑھیں۔

حضرت ابوالحسن محمد بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے  
 ہیں کہ میرے باپ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا مردوں کو ان کے ساتھ کہ جس سے سخت نہ کہ  
 جبکہ وہ سہمی جائے کہ تم سے اجازت طلب کریں اور ان  
 کے کہانہ کی قسم میں ضرور پچھتاؤں گا کہ میں نے اسے  
 حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 میرے لیے فرمایا ہے اور ان کے کہانہ میں کہ میں نے اسے  
 سنا کہ میں نے اسے اسام کی اپنے ساتھ ہے کہ میں نے اسے  
 میں ہے کہ عبداللہ کی طرف ضرور پچھتاؤں گا کہ میں نے اسے  
 ایسی گالیاں دیں کہ میں نے اسے  
 گالیاں دیتے کہ میں نے اسے اس سے کہا کہ میں نے اسے  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر دیتا ہوں اس کے  
 جواب میں کہ میں نے اسے کہ میں نے اسے ضرور پچھتاؤں گا کہ میں نے اسے

۱۱۵ وَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
 عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا  
 النِّسَاءَ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ  
 إِذَا اسْتَأْذَنْتُكُمْ فَقَالَ يَزِيدُ بْنُ  
 لَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَقُولُ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 تَقُولُ أَنْتَ لَمْنَعُهُنَّ وَ فِي  
 رِوَايَةٍ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ فَاقْبَلْ  
 عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّهَ سَبًّا فَاسْوَعَهُ  
 سَبَّهُ وَمِثْلَهُ قَطُّ وَ قَالَ أَحْمَدُ  
 عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَ تَقُولُ وَ اللَّهُ لَمْنَعُهُنَّ  
 (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۷ آپ تابعی مدنی صاحب الحدیث ہیں۔

۱۸ یعنی آپ نے ڈانٹ اور زجر کے طور پر کہا۔

۱۹ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے زندگی بھر کلام نہ کیا اور ان سے ناراض رہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کی رائے نص کے مقابلے میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

حضرت مجاہدؒ سے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد بھی اپنے اہل کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکے اس پر حضرت عبداللہ کے ایک لڑکے نے کہا کہ بیشک ہم لوگ تو ضرور انکو روکیں گے حضرت عبداللہ نے یہ سن کر کہا میں تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو آگے سے یہ کہتا ہے تو حضرت نے اس لڑکے سے کلام نہ کیا۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ (احمد)

۲۰ وَ عَنْ ثُمَّاجِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْفَعُ رَجُلٌ أَهْلَهُ أَنْ يَأْتُوا الْمَسَاجِدَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَا نَاكَ لَا تَمْنَعُهُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ هَذَا قَالَ فَمَا كَلِمَةُ عَبْدِ اللَّهِ مَعَهُ مَاتَ رَدَاةُ أَحْمَدُ

۱۷ حضرت مجاہد علامہ تابعین اور ان کے تلامذہ میں سے ہوئے ہیں۔ آپ دین کی بزرگ شخصیتوں میں سے ہیں۔

۱۸ جیسے یحییٰ بن زبیر بن زبیر کو۔

۱۹ اس سے ابھی پال ہی ہیں۔ اس حدیث میں ان کو مہم بیان کیا ان کے نام کی تعیین نہ کی۔  
۲۰ اس حدیث میں یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ ترک سنت کی بنا پر اولاد سے قطع تعلقی کرنا روا ہے۔

## بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

### صف سیدھی کرنے کا باب

تسویۃ الصف سے مراد یہ ہے کہ نماز میں ال کر کھڑے ہوں یا اپنے درمیان بالکل فاصلہ نہ چھوڑیں۔ اور آگے پیچھے نہ



کھڑے ہوں۔ بلکہ سیدھے اور برابر کھڑے ہوں اور اگر بعض زیادہ ہوں تو ایک سمت میں کھڑے ہوں۔ دونوں صفوں کا درمیان فاصلہ خطوط متوازیہ کی طرح ہر جگہ سے برابر ہو۔ پھر ترتیب کو ملحوظ رکھیں۔ یہ صفت کے ظاہری آداب ہیں۔ جنہیں نظر نماز کرنا باطن کے حالات میں غفل کا موجب ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں۔ انظار ہر نماز ان الباطن۔ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آ رہا ہے کہ آپس میں مل کر اور برابر کھڑے ہو اور آپس میں اختلاف نہ کرو تاکہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ جیسا کہ اس کی شرح کی جائے گی۔

## الفصل الاول

### پہلی فصل

۱۰۱۴ عَنْ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتَّى كَأَنَّا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّى نَأْيَ أَنَا فَتَدَّ عَقْلُنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَالَ حَتَّى كَادَ أَنْ يُكَيَّرَ قَرَأَى تَجْلَا بَاوِيَا صَدْرَهُ مِنَ الْعَفْوَ فَقَالَ عِبَادَ اللَّهِ لَتُسَوِّيَنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔

د بَعَا مُسَلِّمًا

حضرت ثعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلی سیدھی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ گویا آپ ان کے ساتھ تیر کو سپردھا کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے سمجھ لیا کہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن نشین ہو گیا ہے پھر ایک دن آپ باہر نکلے اور نماز کے یہ سب کچھ فرماتے اور فرماتے کہ تمہارے قریب ہو گئے کہ آپ نے ایک آدمی دیکھا جس کا سینہ صاف سے باہر نکلا ہوا تھا یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اللہ کے بندوں کو فرسواں بنی صلی کر دیتا کرو گے یہاں تک کہ آپ نے کہا کہ اس کا حال یہ ہے کہ

اے بشیر! کتنی اور شین کی زبردستی آپ کس صلابت میں سے ہیں۔ آپ ہجرت سے چودہ مہینے بعد پیدا ہوئے آپ انصار میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے مولود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر نہ سال اور نہ ماہ تھی۔ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع حاصل نہیں ہوا۔ اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ کا سماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے۔ ۱۵ قدار قدح بکسرتاف کی جمع ہے۔ قدح تیر کی گتیاں کہہ سکتے ہیں جس کے آگے ابھی پرکاش کرنے لگایا گیا ہو۔ پرکاش لگانے کے بعد اسے ہم کہتے ہیں اور یہ کسی چیز کے بالکل صحیح سیدھا ہونے کی مثال ہے کہ گویا اس کے ساتھ دوسری چیزوں کو سیدھا اور ہموار کیا جاتا ہے۔ یہاں اس امر کی تاکید ہے کہ صفوں کو اس قدر سیدھا اور درست کیا جائے



کہ ان کے ساتھ تیری کھڑی کو بھی سیدھا کیا جائے اور بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ عبارت قلب پر محمول ہے اور معنی یہ ہے کہ گریبان صوفی کو تیروں کے ساتھ سیدھا کیا جاتا ہے۔

۳۵ یعنی آپ نے خیال فرمایا اور جان لیا کہ ہم لوگ آپ کے قول و فعل سے نماز میں اس سنت اور ادب کو سیکھ گئے ہیں۔

۳۶ یا یہ بات ہو گی کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری افواہات اور نفوس میں اختلاف ڈال دے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے کہ اے لوگو! آپس میں اختلاف نہ کرنا تاکہ تمہارے مختلف نہ ہو جائیں اور یہ اس سبب کی بنا پر ہو گا کہ اختلاف کرنے کے آگے ہونے اور ایک دوسرے کے برابر نہ ہونے سے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت کینہ ہوشت اور ایک دوسرے کے خلاف عداوت کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ اس سے یہ خطرہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ دین میں اختلاف عاصح ہونا شروع ہو جائے اور شرکت و عزت اسلام میں کمزوری پیدا ہونے لگے۔ یا خدا کی اطاعت نہ کرنے اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے دلوں پر تاریکی اور میل کھیل چڑھنی شروع ہو جائے جو تمہارے ظاہر اجماع میں سرایت کرنا شروع کر دے ان توجہیات کے باوجود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اختلاف پیدا ہوتے ہیں کوئی ساز اور خاصیت ہو جیسا کہ احادیث کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مخالفت وجہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چہروں کو پشت کی طرف پھیر دے گا۔ یا بعض حیوانات کی شکل میں تمہاری صورتیں سج کر دے گا۔ جیسا کہ امام کی مخالفت کرنے والے کے بارے میں فرمایا وہ شخص نہیں ڈرتا جو اپنا سراپا ہم سے پہلے بھگے سے اٹھاتا ہے کہ اللہ اس کی شکل گدھے کی صورت میں بدل دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نماز کے یہ کبیر تحریر کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ اور سے ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اور آپس میں مل کر کھڑے ہو۔ کیونکہ میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور ترمذی علیہ حدیث میں اس طرح آیا ہے اپنی صفوں کو درست کرو کہ بیشک میں اپنی پشت پیچھے دیکھتا ہوں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقِيَمْتُ الْقَدَمَ  
فَأَمَّا عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقِيَمُوا  
صُفُوفَكُمْ وَتَرَأَوْا بَنَاتِي أَمَا تَكُونُوا  
فِي كَدٍّ عَنِّي - فَعَادَ الْبُكَارِ  
وَنَظَرَ إِلَيْنَا عَلَيْنَا حَتَّى آتَيْنَا  
الْأُفُقَ وَبَنَاتِي أَمَا تَكُونُوا فَعَادَ  
عَنِّي

۳۷ تاکہ درمیان میں فاصلہ نہ رہے اور جس طرح دیوار بناتے وقت پتھر اینٹ کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھتے ہو یا اسی طرح نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ ہو اور پوری نماز میں تمہاری یہی حالت رہے۔ اس سے غفلت نہ کرنا۔

۱۵ یعنی دل سے یا ظاہری آنکھ سے بطریق مجزہ اور غازی مجھے ایک خاص قسم کی لطافت حاصل ہوتی ہے جسکی بدولت تمہاری حالت مجھ پر منکشف ہو جاتی ہے۔ اس معنی کی تحقیق گزشتہ گزر چکی ہے۔

۱۶ تمام صفوں کا معنی یا تو انہیں سیدھا کرنے کا ہے یا اس کا معنی ہے جب تک صف اول پوری نہ ہوے دوسری صف نہ بناؤ۔ بہتر یہ ہے کہ اس لفظ سے دونوں معنی مراد لیے جائیں۔

انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی صفیں سیدھی اور صاف کیا کرو کہ بیشک صفوں کا سیدھا کرنا نماز کے تمام کرنے میں داخل ہے۔ (بخاری و مسلم)

مگر مسلم کے نزدیک من اقامہ الصلوٰۃ کے چائے

۱۰۹ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوَّوْا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

۱۷ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جس کی طرح بہت سی آیات میں آئی ہے۔ جیسے یقیناً الصلوٰۃ۔ اقموا الصلوٰۃ۔ المقیمین الصلوٰۃ مرغیہ۔ علماء نے کہا ہے کہ جہاں بھی نماز اور غازی کی طرح کی گئی ہے وہ نماز تمام کرنے کے ساتھ کی گئی ہے۔ اصل نماز پر تو بعض جگہ مذمت بھی آئی ہے۔ جیسے ذیل المقیمین الذین تم من صلاتکم تاتسون لان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں)

۱۸ اگر دونوں جہاتوں کا مال ایک ہی ہے۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں جہاں تک کہ تمہیں کراہت ہو اسے نہ کرنا اور جہاں تک کہ تمہیں وجہ ہو اسے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

دلیل میں اختلاف خارج نہ ہو۔ اور جہاں تک کہ تمہیں وجہ ہو اسے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

جہاں تک کہ تمہیں وجہ ہو اسے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

پھر وہ کھڑے ہوں جو رہتے ہیں ان کے قریب ہوں

پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔ حضرت ابو سعید نے کہا تم لوگ آج بہت زیادہ اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔

(مسلم)

۱۰۰ وَ عَنْ أَبِي سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَعُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلِكِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنَّهْيُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ أَبُو سَعْدٍ فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ أَشَدَّ اخْتِلَافًا (رواه مسلم)

۱۴ آپ مشورۃ النصارى کا حال میں یہ ابن مسعود کے علاوہ ہیں۔

۱۵ اور اپنے دست مبارک سے انہیں غازیں برابر اور ہموار کرتے اور صفیں درست فرماتے تھے۔

۱۶ اس جملے کی شرح گذشتہ حدیث کے ضمن میں مذکور ہو چکی ہے۔

۱۷ یٰٰلَیْہِیْ یا کے مذمت اور تہذیب نون سے۔ بعض نسخوں میں یٰٰلَیْہِیْ ثمریٰ اور نون تاکید سے آیا ہے بعض راویوں نے

ثمریٰ یا احد اس کی جزم کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ علامہ نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے مگر درست بات یہ ہے کہ اسے پڑھنا بھی صحیح ہے تاہم یہ استعمال نادر اور قلیل الوقوع ہے۔

۱۸ اس جملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب صفوں کا بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ اور

صف اول میں کھڑے ہوں جو قاتل و بالغ ہیں۔ (اعلام کبھی) علم کبھی حاکم جمع لاتے ہیں۔ یعنی مضبوطی اور وقار اور علم کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ صف کے ابال اور جوش کے وقت نفس کو قابو میں رکھے۔ اور علم کی تفسیر عقل سے بھی کرتے ہیں کیونکہ تحمل و وقار

عقلندی کے لیے لازم ہے اور کبھی اعلام کو علم بعلم حاکم جمع قرار دیتے ہیں یعنی بالغ آدمی کو خراب آنا۔ یعنی نون کی پیش اور صاکی زبر یعنی عقل کیونکہ عقل انسان کو ناشائستہ کاموں سے باز رکھتی ہے۔ معنی اول کے مطابق لفظ الغنی تاکید و تفسیر ہوگا۔ اہل عقل و فضل کو ساتھ کھڑا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ کیفیت نماز اور اس کے احکام کو پوری طرح سمجھ کر یاد کر لیں گے

پھر آگے سمت تک پہنچائیں گے۔

۱۹ جیسے بچے اور وہ جو قریب البلوغ ہوں جن کو مراعات بھی کہتے ہیں۔

۲۰ جیسے غشی (بیہوش) اور ہمدردی و تڑپ دونوں کی علامت موجود ہوتی ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان کے

بعد عورتوں کا صف ہونی چاہیے۔

۲۱ اے نبیؐ خدایا! صفوں کو درست نہ کرنے اور شارع علیہ السلام کے حکم کی بجا آوری نہ کرنے کے سبب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے

نہا میں میرے ساتھ وہ لوگ کھڑے ہوا کریں جو ارباب

عقل و فہم ہیں پھر وہ لوگ اس کے قریب ہوں۔ آپ نے یہ

بات تین مرتبہ فرمائی۔ اور اپنے آپ کو مسجدوں میں شور مچل

پھانسنے سے دھڑکھڑایا (مسلم)

۱۰۲۱ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ لَمْ يَلْبَسْ رِيْثَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ لَوْ أَلْخَلَّاهُ

وَاللَّهُ لَمْ يَلْبَسْ رِيْثَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ لَوْ أَلْخَلَّاهُ

وَاللَّهُ لَمْ يَلْبَسْ رِيْثَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ لَوْ أَلْخَلَّاهُ

وَاللَّهُ لَمْ يَلْبَسْ رِيْثَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْ لَوْ أَلْخَلَّاهُ

۱۴ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم الذین یلبسونہم کا فقرہ تین بار دہرایا تو اس حدیث کے مطابق صف کے مراتب

چار ہوں گے۔ گذشتہ حدیث میں آپ نے عورتوں کا ذکر نہ کیا کیونکہ غشی کے بعد انہیں کی صف متعین ہے اور ہر ایہ



دریافت اور طلب کی کوشش حاصل کرتے ہیں۔ یا یہ آگے بڑھنے اور مزید طلب کا بیان ہے یعنی آگے بڑھنا اور مزید نیکی طلب کرنا یہی ہے کہ تم لوگ میری اتباع کرو۔ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمُ اللّٰہُ**۔ آپ فرمادیں اگر تم لوگ اللہ کے دوست بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا دوست بنائے گا اور جب تم لوگ دین میں کمال ہو جاؤ گے تو دوسروں کی نیکیاں کر دے گے اور دوسرے لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے وہ تمہاری اتباع کریں گے یا یہ حکم بعد والوں کو ہے کہ وہ بھی تمہاری متابعت میں اپنے آپ کو طالب اور پیرویا ظاہر کریں اور جو شخص طلب سے دور باڑا اور اس میں کستی دکھائی وہ مرتبہ قرب و دوسلوں سے دور کر دیا گیا ہے

تو راہ زرقہ از ازاں معذوری  
ترجمہ۔ تو راستے پر چلا ہی نہیں اس لیے محروم ہے  
ورنہ کہ زداں در کہ بر و کشوردند  
ورنہ کون ہے جس نے یہ دروازہ کھٹکھٹایا اور دروازہ نہ کھولا گیا  
تو جہاں تک بر کے کوتاہی نہ کر دے

اندریں راہ چٹاں گراں نکمنی  
ترجمہ۔ اس راستے میں بوجھل نہ بن۔  
دست دپائے بزن زیاں نکمنی  
ہاتھ پاؤں مارا کوشش کر تاکہ نقصان نہ کر بیٹھے۔  
حدیث کی ظہر علت بھی اس حدیث میں ہے مگر بعض محدثین نے اسے صفیں درست کرنے پر چسپاں کیا ہے اور یہ بھی طلب کمال کا ایک ذریعہ ہے مگر حدیث کا معنی صرف اس کے ساتھ خالص نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۳ و عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَانًا حَلَقًا فَقَالَ مَا لِحِ أَرْمَكُمْ عِزِينَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلَا تَصِفُونَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ كَيْفَ تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُسَمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُولَى وَ يَتَنَاصِفُونَ فِي الصَّفِّ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکل کر تشریف لائے ہمیں آپ نے حلقوں کی شکل میں دیکھا تو فرمایا مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں حلقہ بناؤں بیٹھے دیکھتا ہوں پھر آپ تشریف لائے تو فرمایا تم لوگ اپنی صفیں اس طرح کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ملائکہ اپنے رب کے پاس کیسی صفیں بناتے ہیں۔ فرمایا اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور آپس میں بالکل جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۳۴ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں قبیلہ بنی عامر سے ہیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہمیشہ

نزد ہیں۔



۳۵ حلقہ ماکہ دیر سے جمع حلقہ ماکہ ذی ہجہ و عام ماکہ۔ جسے ہندو اور بدھ و عیسائی و دیگر مشرکوں نے کھانا کھا کر زبردستی سے جیسے ٹھوڑا ٹھوڑا حلقہ ماکہ دیر سے ماکہ آیا ہے اور ان کے حلقہ ماکہ دیر سے ماکہ آئی ہے تاہم بعض علماء اس کا انکار کرتے ہیں۔

۳۶ یہ ان کے اس حالت میں بیٹھنے سے منع ہے کیونکہ اس طرح بیٹھنا دلوں کے متفرق ہونے اور ان کے درمیان اختلاف و مبہمیت کی علامت ہے۔ اور آپس میں اختلاف و انتشار کا موجب و سبب ہے۔ مزید جمع غزہ عین کی زیر زاساکن بمعنی جمع شدہ گروہ۔ اور باب الجمعۃ میں آتا ہے کہ یہ حلقے بنا کر بیٹھنا جوہر کے دن خطبہ کے وقت یا نماز سے پہلے تھا۔

عہ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔

۳۷ اگر یہ کہو کہ پہلی صف تو ایک ہی ہوتی ہے۔ پھر صف جمع کیوں لایا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ کرام آسمان زمین میں ہر جگہ صفیں بناتے ہیں اور ہر جگہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں۔

۱۰۷۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ

صُفُوفٍ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَآخِرُهَا

أَخْرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا

وَبَشَرُهَا أَوَّلُهَا۔

(رِوَاہُ مُسْلِم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کا سب سے

افضل صف پہلی صف ہوتی ہے اور ان کی سب سے

بڑی صف ان کا آخری صف ہوتا ہے اور عورتوں

کی سب سے افضل صف ان کی آخری صف ہوتی ہے

اور ان کی سب سے بڑی صف ان کی پہلی صف ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ

## الفصل الثانی

۱۰۷۵ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُسُّوا صُفُوفَكُمْ

وَقَابِئُ بَيْنَهَا وَحَادِثًا بِمَا أَهْتَايَ

فَوَاللهِ نَفْسِي بَيْنَهُ إِنْ لَمْ يَأْتِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو جوڑ کر اور

جوڑ کر سیدھی رکھو اور ایک دوسرے کے قریب ہرگز نہ

آؤ۔ اور اپنی گردنوں کو برابر کر دو کیونکہ وہ ذات جس کے بعد

التَّوْبَتَيْنِ يَدْخُلُ مِنَ خَلْفِهِ الْقَبْرُ كَمَا كُنَا  
الْحَدَّثَ عَنْ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

قدرت میں میری جان ہے بیشک میں دیکھتا ہوں کہ شیطان  
صفوں کے درمیان فاصلے میں داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ  
سیاہ رنگ کی بکری ہے۔ (ابوداؤد)

۱۔ یعنی اس طرح لکھئے ہو جس طرح دیار کی چٹائی میں اینٹ پتھر جوڑ کر رکھے جاتے ہیں۔  
۲۔ اس کی یہ بات سے منع کیا کہ آپس میں فاصلے رکھ کر نہ کھڑے ہو۔

۳۔ مَذَنِّعٌ عَاهِدٌ اور ذالِ عَجْمِ دونوں پر زبردستہ میں خارج از دین کی سیاہ رنگ کی بکریاں جیسا کہ فروع الشیخ میں  
آیا ہے۔ اور راوی نے حدیث حضرت ابوامامہ بن بکری کے چھوٹے بچوں سے اس کی تفسیر کی ہے۔ ایک روایت میں  
كَانَ ثَابِتٌ حَدَّثَ أَبِيابَہ یعنی بکریوں کے بچے۔

۱۰۲۶ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتِمُّوا الصَّغَاتِ الْخَلْفَةَ  
ثُمَّ الدُّعَىٰ يَلِيهِ قَمَا كَانَ مِنْ تَقْوِينَ  
فَلْيَكُنْ فِي الصَّغَاتِ الْمُؤَخَّرَةِ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے  
اگلی صف کو مکمل کر دپھر اس کے بعد والی کو اور جو کمی  
رہ جائے وہ سب سے آخری صف میں ہو۔  
(ابوداؤد)

۱۰۲۷ وَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى  
الَّذِينَ يَلُونِ الصَّغُوفَ الْأُولَىٰ وَمَا  
مِنْ خَلْفِهِمْ تَسَبُّحًا لِلَّهِ مِنْ مَحْلُوظَةٍ  
يُتَشَبَّهًا بِمَا صَفَّا  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک  
اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں والوں پر درود  
بھیجتے ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک کوئی قدم اس قدم سے  
زیادہ محبوب و پسندیدہ نہیں جو صف کو پورا کرنے  
کے لیے اٹھایا گیا ہو۔  
(ابوداؤد)

۱۔ جب آپ نے پہلی صف کی فضیلت بیان کر دی تو پھر دوسری صف کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ کیا جو اس  
کے ساتھ ملتی ہے اور بعد والی صف پر اسے فضیلت حاصل ہوتا ہے اعدالذین یلون الصغوف الاولیٰ سے مراد وہ لوگ  
ہیں جو اس صف میں کھڑے ہوتے ہیں لیکن معنی ظاہر لفظ کے خلاف ہے۔  
۲۔ یعنی اگر کسی صف میں فرجہ (فاصلہ) ہرگز نہ ہٹا کر وہاں کھڑا ہوا در اسے ملادے۔ اور تمہیداً متصل تا خطاب  
کے ساتھ صحیح آیا ہے۔

۱۲۲۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيِّمٍ مِنَ الصُّفُوفِ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مئیک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں جانب کھڑے ہونے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (ابوداؤد)

اے یعنی ان لوگوں پر جو صف میں دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ امام کے دائیں جانب کھڑے ہونا اگرچہ امام سے دور ہی ہوا فضل ہے ان لوگوں سے جو امام کی بائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ امام کے قریب ہوں نہ ہوں۔ بعض علماء شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ مسجد نبوی شریف کے علاوہ مساجد کے لیے ہے۔ مسجد نبوی شریف میں امام کی بائیں جانب کھڑے ہونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ قبر شریف اسی جانب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قائل کو اپنی رحمت سے نوازے۔

۱۲۲۱ وَ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صفوں میں جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو سیدھا کر دیتے تھے پھر ہم لوگ ٹھیک ہو کر کھڑے ہوتے تو پھر آپ بکرم کھڑے ہوتے۔ (ابوداؤد)

اے یعنی ہاتھ یا اشارہ سے صفیں سیدھی کرتے تھے

۱۲۲۲ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَلَّى عَنْ يَمِينِهِ اعْتَدِلُوا سَوَوَا صُفُوفَكُمْ وَ عَنْ تَيْمِيَّةٍ اعْتَسِلُوا سَوَوَا صُفُوفَكُمْ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنی دائیں طرف سے صفوں کو سیدھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

۱۲۲۳ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرُكُمْ أَلَمَنْكُمْ مَنَّا كَبَّ فِي الصَّلَاةِ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص نماز میں کبیرا پڑھا وہ تم میں سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)





وَسَلَّمَ سَوْفَا صُفُوفَكُمْ وَحَادُوا  
بَيْنَ مَنَاكِبِكُمْ وَلِيْنُوا فِي آيِدِي  
اِخْوَانِكُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاَتَ  
الشَّيْطَانُ يَدْخُلُ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ  
يَنْزِلُو الْخَذَفَ يَعْنِي اَوْ لَا  
الضَّارِ الصَّغَارَ

صوفیں سیجی کر دے۔ اور اپنے کندھوں کے درمیان  
مقابلہ رکھنا اور اپنے ہاتھوں کے انگوٹوں میں نیچ  
رہ کر کھڑکیاں بھرو کہ شیطان تمہارے درمیان  
کڑی کے چھوٹے پتے کی شکل میں گھس جاتا  
ہے۔

(رواہ احمد)

(احمد)

۱۵ اُمتہ ہمزہ کی پیش۔

۱۵ یعنی دوسری صف کے لیے بھی فرمائی کہ صف اول پر بھی درود نازل ہو اور دوسری پر بھی اسے طوفت مقینی  
کہتے ہیں کہ مخاطب تکلم کو تقیین کرتا ہے کہ طوفت کرے اور اسے بھی ذکر کرے۔

۱۶ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کرنے سے اب پہلی اور دوسری صف پر شہزادہ درود بھیجنے کی  
وحی آگئی ہو اور آپ کے اہل اہلار سے یہ ظاہر ہو گیا کہ صف اول کو دوسری پر بہت تقیلت مائل ہے اور دوسری صف کا  
درجہ پہلی صف سے کم ہے۔

۱۷ یہ عبارت معنی اول کے مطابق جو حدیث ابن عباس میں گزرا کہ فیہ مناسب ہے اور نقد لہذا لہذا اولیٰ طرق  
روایت کیا گیا ہے مگر شد کے بغیر صحیح ہے۔

۱۸ ۱۰۳۷ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَقِمُوا  
الصُّفُوفَ وَحَادُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ  
وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوا بِاَيْدِي  
اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَدْرُوا فُرُجَاتِ  
الشَّيْطَانِ وَمَنْ قَصَلَ مَنَا بَعْلَهُ  
اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَهُ قَطَعَهُ اللّٰہُ رَوَاهُ  
ابُو دَاوُدَ وَرَوٰی التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ قَوْلُهُ  
وَمَنْ وَصَلَ مَنَا رَأٰی اَخِيْرَهُ

۱۸ ۱۰۳۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَقِمُوا  
الصُّفُوفَ وَحَادُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ  
وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوا بِاَيْدِي  
اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَدْرُوا فُرُجَاتِ  
الشَّيْطَانِ وَمَنْ قَصَلَ مَنَا بَعْلَهُ  
اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَهُ قَطَعَهُ اللّٰہُ رَوَاهُ  
ابُو دَاوُدَ وَرَوٰی التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ قَوْلُهُ  
وَمَنْ وَصَلَ مَنَا رَأٰی اَخِيْرَهُ

۱۹ یعنی اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و رحمت سے بہنار کرے۔



۱۳۵۔ جو منہ میں دھڑکے اور اسے تھک کر کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ اسے مقام قرب و رحمت اور عزت سے الگ کر دے  
کھینچ کر اسے اول سریف کو انبیاء معترف سے لے کر اس قول تک روایت نہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو بیچ میں  
رکھو۔ اور کٹاڑ گیاں بند کرو۔

(ابوداؤد)

۱۳۵۔ وَ عَنْ ابْنِ مُرَيْبَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تَوَسَّطُوا الْأَمَامَ وَ سُدُّوا الْخَلَلَ  
دَرَقَاهُ أَبُو دَاوُدَ

۱۳۶۔ اور اس کے پیچھے اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو۔

۱۳۶۔ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ  
الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤْخِرَهُمُ اللَّهُ فِي الْآخِرِ  
دَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم پہلی صف سے  
پیچھے ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اللہ انہیں آگ میں پیچھے کرے  
گا۔ (امروہ وزغ میں ٹٹالے گا)

(ابوداؤد)

۱۳۷۔ اور مقام فضل و ثواب میں آگے بڑھنا ترک کر دیں گے۔

۱۳۷۔ وَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ مَعْبُدٍ قَالَ  
بَايَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ نَجْلًا، يُصَنِّي خَلْفَ الصَّفِّ  
وَحَدَّةً قَامَرَةً لَنْ يُعِيدَ الصَّلَاةَ  
دَعَاهُ أَحْمَدُ وَ الْمُتَمِيدِيُّ وَ أَبُو  
دَاوُدَ قَالَ الْمُتَمِيدِيُّ هَذَا يَحْسِنُ

حضرت داؤد بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو  
صف کے پیچھے ایک نماز پڑھتے دیکھا تو اسے غار  
رٹانے کا حکم دیا۔

(احمد، ترمذی)

ابوداؤد

احمد ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

۱۳۸۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔  
میں نے اپنے آپ کو اس کے پیچھے رکھ دیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے پیچھے رکھ دیا۔  
فرمایا آپ کا تیرا ہی ہمتہ میں ہے۔

۱۳۹۔ آپ نے اسے آگے بڑھنے میں کڑی کر کے نہ پر تعلیم اور ڈانٹ کے طور پر فرمایا نماز کے بطلان یا فساد کی بنا پر نہ فرمایا۔ اور  
امام احمد اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک اگر نماز اکیسے پڑھے گا تو باطل ہو جائے گی جبکہ اگلی صف میں داخل ہونے کی

گنجائش موجود ہو۔ اس حدیث اور دوسری احادیث کی بنا پر اہل ائمہ کے بعض اہل مذہب نے نماز جنازہ کو اس سے مستثناء کیا ہے۔ جب کہ جنازے کی نماز میں پانچ آدمی ہوں۔ عین صغیر بنانے کے لیے کہ عین صغیر بنانا مستحب ہے۔ بلکہ عورت کے کہ وہ اکیلی ہی مردوں کی صف کے پیچھے نماز ادا کرے گی مان ائمہ کے نزدیک اس وقت نماز فاسد ہوگی جب کہ وہ پوری نماز اکیلا پچھلی صف میں ادا کرے اور اگر اس نے صرف تکبیر تحریرہ اکیس پچھلی صف میں باندھی اس کے بعد اگلی صف میں خال ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ باب الموقوف میں حضرت ابو بکرہ کی حدیث سے معلوم ہوگا۔ پھر امام احمد کے نزدیک امام کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۳ اور ابن جان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ وہ ایک دوسری صحیح حدیث بھی روایت کرتے ہیں۔ لاصلوۃ للذی خلف الصف۔ یعنی جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے۔ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ حدیث نفی کمال پر محمول ہے۔

## بَابُ الْمَوْقِفِ نماز کی جگہ کا بیان

یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ نماز میں امام کہاں کھڑا ہو اور مقتدی کہاں۔ امام اس کے کھڑا ہو یا مقتدی امام کے پیلوں میں دائیں جانب کھڑا ہو۔

### الفصل الأول

۱۰۳۸ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَشَّرَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَاتَّخَذَ بَيْنِي وَمِنْ دَوَارِهِ ظَهْرَهُ فَعَدَلَنِي كَذَلِكَ مِنْ دَوَارِهِ ظَهْرَهُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

### مفصل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بَشَّرَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَاتَّخَذَ بَيْنِي وَمِنْ دَوَارِهِ ظَهْرَهُ فَعَدَلَنِي كَذَلِكَ مِنْ دَوَارِهِ ظَهْرَهُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے جو انداز حضرت میں سے ہیں۔

اسے میں بھی لکھا ہے کہ یہی انداز حضرت میں سے ہے۔ یہی وہی کلام ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہوا۔

اسے یہ حدیث میں بھی لکھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ کی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسے یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دوسری طرف کرنے کا نقشہ اور کیفیت بیان کی۔ اور لفظ کذا تک اس حالت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ امثال وحکایات بیان کرتے وقت ایسا کرنا ضرور اہل عرب کی عادت ہے کہ لفظ اشارہ استعمال کرتے ہیں۔ خوب سمجھو۔

۹۳۹ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ فَبَدَأَ بِرُكُوعٍ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَمَّ بِدِيْنِي فَأَدَارَنِي حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ نَجَّأَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ يَسَارِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدَيْنَا سَجْدَتَنَا فَدَفَعَنَا حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے پھر میں آیا حتیٰ کہ آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا۔ یہاں تک کہ اپنے دائیں مجھے کھڑا کیا۔ پھر جبار بن صخر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بائیں کھڑے ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں پیچھے کیا حتیٰ کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کیا۔

(مسلم)

وَدَوَاءُ مُنْقَلَبِ

اسے علیہ السلام نے کہ یہ رات کی نماز تھی۔ جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے۔ رات کے نوافل کے علاوہ دوسرے نوافل کا بھی احتمال ہے کہ یہ بھی نماز آپ نے وہ جاہل سے ادا کیے ہوں۔

اسے جبار بن صخر سے ابن عمر آپ انھار میں سے ہیں۔ اور ان تر خوش نصیب حضرات میں سے ہیں جو لیلۃ العقبہ میں حاضر تھے۔

اسے ان سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی صوف ایک ہو تو وہ امام کے ساتھ اس کی دائیں جانب کھڑا ہو اور اگر زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

۹۴۰ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَمَّا وَ بَيْتِي فِي بَيْتِنَا خَلَّتِ الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا سَكِينٌ خَلَّتَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یمیم نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلمہ ہمارے

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پچھتے تھیں۔

۱۷۔ ام سلیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کا لاغ ہو سکے ساتھ نماز میں کھڑے ہونا درست ہے کیونکہ یتیم بچے ہی کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یتیم حضرت انس کے بھائی کا نام ہے اور وہ بچے نہ تھے۔ لہذا اس حدیث میں اس امر پر کوئی دلالت نہیں کہ بچہ مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ یہ نفل نماز تھی اس لیے اس میں نرمی کو روا رکھا جاسکتا ہے اور گنہگار شتہ بیان کردہ احکام فرض نماز سے متعلق تھے۔ واللہ اعلم۔

۱۸۔ وَ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِ وَيَأْتِيهِ أَوْ خَالَتِهَا

قَالَ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَأَقَامَ

الْمَرْأَةُ خَلْفَنَا -

انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کے ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی۔ فرماتے ہیں مجھے تو آپ نے اپنے دائیں کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۹۔ یہ راوی کا شک ہے۔

۲۰۔ یعنی میری ماں یا میری خالہ کو۔ اور اس حدیث میں یتیم کا ذکر بھی ہے۔

۲۱۔ وَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَهُ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى

الصَّغْرِ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّغْرِ فَذَكَرَ

ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حَرَمًا وَ لَا تَعُدُّ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۲۲۔ بکرة تاکے ساتھ آپ مشورہ صوابی ہیں۔

۲۳۔ حضرت ابوبکرؓ نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی نماز کی نیت کی اور گھیر کر رکوع اور رکعت پائیں اور رکعت پائیں اور تکبیر اولیٰ کی فضیلت بھی حاصل کر لیں۔

۲۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے طلب خیر اور مقام قرب تک وصول کروں اور دعا کر سکے۔

۲۵۔ تاکہ منفرد کی صف کے پیچھے یا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع اور صف کا طرف چلتے ہوئے نماز میں اقتدار

لازم نہ آئے یہ حکم ہے کہ جہاں جگہ نماز کی ہے وہیں کھڑا ہو جائے۔ پس یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں ایسے آدمی کا صف میں کھڑا ہونا نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ آپ نے اس آدمی کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہ دیا۔ بعض راوی اس لفظ کلمہ میں کی جزم اور طال کی پیش سے بیان کرتے ہیں اور اسے غلط سمجھتے مانتے ہیں۔ بعضی دو دو ٹوٹا یعنی دو ٹوٹنے میں اس قدر شبہی نہ کرنا کہ دو ٹوٹنے کی نسبت آجائے۔ مگر پہلی روایت روایت اور روایت صحیح ہے۔

## دوسری فصل

حضرت سمرقہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا  
کہ جب ہم تین ہوں تو ہم میں سے ایک آگے بڑھ  
جائے۔

(ترمذی)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے  
مذہب میں لوگوں کی امامت کی اور اونچی جگہ پر نماز پڑھانے  
کھڑے ہو گئے لوگ ان سے نیچے تھے حضرت خذیفہ  
آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عمار ان کے پیچھے  
لگ گئے تھے کہ انہیں خذیفہ نے نیچے آکر دیا۔ جب  
عمار نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے خذیفہ نے کہا  
کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراتے نہ سنا کہ  
جب کوئی شخص قوم کی امامت کرے۔ تو اس کی جگہ سے  
اونچی جگہ کھڑا نہ ہو یا اس کی خلیفہ نے کہا کہ اسی  
سے جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے  
پیچھے ہر لیا۔

(ابن ماجہ)

اے حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ جگہ معنی میں

## الفصل الثانی

۱۰۳۳ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ  
أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً أَنْ يَتَقَدَّمَ مِنَّا  
أَحَدُنَا۔

(رقاة الترمذی)

اے یعنی ایک امام آگے جائے اور وہاں کے تھری۔  
۱۰۳۴ وَ عَنْ عَمَّارٍ أَنَّهُ أَمَرَ النَّاسَ  
بِالْمَدَائِنِ وَقَامَ عَلَى دُكَّانٍ يَصِلُ إِلَى  
النَّاسِ أَهْلًا مِنْهُ فَتَقَدَّمَ خَذِيفَةُ  
فَأَخَذَ عَلَى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ حَتَّى  
أَنزَلَهُ خَذِيفَةُ فَبَلَّغَا فَرَمَّ عَمَّارٌ مِنْ  
مَدِينَتِهِ قَالَهُ لَهُ خَذِيفَةُ أَلَمْ تَسْمَعْ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً أَلْقِمْ الْقَدَمَ فَتَكُنْ  
يَقْدُمُ فِي مَقَامٍ يَنْفَعُ بَيْنَ عَمَّارٍ وَخَذِيفَةَ  
أَوْ تَقْدُمُ فَلَكَ فَكَانَ عَمَّارٌ لِمَا ذَاكَ  
اتَّبَعَتْكَ حِينَ أَخَذَتْ عَلَى يَدَيْهِ

(رقاة ابو داؤد)



شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاِیْمَانِ بِیْیَہُیْ تَحْیَیْ بَالِیْ کَرُوْہِ فَعَلْ کَرُوْہِ۔ مَیٰ اَنْ  
ایک شہ کا نام ہے۔

۱۷ حضور کا شخص لفظ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا ان بنا پر آپ کو شک تھا کہ آپ نے یہ لفظ کہا یا اور  
کوئی لفظ۔

۱۸ اور میں نے آپ کی بات مان لی اور نیچے آ آیا۔

۱۹ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمار اس مسئلہ کو جانتے تھے اور آپ نے یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا ہوا تھا۔ یہاں اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب حضرت عمار یہ مسئلہ جانتے تھے تو پھر آپ نے پہلے اس فعل کا اور کتاب  
کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ کو اس کی یادداشت ذہن سے نکل چکی تھی جب حضرت خذیفہ نے یاد دلایا تو  
آپ کو یاد آ گیا۔ یا حضرت عمار کا فعل خلاف ادلی تھا نفس جواز کے خلاف نہ تھا اور حضرت خذیفہ کے تو جہر دلائل سے  
آپ نے ادلی اور افضل فعل کو اختیار کر لیا۔

دافع ہو کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے کہ تنہا امام ادنیٰ جگہ کھڑا ہو اور مقتدی نیچے کھڑے ہوں۔ کیونکہ یہ  
اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ ہے کہ یہ لوگ امام کے لیے بلند جگہ مخصوص کر دیتے ہیں اور اگر امام کے ساتھ بجا کچھ لوگ کھڑے ہوں  
تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سب مقتدی ادنیٰ جگہ کھڑے ہوں اور امام کے کھڑا ہو تو وہم تشبیہ کی وجہ سے ظاہر نہایت  
کے مطابق مکروہ ہو گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صورت بھی مکروہ ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ان میں امام کی ہمت ہے۔ امام  
کے حق عزت و احترام میں کوتاہی ہے۔ پھر بلند جگہ کی بندی میں جس کے ساتھ کراہت نفسی ہے۔ خلاف ہے جس نے  
کہا درمیانہ تعدادی کی ادنیائی ملک بندی مراد ہے۔ بعض نے کہا اتنی مقدار بندی مراد ہے جس سے امام اور مقتدی کی  
جگہ میں فرق و امتیاد محسوس ہو بعض نے کہا ایک گز بندی مراد ہے جن طرح عترہ کی جگہ کی امتیاد ہے۔ اسی طرح قول  
پسندیدہ ہے اور شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا دو سز کی زیادہ حساب خط کہ اس میں امام کی ہمت اور مقتدی کی ہمت  
موجود ہے۔ ایک گز کی بندی کی صورت میں کوئی طرانی اور کوتاہی نہیں ہے۔ یہی معلوم ہے کہ مقتدی کی ہمت پر  
کھڑے تھے۔ اگر اس بندی علم ہوتا تو اس شخص پر حجت و دلیل قائم ہو جاتی چونکہ اسے شاعت ہے اور مقتدی کی ہمت پر  
ثابت ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف بلند ہوتا تھا اس لیے مقتدی میں ہونا چاہیے کہ مقتدی اس منبر پر  
یا یہ کہ کہا جائے گا کہ کما بہت اس صورت میں ہے جب کہ بندی پر کھڑے ہونے کی کوئی دلیل بھی نہ ہو یا اسے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے خصائص میں سے شمار کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت سہیل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت  
ہے ان سے روایت کیا گیا کہ منبر کس پر چڑھنا کر آیا

۱۰۴۵ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ  
أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ أَبِي شُعْبَةَ الْمُسَبَّرِ

فَقَالَ مِمَّنْ أَتَى الْقَابَةَ عَمَلَةً  
فَلَانِ مَوْلَى فَلَاحَةً بِرَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُ  
عُمِلَ وَوُضِعَ فَاَسْتَقْبَلَ الْفُتْلَةَ  
وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ  
وَرَكْعَتَيْنِ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ  
ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ عَلَى  
الْأَرْضِ ثُمَّ عَاذَ إِلَى الْيُسْبَرِ ثُمَّ  
قَرَأَ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ  
ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ  
بِالْأَرْضِ هَذَا لَفْظُ الْبُيُخَارِيِّ  
وَفِي التَّحْقِيقِ عَلَيْهِ نَحْوُهُ وَ  
قَالَ فِي أُخْرَى فَلَمَّا قَرَأَ أَقْبَلَ  
عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ  
إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُوا بِهِ  
وَلِتَعْلَمُوا مَكَانِي

جنگل کے چھاؤں کھلا سے غلاں غلاں کے موٹی سے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا اور جب بنایا اور  
لکھا گیا تو حضور الزم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے  
ہوئے قبلے کی طرف منہ کیا اور تکبیر کہی لوگ آپ کے  
پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے قرأت کی اور رکوع کیا  
اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر پنا سر  
اٹھایا پھر اٹھے پاؤں لوٹے پھر زمین پر سجدہ کیا  
پھر سر کی طرف لوٹے پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر  
سر اٹھایا پھر پیچھے لوٹے۔ حتیٰ کہ زمین پر سجدہ کیا یہ  
بخاری کے نقل ہیں۔ اور مسلم و بخاری میں اس کی  
فصل ہے اور اس کے آخر میں بخاری نے فرمایا  
کہ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب متوجہ  
ہوئے۔ اور فرمایا اسے لوگوں میں سے یہ اس  
لیے کیا تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز  
کو جان لو گے

❖ ❖

ابواب البخاری میں۔ اسی بخاری صحابی میں جنہوں نے مدینہ پاک میں وفات پائی۔  
ابو یوسف کا منبر شریف کس کوڑی کا تھا یہ مطلب اس وقت ہو گا جب کہ سائل کو پیسے سے پتہ ہو کہ وہ کوڑی کا تھا  
اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا چارہا تھا پھر کا تھا یا کوڑی کا۔ جواب کی ظاہر عبارت صور من اثل القابۃ۔ یعنی  
وہ جنگل کے چھاؤں کا کھلا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا منبر ملا ہے۔ اثل۔ ہمزہ کی زبردست کی جزم۔ درخت  
فرمایا کہ خیمہ آخر میں قہقری جہاں بعض نے کہا اثل ایک درخت ہے جہاؤں کی طرح گھرا اس سے بڑا ہوتا ہے۔ غابۃ  
بانتھ ہے جنگل پھر اس کا غالب استعمال اس جگہ کے لیے ہونے لگا جہاں گھنے درخت ہوں۔ شیخ ابن حجر کی  
شرح میں کہا کہ غابۃ مدینہ حبیب سے تین میل کی مسافت پر ایک جگہ ہے

۱۷ یعنی وہ منبر غلاں آدمی نے جو غلاں حررت کا غلام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا۔ اس غلام کا نام  
باقوم روی تھا بعض نے کہا اس کا نام میمون تھا مشہور قول اول ہے۔ اس کے نام میں اور اقوال میں بھی ہیں۔ جولائی

اعتبار نہیں مگر عورت کا نام معلوم نہ ہو سکا بعض نے کہا اس کا نام عذرا تھا آپ کا مرض سے زیادہ گہرا تیرے مرض صلی علیہ وسلم کو چارے سے لے  
منبر بنانا چاہیے تو آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا جن کے تین درینے تھے ہر زینے کی بلندگی ایک باشت تھی اور چوڑائی ایک  
گز تو وہ منبر مسجد شریف میں رکھ دیا گیا۔

۳۷ یعنی میں نے منبر پر اور بلند جگہ پر اس لیے نماز ادا کی ہے تاکہ تم لوگ میری اقتدا اور پیروی کرو۔ اور میری نماز کو جان لو  
بعض نسخوں میں لام کی شدت علم کا صیغہ آیا ہے یعنی تاکہ میری نماز سیکھ لو کہ میں اسے کسی صفت اور کیفیت سے ادا کرتا ہوں۔  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مبارک ان مقامات میں سے ہے جو امام کے مقتدیوں سے بلند ہونے کی کلاہت سے مستثنیٰ ہے۔  
جیسا کہ گذشتہ حدیث میں اس کی جانب اشارہ گزرا اور ائمہ شافعیہ نے کہا امام کا اونچے مقام پر کھڑا ہونا اس وقت مکروہ ہے جبکہ  
کسی غرض و ضرورت کے لیے نہ ہو۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں غرض کیفیت نماز کی تعلیم و تبلیغ تھی۔ پھر یہاں یہ وہم نہ کیا  
جائے کہ یہ فعل کثیر تھا جو مفید نماز ہے کیونکہ منبر شریف کے تین پائے قریب قریب تھے۔ جن سے اترنا اور ان پر چڑھنا  
ایک یا دو قدم سے میرے خاصا واجب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نچلے پائے پر کھڑے ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

۱۰۴۶ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّي  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ فِي حُجْرَتِهِ وَ النَّاسُ  
يَأْتُمُونَ بِهِ مِنْ قَرَأَةِ الْحُجُورِ  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

صحبت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قرأتی  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجروں میں نماز  
پڑھی اور لوگ جگہ سے باہر آپ کی آواز  
کرتے تھے

(ابو داؤد)

۱۰۴۷ یعنی میں نے کہا ہے کہ یہاں حجرہ سے مراد وہ جگہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی کا بنائی تھی جب کہ آپ  
نے استحکاف کا ارادہ کیا تھا اور غمان سے رمضان شریف کی ان چند راتوں کی فکر اور آپ نے ان میں کھڑے ہو کر بھی  
اور لوگ باہر کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کرتے تھے اور جب کہ ان نے زیادہ ہجوم لگایا تو ان کو باہر سے روکا گیا  
پڑھنا ترک کر دیا کہ ہم پر فرض ہی نہ ہو جائے جیسا کہ اس حدیث میں اپنے حکام میں آئے۔ حجرہ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
انوار مطہرات رضی اللہ عنہم کا حجرہ مراد نہیں کیا ہے بلکہ ان میں کھڑے ہو کر اور لوگ سمجھ میں کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کرتے ہیں  
کیونکہ اس طرح یہ ممکن نہیں کہ لوگ امام کو دیکھ سکیں۔ جیسا کہ بعض علماء نے کہا۔ بعض علماء نے لایک امام کے قول والی  
پر مطلع ہونا ضروری ہے۔ اور یہ چیز بظاہر اس صورت میں مفہوم ہے۔ اور اگر حجرہ انوار مطہرات میں ہی لائی ہو تو اس سے  
مرض موت کا واقعہ ہے کہ آپ اس وقت معذور تھے جیسا کہ علامہ نے فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

حضرت ابوماک الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں حضرت ابوماک نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قائم کی۔ آپ نے اپنے پیچھے مردوں کی صف بنائی۔ انکے پیچھے جوان کی صف بنائی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو حضرت ابوماک رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز کی کیفیت بیان کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابوماک نے فرمایا نماز اس طرح ہوتی ہے۔ بعد الا علی راوی کہتا ہے میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کہ آپ نے فرمایا میری امت کی نماز اس طرح ہے۔ (ابوداؤد)

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ  
أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاقَرَتْ  
الصَّلَاةُ وَصَفَتْ الرِّجَالُ وَصَفَتْ  
خَلْفَتُهُ الْخُلَفَاءُ ثُمَّ صَلَّى يَوْمَهُ  
فَكَثُرَ صَلَوَتُهُ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا  
صَلَاةُ كَالْحَبْدِ لَا أَعْلَى لَا أَحَبُّهُ  
إِلَّا قَالَ أُمِّيُّ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ حضرت ابوماک الاشعری رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ سے ہیں۔ انہیں ابوماک اشجی بھی کہتے ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔

۲۔ یعنی آپ کے نماز میں کھڑے ہونے کی ترتیب اور کیفیت نماز کے بارے میں خبر نہ دوں۔  
۳۔ یہاں مردوں کا ذکر فرمایا ہے یہ نہیں کیا کہ عیال و عورتیں موجود نہ تھیں۔

حضرت تیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اس حال میں کہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے کھینچا۔ مجھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہو گیا۔ خدا کی قسم مجھے اپنی نماز کی خبر نہ رہی جب خارج ہوئے تو وہ ابی بن کعب تھے فرمایا اے جوان اللہ تجھے کبھی ٹھیک نہ کرے یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے عہد ہے کہ آپ سے قریب رہیں پھر آپ قبلہ رو ہوئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم۔  
۴۔ عورتوں و بچے ہلاک ہو گئے۔ تین بار کہا۔ پھر

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ قَالَ  
بَيْنَمَا أَنَا فِي السُّجُودِ فِي الصَّفِ  
الْقَدِيمِ فَجَبَدَنِي رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِ  
جَدِّهِ لِكُفَّائِي وَكَأَمَرٍ مَّعَانِي وَكَهْ  
لَمَّا سَلَّمْتُ سَلَّمَ عَلَيَّ فَلَمَّا انْصَرَفَ  
يَا قَيْسُ بْنُ عَبَادٍ قَالَ يَا قَيْسُ  
لَا يَسْتَوِي اللَّهُ إِنْ هَذَا عَهْدٌ  
مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ إِلَيْنَا أَنْ نَبْلِيَهُ ثُمَّ اسْتَبَقَلْ



فرمایا خدا کی قسم ان پر تم نہیں کرتا، لیکن ان پر تم کرتا  
جنہوں نے اس پر نہیں کیا۔ میں نے فرمایا کہ "اے  
ابو یعقوب! عہد والوں سے آپ کی کیا مراد ہے فرمایا  
امیر لوگ۔

الْقَبْلَةَ فَقَالَ هَلْكَ أَهْلُ الْعَقْدِ  
وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا قُتِلَ قَالَ وَاللَّهِ  
مَا عَلَيْهِمْ وَلَكِنْ أَسَى عَلَى مَنْ أَضَلُّوا  
قُلْتُ يَا أَبَا يَعْقُوبَ مَا تَعْنِي بِأَهْلِ  
الْعَقْدِ قَالَ الْأُمَرَاءُ

(نہائی)

(درواہ المفسرین)

۱۷۔ مجاہدین کی پیش باش دیا مخف قیس بن عباد طبقہ اولیٰ اور تابعین بعہ سے ہے۔ تقریباً قتل الحدیث ہے۔  
خیار صالحین سے ہے۔ شیعہ افکار کا حامل تھا بڑا اللہ کو یاد کرنے والا اور عبادت گزار تھا۔ حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابی  
بن کعب اور عبداللہ بن سلام سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے حضرت جن بصری نے حدیث روایت کی ہے۔ حجاج  
بن یوسف نے اسے قتل کیا۔

۱۸۔ یعنی اللہ کی قسم میں اپنی نماز نہ پاسکا اور یہ چیز فراموش کر گیا کہ کس طرح نماز ادا کیوں کر چند رکعت ادا کر چکا ہوں۔ میری  
یہ حالت غصے اور غضب کی بنا پر ہوئی جو انہوں نے مجھے کھینچا اور افضل جگہ سے مجھے پیچھے ہٹا دیا باوجودیکہ میں پہلے اس جگہ میں  
کھڑا ہو گیا تھا۔

۱۹۔ جو عظمائے صحابہ میں سے تھے۔

۲۰۔ یعنی اس فعل کی وجہ سے جو میں نے تجھ سے کیا، تجھے غم اور پرہیز محسوس نہ کرنا چاہیے۔  
۲۱۔ یعنی ہم لوگ کہ اہل عقل و فہم اور علم و فضل والے ہیں، جنہوں نے اللہ علیہ وسلم کے لیے کلمہ پڑھا اور حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہم اسی کے مطابق مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

۲۲۔ اہل عقیدہ یعنی امراء جو رعایا کے احکام کی حفاظت و نگرانی اور تمام دینی و دنیاوی احکام کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہی وہی ہیں کہ  
نماز کی صفوں میں کھڑے کرنے کا اہتمام بھی ان کے فرائض ہے۔

۲۳۔ لیکن میں ان کا غم کھاتا ہوں جنہیں امراء گمراہ کر سکتے ہیں۔ یعنی یہ حالت پراسرور ہے جو امراء کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ نہ صرف اللہ کی  
کعبادت کا معنی یہ ہو کہ مجھے ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے جو امراء کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ نہ صرف اللہ کی  
جو امور شریعت میں مابینت کرتے ہیں۔ اسی طرح امراء احکام گمراہی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ نہ صرف اللہ کی  
فساد امراء و سلاطین کے فساد کے باعث ہوتا ہے اور سلاطین کا فساد امراء کے فساد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وغیرہ  
ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا غم و صدمہ ان امراء کے بارے میں تھا جو ان کے زمانہ کے بعد نبی امیر  
میں سے ہونے والے تھے۔ اور طیبی نے کہا ہے کہ شاید ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد کے امراء پر چوٹی کی ہوا تھی



واضح ہو کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی موت خلافت عثمان کے دور میں ہوئی بعض نے کہا خلافت فاروقی کے دور میں ہوئی۔ مگر قول اول صحیح تر ہے۔ ممکن ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بعض امراء حکام کے متعلق شکایت ہو خصوصاً امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض حکام کے بارے میں۔ واللہ اعلم۔  
 ۸۸ یعنی قیس بن بلو کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا۔  
 ۸۹ ابو یعقوب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

## بَابُ الْإِمَامَةِ

### امامت کا باب

امامت پہلی پیشوا۔ امام پہلی پیشوا۔ یہاں امامت سے نماز کی امامت مراد ہے۔ جسے امامتِ صغریٰ کہتے ہیں اور کاروبارِ عالم میں پیشوائی اور امالیٰ جہان کے امور میں تعریف کو امامتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ اس باب میں اس امر کا بیان ہے کہ امامت کا کون سا حق ہے اور کون اس کے مناسب اور افضل ہے۔

### پہلی فصل

### الفصل الاول

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص قوم کی امامت کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ تاریک ہو۔ اگر قزاقیت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا۔ اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت کرنے والا۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ کوئی شخص کسی شخص کی ولایت کی جگہ امامت نہ کرے اور نہ اس کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے۔

(مسلم)

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی شخص

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَوْمِ الْأَوَّلِ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانَ قَوْمٌ مِنَ الْفُرَّانِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالشَّيْءِ فَإِنْ كَانَ قَوْمٌ مِنَ الشُّعْبِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ فَإِنْ كَانَ قَوْمٌ مِنَ الْعِبَرِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ سَوَاءً لَا قَدَمُهُمْ سَوَاءً وَلَا يَوْمٌ مِنَ الْكُجَلِ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى كَرَمَتِهِ إِلَّا يَدَاؤُهُ نَوَافُ مُسْلِمٌ وَفِي يَدَاؤِهِ لَهُ وَلَا يَوْمٌ مِنَ

کہ اس کے معنی امامت نہ کرے۔

الرَّجُلُ الرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ -

یعنی حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ۔

۲۷ یعنی قرآن حکیم کو تجرید کے مطابق زیادہ عمدہ اور بہتر طور سے خلا اور مخارج حروف و صفات اور اس کے قواعد و قوانین کا زیادہ خیال رکھنے والا۔ مگر اس کے باوجود نماز کے ارکان اور ضروری مسائل و احکام کا عالم بھی ہو۔ اگرچہ مسائل کی تفاسیل اور نماز کے اندر پیش آنے والے حوادث و مناقب کی جزئیات پوری طرح آگاہ نہ ہو۔

۲۸ یعنی جو احکام نماز اور مسائل و حوادث کو بہتر جانتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ قرات سنو نہ پر بھی ٹھیک طرح مادی ہو۔ یہ حضرت امام احمد اور ان کے بہت سے اصحاب کا مذہب ہے۔ اور امام ابو یوسف بھی اس حدیث اور ابو سعید انصاری جاس رضی اللہ عنہم کی حدیث کی بنا پر جو آگے آ رہے ہیں، اسی جانب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ و امام شافعی کا مذہب اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ زیادہ علم والا اور زیادہ فقہ جانتے والا صرف اچھی قرات جانتے والے سے فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ قرات کی تو نماز کے صرف ایک رکن میں ضرورت ہے مگر علم کی تمام ارکان میں ضرورت ہے۔

نقبائے کرام نے فرمایا ہے کہ وہ احادیث جو قرآن اچھا پڑھنے والے کی فوقیت و افضلیت پر دلالت کرتی ہیں یا ان کی دلالت اس بنا پر ہے کہ دور صحابہ میں اچھا قاری علم میں بھی افضل و اعلیٰ رہتا تھا۔ کیونکہ یہ حضرات قرآن سیکھنے کے ساتھ ساتھ احکام کا علم بھی حاصل کرتے تھے۔ لہذا اس وجہ سے اچھے قاری کو امامت کے لیے افضل قرار دیا گیا۔ مگر مجلس زمانہ میں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے زیادہ علم رکھنے والے کو امامت کے لیے افضل و بہتر قرار دیا ہے۔ کذا فی الہدایہ۔

سوال۔ اگر تم یہ کہو کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا معنی کیا ہوگا۔ فان کلا فی القرآن سائغہ کلہما سائغہ۔ یعنی اگر علم قرات میں سب برابر ہوں تو پھر امامت کے زیادہ لائق وہ ہوگا جو سنت کا علم سب سے زیادہ جانتا ہو۔ کیونکہ تمہاری روایت کردہ تاویل کے مطابق قرات میں مساوات و برابری علم میں مساوات کو مستلزم ہے۔ ایسا کہ امام سب سے کہ یہ قول ظاہر و باطنی اعتبار سے ہے۔ قطعی اور کلی نہیں کیونکہ یہ چیز طے شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ زیادہ قاری تھے اور حضرت ابی مسعود علم میں بڑھ کر تھے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ قرات میں تو دونوں برابر ہوں مگر ابی بن کعبؓ سے یہ فرقیت نکلتا ہو تو شارع علیہ السلام نے اس متفق و ممکن صورت کو بھی بیان فرما دیا۔ جب کہ ایسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے یہ فرقیت نکلتا ہو تو شارع ہمارے زمانے کے پیش نظر بیان فرمادی کہ قرات میں دو آدمی مساوی ہوں مگر علم میں نہ ہوں جیسا کہ ہمارے کتب میں شرع میں آیا ہے۔ اور شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اقرا کا معنی علم بالکتاب ہے۔ یعنی جو کتاب اللہ کا علم زیادہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ انہوں نے اس کا مدعی کیا ہے کہ اقرا کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جس پر حدیث دلالت کرتی ہے۔ یہ ہے کہ اگر قرات احکام کتاب کے علم میں برابر ہوں تو پھر وہ شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے جو حدیث اور سنت کے علم میں بڑھ کر ہو۔

علمائے یہ بھی کتاب ہے کہ بہترین دلیل جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ علم امام بننے کے زیادہ لائق ہے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضی مکت میں حضور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ حالانکہ صحابہ میں حضرت ابو بکر سے بڑھ کر قاری موجود تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اسی لیے آگے کیا گیا کہ وہ کتاب و سنت کے سب سے بڑھ کر عالم تھے۔ دلیل اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہماک ہے اقراءکم ابی تم میں سب سے بڑھ کر قاری ابی بن کعب ہے اور دلیل ثانی ابو سعید کا یہ ارشاد ہے کان ابو بکر اعلنا۔ یعنی ہم میں سب سے بڑے عالم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری واقعہ ہے۔ جیسا کہ شیخ نے کہا۔ ۵۷ یعنی اگر نماز پڑھنے والے علم سنت و قرأت میں برابر ہوں تو پھر امامت کے لیے اسے آگے کریں جس نے ہجرت کرنے میں پیش قدمی کی ہو۔ یعنی جس نے مدینہ طیبہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اس فضیلت میں نسبت لے چکا ہو وہ امامت خزانہ کے لیے اولیٰ اور زیادہ حق دار ہے۔ اور فقہ میں قرأت اور علم میں برابر ہونے کی صورت میں زیادہ متقی اور پرہیزگار کو امامت کے لیے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ جب وطن سے ہجرت کرنا منسوخ ہو چکا تو ہجرت وطن کے بجائے گناہوں اور خطاؤں سے ہجرت جو انسانی طبیعت کا وطن ہے، کا اعتبار کیا گیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے المہاجر بن مہاجر انھایا والذنوب، یعنی مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو ترک کر دے۔

۵۸ یعنی اگر علم، قرأت اور ہجرت اور ورع و تقویٰ میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ اس حدیث میں مراتب اکثر غماز اس نے ہی بیان ہوئے ہیں اور علمائے کہا ہے کہ اگر عمر میں برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جو ان سب سے زیادہ خوش شکل اور حسین و جمیل ہو اور شکل و صورت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کا زیادہ اہل ہے کہ جو ان میں زیادہ شریف النسب ہو۔ اور اگر ان سب مذکورہ امور میں برابر ہوں تو پھر امامت کے لیے قرعہ اندازی کریں یا قوم جسے امام بنائے۔ گذاذ کر شیخ ابن الہمام۔ علمائے یہ بھی کہا ہے کہ مسافر اور متقیم امامت میں برابر ہیں۔ بعض کے نزدیک متقیم اولیٰ ہے یعنی متقیم نمازیوں کے لیے متقیم امام بہتر ہے اور کتاب عادی میں جو امام شافعی رحمۃ اللہ کے مذہب کا کتاب ہے، اس کے بعد طب کو مقدم قرار دیا اس کے بعد خوش لباس امام کو پھر خوش آواز کو اس کے بعد خوش شکل امام کو۔

۵۹ ایوٹھن یا کی زیر ہنزہ کی پیش۔ یم کی زیرہ اور نون مشدود۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے محل ولایت و اختیار اور اس کے مقام حکم و سلطنت میں اور اس جگہ جو اس کے ملک و تصرف میں ہو، امامت نہ کرے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ فی اہل یعنی اس کے اہل اور اس کے دائرہ تصرف میں۔ یعنی کسی جگہ کے دالی کے دائرہ ولایت میں امامت نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ کرے۔ یعنی سب سے پہلے امام اعظم کا حق ہے اور پھر اس کے معزز کردہ خلیفہ اور حکام کو خصوصاً عیدوں اور جمعوں کی امامت میں۔ اسی طرح امام قبیلہ اور امام اہل خانہ۔ ان کی اجانت سے امام بن سکتا ہے



(رَوَّاهُ أَبُو خَالِدٍ)

(ابوداؤد)

مطلوبہ باتم میں نیک اور دیا تھلا جو کہ لوگوں کے اوقات نماز و روزہ کا معاملہ اس کے سپرد ہے تو چاہیے کہ روزن  
این اور دیندار ہو چو کہ روزن کے لیے یہ حکم بھی ہے کہ بلند جگہ کھڑے ہو کر اذان دیں۔ اس صورت میں روزن کی نگاہ لوگوں  
کے گھروں کے اندر بھی جا سکتی ہے اس لیے چاہیے کہ اس کی نگاہ محارم پر نہ پڑے۔ اور ان کے پوشیدہ امور دیکھنے سے  
پرہیز کرے۔

حضرت ابو عطیہ عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہماری جائے نماز  
میں تشریف لایا کرتے اور بات چیت کیا کرتے تھے ایک  
دن نماز کا وقت ہو گیا ابو عطیہ کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا  
آپ آگے ہوں اور امام نہیں انہوں نے کہا تم لوگ اپنے میں  
سے کسی کو آگے کر دو کہ وہ امامت کرے میں ابھی تمہیں بتاؤں گا  
کہ میں تمہارا امام کیوں نہیں بنتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی کسی قوم کی زیارت کو جائے  
وہ ان کا امام نہ بنے بلکہ ان میں سے کوئی امام بنے۔ ابوداؤد  
ترمذی۔ نسائی اور ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
لفظ پر کھڑکی کی ہے۔

عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ الْعَقِيلِيِّ قَالَ كَانَ  
مَالِكُ بْنُ الْحَوِيثِ يَأْتِينَا إِلَى مَعْلَاكَ  
يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا قَالَ  
أَبُو عَطِيَّةٍ فَقُلْنَا لَهُ تَقْدَمُ فَقَوْلُهُ قَالَ  
لَنَا قَدِيمًا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ  
وَسَاحِدُكُمْ لَمْ يَلَا أَمَلِي بِكُمْ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُؤْمَرُمْ  
كَيَوْمَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ رَوَاهُ أَبُو خَالِدٍ وَ  
الْإِسْمَاعِيلِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْأَشْعَثُ  
عَنِ أَبِي طَالِبٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مالک بن الحویرث کا کہنا کہ آپ تابعین کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔

ابو طالب صاحب میں سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بیس روز آپ کی خدمت و  
محبت میں رہے۔

ابو جہر یا مسجد ہوگی یا اور کوئی جگہ جو انہوں نے نماز کے لیے متعین کر رکھی تھی۔

ابو جہر یا مالک یا دن نہ ہونے کی صورت میں ہے مگر حضرت مالک نے اسے مطلق پر عمل کیا اور امامت نہ کرانے  
میں مصیبت دیکھی۔

ابو مالک نے تشریف لانے اور انہیں امامت کی تکلیف دینے اور ان کا امامت سے انکار نہ کرنے  
ذکر نہ کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ رَسُولُ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو (اپنا) قائم مقام بنایا کہ وہ لوگوں کے امام بنیں حالانکہ وہ ایک نابینا شخص تھے (ابوداؤد)

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ يَوْمَ النَّاسِ وَهُوَ أَعْلَى رَدَاكَ أَبُو دَاوُدَ

اے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ شاہیر صحابہ میں سے اور قدیم الاسلام اور ہاجرین اولین میں سے ہیں اور سورہ ممتحنہ میں دیکھیں کہ سب بزرگوں میں علامہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تیسرے مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نماز بنے۔ ان میں سے ایک بار غزوہ تبوک کے وقت خلیفہ نماز مقرر ہوئے۔ حالانکہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اہل وعیال کی حفاظت کے لیے خلیفہ بنا کر تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر حضرت ابن ام مکتوم کو نصیفہ بنانے کا باعث یہ تھا کہ اگر حضرت علی کو ہی نماز کا خلیفہ بھی بنایا جاتا تو پھر اہل وعیال کی ذمہ داری میں خلل واقع ہوتا۔

۳۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایک نابینا شخص کا امام بننا بلا کر اہت جائز ہے اور حنفی مذہب کی روایات فقہیہ میں بھی آیا ہے کہ اگر نابینا آدمی قوم کا مقتدا بنے تو جائز ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر زیادہ علم والا نابینا ہی ہو تو اسے امام بنانا اہل اور بہتر ہے۔ جیسا کہ شرح کنز میں مبسوط سے منقول ہے۔ کتاب اشہاد والنظام میں بھی ایسا ہی ہے۔ اہل حدیث نے شیخ اجل اکرم اہم حضرت عبدالوصاب متقی کی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی اور اس حالت میں اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے۔ میرے دل میں ان کی امامت کی بات کھٹکتی تھی مگر اندازہ ادب اور اس اعتبار کی بنا پر کہ جو کچھ آپ کرتے ہیں غلام سنت نہیں ہو سکتا، سوال کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اس کے بعد میں نے فقہ میں ایک سہولت پائی جو نابینا کی امامت کے جواز کو واضح کرتی تھی۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل بھی ہے کہ بفضل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کی امامت جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے اس حدیث کی بنا پر مجھ کو رہا، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو حضور نے امامت کے لیے مقرر فرمایا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے بعد نبیوں کے امام بنوں گا

لازل سے آگے نہیں بڑھتی، ایک بھائی ہوا نظامی بھائی کے

والہم کا جائے۔ دوسری روایت میں حال میں رات بھر کرے

کہ اس کا فائدہ اس سے ناراض ہو تو تیسرا وہ امام جو کسی قوم کا

بنام ہوا اور وہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اسے ترمذی

نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا

لَا تُجَاوِزُ صَلَواتُهُمْ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْعَبْدُ

الْأَبْقَى حَتَّى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَ

زَوْجُهَا عَنِهَا مَخِطٌ وَإِمَامٌ قَوْمٍ

وَهُمْ لَهُ يَوْمُئِذٍ نَقَاءُ التَّزْمِيدِ

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ خَرِيفٌ۔

۱۵ یعنی مقام قبولیت اور مقامے حق کے مقام تک نہیں پہنچتی۔

۱۶ یعنی کسی حق اور جائز بات پر مبالغہ نہ کر کسی ناجائز بات پر ناراض ہو تو پھر معاملہ الٹ ہو جائے گا

۱۷ یعنی کسی شرعی مذموم امر کی بنا پر اس سے ناخوش ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی وہ جو لوگوں کا امام بن بیٹھے اور لوگ اسے ناپسند جانتے ہوں۔ وہ آدمی جو کمزور وقت میں نماز پڑھے یعنی وقت فوت ہونے کے بعد آئے تیسرا وہ شخص جو کسی آزاد کو غلام بنائے

(ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

۱۸ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلُوبُهُمْ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ صَلَاتُهُمْ مِّنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَ هُمْ لَهُ كَارِهُونَ وَ رَجَبٌ أَقَى الصَّلَاةَ دَبَارًا وَ الذَّهَابُ آتٍ يَأْتِيهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوتَهُ وَ رَجَبٌ اعْتَبَدَ مَسْرُورَةً

رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ

۱۹ اہل میں منظور اور مال کی زیر سے آیا ہے یعنی وقت کمال مستحب گزرنے کے بعد آدمی کا نماز پڑھنا۔

۲۰ یعنی غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس پر جبر و قہر یا اس کی آزادی کو پرشیدہ رکھ کر غلام کی طرح اس سے خدمت

یتا ہے یا کسی آزاد پر غلام ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کا مالک بن جائے اور اس میں مالکانہ حیثیت سے تصرف کرے

حضرت سلمۃ بن اکرم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی قیامت کی علامات سے ہے کہ اہل مسجد امامت نماز کو ایک دوسرے پر ڈالیں گے۔ اور کوئی ایسا آدمی نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔

(احمد۔ ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

۲۱ وَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ أَكْرَمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَاخَلَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ

رواہ أحمد و ابوداؤد و ابن

ماجہ

۲۲ سین کی زبرد اور لام محض بڑھ چکی پیش۔ آپ قبیلہ ازوسے ہیں۔ بعض نے کہا قبیلہ اسد سے ہیں۔ صحابیہ ہیں۔ ان

کی احادیث اہل کوفہ کے پاس ہیں۔

۲۳ ان کے جہل اور امامت کی نااہلی کی بنا پر۔ دراصل یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ آخر زمانہ میں جہالت اور

فسق پھیل جائے گا۔

١٥٤ وَ عَنْ رَأْيِ هُرَيْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ  
أَمِيرٍ بَرٍّ كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ  
الْكِبَايْرَ وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلَدَ  
كُلِّ مُسْلِمٍ بَرٍّ كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ  
عَمِلَ الْكِبَايْرَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر ایسے وقت کے ساتھ ہرگز کافروں سے جہاد کرنا فرض ہے وہ ایسے نیک یا فاسق و فاجر اور ہر گناہ کے نیچے نماز ادا کرنا فرض ہے وہ مسلمان نیک ہو یا فاسق و فاجر اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے ہر دشمن خدا جل جلالہ وسلم پر فرض ہے چاہے وہ نیک ہو یا فاجر اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب تھا۔

(نقاة أبو داود)

البرهان

۱۷ یعنی اس کی اقتدائیں نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ جو اس کا عقیدہ رکھتا اور جب ضرورت کی ہے یعنی  
نے اس حدیث سے وجوب جماعت پر استدلال کیا ہے۔ مگر ایسے شخص کی اقتدائیں اس وقت نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ اس کا  
منفق حد کفر کو نہ پہنچا ہو اور کوئی مرد صلیح موجود نہ ہو۔

۲۷ اور وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقروض کے نماز نہ پڑھی ہو جانے پر بھیجے گا وہ اس سے مقصود نہ جبر اور ڈانٹ تھی۔ اسی طرح اس پر آپ نے نماز چنانہ نہ پڑھی ہو جانے کا حد بھی لگا دی تھی اور جو اس کے طور پر نہ پڑھی اب عباد کا اتفاق ہے کہ ان سب پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں صرف یہ حد لگانا جائز نہیں ہے۔ شریک نہ ہو باقی سب لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔

الفصل الثالث

١٥٨ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْنَا  
رِسَاءَ مَثَرِ الثَّانِي يَمُرُّ بِهَا التُّوْبَانُ  
كَسَالَهُمْ مَا لِلثَّانِي مَا لِلثَّانِي مَا  
هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَرْعَمُ أَنَّ اللَّهَ  
أَرْسَلَهُ أَوْحَى إِلَيْهِ أَوْحَى إِلَيْهِ كَذَا  
وَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ كَمَا  
يُقَرَّى فِي صَدْرِي وَكَاتَبَ الْعَرَابُ  
تَكْتُمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ

۱۔ بیٹا غفر عنہما لہما ذلہ  
 ۲۔ عفو لہما (۱) ذلہ  
 ۳۔ عفو عنہما (۲) ذلہ  
 ۴۔ عفو عنہما (۳) ذلہ  
 ۵۔ عفو عنہما (۴) ذلہ  
 ۶۔ عفو عنہما (۵) ذلہ  
 ۷۔ عفو عنہما (۶) ذلہ  
 ۸۔ عفو عنہما (۷) ذلہ  
 ۹۔ عفو عنہما (۸) ذلہ  
 ۱۰۔ عفو عنہما (۹) ذلہ  
 ۱۱۔ عفو عنہما (۱۰) ذلہ  
 ۱۲۔ عفو عنہما (۱۱) ذلہ  
 ۱۳۔ عفو عنہما (۱۲) ذلہ  
 ۱۴۔ عفو عنہما (۱۳) ذلہ  
 ۱۵۔ عفو عنہما (۱۴) ذلہ  
 ۱۶۔ عفو عنہما (۱۵) ذلہ  
 ۱۷۔ عفو عنہما (۱۶) ذلہ  
 ۱۸۔ عفو عنہما (۱۷) ذلہ  
 ۱۹۔ عفو عنہما (۱۸) ذلہ  
 ۲۰۔ عفو عنہما (۱۹) ذلہ  
 ۲۱۔ عفو عنہما (۲۰) ذلہ  
 ۲۲۔ عفو عنہما (۲۱) ذلہ  
 ۲۳۔ عفو عنہما (۲۲) ذلہ  
 ۲۴۔ عفو عنہما (۲۳) ذلہ  
 ۲۵۔ عفو عنہما (۲۴) ذلہ  
 ۲۶۔ عفو عنہما (۲۵) ذلہ  
 ۲۷۔ عفو عنہما (۲۶) ذلہ  
 ۲۸۔ عفو عنہما (۲۷) ذلہ  
 ۲۹۔ عفو عنہما (۲۸) ذلہ  
 ۳۰۔ عفو عنہما (۲۹) ذلہ  
 ۳۱۔ عفو عنہما (۳۰) ذلہ  
 ۳۲۔ عفو عنہما (۳۱) ذلہ  
 ۳۳۔ عفو عنہما (۳۲) ذلہ  
 ۳۴۔ عفو عنہما (۳۳) ذلہ  
 ۳۵۔ عفو عنہما (۳۴) ذلہ  
 ۳۶۔ عفو عنہما (۳۵) ذلہ  
 ۳۷۔ عفو عنہما (۳۶) ذلہ  
 ۳۸۔ عفو عنہما (۳۷) ذلہ  
 ۳۹۔ عفو عنہما (۳۸) ذلہ  
 ۴۰۔ عفو عنہما (۳۹) ذلہ  
 ۴۱۔ عفو عنہما (۴۰) ذلہ  
 ۴۲۔ عفو عنہما (۴۱) ذلہ  
 ۴۳۔ عفو عنہما (۴۲) ذلہ  
 ۴۴۔ عفو عنہما (۴۳) ذلہ  
 ۴۵۔ عفو عنہما (۴۴) ذلہ  
 ۴۶۔ عفو عنہما (۴۵) ذلہ  
 ۴۷۔ عفو عنہما (۴۶) ذلہ  
 ۴۸۔ عفو عنہما (۴۷) ذلہ  
 ۴۹۔ عفو عنہما (۴۸) ذلہ  
 ۵۰۔ عفو عنہما (۴۹) ذلہ  
 ۵۱۔ عفو عنہما (۵۰) ذلہ  
 ۵۲۔ عفو عنہما (۵۱) ذلہ  
 ۵۳۔ عفو عنہما (۵۲) ذلہ  
 ۵۴۔ عفو عنہما (۵۳) ذلہ  
 ۵۵۔ عفو عنہما (۵۴) ذلہ  
 ۵۶۔ عفو عنہما (۵۵) ذلہ  
 ۵۷۔ عفو عنہما (۵۶) ذلہ  
 ۵۸۔ عفو عنہما (۵۷) ذلہ  
 ۵۹۔ عفو عنہما (۵۸) ذلہ  
 ۶۰۔ عفو عنہما (۵۹) ذلہ  
 ۶۱۔ عفو عنہما (۶۰) ذلہ  
 ۶۲۔ عفو عنہما (۶۱) ذلہ  
 ۶۳۔ عفو عنہما (۶۲) ذلہ  
 ۶۴۔ عفو عنہما (۶۳) ذلہ  
 ۶۵۔ عفو عنہما (۶۴) ذلہ  
 ۶۶۔ عفو عنہما (۶۵) ذلہ  
 ۶۷۔ عفو عنہما (۶۶) ذلہ  
 ۶۸۔ عفو عنہما (۶۷) ذلہ  
 ۶۹۔ عفو عنہما (۶۸) ذلہ  
 ۷۰۔ عفو عنہما (۶۹) ذلہ  
 ۷۱۔ عفو عنہما (۷۰) ذلہ  
 ۷۲۔ عفو عنہما (۷۱) ذلہ  
 ۷۳۔ عفو عنہما (۷۲) ذلہ  
 ۷۴۔ عفو عنہما (۷۳) ذلہ  
 ۷۵۔ عفو عنہما (۷۴) ذلہ  
 ۷۶۔ عفو عنہما (۷۵) ذلہ  
 ۷۷۔ عفو عنہما (۷۶) ذلہ  
 ۷۸۔ عفو عنہما (۷۷) ذلہ  
 ۷۹۔ عفو عنہما (۷۸) ذلہ  
 ۸۰۔ عفو عنہما (۷۹) ذلہ  
 ۸۱۔ عفو عنہما (۸۰) ذلہ  
 ۸۲۔ عفو عنہما (۸۱) ذلہ  
 ۸۳۔ عفو عنہما (۸۲) ذلہ  
 ۸۴۔ عفو عنہما (۸۳) ذلہ  
 ۸۵۔ عفو عنہما (۸۴) ذلہ  
 ۸۶۔ عفو عنہما (۸۵) ذلہ  
 ۸۷۔ عفو عنہما (۸۶) ذلہ  
 ۸۸۔ عفو عنہما (۸۷) ذلہ  
 ۸۹۔ عفو عنہما (۸۸) ذلہ  
 ۹۰۔ عفو عنہما (۸۹) ذلہ  
 ۹۱۔ عفو عنہما (۹۰) ذلہ  
 ۹۲۔ عفو عنہما (۹۱) ذلہ  
 ۹۳۔ عفو عنہما (۹۲) ذلہ  
 ۹۴۔ عفو عنہما (۹۳) ذلہ  
 ۹۵۔ عفو عنہما (۹۴) ذلہ  
 ۹۶۔ عفو عنہما (۹۵) ذلہ  
 ۹۷۔ عفو عنہما (۹۶) ذلہ  
 ۹۸۔ عفو عنہما (۹۷) ذلہ  
 ۹۹۔ عفو عنہما (۹۸) ذلہ  
 ۱۰۰۔ عفو عنہما (۹۹) ذلہ

اَتُرَكُّوْهُ وَ قَوْمَهُ قَائِدًا اِنْ ظَلَمَ عَلَيْهِمْ  
 فَهُمْ نَجِيٌّ مَّا كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرِيْنَ  
 الْفَتْحِ بَادِرًا كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ  
 وَ تَدْرًا لِّىْ قَوْمِيْ بِاِسْلَامِهِمْ فَكُنَّا  
 قَوْمًا قَالِ بِحُبِّكَ وَ اَلُوْهُ مِنْ عَشِيْرَةِ  
 النَّبِيِّ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلَوةً كَذَا  
 فِى حَيْثُ كَذَا وَ صَلَوةً كَذَا فِى حَيْثُ  
 كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَوةُ فَلْيُؤْزِرْ  
 اَحَدُكُمْ فَلْيُؤْزِرْكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا نَّظَرُوْا  
 فَلَمْ يَكُنْ اَحَدًا اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِّنِّيْ لِمَا  
 كُنْتُ اَتَلَقٰى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدْ مَّرَرْتِىْ  
 بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَنَا بَيْنَ سِتٍّ اَوْ  
 سَبْعٍ سِتِّيْنَ وَ كَانَتْ عَلٰى بُرْدَةٍ  
 كُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصْتُ مَعِيْ  
 فَتَالَتِ بِمِرَاةٍ مِّنَ الْمُهَنَّا اَلَا تَعْطُرُوْنَ  
 جَنَّا اَسْتَ اَقْدُوْكُمْ فَاَسْتَمَرَّا  
 فَكَلَّمَا بِيْ قَوْمِيْ فَمَا فَرَخْتُ بِشَيْءٍ  
 فَرَّقٰى بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تھے کہ انہیں ان کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو۔ اگر وہ ان  
 پر غالب آجائیں تو پہلے نبی ہیں۔ جب فتح ہو گا تو  
 ہو گیا تو ہر قوم اسلام لانے میں جلدی کرنے لگی۔ میرے  
 والد اپنی قوم کی طرف سے اسلام لانے جلدی پہنچ گئے جب  
 اُسے توڑے۔ خدا کی قسم میں سمجھے نبی کے پاس سے  
 ہو کر آ رہا ہوں۔ دیکھا کہ نماز نمازوں وقت میں اور نماز  
 نمازوں وقت میں پڑھا کر دے۔ جب وقت نماز آئے  
 تو تمہارا کوئی فرد اذان دے اور امامت وہ کرے  
 جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔ انہوں نے دیکھا کہ مجھ سے زیادہ  
 قرآن مان کوئی نہ تھا کیونکہ میں قافلوں سے سن کر یاد کرتا  
 رہتا تھا۔ انہوں نے مجھے ہی آگے کر دیا۔ حالانکہ میں عمر  
 میں چھ یا سات سال کا تھا۔ مجھ پر ایک چادر تھی۔  
 کہ جب میں سجدہ کرتا تو چادر چلتی (کھل جاتی) تھی  
 قبیلہ کی ایک عورت بولی کہ اپنے قاری کے چوڑے  
 کیوں نہیں ڈھکتے تو اس پر انہوں نے میرے لیے  
 قمیص خرید کر کٹوائی۔ مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے  
 ہوئی اتنی کسی چیز سے نہ ہوئی تھی۔

۱۲  
(بخاری)

اس حدیث میں کہ نبی کوئی مالی ہی۔ اللہ کی محبت میں اختلاف ہے۔ لفظ سمر ہر جہد سین کی زبردستی ہے۔ مگر عربوں کے  
 ادب میں اللہ کا ایک تہ ہے۔  
 ۱۳ پہلی اور دوسری۔

۱۴ یعنی ظہور اسلام کی کیفیت و حالت میں ہے اور تکرار غایت تعجب کی بنا پر ہے۔

۱۵ اس میں روکی زبان و صفت کیا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف سے کنایہ ہے۔

۱۶ یہ قرآن مجید سے کنایہ ہے۔ مگر گزرنے والے سوا انہیں پڑھ کر سناتے تھے۔ لغت میں وحی کا معنی ہے اشارہ

اور پیام اور دل میں کوئی بات ڈالنا۔

۱۵ یعنی قرآن مجید کی وہ آیات جو وہ پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حالات بیان کرتے تھے کہ اصل میں لفظ بغیر آیا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا چسپاں ہو جانا۔ غرا سے مد سے یا غیر مد سے مشتق ہے۔

۱۶ کہ اگر مکہ فتح ہو گیا تو ہم لوگ بھی اسلام لے آئیں گے۔

۱۷ یعنی عرب کے لوگ کہتے تھے اہل مرد کو اس کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو یعنی قریش کے ساتھ جو بزرگ ترین اور رئیس ترین عرب میں اور مکہ کے باشندے ہیں جو عرب بلکہ سارے جہاں سے اشرف ترین جگہ ہے۔

۱۸ یعنی ہجرت کے آٹھویں سال۔

۱۹ جیسا کہ سورۃ اذا جاء نصر اللہ کا مضمون اس کی خبر دے رہا ہے۔

۲۰ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عربین سہل اپنے باپ کے ہمراہ تھے یا نہ تھے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ صحابی ہیں یا نہیں۔ حدیث کے الفاظ کا ظاہر انداز اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صحابی ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲۱ یعنی نماز کے تمام اوقات کی تعیین فرمادی۔

۲۲ یہاں تک کہ میرا سر برہنہ ہو جاتا تھا۔

۲۳ یعنی اس عجیب و غریب قمیص کے ہٹنے پر کیونکہ کس ہونے اور نقصان طبیعت کے باعث میں نے اس سے قبل کبھی قمیص زیب تن نہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اس مرتبہ پر پہنچا دیا۔

۲۴ اس حدیث سے شافعیہ نے نابالغ کی امامت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ تاہم نابالغ اولیٰ ہے۔ اگر یہ نابالغ فقر و قراوت میں فائق ہی ہو کیونکہ نابالغ کی امامت کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مدخل اس اختلاف کی طرف رجوع کرتا ہے کہ فرض داسے کی نفی داسے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ مگر یہ باب آخر میں اس مسئلے پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اور آئندہ باب میں قریش میں بھی اس مسئلہ پر مزید گفتگو ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۰۵۹ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَامَ  
الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْمَدِينَةَ  
كَانَ يُؤْمَرُهُمْ سَالِمٌ قَوْلُ أَبِي حَزِيمَةَ  
وَفِيهِمْ عُمَرُ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ جُبَا  
الْأَسَدِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مہاجرین اولین مدینہ پہنچے تو ان کی امامت ان کی امامت سالم بن ابی حذیمہ کرتے تھے۔ حالانکہ ان میں حضرت عمر بن الخطاب اور ابو سلمہ بن عبدالمطلب بھی تھے۔

(رواۃ البخاری)

(بخاری)

۱۵ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ کے ہم سے ہجرت کرنے کے مدینہ طیبہ آپ کے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں



حضرت میں سے تھے۔

۲۵ یہ ملک فارس سے تعلق رکھتے تھے اور فضلاء موالی اور خیارج صحابہ میں سے تھے۔ اور قرآن کرآن میں شمار ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ چار حضرات سے قرآن حاصل کرو۔ ان میں ایک حضرت سالم کو شمار کیا۔

۳۳ یہ حضرات کبار صحابہ میں سے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے حضرت سالم کا امامت کرنا یا تو اس بنا پر تھا کہ وہ اچھے فارسی تھے یا کسی اور معلومت کی بنا پر۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نمازیں ان کے سردوں سے ایک بالشت بھی بلند نہیں ہوتیں۔ وہ آدمی جو لوگوں کی امامت کرے اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ خادمہ اس پر ناراض ہو اور مرد مسلمان بھائی جو آپس میں قطع تعلقی کر لیں۔

۱۶۰ وَ هِنَ ابْنِ حَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تَرَفَعُ لَهُمْ صَلَوَاتُهُمْ قَنَوقَ نَعُوسِهِمْ شَبْرًا وَجَلَّ أَمْرُ قَوْمًا وَ هُمْ لَهُ كَارِهُونَ وَ أَمْرًا بَاتَتْ وَ زُوجًا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَ أَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ -

(دفعۃ ابن ماجہ)

۱۶۱ یعنی اسلامی حقوق سلام و سلام وغیرہ کو نظر انداز کر دیں یعنی تین دن سے زیادہ آپس میں قطع تعلقی کو باقی رکھیں۔ اس مسئلے کی تفصیل ہے جو اپنے مقام میں مذکور ہے۔

## بَابُ مَا عَلَى الْإِمَامِ

### امام پر کیا لازم ہے

یعنی ان حقوق کا بیان جو مقتدیوں کے لیے امام کے ذمہ ہیں امام کے ذمہ اہم چیز یہ ہے کہ مقتدیوں کے حال کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی نماز پڑھے کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں۔ بوڑھے اور کام کاج کرنے والے بھی۔ لہذا مناسب کو مناسب مقدار سے زیادہ لمبا نہ کرے کہ مقتدی جماعت میں شامل ہونے سے گریز کریں۔ واضح ہو کہ نماز کے ہلکا کرنے اور لمبا نہ کرنے سے یہ مراد نہیں کہ قرأت اور تسبیحات میں اندازہ سنت کو ترک کر دے اور آداب و سنن کی رعایت کرنے میں سستی کرے۔ چہ جائیکہ وجاہت بھی ترک کرے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ قدر کفایت پر اکتفا کرے۔ چنانچہ فقہ میں مذکور مفصل



مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اگر کوئی شخص نماز کو پورا کرے، اس اندیشے کی بنا پر کہ اس کی ماں فقہ میں مبتلا نہ ہو چلائے، یعنی نیچے کی جہیز کرائے، اسے پورے نماز نہ کر دے۔ یا اس کا شروع و ختم بر باد نہ ہو جائے۔"

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ  
 لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطْلَاقَ  
 فَاسْمِي بِكَلِمَةِ الصَّوْبِ فَلَمْ أَجِدْ فِي صَلَاتِي  
 مَسْأَةً أَحَدٌ مِنْ رِشْقَةٍ فَجَبَّ أَوْهَرُ مِنْ  
 بَيْتِهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں داخل ہوتا ہوں  
 اور سیر سے لپکا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس دوران میں بچے  
 کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز الٹی اور مختصر کرتا ہوں  
 اس بنا پر جو اس بچے کی ماں میں سخت صدمہ اور اثر محسوس  
 کرتا ہوں بچے کے رونے کی وجہ سے

صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۰۶۷ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنِّي صَلَوةٌ  
الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ وَمَا يُطِيلُ  
بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوَعُّظٍ أَشَدَّ غَضَبًا  
مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ  
مُنَافِقِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ  
فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْفَاسِقِينَ وَالْكَافِرِينَ  
وَذَا الْحَاجَّةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

زیادہ عرصے بھی ہوتے ہیں اور جب کیا نماز پڑھے تو  
جس قدر چاہے نماز لمبی کرے۔ (بخاری و مسلم)  
حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ مجھے ابو مسعود نے خبر دی کہ بیشک ایک  
 آدمی نے کہا۔ واللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک  
میں خبر کی غلطی میں نہ ہوں کہ میں نے آپ سے نہیں سنا۔  
کیونکہ وہ نماز لمبی کرتا ہے تو نہ دیکھا میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نصیحت میں زیادہ غصناک اس دن  
کی نسبت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک  
تم میں کچھ لوگ نفرت دلائے اور بھاگنے والے ہیں تو جو  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو نماز پڑھانے کی وجہ سے  
کہ کبھی نماز پڑھانے کے لیے لوگوں میں کڑواہٹ پیدا کرے  
اور کام کاج واسے بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ حازم ما اور زارے۔ آپ کا بڑا لعین سے ہیں۔ جاہلیت و اسلام دونوں میں آپ کا یہی حال تھا۔  
۲۔ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔ اس نے ایک آدمی کا نام لیا کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بن کعب بن  
بعض نے کہا حضرت معاذ بن جبل مراد ہیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔  
۳۔ اور نیکی و خیر کے کاموں سے دور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔  
۴۔ اور اتنی لمبی نہ کرے کہ مقتدیوں کے حال کا باعث بنے۔ اور جماعت میں شریک نہ ہوں کہ  
لوگ دے

۵۔ جو ضعف و پیری کی بنا پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا اور کام کاج واسے نے ضروری اسے ہوتا ہے۔  
جانا ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں امام نماز کا  
پڑھایا کریں گے اگر وہ درست نماز پڑھایا کریں

۱۰۶۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُصَلُّونَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ

وَرَأَى أَخْطَاؤَ مَا فَكَّكُمْ وَعَلَيْهِمْ  
نَوَاءُ الْبَخَارِ وَ هَذَا الْبَابُ خَالٍ  
عَنْ فَصْلِ الثَّانِي -

تو تمہارے لیے مفید ہے اور اگر غلط کریں تو تمہارے  
یہ مفید اور ان کے لیے نقصان دہ ہے۔ (بخاری)  
اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

۱۔ اور ان کے لیے بھی مفید ہے مگر اس کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ قرینہ مقام سے اس کی سمجھ آ جاتی ہے اور مصابیح کے بعض  
نسخوں میں دہن کا لفظ مراد موجود ہے۔

۲۔ اور اگر وہ امام نالاست اور نادرست نماز پڑھائیں گے تو تمہیں پھر بھی اس کا اجر و ثواب ملے گا جو تم نے ٹھیک اور  
درست نماز ادا کی اور جماعت میں شمولیت کی نیت دارادہ کیا۔

۳۔ یعنی غلط اور نادرست نماز پڑھانے کا وبال ان کے ذمہ ہوگا کہ انہوں نے نماز کی ادائیگی میں نقص دیکر تباہی کی۔  
یہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وصیت ہے کہ غلط سلاطین و امراء کا دورا بتلا و انشاء کا وقت ہوگا اور میرے بعد  
اٹے گا اور سلاطین و امراء نمازیں پڑھائیں گے اور اس کی ادائیگی کے وقت احکام و آداب نماز کا لحاظ نہ رکھیں گے بلکہ اس میں  
کو تباہی اور خرابی کے مرتکب ہوں گے۔ ایسے وقت کے لیے آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ تم لوگ اپنی نمازیں درست اور  
ٹھیک ادا کرنا۔ اگر تمہارے امام (سلاطین و امراء) بھی ٹھیک طرح نمازیں ادا کریں گے تو بہت بہتر ہے۔ ورنہ تمہیں ان کی  
خرابی ادا کرنا ہی سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

شافعی حضرت اس حدیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیلین کی نماز میں فساد پیدا نہیں کرتا۔ مگر اس  
کا جواب یہ ہے کہ ظہر ایسا ہی خرابی اور نادرستی سے سنن اور مستحبات کا ترک مراد ہے۔ شرائط و ارکان نماز کا ترک مراد  
نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ میں میں صاحب مصابیح حسن احادیث نقل کیا کرتے ہیں مولف تیسری فصل یہاں لائے اور کہا۔

## تیسری فصل

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے  
جو آخری عہد کیا یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت  
کرو تو انہیں بھی نماز پڑھاؤ۔

(مسلم)

اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ

## الفصل الثالث

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ  
قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوَيْبٍ أَنَّ  
مَوْلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَمْتَ  
قَوْمًا فَأَخِمْ بِهِمُ الصَّلَاةَ رَوَاهُ  
مُسْلِمٌ -

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ أَنَّ رَسُولَ



اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَهُ أَمَرَ قَوْمَكَ قَالَ كَلْتُ يَا رَسُولَ  
اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ  
أَدْنُهُ فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ  
وَضَعَ كَفَّهُ فِي صَدْرِي بَيْنَ ثَدْيَيْ  
ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي  
بَيْنَ كَتِفَيْ ثُمَّ قَالَ أَمَرَ قَوْمَكَ فَمِنْ  
أَمَرَ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ وَإِنْ فِيهِمُ الْكَبِيرُ  
وَإِنْ فِيهِمُ الْمَرِيضُ وَإِنْ فِيهِمُ  
الْمُضْغِفُ وَإِنْ فِيهِمُ ذَا الْحَاجَةِ  
فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ  
كَيْفَ شَاءَ .

عیدِ کرم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو فرماتے  
تھے میں نے سوا کیلئے میرا اللہ ہی اپنے دل میں  
کچھ پایا ہوں۔ فرمایا قریب آؤ مجھے اپنے سامنے  
بٹھایا۔ اپنا ہاتھ میرے سینے پر دونوں پستانوں  
کے درمیان رکھا۔ پھر فرمایا پھر گواہ ہاتھ میری ٹانگیں  
دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ پھر فرمایا اپنی  
قوم کی امامت کرو۔ جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز کی پڑھائی  
کہ ان میں بڑے سے، سب سے مرید اور کمزور  
اور کام کا سب سے بڑے میں۔ آخر جب کوئی  
ایکے نماز پڑھے تو سب سے چاہئے

۱۷ یعنی صحابی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد سال  
نیک طائف کے حامل رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو بنی ثقیف میں جگہ آپ کے لئے  
فرمایا اے میری قوم تم اسلام لانے میں بھی سب سے پیچھے تھے۔ اب مرنے والے میں سب سے پہلے نماز پڑھنا چاہئے  
اپنی قوم میں سب سے چھوٹی عمر والے تھے۔

۱۸ یعنی امام بننے کی صورت میں اپنے اندر نجابت و کبر پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ بنی امیہ میں جوی امامت ادا کرنے کی  
شرائط پوری کرنے کا اپنے اندر ہمت نہیں رکھتا۔ یا مجھے امامت کے دوران میں سب سے کمزور ہے۔  
۱۹ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت اور معرفت سے وہ پیر خدا کی آیت امت کے  
لیے رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی نماز پڑھتا تھا کہ ہم سب  
تھے اور ہمارا امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کرتے تھے۔ (نسائی)

۱۰۴۶ وَ عَنْ أَبِي عَمْرٍَا قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا  
بِالتَّخَفُّفِ وَ يُؤْمِنُنَا بِالْمَصَاقَاتِ -  
دَرَوَاهُ الْإِسْأَئِي

۱۷ یعنی یہ کہ ہم بھی نماز پڑھیں اور تھوڑی قزرات کریں۔

۱۷ یعنی سرور و احسانات اور اس میں دوسری صورتوں کی تلووت کرتے تھے۔ یعنی آپ خود قراوت میں کر شے تھے مگر آپ کی قراوت میں ہونے کے باوجود بھی اور تقریر میں ہوتی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر جو گذشتہ ایک حدیث کے تحت بیان کی گئی ہیں۔

## بَابُ مَا عَلَى الْإِمَامِ مِنَ الْمَتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوقِ

### مقتدی پر امام کی پیروی کا لازم ہے

یعنی یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ اونچا ہونے اور نیچے جانے میں مقتدی پر امام کی پیروی کا لازم ہے اور مسبوق کا بیان جس نے امام کے ساتھ نماز کا کچھ حصہ نہیں پایا ہوتا۔

#### فصل باول

#### الفصل الاول

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زمانے میں ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ صبح اللہ من حمد کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک پیچھے نہ جھکتا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے۔

(بخاری و مسلم)

۱۷۸ وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ لَمَّا كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهَ رَلَمْتُ حَمْدَهُ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا ظَهَرَ كَأَنَّهُ يَحْتَمِلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْعَةً عَلَى الْأَرْضِ -

(متفق علیہ)

۱۸ عازب میں اور اسے آپ شہر مسکائی میں جب سے پہلے جس نزد سے میں آپ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔ اس سے پہلے آپ چھوٹی عمر کے شمار ہوتے تھے۔ آپ جبل صغیر اور ہمدان میں امیر المؤمنین حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔

۱۹ اصل میں فقط تم میں آیا ہے۔ یا کسی زبردست ماسکن اور فون پر پیش اور زیر۔ ادباً نصیر یقیناً یا از باب ضرب یقریب۔

۲۰ یعنی ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ میں نہ جاتے تھے بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہم لوگ

کھڑے رہتے تھے۔ اور جب آپ اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھتے تھے تو ہم ہمہ کسب سے بچتے تھے۔

۱۰۶۹ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى صَلَوَتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ رَأَيْتُ إِمَامَكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْأَنْصَافِ فَإِنِّي أَرَاكُمْ أَمَارِي وَ مِنْ خَلْفِي -

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب نماز پوری ہو گئی تو آپ اپنے چہرہ انور سے ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تمہارا امام ہوں لہذا رکوع سجدے قیام اور فراغت میں مجھ سے آگے نہ بڑھو۔ کیونکہ میں تم کو اپنے آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی۔

(لَقَاءُ مُسْلِمٍ)

(مسلم)

۱۱ اپنا چہرہ انور ہماری جانب کر کے تشریف فرما ہوئے۔

۱۲ یعنی مجھ سے پہلے رکوع سجود میں نہ جاؤ۔ اور رکوع سے سر نہ اٹھاؤ اور سجدے کے ذرا اٹھنا نہ کرو۔ سلام ہے۔ یا نماز کی جگہ سے اٹھنا اور مسجد سے باہر آنا۔ اعلان نہ پڑھنا۔ اور یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمہارے حالات سے باخبر نہیں ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَتَوَلَّوْا أَمِينَ وَإِذَا رَكِعَ فَأَرْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مَتَنٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ الْبَخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْهُ وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام کبیرے تو تم بھی کبیرے اور جب کہنے لگے تو توجہ نہ کرو۔ اور جب کہنے لگے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ تو کہو اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ بخاری نے اسے ذکر نہیں کیا۔

## وَإِذَا قَالَ وَكَالْمُتَّالِينَ

لہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا منصب سمیع اللہ من حمدۃ کنا ہے۔ اور مقتدی کے ذمے یہ ہے کہ ربنا تک الحمد کہے یہ دونوں کلمات دونوں کے درمیان تقسیم ہیں۔ اس کلام کی تحقیق گذشتہ بیان میں ہو چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب چل گئی۔ پھر آپ نے کوئی غازیٹھ کر پڑھی ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو۔ جب اسٹگے م بھی اجو۔ جب کہے سمیع اللہ من حمدۃ تو تم ربنا تک الحمد کہو۔ جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو۔ حیدری فرماتے ہیں یہ حکم کہ بیٹھ کر پڑھے لو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ آپ کے پرانے مرن میں تھا۔ پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیٹھ کر پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہیں بیٹھنے کا حکم نہ دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل لیا جاتا ہے اور یہ آخری ہے۔ یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ مسلم سے اجون تک متفق ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ امام کی مخالفت نہ کرو۔ جب سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔

وَعَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصَبَّحَ عَنْهُ فَبُحِثَ شَقْمُ الْأَيْمَنِ. فَصَلَّى صَلَاةً رَقْنًا الصَّلَاةَ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَدَاءَهُ فَعَوَّاهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا تِيَامًا وَإِذَا سَأَلَ فَأَنْكَعُوا فَإِذَا سَأَلَ فَأَنْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ قَالَ الْعَمِيدِيُّ قَوْلُهُ إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرْفُوعِ الْقَوَائِدِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ التَّيَمُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَكَانَ جَالِسًا وَ النَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا لَمْ يَلْمُوهُمْ بِالْقَعْوَةِ وَإِنَّا يُؤْخَذُ بِالْأَخِيرِ فَأَلْخِرُونِ فَعَلِيَ التَّيَمُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ إِلَى أَجْمَعُونَ وَنَادَى بِرِدَائِهِ فَلَا تُحْتَلِفُوا عَلَيْهِ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا -





يُصَلُّوۃُ كَتَمَلُوۡا اِلٰهَۃَۙ عَلٰیہِ وَاٰتٰہُ  
سَلَمٌ وَّ النَّاسُ يَفْتَدُوۡنَ بِصَلٰۃِہِ اَیَّ  
بَکْرٌ مُّتَّفِقٌ عَلٰیہِ وَ فِی رِغَاۃٍ لَّہُمَا  
یُسْمِعُ اَبُوۡبَکْرٌ النَّاسَ التَّکْبِیْرَ۔  
۱۱۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو پہنچ گیا۔  
۱۲۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور سب لوگ مسجد میں جمع ہیں۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ اذان کے بعد اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری میں دیر ہو جاتی تھی تو حضور ہلال اطلاع دینے کے لیے آپ کی خدمت اقدس میں آتے تھے۔ اس عادت کے مطابق اہل موقعہ پر بھی حاضر ہوئے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آپ خود بنفس نفیس مسجد میں تشریف لاکر مسجد کو نور کریں گے اور امامت فرمائیں گے یا صحابہ میں سے کسی کو امامت کا حکم دیتے ہیں۔  
۱۳۔ یعنی میری طرف سے ابو بکرؓ کو کہو کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کی امامت کریں۔  
۱۴۔ کہ آپ کے ہاتھ دونوں مردوں کے کندھوں پر تھے اور آپ آہستہ آہستہ اور جھکے ہوئے مسجد کی طرف آ رہے تھے۔

۱۵۔ کہ چونکہ آپ میں پاؤں اٹھانے کی سکت اور طاقت بالکل نہ تھی۔ گزشتہ بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کو عارض بنی آدم صفت جسمانی پر بشری حدیں رکھا گیا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی کا مشاہدہ کر کے اہل کمال بنی بھلائیں۔ ہاں اظہار معجزہ کے وقت ان سے قدرت الہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان سے خرق عادت کا ماحول ہوتا ہے۔ اس لیے حقیقت ہے کہ کمال کی کمال بشری کے علاوہ ہے کہ کمال بشری مرتبہ ناسوت و ملکوت اور کمال جسمانی محدود ہے۔

یا ربنا این وارود ان نیز ہم

جہاں یار نبی کمال بھی رکھتا ہے اور وہ کمال بھی

۱۶۔ اظہار معجزہ کے وقت قدرت کاملہ جہاں سے ظاہر ہوتی ہے اور خرق عادت امور کا صدور جہاں سے ہوتا ہے وہ اظہار معجزہ ہے۔  
۱۷۔ انصاف کا یہ ماننا کہ جو ہے تاکہ نیچے بہت جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے ہو کر امامت کریں۔ صراح میں ہے عرش یعنی بہت عرشوں کی۔

۱۸۔ آپ نے یہ اشارہ اعضا سراہا تھا اور آنکھ اور ابراہیم سے کیا۔

۱۹۔ یعنی لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے افعال کو دیکھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ نہ امام تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم تھے۔ اور سب لوگ آپ کی اقتدا کر رہے تھے جب کہ وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں دیکھتے تھے اور آپ کی تکبیر میں نہ سنتے تھے وہ حضرت ابو بکر کے افعال اور ان کی تکبیر میں دیکھا در سن کر اپنی نماز ادا کر رہے تھے گویا وہ حضرت ابو بکر کی اقتدا کر رہے تھے۔

۹ سوال۔ جب کہ حضرت ابو بکر اس نماز میں لوگوں کے امام نہ تھے۔ قابل سنت و جماعت نہ تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟  
کی خلافت کی دلیل نہ بن سکے گا۔ جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامت کا جو حکم دیا تھا وہ آپ کی خلافت کی دلیل ہے اور آپ کی خلافت کے دوران کئی دن حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے اور سب لوگ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے۔ ہاں اس میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف لے آئے تو آپ نے خود امامت کی اور اگر آپ کا یہ فعل آپ کے قول سابق کا نسخہ قرار دیا جائے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا خیال وہ ہم ہے تو چاہیے کہ پہلے اپنے قول سے اسے منسوخ کرتے اور کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم تشریف آوری کے وقت حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ امامت خود آپ پر تھی۔ اگرچہ بنی حنفیہ کے درمیان جو قبائے باشندے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی اور سب صحابہ نے حضرت ابو بکر کو امام بنایا۔ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام بن سکیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ ابو بکر اپنی جگہ پر قائم رہے اور امامت کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بن کر کھڑے ہوئے۔ میں یہ نماز پڑھی۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُفُ

النَّبِيَّ يَرْكُمُ نَاسَهُ فَتَقُولُ الْإِمَامَةُ

يُحْيِيكَ اللَّهُ نَاسَهُ نَاسِي حَسْبَكَ

وَمَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

مَنْ خَلَفَ

ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا: مراد یہ ہے کہ بے وقوفی میں وہ شخص گمراہی کی مانند ہے۔ ورنہ اس امت میں سخت ناجائز ہے اور ممکن ہے کہ یہ گمراہی کے اس شکل کا بلاؤ آخرت میں ہو گا کہ دنیا میں کیونکہ اس امت کے دنیا میں سخت صورتیں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز کو آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو وہ بھی وہی فعل کرے جو امام کر رہا ہے۔ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱۴۴۰ عَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَا قَالَ نَسُوهُ اَللّٰهُ مَعَكُمْ وَاسَلَّمُوْا اِذَا اَتَى اَحَدُكُمْ الصَّلَاةَ وَالْاِمَامُ عَلَى سَاحِلٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ نَعَاةُ التَّوْحِيْدِ قَالَا لَهَذَا حَوِيْثٌ خَرِيْبٌ۔

اسے ترمذی کو چاہیے کہ جو بحر بحیرہ کہے اور اس کی نقل میں شامل ہو جائے جس میں امام ہے۔ لیکن رکعت اس صورت

پر پڑ جائے کہ رکوع میں داخل ہو نہ کہ اس کے بعد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدے میں شامل ہو جاؤ اور اسے کچھ شمار نہ کرو۔ اور جس نے رکعت پال اس نے نماز پائی۔

۱۴۴۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمُ اِلَى الصَّلَاةِ وَكُنْتُمْ سَاجِدًا فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْدُوْا سَجْدَةً وَ مِنْ اَفْذَلِ رَكْعَةٍ لَّعَلَّكُمْ اَدْرَاكُ الصَّلَاةِ۔

(ابوداؤد)

رُكْعَاءُ اَبُو دَاوُدَ )

اسے امامت کے لیے پالیانہ کہ جو بحر بحیرہ کہے

اسے اس کے درجہ میں ایک ہے کہ رکعت سے رکوع اور لفظ صلوٰۃ سے رکعت مراد ہے۔ یعنی جس نے امام کو رکعت میں پایا اس نے رکعت پائی۔ اور اس کی ایک رکعت شمار ہو گئی۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہے کہ جس نے رکعت پال اس نے امام کے ساتھ نماز پائی۔ اور اسے نماز باجماعت کا ثواب اور اس کی فضیلت حاصل ہو گئی۔ ہدایہ میں کہا ہے جس نے ظہر کی ایک رکعت پال اور عین رکعتیں نہ پائیں اس نے ظہر کی جماعت نہ پائی۔ یعنی اس کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے ظہر کی نماز باجماعت سے ادا کی ہے۔ اسی لیے وہ شخص اپنی قسم میں حائف نہ ہو گا جس نے یہ قسم کھائی کہ لا اہلی

الظہر بجماعت مجھے قسم ہے کہ میں ظہر کی نماز جماعت سے نہ پڑھوں گا بلکہ ایسے آدمی کو جماعت کہوں گا جو اس وقت تک کہ اسے اور یہ غیر جمعہ میں ہے۔ جمعہ کے بارے میں مذہب یہ ہے کہ جس نے امام کو جمعہ کی نماز میں پالیا اس نے جمعہ پالیا اور جماعت رکعت رہ گئی اسے پڑھوے۔ لیکن امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر اس نے دوسری رکعت کا اکثر حصہ پالیا جیسا کہ رکوع میں جا کر تو جمعہ پالیا اور دوسری رکعت کا کم حصہ پالیا تو پھر ظہر کی نماز پڑھے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسی پر جمعہ کی بنا ہے۔ اگرچہ امام کو التحیات یا بعدہ ہو میں پائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چار میں دن یا جماعت نماز ادا کرے اور تکبیر اولیٰ پائے اس کے پیچھے چار برائیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک ہاتھ سے برائت اور دوسری لٹاق سے۔  
(ترمذی)

۱۰۶۹ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى يَوْمًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدِيرُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّفَاقِ بَرَاءَةٌ مِنَ الْفَارِ وَ بَرَاءَةٌ مِنَ الْفِتَنِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

۱۰۶۹ اور کسی شخص کا شمار اس میں نہ ہو اس طرح چالیس دن کرے تکبیر اولیٰ سے ظاہر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت موجود ہو۔ اور علامہ نے کہا ہے کہ اگر ہر ایک امام کی اس میں شامل ہو گیا اور بعض کے نزدیک پہلی رکعت میں شامل ہو گیا تو تکبیر اولیٰ کے بعد چار برائیاں لکھی جائیں گی۔ ظاہر یہ ہے کہ مراد نفاق سے برائت ہے کہ اس کی تلافی امام سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار میں دن یا جماعت نماز ادا کرے اور تکبیر اولیٰ پائے اس کے پیچھے چار برائیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک ہاتھ سے برائت اور دوسری لٹاق سے۔  
۱۰۷۰ لیکن امام ترمذی نے اس میں کلام کیا ہے۔

تَرْجُمَةُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چار میں دن یا جماعت نماز ادا کرے اور تکبیر اولیٰ پائے اس کے پیچھے چار برائیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک ہاتھ سے برائت اور دوسری لٹاق سے۔  
۱۰۷۰ لیکن امام ترمذی نے اس میں کلام کیا ہے۔

۱۰۷۰ وَ عَنْ أَنَسٍ هَبِيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ فَأَحْسَنَ فُضُوؤَهُ ثُمَّ رَأَى كَوْنَهُ النَّاسِ قَدْ صَلُّوا أَعْطَاهُ اللَّهُ تَعَالَى وَ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَ حَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا -

دَعَاكَ الْوُضُوْءُ وَالنِّسَاءُ) میں کوئی کمی نہ ہوگی (ابوداؤد، نسائی)

یعنی تروتازہ اور خوب میراب ہو کر شرائط اور آداب اور حضور ولی کے ساتھ۔

۵۲ گریبا کی صورت میں ہے جبکہ تاخیر اس کی کسمتی اور کوتاہی کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ وہ صحیح وقت پر اور سچی

نیت سے کیا ہو۔

۵۳ کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کو توان کے فعل کا ثواب ملے گا اور اس کو اس کی نیت کا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ایک آدمی آیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا آدمی

نہیں جو اس پر صدقہ ادا احسان کرے کہ اس کے ساتھ مل کر

نماز پڑھے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز

پڑھی۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ

جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَكَا رَجُلٍ

يَتَصَدَّقُ عَلٰی هٰذَا فَيُصَلِّيْ مَعَهُ

فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ -

دَعَاكَ التَّوْحِيْدُ وَالْوُضُوْءُ)

۵۴ کہ ایسا نماز پڑھ رہا ہے۔

۵۵ تاکہ وہ بھی جماعت کا ثواب پائے۔ اور اس کے درجات حاصل کرے۔ یہ اس کا احسان ہو گا جو وہ اس

پر کرے گا۔

۵۶ کہتے ہیں کہ سن بھی میں آیا ہے کہ وہ مرد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت حبیب اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ مجھے حضور

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزین کی بابت کچھ بتائیں گی؟

فرمایا ہاں ضرور۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت

بجا رہے تھے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے

کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کے متظر ہیں فرمایا ہاں ہے

یہ گن تلوں پانی رکھ کر فرماتے ہیں ہم نے ایسا کر دیا

عَنْ حَبِيْبِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَكَلَّمْتُهَا لَمَّا خَلَعَتِ

عَنْ حَبِيْبِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

وَسَلَّمَ فَأَمَّا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَّا النَّاسُ

فَعَلْنَا لَا يَأْتِيَنَّ اللّٰهَ وَهُمْ يَتَوَضَّعُونَ

فَكَانَ صَبْرًا فِي مَاءٍ فِي الْمَضْجَبِ

كَانَتْ تَفْعَلُنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ



لَيَنْوُوْا فَاُغِيْیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ  
فَقَالَ اَصَلٰی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ  
يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ  
صُعُوْرًاۤی مَّاءٍ فِی الْوُخْضِبِ قَالَتْ  
فَقَعَدَ فَاُغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لَیَنْوُوْا  
فَاُغِيْیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلٰی  
النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا  
رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صُعُوْرًاۤی مَّاءٍ فِی  
الْوُخْضِبِ فَقَعَدَ فَاُغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ  
لَیَنْوُوْا فَاُغِيْیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ  
اَصَلٰی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ  
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ النَّاسُ مُكُوْفٌ فِی  
الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ  
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَلَمَّا  
لَبِیْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْ یُّبَیِّرَ بِاَنْ  
یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاتَّأَمَّ الرَّسُوْلُ فَقَالَ  
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ  
سَلَّمَ یَا مُرَدُّ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ  
فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ كَانَ رَجُلًا رَقِیْمًا  
یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ  
اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلِّ اَبُوْ بَکْرٍ  
تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی  
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ کَفِّهِ  
خِطْمًا وَ خَرَجَ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا  
الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الْغُلُوْغِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ یُضَیِّقُ

آپ نے غسل کیا پھر اٹھنے لگے تب بے ہوش ہو گئے پھر  
افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے  
کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں  
فرمایا ہمارے یہ لگن میں پانی رکھو فرماتی ہیں پھر  
حنور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے  
تو آپ پر بے ہوش طاری ہو گئی پھر کچھ افاقہ ہوا تو  
فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض  
کیا یا رسول اللہ نہیں وہ لوگ آپ کے منتظر  
ہیں۔ فرمایا ہمارے یہ لگن میں پانی رکھو۔ پھر  
بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے  
پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی  
ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کے  
منتظر ہیں۔ اور لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے  
مشاد کے یہ حنور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار  
کر رہے تھے جب جا کر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ابو بکر کو حکام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے  
آپ کے پاس قاعدہ آیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو نماز  
پڑھانے کے لئے ابو بکر بہت نرم دل انسان تھے  
اسے حکم لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے  
عرض کیا اس کے حق مدار ہے یہی حکم تھا  
نا نے میں ابو بکر صدیق نماز پڑھانے کے لئے  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جی میں یہ حکم  
محسوس کیا آمد دو شخصوں کے درمیان نماز پھر کے  
یہ نکلے جن میں سے ایک عباس تھے۔ اور ابو بکر

بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَأَى الْوُجُوهَ ذُكِبَ لِيَتَأَخَّرَ  
فَأَمَّا رَأَيْهِ الْفَتَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِأَنَّ لَا يَتَأَخَّرَ فَقَالَ أَهْلَسَانِي  
إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاكَ إِلَى جَنْبِ أَبِي  
بَكْرٍ وَالتَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَاعِدٌ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ قَدْ خَلْتُ  
عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ  
لَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَنِي عَائِشَةُ  
عَنْ قَرْضِي لَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ  
حَدِيثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ  
أَنَّهُ قَالَ أَسَمْتُ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي  
كَانَ مَعَ الْبَنَاتِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ  
عَلِيٌّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابو بکر صدیق نے  
اچکھو دیکھا تو پیچھے جانے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے نہ بلو۔ فرمایا مجھے ابو بکر کے برابر بٹھا  
دو۔ ان دونوں نے اچکھو ابو بکر کے برابر بٹھا دیا اور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ  
پھر میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس گیا اور ان  
سے عرض کیا کہ کیا میں آپ پر وہ حدیث پیش نہ کروں  
جو مجھے حضرت عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
بیماری کے متعلق سنائی فرمایا لاؤ میں نے آپ پر انکی  
پوری حدیث پیش کر دی۔ آپ نے اس کا کچھ بھی انکار  
نہ کیا بجز اس کے کہ فرمایا کیا حضرت عائشہ نے تمہیں  
ان صاحب کا نام بھی بتایا جو حضرت عباس کے ساتھ  
تھے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا وہ علی تھے۔

(بخاری و مسلم)

۱۴ حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن مسعود اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے برادر زادہ کے بیٹے  
ہیں۔ آپ فقیہ تھے انھوں سے نابینا تھے۔ اپنے دربار کے تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مدینہ طیبہ کے سات  
نقاد میں سے ہیں۔ بیعت سے صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ آپ ثقہ، امام اور مامون ہیں۔ اور حضرت عمر بن  
عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے معلم و استاد ہیں۔ آپ کے چند شمار بھی ہیں۔ سنیہ میں اور بقول بعض سنیہ میں فوت  
ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عقبہ بھی اکابر تابعین سے ہیں۔ بعض نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اور ان کے لیے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ثابت کیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ ابن سعد نے کہا آپ تابعی ہیں اور تشریفاتی  
ہیں اور صحابہ سے محدث ہیں۔ سنیہ میں فوت ہوئے۔

۱۵ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قلب مبارک سے واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

۱۶ مل میں نقطہ غضب میم کی زیر غماں کن۔ فتح ضاد با نقطہ والی سے ایک قسم کا برتن ہے۔

۱۷ اور میں نے آپ کے لیے غضب میں پانی رکھا۔

۱۸ بے ہوشی جبکہ مرض کی جنس سے ہر تو اس کا انبیاء و پیغم السلام پر طاری ہونا جائز ہے۔ بخلاف دیوانگی کے کہ

وہ نقص و عیب ہے اور شافعی حضرات نے یہ قید لگائی ہے کہ بے ہمیشی زیادہ وقت تک نہ ہو۔

۵۶ آخرہ کا لفظ نماز مغرب سے احتراز کے لیے ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ مغرب کو بھی خیار کہتے دیتے ہیں۔

۵۷ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء نہ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت ہی ضروری اور لازم ہے

اور یہ کہ آپ کا حکم و جوب کے لیے ہے مگر انہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے لیے امامت کرنا واجب و ضروری ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۸ اور یہ شترہ دن کا عرصہ تھا۔

۵۹ بعض نسخوں میں من نفسہ کے بجائے فی نفسہ آیا ہے۔ یعنی آپ نے اپنی ذات میں ہلکا پن اور آرام محسوس کیا۔

۶۰ یہاں یہ سوال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام کیوں نہ لیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت عائشہ کی حضرت علی کے ساتھ کچھ ناراضگی تھی۔ اور نالائقی کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ انک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ کی بریت زور شور سے نہ کی تھی جس طرح کہ دوسرے صحابہ کرام نے کی تھی۔ جیسا کہ ریاقتہ انک سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یہ وجہ ضعیف ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت علی کا کلمہ سرائع میں نام لیا ہے اور اس واقعہ انک کے بعد حضرت علی کی مدح بھی کی ہے۔ تو حاشاؤ کا کہ نام نہ لینے کی وجہ یہ ہو۔ اور علامہ بھی اس حد تک پہنچی ہو کہ حضرت عائشہ حضرت علی کا اپنی زبان پر نام لانا بھی گوارا نہ کریں۔ بلکہ بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک صحابی میں حضرت عائشہ نے آپ کا نام بھی لیا ہے۔ لہذا درست اور ٹھیک بات وہ ہے جو بعض نے کہی ہے کہ اس حدیث کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جانب کا آدمی مقرر و متعین نہ تھا جس طرح حضرت عباس دوسری جانب متعین تھے۔ بلکہ دوسری جانب باری باری لوگ آپ کو تھا متے تھے۔ کبھی حضرت علی کبھی حضرت اسامہ یا حضرت فضل بن عباس یا کسی اور صحابی کے پاس میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا دوسری جانب اہل بیت میں سے ایک مرد تھا۔ اگرچہ یہ بیان صحیح نہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی ہے

آپ فرمایا کرتے تھے میں نے رکعت پائی اس کے

مجدہ پائی اس میں کی سورہ ام القرآن اس میں

دست ہو گئی اس کی غیر کثیر رکعت ہو گئی۔

(ماہنامہ)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّكَ كَانَ يَقُولُ

مَنْ أَدْرَكَ الرُّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ

السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ أَوْ

الْقُرْآنِ فَقَدْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

لے یعنی میں نے رکوع پایا اس نے رکعت پائی۔ یاں رکعت کہ مجدہ سے تعبیر کیا۔ کیونکہ مجدہ سے رکعت مکمل ہوتی ہے۔

۴۴۵ یہ صریح حدیث فاتحہ کی صم فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ شیخ ابن حجر مین شرح میں لکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے جس کی سورۃ فاتحہ ام کے نیچے مسنون ہوئے کی وجہ سے فوت ہو گئی اور یہ کہ حدیث مسنون کے بارے میں ہے۔ جو دیر کے بعد آتا ہے اور فاتحہ نہیں پڑھ سکتا اور اس میں جماعت کو ابتداء میں ہی پانے کی ترغیب و تاکید ہے۔ تاکہ یہ خیر کثیر فوت نہ ہو۔ یعنی اگر یہ اس نے رکوع پانے سے رکعت پالی لیکن اس کا ثواب کثیر سورۃ فاتحہ کے فوت ہونے کی وجہ سے فوت ہو گیا۔

لَا يَزِيدُ وَعَنَهُ اَمَّا قَالَ الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَ يَخْفِضُهُ قَبْلَ الْاِمَامِ فَاِنَّكَ تَأْصِيْتُهُ بِمِدَا الشَّيْطَانِ (رَقَاة مَا لَكَ) انہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے بے شک انہوں نے کہا جو شخص اپنا سر امام سے پیٹے اور پراور نیچے کرتا ہے تو اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ (مالک)

لہٰذا وہ اس کی پیشانی کو خلاف شریعت اور خلاف سنت ہلاتا اور پھیرتا ہے۔

## بَابُ مَنْ صَلَّى صَلَاةً قَرَّتَيْنِ

### وہ آدمی جو ایک نماز دو مرتبہ پڑھے

یعنی یہ باب اس شخص کے مال کے بیان میں ہے جو نماز دوبارہ ادا کرے۔ اور یہ مختلف صورتوں کو شامل ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر عذر ہو تو ذکر کیا گیا ہے کہ جب ایک آدمی فرض نماز ادا کرے پھر مسجد جماعت میں آیا تو پھر جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ اسی تفصیل کے مطابق جو فقرہ ذکر کرے۔ اور اس اختلاف کے مطابق جو آئمہ کے درمیان واقع ہے ان کا پھر حسب استطاعت منجور ہو گا۔ اگر اس نے ایک بار جماعت سے ادا کر لی ہو اس کے بعد لوگوں کی اپنی جگہ سے جیسے کہ عذر ہو یا نہ ہو۔ اور شاید یہ کہ ان کے نزدیک بیکار فرض سے موسوم ہے۔ تاہم یہ حقیقت تکرار فرض میں تکرار کے بعد پھر نماز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک قول مسنون کے مطابق فرض یا بیت کی جگہ سے اس صورت میں لازم آتا ہے کہ فرض پڑھنے والا نفل دے کی اقتدا کرے اور یہ ان کے نزدیک جائز ہے۔

## فصل اول

## الفصل الاول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ



معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
نالا داکر تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کی امامت  
کرتے۔ (بخاری و مسلم)

جَبَلٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ  
اُمْتَقِنْ عَلَيْهِ )

اے اور مسلم میں یہ لفظ بھی ہے۔ تِلْكَ الصَّلَاةُ یعنی وہ نماز اپنی قوم میں اگر دوبارہ بصورت امام پڑھتے جو انہوں نے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہوتی تھی اور بخاری میں اس طرح ہے۔ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ یعنی آپ اپنی قوم میں اگر وہی  
فرض نماز دوبارہ بصورت امام ادا کرتے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہوتی تھی۔

انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کے ساتھ نماز مشاہد پڑھتے پھر اپنی قوم میں  
تشریف لاتے اور انہیں نماز مشاہد پڑھاتے اس پر  
ان کی نفل نماز مشاہد تھی (بیہقی - دارقطنی)

۱۰۸۳ وَ عَنْهُ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّي  
بِهِمُ الْعِشَاءَ وَ هِيَ نَافِلَةٌ - رَوَاهُ  
الْبَيْهَقِيُّ وَ الْبُخَارِيُّ -

اے اور قوم کی یہ فرض نماز ہوتی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء نفل والے کے ساتھ  
درست ہے۔ محدثین نے کہا ہے کہ وہی کہ نفل کا جملہ بخاری و مسلم میں نہیں ہے بلکہ شیعہ ابن جریر میں کہا کہ عباد الزان  
شافعی اور طحاوی نے یہ جملہ روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں یہاں بیاض ہے۔ بعض نے کہا یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا  
ہے جو انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کہا ہے ماسی وجہ سے امام شافعی کے علاوہ کسی امام کے لئے نفل نماز کا ذکر  
نہیں کیا۔ اور کتاب مشکوٰۃ میں یہاں بیاض (مغید) ہے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی کتاب  
میں یہ زائد الفاظ نہیں ملے۔ علامہ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ علامہ حلی نے کہا کہ اس حدیث کا لفظ صحیفہ جابر میں  
غیر محفوظ ہے۔ امام احمد کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز  
معاذ نماز ادا کر یا اپنی قوم کے لیے آسانی اور تخفیف کر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز  
لینے کی صورت میں انہیں اپنی قوم کی امامت نماز نہ کرنی چاہیے تھی کیونکہ اس صورت میں صورت نماز کی قوم کے ساتھ نماز  
نفل ہوگی اور اس صورت میں فرض والے کی اقتداء نفل والے کے ساتھ ہوگی جو جائز نہیں ہے۔ اور امام احمد کا یہ  
حدیث اس زیادتی کے مافی ہے۔ حضرت معاذ کی نماز کا تصریح قرأت میں تفصیل سے گورچکا ہے وہاں  
دیکھ لیا جائے۔



## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۸۴ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رِوَايَةً  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَتَّى تَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْرِ  
فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا تَقَضَى صَلَاةً  
وَأَنْحَرَفَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي  
أَخِيرِ الْقَوْمِ لَمْ يَصَلِّيَا مَعَهُ فَتَالَ  
عَلَى يَمِينَا فَبَيَّعَ بَيْنَهُمَا تَرْعُدُ  
فَرَأَيْتُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ  
تَصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا  
لَكُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رَحْلَيْنَا قَالَ فَلَا  
تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رَحْلَيْكُمَا  
لَمْ أَتَمَّتْمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا  
مَعَهُمْ فَإِنَّمَا لَكُمْ نَاقِلَةٌ  
بَعَاءُ التَّوَمِدِيِّ وَأَبُو حَادِدٍ وَ

الْبَيْهَقِيُّ

(نسائی)

ایہاں خوف اہمیت حاصل ہے اہل طائف میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی حدیث اہل کوفہ کے پاس ہے۔ بعض  
نے اسے زید بن الاسود کہا ہے۔

اس کے جہاز کا نام ہے۔

اس کے بعد منیٰ کے خیف و مائل پہاڑ کے مابین واقع گہرائی اور نشیب کو کہتے ہیں۔ یہ مسجد چونکہ ایسے ہی  
نشیب میں واقع ہے۔ اس پہاڑ کا نام ہے۔

اس کے بعد مائل سب سے آخر میں بیٹھے ہوئے تھے۔

۵۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اہمیت کا وجہ ہے۔ کیونکہ آپ کے غضب و جلال کے وقت  
پہاڑ بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکتا تھا۔ مرائس فریضہ نما اور صاوم ہلکا کی جمع ہے۔ یعنی گشت کا وہ ٹکڑا جو پہلو

اور کدو کے درمیان ہوتا ہے اور عرف و ذکر کے وقت رزاقی ہے۔ کبھی کبھی تو رزاقی کے وقت سے اس کا یہ حصہ رزق  
اجتہاب ہے۔ اور لوگ اس کا شاہدہ کرتے ہیں۔

۵۶ اور اس جگہ میں پڑھ لی ہے جہاں ہم نے اپنا اپنا سامان رکھا ہوا ہے۔

۵۷ یعنی تلاک کی جماعت کے وقت اپنی منزلوں اور جاہات کے رشتوں میں داخل نہ ہوا کر رہے۔

۵۸ خواہ پہلے تم نے باجماعت تلاواک ہو یا بغیر جماعت کے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۰۸۵ عَنْ بُسْرِ بْنِ مَحْبَبٍ عَنْ أَبِيهِ  
أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ  
بِالْقُلُوبَةِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَبْتُ وَرَجَعْتُ  
مُحَبَّبٌ فِي مَجْلِسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ  
أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ أَلَسْتَ بِرَجُلٍ  
مُسْلِمٍ فَقَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ  
لَكِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي فَقَالَ  
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَلِّ إِذَا رَجَلْتَ الْمَسْجِدَ وَكُنْتُ  
قَدْ صَلَّيْتُ فَأُقِيمَتِ الْقُلُوبَةُ فَصَلَّ  
مَعَ النَّاسِ وَإِنْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ  
(رَقَاءَ مَالِكٍ وَالتَّسَاخُفِ)

اے بصر بن محبہ اور میں ہمارے ساتھ۔

۵۹ یحییٰ مہم کی زیر۔ ماساکن اور ہم کی زیر میحیح تر قول کے مطابق حضرت بصر تابعی ہیں۔ اور ان کے باپ  
سنت یحییٰ صحابی ہیں۔

۳۱۸۹ اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہاں حضرت یحییٰ اپنے آپ کو غلط فہم سے تعبیر کیا اور لوگوں نے کہا کہ یہی وہی شخص ہے جو نماز میں اپنے آپ کو غلط فہم سے تعبیر کرنے سے گریز کریں اور اپنے آپ کو تمام حضور سے کم مرتبہ تصور کرنے کی دیر سے ہی۔

اسد بن خزیمہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنی جگہ نماز پڑھ رہا ہے پھر سجدہ میں آئے اور نماز کی تکمیل ہو گیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں۔ میرے دل میں اس سے کچھ شبہ ہے۔ ابو ایوب نے کہا کہ ہم نے اس کے متعلق یہی حکم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ اس کے لیے ڈال دیا ہے۔

(مالک)

(ابوداؤد)

۳۱۸۹ وَ عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ قُلْتُ لِي أَحَدٌ فِي مَنَازِلَةِ الصَّلَاةِ يُعَدُّ لِي الْمَسْبُوحَ وَ يَقَامُ الصَّلَاةَ فَأَمَلْتُ مَعَهُمْ فَأَسَدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَدَّ إِلَيْكَ سَعْدُ جَمْعٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ

۱۸ لفظ اسد شیر کے لیے مشہور ہے۔ اور سحر کے ایک قبیلہ کے باپ کا نام بھی ہے۔ اور اسد بن خزیمہ بن مرثد

۱۹ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء ہجرت میں انہی کے گھر کو اپنی تقریریں کر کے فرمائی۔ انہی کے گھر قیام فرمایا تھا۔

۲۰ اس شخص نے نماز میں اپنے آپ کو غلط فہم سے تعبیر کرنے سے گریز کریں اور اپنے آپ کو تمام حضور سے کم مرتبہ تصور کرنے کی دیر سے ہی۔

حضرت یزید بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۱۹۰ وَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



شخص نے ان سے پوچھا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ پھر امام کے ساتھ مسجد میں نماز پاتا ہوں۔ کیا اس کے ساتھ بھی پڑھوں؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ ان دونوں میں سے اپنی نماز کے کچھوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا یہ تمہارا کام ہے؟ یہ تو اللہ عزوجل کا کام ہے کہ ان میں سے جسے فرض نماز قرار دے

سَأَلْنَا فَقَالَ إِنِّي أَصَلْتُ فِي بَيْتِي ثُمَّ أَصَلْتُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْإِمَامِ أَفَأُصَلِّي مَعَهُ قَالَ لَمْ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ أَيَّتُهُمَا أَجَعَلُ صَلَاتِي قَالَ أَتَيْنَ عُمَرَ وَذَلِكَ بِاللَّيْلِ إِنَّمَا ذَاكَ إِلَى اللَّهِ وَحُزْوَ جَلَّ يَجْعَلُ أَيَّتُهُمَا شَاءَ -  
(دَعَاءُ مَالِكٍ)

(مالک)

۱۔ یعنی پہلی کو اپنی نماز فرض قرار دے دے دوسری کو یعنی ان میں سے فرض نماز کو نہی ہوگی۔  
۲۔ حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما نے استغنام کے طور پر کہا کہ ان دو نمازوں میں سے ایک کو فرض کی حیثیت دینا تیرا کام نہیں۔ بعض میں دعا مالک الیہ کے ساتھ آیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ ان دو میں سے جسے چاہے فرض قرار دے۔ اس حدیث میں اس چیز کا تائید ہے کہ اس کی طرف بعض شافعیہ گئے ہیں اور اسے امام غزالی رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ ان دو میں سے کوئی ایک غیر میں نماز فرض ہے۔ تاہم اکثر اعاذیف اس بارے میں مترک ہیں کہ دوسری نماز نفل ہے۔ اور پہلی نماز فرض اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ بندہ پہلی نماز ادا کرنے سے فرض سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اس لیے پہلی نماز فرض نماز قرار پائے گی۔ واللہ اعلم۔

حضرت سلیمان مری میمونہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ مقام بلاط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے فرمایا میں پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دن میں ایک نماز کو دوبار نہ پڑھتا۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی)

وَعَنْ سُلَيْمَانَ مَرْيَمَ مَيْمُونَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ عِنْدَ الْبَلَاءِ وَهُمْ لَمَّا كُنَّا نَقُتُّكَ أَفَأُصَلِّي مَعَهُ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ وَلاَ فَرْقَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لاَ تُصَلُّوا مَعَهُ فَإِنَّكُمْ تَكُونُونَ

۱۔ حضرت سلیمان ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے آنا کو وہ غلام ہیں۔ اکابر تابعین میں سے ہیں ثقہ فقہیہ فاضل مابین متقی اور دلیل و محبت ہیں۔ اور بات فقہاء میں سے ہیں۔ انہیں سلیمان بن یسلم بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا سلیمان مولا نے میمونہ سلیمان بن یسار نہیں ہیں مگر اس میں نظر و احترام ہے۔





امام حضرت شیخ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ازواج کا یہی۔ بلند پایہ نقیبہ امسا کا بدنام بیٹن سے ہیں۔  
 علیہ السلام کا ایک بانی و بزمین کی پیش سے یہ حدیث بجا ہر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ اور اگر مرد و بی بی ہے جو انہوں  
 نے بطریق روایت کچھ ہے تو پھر یہ موقوف ہے الامام امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فریب کی سبب سے جو فرماتے ہیں کہ ان دو نمازوں  
 کا اعادہ نہیں۔ احسان کے نزدیک نماز معر بھی اس میں داخل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک سہل ظاہر نماز کا اعادہ جائز ہے۔ ان حدیث  
 میں اس جانب بھی اشارہ موجود ہے کہ اس نے جتنی نماز جماعت سے نہ پڑھی تھی۔

بَابُ السُّنَنِ وَقَضَائِهَا

مفتوں اور ان کے فضائل کا باب

حسوں سے وہ چھڑیں مرویں جو دن رات میں قریب نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور جو حضرت علیؓ علیہ وسلم نے ہمیشہ بلاناغہ پہن کر کیا۔ دوسروں کو ان کے چڑھنے کی تاکید فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، جیسے عمر کی سسٹیں کو ان کی تاکید نہیں فرمائی، قسم اول (جن کی تاکید فرمائی) کو حرج و مانع کہتے ہیں۔ رواج و ترویج سے مشتق ہے یعنی دوام و ثبوت، ترویج بھی دو سے مشتق ہے۔ ممکن ہے سنن راہبہ میں جو کچھ سے نام ہوں۔ واللہ اعلم۔

پہلی فصل

الفصل الأول

عن ابي حنيفة قال كان رسول

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَلِيٍّ وَعَلَى مَنْ

مِلِّي فِي يَوْمٍ ذِي كَلَّةٍ ثِنْتِي عَشْرَةَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لَكَ شَاكِرِيْنَ

المجلس الأعلى للمعاشرة

البريد

وَأَمَّا مَوْلَانَا فَهُوَ مُسْلِمٌ أَمَّا كَالْتِ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَقَوْلُ مَا مِنْ أَحَدٍ مُسْلِمٍ

\_\_\_\_\_

at.com

al.com

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن رات

میں بارہ کھم بڑھتا ہے اس کے لیے خست میں گم

میں نے وہ خط لکھا تھا جس میں میں نے کہا تھا کہ میں نے

کے لئے جو کہ اس کے لئے ہے۔

کتابت کریمہ جہد و استقامت کے سرور  
قسطی (۱)

میں نے اسے دیکھا تھا۔

اور ہم نے تاکید کی ہے وہ اپنی طرف سے

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اللہ سے جو کہ جس کے لئے

بارہ رکعتیں نفل پڑھا کر سے قرآن کے علاوہ مگر  
اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ یا جنت  
میں گھر بنا یا جائے گا۔

يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثَنَقَ عَشْرًا لَّعَنَ  
تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ  
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بَنَى لَهُ بَيْتًا  
فِي الْجَنَّةِ -

۱۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا انہما المؤمنین میں سے ہیں۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ہمیشہ ویں۔  
۲۔ نماز ظہر کا ذکر سب سے پہلے کیا کیونکہ اوقات نماز کی تقسیم کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے سب سے پہلے  
اسی نماز کی امت کی۔ اسی وجہ سے اس نماز کو صلوٰۃ الادائی بھی کہتے ہیں اور قاری میں اس کا ترجمہ ہے نماز پیشین۔ یعنی پہلی نماز۔  
۳۔ مصابیح میں یہ حدیث فصل اول میں ذکر کی گئی جو بخاری و مسلم کی احادیث کے لیے قریب ہے  
کہ یہاں دن سے دن رات مرا ہے اور غیر فریضہ کا فقط تلوع (نفل) کی تاکید کے لیے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
دور کو سفر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کعبہ اربعہ  
رکعت میں کعبہ منورہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی  
پڑھیں اور وہ کہتے ہیں کہ شام کے صواب کے گھر کی  
ادھا کر گھر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر کی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی کہ سارے دور  
میں رکعتیں پڑھا کر تے تھے

۱۰۹۲ وَ عَنْ اَبْنِ عُمَرَ قَالَ مَكِّيْتُ  
مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
سَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّلُمِ وَ رَكْعَتَيْنِ  
بَعْدَهَا وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ  
فِي بَيْتِهِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ  
فِي بَيْتِهِ قَالَ وَ حَدَّثَنِي حَنْفَةُ  
اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْكُوفَةِ  
حِينَ يَطْلُغُ الْفَجْرُ -

۱۰۹۳ وَ عَنْ اَبْنِ عُمَرَ قَالَ مَكِّيْتُ  
مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
سَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّلُمِ وَ رَكْعَتَيْنِ  
بَعْدَهَا وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ  
فِي بَيْتِهِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ  
فِي بَيْتِهِ قَالَ وَ حَدَّثَنِي حَنْفَةُ  
اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْكُوفَةِ  
حِينَ يَطْلُغُ الْفَجْرُ -

رَمَتْقُ عَلَيْهِ

۱۔ یہ حدیث حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ ظہر سے پہلے دو رکعت اور عصر سے پہلے دو رکعت  
کی یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مختلف کتب حدیث میں موجود ہے۔ احناف کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعت اور عصر سے پہلے دو رکعت  
احد اس کے ثبوت میں بھی احادیث وارد ہیں جو کہ حضرت علی حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیے ہوئے تھے  
نے کہا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اکثر اہل علم کا عل اس پر ہے۔ اس کے بعد اسے بھی اکثر اہل علم پر ہے۔ اس پر بھی  
ابن المبارک اور اسحاق کا قول ہے۔ امام شافعی اور امام احمد سے بھی چار رکعت کا ایک قول موجود ہے۔ لیکن دو سلام کے  
ساتھ ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چار سلام بھی پڑھتے تھے جہاں جہاں بھی اس نے جو دیکھا اس کی روایت کر دی۔

یہ بھی ہر کتاب کے گھر میں پادری رکھ کر پڑھتے ہیں اور دعا کی طہارت نے ان کی رعایت کی جو اور عجب سمجھ میں تشریف لائے مولیٰ  
تو درکعت تیرہ السجد پڑھتے ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ظہر کی سنتیں گمان کر لیا جو یہ بھی ہر کتاب کے کہ حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اعتقاد یہ ہو کہ ظہر سے پہلے سنت دو رکعت ہیں اور چار رکعت برآپ ادا کرتے تھے وہ چاشت کی چار رکعت  
ہوتی تھیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۱۵۱ اس سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مجروح مراد ہے۔ اور حضرت ابن عمر ان کے بھائی ہیں۔

۱۵۲ اور جب کہ اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کو جوڑ دیتے تھے۔ اس سے حضرت  
حفصہ سے سن کر یہ روایت کی یہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے کہا یہ وہ وقت ہے کہ میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ رہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو رکعت بھی آپ گھوڑوں ہی پڑھتے تھے اور احادیث میں مراعات بھی ایسا  
آ رہا ہے جیسا کہ باب صلوة اللیل میں آ رہا ہے۔

انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد  
کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھوڑوں آتے  
اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

(بخاری و مسلم)

۱۵۳ وَ عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّبِيعُ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ  
الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَلِّيَ فَيُحْسِنَ  
وَيُكَمِّلَ فِي بَيْتِهِ -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خل نماز کے بارے  
میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے گھر  
میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر تشریف  
لے جاتے لوگوں کو نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں  
تشریف لاتے تو دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو نماز  
مغرب پڑھاتے پھر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے  
پھر لوگوں کو عشاء پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف  
لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے اور رات میں دو رکعتیں  
پڑھتے تھے جن میں دو رکعتیں تھیں اور رات میں بہت

۱۵۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُيٍّ  
كَانَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَوةِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي فِي  
بَيْتِهِ قَبْلَ الظُّلُمِ أَوَّلًا ثُمَّ يَخْرُجُ  
فَيُحْسِنُ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُحْسِنُ  
وَيُكَمِّلُ وَهُوَ يَكْمِلُ بِالنَّاسِ الْقُرْبَ  
ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُحْسِنُ وَكَثَرَتْ لِقَائِي  
بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَ يَدْخُلُ سَبْعًا  
فَيُحْسِنُ ثَمَّ يَكْمِلُ وَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ  
الْإِيلِ ثَمَّةً ثَمَّ يَكْمِلُ فَيُحْسِنُ الْوُتْرَ



وَ كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا

وَقَالَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعًا

وَسَجَدًا وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ إِذَا قَرَأَ

قَائِمًا رَكَعًا وَسَجَدًا وَهُوَ قَائِمًا

وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى

رَكَعَتَيْنِ - نَوَافِلُ مُسَلَّمَةٌ ذَكَرَ أَبُو

دَاوُدَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ

۱۷ حضرت عبداللہ بن خنیس رضی اللہ عنہما امیر تابعین سے روایت ہے کہ میں نے

۱۸ عثمان حضرت عائشہ حضرت ابو ذر اور دیگر صحابہ سے امامیث میں

۱۹ لے یعنی ظہر کے فرض پڑھاتے

۲۰ لے یعنی وتر نماز ایک رکعت یعنی رکعت ہرات کی نماز کے بعد

۲۱ میں چھوڑا۔ پھر نو رکعت اور پھر رکعت آپ کی تھیں اے اللہ تعالیٰ

۲۲ کے لئے

۲۳ لے یعنی رگڑا و گود کے لئے حالت قیام سے منتقل ہوتے

۲۴ لے اسی صلوٰۃ میں گزرتے ہوئے کہ وہ نماز کے بعد کہ جائے

۲۵ و سجدہ کے لئے پہنچے ہوئے اور پھر رگڑا و گود کیا ہو

۲۶ گزرتے ہوئے کہ وہ نماز کے بعد کہ جائے

۲۷ ہو کہ وہ نماز کے بعد کہ جائے

۲۸ لے یعنی دو رکعت سنت فجر

۲۹ ۱۷۹۰ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَعَنَ

۳۰ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۱ عَلَى ثَعْلَبٍ وَ قَوْمِ الثَّوْلَابِ أَشَدَّ

۳۲ تَكَاهُدًا رَمَنَهُ عَلَى كَتِفَيْهِ الْفَجْرُ

۳۳ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۳۴ لے یعنی محمدؐ کی مخالفت پہنچائی کہ دو سنتوں کا کرتے تھے کسی امتیاز کے لئے کہ





۱۰۹۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا - رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِي أُخْرَى لَهُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدَكَ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا -

۱۰۹۹ عَنْ أُورْ حَيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعٍ رُمِعَتْ قَبْلَ الظُّمْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَزَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ الْبَيْهَقِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد چار رکعت کی نماز پڑھے اس کی چار رکعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذاب کا وعدہ کرے گا۔

۱۰۹۹ حضرت اور حبیبة سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا سنا کہ جو شخص جمعہ کے بعد چار رکعت کی نماز پڑھے اس کی چار رکعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذاب کا وعدہ کرے گا۔

۱۰۹۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا - رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِي أُخْرَى لَهُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدَكَ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا -

۱۰۹۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گواہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے بعد چار رکعت کی نماز پڑھے اس کی چار رکعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذاب کا وعدہ کرے گا۔

## الفصل الثانی

۱۰۹۹ عَنْ أُورْ حَيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعٍ رُمِعَتْ قَبْلَ الظُّمْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَزَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ الْبَيْهَقِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ -

۱۰۹۹ حضرت اور حبیبة سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا سنا کہ جو شخص جمعہ کے بعد چار رکعت کی نماز پڑھے اس کی چار رکعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذاب کا وعدہ کرے گا۔

۱۰۹۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گواہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے بعد چار رکعت کی نماز پڑھے اس کی چار رکعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے عذاب کا وعدہ کرے گا۔

وَعَنْ أَبِي كَثِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبُّكُمْ قَبْلَ الْفَخْرِ  
لَيْسَ فِيهِمْ تَسْلِيَةٌ لَقَتَهُ لَعْنُ  
أَبَوَابِ السَّمَاءِ -

حضرت ابوالویب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
فخر سے پہلے چار رکعتیں جن میں سلام نہیں ہوتا، پڑھتے  
سے ان کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے  
ہیں۔

(نفاۃ أبو داود و ابن ماجہ)

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

اے ائمہ وہ مقام قبریہ میں پہنچ جاتی ہیں۔ اسی کی برکت سے آسمان سے انوار فضل و رحمت کا نزول ہوتا ہے  
پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان سے ظہر کی چار رکعت سنت مرکبہ مراویہ یا کوئی اور مستقل نماز جو اس وقت میں آدا  
کی جاتی ہو اس سے وقت (رواں) کی نماز کتنی مدد ملے یہ ائمہ لوگوں کا مسلک ہے جو ظہر سے پہلے دو رکعت سنت  
مرکبہ کے قائل ہیں اور جو حضرات ظہر سے قبل چار رکعت کے قائل ہیں وہ اس میں متردد ہیں۔ تاہم اس نفیلت کا ثبوت  
اس کے مخالف نہیں کہ یہ رکعتیں رواتب اور مرکبہ ہی یا نہیں۔ بخاری و ترمذی یہ ہے کہ نیز رواتب ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَدَيْهَا بَعْدَ أَنْ تَتَوَلَّى  
الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ قَالَ إِذَا  
سَأَلْتَهُ لَقَتَهُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ  
فَأَيُّ أَنْ يُصْعِدَنِي فِيهَا عَمَلٌ  
مَعْلُومٌ -

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج  
ڈھنسنے کے بعد اور ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے  
تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ اس میں  
آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔  
تر میں پسند کرتا ہوں کہ میرے لیے اس وقت نیک  
عمل اور پڑھایا جائے۔

(نفاۃ الترمذی)

(ترمذی)

اے آپ صحابی ہیں۔ حضور الیہ کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک پڑھا۔ مہاجر اور اہل مکہ نے ان سے علم حاصل کیا  
ایک مہاجر بن ابی سائب تھا جس سے ظاہر ہے کہ یہاں صحابی مراد ہے۔

اسے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھڑی یا بیت و قبریہ کی گھڑی ہے ہر نیک عمل جو اس گھڑی میں کیا جائے  
مقبول ہے تو نماز جو فضل اعمال سے ہے اس گھڑی میں اس کا ادا کرنا بہت اچھا اور افضل ہوگا اور پہلی حدیث جس میں  
فرمایا کہ ان رکعت کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ وہ بھی انہی معنی پر محمول ہے۔

وَعَنْ أَبِي حَسَنٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ  
حَضْرَتِ ابْنِ عَرَفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رِوَايَةَ عَنْ فَرَاتٍ



صَلَّى بِعَمْرِو بْنِ الْعَدْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ فِيمَا يَتَّبَعُونَ بِسُجُودٍ عِدَّةٍ  
 لَهُ رَجْعًا دُونَ رَجْعِي عَشْرًا مَعْنَاهُ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
 غَرِيبٌ لَا يَفُوقُهُ إِلَّا رَجْعِي عَشْرًا  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا  
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ فِيمَا يَتَّبَعُونَ بِسُجُودٍ عِدَّةٍ  
 لَهُ رَجْعًا دُونَ رَجْعِي عَشْرًا مَعْنَاهُ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
 غَرِيبٌ لَا يَفُوقُهُ إِلَّا رَجْعِي عَشْرًا  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

یہ حدیث درشتی میں آئی کہ اس بات کی کہ کسی نے دو رکعت کی نماز میں  
 ۱۰ کے بعد ہر رکعت کے بدلے دو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔  
 یہ شیخنا کی زیادتیاں ہیں۔ بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا  
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ فِيمَا يَتَّبَعُونَ بِسُجُودٍ عِدَّةٍ  
 لَهُ رَجْعًا دُونَ رَجْعِي عَشْرًا مَعْنَاهُ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
 غَرِيبٌ لَا يَفُوقُهُ إِلَّا رَجْعِي عَشْرًا  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ فِيمَا يَتَّبَعُونَ بِسُجُودٍ عِدَّةٍ  
 لَهُ رَجْعًا دُونَ رَجْعِي عَشْرًا مَعْنَاهُ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
 غَرِيبٌ لَا يَفُوقُهُ إِلَّا رَجْعِي عَشْرًا  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

یہ حدیث درشتی میں آئی کہ اس بات کی کہ کسی نے دو رکعت کی نماز میں  
 ۱۰ کے بعد ہر رکعت کے بدلے دو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔  
 یہ شیخنا کی زیادتیاں ہیں۔ بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ فِيمَا يَتَّبَعُونَ بِسُجُودٍ عِدَّةٍ  
 لَهُ رَجْعًا دُونَ رَجْعِي عَشْرًا مَعْنَاهُ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ  
 غَرِيبٌ لَا يَفُوقُهُ إِلَّا رَجْعِي عَشْرًا  
 عَمْرٍو بْنُ أَبِي شُعْبَةَ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ  
 أَبِي شُعْبَةَ لَفُظُ هَذَا مُتَّحَرٌّ  
 التِّرْمِذِيُّ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز نہ پڑھی  
اور پھر میرے پاس تشریف لائے مگر آپ چار یا پچھ  
رکعت پڑھتے تھے۔

اللَّهُ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفَاءً  
قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَأً صَلَّى آمَامَهُ  
رَكَعَاتٍ أَوْ سِتٍّ رَكَعَاتٍ -

(ابوداؤد)

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

اسے مشہور روایات میں شام کے بعد دو رکعت کا ذکر آیا ہے۔ بعض روایات میں چار رکعت کا ذکر بھی آیا ہے مگر چار  
رکعت کا ذکر اس حدیث کے سوا اور کسی میں نہیں آیا۔ واللہ اعلم۔ بعض حاشیوں میں کہا کہ یہاں شام سے مغرب مراد ہے۔ گریاں قول  
کا باعث ترمذی کی حدیث ہے۔ جو بعد مغرب چار رکعت کے بارے میں آئی ہے۔ اس ترمذی اور مشک کے ساتھ کہ وہ چار  
رکعت دو رکعت سنت ہو کہ وہ کے ساتھ ہیں یا ان کے علاوہ۔ اسے خوب سمجھو۔ مگر شام سے قبل چار رکعت تہن کے بارے  
میں جیسا کہ فقہ میں مذکور ہے کوئی حدیث نظر سے نہیں گزرتی۔ اسی لیے اہل حرمین یہ چار رکعت نہیں پڑھتے بلکہ نہیں جانتے  
ہی نہیں جیسا کہ کتاب سنن ابی ہدیٰ میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
ادبنا انعم فیہ خبریہ پھر دو رکعتیں پڑھیں  
اور اگر ایک رکعت سے مغرب کی جہر کا وقت ہو

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَدْبَارَ الشُّجُورِ الرَّكَعَتَانِ قَبْلَ الْخَبَرِ  
وَأَدْبَارَ الشُّجُورِ الرَّكَعَتَانِ بَعْدَ  
الْمَغْرِبِ

(ترمذی)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اسے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبیح سے جو ادبار النعم و خبر کا زمانہ ہے اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔  
دو رکعتیں مراد ہیں جنہیں ستاروں کے ڈوبنے کے وقت پڑھنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ ادبار النعم و خبر کا زمانہ ہے۔  
جو سورۃ قاف میں واقع ہے، اسے بعد مغرب کی حدیثیں مراد ہیں اور جب تک کہ مغرب ہو جائے۔  
کہ ادبار النعم و خبر نمازوں کے بعد کے نوافل مراد ہیں۔ بعض نسخہ نگاروں نے اسے خبر کا زمانہ کہا ہے کہ سورۃ  
قاف میں واقع لفظ ادبار و خبر کی جمع ہے اور نافع، ابن کثیر صحت اور حمزہ سے اسے خبر کا زمانہ قرار دیا ہے۔  
کے آخر میں جہاد بار آیا ہے اسے حمزہ کی زیر اور نہ ہر دو نوافل قرات غارہ میں پڑھا گیا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ  
اَمْرًا قَبْلَ الظُّلَمِ بَعْدَ الزُّوْلِی حَبْرٌ  
بِشَوْبِهِنَّ فِی صَلَوَاتِ الشَّخْرِ وَمَا  
مِنْ شَعْرَةٍ اِلَّا وَکُوْنُ یُسَبِّحُ اللّٰهَ  
بِلَکَ السَّاعَةِ ثُمَّ کَرَّمَ یَتَفَسَّدُوْ  
ظِلْمُهُمْ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّامِیْلِ  
سُجَّدًا اَوَّلَیْہِ وَهُوَ دَاخِرُوْنَ -  
رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ الْحَیْهَقِیُّ  
فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ -

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ظہر  
سے پہلے زوال کے بعد کی چار رکعتیں اتنی ہی تہجد کی  
رکعتوں کے برابر شمار کی جاتی ہیں یعنی تہجد نہیں ہے کوئی  
چیز مگر وہ اس گمراہی اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر قیامت  
فرمائی: یَتَفَسَّدُوْ ظِلْمُهُمْ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّامِیْلِ  
سُجَّدًا اَوَّلَیْہِ وَهُوَ دَاخِرُوْنَ (جھکتے ہیں اسے  
سائے دائیں بائیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے پوری  
ماہرگی کے ساتھ۔ ترمذی۔ بیہقی فی شعب

الایمان

۱۔ یہ چار رکعت احتمال رکھتی ہیں کہ سنت ظہر ہوں یا وقت زوال کی چار رکعتیں۔

۲۔ یعنی یہ چار رکعتیں نفیست و ثواب میں سحری کی چار رکعتوں کے برابر قرار دی جاتی ہیں۔ اور نماز تہجد کی بُری ہی  
نفیست اور درجہ بہ درجہ یعنی اس وقت میں نماز کا کرنا تہجد کے وقت عبادت کی طرح ہے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ یہاں نماز  
سحرے فجر کی حد سنت احمد و غیرہ میں گواہی میں غلط نہیں کہ لفظ سحر کے زیادہ مناسب اور ظاہر تہجد کی نماز ہے۔  
ہو سکتا ہے کہ فجر کی چار رکعت پر عمل کرنے کا باعث چار رکعتوں کا ہو۔ کیونکہ نماز تہجد تو چار رکعت سے زیادہ ہوتی ہے۔  
اور اگر اسناد میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زوال کے بعد آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور فرماتے  
تھے یہ آٹھ رکعت قیام کی تہجد کے برابر ہو جاتی ہیں۔ آپ کا یہ بیان مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ رکعتوں کی مقدار  
اصولاً اربعہ نماز میں ہے۔ اس کے بغیر صحیح نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تحقیق ہو چکی ہے اور حضرت  
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحیفے سے کہ نماز سحر کو آپ قیام پیل پر محمول کرتے ہیں کہ نماز تہجد سے انہیں اور لگاؤ کا اظہار  
ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعت سے وقت زوال اور سنت ظہر کی آٹھ رکعت کا مجموعہ مراد ہے۔ بعض مشائخ قدس سرہم  
نے کہا کہ اگر نماز اور سحر کے بعد یہ دونوں وقت زوال و رحمت اور حصول قربت کے اوقات ہیں۔ کیونکہ نصف النہار  
کے بعد وقت قبولیت کے بعد اوقات قبول دیے جاتے ہیں۔ اور آخری نصف شب میں رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے  
جیسا کہ صحیفہ میں آیا ہے اور جب کہ یہ دو ایک دوسرے سے مناسب رکھتے ہیں تو ان دونوں اوقات میں نماز  
بہو ایک دوسرے کے برابر اور مساوی ہوگی اور جب کہ آخر شب میں نزول رحمت زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور ہے تو وقت  
زوال کی نماز کو اس کے برابر اور مشابہ قرار دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک سے وقت  
زوال کی نفیست کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا دامن شے الا بوجہی لیسے تک السات۔ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو

اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو۔  
 ۲۷ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تَقِیْطِلَاجِہِم اِلٰی آخِرہ تلاوت فرمائی اس آیت کا اولیٰ حصہ یہ ہے اَلَمْ یَرَوْا اِلٰی  
 ما خَلَقَ اللہ مِنْ شَیْءٍ یعنی کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے جو پروردگار کے آگے نہیں جھکتے اور نہ ان کی کلمات کا اثر ہے بلکہ ساری سایہ  
 دار مخلوق کہ اس کے سامنے جھکتے اور دائیں بائیں اللہ کے آگے سجدہ فرماتی ہیں اللہ ہی ہے آپ کہاں قدرت اقصیٰ کے سامنے  
 عاجز و ذلیل کرتے ہیں۔ سجدہ سے مراد ان کی فراہم کردہ اور اسطرح سے خواہ وقتا فوقتاً طبع پر یا اعتقاد سے سب  
 اس کے اسرار و اوی کے آگے مطیع ہیں اور اس کام اور تعبیر میں مصروف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ شان و عظمت و نہیں  
 پیدا کیا ہے۔

۱۱۱ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكْتُ  
 رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ  
 سَاكِعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ مُشْتَقَّ  
 عَلَیْہِ۔۔۔

و فی روایہ لَبَّیْکَ رَکْعَتَی قَالَتْ  
 وَ الَّذِیْ ذَہَبَ بِہِ مَا تَرَكْتُ لِمَا  
 حَتَّى لَقِیَ اللہ۔۔۔

۱۲ باب اوقات میں اس پر گفتگو  
 کہتے ہیں کہ یہ دو رکعت ظہر کی دو سنتیں ہیں جن کی ہر ایک میں دو رکعتیں ہیں اور ہر ایک میں دو رکعتیں ہیں  
 نے بعد عصر نہیں تھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں یہ رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 کرتے مگر یہ بیان قدرے بعید ہے (آنا جتنی نہیں جانتے) کہ یہ رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 تھیں مگر یہ قول بھی بعید ہے کیونکہ حدیث کا ظاہر ظہر میں ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 تھیں۔ اور یہ بھی ہے کہ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنے کا فعل ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 نماز پڑھتے تھے اور آپ نے انہیں دو رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا کہ ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 آئندہ امام دین شیعہ آہستہ آہستہ یہ کہتا رہے گا کہ یہ رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 عصر سے پہلے پڑھتے تھے) سنتیں تھیں کہ ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 کے بار سے یہ سنت سے اجابہ و آثار و اس میں بھی لکھا ہے کہ ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا  
 کہ عصر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رکعت پڑھنا آپ کے ہاتھ لگنے میں سے تھا کہ ان کی ہر ایک میں دو رکعتیں تھیں کہ آپ نے ان کو ترک کر دیا تھا

تاریخ نے کہا ہے **عَلَيْهِ السَّلَام**  
**وَعَنْ الْمُحْكَمِ بْنِ قُتَيْبٍ قَالَ**

**قَالَ سَأَلْتُ أَحْسَنَ بَنِي مَالِكٍ عَنْ**  
**التَّكْوِينِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ**  
**عَمَّا يَغْرِبُ الْآيُوبُ عَلَى صَلَاةٍ**  
**بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نَصَلِّي عَلَى عَقْدِ**  
**رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
**رَأَوْنَاهُ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ**  
**صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ أَكُنَّا**  
**نَسُودُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
**يُصَلِّيهِمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا**  
**فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا**

**وَعَدَا مُصَلِّيًا**

حضرت محمد بن فضل سے روایت ہے فرماتے ہیں میں  
 نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مصوبہ کے بعد  
 کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد  
 نماز عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مار رہے تھے  
 حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب  
 غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو  
 رکعتیں پڑھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ ہمیں  
 پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم دیتے تھے  
 اور نہ منع کرتے تھے۔

(مسلم)

۱۷ نفل حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس  
 سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کیا کیا؟  
 ۱۸ یعنی ان کے پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

۱۹ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غاشی سے بعد عصر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہو گیا محدثین نے یہاں کہا ہے کہ شاید حضرت  
 عمر فاروقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قول کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی آخر وہ واقف نہ تھے اور نہ  
 ہی حضرت انس کے قول کا انہیں علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھتے تھے  
 سے بھی آگاہ نہ تھے۔ بعض نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارنے کا سبب یہ تھا کہ آپؐ  
 ڈر محسوس ہو کہ ان کے بعد نماز پڑھنے سے منع ہے۔ اس اندیشہ کے بغیر مروی نہیں اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 کا مذہب ہے۔ ان کے سوا دوسرے حضرات کے نزدیک بعد عصر مطلقاً نماز مکروہ ہے۔ بہر صورت بعد عصر نماز کی کراہیت  
 کا مسئلہ اور اس کے بارے میں وارد شدہ حدیثیں اختلاف و اضطراب سے خالی نہیں واللہ اعلم۔

**وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ**  
**فَإِذَا أَدْنَى الْمُؤَذِّنُ لِمُصَلِّيَةِ الْمَغْرِبِ**

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 ہم لوگ مدینہ میں تھے جب مؤذن نماز مغرب کی

اذان دیتا تو لوگ ستروں کی طرف بھاگتے۔ اور دو رکعتیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ اجنبی آدمی مسجد میں آتا تو سمجھتا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ ان پڑھنے والوں کے جرم کی وجہ سے۔

(مسلم)

ابْتَدَأُوا التَّوَارِيحَ فَكَرَعُوا رَكَعَتَيْنِ حَتَّى رَأَى الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لِيَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَيَحْصِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صَلَّيْتُ مِنْ كَثَرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ اور ستروں کے پیچھے کھڑے ہوتے۔

۱۸ اور یہ کہ اب لوگ بعد مغرب کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔

۱۹ گویا ان صحابہ نے قبل غروب نماز کی نہی سے یہ سمجھا تھا کہ بعد غروب نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں میں عقیقہ الجہنی کے پاس آیا اور میں نے

کہا کیا تم نے آپ کو البریم کی عجیب بات فرمائی۔ یہ

شخص نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتا ہے اس

پر حضرت عقیقہ نے کہا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے یہاں ہی ایسا کرتے تھے۔ میں نے کہا اب

آپ کو اس سے کس چیز نے روک رکھا ہے۔ کہا ہم

کاج کی مصروفیت نے تھ

۱۱۳۳ وَ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجَعْفَرِي فَقُلْتُ أَلَا أُعِيبُكَ مِنْ رَأْفِ تَمِيمٍ يَرَكُّ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَنْتَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۷ البریم کی زبردستی اس کا زبردستی ابھی میں اب مصر کے منتی تھے عبد الوہاب بن مروان عبد الملک بن مروان کا بھائی انہیں ترمی کیسے بلاتا اس اپنے سامنے بٹاتا ابن جابر نے نہیں شہد دو گریں میں ذکر کیا ہے۔

۱۸ البریم بلند درجہ تابعی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔

۱۹ نیز یہ سنت مرکبہ بھی نہیں۔ ہادی کے کہنا کہ قتارہ پسندیدہ یہ ہے کہ یہ دو رکعت معجب ہیں کیونکہ ان کے پاس سے یہ احادیث صحیحہ ضمیمہ آئی ہیں۔

حضرت کتب بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے اور اس

۱۱۳۴ وَ عَنْ كُتَيْبِ بْنِ عُجْبَةَ قَالَ إِنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مَسْجِدَ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ



فَقَالَ هَذِهِ صَلَاةُ الْبُيُوتِ -  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

میں نماز مغرب کی جب لوگ غار سے نکلے  
تو آپ نے انہیں دیکھا وہ لوگ کے بعد بیٹھ کر  
ہیں انہیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا یہ گھروں کی نماز ہے۔  
(ابوداؤد)

وَفِي رَوَايَةٍ الْبُيُوتِ وَ  
الْبُيُوتِ قَامَ نَاسٌ يَتَنَفَّلُونَ فَقَالَ  
الرَّبُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الصَّلَاةِ فِي الْبُيُوتِ

ترمذی اور سنن کی روایت میں ہے لوگ نفل  
پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز لوگ گھروں میں  
پڑھا کر رہے

۱۷۔ مجروحین کی پیش جم کا زبرد۔ آپ صحابی ہیں۔ بیعت شجرہ رضون کے اصحاب میں سے ہیں۔ ان کے حالات دوسرے  
مواضع میں ذکر ہو چکے ہیں۔

۱۸۔ نبی عبدالاشہل ایک قبیلا کا نام ہے۔

۱۹۔ اس سے مغرب کے بعد کی دو سنتیں مراد ہیں۔ یعنی آپ نے دیکھا کہ مسجد میں ہی یہ دو سنتیں بھی پڑھتے ہیں۔

۲۰۔ یعنی یہ مغرب کی سنتیں یا مطلق نفل نماز گھروں میں پڑھنی چاہیے نہ کہ مسجد میں۔

۲۱۔ واضح ہو کہ نماز نفل یعنی غیر فرض گھروں میں پڑھنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی یہ تھا۔ مگر کسی سبب یا  
عذر کی بنا پر خصوصاً مغرب کی سنتیں آپ نے کبھی مسجد میں ادا نہیں کیں۔ بعض علماء نے کہا اگر مغرب کی سنتیں مسجد میں پڑھیں تو  
سنت ادا نہ ہوگی بعض نے کہا یہ سنتیں مسجد میں ادا کرنے والا گناہ کا ہوگا۔ کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی  
مخالفت کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حکم واجب کے لیے ہوتا ہے۔ مگر جہوہ اس پر ہیں کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ بہتر  
یہ ہے کہ یہ سنتیں گھروں میں پڑھی جائیں۔ حاضیہ ہدیہ جامع صغیر سے لکھا کہ اگر ایک آدمی نے نماز مغرب مسجد میں پڑھی اور  
اسے اندیشہ ہو کہ گھر میں جانے سے کسی کام میں مشغول ہو جائے گا تو یہ سنتیں مسجد میں ہی پڑھ دے۔ اور اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو  
پھر نفل یہ ہے کہ گھر جا کر پڑھے اور اگر گھر میں جانا ناممکن ہو تو پھر مسجد کے دروازے سے باہر بیٹھے۔ اگر امام نے مسجد کے  
اندرون سے پڑھی ہو۔ اور اگر امام نے مسجد کے خارجی حصہ میں نماز ادا کی ہو تو پھر یہ بھی سنتیں مسجد کے خارجی حصے میں  
ادا کرے اور اگر ایسی مسجد ہو کہ اس کا اندرون اور بیرون حصہ الگ الگ نہ ہو تو پھر کسی ستون کے پہلو میں یا کسی کوٹے  
میں یہ سنتیں پڑھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ  
يَسْأَلُ اللَّهَ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ يُطِيلُ الْقَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ  
بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ  
الْمَسْجِدِ -

یہاں دو رکعتوں کی رکعتیں طویل کرتے ہیں  
مکہ کے اہل مسجد منتشر ہوجاتے ہیں

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اے اہل مسجد سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے یہ سنتیں مسجد میں پڑھی تھیں۔ آپ کا یہ عمل کسی سبب اور عذر پر محمول ہے  
جس کی وجہ سے آپ گھرنے جا سکے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ گھر میں پڑھی ہوں اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس  
حالت میں پایا۔ کیونکہ آپ کا گھر مسجد کے متصل تھا۔ مسجد اور گھر کے درمیان صرف ایک دیوار تھی۔ پھر اہل دیوار میں ایک سبب ہوا تھا  
جو مسجد کی طرف کھلتا تھا۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سنت مغرب میں یہ تھا کہ قرأت کچھ کچھ آجائے آپ نے کی۔  
کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے  
تھے۔

۱۱۶۶ وَ عَنْ مَكْحُولٍ يُبْلَغُ بِهِ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ  
أَنْ يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَ فِي رَوَايَةٍ  
أَزْبَعَ رَكْعَاتٍ تُفَعِّتُ صَلَوَتَهُ فِي  
عَلَتَيْنِ مُرْسَلًا -

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتا ہے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو

ہو کہ یہ ایک رکعت پڑھے اور پھر دو رکعتیں پڑھے

کئی مغرب کے بعد پڑھے کہ اس سے اس کی

اور ایک رکعت پڑھے کہ چنانچہ کسی بڑے سے

ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے

حضرت مغرب کے ایک رکعت پڑھنے اور پھر دو رکعتیں پڑھنے

تھو کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھو پھر دو رکعتیں پڑھو

دو دنوں کے بعد پڑھو کہ اس سے اس کی

حدیثوں کو لایا ہے کہ اس سے اس کی

سے زیادتی کہ شعبہ الاحکام میں کہ اس سے اس کی

وَ عَنْ حَدِيقَةَ نَحْوَهُ وَ نَادَى  
فَكَانَ يَقُولُ عَجَلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ  
الْمَغْرِبِ فَإِنَّمَا تُرْفَعَانِ مَعَ  
الْمَكْتُوبَةِ رَوَاهُمَا لَزِيْنٌ وَ نَدَى  
الْبَيْهَقِيُّ الزِّيَادَةَ عَنْهُ نَحْوَهَا فِي  
شُعَيْبِ الْإِيْمَانِ -

اے حضرت مکحول ثانی میں مشہور تابعین سے ہیں اور ان کے بلند مرتبہ ثقہ حضرات ہیں سے ہیں

۱۱۶۷ عیین ساتری آسمان سے اور پر ایک جگہ ہے بعض نے کہا ہے ساتری آسمان کا ایک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عالم

کے دیوان کا نام ہے جس میں وہ عالمین کے اعمال لے کر جاتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے جناب عزت حق تعالیٰ کے حکم میں سب

۳۵ اہل اشراف اور اقرب جگہ کا نام ہے۔  
۳۶ یعنی کھولنے سے بطریق ارسال روایت کیا۔ یہ حضرت کھول کثیر الارسال شخصیت تھے۔  
۳۷ اور حضرت مدنیہ سے جو صحابہ میں سے ہیں انکی حدیث کا مانند روایت کی گئی ہے۔  
۳۸ یعنی فرضوں کے متصل ان کو پڑھو۔

۳۹ اس لیے انہیں فاصلہ کے بغیر جلدی ادا کرو تا کہ اعمال سے جانے والے ملائکہ کو انتظار نہ کرنی پڑے غلطی یہ ہے کہ قرائت اور دعایا ذکر میں فرضوں کے بعد ثبوت صحیح روایات سے ہو چکے۔ اس جلدی کے خافی نہیں۔ یا لیل کہا جائے گا کہ ان اذکار کا دور کھٹوں کے بعد پڑھنا اس جلدی کے خافی نہیں ہے۔ اور گذشتہ باب الکر بعد الصلوة میں اس طرح کی کچھ مشکوٰۃ ذکر کی ہے۔ البتہ یہاں ایک چیزوں میں کشمکش ہے کہ ان دو رکعت کی گھر میں ادائیگی کی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یا نہ ہو اگر کسی کا گھر مسجد سے دور ہو تو گھر جانے سے اس جلد ادائیگی کی غلات ورزی لازم آتی ہے تو وہ کیا کرے۔ اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں ان دو میں ظاہر یہ ہے کہ گھر ہی جا کر پڑھے کہ گھر میں پڑھنے کے بارے میں تاکید زیادہ آئی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت محمد بن عطار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں نافع بن جبر نے انہیں حضرت سائب کے پاس اس چیز کے پڑھنے کے لیے بھیجا جو حضرت امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی تھی انہوں نے فرمایا ہاں میں نے امیر معاویہ کے ساتھ مقصورہ میں جو پڑھا جب امام نے سلام پیر تو میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور وہیں نماز پڑھی جب وہ گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا یہ کام آئندہ نہ کرنا۔ جب جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ۔ یہاں تک کہ کوئی بات کر لو یا سہل جاؤ۔ کیونکہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا کہ ہم بغیر کام سے بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں یہ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ  
إِنْ كَانَتْ بَيْنَ جَبْرِ أَرْسَلَهُ إِلَى  
السَّائِبِ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَأَى  
مِنْهُ مُعَاوِيَةَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ  
نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي  
الْمَقْصُورَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ  
قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ  
الْمَسْجِدَ رَأَى فَقَالَ لَا تَعْدِلُنَا فَعَلْتُ  
إِذَا صَلَّيْتُ الْجُمُعَةَ فَلَا تُصَلُّونَا  
بِصَلَاةٍ حَتَّى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنْ  
تَسَلَّمَ صَلَّوْا حَتَّى يَكُنِيَ رَسْمُكُمْ  
مِمَّا نَرَا بِذَلِكَ أَنْ لَا تُصَلُّوا بِصَلَاةٍ  
حَتَّى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ  
وَاللَّهُ مُسْلِمٌ

(مسلم)

۱۷ آپ تابعی ہیں اور نافع بن جبیر بن مطعم بھی تابعی ہیں اور حضرت سائب صحابی ہیں۔  
۱۸ ادراس سے منع کیا ہو۔

۱۹ مقصورہ مسجد کا وہ جگہ ہے جو کبر بن ادراس کے لیے بنائی جاتی ہے۔ یہ لفظ قصر سے مشتق ہے یعنی اونچا محل  
۲۰ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر گئے۔

۲۱ یعنی جہاں فرض نماز پڑھی جائے اُتدہ وہیں نفل نماز پڑھنا۔

۲۲ شکرۃ بعض نسخوں میں لفظ صلوٰۃ نہیں ہے۔ تو باریت کا ظاہر مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے میں حکم دیا کہ جمعہ کے ساتھ دوسری نماز طائیں جب تک کہ بات نہ کر لیں یا مسجد سے باہر نکل آئیں۔

۱۱۹/۶۹ وَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ  
إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ  
فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّي  
رُبْعًا وَإِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ صَلَّى  
الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ فَصَلَّى  
رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ  
فَنُتِلَ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر  
رضی اللہ عنہ جب جمعہ کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھتے تو  
ان جگہ سے جہاں جمعہ پڑھا ہوتا ذرا آگے ہوتے  
اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر اور آگے ہوتے  
اور چار رکعت پڑھتے اور جب مدینہ طیبہ میں جمعہ  
کی نماز پڑھتے تو ان کے ساتھ ہی گھر آ جاتے۔  
اور گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ مسجد میں نہ پڑھتے  
حضرت ابن عمر سے دریافت کیا گیا کہ آپ ایسا  
آگے میں آ کر پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں پڑھتے کیوں کرتے  
ہیں۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے  
ابو داؤد اور ترمذی کا یہ طریقہ ہے۔ حضرت ابی  
مرکز دیکھا کہ آپ نے جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں پھر  
اس کے بعد چار رکعت پڑھیں۔

وَرَفِي رَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ  
لَا بَيْتُ ابْنِ عُمَرَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ  
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ لَدُنْهَا

۱۷: میں یہاں عطا نام کے کئی آدمی گزرے ہیں۔ یہ جریگ بھی تابعی ہیں۔

۱۸: آپ کا یہ ذرا آگے ہونا نماز جمعہ کے مابین حاصل کی خیریت لکھتا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں  
جو نماز جمعہ کے بعد دوسری نماز پڑھنے سے پہلے کلام کرے یا مسجد سے باہر نکل آئے حضرت ابن عمر کے آگے بڑھنے  
سے یہ شہر پروری ہو جاتی تھی اور آپ کا یہ فعل کلام کرنے یا مسجد سے باہر نکلنے کی طرح تھا۔

۱۹: حاکم چار رکعت بن جاتی تھیں جو آپ جمعہ کے بعد پڑھتے تھے کہ معظمہ میں آپ اسی طرح کرتے تھے۔

۳۷ علامہ نے کہا ہے کہ شاید مکہ اور مدینہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ میں فرق کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ طیبہ میں آپ کا مکان مسجد نبوی شریف کے نزدیک اور اس کے بالکل متصل تھا۔ اور مکہ میں مسافر ہوتے تھے امداد آپ کی رہائش حرم سے دور تھی۔ اسی لیے ذرا آگے بڑھتے کو آپ گھر واپس آنے کی حیثیت دے دیتے تھے اور مکہ معظمہ میں جو آپ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے تو اس کی وجہ یہ بھی کہ حرم شریف مکہ میں ہر عبادت کا ثواب دگنا ہے۔ ترمذی نے امیر المؤمنین حضرت سی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم دیتے پھر چار رکعت کا۔ یونس (صاحب مشکوٰۃ) نے بھی حدیث طحاوی ترمذی سے نقل کیا ہے اور کتابہ فی روایۃ الترمذی الی آخرہ۔ جیسا کہ حضرت علی بنی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔

۳۸ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعت سنت ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک چھ رکعت ہیں۔ پھر دو یہ جمعہ کے بعد کی نماز کا حکم ہے۔ جمعہ سے پہلے سنت نماز ثابت ہے۔ بعض محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور اس انکار میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ بعض نے کہا کہ جو لوگ جمعہ سے پہلے سنت نماز ثابت کرتے ہیں وہ ظہر پر قیاس کرتے ہیں مگر قیاس کے ساتھ سنت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے مگر حق بات یہ ہے کہ جمعہ سے قبل بھی سنت نماز ثابت ہے۔ اس میں گفتگو طویل ہے ہم نے شرح سفر السعادة میں وہ گفتگو کر دی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

## بَابُ صَلَوةِ اللَّيْلِ

### لائت کی نماز کا باب

۳۹ واضح ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز شب کے بارے میں مختلف روایات آئی ہیں۔ مختلف ایام میں مختلف رکعات کی صورت میں آپ پڑھتے تھے پھر نفل عبادت ادا کرنے والا امتی مختار ہے کہ حضور کے جس طریقہ پر بھی عمل پیرا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کا شرف حاصل کرے گا اور اگر متعدد اوقات میں آپ کے سب طریقوں پر عمل کرے تو یہ زیادہ موافق اور زیادہ مناسب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لائت کی نماز کی رکعات کی تعداد ۱۱، ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ آئی ہے۔ بعض علماء نے پانچ رکعت بھی بیان کی ہیں۔ البتہ تیرہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ پھر بعض علماء تو اس تعداد میں سنت فجر کو بھی شامل کرتے ہیں۔ بعض شامل نہیں کرتے۔ شامل نہ کرنا زیادہ صحیح اور زیادہ درست ہے۔ پھر وتر نماز کبھی آپ ایک رکعت پڑھتے۔ کبھی تین رکعت۔ بعض روایات میں عدد وتر کو اس تعداد میں شمار کیا اور بعض



میں اس سے خارج نکھا۔ اور بعض روایات میں ایک رکعت کو دو رکعات بعض میں تین رکعت کو بعض روایات میں پانچ رکعت اور بعض میں سات رکعت کو بھی وتر کہہ دیا۔ اور بعض روایات میں ساری نماز شب کو دو ترکہ دیا۔ جب کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت وتر پڑھتے تھے جب آپ بوڑھے ہو گئے تو پھر چار رکعت وتر پڑھتے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسے اہل قرآن وتر نماز ادا کیا کرو۔ اس سے آپ نے نماز شب کو اسی کا وہی ہے کہ نماز وتر لانے سے ساری نماز شب وتر بن جاتی ہے۔ جس طرح دن کی ساری نمازیں نماز مغرب سے تراویح کے وتر یعنی طاق رکعتیں بن جاتی ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ نماز بیہوش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی یا اولاست پر بھی فرض تھی۔ بعد میں امت سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ مشہور اور مختار یہ ہے کہ امت پر سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر عمر تک فرض رہی اس بات کا تحقیق اپنی جگہ کر دی گئی ہے۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَقْرَأَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ أَحَدِي عَشَرَ رَكْعَةً

یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شب سے پہلے پانچوں کے بعد نماز فجر تک گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے

مسلم بن عبد اللہ بن سلام میرے تھے اور ایک رکعت کے

ساتھ تراویح کرتے تھے۔ اس میں اتنا دلازبہ کرتے

تھے کہ ایک رکعت کے سربارک اٹھانے سے پہلے

پیسے پچاس آیتیں پڑھ سکتے تھے پھر جب موزن فجر کی

نماز پڑھتے تھے تو پہلے ایک رکعت پڑھتے تھے

اس کے بعد پانچ رکعات پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت

پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت

پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت

پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت

پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک رکعت

بَيْنَ أَنْ يَقْرَأَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ أَحَدِي عَشَرَ رَكْعَةً

يَسْلِمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُؤْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْبُحُ السُّبْحَةَ مِنْهَا

ذَلِكَ قَدَرًا مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ قِيَامًا

مِنْ الْمُؤَدَّاتِ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَزَعَمَ

رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقْوِهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ

الْحَوْنُ لِلْإِقَامَةِ فَيُخْرِجُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ



بعد کلام کرنے کے بارے میں ایک باب باندھا ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کی ہے کہ رَآَا صَلَّی رُکْعَتَی النَّحْرِ فَإِنْ كَانَ لَهُ الْإِلْحَاجَةُ فَكُلَّمَا وَدَّ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ يَعْنِي حِينَ جَبَّ بِفَرْجِهِ دُونَ مَنَاقِبِ بِرْهَدِیْتِے تَرَاَکُمْ مَجْدُے آپ کو کوئی کام ہوتا تو مجھ سے گفتگو فرماتے ورنہ نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ بھی کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علمائے صحابہ بطور فجر کے بعد سے نماز فرما کر نے تک کلام کرنا مکروہ جانتے تھے مگر یہ کہ ذکر الہی کیا جائے یا کوئی بہت ضروری بات۔ یہی احوال امام حق کا قول ہے مانتہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ سے گفتگو کرنا اسی نوعیت کا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ کا قول غل غل کانت لہ الی حاجۃ الی امر کو ظاہر کرتا ہے اور اگر اس قسم کی ضروری بات نہ بھی ہو تو ربات کر لینا سنت کو باطل نہیں کرتا نہ اس سے سنتیں دوبارہ پڑھنی پڑتی ہیں مگر جب کہ اس وقت میں احتیاط اور تکمیل ثواب کے پیش نظر بات کرنے کو شدید مکروہ قرار دیا جائے۔

۳۳۰ وَ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى  
رُكْعَتِي الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِيهِ  
الْأَيْمَنِ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے فرماتی  
ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی  
دو سنتیں پڑھتے تو اپنے دائیں پہلو پر سو  
جاتے تھے

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

واضح ہو کہ اس حدیث میں دو طرح کا کلام ہے۔ ایک سنت فجر کے بعد سونا دوسرے عا میں پہلو پر سونا۔ قول اہل کے متعلق تو یہ ہے کہ بعض ظاہر یہ اس سونے کو واجب قرار دیتے ہیں مگر یہ بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض اسے فرض نماز کی صحت کی شرط قرار دیتے ہیں کہ اگر نہ سونے گا تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی اور ایک جماعت اس وقت سونے کو مکروہ قرار دیتی اور بدعت کہتی ہے۔ پوشیدہ نہ ہے کہ اسے بدعت کنا حق سے بعید بات ہے کیونکہ اس وقت بیچ کے بارے میں امامیث صحیحہ وارد ہیں۔ لہذا یوں کہا جائے گا کہ اولاً سونا یا نہ سونا بدعتی موضوع ہو گیا یا اس وقت تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ یا اس نیند کو بقصد استراحت پر عمل کیا جائے گا کہ لاکھ لاکھ سنتوں کی عبادت قرار دیا جائے۔ یوں ہی اس نیند کو واجب و ضروری قرار دینا بھی بعید ہے۔ کیونکہ اس بارے میں صحیحہ قطعاً آئی ہیں۔

اور بعض روایات میں سونے کا ذکر نہیں آیا صرف اس قدر آیا ہے کہ آپ سنتیں پڑھتے اور باہر سے کھڑوت نکل آتے۔ لہذا قول مختار پسندیدہ یہ ہے کہ سونا مستحب ہے۔ مکروہ یا واجب نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اگر ارادے سے سونے کہ قدر آیام حاصل کرے۔ اور نماز تہجد کے باعث جو ثقل و تحمل کا حق ہر بجی ہے دور ہو جائے تو بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس ارادے کے تحت نیند کرتے تھے۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری بات یعنی آپ کا دائیں پہلو پر سونا تو یہ آپ کی ہمیشہ عادت مبارک تھی۔ علماء نے کہا ہے کہاں میں حکمت یہ ہے تاکہ گہری میں نیند نہ سوں بائیں۔ کیونکہ قلب یعنی گوشت کا مندرجہ بائیں جانب ہے۔ اگر بندہ بائیں پہلو پر سونے تو دل کو قرار حاصل ہوگا اور اس پر استراحت کا غلبہ نہ ہوگا اور وہ ہی گہری نیند کی بجائے ہوشی اس پر طاری ہوگی۔ اور اس کے یہ نیند سے اٹھ بیٹھنا اور بیدار ہونا آسان ہوگا۔ اسی وجہ سے اطباء نے بھی بائیں پہلو پر سونے کی تلقین کی ہے کیونکہ دل راحت طلب کرتا ہے اور نیند کی حالت میں کھانا ہضم ہوتا ہے۔ کیونکہ حرارت مزید کی اندرون بدن داخل ہو جاتی ہے اور جس قدر نیند کا غلبہ زیادہ ہوگا راحت زیادہ حاصل ہوگی اور کھانا دافر طور پر ہضم ہوگا۔ اور صاحب شرع علیہ السلام نے نیند بھی رکھنے اور رات کو بیداری میسر آنے کے لیے دائیں پہلو پر سونے کو اختیار کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے کم کھانا بھی ضروری ہے۔

واضح ہو کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر سوجاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے خواتین کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد اٹھتے اور تازہ وضو کیے بغیر نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے فرمایا ہے

(میری آنکھیں سوتی میں میرا دل نہیں ہوتا) بعض کہتے ہیں کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت

ہے اور باب الاذان قسم لیلۃ القریس میں اس مقام سے متعلق کچھ بیان ہو چکا ہے۔ اسے ذہن نشین کر لیا جائے۔

۳۳۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ

ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَفِيهَا الْوُتْرُ

وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

(رواہ مسلم)

۱۔ یعنی ایک رکعت یا تین رکعات وتر

۲۔ یعنی اس تیرہ رکعات میں جو آپ رات کو پڑھتے تھے دو رکعت سنت فجر کو شامل کیا گیا ہے کیونکہ یہ دو رکعتیں رات کے چھپنے کے متصل اور اختتام شب کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ رات میں آپ کی اصل نماز گیارہ رکعات ہوتی تھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں آیا ہے۔ صاحب مغر السعادة نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی رات کی نماز فجر کی سنتوں کے علاوہ تیرہ رکعات ہوتی تھی۔ مگر وتر ان تیرہ رکعت میں داخل ہیں۔

۳۴۔ وَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ

عَائِشَةَ عَنْ صَلَواتِ رَسُولِ اللَّهِ

۱۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

۲۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ  
فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَارْحَضِي  
عَشْرَةَ رُكْعَةً سِوَى رُكْعَتَيْ الْفَجْرِ  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں  
ہر روایت کیا کہ آپ نے پڑایا سات رکعت اور کھڑی  
اور گیارہ رکعت ہوتی تھیں۔ ہر ایک دو سنتوں کے ساتھ  
(بخاری)

۱۵ حضرت سروق رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔ آپ چھوٹی عمر میں چڑھے گئے تھے۔ اس بنا پر آپ کا یہ نام پڑ گیا۔  
۱۶ یعنی کبھی سات کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعت  
سے ظاہر یہ ہے کہ اس استثناء کا تعلق گیارہ رکعت سے ہے اور اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ تیرہ رکعت  
سنت فجر کو ملا کر ہوتی تھیں۔

۱۱۲۵ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ  
صَلَوَتَهُ بِرُكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قرآن  
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے  
لیے اٹھتے تو دو ہلکی رکعتوں سے شروع  
کرتے تھے۔

۱۵ اس سے وہ دو رکعت مروی ہیں جو آپ صبح کے بعد ادا کرتے تھے اور ان کا ذکر فرما کر کتاب میں اس بارے  
میں قرآن اور فعلی روایات آچکی ہیں۔

۱۱۲۶ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُفْتَحِ  
الصَّلَاةَ بِرُكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے تو دو ہلکی  
رکعتوں سے شروع کرے۔ (مسلم)

۱۱۲۷ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ  
عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا  
فَتَحَدَّثَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
بہنہ مائمونہ میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
میں گھر کے ہاں برسوا کی رات نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم بھی ان کے پاس تھے آپ اپنے گھر والوں  
کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔





بَشَرِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ  
وَفِي رَوَايَةٍ لَهَا وَاجْعَلْ فِي  
نَفْسِي نُورًا وَاعْظُمْ لِي نُورًا  
فِي الْآخِرَى لِلْمُسْلِمِ اللَّهُمَّ اعْظُمْ  
نُورًا۔

بائیں نور کرنے اور میرے اوپر میرے نیچے میرے آگے اور  
میرے پیچھے نور کرنے اور میرے چھل کو نور کرنے  
اور میرے گوشت میرے خوں اور میرے بالوں اور پیرے  
میں نور پیدا کر دے۔ بخاری و مسلم۔ اور ان دونوں کا ایک  
دوسری روایت میں یہ لفظ آئے ہیں اور میری روش  
میں نور پیدا کر دے اور مجھے اعظم نور عطا فرما اور رسم کی  
ایک دوسری روایت ہے اسے میرے اللہ مجھے نور  
عطا کرے۔

❖

❖

❖

❖

۱۷ یعنی ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں پئے تھے۔  
۱۸ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ضرورت و مصلحت کے تحت مشک کے بعد باتیں کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ باب اوقات الصلوٰۃ  
میں بھی گزرا۔

۱۹ بعض روایات میں لا تخلف الیعا و تک پانچ آیتیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ مگر یہ ہونے کے بعد مسلمان کی طرف  
نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے وقت بھی ان آیات کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے اور بعض روایات میں سواک کے وقت بھی ان  
کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

۲۰ اصل میں لفظ قمریہ آیا ہے۔ قات کی زیر اور راس کن یعنی مشک  
۲۱ عربی میں لفظ خناق آیا ہے۔ شین کی زیر نون مخفف۔ آخر میں قات۔ یعنی دوری پار کی جن کے خارج مشک  
کا منہ باندھتے ہیں۔

۲۲ اصل میں لفظ جفتہ ہے۔ جیم کی زبر فاس کن اور نون۔ یعنی نہت بڑا پایہ (ٹہ)  
۲۳ یعنی آپ کے اس وضو میں نہ اسراف تھا اور نہ ہی منہ بعد سے بھی کم پانی۔ یعنی آپ نے غسل پانی نہ بھایا جو  
حد اسراف کو پہنچ جائے اور نہ آناکم کہ اعضائے وضو کو تروتازہ بھی کر سکے جیسا کہ فرمایا۔ لم یكثر وقد حذر۔  
۲۴ یہ تیرہ رکعت نماز ترویل کے ساتھ ہوگی۔ سنت فجر کی دو رکعتیں اس کے علاوہ ہیں۔ اہل طریقہ حدیث حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ فجر کا دو سنتیں بھی ان تیرہ رکعت میں شامل ہیں۔ اور  
جب کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ثلاث کی نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک مختلف تھا۔ اس سے کبھی اتنی  
اور کبھی اتنی رکعات پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کا قطب و مدار حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما اس حدیث ہیں۔

۹ اور یہ سانس کی نالی کے کشادہ ہونے اور ترانے جھانی کے صاف اور متعہ وغیرہ سے محفوظ ہونے کی علامت تھی۔

۱۰ اور اس بات کی اطلاع دی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ سب نمازی حاضر ہیں اور مسجد میں جمع ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ اطلاع دینا اذان کی اطلاع دینے کے علاوہ ہے۔ اذان کی اطلاع آپ کو اس وقت دی جاتی تھی جب کہ دیر ہو۔ نبی بڑی تھی اور آپ گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔

۱۱ یعنی آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور سنتیں پڑھیں۔

۱۲ یعنی نیند سے بیدار ہو کر تازہ و منورہ کیا۔ کیونکہ غیور سے آپ کا وضو نہ ٹوٹا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ بیان میں معلوم ہوا۔  
۱۳ یعنی اس دعا کے کلمات جو آپ سنت جو اور فرض کے درمیان پڑھتے تھے۔ اکثر مشائخ کامل الکی پر ہے اور تہجد کے بعد اس دعا کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس حدیث میں بھی اس دعا کو تہجد پر محمول کیا جائے اور اسے دعائے طویل کہتے ہیں۔ حضرت امام شیخ شہاب الدین ہمدانی قدس سرہ نے حراف میں فرمایا۔ ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس دعا کو اپنا ہمیشہ کا اور بنایا مگر اس شخص نے جسے اللہ تعالیٰ نے برکت اور نور سے بہرہ ور فرمایا ہے اور یہی دعا ہے اس کے آخر میں یہ کلمات ہیں اللھم فی قلبی نوراً الی آخرہ

۱۴ تاکہ ہر چیز صحت و یقین اور شہود الہی میرے شامل مال ہو جائے اور میرا سارا وجود نورانی ہو جائے بلکہ یہ نور مجھے ذات حق تعالیٰ میں فانی کر دے۔

۱۵ یعنی ایسا نور جو دائرہ حواس و جہات سے باہر ہو۔

۱۶ یعنی بعض مادیوں نے دنی لسانی نور کا اضافہ کیا۔ یعنی میری زبان میں نور پیدا کر دے تاکہ دوسروں کو جو نور شہود اور استغاضہ اسرار وجود کرنا چاہتے ہیں میری نورانی زبان سے جو ابہام اور توہمات کی ظلمت سے محفوظ ہے، آبیر کر دوں۔ اور دینی ابہام کے فہم کی تائید سے جو ابہام کا ذریعہ کی معمولی سی مادہ سے بھی پاک ہے۔ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کر دوں۔

۱۷ یعنی نے اس طرح روایت کی انجیل بنی عیسیٰ نوراً۔ و شمسی نوراً۔ و بشری نوراً۔ یعنی میرے ٹپوں میں نور ڈال دے۔ میرے گوشت میں نور پیدا کر دے۔ میرے خون میں نور بھر دے۔ میرے بالوں میں نور ڈال دے اور میرے پیٹے میں نور بھر دے۔

۱۸ نفس روح حیوانی سے جارت ہے جو روح اور جسم کے درمیان بزرگ و پردہ ہے اور نور و لطافت اور ظلمت و کدورت کے وسط میں ہے۔ تاکہ میری روحانیت نور احکام سے متصف ہو جائے اور نورانیت کی بہت غالب آجائے اور خیر و طاعت میں ہی اضافہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا داعظم فی نوراً یعنی میرے لیے نور عظیم پیدا کر دے۔

۱۵۹ اس فقرے میں گزشتہ تمام تفصیلات کو مجمل بیان کر دیا یعنی اسے اللہ اپنی قرابت سے وہ صفہ عطا کر جس سے میرا ظاہر اور باطن - میرا جسم و روح - زیر و زبر پیش و پس اور میرا دایاں بایاں پوری طرح روشن نور ہو جائے یہاں تک کہ میں اس طرح ہو جاؤں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

الرد و نم نے روی بیرون  
و گزشتہ درون و بیرون

ترجمہ - تو میرے باطن سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگرچہ تو میرے ظاہر و باطن کو اپنی گرفت میں سے لے لے کر  
اد جب کہ نور خاص اسم الہی اور اس کی ذات مقدس کا مصداق ہے تو کسی نے اس دعا کا حاصل اور خلاصہ بیان کرتے ہوئے یوں کہا۔

سرتاپا ایم خدا کے سرتاپا بیت

یعنی میں سر سے پاؤں تک تیرے سرتاپا پاؤں پر خدا اور قربانی ہوں

اِنَّهُ يَكُلُّ شَيْءٌ يُحِيْطُ بِهٖ شَكَّ اللّٰهُ تَعَالٰى نَسِيْهُمُ جَفِيْرًا اَمَّا لَمْ يَكُنْ اَبْرًا هٖ  
۱۱۲۸ وَ عَنْهُ اِنَّهٗ نَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ دعا بیان کی ہے کہ

ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھ کر فرمائی کہ

پڑھتے ہوئے فرمادیا۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

اَلْاَرْضِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ

قَامَ فَصَلٰى رَكْعَتَيْنِ اَطْلَالَ

فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَ الرُّكُوْعَ وَ

السُّجُوْدَ ثُمَّ اَنْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى

نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَأْذِنُ

وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هُوَ لَا اَلِّيَّاتِ

ثُمَّ اَوْتَرَ ثَلَاثَ

(رواہ مسلم)

اظہار یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی حضرت میر تقی میر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ دعا پڑھ کر فرمائی کہ

پاس سرگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سرگئے





۸۰۔ صحیح کو نہ میں فوت ہوئے۔

۸۱۔ یعنی اپنے آپ سے کہا۔

۸۲۔ یعنی بہت ہی لمبی

۸۳۔ توبہ پانچ دوگانے ہوئے۔ اس ترتیب سے کہ ہر بعد دوگانہ پہلے دوگانہ سے ہلکا تھا۔

۸۴۔ اگر دو ہلکی رکعتوں کو اس نماز میں شامل نہ سمجھا جائے تو پھر یہ حدیث تین رکعت وتر پر مبنی ہوگی اس کا اگر شمال قرار دیا جائے

تو اس صورت میں وتر ایک رکعت ہوں گے۔ پہلی معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ ہلکی دو رکعتیں تحتہ الوضوء کے دو نفل ہوتے تھے۔ نہ کہ رات کی نماز۔

۸۵۔ یعنی مؤلف نے کہا کہ قول ثم صلی رکعتین وہما دون التین قبہما اربع مرات۔ یعنی یہ قول چار بار ہے جس کا مجموعہ آٹھ رکعت بنتا ہے اور پہلی دو رکعتوں کے ساتھ جو بہت لمبی تھیں، دس رکعتیں بنتی ہیں۔

۸۶۔ اور کتاب حمیری میں جس میں صحیحین کی حدیثوں کو جمع کیا اور افراد مسلم میں۔ اور اس میں تین قسم کی احادیث ہیں۔ ایک وہ جو بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں جنہیں دونوں نے روایت کیا۔ دوسری وہ جس میں بخاری ایکسے ہیں۔ اور امام بخاری کا اس سے مخصوص ہیں اور اس کی روایت کرتے ہیں وہ متفرق ہیں۔ تیسری قسم وہ کہ اس میں امام مسلم ایکسے ہیں۔ اور وہ اس کی روایت میں متفرق ہیں۔ امام بخاری نے انہیں روایت نہیں کیا پس صحیح مسلم کے متن میں یہ عبارت چاند فہمہ مانع ہوئی اور کتاب حمیری میں بھی ایسا ہے۔

۸۷۔ جامع الاصول وہ کتاب ہے جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ مبالغہ آمیز کام مؤلف کی جانب سے صاحب معانی پر ایک طرح کا اعتراض ہے کہ اس نے اس قول کو تین بار ذکر کیا جس کا مجموعہ گیارہ رکعت بنتی ہیں۔ نیز اس نے یہ توجیہ کیا ہے کہ تین بار لفظ طوئیں طوئیں طوئیں چھ رکعت پر محمول ہے اور اس میں صرف طوئیں طوئیں ہے۔ اور ہلکی رکعتیں اس سے خارج ہیں اور دراصل ایک رکعت پڑھا اس توجیہ کے مطابق تیرہ رکعت بنیں۔ لہذا ان کے اس توجیہ کی تکفیر ہو جاتی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ لفظ طوئیں کا تکرار تاکید اور تطویل میں مبالغہ کے لئے ہے۔ لہذا کہ جس نے کہا کہ یہ توجیہ صحیح ہے۔

۱۱۳۰۔ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَلَقَدْ كَانَ أَكْثَرُ صَلَوَاتِهِ جَالِسًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ

میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہانگیر کا تذکرہ

دور سے کیا تو اس نے فرمایا کہ آپ کی زیادہ تر نمازیں

کہ ہوتی تھیں (بخاری و مسلم)

۸۸۔ یعنی جب منصف پیری کی وجہ سے آپ بن دار ہو گئے اور بڑھاپے کے باعث آپ کو پناہ ہم مار کبھی بھی محسوس ہونے لگا۔

۸۹۔ یعنی ناز شب یا مطلق نوافل آپ بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ لفظ بکن وال منصف اور اس کی پیش

سے روایت کیا گیا ہے اور یہ بلاشبہ سے شق ہے یعنی قریمین اور جم کا جو محل ہوتا۔ یہ لفظ دال کی نہ بارود شد سے بھی روایت کی گیا ہے۔ یہ تدوین سے شق ہے یعنی بڑھا پا۔ بعض علماء نے اس روایت کو زیادہ پسند کیا ہے۔ کیونکہ آپ کے صلیہ شریف کے بیان میں علماء نے یوں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتدل اقلق (مقتدل وجود والے) اور پھر یرے بدن واسے تھے۔ اور فرہرہ اں کے منافی ہے۔ بعض علماء نے یہی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حضرت عائشہ کی حدیث کی وجہ سے اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے۔ فَلَمَّا اسَنَّ وَاخَذَ لَا اَللّٰهُمَّ۔ (جب آپ عمر ہو گئے اور گوشت بڑھ گیا) گوشت کا اعتدال کے طور پر بڑھنا اعتدال پر پیدا ہونے اور جم کے مٹول ہونے کے منافی نہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۱۳۱ و عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَرَ الَّذِي كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقْرُنُ بَيْنَهُمَا فَذَكَرَ عَشْرِينَ سُورَةً  
مِنْ آثِلِ الْمُفَصَّلِ عَلَى تَالِيَةِ ابْنِ  
مَسْعُودٍ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ أُخْرَى  
حَسْرَ الْكُفَّانِ وَ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے ایک دوسری سے متقی جتنی سورتوں کو خوب  
جانتا ہوں جنہیں آپ ایک دوسری سے ملاتے تھے قر  
حضرت ابن مسعود نے اپنی تالیف کے مطابق اول مفصل  
سے لے کر بیس سورتوں کا ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھتے تھے ان میں میں  
آخری یہ دو سورتیں تھیں حَسْرَ الْكُفَّانِ اور عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ  
(بخاری و مسلم)

۱۱۳۲ یعنی ہر سورتیں قدر و منزلت اور لمبی چھٹی ہونے میں ایک دوسری کی نظیر اور مثل تھیں۔ آپ ان کو ایک دوسری سے  
ماکر پڑھتے تھے۔

۱۱۳۳ مفصل کا مطلب اقراءت میں بیان ہو چکا ہے کہ قول مشہور کے مطابق سورہ حجرات سے تا آخر قرآن مفصل سورتیں  
ہیں مگر یہ سورتیں ہر ایک دوسری کی نظیر و مثل ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جمع و تالیف قرآن کے یہ مطابق ہیں۔ بعض  
صحابہ نے بعض مصلحتوں کے تحت قرآن پاک کی ایک خاص ترتیب بنا رکھی تھی۔ جسے حضرت مالک بن کعب اور حضرت عبداللہ بن  
مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کیا تھا علماء یہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن پاک کے مصلحت کے موافق ایک  
ترتیب دے رکھی تھی۔ اس ترتیب سے ناسخ و منسوخ کا پتہ چل جاتا تھا۔ اس کے بعد جب ثابت ہو گیا کہ قرآن پاک کی ترتیب  
وہی کے مطابق ہے۔ اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ کہ حضرت جبریل نازل کرتے وقت کہتے  
تھے کہ اے محمدؐ کو تلاں سورت کے بعد رکھا جائے اور اس آیت کو تلاں کہہ اور اس پر اجماع بھی منع ہو گیا اور صحابہ کے  
اتفاق سے عثمانی مصاحف لکھ کر تیار ہو گئے۔ تو پھر کسی اختلاف و اشتباہ کی گنجائش نہ رہی۔ اور آپ ایک دوسری سے متقی  
جتنی سورتوں کو ملا تے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔

۳ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وہ بیس سورتیں اس ترتیب سے ذکر کی ہیں جو امام سیوطی کی تفسیر اتقان میں بیان کردہ ترتیب کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۱۳۲ عَنْ حَذِيقَةَ آتَه رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكَبرِيَّةِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ ثُمَّ يَقُولُ رَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ وَكَانَ يَقُولُ رَبِّيَ اخْفِزْ لِي فَصَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقْرَةَ وَالْإِسْرَاءَ وَالْأَنْعَامَ شَكَ شُعْبَةً (دَوَاةُ أَبُودَاوَدَ)

حضرت حذیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ تین بار فرماتے تھے اللہ بڑا ہے مکت جبروت اہم کبریاں والا ہے پھر نماز شروع کی تو سورہ بقرہ پڑھی پھر رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کے مثل تھا۔ آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے تھے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو آپ کا قیام رکوع کی مثل تھا۔ فرماتے تھے ربی الحمد میرے رب کے لیے حمد و ثناء ہے۔ پھر سجدہ کیا۔ تو آپ کا سجدہ قیام کی مثل تھا۔ اپنے سجدہ میں فرماتے تھے سبحان ربی الاعلیٰ۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور آپ دو سجود کے درمیان سجدے کی مثل ہی پڑھتے تھے اور کہتے تھے ربی اخفیز لی فصلي أربع رکعات قرأ فیہن البقرۃ والاسراء والانعام شک شعبۃ۔

(ابوداؤد)

۱۵ یعنی تین بار اللہ اکبر کہا۔ پھر ذوالککرت والجمہرت والکبریا والظفر کے الفاظ پڑھے۔ ککرت ملک کا مبالغہ ہے جمہرت جبروت جبر یعنی قہر وغلبہ کا صیغہ مبالغہ ہے۔ یہ صیغہ مبالغہ کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے رحمت۔ رزیت اور کبریا اور عظمت و دوزل قہوب المعنی ہیں اور اگر ایک کوفات پر اور دوسرے (عظمت) کو مضاف پر عمل کیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔

۱۶ یعنی پھر آپ نے دعائے استفتاح سبحانک اللہم پڑھی اور شروع نماز کی دعائیں گذشتہ باب مایقر بعد التکبیر میں گزر چکی ہیں۔

۱۷ یعنی لمبائی میں۔ کہ جس طرح قیام کو مقررہ عادت کی مقدار سے قنوت کی درازی سے دراز کیا رکوع کو بھی ذکر و تسبیح کے ذریعہ قیام کی مقدار دراز کیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیام و رکوع فی الحقیقت درازی میں برابر تھے۔ بلکہ درازی میں ایک دوسرے کے نزدیک تھے۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ یعنی اوقات و دوزل برابر بھی ہوتے تھے۔ جیسا کہ نسائی نے حضرت صوف بن ملک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔ ہم نے شرح میں اسے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۸ روایات میں اس کے علاوہ اور اذکار اور دعائیں بھی آئی ہیں۔

۱۹ یعنی لمبائی اور درازی میں تو یہ رکوع کی طرح تھا۔

۲۰ یہ الفاظ آپ نے کر پڑھے۔ اس کے علاوہ اور اذکار بھی آتے ہیں۔

۲۱ بعض روایات میں اس سے زائد کلمات می آئے ہیں۔ جیسا کہ باب السجود میں گزرا۔

۲۲ یعنی یہ شیعہ کو شک ہے جو حدیث کا راوی ہے کہ چوتھی رکعت میں سورۃ مائدہ پڑھی یا سورۃ النعم۔

۱۳۳۳ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
ابن العاص قال قال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم من قام  
بعض آيات لم يكتب من  
الغافلين ومن قام بمائة آية  
كتب من القانتين ومن قام  
بألف آية كتب من المقنطين.  
(نفاة أبو داود)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کی نماز میں دس آیات پڑھتا ہے وہ غافل میں نہیں لکھا جاتا۔ اور جو شخص سو آیات کے ساتھ قیام الیل کرتا ہے وہ اطاعت گزار لوگوں میں لکھا جاتا ہے۔ اور جو رات کی نماز میں ایک ہزار آیت پڑھتا ہے اس کا نام عظیم ثواب حاصل کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

۱۵ یعنی دو رکعت یا گیارہ رکعت میں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیات سورۃ فاتحہ کے علاوہ ہیں۔ یعنی صوف دس آیات پڑھنے کی مقدار رات کو اٹھ کر نماز میں پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والے سے غفلت کا نام اٹھایا جاتا ہے۔ اور

اسے غفلت کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا اور اسے غفلت کی پستی سے نکل لیا جاتا ہے اور یہ سب سے کم درجہ ہے۔  
۳۱۔ قانتین یعنی اطاعت کرنے والے اور خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کرنے والے اور خدا کو دلا کر دے والے۔  
یہ درمیانہ درجہ ہے۔ قانتین قنوت سے شوق ہے یعنی طاعت الطول قیام اور شریع و مضموع۔

۳۲۔ اور ان لوگوں کی طرح ہوتا ہے جو بہت سامان و اسباب حاصل کر لیتے ہیں۔ انتظار مال کثیر کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ  
تظار کا لفظ کم از کم ستر ہزار دینار پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ ثواب کا اسلی درجہ ہے۔ اس سے بھی بلند بہت سے درجے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مدارج عطا کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قنوت اس  
طرح ہوتی تھی کہ کبھی آپ آواز بلند کرتے کبھی پست  
کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

۱۱۳۴ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ  
قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَ يَخْفِضُ طَوْرًا  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ یعنی قنوت وقت کے مطابق عطا کرنے کا ہے کہ اگر آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوتے تو بلند پڑھتے اور اگر  
وہاں کوئی سوا ہوتا تو پھر پست آواز سے پڑھتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بلند پڑھتے  
کہ گھر میں طہار ہوا آدمی آپ کا آواز سن لیتا تھا جب  
کہ آپ مکان کے اندر پڑھ رہے ہوتے تھے۔

۱۱۳۵ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ  
قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى قَدْرٍ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ  
فِي الْحُجْرَةِ وَ هُوَ فِي الْبَيْتِ -  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ مجروح کی تفسیر معن خانہ اور دیوان خانہ سے کی گئی ہے۔ بعض علماء میں کہتے ہیں کہ وہ اندر بیٹھتے ایک ہی جگہ اور بے معن  
جب آپ گھر کے معن کے اندر پڑھتے تو گھر میں پاس بیٹھنے والا آپ کی قنوت سے متاثر ہو جاتا تھا اور آپ کو جب آپ  
نماز مسجد میں ادا کرتے تو مسجد کے باہر تک آپ کی آواز جاتی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ابن عباس  
رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حالت باہر کے قراپ کا  
آواز دیا جس سے حدیث اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حدیث  
اکبر ہستہ آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ اور  
آخرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کے پاس سے گزرے

۱۱۳۶ وَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ إِذَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبَى بَكْرٍ  
يُصَلِّي وَ هُوَ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ  
وَمَنْ يَعْمُرُ وَ هُوَ يُصَلِّي رَافِعًا



صَوْتُهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ  
تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ فَتَدُ  
أَسْمَعْتُ مَنْ تَجِئْتُ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَ  
أَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْقِظُ الْمُسْلِمَانَ وَ  
أُطْرِدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ  
مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ  
أَخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى

التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ)

۱۴ کہ تیرے اپنی آواز کس سے اتنی پست کر رکھی ہے۔

۱۵ اور میں سے لازم زیاد کی باتیں کر رہا ہوں۔

۱۶ کہ تیرے بلند آواز سے پڑھتے کا کیا سبب دباؤ ہے۔

۱۷ جو بات کے وقت بیدار نہیں ہوتے مگر بیدار ہونا چاہتے ہیں زمین کی گرانی اور ایسی کی مداخلت انہیں بیدار نہیں ہونے

دینی۔

۱۸ مگر قرآن پاک سننے سے جھاگ جائے اور دائرہ دوسراں کے گرد نہ گھوم سکے شیطان تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ  
کے پاس سے بھی جھاگتا تھا اور جب آپ قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے تو اس وقت ایسی اس مکان کے قریب بھی نہ آسکتا تھا۔  
ان دونوں خبروں نے اپنی اپنی نیت بیان کی دونوں کا مقصد و موقف درست ہے۔ جیسا کہ علماء فرماتے ہیں۔ جب کوئی شخص پاس  
نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے ذکر نہ کرنا چاہیے اور نہ قرآن بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ مگر سوائے آدمی کے پاس بلند آواز  
سے پڑھنا چاہیے۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ غفلت میں پڑے ہوئے بیدار ہو جائیں۔ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے  
جو آدمی نماز ہو اور اتفاق سے سر ہوا ہو اسے نماز کے لیے جگانا چاہیے اور جو ایسا نہ ہو اسے نہ جگانا چاہیے۔ تاکہ اس

ایک گھڑی میں نماز کا تکلف نہ بن سکے اور صحابہ کے تمام لوگ نماز کے پابند تھے اور اس بارے میں پوری کوشش سے کام لیتے تھے۔

۱۵۔ یہ وسط و ابدال کے طریقہ پر چلنے کی ہدایت ہے۔ اور اس عادت کو تبدیل کرنے کا حکم ہے جسے ان حضرات نے اختیار کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ مریدین کے بارے میں مرشدین کا ملین کا طریقہ اور تصرف ہوتا ہے۔

۱۱۳۷/۱۸ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ رِبَايَهِ وَالْآيَةُ إِنْ تَعَذَّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات ایک ہی آیت کا تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کر دی۔ اور وہ یہ آیت تھی إِنْ تَعَذَّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اگر تو ان کو عذاب دے تو بیشک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے

(ترمذی و ابن ماجہ)

۱۶۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی آیت کے ساتھ صبح تک قیام پل کیا کہ نماز میں اس ایک سائیت کا تکرار اور اس میں تدبیر کرتے رہے بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ اس میں دلالت ہے کہ قیام میں سب سے زیادہ تکرار نماز کو باطل نہیں کرتا اور نہ ایک ہی آیت کے تکرار سے نماز میں کوئی ضرر و نقصان لاحق ہوتا ہے۔ بلکہ نشاط و خوشی کے وقت ایسا کرنا مستحب ہے یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بعض اوقات ابنا الصراط تا آخر سورت بیعت کو اچھا لگتا اور ذوق ملتا کہ ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا فرض نماز میں ایسا نہ کرنا چاہیے نفل نماز میں ایسا کرنے کا اختیار ہے۔

۱۷۔ یعنی وہ آیت جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات پڑھتے رہے یہ تھی إِنْ تَعَذَّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اور اصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے بارے میں قول ہے کہ آپ نے درگاہ حق تعالیٰ میں عرض کیا کہ اگر تو ان کو عذاب میں مبتلا کرے تو وہ تیرے بندے ہیں کیا کر سکتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کی بنا پر اس کے استحقاق میں اور تیری رحمت و مغفرت کے لائق۔ اور اگر ان کے استحقاق عذاب ہونے کے باوجود تو ان کو بخش دے تو تو غالب ذات ہے کسی کی کیا جہالت ہے کہ تجھے کہے کہ تو نے ایسا کیا اور کیا ہے اس میں ضرر کوئی حکمت و مصلحت ہوگی۔ گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مدعا گاہِ عزت میں اپنی امت کا حال عرض کیا اور ان کے لیے مغفرت چاہی۔

حضور الہمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت سنت پڑھے تو اپنے

۱۱۳۸/۱۹ وَعَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ



النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
قُتِلْتُ وَأَنَا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ  
لَا دُفَيْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ حَتَّى آذَى فَعَلِمَ  
فَلَمَّا صَلَّى صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَهِىَ  
الْعَتَمَةُ اضْطَجَعَ هَوِيًّا فِي الْبَيْتِ  
ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَتَنَظَّرَ فِي الْأُفُقِ فَقَالَ  
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا حَتَّى  
بَلَغَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ثُمَّ أَقْبَى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى فَرَاشِهِ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا  
ثُمَّ أَقْرَعَ فِي قَدَحٍ مِنْ رِذْوٍ لَا  
عِنْدَهُ مَاءٌ فَاسْتَنْ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى  
حَتَّى قُلْتُ قَدْ صَلَّى قَدْرَ مَا نَامَ  
ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى قُلْتُ قَدْ نَامَ  
تَدْرُ مَا صَلَّى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَعَلَّ  
كَمَا فَعَلَ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ  
مَا قَالَ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ  
الْفَجْرِ.

(نفاۃ النساخی)

اے محمد مکی پیش۔ آپ اکابر تابعین سے ہیں۔

اے یعنی میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں۔ اس میں حرز کر دوں اور اسے محفوظ رکھوں۔  
اے یعنی وہ نماز مشابہ ہے تمہارے کہتے ہیں۔ یہ لفظ عرب کی نماز سے اخراج کے لیے ہے کہ اسے بھی مشابہ جاتا ہے

کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے سچا مالا کہا کہ میں  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا کہ قسم  
خدا کی میں نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکروں  
گاہ۔ حتیٰ کہ آپ کا مل دیکھ لوں جب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے عشاء یعنی غنیمت پڑھ لی تو کوئی رات تک بیٹھ  
رہے پھر جاگے تو کنارہ آسمان میں نظر فرمائی پھر کہا  
ہمارے رب تو نے اسے بیکار پیدا کیا یہاں تک کہ  
تو نفل الیعاد تک پہنچ گئے۔ پھر اپنے بستر کی  
طرف جھکے وہاں سے سراک نکالی پھر اس  
برتن سے جراب کے پاس نکالتا پانی پیائے  
میں اٹھ بیٹھا پھر سراک کی پھر کمرے ہوئے نماز  
پڑھ گئے۔ پھر اس نے سراک کے پاس سے  
سراک کے بعد نماز پڑھ لی۔ پھر بیٹھ گئے حتیٰ کہ  
میں نے کہا کہ آپ بعد نماز سے پھر نماز پڑھ گئے  
تو جیسا پہلے بار کیا تھا دینا ہی کیا اللہ برحق  
فرمایا تھا دینا ہی فرمایا۔ اے اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کام میں بد

الذی

اول نام میں رب کے عباد کی طرف کوٹا اور شا کو مقرر یعنی تاریکی کہتے تھے۔ اس کے بعد وشار کو حرم کہنے سے روک دیا گیا۔ اس معنی کی تحقیق باب اوقات صلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۔ اصل میں لفظ تمنا آیا ہے۔ صا کی زحہ داو کی زیر اور باکی شتر یعنی زمانہ طویل۔ بعض نے کہا یہ لفظ رات کے ساتھ خاص ہے۔

۱۸۔ یعنی آسمان میں اور اکثر روایات میں فی السماء کا لفظ واقع ہوا ہے اور اس روایت میں اتق کا ذکر گویا اس بنا پر آیا ہے کہ ستارے اتق میں احوال کے قریب زیادہ روشن اور تاباں دکھائی دیتے ہیں۔

۱۹۔ دوسری روایات میں آتا ہے کہ آپ اس آیت کی ابتداء فی خلق السموات والارض سے کرتے تھے اور آخر صلوٰۃ یا لا تحلف الیہا تک پڑھتے تھے۔

۲۰۔ اصل عربی میں لفظ قل آیا ہے۔ یعنی کسی چیز کو نرمی سے کہینا۔ جس طرح شمشیر کو نایم سے نکالتے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن مہک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے

فرمایا کہ تمہیں ان کی نماز سے کیا نسبت ہے۔ آپ نماز پڑھتے

تھے۔ پھر نماز کے بعد سوتے تھے۔ پھر سونے کے

بعد نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد سوتے تھے۔

حتیٰ کہ صبح کرتے پھر آپ کی قرأت بیان کی تو ایسی

قرأت کرتے کہ ایک ایک حرف صان جدا جدا کے

(البراد، ترمذی، نسائی)

۱۱۲۲ وَ عَنْ یَعْقَبَ بْنِ مَمْلُکٍ اَنَّ

سَالَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَةَ النَّبِیِّ صَلَّی

اَللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَآءَةِ النَّبِیِّ

صَلَّی اَللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ صَلَوتِہِ

قَالَتْ وَ مَا لَکُمْ وَ صَلَوتُہُ کَانَ

یَعْنِیْ تَفْرِیْطًا قَدَرًا مَا صَلَّی بِحَقِّ

یَعْبِدُ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَآءَتُہُ مَا ذَاہِ

تَعَتَتْ قِرَآءَةُ مُفَسَّرَةٍ حَرَفًا حَرَفًا

بِقَاءِ اَمْرِ دَاوُدَ وَ اِلٰہِ مِذَی وَ

النَّسَائِی

۲۱۔ یحییٰ بن مہک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ تمہیں ان کی نماز سے کیا نسبت ہے۔ آپ نماز پڑھتے تھے۔ پھر نماز کے بعد سوتے تھے۔ پھر سونے کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ پھر نماز کے بعد سوتے تھے۔ حتیٰ کہ صبح کرتے پھر آپ کی قرأت بیان کی تو ایسی قرأت کرتے کہ ایک ایک حرف صان جدا جدا کے

اس میں سے ہیں۔

۲۲۔ یعنی تمہارا آپ کی نماز سے کیا کام اور آپ کی نماز کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو اور آپ کی نماز کی طرح تم لوگ

کس طرح نماز پڑھتے ہو۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ اس کلمہ سے حضرت ام سلمہ کی ملاو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آنے پر

آپ کے حالات گریا کر کے ان پر حسرت اور انہوں نے انہیں اظہار ہے۔ پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی نماز کا ذکر

فرمایا جو اہم اور افضل ہے۔



۳۵ اور اس کی کیفیت بیان فرمانے لگیں۔

## بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

### جب رات میں اٹھے تو کیا پڑھے

یعنی ان اذکار و دعاؤں کا باب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم اور ہمیشہ اور تمام اوقات و حالات میں پڑھتے تھے خصوصاً قیام لیل میں جو اوقات و حالات میں افضل اور محبت ربانی اور انوار رحمانی کے چمکنے اور قربت و اجابت کے آثار کے ظہور اور نزول و حضور کے ظاہر ہونے کا وقت و موقع ہے۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

۱۳۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَعَبَّدُ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَكَلَّ اللَّهُمَّ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَكَلَّ اللَّهُمَّ أَنْتَ وَلَكِ الْحَمْدُ أَنْتَ وَلَكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَكَلَّ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ وَعَلَيْكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو کہتے اے اللہ تیرے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور زمین کے تمام مخلوق کا نام رکھنے والا ہے تیرے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور زمین کے تمام مخلوق کے امتیازی ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور زمین کے اندر والوں کا بلدا شہ ہے۔ امتیازی ہی حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے تجھ سے قیامت کا حساب تیری بات حق ہے۔ جنت حق ہے۔ عذاب حق ہے۔ نبی حق ہیں۔ جناب محمد حق ہیں۔ قیامت حق ہے اے اللہ تیرے لیے میں اسلام لایا۔ تجھ پر میں ایمان لایا اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا۔ اور تیری طرف میں نے رجوع کیا۔ تیرے بھروسے پر میں کفار سے

اور تھیں اور تھیں فیصلہ چاہتا ہوں۔ میرے اگے  
پکے پیسے کھے بخش دے اور وہ بخش جنہیں  
تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے  
بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا  
ہے۔ تو ہی معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود  
نہیں ہے۔

تَوَكَّلْ وَإِلَيْكَ أَنْتُكَ وَ بِكَ  
خَاصَّتْكَ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُكَ فَأَعِزَّنِي  
مَا قَدَّمْتُكَ وَمَا أَخَّرْتُكَ وَمَا  
أَسْرَرْتُكَ وَمَا أَعْلَنْتُكَ وَمَا  
أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ  
وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ .

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یعنی جب آپ رات کے بعض حصے میں نماز تہجد کے لیے اٹھتے۔ صبح میں جو دو تہجد کا لفظ نیند اور بیداری دونوں  
معنوں کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد اس کا استعمال زیادہ تر اس نماز کے لیے ہونے لگا جو نیند سے بیدار ہو کر پڑھی جاتی ہے۔  
بعض نے تہجد کا معنی نیند ترک کرنے کا کہا ہے جس طرح لفظ تاثم کا معنی ہے اثم (گناہ) کو چھوڑ دینا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

۱۵ اور جو ان دونوں کے اندر ہیں یعنی ملائکہ جنات اور انسان۔ یعنی تو ہی مخلوق کی حفاظت کا ذمہ دار اور ان کے امور  
کا مدبر اور انہیں قائم رکھنے والا ہے کہ اگر ایک سانس کے لیے بھی اس فیض کے حصول کا سلسلہ بند ہو جائے تو سارے  
عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ بیت

گر خدا در قافلہ بر قافلہ فیض تو برہم قدم قدم سلسلہ

یعنی اگر تیرا فیض قافلہ در قافلہ نہ پہنچے تو یہ سلسلہ کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

اور قرابت کی نفیس مقام کے ساتھ کہ کلمہ نزل مقام کے لیے آتا ہے اُن بنا ہے کہ ان کے لیے قومیت کے ذکر سے  
ان کا شرف و اہمیت ظاہر ہو جائے۔ یہ کہ قتل کا وجود ہونا یہ وہم و گمان ہے کہ ذری العقول چیزیں بنفس خود قائم ہیں اور اپنے  
امور کی خود برہمی اور لفظ قیم، تیرم اور قیام سب بالغہ کے صیغے ہیں۔ اور ان تینوں لفظوں کے ساتھ روایت آئی ہے  
قیام میں جسے ذکر کے مقام میں ان الفاظ کا ذکر مناسب ہے۔

۱۶ تو ہی آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے کہ روشن رکھتے اور وجود عطا کرنے والا ہے۔ یہ تمام مخلوق سے کنا ہے  
تو کی اصلاح میں تو اسے کہتے ہیں جو ظاہر اور اپنے غیر کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس معنی کی تفسیر آیت اللہ ذوالسلطان والارین  
سے کش کرنا چاہیے۔ کاتب حروف (حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہ) کو بھی اس کے ذکر میں ایک مستقل رسالہ لکھنے کی توفیق  
نسیب ہوئی ہے۔ اُن مقام میں ذکر کا ذکر کرنے کا وجہ بالکل ظاہر و مبہن ہے۔

۱۷ ملک (بادشاہ) کا ذکر بھی یہاں مناسب ہے کیونکہ نصف شب میں بادشاہ و بادشاہوں کی یاد آتی تو ان ملک میں تشار (توجہ سے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے) کے مطابق اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے کو پیر کے گداؤں کو عطا فرماتا ہے چنانچہ اکابر اولیاد میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے۔ بیت

ناگہ کہ یافتہم خبر از ملک نیم شب صد ملک نیم روز بیک جوئے خرم

ترجمہ۔ جب سے مجھے ملک نیم شب میسر آیا ہے میں سو ایسے ملک ایک جوئے کے عوض لینے کو تیار نہیں ہوں۔ جن پر نصف دن تک سوج چکا رہتا ہے۔

۱۸ یعنی تمام کمالات کے ساتھ تو ہی حمد ثنا کے لائق ہے۔ اور معدوم و باطل ہونے کے وہم کے بغیر تیری ہی ذات موجود ثابت اور قائم ہے تیرے سوا جو کچھ ہے اپنی صفات میں معدوم و باطل ہے۔ اس کے موجود اور ثابت ہونے کا زیور اسے تیری ذات سے عاریتہ ملا ہے۔

۱۹ تیرا وعدہ حق ہے جو تو نے اپنے بندگان خاص سے دنیا میں مدد و نصرت کا اور آخرت میں اجر و ثواب خصوصاً اپنی ذات کے دیدار کا کر رکھا ہے اور عاشق لوگ اس وعدہ کے بھروسے پر خوش ہیں۔ اگر انہی کی زحمت اور اس دار دنیا کی محنت و مشقت نہ ہوتی تو کونسی سختی تھی جو یہ مسکین عشاق اپنی جان پر نہ ڈالتے۔ بیت

مرا امید وصال تو زندہ میلاد و گردہ صد ہم بجز تسعت بیم ملاک

ترجمہ۔ مجھے تیرے وصال کی امید زندہ رکھتی ہے۔ ورنہ مجھے تیرے بجز سوا ستر پر ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۲۰ تیرا قول صادق اور جس جس چیز کی تو نے خبر دی ہے سب حق ہے۔ یہ سب بیان ہے۔ یہی تفصیل اس طرح بیان ہوئی

والجہ حق والناحق الی آخرہ۔

۲۱ اللہ ہم تک اسلمت یعنی خداوند میں تیرے حکم کی فرمائش جاری کرتا ہوں۔ تیرے آگے عاجزی اور قنوت کی بات نہیں۔ تیرے احکام تشریحی و ارادی کی بجا آوری کرتا ہوں اور انہیں تسلیم کرتا ہوں۔

۲۲ اللہ یعنی ظاہر و باطن میں ہی تیری طرف ہی لوٹتا ہوں۔ تو بہ دانابت و دلالت لایعنی درجہ سے تاہم اوست کا حکم اپنی وارفع ہے۔

۲۳ اللہ یعنی تیری محبت و دلیل اور تیری عطا کردہ قوت و نصرت سے دین کے دشمنوں سے لڑتا ہوں۔

۲۴ یعنی میں اپنا ہر معاملہ تیرے ہی سامنے پیش کرتا ہوں کیونکہ تیرا حکم ہی نافذ و جاری ہے نہ کہ تیرے پیر کا۔ اور تیری ہی ذات کو اپنے اعدا کے درمیان جو دین و دنیا میں مخالفت پر کمر بستہ ہیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم بناتا ہوں کیونکہ کسی امر کا فیصلہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوتا ہے۔

۱۲۳۱ یعنی میرے گناہوں کو

۱۲۳۲ کہ غیر کی اہمیت کا فی فی کا تاکید و تفریح ہے یہ بات جان لینے کے بعد کہ اہمیت حق تعالیٰ کی ذات میں ہی بند ہے

۱۲۳۳ وَ هُنَّ عَائِشَةُ قَالَتْ كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَوَتَهُ

فَقَالَ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِئِيلَ وَ

مِيكَائِيلَ وَ إِسْرَافِيلَ فَاطْرَ

السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ

وَ الشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي

لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ النَّبِيِّ بِإِذْنِكَ

إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

مُسْتَقِيمٍ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۲۳۴ اے اے میں سے جو وہی لانے والے۔

۱۲۳۵ اے اللہ مجھے اس پر ثابت قدم رکھو اور اس ثابت قدمی میں مزید قوت و استحکام عطا کر۔ کیونکہ قرب کے مقامات اور اوقات و تحیات

بے حد دشواری میں۔ اکیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا کا حکم دیا گیا۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا اے میرے رب میرے علم

میں اضافہ کر

۱۲۳۶ وَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَاَزَمَ مِنَ اللَّيْلِ

فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا

شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْعِزَّةُ

وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَ سَبَّحَانَ

اللَّهُ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

حضرت عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو آدمی رات کو جاگے اور کہے کوئی اللہ نہیں سوائے اللہ کے

وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اکیسے بادشاہی ہے ابدی

مردنہا کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ

پاک ہے۔ سب تعریفیں اس کے لیے ہیں اور اللہ

سب سے بڑا ہے اور جبرائی سے بچنے اور نیک کام

کرنے کی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔ پھر  
اس نے کہا اے میرے رب مجھے بخش دے یا اس طرح  
کہا پھر دعا کی تلاش کی دعا قبول کی جاتی ہے پھر اگر اس  
نے ہو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی غارت قبول ہو جاتی ہے  
(بخاری)

وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ  
إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي أَوْ  
قَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتَجِيبْ لَهُ فَبَاتَ  
نَوْضًا وَصَلَّى يُبَلِّغُ صَلَوتَهُ  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ حضرت عبادۃ مشہور صحابی ہیں۔ لقباء انصار میں سے ہیں۔ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں موجود تھے۔ جنگ بدر اور باقی تمام  
غزوات میں شریک ہوئے۔ دراز قد اور حسین و جمیل اور جسم انسان تھے۔

۲۔ تعار یعنی بیدار ہوا اور پہلو بدلایہ نظر میں اس بیداری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس میں آواز بھی ہو جیسا کہ بیدار ہونے  
کے وقت عادت ہوتا ہے۔ یہ عمار سے شتق ہے جس کا معنی ہے شتر مرغ کی آواز۔

۳۔ یہ راوی کو شک ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص علیہم ائمتہ فرمائی یا مطلق دعا کرنے کا ذکر فرمایا جو بندے  
اپنے مقصد کے لیے کرتے ہیں۔

۴۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ دعا جو بندہ اس وقت کرتا ہے کہ وہ ہم اکیس کے نام سے موزوم ہے۔ یعنی جس طرح وہ شخص  
جس کی جیب میں ہر وقت پیسے موجود ہوں۔ اپنے مطلب کی چیز خریدنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ دعا اجابت  
کے لیے تیار اور بالکل قریب ہے۔

۵۔ اس کی یہ دعا تو قبول ہو چکی ہوتی ہے۔ پھر وضو کر کے جب نماز پڑھتا ہے تو وہ بھی درجہ قبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۱۳۷ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَ  
مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اسْتَغْفِرُكَ  
لِدُنْيِي وَآسَأَلُكَ رَحْمَتَكَ اللَّهُمَّ  
زِدْنِي عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ  
إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً  
إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو  
کہتے کہ اے اللہ میں نے تجھ سے تیرے اسم اللہ کی تعریف  
کی تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تائید کی تیری مدد کی تیری  
معاذ کی تیرے مغفرت چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری  
رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے دل کو زیادہ کراہ  
جب کہ تو نے مجھے ہدایت دی تو اس کے بعد میرے دل  
کو ہر کجی سے محفوظ رکھ اور مجھے اپنے پاس سے رحمت



(مَعَاذُ أَبُو ظَاوَدَ)

مطاکرے بیشک تری کامل مطاکر نے ملا ہے۔ (ابوداؤد)

۱۷۔ میں تیری ایسی تنزیہ کرتا ہوں جو تیری ذات کے لائق ہے۔

۱۸۔ کہ وہ تو بے علم کی کوئی انتہا نہیں اور جب کہ صفات و احوال الہی کی کوئی نہایت نہیں۔ اور اس کی تجلیات غیر متناہی ہیں تو زندہ

کا علم بھی ہمیشہ ترقی کرتا اور بڑھتا رہتا ہے۔

۱۹۔ یہ بے دل کو اسلام سے کفر کی طرف اور طاعت سے معصیت کی طرف اور حق سے باطل کی طرف نہ پھرنے دے۔

۲۰۔ یعنی مجھے اپنے مقام قرب خاص سے عظیم رحمت مطاکر۔

۲۱۔ کہ تیری مطاکر کوئی شمار نہیں ہو سکتا اور وہ عدد و شمار سے باہر ہے۔

۲۲۔ وَ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا مِنْ مُسْلِمٍ تَبَيَّنَتْ عَلَيْهِ ذُنُوبُهُ  
فَمَعَاذَ اللَّهِ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا  
إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ رِيقًا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان  
نہیں جو با وضو اور پاک و طاهر ذکر الہی کرتے ہوئے سوتا  
ہے پھر رات میں اٹھتا ہے (عبادت کے لیے) اور اللہ  
تعالیٰ سے خیر کا سوال کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے مطاکر دیتا

(احمد، ابوداؤد)

ہے۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

۲۳۔ وَ عَنْ شَرِيقِ الْهَوَافِي قَالَ  
دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنْ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَتْ إِذَا قُبِلَ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ  
سَأَلْتُهَا عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلْتُ عَنْهُ  
أَحَدٌ كَبَلَتْكَ كَانَ إِذَا قُبِلَ مِنَ اللَّيْلِ  
كَثَرَتْ عَشْرًا وَ حُودُ اللَّهِ عَشْرًا وَ  
قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ عَشْرًا  
وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ  
عَشْرًا وَ اسْتَغْفَرَ اللَّهَ عَشْرًا وَ هَلَّلَ  
اللَّهُ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ ارْقِ أَحْمَدُ  
بِكَ مِنْ مِثْقَ الدُّنْيَا وَ مِثْقَ يَوْمٍ

حضرت شریق المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں میں عیسیٰ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور  
میں نے آپ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جب رات میں اٹھتے تھے تو کس ذکر سے آغاز کرتے  
تھے حضرت عائشہ نے فرمایا تو نے مجھ سے ایسی بات کا  
سوال کیا ہے جس کا مجھ سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال  
نہیں کیا۔ رات میں جب آپ بیدار ہوتے تو دس بار  
اللہ اکبر کہتے۔ دس بار الحمد للہ کہتے۔ دس بار سبحان اللہ  
و بحمدہ کہتے۔ دس بار سبحان الملک القدوس کہتے دس  
بار الحمد استغفر دس بار لا الہ الا اللہ پڑھتے پھر آپ  
دس بار یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ بے شک  
میں تجھ سے دنیا اور دن قیامت کی ٹہکی سے

پناہ لیتا ہوں پھر نماز شروع کرتے ہیں

(ابو داؤد)

اے شریعت میں کی زبردستی اور عادت۔ ہر روز صبح کی زبردستی اس کی زبردستی تالیف میں۔ رضی اللہ عنہ  
 اے اس ورد کو معشرات سمع کہتے ہیں۔ جیسے سبعت عشر کہ ایک مشہور ورد کا نام ہے اس میں دس چیزیں ہیں کہ ان میں  
 سے ہر ایک کو سات بار پڑھتے ہیں۔ یہاں سات چیزیں ہیں جنہیں دس دس بار پڑھا جاتا ہے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
 قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَثَرَ ثُمَّ يَقُولُ بِحَنَكِ  
 اللَّهُمَّ وَبِحَبْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ  
 وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ثُمَّ  
 يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثُمَّ يَقُولُ  
 أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ  
 الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمِّهِ وَ  
 نَفْسِهِ وَنَفْسِهِ رَدَاهُ التَّوَهُُّدُ وَ  
 أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ دَاوُدُ أَبُو دَاوُدَ  
 بَعْدَ قَوْلِهِ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا  
 اللَّهُ قُلْتُ وَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ ثُمَّ  
 يَقْرَأُ -

اے جد بھتی بخت، انا عظمت اور بزرگی۔

اے جس میں وہ انسان کو مبتلا کرنا اسے براہ کرتا ہے۔

عَنْ تَرْبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ  
 قَالَ كُنْتُ أَيْمُنُ عِنْدَ حُجْرَةَ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَنْتُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ثلاث میں بیدار ہوتے  
 تو اللہ اکبر کہتے پھر کہتے پاک ہے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ  
 میں تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔  
 تیرا نام بہت بڑا ہے واللہ ہے اور تیری ذات بلند ہے  
 اسی لیے کہ اس کی حمد و ثنا میں پھر کہتے اللہ اکبر کبیر کہتے  
 الاذباللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم۔ میں اللہ  
 سمیع و علیم کے پاکی شیطاں پرورد سے پناہ لیتا  
 ہوں۔ ان کے دوسرے ادا کے پھر سے ادا ان کے  
 دم مجھ سے۔ ہمذی ناہر داؤد نالی احوال داؤد نے  
 قول خیر کے بعد ان الفاظ کو زیادہ کیا پھر تیری بارگاہ  
 الا اللہ کہتے ادا ان حدیث کے آخر میں کہتا ہے کہ  
 آپ سورۃ فاتحہ پڑھتے اور تیری حمد و ثنا کرتے۔

حضرت تربعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو کے  
 پاس رات بسر کرتا تھا تو میں آپ کو نسا تھا جب آپ

رات میں اسٹھنے کی ترغیب یہ کلمہ پڑھتے ہیں سبحان رب العالمین  
پھر دیر تک یہ کلمہ پڑھتے ہیں سبحان اللہ و بحمدہ  
نسائی۔

اور حرز کی کہ ہاں اس کی فعل ہے۔  
اور حرز نے کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح  
ہے۔

اَسْتَعِذُّ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُولُ  
سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْعَوِيِّ ثُمَّ  
يَقُولُ سُبْحَانَ اَللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ  
الْعَوِيِّ۔ دَوَاءُ الْتَسَاوِي وَالْقَرِيحِ  
تَقْوَاهُ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ  
صَحِيحٌ۔

اے حضرت ربیعہ اعلیٰ اصحاب صفہ اور قدامت صحابہ میں سے ہیں۔ سفوف حضرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے  
۱۷ اصل میں لفظ الہوی ہے۔ اکی زبرا اور یا کی شد سے یعنی زمانہ طویل۔

## بَابُ التَّخَرُّصِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ رات میں اسٹھنے کی ترغیب کا باب

لغوی میں تحریر کا لفظ کسی کو کسی چیز پر اٹھانے اور گرم کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ قیام میں پر تحریر کا معنی ہے۔ رات میں  
اسٹھنے کی رغبت دلانا تھا جس پر ڈرنا اور اس پر عمل کرنے کے معنی میں اور نہ اسٹھنے کے نقائص بیان کرنا۔ قیام میں کے معنی میں  
بے شمار ہیں جب سے عہدہ اور بڑا کام یہ ہے کہ اس وقت بند دل پر خدا تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ایسا کرنے والا  
خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے قریب ہوتا ہے۔ شب بیداری کرنے والوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس وقت جو کچھ خدا تعالیٰ  
سے مانگا جاتا ہے۔ عطا ہوتا ہے اور گناہ بخشے جاتے ہیں۔ بے شک خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے  
دورہ کر رکھا ہے کہ فلاں چیز کے لیے تجھے مقام محمود عطا کروں گا۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ اس شب بیداری کے عمل میں  
آپ کا پیروی کرنے والوں کو بھی اس مقام اور اس وقت کی قربانیت سے بہرہ تو اور حصہ ملے گا۔ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے  
کہا ہے کہ ان دنیاوی بہشت کی لذت کا منورہ وہ لذت و آرام ہے جو سحری کے وقت خدا تعالیٰ سے چاہو سی اور مناجات  
سے حاصل ہوتا ہے۔

حیرت سے دل نشین کاں دلبر خزاں ہے وقت سحری آید یا نیم شبی باشد  
ترجمہ۔ دل کے روبرو ہو کر بیٹھ جا کیو بھر نازک اندام معشوق سحری کے وقت آئے گا یا نیم شب کے وقت۔



## الفصل الاول

## فصل اول

۱۵۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْعِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضُرُّ بِـ عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ مُوَيْلٌ فَأَرْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسَلًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سوئے ہو تو شیطان تمہارے سر کے نیچے تین گزین لگا دیتا ہے۔ ہر گزہ لگاتے ہوئے سونے والے کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے تیرے سونے کے یہ ایسی کافی بات ہے جس سے تم سو جاؤ۔ اگر وہ جاگ اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گزہ کھل جاتی ہے پھر اگر دُعا کرتا ہے تو دُعا قبول ہو جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھتا ہے تو نماز قبول ہو جاتی ہے پھر اگر روزہ رکھتا ہے تو روزہ قبول ہو جاتی ہے پھر اگر حج کرتا ہے تو حج قبول ہو جاتی ہے پھر اگر کسی اور نیکی کرتا ہے تو وہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔

اسے جس طرح جادوگر لوگ جس انسان پر جادو کرتے ہیں تو وہ بھی گزین لگاتے ہیں۔ اگر وہ سو جائے تو وہ سو جائے گا۔ اگر وہ جاگ اٹھے تو وہ جاگ اٹھے گا۔ اگر وہ دُعا کرے تو دُعا قبول ہو جائے گی۔ اگر وہ نماز پڑھے تو نماز قبول ہو جائے گی۔ اگر وہ روزہ رکھے تو روزہ قبول ہو جائے گی۔ اگر وہ حج کرے تو حج قبول ہو جائے گی۔ اگر وہ کسی اور نیکی کرے تو وہ بھی قبول ہو جائے گی۔

بعض روایات میں یہاں تیرہ عقڈ جمع (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) آیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ساری روایات صحیح ہیں۔

۱۵۲ وَعَنْ النُّوَيْرِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ قَوْمَةٍ قَدْ مَاءٌ فَقِيلَ لَهُ لِمَ تَعْنِمُ هَذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ حَسَنًا

حضرت النویری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام میں فرمایا (خُبْرُ بَيْتِكَ كَأَنَّكَ فِيهِ) یہاں تک کہ آپ کے گھر میں جیسا کہ آپ کے گھر میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے گھر میں جیسا کہ آپ کے گھر میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے گھر میں جیسا کہ آپ کے گھر میں ہے۔

تَسْمُوْنَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں تم کو گرا رہندہ نہ ہوں کہ  
(بخاری و مسلم)

(مُسْتَقِي عَلَيْنَا)

اے حضرت بغیر بن خبیر رضی اللہ عنہ مشورہ صحابی ہیں۔

۱۷ یعنی تو کیا میں حق تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر نہ کروں خصوصاً اس نعمت عظیم پر کہ میرے سارے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ اس معنی کی تحقیق دوسرے مقام پر کر دی گئی ہے۔

عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ قَالَ دَخَلَ  
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَجُلٌ فَقِيلَ لَهُ مَا ذَاكَ تَأْتِنَا حَتَّى  
أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ ذَلِكَ  
رَجُلٌ بَالِ الشَّيْطَانِ فِي أَدْنِيهِ أَوْ قَالَ  
فِي أَدْنِيهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا  
گیا اس آدمی کے بارے میں کسی نے کہا کہ یہ آدمی ساری رات  
سویا رہا ہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ نماز کے لیے  
بھی نہیں اٹھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ آدمی  
ہے جس کے کان میں شیطان نے بیجا بکریاں کر دی ہیں۔ یا آپ  
نے فرمایا اس کے دونوں کانوں میں۔ (بخاری و مسلم)

(مُسْتَقِي عَلَيْنَا)

۱۸ اس کا ایک ترک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اذنہ فرمایا یا نبی اذنہ یعنی اس کے ایک کان میں یا دونوں کانوں میں۔  
۱۹ واضح ہو کہ اس کی تحقیق کا علم صرف شارع علیہ السلام کو ہے اور ظاہر معنی پر حمل کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ شیطان  
کا ہوتے کھانے پینے کے کرنے اور بھانے پانے سے زور سے بجا خارج کرنے وغیرہ امور کی نسبت کی گئی ہے تو اس کی طرف  
بال کی نسبت بھی ممکن ہوگی۔ بعض اوقات ان کی سب تاویلات بھی کی گئی ہیں۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک مثال ہے  
جو کہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا نماز سے غفلت اور موزوں کا آواز نہ سننے کے لیے دیکھا اور آپ نے اس شخص کو اس  
آواز سے ملنے کے لیے کئی بار کان میں بول چلنے سے اس کے کان بھاری ہو گئے ہوں۔ اور اس وجہ سے اس کی  
سینے پر بار بار ہونے لگی ہوئی ہے کہ مولا میرے کہ شیطان نے اس کے کان کلام باطل اور لغو سے پر کر دیے  
ان کے لیے اس کی توجہ کاوت یہ کہ ان پر ہونے لگی۔ اب اس کے لیے دعوت حق سننا مشکل ہو گیا یہ دو وجہیں اس جانب  
دعا رکھیں کہ وہ اس کا نماز صبح کے لیے بھی دعا بخار اور نماز فجر کی اذان میں نہ سنی۔ تاہم ظاہر یہ ہے کہ اس سے نماز شب  
ملا رہے ہیں۔ بعض نے کہا یہ اس شخص پر نیند طاری ہو جانے سے کٹا رہا ہے اور کان کی نصیص اس بنا پر کہ یہ بیداری  
کا اثر اور دیر ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھبرا گئے

عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ قَالَ دَخَلَ  
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَجُلٌ فَقِيلَ لَهُ مَا ذَاكَ تَأْتِنَا حَتَّى  
أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ ذَلِكَ  
رَجُلٌ بَالِ الشَّيْطَانِ فِي أَدْنِيهِ أَوْ قَالَ  
فِي أَدْنِيهِ





لانا چاہیے اور ان کی کیفیت و نوعیت کے سمجھنے کے واسطے نہ ہونا چاہیے۔ یعنی اگر قلم اس صفت کے ساتھ مری کے وقت بھی فرماتا ہے۔

۱۷ یعنی مری کا وقت

۱۸ واضح ہو کر دعا کے لیے پڑھنے کا لفظ آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں: یا رب اس کے مقابل لفظ اجابت و قبول آتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: بیک بدی اسے میرے بندے میں تیری ہر حاجت پوری کرنے کو تیار ہوں۔ اور لفظ سوال مانگنے اور طلب کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اس کے جواب میں لفظ اعطا استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ام اعظم کی صفت میں واقع ہوا ہے کہ جب ام اعظم کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کر لی جاتی ہے اور جب ام اعظم کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے تو وہ چیز اسے دے دی جاتی ہے اور کبھی دعا اور سوال ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

۱۹ جو مال نہیں رکھتا اور قرض لے کر قرض ادا کرنا چاہتا ہے اور وہ ظالم ہے کہ مال دولت کے ہوتے ہوئے کسی پر ظلم کرے اور کسی کا حق اسے نہ دے قرض ادا نہ کرنے میں یہ دو چیزیں رکاوٹ ہیں۔ ایک فقر و سرائے ظلم اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے پاک و منزه ہے۔

۲۰ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں اپنی زبان لطف و کرم سے فرماتا ہے یہاں تک کہ فجر پھوٹ پڑتی اور سچ ہو جاتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے بیشک رات میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ نہیں پاتا اسے کوئی مسلمان کہ اللہ تعالیٰ سے اس دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے مگر رب تعالیٰ اسے یہ دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہے۔

۲۱ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا آخِطَاهُ آيَاتُكَ بِذَلِكَ كُلٌّ لِّكَ

(مسلم)

۲۲ مَا مَسْلُومٌ

۲۳ یعنی کسی مخصوص شب میں یہ گھڑی نہیں ہوتی جیسے جمعہ وغیرہ۔ باقی یہ بات کہ وہ گھڑی متعین ہے یا مبہم بعض کہتے ہیں مبہم ہے جیسے شب قدر اور جمعہ کے دن کی گھڑی۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ گھڑی نصف شب کا وقت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ

۲۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ أَحَبُّ الصَّلَوةِ إِلَى اللَّهِ صَلَوةُ  
دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ  
دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَ  
يَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَ  
يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے نزدیک سب سے محبوب اور پیاری نماز حضرت داؤد کی  
نماز ہے اور اسی کے ہاں سب روزوں سے پیارا روزہ حضرت  
داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ نصف رات تک سوتے  
تھے اور تیسرا حصہ شب میں اٹھتے تھے پھر چٹا حصہ شب  
سوجاتے تھے اور آپ ایک دن روزہ رکھتے ایک  
دن انظار کرتے۔ (روزہ در رکعت) (بخاری و مسلم)

لے کہ آپ رات کو اس طرح تقسیم کرتے تھے۔ اول شب میں سوجاتے۔ پھر تیسرا حصہ شب جاگتے اور آخری چٹا حصہ شب  
سوجاتے۔ اس طرح رات کے دو حصے سوتے اور ایک حصہ نمازیں گزارتے۔

۱۵ یہاں مشکل اس میں ہے کہ سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت داؤد علیہ السلام کے اس عمل پر دائماً عمل پیرا رہتے تھے تو پھر یہ عمل اللہ  
کے نزدیک سب سے محبوب عمل کیسے بن گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ترین عمل کو کیسے ترک کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ  
فعل مذکور کا محبوب تر ہونا بعض اعتبارات سے ہے نہ کہ ہر لحاظ سے۔ اور وہ بعض وجہ و اعتبارات یہ ہیں کہ یہ عمل اعتدال  
کے زیادہ قریب اور حفظ صحت کے لحاظ سے زیادہ مفید ہے اور اس وجہ سے بھی کہ رات کے آخری چھلے سے میں سوجانا  
تھکاوٹ و مشقت کو دور کرتا ہے اور رنگ کی زبردستی اور تشنگی کی سببیت میں عبادت کا اثر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ یہ بیان کو غائر  
سے متعلق ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کا محبوب۔ اور پسندیدہ تر ہونے کا بیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں انشاء اللہ  
تعالیٰ آ رہا ہے۔ اور حضور سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضلہما و اکملہما بیان اللہ جل جلالہ کے تعاملاً کے مطابق توفیق ہوتا تھا۔ اور  
لا تعداد حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا تھا جو آپ کی ذات کریم اور آپ کی کائنات پر حرم سے تعلق رکھتی ہیں۔ نیز کہ آپ کی امت  
میں کمزور اور طاقتور ہر قسم کے لوگ تھے۔ اسے خوب سمجھو و باطن التفریق۔

۱۵۸ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي آخِرَهُ ثُمَّ  
إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ  
فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَإِنْ كَانَ  
عِنْدَ الْبَدَاةِ الْأَوَّلِ جُحْبًا وَثَبَّ  
فَافَاضَ عَلَيْهِ الْبَاءُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ  
جُحْبًا قَوَّضًا لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى

حضور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول رات میں سوجاتے اور  
اس کے آخری حصے میں جاگتے۔ پھر اگر آپ کو اپنے  
گھر والوں سے کوئی حاجت برقی تو اپنی حاجت کو پورا کرتے  
اور اس کا حالت میں سوجاتے۔ پھر اگر اذان اولی  
کے وقت جنبی ہو جاتے تو اچھل پڑتے اور اپنے  
اور پہانی بہاتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو وضو  
کرتے پھر دو رکعتیں پڑھتے۔

مُتَعَمِّلٌ

(بخاری و مسلم)

(مُتَعَمِّلٌ عَلَيْهِ)

۱۔ ادا خرب کو زندہ رکھتے یعنی اس میں جاگتے۔ رات کی بیداری کو اسے زندہ رکھنے سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ درمانے کی زندگی اس میں عبادت کرنے سے ہے اور وہ نماز میں عبادت نہ کی جائے، گویا مردہ ہے۔ یا اس سے نفس کو شب بیداری اور عبادت سے زندہ کرنا مراد ہے کیونکہ نیند موت کی طرح ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے النوم اخ الموت۔ نیند موت کی بہن ہے۔ احیاء میں یہ دونوں حیا بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ حدیث کا لفظ بھی اس پہلے معنی میں زیادہ ظاہر ہے۔ خوب سمجھو یہ بات باتا رہی کہ اول شب میں کتنا وقت سوتے تھے اور آخر شب میں کتنی دیر جاگتے اور عبادت کرتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نصف نصف کرتے تھے۔ علامہ نے کہا ہے کہ آدمی رات تک سوتے تھے اور آدمی رات جاگتے تھے اگرچہ رات کو بیداری مختلف امدتوں میں ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔

۲۔ یعنی بے غل کے سوجاتے۔ البتہ وضو کر لیتے تھے اور یہ وضو نیند کی مہلت ہے۔

۳۔ کٹائے حاجت (معا) میں مشغول ہونے کا وجہ ہے۔

۴۔ غلامے اصل سے مراد اذان اول ہے۔ اذان کو اولیٰ کہنے کی وجہ یہ کہ اقامت کی نسبت سے ہے یا اس موزن کا اطلاع

کی نسبت جو آپ کے در اقدس پر حاضر ہو کر آپ کو دیتا تھا۔  
۵۔ یعنی فجر کے وقتیں۔

## دوسری فصل

## الفصل الثاني

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رات میں اٹھنا اپنے اوپر لازم جالو کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہیں رب تعالیٰ کے قریب کرتا اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور برائیوں سے روکنے کا سبب ہے۔

(ترمذی)

(نَعَاةُ التَّوَمِذِي)

۱۔ اصل عربی میں لفظ کفرہ آیا ہے۔ میم کی زبانات ساکن نا کی زبر یعنی مترادف شیدہ کرنا۔ کفارہ گناہ کا بھی یہی معنی ہے۔

۱۵ منہا مہم کی زبرد اور نون ساکن تمام حناست گناہوں کا کفارہ ہیں اور نماز مطلقاً ہمیشہ و منکر سے روکتی ہے اور رات کی نماز تہجد نہایت نفیست کی بنا پر اس معنی (بخشش و مغفرت) میں زیادہ اہم اور اکل ہے

۱۶ وَ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يَضَعُكَ اللَّهُ بِالْجَمْرِ الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيُ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي الصَّلَاةِ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت ہے ایک وہ آدمی جو رات میں اللہ کے نماز پڑھے دوسری وہ قوم جو نماز میں ٹھیک صفیں بنائے۔ تیسری وہ قوم جو دشمن سے لڑائی کے وقت صفیں بنائے۔

(دواۓ فی شرح السنۃ)

(شرح السنۃ)

۱۷ یہ کنایہ ہے رضا و لطف سے اور سرت و رحمت کے متوجہ ہونے سے۔ احادیث میں جو رب تعالیٰ کی طرف ہونے کی نسبت اور اس کا اطلاق ہوا ہے، مشابہات میں سے ہے۔

۱۸ اور متوجہ ہوا اور خدا تعالیٰ کی جناب قرب کی جانب اپنا رخ کرے۔

۱۹ اور دشمنانِ دین کے قتل کرنے میں مکرستہ ہوا اور مولیٰ تعالیٰ کی محبت میں اپنی روح کو منکرو دینے اور دین کی سرپرستی کے لیے ہمت باندھنے سے

۲۰ وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ تَلَصَّكَ السَّاعَةُ فَكُنْ دَوَاكُ الْبَرِّ مِذْبَحِي وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ خَرِيبٌ إِسْنَادًا

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے آخری حصے کے بعد میان اللہ تعالیٰ بندہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے رب کے بہت قریب حالتِ بیداری میں ہوتا ہے۔ اگر وہ طاعت رکعت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی یاد کرے تو اس کو برکت ملے گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث میں حسن صحیح اسناد ہے۔ اسناد کے لحاظ سے۔

۲۱ ابن ماجہ اور ترمذی کی زبرد

۲۲ بندے سے اللہ تعالیٰ کا قریب ہونا اس قرب سے اہم اور اکل ہے۔ جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس آئندہ قتل مبارک میں ارشاد فرمایا ہے۔



۳۔ وہاں بندہ صبح کے ذکر یا غزالتے کا قرب پاتا ہے اور یہاں غلے پر در دگار کمالی و تقدس رحمت کے ساتھ نفل کتاب ہے اور بندے کے قریب ہوتا ہے۔ رات کی نماز مذکورہ دونوں قریب پر مشتمل ہے۔

۴۔ اور لوگ حضور مکی اور نفل قرب کی خواہش رکھتے ہیں کہ بھی ان میں سے ہر جا۔ حضرت عمر بن عبید بن جریج رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اور آپ کی دعا کے قریب لوگوں میں سے ہیں۔ قدیمت کے ظہور کے ابتدا میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے اور حضرت عمر بن عبید بن جریج رضی اللہ عنہ کے دل میں ایک ایک نور توحید داخل ہوا اور شرک و بت پرستی سے آپ کو غرض ہو گئی۔ اس دوران آپ نے سنا کہ مکہ میں ایک ایسا مرد پیدا ہوا ہے جو لوگوں کو توحید کی دعوت دیتا اور نبیوں کی جلالت سے روکتا ہے۔ حضرت عمر بن عبید رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے آپ کے بارے میں حالات معلوم کیے ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الہی سے دشمنان دین کی نظروں سے پوشیدہ رہتے تھے۔ حضرت عمر نے اگر دریافت کیا کہ یہاں کوئی ایسا مرد پیدا ہوا ہے جس نے تمہاری راہ و روش چھوڑ دی ہے اور ایک نئے دین کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک دیوانہ ہے جس نے آباد اجداد کا طریقہ چھوڑ کر ایک نئی رسم کی طرح ڈالی ہے۔

دیوانہ کئی ہر دو جہانش بخشی دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

ترجمہ: تو پہلے اپنا دیوانہ بناتا ہے پھر دونوں جہاں اس کو بخش دے دیتا ہے۔ تیرا دیوانہ دو جہاں کو کیا کرے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ دیوانہ کہاں لی سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ نصف رات کے وقت باہر آتا ہے اور اس گھر بیت اللہ کے گرد گھومتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف شب کے وقت باہر نکلے اور کعبہ کے پردوں میں جا کر چپ گئے۔ اچانک آپ نے ایک مرد دیکھا کہ مردار ہوا ہے ایسا کالی مرد کہ سب مرد اس کے آستانے کی خاک میں اور وہ لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے اور خانہ کعبہ کے ارد گرد طواف کرتا ہے۔ حضرت عمر پردوں سے باہر نکلے اور فریاد کیا اور پوچھا تو کون مرد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں میرا دین لا الہ الا اللہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا میں بھی اسی دین کو چاہتا ہوں۔ اس طرح آپ اسی وقت ایمان لے آئے۔ آپ تیسرے یا چوتھے سال میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا کیا اور فرمایا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے جب وہ وعدہ پورا ہو جائے گا تو میرے پاس آنا۔ حضرت عمر بن عبید رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آ گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تک پہنچے گئے اور درجہ کمال کو پہنچے۔ یہ حدیث اسی وقت سے تعلق رکھتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ

اس مرد پر رحم کرے جو رات میں اٹھتا ہے اور نماز

پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے وہ بھی نماز

پڑھے دَعَا ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَجِمَ اللَّهُ دَعْوًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

فَصَلَّى وَاقْبَلَ أَمَّاتَهُ فَصَلَّتْ يَأْنِ

أَبَتْ نَضَعَهُ فِي وَجْهَهَا الْمَاءَ رَجَعَهُ  
اللَّهُ أَمْرًا قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ  
وَإِيقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلَّى يَانِ  
أَبَى نَضَعَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ -  
(دَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَاوُفِ)

پڑھتی ہے اگر وہ اٹھنے سے انکار کرتی ہے تو اس  
کے منہ پر پانی کے چھٹے لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ  
اس کی نیت پر رحم کرے جس حالت میں اٹھتی اور نماز  
پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بیدار کرتی ہے خود  
بھی نماز پڑھتا ہے اگر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو  
اس کے منہ پر پانی کے چھٹے لگاتی ہے

(ابوداؤد و ترمذی)

۱۷ یعنی خاوند بیری کو چاہیے کہ طاعت و عبادت میں ایک دوسرے کے مدد و معاون بنیں اور دوستوں و رفقاء  
آپس میں ایسا ہی کرنا چاہیے۔

۱۸۳ وَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قِيلَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ آتِنَا الدُّعَاءَ أَسْمَعُ  
قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ وَمِنْ بَابِ  
الْعَبْرَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ -  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت البراءہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کہ رب سے  
رہنما کو جس دعا سنی جاتی ہے۔ نہ رات کے وقت  
آخر کے درمیان کہہ دے۔ اور اس دعا کی دعا ہے کہ  
دعا۔

۱۹ اور اجابت و قبولیت کا مقام حاصل کرتی ہے۔

۲۰ یا اس بابت کا معنی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ماں کی رحمت سے اجابت ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رحمت  
۲۱ یہ بابت شہد کے آخر کی دعا کو ظاہر ہے اور نماز کے آخر میں اس سے حاصل ہونے والی دعا کو ظاہر ہے  
میں مذکور و منقول ہے اور یہ حدیث باب اللہ کے بعد اسلوة میں مذکور ہے

۲۲ وَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ عُزَاقًا يُرَى ظَاهِرًا  
مِنْ بَاطِنِهَا وَ بَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا  
أَعَدَّهَا اللَّهُ لِمَنْ آلَانَ الْحَكْلَامَ  
وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ تَابَعَ الْقِيَامَ  
وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ

حدیث ابی مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
ایسے بلا غافلے ہیں جن کا لہجہ اللہ کے کلام سے  
ظہر آتا ہے اور ان کا اندر کا حصہ باہر سے دکھائی  
دیتا ہے۔ یہ بلا غافلے اللہ تعالیٰ نے ان سے  
بنائے ہیں جو نرم کلام کرتے ہیں۔ کھانا کھاتے  
لگاتار اور صلاے رکعت پڑھتے۔ اور صلاے کا اندر کا حصہ

باعتبار ہے جبکہ رنگ ہوئے ہوئے ہیں۔ اسے جی نے غضب  
الایمان میں روایت کیا اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ  
عہ سے اس کی نقل روایت کیا اور ترمذی کی ایک دوسری  
روایت میں ہے کہ یہ بالا خانے اس کے پیچھے ہیں جو لوگوں  
سے نرم اور اچھی گھٹک کرے۔

رَدَاءُ الْبَشَرِ فِي هَيْبِ الْإِيمَانِ  
وَسَمَى الْإِيمَانُ عَنْ حَوْلِهِ نَعْمَةً  
وَفِي رَدَائِعِهِ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ۔

ایمان کا غلبہ عقائد اور لطافت کا دھڑ سے غرت میں کی پیش را کی نہ یہ غزنیہ میں کی پیش۔ راسا کن بمعنی بلند محل  
اور مکان کے نام پر مکان۔

۱۵ اور لوگوں سے درشت کلام سے پیش نہ آئے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے زندگی بسر کرے۔  
۱۶ مراد یہ ہے کہ کثرت سے روزے رکھتا ہو۔

۱۷ کیونکہ یہ دقت حدیث عبودیت اور اخلاص عمل کے زیادہ قریب ہے۔ ان الفاظ میں درحقیقت صفت تواضع اور  
صفت جود و سخاوت کی طرف اشارہ ہے۔ بیت

شرف مرد و عورت کرامت بسجود ہر کہ این ہر دو خدا در پیش بہر وجود

انسان کا شرف عظمت ہے اور عزت و بزرگی سجدہ (عبادت الہی) سے حاصل ہوتی ہے۔ جو آدمی ان دونوں سے محروم  
ہے اس کا نہ بزرگی ہے نہ عزت ہے۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا اے عبداللہ ظہان آدمی کی طرح نہ  
ہونا۔ جو پہلے رات میں اٹھتا تھا پھر اس نے اسے  
حرک کر دیا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ  
الْعَاصِمِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ  
اللَّهِ لَا تَكُنْ تَمَلَّ وَتَمَلَّ فَلَانَ كَانَ  
يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَقُولُ قِيَامًا

(بخاری و مسلم)

أَسْتَقِي عَلَيْكَ

معاہدے ایک میں شخص کا نام یا تھا۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ مجھے اس ظاہر شخص کے نام  
معاہدے کے کسی بھی اسناد سے چہ نہیں مل سکا۔

۱۷۱۱ اہل کلام سے مقصود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کرنا ہے کہ شب بیزاری میں کثرت نہ کرے اور اس میں حد سے نہ بڑھنا کیونکہ بیاوقات یہ کثرت مال و تمکک کا دل اور بددلی کا موجب جاتی ہے اور انسان شب بیزاری سے بالکل رہنا ہے۔ جیسا کہ اہل صحابی کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری رات بیدار رہتے۔ اور بالکل نیند نہ کرتے ان کے باب نے انہیں اس سے روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اسے بھولو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرماتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے یہ وقت ہیں ایک گھری تھی میں میں وہ اپنے اہل کو بھی بجاتے تھے اور فرماتے تھے اے آل داؤد کھڑے ہرادر نماز پڑھو کیونکہ یہ وہ گھری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں دعا قبول کرتا ہے مگر بادلوں کا اور ظلم کے ساتھ لوگوں سے عذر وصول کرنے کا ہے کیلئے۔

۱۱۶۹ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ يُوقِظُ فِيهَا أَهْلَهُ يَقُولُ يَا آلَ دَاوُدَ قُومُوا فَصَلُّوا فَإِنَّ هَذِهِ سَاعَةٌ يَسْتَجِيبُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِيهَا الدُّعَاءَ إِلَّا لِسَاحِرٍ أَوْ عَشَّارٍ  
دُرِّقَاهُ أَحْمَدُ

۱۱۷۰ لے کہ یہ مشر و رسول کرنے والے بڑے موزی ہوتے ہیں۔ لوگوں سے ناحق ان کے مال و عیش میں بھیجتے رہتے ہیں انہیں حدیث میں شعبان کی پندرہویں کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس شب کو بخش دے دیتے ہیں ماسوائے نماز و شر و میل کرنے والے۔ مادی شراب نوش۔ والدین کے نافرمان اور تہہ بند کو گھنے سے نیچے رکھنے

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرشتے نمازوں کے بعد افضل رات سے دوڑ لیا کرتے ہیں نماز پڑھتے۔

۱۱۷۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَغْرُوبِ صَلَاةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ -  
دُرِّقَاهُ أَحْمَدُ

۱۱۷۲ لے یہ نصیحت نماز اور وقت کے لحاظ سے بیان فرمائی اور مکان کے لحاظ سے نفل نماز گھر میں افضل ہے اس کی حدیث نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو ان کے اس دار فانی سے رحلت کر جانے کے بعد خواب میں دیکھا تو یہی اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا فرمایا طاحت العبارات۔ ونفیت الاشارات وما نفصلا الا کلمات فلیسنا ہا فی جوف اللیل۔ یعنی عبارتیں سٹ گئیں، ارشادات فنا ہو گئے اور ہمیں کسی چیز نے نفع نہ دیا سوائے ان رکعتوں

کے جوہم نے درمیان شب پڑھی تھیں اس عبادت میں حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے سچے طالبوں کو عبادت و ریاضت کے اہتمام و کوشش کی تریف دیا ہے اس امر کی نہمائش کی ہے کہ صوفیاء و متکافروں سے دھوکے میں نہ آنا اور نہ ان کا اعتبار کرنا۔ بیت۔

کارکن کار بگذر از گفتار      کاندر س راہ کار دار و کار

پوری گن سے کام میں مصروف رہ باتیں کرنا چھوڑ دے کہ اس راہ میں کام کرنے سے ہی کام بنتا ہے۔

۱۱۹۸ دَعْنَهُ قَالَ جَلَّ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَئِنْ فُلَانًا يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فَإِذَا أَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ لَئِنْ سَتَنَعَاهُ مَا أَكْفُلُ نَفَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ يَهُيَى فِي شُعَبِ الْإِسْمَاعِيلِيِّينَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے جب صبح کرتا ہے تو چور کی کرتا ہے آپ نے فرمایا جلد ہی رات کی نماز اسے اس بڑے کام سے روک دے گی جو تو کر رہا ہے۔ (احمد اور بیہقی شعب الایمان میں)

لے تو بہ کی توفیق نصیب ہونے اس میں تردید کے سلوک کرنے اور اس میں نماز کی برکت آجائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ بَعْدَ إِذِ انْتَبَهَى۔ اور برائی سے روکتی ہے۔

۱۱۹۹ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ رَأَيْتُ مُرِيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَضَ الرَّجُلُ أَهْلًا مِنْ اللَّيْلِ فَصَلَّى أَوْ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ جَمَعًا كُتِبَ فِي الذَّاكِرِينَ وَ الذَّاكِرَاتِ (بِقَوْلِهِ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد جب رات میں عبادت کے لیے اپنی بیوی کو جگائے اور وہ دونوں یا ان میں سے ہر ایک دو رکعتیں پڑھیں تو وہ ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد و ابن ماجہ)

لے یہ راوی کو شک ہے کہ آپ نے نصیحا کہا بصیغہ تشبیہ یا نفی مفرد کیا۔ مفرد کی صورت میں دونوں میں سے ہر ایک ملا ہے۔

لے جو ہمیشہ ذکر الہی میں لگے رہتے ہیں۔ اور اس وقت کے قیام اور دوسرے کو جگانے کی نفی صلیت کی خصوصیت کے پیش نظر اس میں پوری توجہ مبذول کرتے ہیں۔

۱۲۰۰ وَ عَنْ أَبِي عُبَايَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے



اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَافُ  
أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَاصْحَابُ  
اللَّيْلِ -

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام الہی میں  
بیشک ان کے باب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
رات میں نماز پڑھتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ چاہتا تھا  
کہ جب رات کا آخری حصہ آجاتا تو آپ اپنے اہل کو بھیج  
بجائے تھے۔ انہیں قرآن کے تلاوت کا حکم دیا کرتے  
پھر یہ آیت پڑھتے۔ اپنے گھر والوں کو بلا کر کہہ دیتے  
اور فرود آگئی نماز پر قائم رہتے۔ ہم مجھ سے سن رہے  
ہیں کہ جسے یہ کتاب ہے میں اٹھا چکا ہوں  
تقریباً ہے۔

(بہقی شعب الایمان میں)

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَيْبِ الْإِسْكَانِ

اے یعنی قرآن کے حافظ اور اس پر عمل کرنے والے اور رات میں نماز اور غیر نماز میں پڑھنے والے جیسا کہ آپ  
نے فرمایا اور اصحاب اللیل۔

اے یعنی وہ لوگ جو شب بیل کا کی پابندی کرنے والے اس میں نماز اور قرآن پڑھنے والے ہیں۔

۱۱۱  
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاكَ عُمَرَ بْنَ  
الْخَطَّابِ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ  
اللَّهُ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ  
أَقْبَضَ أَهْلَهُ لِلصَّلَاةِ يَقُولُ لَكُمْ الصَّلَاةُ  
ثُمَّ يَتْلُوا هَذِهِ الْآيَةَ وَأَمْرًا هَلَكَ  
بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرَ عَلَيْهَا لَا تَسْئَلُكَ  
رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى  
(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
بیشک ان کے باب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
رات میں نماز پڑھتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ چاہتا تھا  
کہ جب رات کا آخری حصہ آجاتا تو آپ اپنے اہل کو بھیج  
بجائے تھے۔ انہیں قرآن کے تلاوت کا حکم دیا کرتے  
پھر یہ آیت پڑھتے۔ اپنے گھر والوں کو بلا کر کہہ دیتے  
اور فرود آگئی نماز پر قائم رہتے۔ ہم مجھ سے سن رہے  
ہیں کہ جسے یہ کتاب ہے میں اٹھا چکا ہوں  
تقریباً ہے۔

اے مقدار شب اور عدد رکعات میں سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا۔

اے یعنی ہم جو کہ سارے جہاں کے پروردگار میں مجھ سے اپنے لیے رزق کا سوال میں کہہ دیتے ہیں کہ  
شان اس سے بہت بلند ہے یا معنی یہ ہے کہ ہم مجھ سے یہ سوال نہیں کرتے کہ تو شب رزق اللہ تعالیٰ عطا فرمائیے  
دوڑ بھاگ کرے کہ وہ مجھے نماز سے ہی روک دے۔

## بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

عمل میں میانہ روی کا باب

قصد و اقتصاد کا معنی ہے افراط و تفریط میں درمیانی راہ اختیار کرنا۔ صراح میں ہے قصد و اقتصاد معنی ہر چیز میں

میانہ روی اختیار کرنا غلطی نہیں اتفاق میں قصداً اقتصاد کرتا ہے۔ یعنی خیر کر کے اس میں نہ اسراف کرتا ہے نہ بکثرت۔ علی بن میانہ روئے اختیار کرنا ایک اچھی چیز ہے۔ کیونکہ میانہ روی اس عمل کے دوام کی موجب بنتی ہے اور وہ بندہ اس میں سستی اور تھکاوٹ سے محفوظ رہتا ہے جو اہل کار اس کام کے ترک کرنے کا باعث بن جاتی ہے پھر یہ میانہ روی نفس اور اہل و عیال کے حق کی امداد میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

## الفصل الاول

## پہلی فصل

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَقُتَ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ شَيْئًا قَدْ يَصُومُ حَتَّى نَقُتَ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا سَمَّيْتَهُ وَلَا تَأْتِيَا إِلَّا رَأَيْتَهُ .

(بغداد البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے۔ یہاں تک کہ یہ گمان ہونے لگتا کہ آپ اس ماہ بالکل روزے نہ رکھیں گے اور آپ روزے رکھتے یہاں تک کہ گمان ہونے لگتا کہ آپ اس ماہ میں روزے ہی رکھتے چھ جائیں گے انظار نہ کریں گے اور آپ کی یہ حالت تھی کہ اسے غائب تو نہ چاہے گا کہ آپ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھے مگر نماز میں ہی دیکھے گا۔ اور نہ آپ کو سو رہا ہوا دیکھے مگر سو رہا ہوا ہی دیکھے گا۔ (بخاری)

اس یعنی آپ نہ تو ہمیشہ روزہ دار ہوتے اور نہ روزہ رکھنے میں افراط کرتے اور نہ ایسا کرتے کہ ہمیشہ بے روزہ رہیں۔ تاکہ تفریط لازم آئے بلکہ ہر ماہ میں کبھی روزے رکھتے اور کبھی نہ رکھتے۔ لفظ يُقُتُّ یا کی پیش نظر اس کا زبردستی ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے اور اکثر روایات میں قول کی زبردستی پیش سے بھی مروی ہوا یعنی ہم لوگ گمان کر لیتے تھے۔

اس یعنی آپ صلات میں نماز بھی پڑھتے تھے اور سوتے بھی تھے کہ نہ تو ساری رات نماز پڑھتے۔ نہ ساری رات سوتے رہتے تو آپ کامل اتصال پر مبنی ہوتا تھا اس میں افراط تفریط نہ ہوتی تھی۔ جیسا کہ باب قیام اللیل میں گزرا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ الْأَحْصَاءِ إِلَى اللَّهِ أَذْوَمًا وَأَثَرًا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ قہر ڈاہی ہو۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اس کیونکہ عمل میں جو ہمیشہ جاری رہے زیادہ موثر اور زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ اس عمل کی نسبت جز زیادہ ہو مگر کبھی

کبھی ہو۔ جس طرح ایک ایک قطرہ جو گاتارا درمیشہ گزرتا ہے سواغ کر دیتا ہے بخلاف بہت سے پانی کے جو کبھی کبھی بتا ہوا کہ وہ آنا اثر نہیں کرتا۔

۱۱۶۴ وَ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا -  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اعمال اختیار کرو جن کی طاقت رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نفرت نہیں کرتا جب تک کہ تم خود نفرت نہ کرنے لگو۔  
(متفق علیہ)

اے اور جو تمہارے لیے آسان ہوتا کہ ہمیشہ کے لیے جاری رکھ سکو۔ اس طرح اس عمل کے دوام کے ساتھ اس کا ثواب بھی دائم ملتا رہے گا۔

اے یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک ثواب عطا کرنے سے نفرت نہیں کرتا جب تک کہ تم عمل سے نفرت نہ کرنے لگو اور جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دو۔ حال کا معنی ہے کسی شے کو گراں سمجھنا اور نفیس کا اس کی طرف میلان اور اس سے محبت کرنے کے بعد اس سے نفرت کرنا۔ فارسی میں اس کا معنی ہے عاجز آ جانا لفظ مکمل یا کی زبردستی اور تمکوناً تا کی زبردستی ہے اور میم بھی دونوں میں مفعول ہے۔

۱۱۶۵ وَ عَنْ آئِسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصِلْ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ وَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ -  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک اس حالت تک نہ لڑے جب تک کہ اس کا ذوق و شوق نہ رہے۔  
(متفق علیہ)

اے حدیث میں لفظ نشاط آیا ہے جس کا معنی ہے خوشی اور مسرت ظاہر کرنا۔  
اے فتر تا کی زبردستی یعنی جب سست اور دماغ ہو جائے تو چاہیے کہ بیٹھ جائے انتظار پڑنا چھوڑ دے لیٹ جانے کا حکم نہ دیتے بلکہ صرف بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں اس جانب اشارہ ہے کہ وہ بارہ ذوق و شوق بڑھانے کے انتظار میں بیٹھے تا آنکہ ذوق و شوق لوٹ آئے اور اس میں از سر نو عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے تا لیٹا نہ کرے کچھ لوگ پر فارغ ہو کر گہری نیند سو جائے۔

نامح ہو کر نفس میں ذوق و شوق باقی رہنے تک عمل میں مصروف نہ مانا اور سست و در ماندہ ہو جانے کی صورت میں عمل ترک کر دینے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اور آخر شب میں نفس پر عمل گراں ہونے کی صورت میں عمل کو گھینے میں نقصان ہے۔

چاہیے کہ عبادت کا طلب گار کوشش کرے اور نفس کو کثرت عمل کا عادی بنائے مشقت و سیاحت کا خرگوش بنے حتیٰ کہ سو رکعت اور قرآن کے دس پارے تھوڑے وقت میں اس کے لیے پڑھنا آسان ہو جائے اور اس حد تک پہنچے کہ بھی ذوق و شوق بڑھتا ہی رہے۔ حالانکہ اس سے پہلے اس کے لیے دو رکعت اور ایک پارہ پڑھنا گراں اور بھاری محسوس ہوتا تھا۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

۱۱۶۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ  
اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى  
يَذْهَبَ عَنْهُ النُّوْمُ فَاِنْ اَحَدَكُمْ  
اِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعَسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهٗ  
يَسْتَغْفِرُ فَيَسْبُغُ نَفْسَهُ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی  
کو اذگھ آنے لگے اور وہ نماز میں ہو تو چاہیے کہ سو جائے  
یاں تک کہ اس سے نیند دور ہو جائے کیونکہ تم میں سے  
کوئی آدمی جب نماز پڑھ رہا ہو اور اسے اذگھ بھی  
آ رہی ہو تو اسے پتہ نہ چلے گا شاید کہ وہ استغفار کرنے  
لگے اور بجائے استغفار کے اپنے آپ کو گالیاں دے۔  
(بخاری و مسلم)

۱۱۷۰ یعنی نماز پڑھ کرے اور مکمل کر کے سو جائے۔

۱۱۷۱ نفاس۔ رون کی بیش سے نیند کی گرائی اور اس کی ابتدائی حالت اسے غریبین کی ذریعہ سنتہ کمرہ میں بھی کہتے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَأْخُذْكَ عَنْهَا وَلَا تَوَدُّكَ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰى اذگھ اور نیند سے پاک ہے۔ یہ دراصل ایک لطیف ہوا  
جو قلب و دماغ کی طرف سے آتی ہے اور اذگھ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ دل تک نہیں پہنچتی۔ جب دل تک پہنچ جاتی  
ہے تو اسے نیند کہتے ہیں۔ روقہ و رقاہ میں سے بعضی نیند صرف اذگھ کی صورت میں اگر اذگھ کھڑا ہو اور کام کاج کرنے لگے۔  
جس سے اذگھ دور ہو جائے تو ایسا ہو جاتا ہے مگر جب کہ نیند غالب آ جائے اور اسے ہٹانا دماغ کو نقصان دیتا اور بدن  
کے پوچھل ہونے کا باعث بنتے یہ حالت اختلاف حالات و اوقات سے معلوم ہو جاتی ہے۔

۱۱۷۲ یہ کہ جب سے اسے معلوم نہ ہوگا کہ وہ نماز کا کونسا فعل اور نماز کے کون سے کلمات کہہ رہا ہے ہو سکتا ہے کہ  
وہ استغفار دے گا کہ اسے غلطی واقع ہو جائے اور غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو گالی دے اور بجائے  
اللهم اغفر لی اللهم اغفر لی یعنی اے اللہ مجھے عذاب دے اور مجھ پر لعنت کر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے خشک دین  
اسلام آسانی اور سہولت پر مبنی ہے اور کوئی شخص دین کو

۱۱۷۳ وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ  
یُسْرٌ وَّلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا اُخْلِبَتْ

قیام لیل اور نماز شب کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ حدیث اس باب میں لائی۔

۱۱۷۹ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَتَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو پر نماز پڑھو۔ (بخاری)

اے اگر اے نماز فرض پر محمول کریں تو ظاہر ہے اور اگر نماز نافلہ مراد لیں تو یہ افضل ماکمل کا بیان ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور حضور کا قول مبارک علی جنب (پہلو پر) فقہاء کے قول مختار پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے قول یہ ہے کہ توبہ و بدعت لیٹ کر پڑھے۔

۱۱۸۰ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَوةِ الرَّجُلِ قَائِمًا قَالَ إِنْ صَلَّيْتَ قَائِمًا نَهَضَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّيْتَ قَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّيْتَ نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نماز پڑھنے کے بارے میں کیا چاہا آپ نے فرمایا اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھو تو افضل ہے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھو تو اسے نصف کے برابر ہے۔ اور اگر سوئے ہوئے ہو کر نماز پڑھو تو اسے نصف کے برابر ہے۔ (بخاری)

اے یہ حدیث افضل نماز پر محمول ہے کیونکہ نماز فرض اگر بلا قصد میٹھ کر پڑھے تو قدر رسوخ نہ ہوگی۔ لہذا اسے افضل سے ہو کر جو افضل نماز میں افضل ہے اور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر کوئی مفدا حق ہو تو بجز قیام سا قدر ہو جاتا ہے۔ لہذا اب قیام بیٹھنے سے افضل نہ ہوگا اور بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے سے آدھا ثواب نہ ملے گا بلکہ پورا ملے گا۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ افضل نماز کھڑے ہو کر یا میٹھ کر پڑھنے کی تلاوت ہوتی ہے۔ لیٹ کر پڑھنا جائز ہے۔ عمار کا ایک گروہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگرچہ امام حسن بصری بھی اس گروہ میں سے ہیں جیسا کہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

۱۱۸۱ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو

۱۱۸۱ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ



اَدَىٰ اِلَىٰ فِرَاشِهِ طَاهِرًا ۚ فَصَكَ  
اَللّٰهُ حَتّٰى يُبَدِّرَكَهُ التُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ  
سَاعَةً ۚ مِّنَ اللَّيْلِ يَسْأَلُ اَللّٰهُ فِيْهَا  
خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
اِلَّا اَعْطَاهُ رَايَاةً ذَكَرَهُ التَّوَوُّىُّ وَفِي  
كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّكَيْتِ

اپنے بستر پر پاک ہو کر بیٹھے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے یہاں  
تک کہ اسے نیند آجائے تو رات کی کسی کھڑی میں کر دیتا  
نہ لے گا جس میں اللہ سے دنیا و آخرت کی خیر مانگے  
مگر رب تعالیٰ اسے دے گا۔

اسے نورى نے کتاب الاذکار میں ابن السبی سے

روایت کیا۔

اے اور با وضو بیٹھے۔ لفظ اذکار اور بے مدد و نون طرح مردی ہے۔ بے مدد زیادہ شہر ہے۔ فراش ناکہ زیر سے

بمعنی بستر

۱۸۲۲ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَجِبَ رَبَّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ تَذَارَعَنَ  
وَطَائِفَهُ وَرِجَالُهُ مِنْ بَيْنِ رِجَتِهِ وَ  
أَمَلَهُ إِلَى صَلَاتِهِ فَيَقُولُ اللَّهُ لِمَلَكَيْتِهِ  
انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي ثَمَّ عَنْ فِرَاشِهِ وَ  
وَطَائِفِهِ مِنْ بَيْنِ رِجَتِهِ وَ أَمَلَهُ إِلَى  
صَلَاتِهِ فَعَبَّهٖ رِفْسًا عَنِّي وَ شَفَعَا  
مَعَا عَنِّي وَ رَجُلٌ عَزَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
فَانْعَزَمَ مَعَ أَصْحَابِهِ فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ  
فِي الْإِنْعَزَامِ وَ مَا فِي الرَّجُومِ فَرَجِمَ  
حَتّٰى هَرَبَتْ دَمُهُ فَيَقُولُ اللَّهُ لِمَلَكَيْتِهِ  
انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي ثَمَّ رَجَعَهُ رِجَتُهُ  
عَنِّي وَ شَفَعَا مَعَا عَنِّي حَتّٰى  
هَرَبَتْ دَمُهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب  
دعائوں میں سے بہت راضی ہوتا ہے ایک وہ آدمی جو  
اپنے بستر پر بیٹھے نماز اپنے پیادوں اپنے گھروالوں کے  
درمیان نماز کے لیے کوڑا کھڑا ہو۔ رب تعالیٰ اپنے فرشتوں  
سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنے بستر  
اور گھان سے اپنے پیادوں اور گھروالوں کے درمیان  
سے نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ میری رحمت کی رغبت اور  
میرے عذاب کے خوف سے اور ایک وہ شخص جو اللہ کی  
راہ میں جہاد کرنے کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے  
پھر زندہ کرے کہ اس پر بھاگنے میں کیا عذاب ہے اور واپس  
جہاد کی طرف لوٹنے میں کیا عذاب ہے تو لوٹ پڑے  
یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا جائے۔ رب تعالیٰ اپنے  
فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو میرے بندہ کو کڑا  
میں رغبت اور میرے عذاب سے خوف کرتے ہوئے  
لوٹ پڑا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

(شرح السنۃ)

نَعَاةً فِي شَرَحِ السُّنَنِ



رضی اللہ عنہ سے یہ فعل تعجب و حیرت کی بنا پر ایک بلا قصد و ارادہ واقع ہو گیا۔ علامہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے یہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غارت سے خارج ہونے کے بعد کیا نہ کرناز کے اندر۔  
۴۷ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عبداللہ کے اس فعل کو عجیب و غریب جانا۔

۴۸ تر آپ جیسی تمام الصلوٰۃ والصلوں سے افضل و اکمل ذات سے افضل و اکمل فعل کا ترک کیسے واقع ہوا۔ یہ بڑے تعجب کا بات ہے۔

۴۹ ہاں ایسا ہی ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔  
۵۰ یہ جو میں نے کہا میرے علاوہ میری امت کے دوسرے لوگوں کے لیے ہے۔ میں اس حکم سے خارج ہوں۔  
میرا یہ رد و کار مجھے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا مجھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا میرے اوپر خصوصی فضل و کرم ہے۔ یا یہ بات میرے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف اتنا درجہ کی توجہ اور حضور کی معرفت اور قرب نصیب ہے۔ مجھے دوسروں پر تیاں نہ کرو۔ نہ دوسروں کو مجھ پر۔

حضرت سالم بن ابوالجعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ خزامہ کے ایک آدمی نے کہا۔ لاش میں نماز  
پڑھ لیتا۔ تو راحت پا جاتا شاید لوگوں نے اس بات کو  
معیوب جانا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اے بلال نماز کی  
تجکیر کہو۔ ہمیں اس سے راحت پہنچاؤ۔  
(البداء و)

۱۱۸۲  
۱۳  
وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ  
قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ مُّزَاعَةَ لَيْسَتْ  
صَلَاتُهُ فَاسْتَرْحَتْ فَكَانَتْهُمْ عَابُوا  
ذَلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ اَقِمِ الصَّلَاةَ مَا بَلَغَ اَيُّهَا  
رَبُّكَ اَوْ دَاوُدَ

۱۔ تجکیر کلمہ کنیز میں ساکن و سالم بن ابوالجعد مشہور تابعی ہیں۔ اور ان میں ثقہ شخصیت ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ  
کے دور نہایت ہی مذمت ہوئے۔

۲۔ علامہ ابوالجعد دوسرے صحابہ کرام و تابعین نے اس کی اس بات کو اچھا نہ جانا اور ان کے فہم پر یہ بات گراں گزری۔  
۳۔ یعنی اسے اس میں نماز کے ساتھ حاجت و التجکیر کہو تاکہ ہم نماز پڑھیں اور راحت حاصل کریں۔ دوسری بات یہ کہ نماز میں  
سختی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب راحت تھا نماز کے ادا کرنے اور اس میں بارگاہ حق میں مناجات کرنے سے  
فرخی اعلیٰ اور لوگوں کے دل جل سے نجات پاتے تھے اسی لیے آپ نے فرمایا جعلت قدرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ یعنی نماز  
کے اندر میری آنکھوں کے لیے غنڈک رکھی گئی ہے۔ ان دونوں معنوں کی فرق یہ ہے کہ معنی اول تو یہ ہے کہ ہم ذمہ داری  
سے بری ہو کر طاقت بجالانے، ہم کی فرمانبرداری کرنے بشمولیت کی تھا کاٹنے سے خلاصی پانے اور اس ذات کے ساتھ تعلق

تجلی قائم کرنے کے ذریعہ راحت حاصل کریں۔ اور معنی ثانی یہ ہے کہ نماز کے وجہ ذوق مناجات اور اس شہود ہے جو نماز میں نصیب ہو گا جسے ذریعہ راحت حاصل کریں۔ اور شک نہیں کہ دوسرا معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کے زیادہ مناسب و لائق ہے اور خدائی مرد کا قول پہلے معنی کی طرف رخ رکھتا ہے۔ اسی بنا پر صحابہ نے اسے صیوب جانا یہ ممکن پہلے خدائی مرد کی مراد بھی دوسرا معنی ہی ہو۔ یعنی ہم نماز پڑھیں اور اس کے ساتھ راحت حاصل کریں۔ اور اس واسطے اللہ کے ساتھ خشوعیت سے نجات پائیں خوب سمجھو۔ وباللہ التوفیق۔

## بَابُ الْوُتْرِ

### نماز وتر کا بیان

علماء کے درمیان نماز وتر میں دو طرح کا اختلاف ہے۔ اول یہ کہ دو رکعت ہیں یا واجب۔ اکثر ائمہ اور ضعیفہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس پر ہیں کہ نماز وتر سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہیں۔ تاہم واجب بمعنی فرض نہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ کے نزدیک فرض میں اور ایک روایت میں سنت میں آیا ہے مگر صحیح قول اول ہے کہ واجب میں علماء نے کہا کہ سنت ہونے کے باوجود ان کا تقاضا واجب ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ نماز وتر ایک رکعت ہے یا تین رکعت۔ پانچ اور سات رکعت کا ذکر بھی آیا ہے اکثر ائمہ کے نزدیک وتر ایک رکعت ہے۔ ضعیفہ کے نزدیک تین رکعت۔ احادیث طویلہ میں جانب حامد میں۔ وہ حضرات جو ایک رکعت کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھے اور عام پھیرے اگر پہلے دو رکعت پڑھی جائیں تو یہ مکروہ سے۔ امام احمد رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نماز وتر میں کیا کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اکثر احادیث سے ایک رکعت وتر کا ثبوت ملتا ہے۔ میں بھی اسی جانب ہوں۔ دوسرے وقت میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ دو رکعت پر عام پھیرے اگر استعمال نہ بھی پھیرے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض شافعیہ نے تین رکعت وتر کے قول کو ضعیف اور کمزور ثابت کرنے میں جتنے جتنے کام لیا ہے ادھر یہ ہے کہ تین رکعت کے بارے میں بھی احادیث کثیرہ اور آثار صحیحہ آئے ہیں۔ اور اس باب میں حرج کثیف کی گئی ہے۔ اس کے دلائل وجوب اور اس کے ایک رکعت یا تین رکعت ہونے میں شرع مولیٰ (الصلوات) اور شرع صخر السعاده میں تفصیل سے یہ گفتگو ذکر ہو چکی ہے۔





فِي شَيْءٍ إِلَّا فِيْ آخِرِهَا -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اے تحقیق سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کئی طرح پر ہوتی تھی۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ آپؐ ٹھہر رکعت بڑھتے۔ چہار سلام کے ساتھ دو دو رکعت کر کے۔ اور پانچ رکعت لگاتار اور متصل ادا کرتے و ترکیبیت سے ایک تہجد اور ایک سلام کے ساتھ۔ یہ حدیث صحیح اس بارے میں مرتب ہے کہ پانچ رکعت میں ایک تہجد کے ساتھ اتصال کرتے تھے اور یہ بات فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے جو فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں وہ عدم تہجد کا تاویل عدم سلام سے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ تہجد سے یہاں سلام مراد ہے۔ یعنی آپؐ سلام نہ پھیرتے مگر آخر میں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ بعد از سلام الا فی آخرہن آپؐ سلام نہ پھیرتے مگر ان کے آخر میں اور چار رکعتوں سے خاتمہ رکعتوں کو ایک سلام سے ملانا جائز ہے۔ بالاتفاق اور غصیہ کے نزدیک آٹھ رکعت تک اس طرح کرنا جائز ہے۔

۱۱۸۸ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ  
اَنْطَلَقْتُ اِلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ  
الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِي عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلَسْتُ تَشْرُدُ  
الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَتْ فَاِنْ خُلِقَ نَبِيٌّ اَللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ قُلْتُ يَا اُمَّ  
الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِي عَنْ وَثَرِ رَسُوْلِ  
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَتْ كُنَّا نَعِدُّلَهُ سَوَاكُهُ وَطَهْرُهُ  
فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهُ  
مِنَ اللَّيْلِ فَيَنْتَسِرُكَ وَ يَتَوَضَّأُ وَ  
يُصَلِّيُ ثَمَّ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ رِيعَهَا  
اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَحَمْدَهُ  
وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسَمِعُنَا  
ثُمَّ يُصَلِّيُ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ  
وَهُوَ قَاعِدٌ فَوَلَّتْ اِحْدَى عَشْرَةً

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا۔ عرض کیا کہ یا ام المؤمنین  
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے بارے میں بتائیے  
تو فرمایا کہ تم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہی کیا اس بارے میں  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرآن میں نے عرض کیا۔  
اسے ام المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
کا خبر دیجئے فرمایا ہم آپؐ کی سوا کوئی چیز بھی نہیں  
کہتے تھے تو بات میں حبیب اللہ جانتا نہیں اٹھاتا  
تو آپؐ صراک کرتے اور دُعا کرتے اور پڑھتے  
تھیں۔ اسے آخر میں کے صراکیں دیتے تھے۔  
کرتے اس کا حمد کرتے اور اللہ کی حمد کرتے۔  
سلام پھر سے کھڑے ہوتے تو پھر رکعتیں پڑھتے۔  
پھر اٹھ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے اور اللہ سے  
دعا مانگتے۔ پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ میں سنتا رہتا  
پھر سلام کے بعد وہ رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے۔ اسے پھر  
گیارہ رکعتیں ہوتیں۔ پھر حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ان میں بیٹھتے مگر سلام نہ پھیرتے تھے۔

۷۶ یعنی آپ کے جسم آندریں کا گوشہ بڑھ گیا اس بات پر دار اور ضعیف ہو گئے۔ یعنی آخر عمر فریفت میں شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے کہا کہ آپ کی یہ حالت رحلت سے ایک سال پہلے ہو گئی۔

۷۷ اس محبت کی بنا پر جو آپ کو نماز سے تھی اور یہ دستور اس کے ساتھ کوئی منافات نہیں رکھتا کہ آپ کا نفل پڑھنا وقتاً فوقتاً ہوتا تھا اور آپ اپنے اوپر نفل کو لازم و ضروری نہ گردانتے تھے تاکہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔

۷۸ اور دن میں وہ تفصیل نہ ہوتی تھی کہ کبھی تیرہ رکعت پڑھتے کبھی گیارہ یا نو یا ست رکعت۔

۷۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نفی کی نسبت اپنے علم کی طرف احتیاط کی۔ اور فرمایا میں نہیں جانتی کہ شاید آپ حضرت عائشہ کی باری کے علاوہ یا بعض اوقات سفوف وغیرہ میں کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

تبصرہ واضح ہو کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ لیکن ایک دوسری حدیث اجعلوا آخر صلوٰۃ باللیل و ترا (رات میں اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ) بظاہر اس کے معارض اور مخالف نہیں یہ چیز بعد سے علماء کے لیے مشکل ہو گئی ہے۔ اس لیے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ وتر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے حکم کو اس کا کیا کہ یہ عریض صحیح نہیں ہے امام احمد رحمۃ اللہ نے کہا میں یہ دو رکعت خود نہیں پڑھتا مگر کسی کو منع بھی نہیں کرتا۔ اور جہیز علماء بعد وتر دو رکعت پڑھنے کے قائل ہیں کیونکہ ان دو رکعت کا ذکر احادیث صحیحہ میں آچکا ہے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ لوگ جان لیں کہ وتر کے بعد نفل پڑھنے جائز ہیں۔ لہذا حدیث اجعلوا آخر صلوٰۃ باللیل استحباب پر عمل ہوگی نہ کہ وجوب پر۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا اول رات میں تھا یا آخر رات میں۔ اس بارے میں حضرت ابو امامہ کی حدیث مطلق ہے۔ اس میں صرف اس قدر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ کہا کہ اول شب میں یا آخر شب میں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ دو رکعت پہلی رات میں پڑھتے تھے جب کہ وتر اول رات میں پڑھتے۔ یہ دونوں حدیثیں بلب کے آخر میں آئیں گی اور غریب و مسلم و سنی و اہل بیت و اہل سنت و اہل فطرت کو ثابت کرتی ہیں کہ ایسا قیام لیل میں ہوتا تھا اور یہی صحیح ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دو رکعت وتر کے بعد پڑھتی ہیں۔ اور وتر کے لیے سنت جاوید کی طرح ہیں۔ خصوصاً اس شخص کے قول کے مطابق جو اس کے بعد پڑھتا ہے۔ اور کہنے کے وتر کے دو نماز مغرب ہے۔ اس کے متصل بعد دو رکعت سنت مکررہ پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد کے ساتھ بھی دو رکعت ملا نا ضروری ہوگا۔

اس کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ اول رات میں وتر نماز کو حضرت (دو رکعتیں) بنانے کی نیت جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں کہ بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھنے کو ایک رکعت کی طرح قرار دیتے ہیں تو ان بعض کا یہ خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور

ایسا کرنا بلا ضرورت وتر نماز کو ناقص اعدا ہل کرنے کے مترادف ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بعد اوتر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر وتر اول شب میں پڑھیے جائیں پھر قیام لیل کی تفریق بھی نصیب ہو جائے اور نماز تہجد بھی ادا کی جائے تو دوبارہ پڑھنے کی حاجت و ضرورت نہ رہے گی۔ قتادہ پسندیدہ قول یہی ہے۔ شیخ ابن الجہام رحمۃ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور بلاشبہ شبہ روایات میں اچھا ہے کہ لا دونان فالیلۃ واحداً ایک رات میں دوبارہ وتر نہیں پڑھے جاسکتے۔ اس میں غلطی نہ ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رات کی آخری نماز وتروں کو بناؤ (مسلم)

۸۸۹۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اے اس کی شرح گذشتہ حدیث کے بیان میں گزر چکی ہے۔ محدثین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے بھی باب اوتر میں اسے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر پڑھ کر صبح پانے میں جلدی کر (مسلم)

۸۹۰۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوا الْقُبَّةَ بِأَكْوَتِهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اے یعنی طلوع سے پہلے وتر پڑھ کر ترمذی کی حدیث میں ہے صبح ہونے سے پہلے وتر ادا کرو۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے جب فجر طلوع ہو گئی تو رات کی نماز جاتی رہی۔ لہذا وتر فجر ہونے سے پہلے پڑھو۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ نماز فجر کے بعد وتر نہیں۔ اس سے وتر کی ادا مراد ہوگی ورنہ صبح کے وقت وتر نماز کی قضا جائز ہے۔ جیسا کہ فصل ثانی میں بعد بن کسم کی حدیث میں آ رہا ہے کہ قضا ہر وقت جائز ہے۔ ترتیب کی روایت کے ساتھ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اندیشہ ہو کہ آخر شب میں نہ اٹھے گا تو وہ اول شب میں ہی وتر پڑھ لے اور جسے آخر شب میں بیدار ہونے کی امید ہو وہ آخر شب میں وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز کی نصیحت و نشان کی گواہی دی گئی ہے۔ (مسلم)

۸۹۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُؤْتِرْ أَقْلَهُ وَمَنْ ظَنَّمَ أَنْ يَقُومَ آخِرَ اللَّيْلِ فَلْيُؤْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنْ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُورَةٌ وَخَلَّتْ أَفْضَلُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۹۔ اودہ آخر شب میں اٹھنے پر آمادہ کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ در آخر شب میں پڑھے۔  
 ۲۰۔ اور اس نماز کے وقت مانگو رحمت حاضر و مجرد ہو کہ میں اس ایک دعائیت میں اس طرح کیا ہے مشرودہ مصرعہ  
 و ذالک افضل یعنی اس وقت کی نماز کی فضیلت دشان کی گواہی آچکی ہے۔ اور اس وقت مانگو رحمت موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ افضل  
 عمل ہے اور آخر شب میں وتر پڑھنا اول شب میں پڑھنے کی نسبت زیادہ فضیلت والا عمل ہے اس وجہ سے کہ اس وقت کی  
 فضیلت کی گواہی آچکی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مارنے کے باعث کسی خاص شخص کے لیے اول شب میں وتر پڑھنا  
 اولیٰ اور زیادہ احتیاط کی بات اور اس کے حال کے زیادہ لائق ہو۔ ابو داؤد کی حدیث میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے  
 مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کس وقت وتر پڑھتا ہے عرض کیا  
 اول شب میں۔ آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تو کس وقت وتر پڑھتا ہے۔ عرض کیا آخر شب میں۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے  
 بارے میں فرمایا اس نے احتیاط کو اختیار کیا ہے اور حضرت عمر کے بارے میں فرمایا اس نے قوت و طاقت والا عمل اختیار  
 کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو اول شب میں پڑھو کہ جو چاہا کر۔ اس کی وجہ  
 یہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اول شب میں احادیث سنتے اور انہیں یاد کیا کرتے تھے  
 (تواندیشہ ہوتا تھا کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتیں کہ  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کے بعد سے ہی وتر پڑھے  
 ہیں۔ اول شب میں اس کے بعد پہلے میں اور آخر شب  
 میں بھی پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ پہلے ہی کے وقت  
 وتر پڑھتے تھے۔

۱۹۲ و عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ ثَمَلِ  
 اللَّيْلِ أَوْ تَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ  
 وَأَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ وَأَنْتَهَى وَتَرَّكَ  
 إِلَى الشَّحْرِ -  
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۹۳ یعنی آخر میں یہ چیز ہے ہو گئی کہ سحری کے وقت اور آخر شب میں آپ وتر پڑھتے تھے۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 میں سب کے لیے یہ سنت ہے کہ پہلے ہی کے وقت میں اور آخر میں  
 کاموں کی دینیت فرمائی۔ ہر ماہ میں تین روزے رکھنا  
 نماز چاشت کا دور کہیں پڑھنے کی۔ اور اس بات کی یاد  
 کرنے سے پہلے وتر پڑھنا یا کرنا  
 (بخاری و مسلم)

و عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِي  
 خَلِيلِي بِثَلَاثٍ صِيَامٍ ثَلَاثَةِ أَفْئَامٍ وَمِنْ  
 كُلِّ تَنْجِيرٍ وَرَكْعَتِي الضُّحَى وَآتِ  
 أَوْ تَرَّ قَبْلَ أَنْ أَنْامَ  
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)



۱۷ یعنی میرے جانی دوست نے جس کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی ہے۔  
 ۱۸ وہ تین دن جو دن بھی ہوں۔ اکثر روایات میں ہر ماہ کے درمیانی تین دن آئے ہیں جنہیں ایامِ حرام کہتے ہیں۔ جیسا کہ  
 کتاب الصلوٰۃ میں آ رہا ہے۔

۱۹ یعنی آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جانے کے بعد اور بابِ صلوٰۃ الغنمی میں آ رہا ہے کہ دو رکعتیں نمازِ چاشت کی  
 کم نماز ہے۔ اس کی زیادہ مقدار بارہ رکعت تک ہے صرف دو رکعت گویا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ  
 حضور میں۔

۲۰ علامہ نے کہا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اول شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث  
 یاد کرنے اور جو کچھ انہوں نے دوسرے صحابہ کرام سے سنا ہوتا تھا اسے ذہن نشین کرنے میں مصروف تھے۔ اس کام میں رات کا  
 کافی حصہ گزر جاتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کے لیے آخر شب میں اٹھنا مشکل ہوتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ کو صرف دو رکعت  
 پڑھنے کا حکم بھی اسی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری عبادت کی نسبت علمِ دینی میں مشغول رہنا زیادہ  
 فضیلت والا کام ہے۔

مجھے اپنے بعض اساتذہ کی یہ حکایت یاد ہے کہ انہوں نے فرمایا فقہ کی روایات میں آیا ہے کہ دینی طالب علم کے لیے  
 وتر نماز کے بعد دو رکعت اول شب میں ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔ طالب علم کے لیے اس حکم کی تفصیص کی وجہ اس وقت  
 فجر پر ظاہر نہ ہو سکی۔ اب جب کہ اس حدیث پاک کا علم ہوا تو وجہ ظاہر ہو گئی کہ طالب علم اول شب میں تھکا رہا ہو اور اس  
 کے حفظ میں مصروف رہتا ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ کا حال تھا۔ اور یہ دو رکعتیں نماز شب کے قائم مقام ہو جائیں گی  
 جیسا کہ فضل ثلث کے آخر میں آ رہا ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت فضیل بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے  
 کہا کیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 غسل جنابت اول رات میں کرتے تھے یا آخر رات میں  
 حضرت عائشہ نے کہا بہت دفعہ آپ اول شب میں غسل  
 کر لیتے تھے اور بہت دفعہ آخر شب میں۔ میں نے کہا  
 اللہ اکبر تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے کارِ دین

۱۱۳۳ عَنْ فَضِيلِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ  
 قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَلُّ فِي  
 الْبُحْبُوحِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ  
 قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ  
 وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ قُلْتُ اللَّهُ  
 أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي

الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ يُؤْتِرُ أَوَّلَ  
اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ قَالَتْ رُبَّمَا أَوْتَرُ  
فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَ رُبَّمَا أَوْتَرُ فِي آخِرِهِ  
قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ  
يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَخْفِتُ قَالَتْ  
رُبَّمَا جَهَرَ بِهِ وَ رُبَّمَا خَفَتْ قُلْتُ  
اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ  
الْفَصْلُ الْآخِرُ

میں کشادگی اور فراخی رکھی ہے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم اول شب میں وتر پڑھتے تھے یا آخر شب میں فرمایا  
بہت دفعہ آپ اول شب میں وتر پڑھتے اور بہت دفعہ  
آخر شب میں میں نے کہا اللہ اکبر تمام تعریفیں اس اللہ کے  
پسے ہیں جس نے دین میں کشادگی اور آسانی رکھی ہے میں  
نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلنداً و اذلاً سے قراءت کرتے  
تھے یا آہستہ فرمایا بہت دفعہ آپ قراءت میں جہر کرتے  
تھے اور بہت دفعہ مخفی پڑھتے تھے میں نے کہا اللہ اکبر  
تمام تعریفیں اسی اللہ جل شانہ کیسے ہیں جس نے دین  
کے معاملے میں کشادگی اور آسانی ملحوظ رکھی ہے اسے  
ابوداؤد نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے صرف فصل  
آخر کی روایت کیا۔

۱۰۔ غنیف بنین کی پیش ضاد کی زبر آخر میں فا حضرت غنیف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا مگر ان کے صحابی  
ہونے میں اختلاف اور انہوں نے خود کہا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قدس میں تھا اور میں نے آپ کے  
دست پر بیعت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ یہ حضرت عمر حضرت ابوذر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے  
احادیث روایت کرتے ہیں۔

۱۱۔ یعنی جماع کے بعد متصل غسل کر لیتے یا آخر شب میں کہ جماع کرنے کے بعد سو جاتے اور جب نماز تہجد کے لیے  
اٹھتے غسل کرتے۔

۱۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ اپنے بندوں پر اپنی بندگی کا بھاری بوجھ رکھے  
۱۳۔ یعنی نماز شب کی قراءت۔ یا مطلق تلاوت میں۔

۱۴۔ خفت یخفیت۔ یعنی آرام سے آواز نہ نکالنا اور راز کو پوشیدہ طور پر بیان کرنا۔

۱۵۔ اس حدیث میں اس امر پر تنبیہ فرمائی کہ احکام و تکالیف شریعہ میں آسانی و کشادگی عظیم نعمت و اہدویع رحمت ہے  
بندوں پر جس کے لیے خدا تعالیٰ کا شکر بجالانا واجب و ضروری ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اختلاف  
امتی رحمۃ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ یعنی مسائل میں اختلاف و مصلح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے  
تعدد و تنوع سے پیدا ہوا ہے۔ انہیں میں امت پر شفقت اور ان کے کام میں وسعت و کشادگی پیکارنا عظیم پیرا طریق

مجتہدین کا احتیاط احکام میں اختلاف تکمیر سب غیر مذہبی غیر اور دین میں کمال اور افسانے کا موجب ہے اور مزید الحار کا سبب اور  
بوجہوں و مشقتوں کے ہٹا کرنے کا ذریعہ ہے۔

کہ یعنی اس حدیث کو مکمل طور پر تو ابو داؤد نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے فصل اخیر یعنی اس حصے کو روایت کیا جو  
قرأت سے متعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن البرقیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتیں وتر پڑھتے  
تھے۔ فرمایا چار اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور  
چھ اور تین بھی وتر پڑھتے تھے۔ اور آٹھ اور تین  
رکعت بھی۔ اور دس اور تین رکعت بھی۔ اور سات  
سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ وتر نہ پڑھتے  
تھے۔

۱۱۹۵ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَبِيْسٍ  
قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِكَمْ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُوتِرُ قَالَتْ كَانَ يُوتِرُ بِأَرْبَعٍ وَ ثَلَاثٍ  
وَ سِتٍّ وَ ثَلَاثٍ وَ ثَمَانٍ وَ ثَلَاثٍ  
وَ عَشَرَ وَ ثَلَاثٍ وَ لَمْ يَكُنْ يُيَوِّتِرُ  
بِأَنْقَعٍ مِنْ سَبْعٍ وَ لَا بِأَكْثَرٍ مِنْ  
ثَلَاثٍ عَشْرَةً .

(ابو داؤد)

(رواہ ابو داؤد)

۱۱۹۶ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ آپ کے نام پر پاپ کی کنیت غالب آگئی۔

حضرت ابوالایب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نماز پر مسلمان  
پر نہایت لازم ہے فجر خمس چاہے کہ وتر پانچ  
رکعت پڑھے تو ایسا کر لے اور جو پسند کرے کہ وتر  
تین رکعت پڑھے تو وہ ایسا کر لے۔ اور جو پسند  
کرے کہ وتر ایک رکعت پڑھے وہ ایک رکعت  
پڑھے۔

۱۱۹۶ وَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُوتِرُ  
حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ  
أَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَ مَنْ  
أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَ مَنْ  
أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ .  
رواہ ابو داؤد و الترمذی و

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

(ابن ماجہ)

۱۱۹۷ اسے اسی طرف سفیان ثوری اور بعض دوسرے آئمہ گئے ہیں۔

۱۱۹۸ یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

۱۱۹۹ یہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے آئمہ کا مذہب ہے۔

صلوٰۃ علیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ  
 وتر ہے وتر کو پسند کرتا ہے تو اسے اہل قرآن وتر  
 نماز ادا کر لیں۔

(ترمذی، ابوداؤد)

(نوائی)

اسے یعنی اپنی رات کی نماز کو وتر بناؤ۔ ایک رکعت ملا کر تین رکعت ملا کر یا اہل القرآن یعنی اسے وہ لوگو جو قرآن پاک  
 پر ایمان لائے ہو۔ اور اس کی تصدیق کی ہے اور اس کے حفظ و تلاوت سے دلچسپی رکھتے ہو۔ اپنی رات کی نماز وتر رکھوں کی  
 تعداد میں پڑھو۔

در اصل اس ارشاد میں قیام لیل اور تلاوت قرآن پاک کی پابندی کرنے کی تنبیہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے  
 حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے قل مبارک میں فرمایا۔ ذَرِّقِي الْقُرْآنَ تَوْشِيْلًا۔ قرآن کو قرین سے پڑھ۔  
 واضح ہو کہ وتر عموماً کی زیر اور دربر سے عدد فرد کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر بایں معنی کیا جاتا ہے کہ  
 اس کی ذات فرد و یگانہ ہے تقسیم کو قبول نہیں کرتی۔ اور وہ اپنی صفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اور اپنے افعال میں شریک  
 و مددگار سے بے نیاز و پاک ہے اس طرح اللہ کی ذات میں و حریت فردانیت کے معنی میں ہے اور اس مناسبت سے وہ  
 وتر عدد کو پسند کرتا ہے۔ اور وتر فعل پر اجز و ثواب غطا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عدد وتر کا اہتمام فرماتے تھے رُشْرَع  
 خریف میں اس کی بہت خائیں ہیں۔ جیسا کہ اس کی جستجو کرنے والے سے پرستیدہ نہیں۔

حضرت عاتق بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سے پاس  
 تشریف لائے اور فرمایا بے شک اللہ نے مجھ کو  
 سے تمہاری مدد فرمائی ہے جس قدر سے یہ سرخ آدمی  
 سے بتر ہے یعنی وتر نماز۔ اسے اللہ کھائے ہے  
 تمہارے لیے عافیت اور طبع فجر کے درمیان  
 رکھا ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۱۱۹۸  
 ۱۳  
 وَ عَنْ خَارِجَةَ بِنِ حَذَافَةَ  
 قَالَتْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ إِيَّاكَ اللَّهُ  
 أَمَدُكُمْ يَصْلَوْنَ فِي خَيْرٍ لَكُمْ مِنْ  
 حُسْرِ النَّعِيمِ الْوُتْرَ جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ  
 فِيمَا بَيْنَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ  
 يُطْلُعَ الْفَجْرُ۔

درواۃ الترمذی و ابوداؤد

اسے خاتون معجم و رحیم۔ یہ حضرت صہابی قرشی اور قبیلہ بنی عدی سے ہیں۔ قریش کے سرداروں میں شمار ہوتے ہیں۔

انہیں ہزار ہزار سال کے برابر قرار دیا جاتا تھا ایک دفعہ حضرت عمرو بن عامر رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین ہزار ہزار سال کی لگ بھگ کی تو حضرت عمر بنی امیہ جبار حضرت فارغ بن خلدہ کو حضرت زبیر بن عوام کو اور حضرت مقداد بن اسود کو۔

۲۷ یعنی اس نے نماز پنجگانہ پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ امداد کا معنی ہے ایک کو دوسرے کے پیچھے رواد کرنا اس کی تقویت اور تائید کے لیے۔ ایک روایت میں لفظ زاد کم آیا ہے۔ یعنی اس نے ایک نماز زیادہ ہے۔ بعض میں امر کم کا لفظ آیا ہے۔ یعنی اللہ نے پنجگانہ کے علاوہ ایک اور نماز کا حکم بھی دیا ہے۔

۲۸ یعنی یہ نماز تمہارے سرخ چار پالوں سے بہتر ہے۔ اس سے سرخ رنگ کے اونٹ مراد ہیں جو عربوں کے نزدیک نہایت عزیز اور نفیس مال شمار ہوتا ہے یعنی یہ نماز دنیا کے سامان و دینیت سے بہتر ہے یا یہ کہ وہ تمہارے نزدیک محبوب تر ہے۔ حجر ماکہ پیش رسم ساکن آخر کی جمع اور اگر رسم پر بھی پیش ہو تو حمار کی جمع ہے۔

۲۹ اس حدیث کو ترک نماز کے واجب ہونے کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی وتر پڑھے بغیر ہی سو گیا اسے چاہیے کہ صبح کے وقت انہیں پڑھے۔ یعنی تغنا کرے۔

۱۱۹۹ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَامَ عَنْ وَتْرِهِ فَلْيَصِلْ إِذَا أَصْبَحَ -

(ترمذی امر سلا)

(رواہ الترمذی مؤسلاً)

۱۲۰ آپ اکابر تابعین سے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ثقہ، عالم، فقیہ اور نہایت عبادت گزار شخصیت تھے آپ کی مجلس میں چالیس سے بھی زیادہ فقہاء حاضر رہتے تھے امام مالک، سفیان ثوری، ابن عیینہ اور ابو یوسف سفیانی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور آپ سے حدیث سنتے۔ لوگوں نے کہا اسے رسول اللہ کے بیٹے۔ آپ سب سے بہترین اور فاضل ترین شخصیت ہو کر زید بن اسلم کے پاس جاتے ہیں جو سوال (آزاد کردہ غلاموں) میں سے ہیں۔ فرمایا علم حاصل کرنا چاہیے جہاں سے بھی حاصل ہو۔

حضرت عبدالعزیز بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن مردوں سے وتر پڑھتے تھے فرمایا پہلی رکعت میں سچ اسم ربک لا علی۔ دوسری میں قل یا ایہا الکافر کن اور تیسری میں قل صواللہ احد اور سورۃ نطق و

۱۲۱ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرِيْجٍ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسْمِ اللَّهِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي



و الناس سے۔

الثَّانِيَةُ يَقُولُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَ  
الْمُعَوَّذَتَيْنِ۔

(ترمذی، البودادو)

اور نسائی نے عبدالرحمن بن ابی زری سے روایت  
کی اور احمد نے ابی بن کعب سے۔ اور  
دارمی نے ابن عباس سے اور انہوں نے  
سورہ فلق و ناس کا ذکر نہ کیا۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ  
الْإِسَاقِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
أَبِي زُرَى وَ رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ  
ابْنِ كَعْبٍ وَ الدَّارِمِيُّ عَنْ ابْنِ  
عَبَّاسٍ وَ لَمْ يَذْكُرُوا الْمُعَوَّذَتَيْنِ  
لَهُ جَوْعٌ جَمِيعٌ أَوَّلُ كَيْشٍ رَاكٍ زَبْرِيَا سَاكِنٍ

۳۷۱۔ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَ ارشاد سے۔ یہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کا نام ہے۔  
۳۷۲۔ ابی زریٰ حمزہ کی زبریا ساکن اس کے بعد زہر حضرت عبدالرحمن بن ابی زری کم سن صحابی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے۔

۳۷۳۔ یعنی احمد و دارمی نے فلق و ناس کا ذکر نہ کیا۔ بلکہ صرف قل هو الله احد کا ذکر کیا۔ ترمذی نے کہا کہ اکثر  
صحابہ کرام اور بعد والوں کا عمل اسی پر ہے کہ صرف قل هو الله احد پڑھتے ہیں۔ شیخ ابن ابیہام رحمۃ اللہ نے کہا ہمارے  
اصحاب حنفیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ انتہی۔ اور ہمارے دیلم و سیستان میں بعض لوگ جو پہلی رکعت میں انا  
انزلنا کا پڑھتے ہیں تو کسی روایت اور اخبار و شمار میں اس کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ بعض بھی روایات میں ایسا کیا ہے۔

۱۲۰۱۔ وَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ  
عَلَّمَنِي نَسْأَلُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي كُنُوتِ  
الْوُتْرِ أَلْعَنَ أَهْدَانًا فِيمَنْ هَدَيْتَ  
وَعَافَيْتَ فِيمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّيْتِ  
فِيمَنْ تَوَلَّيْتِ وَ بَارَكْ لِي فِيمَا  
أَعْطَيْتَ وَ قَبَّلِي شَرًّا مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ  
تَقْنَعُنِي وَ لَا يُقْنَعُنِي عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا  
يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ  
تَعَالَيْتَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے قرآن  
میں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات تعلیم  
فرمائے جنہیں میں کنوت و ترمیم و چاروں وہ کلمات  
یہ ہیں کہ اللہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ راہ راست  
دکھا جنہیں گئے راہ راست دکھایا ہے اور مجھے ان لوگوں  
کے ساتھ مافیت عطا فرما جنہیں تو نے مافیت عطا  
کئے۔ اور مجھے اپنی دوست بنانا ان لوگوں کے ساتھ جنہیں  
تو نے اپنی دوستی کے ساتھ سرفراز کیا ہے۔ اور جو کچھ  
تو نے عطا کیا ہے اس میں مجھے اپنی قضا کے شر کے سچا  
کہ بے شک حکم تیرا ہی چلتا ہے مجھ پر کسی کا حکم نہیں چل سکتا

دَاوُدَ وَ الْيَسَّافُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ  
الْقَادِرِيُّ - واقعہ یہ ہے کہ جسے تو دوست بنائے وہ غرار نہیں ہو سکتا  
اور جس سے دشمنی کرے اسے عزت نہیں مل سکتی۔ اسے

ہمارے رب تربت برکت والا ہے اور بلند شان والا ہے۔ ترمذی۔ البراد اور نسائی۔ ابن ماجہ اور دارمی۔

۱۲۲۲ یعنی دعا کے یہ چند کلمات جو میں قنوت وتر میں پڑھتا ہوں ان میں احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قنوت  
وتر میں پڑھنے کی تعلیم دی اور سراسر احتمال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس دعا کی تعلیم دی اور حضرت حسن رضی اللہ  
عنه نے ان کلمات کو قنوت وتر میں پڑھنا بہتر جانا ظاہر عبارت اسی جانب ناظر ہے۔ لیکن علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض روایات  
میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَاجِعْهُ فِي دُتُوكَ۔ یعنی ان کلمات کو وتر میں پڑھا کر مگر یہ روایت غریب  
ہے۔ وتر اور فجر میں شافعی حضرت رحمہم اللہ تعالیٰ کی قنوت یہی ہے۔ احناف کے نزدیک دعا قنوت یہ ہے اَللّٰهُمَّ  
اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ اِلٰى اٰخِرَةِ۔ علماء نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دونوں پڑھے۔ باب قنوت میں تفصیل کے ساتھ یہ بحث  
آ رہی ہے۔

۱۲۲۳ عافیت سے دنیا و آخرت کی تمام آفات سے سلامتی مراد ہے۔

۱۲۲۴ یعنی مجھے اپنا دوست بنا اور میرے جملہ امور کا متولی اور سرپرست بن اور میرے سارے کام اپنے ذمہ لطف و  
کرم پرے۔

۱۲۲۵ یعنی ہر شر و بدی جو تیری قضائے ہے اور جو تو نے مقدر کر دی ہے۔ مجھے اس سے بچائے۔ بچاؤ کی یہ درخواست  
ظاہری اسباب و کمالات کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ لایزال یعنی آنے والے واقعات و امور میں مٹانا اور باقی رکھنا  
جاری ہے۔

۱۲۲۶ علامہ شمس نے یہ کلمات اور زیادہ کیے فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا قَضَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ اَللّٰهُمَّ وَ نَسْتُوْبُ  
رَايِكَ۔ رَبِّ اَعْظِمْ دَارَ حَمِّ اَنْتَ خَيْرُ الدَّارِ حَمِيْنٍ۔ جو کچھ تو نے ضا اور مقدر کیا ہے اس پر تیرے لیے ہی حمد و ثنا  
ہے۔ بہتیرے حضرات استغفار کرتے ہیں۔ اسے اللہ احد تیری بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ اسے میرے رب مجھے بخشش  
دے مجھ پر رحم کر تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے اور روایات میں اس دعا کا اختتام درود شریف کے ان کلمات  
سے کیا ہے۔ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز وتر میں (۱۲۲۷)

پہرتے تو کہتے سبحان اللہ الہ رب۔ بادشاہ حقیقی جو

قدوس ہے ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔

۱۲۲۷ وَ عَنْ اَبِي بَنْ كَعْبٍ قَالَ كَانَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِذَا سَلَّمَ فِي الْوُتْرِ قَالَ مُسَبِّحَانَ الْمَلِكِ

الْقُدُّوسِ۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَزَادَ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يُطِيلُ وَفِي رِوَايَةٍ  
لِلتَّسَائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي  
عَنْ أَبِيهِ - قَالَ كَانَ يَقُولُ إِذَا  
سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ  
ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ -

ابو داؤد نسائی اسناد میں نے یہ الفاظ زیادہ کیے  
تین بار اس آپ یہ الفاظ کہتے ہوئے اپنی آواز ملا زاد  
بلند کرتے تھے یعنی تیسری بار کہنے میں جیسا کہ دوسری  
روایت میں اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نسائی  
کا ایک روایت میں جو عبدالرحمن بن ابی ہریرہ سے وہ اپنے باپ  
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

در نماز کا سلام پھیرتے تو تین بار سبحان الملک القدوس پڑھتے تیسری بار میں اپنی آواز بلند کرتے یہ  
لے یعنی تیسری بار میں یا تیسرے کلمہ میں۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ ذکر بالجہر جائز و مشروع ہے و ذکر بالجہر کرنا بلاشبہ  
بائز ہے۔ ہاں جس موقع پر ذکر بالجہر نہیں آیا وہاں آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔

۱۲۰۳  
۱۹ وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ رَفِئَ آخِرُ  
وَجْهِهِ اللَّهُمَّ ارْقِ أَعُوذُ بِرِضَاكَ  
مِنْ سَخَطِكَ وَبِمَعَا فَتِكَ مِنْ  
عَقُوبَتِكَ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْيِ  
تَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَتَيْتَ عَلَى  
نَفْسِكَ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم اپنی دعا کے آخر میں پڑھتے تھے اے اللہ میں  
تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے پناہ لیتا ہوں اور  
تیری سزا کے ساتھ تیرے عذاب سے اور میں تیری نجات  
کے لیے اس تجھ سے پناہ لیتا ہوں میں تیری قاتلہ  
شما کا شکار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسی تو  
نے اپنی شناختی فرمائی۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ  
الْيَسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ -

(ابو داؤد - ترمذی - نسائی)

(ابن ماجہ)

لے یعنی رکوع سے سیدھ کھڑے ہونے کے بعد بعض نے کہا سلام پھیرنے کے بعد سلام ہے یعنی نے شہد میں  
سلام سے پہلے اور بعض نے کہا سجدہ میں نہ پڑھتے تھے۔  
لے اس کا ترجمہ باب السجود میں وضاحت کے ساتھ گزر چکا ہے۔

## تیسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت  
ابن عباس کہہ گایا کیا آپ کا امیر المؤمنین حضرت معاویہ

## الفصل الثالث

۳۰۴  
۳۰۴ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهُ هَلْ  
لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ

مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِعَاجِدَةٍ قَالَ أَصَابَ  
إِنَّهُ فَقِيهٌ .

وَرَفِي رَوَايَةٍ قَالَ ابْنُ أَبِي  
مَلِيكَةَ أَوْتَرَ مَعْلُومِيَّةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ  
بِرُكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلَى لِابْنِ عَبَّاسٍ  
فَاتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ  
دَعَهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَوَّبَ الشَّيْءَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .  
(نَوَاةُ الْبَغَارِيِّ)

رضی اللہ عنہ سے محبت یا اگلی طرف میلان ہے وہ تو وتر نہ  
پڑھتے تھے مگر ایک رکعت تھی۔ حضرت ابن عباس نے کہا معاویہ  
نے ٹھیک کیل ہے بیشک معاویہ فقیر ہیں اور ایک روایت  
میں اس طرح آیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے کہا کہ حضرت معاویہ نے  
خاک کے بعد ایک رکعت وتر پڑھے جبکہ ان کے پاس حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آنکھوں پر غلام موجود تھے وہ غلام  
حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور انہیں اس بات کی خبر  
دینی۔ تو حضرت ابن عباس نے کہا معاویہ کو چھوڑ دو بیشک  
اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثمر حاصل ہے۔

(بخاری)

۱۔ باوجودیکہ ان سے ایک نا شروع و ناجائز فعل صادر ہوا ہے (وتر ایک رکعت پڑھنا)  
۲۔ ظاہر یہ ہے کہ قائل نہ جانتا تھا کہ ایک رکعت وتر پڑھنا جائز ہے۔

۳۔ اور ضریحیت کے عالم ہیں۔

۴۔ ٹھیکہ میں کٹش۔ لام پر دربر۔ یا ساکن۔ آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔

۵۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر ایک رکعت پڑھے ہیں۔

۶۔ ان کی غلطی نہ نکال اور ان پر احتراض نہ کر کیونکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

۷۔ مانع ہو کہ یہ ایک رکعت یا تو مستقل تھی اس سے پہلی دو رکعتوں کو ان کے ساتھ نہ ملا گیا۔ اگر یہ صورت ہو تو بیشک

یہ چیز محل احتراض ہے اور اسے غلط قرار دیتے ہیں۔ (تیسرا جہے برکت) اور یہ منوع ہے۔ باتفاق علماء یا پہلی دو رکعتوں کو  
اس کے ساتھ ملا کر جیسا کہ عامہ آثار اس کے قائل ہیں ظاہر احتمال ثانی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حضرت  
معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بنا پر درست کہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔  
کیونکہ سنت کے مطابق یہی ہے کہ وتر کی ایک رکعت کے ساتھ پہلی دو رکعتوں کو شامل کیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی  
صورت ہو کہ وتر صرف ایک رکعت ہو۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انہیں ان کی نقاہت کی بنا پر درست  
کہنا ظاہر کرتا ہے یعنی ممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مزائے کہ وتر ایک رکعت ہیں اس بنا پر ہو کہ انہوں نے  
اسے دلائل سنت سے احتیاط کیا ہو حضرت ابن عباس امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے ان سے  
علم حاصل کیا تھا کہ باوجود آپ نے حضرت معاویہ کے موقف کی رعایت کی۔ اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

حضرت امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑے اور نزاع کے وقت حضرت علی سے بڑی ملامت کرتے تھے اور وہ من کہا کرتے تھے آپ جلدی نہ کریں۔ اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی وعدہ یا اشارہ پاتے ہیں تو میرے کام میں اور معاویہ ورنہ معاویہ سے جھگڑے اور نزاع کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم لوگوں کو خبر دی گئی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں اختلاف واقع ہو گا۔ ہم اس وعدہ کی انتظار میں اس وقت کو دیکھ رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں لوگوں میں تین رکعت وتر پڑھنا متعارف اور مشہور تھا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۲۰۵ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا

(رواہ ابو داؤد)

۱۔ یعنی وہ ہمارے تابع نہیں نہ ہمارے طریقہ پر ہے۔

۲۔ آپ نے تین بار کریمہ الفاظ ارشاد فرمائے اس وحید اور کائنات کے ساتھ اور یہ نماز وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پڑھے بغیر سبکیا یا انہیں بھول گیا تو جب یاد آئے یا بیدار ہو تو پڑھ لے۔

۱۲۰۶ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنِ الْوُتْرِ أَوْ نَسِيَ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهُ أَوْ إِذَا اسْتَيْقَظَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(ترمذی، ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

۱۔ یہ حدیث بھی اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے وجوب وتر پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ عدم وجوب کا احتمال بھی اس میں ہے اور اتنا اندازہ ہی ثریب وجوب (جو فرض کے مقابل ہے) کے لیے کافی ہے۔

حضرت مالک سے روایت ہے انہیں یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر سے دریافت کیا کہ

۱۲۰۷ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوُتْرِ أَوْاجِبٌ



هُوَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
أَوْتَرَ الْمُسْلِمُونَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ  
يُرْوِدُ عَلَيْهِ وَ عَبْدُ اللَّهِ يَسْئَلُ  
أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَ أَوْتَرَ الْمُسْلِمُونَ -

دتر واجب میں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دتر پڑھے میں اور مسلمانوں  
نے بھی دتر پڑھے میں۔ وہ آدمی اپنا ہر مال دہر آ رہا  
اور حضرت ابن عمر ہر بار فرماتے تھے۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے دتر پڑھے۔ مسلمانوں  
نے دتر پڑھے۔

دَرَاةٌ فِي الْمَوْطَا

(موطا امام مالک)

اسے اس حدیث کا ظاہر وتر کے وجوب یا عدم وجوب میں تردد و شک ثابت کرتا ہے یعنی اس بارے میں جو کچھ پایہ ثبوت  
کو پہنچا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دتر پڑھنے کا فعل کیا ہے اور آپ کا فعل وجوب اور نہایت دونوں کا احتمال  
رکھتا ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وتر کے فرض ثبوت ہونے کی طرف اشارہ ہو کہ یہ تو اس کی دلیل قطعی  
نہیں۔ اور یہاں وجوب کا یہی معنی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۰۸  
وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِرُ ثَلَاثَ  
يَقْرَأُ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ سُورَةَ الْقَمَرِ  
يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثَلَاثَ سُورٍ  
آخِرُهُنَّ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دتر میں تین رکعت پڑھتے تھے۔ اس میں  
مفصل سورتوں میں سے نو سورتیں پڑھتے تھے ہر  
رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے۔ ان میں سے  
آخری سورت قل ہو اللہ احد ہوتی تھی۔

دَرَاةُ التِّرْمِذِيِّ

(ترمذی)

اسے میں روایت میں اس محل کی تفسیر اس طرح آئی ہے کہ آپ پہلی رکعت میں القدر الہاکم اور دلالت۔ دوسری  
میں العصر النضر اور کوثر اور تیسری رکعت میں الکافرون۔ ثبوت اور غلام پڑھتے تھے۔

۱۳۰۹  
وَعَنْ كَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ  
عُمَرَ بِمَكَّةَ وَالسَّائِدَ مُعَيَّنَةً  
فَنَحْنُ الْعُشْبَةَ كَأَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ  
ثُمَّ انْكَشَفَ فَرَأَى أَنَّ عَلَيْهِ ثَلَاثَ  
بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثَلَاثَيْنِ  
فَلَمَّا خَشِيَ الْعُشْبَةَ أَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
میں حضرت ابن عمر کے ساتھ مکہ میں تھا۔ اور آسمان پر  
بادل چھائے ہوئے تھے آپ کو صبح ہو جانے کا اندیشہ  
لاحق ہوا تھا آپ نے دتر ایک رکعت پڑھے پھر بادل  
چھٹ گئے تو آپ نے دیکھا کہ ابھی رات موجود ہے۔  
تو آپ نے ایک رکعت کے ساتھ دو رکعتیں اور طاعتیں

(رَوَاہُ مَا لَکَ)

اس کے بعد آپ نے دھوا رکعت اور پڑھیں۔ پھر  
جب آپ کو رکوع کا اندیشہ لاحق ہوا تو آپ نے ایک  
رکعت وتر پڑھے۔ (ماک)

۱۲۱۰ وَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي  
جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا  
بَقِيَ مِنْ قِرْآءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ  
ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ وَقَرَأَ وَ  
هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ  
يَعْمَلُ فِي الرَّكَعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ

۱۲۱۱ وَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي  
جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا  
بَقِيَ مِنْ قِرْآءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ  
ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ وَقَرَأَ وَ  
هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ  
يَعْمَلُ فِي الرَّكَعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ

۱۲۱۲ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِرُ  
بِعَاجِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ  
فِيهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ

۱۲۱۳ وَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي  
جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا  
بَقِيَ مِنْ قِرْآءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ  
ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ وَقَرَأَ وَ  
هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ  
يَعْمَلُ فِي الرَّكَعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

۱۲۱۰ اگر اس حال کا عکس مروی نہیں ہے کہ آپ کھڑے ہو کر نماز شروع کی ہو۔ اس کے بعد بیٹھ گئے ہوں اور قنات  
کی ہو پھر بیٹھ گئے ہو رکوع گئے ہوں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حاصل یہ صریح بھی جائز ہے۔ اگرچہ کراہت سے خالی نہیں  
اگر بے عذر ایسا کرے ماکابا لکھ ششم باب السنن میں عبد اللہ بن شعیب کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیٹھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پڑھیں پڑھیں

کرتے تھے ترمذی اصحاب ماہر نے یہ لفظ زیادہ کیا

ہلکی رکعتیں۔ درانحالیکہ آپ بیٹھے ہوتے تھے سلم

۱۲۱۱ اگر اس کی شرح باب اول میں سعد بن ہشام کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے

رکعتیں پڑھتے تھے اور قنات کرتے دنا تھا ایک آپ بیٹھے

ہوتے تھے جب آپ کو رکوع کا ارادہ کرتے تو

يَزْكُهُ قَامَ فَرَكُهُ .

کھڑے ہو جاتے اور رکوع کرتے

( رَدَّاهُ ابْنُ مَاجَةَ )

( ابن ماجہ )

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ ہے خوالی مشقت اور گرانی ہے جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھے پھر اگر اس نے قیام میں بھی کیا تو بہت افضل و اکمل بات ہے۔ مدرسہ یہ دو رکعتیں ہی اس کے کافی ہو جائیں گی۔ (دارمی)

وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَذَا الشَّعْرَ جُهْدٌ وَثَقَلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَزْكُهُ دَعَتَيْنِ فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَالْأُكَاثَةِ لَهُ .

( رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ )

۱۔ کٹر۔ دوز بروں سے۔ یعنی بیدار رہے خوالی۔ جہد جمیم کی زبردستیاں کرنا بھی آیا ہے۔  
۲۔ یعنی یہ دو رکعتیں شب بیداری کی جگہ اس کے اصل ثواب کے حصول میں کافی ہو جائیں گی۔

حضرت ابوالامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر غزاة کے بعد پڑھ کر پڑھتے تھے۔ ان دو رکعتوں میں آپ سورہ اذا زلزلت اور قل یا ایہا الکافرون پڑھتے تھے۔ (احمد)

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْتَمِلُهَا بَعْدَ الْوُتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا دُلِيزَتْ وَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ .

## بَابُ الْقُنُوتِ

### دعائے قنوت کا باب

قنوت طاعت، غلوشی، دعا اور نماز میں قیام کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں اس سے مخصوص دعا مراد ہے یعنی شائخ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت آئی ہے کہ قنوت اور سجود وغیرہ میں کوئی معین دعا لازم نہیں۔ علماء فرماتے ہیں دعا کی تعیین وقت قلب کو فعال کرنا اور دل کو کعبے کی طرف متوجہ بنانا ہے۔ مگر اکثر علماء اس پر ہیں کہ دعا کی تعیین اور اس کا وقت مقرر ہونا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ زبان پر ایسی چیز جاری ہو جائے جو لوگوں کے ساتھ بات چیت کے مشابہ ہو اور اس سے منہ باز ہی ناسد ہو جائے مگر یہ تعیین اور وقت مقرر کرنے میں اختلاف وہاں ہے جو عقل سے متعلق ہو۔ شرع شریف میں اس کی تعیین اور وقت کا تقرر وارد نہ ہوا ہو۔ وہاں یہ اختلاف نہیں جہاں شرع شریف اس کی تعیین اور وقت کا تقرر ہو چکی ہو۔

چاہیے۔ تعین کا یہ تقریباً کتاب کے طور پر ہو چاہے وجہ کے طور پر کتاب محیط و ذخیرہ میں اس سے اللہ انا نستعینک اور اللہ اهدنا کر ستنی قرار دیا اور ضعیف کے نزدیک قنوت میں اللہ نستعینک تعین و مقرب ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اللہ اهدنا فیمن ھدیت الی آخرہ بھی اس کے ساتھ پڑھے علامہ شنی نے حضرت ابو اللیث سے اللہ اغفر لی میں دفعہ پڑھنے کا ذکر بھی کیا۔ بعض نے کہا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار بھی پڑھے۔ علامہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص دعائے قنوت نہ جانتا ہو وہ اللہ اغفر لی اور ربنا آتنا پڑھے۔ جیسا کہ شرح ابن الہمام میں مذکور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ اهدنا الی آخرہ پر اکتفا کیا جائے۔ یہ حضرت اللہ انا نستعینک کو دعائے قنوت میں شمار نہیں کرتے۔ مگر کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم اور سنن کی شہود کتابوں میں اس کے بارے میں کوئی روایت نہیں لیکن علمائے ضعیف نے طبرانی وغیرہ سے طرق صحیحہ کے ساتھ اسے ثابت کیا ہے۔ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ابو داؤد سے نقل کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضر پر بددعا کر رہے تھے اس دوران حضرت جبریل آئے اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ آپ کو رحمة اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے ملعون قرار دینا ہے اور جس کی ہلاکت و بربادی کا ارادہ کرنا ہے خود کرے گا۔ اس کے بعد جبریل نے آپ کو اللہ انا نستعینک کی تعلیم دی۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے جو شافعیہ میں سے ہیں کتاب عمل الیوم البلیہ میں اختلاف الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا۔ لہذا فی اللہ روایات میں اس دعا کا ذکر آچکا ہے اور علماء امت کے درمیان واقع اختلافات کہ یہ دعا رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد اور قنوت کا پڑھنا و ترغاز کے ساتھ خاص سے یا نماز تحریر و غیرہ میں بھی پڑھی جائے پھر یہ دعا و ترغاز میں ہمیشہ پڑھی جائے یا رمضان کے آخری نصف میں، سب باتیں دلائل کے ساتھ شرح حوتی (مکملات) اور شرح سفر السعادة میں مذکور ہیں ضعیف کا مذہب ان صورتوں میں قنوت اول پر مبنی ہے۔ اس میں غور کرو۔

## الفصل الاول

۱۲۱۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَمَّادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ التَّكْوِيمِ قَرْنًا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ سَمِعَهُ .

## پہلی فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر مہر مار کر لے گا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد اللہ لمن حمد دینا کہ الحمد کہتے کہتے۔ الہی دیندین اور نیک۔ سلمہ بن بشام اور عیاضی بن ربیعہ کو

بَنَّا لَكَ الْحَمْدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْوَلِيُّ  
أَنْتَ الْوَلِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ هِشَامٍ  
عِيَّاشُ بْنُ أَبِي رِبْعَةَ اللَّهُمَّ  
أَشَدُّ وَطْأَتِكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا  
سَيِّئًا كَسَيِّئِ يُوْسُفَ يَجْعَلُ بِذَلِكَ  
وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَوَاتِهِ اللَّهُمَّ  
الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لَا حَيَاءَ مِنَ  
الْعَرَبِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ  
مِنْ الْأُمْرِ شَيْءٌ الْآيَةُ -

نجات دے الہی سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے  
یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط بنا دے یہ  
بآواز بلند کہتے اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے۔ الہی  
ظالم ظالم عربی قبیلوں پر لعنت کر۔ یہاں تک  
کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔  
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ - آایہ

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے نقصان کی دعا کا ارادہ کرتے یا کسی کے نفع کے لیے دعا کا ارادہ کرتے  
تھے اپنے بعض ان اصحاب کی نجات کے لیے جو کفار کا بیٹھنے کے مذہب و خواری میں گرفتار ہوتے تھے، ان کی نجات کے لیے  
اور بعض باطل عرب کی ہلاکت اور رحمت الہی سے محرومی کی دعا کیا کرتے۔

۲۔ یعنی خداوند نجات و غلامی مطافرا و لید بن ولید قرظی مخزومی کو یہ صاحب حضرت خالد بن ولید کے بھائی تھے انہیں  
عبداللہ بن جحش نے بدر کے دن گرفتار کر لیا تھا۔ اور یہ ولید بھی حالت کفر میں تھے۔ ان کے دو بھائی خالد اور ہشام مدینہ آئے  
اور ان کے عوض چار ہزار درہم فدیہ دیا۔ جب فدیہ ادا کر کے انہیں مکہ معظمہ لائے تو وہ سلمان ہو گئے۔ لوگوں نے کہا تم فدیہ  
دینے سے پیسے ہی اسلام کیوں لائے یہ حالانکہ تو مسلمانوں کے درمیان تھا وہاں تجھے مال بھی ملتا اور اسلام  
بھی حضرت ولید نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ لوگ کہیں یہ شخص امیری پر مبر نہیں کر سکا بے صبری کی وجہ سے اسلام  
لایا ہے یہ کہ ان کے بھائیوں نے انہیں مکہ میں بند کر دیا۔ اور انہیں دینا شروع کر دیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قنوت  
میں ظالموں کے ہاتھ سے اس کی نجات اور غلامی کے لیے دعا کیا کرتے تھے حضرت ولید کو ان ظالموں کے ہاتھ سے  
بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا بعد آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ شریف حاضر ہو گئے۔

۳۔ یعنی حضرت ولید دوسری دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ خداوند اسلام بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو نجات مطافرا یہ صاحب  
ابو جہل کے بھائی ہیں۔ قدیم الاسلام تھے بلند مرتبہ اور فضائل صحابہ میں سے تھے۔ کفار نے آپ کو مکہ میں بند کر رکھا تھا۔  
اور انہیں طرح طرح کی صلیبی دے رہے تھے یہ بھی ان ظالموں کے ہاتھ سے بھاگ نکلے اور مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت پاک میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ دوم



میں جام شہادت زرخیز فرمایا۔

۵۷ عیاش یا شہداء شہین معجم بن ابی الدیجہ یہ صاحب بھی ابو جہل کے بھائی تھے اپنی ماں سے بھی پہلے اسلام لائے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔ پھر انہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ اس کے بعد حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے۔ چند دن بعد آپ کا بھائی ابو جہل مدینہ آیا اور ان سے کہا میری ماں نے  
قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک وہ تجھے نہ دیکھے گی سایہ میں نہ بیٹھے گی چنانچہ ماں کی محبت کے باعث ابو جہل کے ساتھ مکہ  
پہنچے تو ابو جہل نے آپ کو باندھ کر بند کر دیا۔ مگر انہیں بھاگ سکنے کا موقع مل گیا اور مدینہ آ گئے۔ آپ نے جنگ تبوک میں  
شہادت پائی یہ اس کی مثال تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں ایمان و اہل کے لیے دعا فرمائی۔ اور کفار پر بد دعا  
کرنے کے لیے آپ نے اس طرح کہا۔ اللہم اشد دطاہک علی مضطرب الی آخر۔

۵۸ یعنی اسے اللہ قیدہ متعز بن نزار پر سختی نازل کر انہیں پامال کر دے اور ان پر ہلاکت مسلط کر۔ مضر ایک قبیلہ کا  
نام ہے۔

۵۹ یعنی اس پامالی اور ان ایام کو جن میں یہ کفار کفر و مناد کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں، اس قحط کا اندازہ جس طرح تو  
نے اہل مہریر حضرت یوسف علیہ السلام نے نہانے میں قحط کے حالات بیان کیے تھے۔ عین سبتہ کی طرح ہے۔ اس میں  
سال کے معنی میں آتا ہے۔ پھر اس کا غائب استعمال قحط کے سال پر ہوتا ہے۔ اہل مکہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا  
اور تمہارے اہل سے سات سال قحط کے غلاب میں گرفتار رہے۔ اس وقت یہ کفار و منافقین اور مردار کھاتے تھے ہم اللہ کے  
پاس پناہ لیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب و عذاب سے

۶۰ یعنی آپ اہل دعا کو قنوت میں بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

۶۱ خداوند ظالمان ظالمین پر لعنت کر دیا انہیں اپنی درگاہ و رحمت سے محروم کر دے۔ یہ بد دعا آپ بہت سے عرب  
قبائل کے لیے کرتے تھے جو کافر اور حق سے مناد اور منکر تھے۔

۶۲ اور آخر آیت بھی اذ یقوت علیہم اذ یعدی بہم ظالمون و فاسقون (یہ اس کے بعد ہے کہ  
آپ کو کارخانہ خداوندی میں داخل دینے کا اختیار نہیں نہ ظالمے مفسدین کے کسی کام پر آپ کا تشریف کرنے کا حق ہے۔ علیہ السلام)

۶۳ بعض بے ادب ایہ لیس تک من الہ مؤقنی سے اپنی بدعتیہ کی کو وہ سے حضور ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو معاذ اللہ بے بس اور مجبور اور بالکل بے اختیار ثابت کرنے کی جدت کرتے ہیں مگر اس آیت سے یہ منہم اخذ کرتا  
درست نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہاں وضاحت کر دی ہے کہ حکمتوں اور مصلحتوں  
کے تحت اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں بغیر اس اوصاف کی قدر سے جسکے آپ کی (بقیہ پر ص ۵۸۵)

سب تعریف و اعتبار اس کے دست قدرت میں ہے۔ وہی ان کے معاملے کا مالک و قائل ہے کہ کفار کے ایک گروہ کو ہلاک

بقیہ ماسخیر ذات میں باقی رکھی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کسی وقت آپ غیظ و غضب میں آجاتے تھے اور کفار و معاندین اسلام کے مذاب و ہلاکت کی بددعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ آپ ایسا نہ کریں۔ بلکہ وسعت ظرف اور بلند اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ تاکہ آپ کے سلام اخلاق سے حائر ہو کر مخالفین و معاندین آپ کے گرویدہ بن کر دین اسلام قبول کر لیں۔

توضیح شیخ قدس سرہ کے بیان کے مطابق اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید بلندی اخلاق و وسعت ظرف اور صبر و ضبط سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ کافی خلقی القرآن سے اس کا جانب اشارہ ہے۔ آیت مذکورہ کا اصل مفہوم تر ہے۔ اس مفہوم کے مطابق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیر مدارج اخلاق سے متصف ہونے کو کہا گیا ہے نہ کہ معاف اللہ اس میں آپ کی بے بسی بیان کی گئی ہے۔ سادہ و انصاف شرط ہے۔

دوسرے اس لیے کہ جناب علامہ محمد مسطفی المازنی استاذ الشریعۃ الاسلامیہ مصری اپنی تفسیر مراخی کی جلد دوم ص ۱۰ طبع ثانیہ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ لیس لك من الاموشی الیک ایھا الرسول من امر خلقی الا ان تفعل فیہم امری و تنقی فیہم الی طاعتی۔ یعنی اسے رسول کریم کسی کام کا خلق کرنا اسے پیدا کرنا) آپ کے اختیار میں نہیں۔ آپ کا کام ہے کہ لوگوں میں یہ حکم نافذ کریں اور انہیں میری طاعت و فرمانبرداری کی رغبت دلائیں یعنی اس آیت میں اس امر کی نفی ہے کہ نبی علیہ السلام کسی چیز کے خالق نہیں ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے کوئی نبی نہ کسی چیز کا خالق نہیں۔

تیسرے اس بنا پر کہ طرف باللہ امام احمد بن محمد الصادق المالکی الترمذی رحمہ اللہ ۲۴۱ھ میں اپنی تفسیر کی جلد اول ص ۱۶ پر لکھتے ہیں لیس لك من الاموشی اے لا تمک لہم نفعا فتصلیہم ولا ضرر فتصلکھم فنفی ذالک من حیث الایجاد و الامور ما من حیث اللہ و الشفاعۃ فهو الذلیل الشفیع المشفع جعل اللہ معانیم خلائقہم یہ من دعوان النبی کاجاد الناس لا یمک شیئاً اصلاً ولا نفع بدلاً

ظاہراً و لا باطنیاً کا من دعوان اللہ نیا و لا خیر و لا استدلالہ بجلد ۳ ص ۱۱ مبین۔ یعنی اے نبی تو ان کے نفع کا مالک نہیں کہ ان کے لیے اصلاح پیدا کرے اور نہ ان کے نقصان کا مالک ہے کہ ان کے لیے ہلاکت پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ نہایت بڑے نفع و نقصان کی نفی میں متنی کی ہے کہ آپ ان کے لیے نفع و نقصان ایجاد (خلق) نہیں کر سکتے اور نہ خالق ہونے کی حیثیت سے کوئی چیز معدوم کر سکتے ہیں۔ باقی رہی آپ کی رہنمائی اور شفاعت کا حیثیت قائلہ

اعتبار سے آپ دلیل و برہاناً خفایت کرتے ہیں آپ کی شفاعت مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح ظاہراً و باطناً کوئی نفع نہیں دے سکتے (بقیہ برہاناً اللہ)

کر دے اور اپنے قہر و غضب میں گرفتار کرے۔ یا اگر وہ سلطان ہو جائے تو اپنی پرہیزگاری کو اس کی طرف اپنے فضل و رحمت سے رجوع کرے۔ یا اگر وہ کفر و ظلم پر اڑے رہیں تو انہیں اپنے غلاب سے مبتلا کرے آپ تو صرف حکم کے بندے ہیں۔ کما نہیں ڈرائیں۔ اور جیسا کہ ہم نے آپ کو حکم دیا اور فرمایا ہے اس کے مطابق ان سے جہاد کریں۔ باقی جو کچھ ہم جانتے ہیں ہم وہ کریں گے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدو کا کر رہے اور لعنت بیچ رہے تھے تو حضرت جبریل حاضر خدمت ہوئے اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو گالی دینے اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ہم نے آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بس یہ کہ ترجمہ کی شرح میں گزرا۔ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ آیت جنگ احد کے دن نازل ہوئی۔ اور اس وقت جب کہ آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا اور خود کی ایک بیخ آپ کے رخسار مبارک میں کھب گئی اور دندان مبارک کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ اور سے خون صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ کَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ مَّحْبَبُوا وَبُغِبُوا تِلْكَ حَيْثُ وَجَّهُوا وَهُوَ قَوْمٌ كَيْسٌ فَلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا۔

[illegible]

بقیہ حاشیہ۔ اور کسی چیز کے مالک نہیں۔ وہ کافر ہے اور دنیا آخرت کے ختم سے ہی پڑا ہوا ہے۔ اسی لئے کہ اگر کسی کو دنیا کی طرف سے عقیدے کی دلیل بنانا مستحکم گمراہی ہے۔ محققین اولیاء کرام بھی اس بارے میں اپنے ہی عقیدہ پر کھڑے ہیں جو علامہ احمد بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان کیا ہے۔ تصدیق و اطمینان کے لیے کشف المحجوب تصنیف مولانا شیخ بخش رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم تصنیف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ مولانا رام رحمۃ اللہ تعالیٰ الدین و کتب لا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم والا ضالین۔ آمین۔

از مترجم غفرلہ

منہ سے نماز میں تہذیب کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع سے پیسے سے یا اس کے بعد حضرت انس نے فرمایا رکوع سے پیسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کہ چونکہ آپ نے کچھ حضرت صحابہ کو جنہیں قاری کہا جاتا تھا، کو (تبلیغ کے لیے) بھیجا تھا۔ یہ ستر حضرت تھے تو انہیں مصیبت میں ڈال دیا گیا (قتل کر دیا گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک بعد رکوع قنوت پڑھی۔ اس میں آپ قاتلوں پر بدعا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

فِي الصَّلَاةِ كَانَ قَبْلَ التَّكْوِيمِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ إِنَّمَا قَدَّتْ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّكْوِيمِ شَهْرًا إِنَّهُ كَانَ بَعَثَ أَنَا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءَةُ سَبْعُونَ رَجُلًا فَأَصِيبُوا فَقَدَّتْ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّكْوِيمِ شَهْرًا يَدْعُوا عَلَيْهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷ حضرت عاصم اہل ثقہ تابعین میں سے ہیں

۱۸ یعنی رکوع سے سر مبارک اٹھانے کے بعد

۱۹ قاری یعنی قرآن پڑھنے والے۔ یہ حضرات قرآن پاک کی بہت تلاوت کرتے اور خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ یہ قراء حضرات دن کو کڑیاں کاٹتے۔ رات کو غازیں پڑھتے اور اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ حضرت ثابت بنانی کی روایت میں آیا ہے کہ یہ حضرت دن کو کڑیاں کاٹتے اور اپنے اہل خانہ کے لیے خرد و نوش کا سامان خریدتے اور رات پڑتی تو قرآن پاک کے درس دتدیریں میں مصروف ہو جاتے رضی اللہ عنہم۔

۲۰ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ چالیس افراد تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد تیس تھی۔

۲۱ یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے قتل کا قصہ غریب واقعات اور عجیب قصوں میں سے ہے۔ جو شرح عربی (المعات)

میں مذکور ہے۔ انہیں حضرات کا شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُدْفِنُونَ الْآيَةُ جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید کر دیے جاتے ہیں۔ انہیں مردہ گمان نہ کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

۲۲ یعنی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ایک ماہ تک۔ ایک روایت میں صبح تک آیا ہے اور ایک روایت میں چالیس صبح

تک۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قنوت آپ نے صبح کی نماز میں پڑھی۔ صبح کی نماز میں یہ قنوت آپ نے صرف اس واقعہ کے پیش آنے پر پڑھی۔ ہمیشہ کے لیے نہیں پڑھی جیسا کہ شافعی حضرت کرتے ہیں۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۲۱۷ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَوَاتِ الصُّبْحِ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَدْعُوهُ عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ عَلَى رِجْلِ وَذُكُوانَ وَعُصَيَّةٍ وَ يُؤْمِنُ مَنْ خَلْفَهُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل اور لگاتار ایک ماہ قنوت پڑھی ظہر میں عصر میں مغرب میں اور نماز شام میں اور نماز صبح میں جب آپ آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ اس قنوت میں آپ بنی سلیم کے چند قبیلوں اور قبیلہ رعل لہ و ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے تھے۔ اور جو لوگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے وہ آمین کہتے تھے۔

(لَوْعَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۲۱۸ عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ .

۱۲۱۹ وَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس سے روایت ہے بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی۔

(لَوْعَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

(ابوداؤد و ترمذی)

۱۲۱۹ وَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ سے کہا اے میرے پیرے باپ بے شک آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ  
وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ هُمْ بِالْكَوْفَةِ  
نَحْنُ وَمَنْ تَحْتَهُمْ سِتْنِ أَكَاثُ وَيَتَتَوَّنُ  
قَالَ أَيْ بُنْتَى مُحَدَّثٌ -

علیہ وسلم کا اقتدار میں نماز پڑھنا ہے۔ اسی طرح ابو بکر و عمر  
عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا اقتدار میں بھی یہاں کوثر  
میں بھی۔ کم دیش پانچ سال تک۔ کیا یہ حضرات  
تہذیب پڑھتے تھے۔ میرے باپ نے جواب  
دیا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔

رَدَاہُ التَّوْمِذِيُّ وَالتَّسَاوُفُ وَ

أَبْنُ مَا جَعَلَهُ -

(ترمذی - نسائی - ابن ماجہ)

۱۔ اس کلمہ کا تعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے کیونکہ کوثر میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ رہے ہیں نہ کہ پہلے  
تین خلفاء رضی اللہ عنہم۔

۲۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ صبح کی نماز اور دوسری پانچ نمازوں میں تہذیب پڑھا کرتے تھے؛ جیسا کہ  
آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔

۳۔ یعنی ہمیشہ پابندی سے۔ ان نمازوں میں تہذیب پڑھنا بدعت اور دین میں نئی پیدا شدہ چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے تہذیب ایک ماہ تک ہر نماز صبح میں پڑھی پھر ترک کر دی جیسا کہ گزارش ہے۔ یہ حدیث ضعیفی مذہب کا زبردست  
دلیل ہے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہمارے آئمہ کرام نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے  
نماز صبح میں تہذیب پڑھنے کے بارے میں احادیث لائی ہیں اور اسے ثابت کیا ہے، سب علماء میں اور کافی تعداد میں ہیں۔ لہذا انہیں  
ان لوگوں پر فقیہ دینا ضروری ہے جو نماز صبح میں تہذیب کی نفی کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث جو حضرت ابن مسعود  
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز میں تہذیب نہیں پڑھی، ضعیف ہے۔ اسی طرح وہ بھی جو حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے بدعت قرار دیا۔ یوں ہی وہ بھی جو روایت کیا گیا ہے حضرت ام سلمہ  
رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہذیب پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔ مگر شیخ ابن  
حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام تکلف سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت حسن سے روایت ہے بے شک عمر بن الخطاب

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

۱۔ کہ ایک روایت کو دوسری پر تقدیم و فوقیت کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں دونوں میں تعارض ہو۔ اور یہاں  
زیر بحث مسئلہ میں تعارض ہی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر وغیرہ میں ایک ماہ تک تہذیب پڑھی پھر ترک  
کر دی اور اس سے منع فرما دیا۔ واللہ اعلم۔ مترجم غفرلہ

جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ صَعْبٍ  
فَكَانَ يُصَلِّيَ لَهُمْ عِشْرِينَ كَيْلَةً  
وَلَا يَفْقَتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النَّصِيفِ  
الْبَاقِي فَإِذَا كَانَتِ الْعَشَاءُ الْوَاحِدَةُ  
يَتَخَلَّفُ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ فَكَانُوا  
يَقُولُونَ أَبْنَى أَبِي

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ سَيْلَ النَّسِ  
بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَتَّ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَعْدَ الرُّكُوعِ وَ فِي مَوَاقِفِ قَبْلُ  
الرُّكُوعِ وَ بَعْدَهُ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یعنی اللہ عزوجل نے لوگوں کو ابی بن کعب پر اکٹھا کیا۔ تو  
ابی لوگوں کو بیس رات تک نماز پڑھاتے رہے  
آپ اس میں ان کے ساتھ قنوت نہ کرتے تھے  
مگر نصف باقی ہیں۔ جب آخری شہرہ آجاتا تو حضرت  
ابا سمیدؓ نہ آتے بلکہ گھر میں نماز پڑھتے تو لوگ  
بہت حق تعالیٰ کو کہتے کہ ابی بھلا گئے۔

ابو داؤد اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے  
قنوت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت  
پڑھی ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ  
رکوع سے پہلے پڑھی ہے۔

(ابن ماجہ)

۱۔ یعنی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت ابی بن کعب بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔ یعنی صحابہ کرام میں سے  
جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آپ صحابہ کرام میں بہت اچھے مانتے تھے لوگ  
آپ کو سید القراء کہتے تھے یعنی تمام قاریوں کے سردار۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور کہا سب  
لوگ ان کی اقتدار میں نماز پڑھیں۔ آپ کی یہ امامت قیام رمضان میں تھی۔  
۲۔ اصل میں لفظ تخلف آیا ہے۔ بمعنی کسی کام کے کہنے سے روکا۔

۳۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی یہ دونوں حدیثیں شافعی حضرات کی دلیل ہے۔ یعنی حدیث تمام اس امر کی دلیل  
ہے کہ رمضان کے نصف اخیر میں ہر نماز اور ضعیف شافع فرماتے ہیں کہ وتر میں قنوت کے بارے میں احادیث مطلق آئی ہیں۔ ان  
میں رمضان کی کوئی تخصیص نہیں آئی اور ایسی احادیث بہت ہیں۔ اور وتر ہمیشہ پڑھنے کی نماز ہے۔ رمضان کے ساتھ خاص  
نہیں۔ لہذا قنوت بھی وتر کے اندر ہمیشہ پڑھی جائے گا اور جب کہ اس مضمون کی احادیث بعض اہل علم کے خلاف ہیں ان پر  
عمل اصلی اور بہتر ہوگا۔ دوسری حدیث شافع کے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قنوت بعد از رکوع پڑھی جائے یا حین  
اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کے بارے میں بھی بہت احادیث وارد ہیں اور صحابہ کرام  
رضوان اللہ علیہم کا عمل بھی ایسی نقل کے موافق ہے۔ رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا جو ذکر آیا ہے وہ صرف ایک ماہ کے لیے  
تھا۔ ہمیشہ کے لیے نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

# بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

## رمضان شریف میں قیام کا باب

اس قیام رمضان سے تراویح مراد ہیں۔ انہیں تراویح اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے جب اکٹھے مل کر یہ نماز پڑھنا شروع کی تو لوگ مسلمان پھیرنے کے بعد بیٹھتے اور آرام لیتے تھے۔ اس بنا پر اس نماز کا نام تراویح پڑ گیا۔ تراویح میں بہت گفتگو کی گئی ہے۔ ہم نے اس بارے میں پوری گفتگو اپنے رسالہ مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِي أَيَّامِ السُّنَّةِ میں کر دی ہے۔ یہ گفتگو اور اختلاف اکل وجہ سے بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز ہمیشہ نہیں پڑھی۔ چند رات اسے پڑھا۔ پھر جب لوگوں کا اجتماع اور جھوم ہونے لگا تو امت پر شفقت کی بنا پر کہ فرض نہ ہو جائے، اسے ترک کر دیا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کی یہ نماز دراصل تہجد کا نماز ہی تھی جو آپ گیا بہ رکعت پڑھتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت پڑھتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فلانت فاروقی تک لوگ اسی طریقہ اور حالت پر رہے کہ ہر آدمی بطور خود گھر میں یا مسجد میں پڑھ لیتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ابتدائی حصہ گزر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح کے لیے جمع کیا۔ پہلا کہا حدیث میں آ رہا ہے اور مدینہ مطہرہ کے باشندے بیس رکعت کے علاوہ سولہ رکعت فرید پڑھتے ہیں۔ ان کا سبب یہ تھا کہ اہل مکہ ہر دو تہجد کے بعد طواف کعبہ کرتے تھے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ پہلی مدینہ میں کہ اس کیفیت سے دور تھے تو اس کے عوض چار رکعت کا اضافہ کر دیا اور اب بھی ان مقام شریف میں ایسی ہی شیعہ تعداد ہے۔ اور انہیں سولہ رکعت کہتے ہیں۔ آخر شب میں کماول شب میں تراویح اور کثرت کے بعد گویں سے باہر نکلتے اور یہ نماز رکعت پڑھتے ہیں۔

### پہلی فصل

### الفصل الاول

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا ایک عجز بنایا اس میں آپ کئی راتیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ لوگوں کا آپ پر اجتماع ہو گیا۔ پھر ایک رات لوگوں نے آپ کا امانہ پائی اور انہیں گان ہو گیا

۱۳۲۱ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَوْصِلِ فَصَلٍّ فَبَعَا لِيَاكِي مَعَقٍ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً

وَقَالُوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ  
يَتَنَحَّضُونَ لِيُخْرِجُوهُ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا  
زَالَ بِكُمْ الَّذِي رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ  
حَتَّى تَخْشَيْتُمْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ  
وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ  
فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ  
فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَوةٍ الْمَرْءُ فِي بَيْتِهِ  
إِلَّا الصَّلَوةَ الْمَكْتُوبَةَ

آپ سو گئے ہیں۔ تو بعض حضرات کہانے لگے تاکہ آپ  
بہتر تشریح لائیں۔ پس آپ نے فرمایا میں تمہارا افضل مسل  
دیکھا ہوں یہاں تک کہ مجھے خوف لاحق ہوا کہ یہ تم پر فرض ہو  
جائے۔ اس اگر تم پر فرض کر دیا جاتا تو تم اسے قائم نہ  
رکھ سکتے۔ تو اسے لوگ اپنے گھروں میں ہی نازل پڑھ  
لو۔ کیونکہ مرد کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو  
اپنے گھر میں پڑھے۔ مگر فرض نماز

(دُمُتَقِّ عَالِيُو)

(نماز کا وسلم)

۱۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے صحابہ میں سے ہیں مابغیر انہیں کے بڑے پابند تھے اور کتاب و حدیث  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کجور کی شاخوں کا ایک حجرو مسجد میں بنا لیا تھا جیسا کہ انکشاف میں آپ کی عادت مبارک تھی۔ حجرو حجر  
یعنی منع کرنے سے بنا ہے۔ حجرو کہ حجرو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کو انہیں سے حد و کتاب سے ایک عمارت میں حجرو  
کے بجائے حجرو آیا ہے یعنی باز رکھنا۔

۲۔ تاکہ کھانے اور کھنگورنے کی اطلاع کر آپ ان کی طرف تشریف لے آئیں۔

۳۔ کہ تم لوگ رات کی نماز (تراویح) باجماعت پڑھنے کی بڑی عادت رکھتے ہو۔

۴۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی تھی کہ اگر آپ نے یہ نماز تراویح پڑھنی ہے تو پھر آپ اس سے پہلے اسے ہو لوں  
پر فرض کر دوں گا یا اتفاقاً آپ کے دل میں آپ کی بڑی عادت رہی ہے تو میں اسے پابند کر دوں گا یا تو میں اسے منع کر دوں گا  
بعض کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عادت مبارک ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتی کہ جسے اللہ تعالیٰ اسے فرض کر دیتا  
مگر اس پر یہ اشکال لازم آتا ہے کہ بہت سی رات ستیں ہیں جنہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ادا کرتے تھے۔ مگر وہ فرض  
نہ ہوں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَرْغِبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ  
أَنْ يَأْمُرَهُ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ فَيَقُولُ  
مَنْ قَامَ رَمَضَانَ أَيْمَانًا وَاحْتِسَابًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا ترغیب دیا کرتے  
تھے بغیر اس کے کہ آپ لوگوں کو اس کی تاکید یا حکم دیا کرتے  
فرماتے تھے۔ جس نے رمضان میں شب بیداری کا  
ایمان و تصدیق کے ساتھ ادا کیا اسے عرصہ کے ثواب

عَمَّا لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَتَوَلَّى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ  
عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي سَبْكُرٍ  
وَصَنَدًا قَبْلَ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلَى  
ذَلِكَ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کے لیے نہ کہ کھانے اور نہ انے کے لیے تو اس کے حمام  
گزرشتہ مصغیر و گناہ بخش دے جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم وصال فرما گئے۔ درالحالیکہ لوگ اسی حالت پر تھے پھر  
خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں بھی معاملہ ایسا ہی رہا۔ اور  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں  
بھی اسی حالت پر تھے۔ (مسلم)

۱۷ کہ اپنے طور پر طلب ثواب کے لیے تراویح پڑھتے تھے ان کی باجماعت ادائیگی متعین و مقرر نہ تھی۔  
۱۸ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کی شان کا اہتمام کیا اور لوگوں کو اکٹھے ہونے اور باجماعت ادا  
کرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ ابھی حدیث میں آ رہا ہے۔

۱۷۳۳ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى  
أَحَدُكُمْ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ  
لِيَّتِهِ نَصِيًّا قَبْلَ صَلَاتِهِ فَإِنَّ  
اللَّهَ جَاعِلٌ فِي يَتِيَّتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ  
خَيْرًا -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی  
جب اپنی نماز مسجد میں ادا کرے تو اس کا کچھ حصہ اپنے  
گھر میں جا کر پڑھے کہ اللہ تعالیٰ گھر میں نماز  
پڑھنے سے اس کے گھر میں خیر و برکت کرے  
گا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۹ تراویح نماز ہے۔

۲۰ اس حدیث کو اس باب میں لانے سے اس جانب اشارہ ہے کہ رمضان شریف میں بھی کچھ نہ کچھ نماز گھر میں  
پڑھنی چاہیے۔

## دوسری فصل

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے  
رکھے۔ آپ نے میں سے مجھ سے ساتھ بالکل قیام  
نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے۔ تب

## الفصل الثانی

۱۷۳۴ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا قَبْلَ الشَّهِرِ  
حَتَّى يَبْقَى سَبْعُ قَعَامٍ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ



ثَلَاثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتْ الثَّانِيَةَ  
لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتْ الثَّانِيَةَ  
قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ  
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ فَكَلْتَنَا  
قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ  
إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يُصْرَفَ  
حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتْ  
الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتَّى يَبْقَى  
ثَلَاثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتْ الثَّالِثَةَ  
جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالتَّاسِي  
فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا  
الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ  
السَّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ  
النَّسَائِيُّ وَهَرَوِيُّ ابْنُ مَاجَةَ وَهَرَوِيُّ  
إِلَّا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ لَمْ  
يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ

۱۲۲۵ و عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَإِذَا هُوَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ أَكُنْتُ كَعَفَايْنِ  
أَنْ يَحْيَيْكَ اللَّهُ عَلَيْهِ رَسُوْلُهُ  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ

ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ تھکی رات گزر گئی پھر  
جب چھٹی رات ہوئی تو جانے ساتھ قیام نہ کیا۔ پھر  
جب پانچویں رات ہوئی کہ تم کو نماز پڑھانی تھی کہ اوس  
رات گزر گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کاش کہ آپ ان باتوں کا قیام ہمارے ساتھ نہ فرما دیتے  
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب  
امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے حق میں نماز پڑھانی جتنی کہ وہ چاہے  
کے لیے ساتھی رات کا قیام شمار کیا جائے پھر جب  
چوتھی رات ہوئی تو میں نماز پڑھانی تھی کہ تھکی رات  
باقی رہ گئی پھر جب تیسری رات ہوئی تو یہی گھر والوں  
ابھی جیونوں اور لوگوں کو جمع فرمایا میں نماز پڑھانی  
تھی کہ تم غصہ نہ کیا کہ ہماری تھکی رات کو بچاؤں گا  
میں نے کہا فلاں کیا پھر فرمایا تم کو کچھ بھی نہیں  
نماز پڑھانی تھی

ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے

اس کی اصل روایت کی مگر ترمذی نے تم ہم قیام بنا

بقیہ غم کا ذکر کیا۔

جب یہاں

۱۲۲۵ کہ کیونکہ سحر روزہ مکمل کرنے میں مددگار ہے اور اس میں سنت بھی قائم ہوتی ہے اور اس میں ایسی ہی علامت ہے  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی  
ہیں میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوم  
کو گم پایا۔ دیکھا کہ آپ بیتہ البقیۃ میں تھے اور یہاں  
تم اس سے ڈر رہی تھیں کہ اللہ و رسول تم پر ظلم کریں گے  
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خیال ہوا کہ آپ

أَتَيْتَ بَعَثَ نَسَائِكَ فَقَالَ لَا تَلُحْ  
 اللَّهُ تَعَالَى يَنْزِلُ لَيْلَةَ الْتَمِيمِ  
 شَعْبَانَ إِلَى الشَّمَاوِ الدُّنْيَا يَغْفِرُ  
 لِأَكْثَرِ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَلَمٍ كَلْبٍ  
 نَعَاةُ التَّرْمِذِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ  
 وَنَادَى رَازِيْنُ وَمَنْ اسْتَعَقَّ النَّارَ  
 وَقَالَ التَّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُعْتَمِدًا  
 يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يُضَعِّفُ هَذَا  
 الْحَدِيثَ -

اپنی کسی اور بری کے پاس تشریف لے گئے ہیں فرمایا  
 اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کا لعل آسمان دنیا کی طرف  
 نازل فرماتا ہے تو قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے  
 زیادہ بخش دیتا ہے۔

ترمذی۔ ابن ماجہ و رازین نے یہ بھی زیادہ  
 کیا کہ جو لوگ آگ کے مستحق ہو چکے ہیں۔  
 ترمذی میں ہے کہ میں نے محمد بناری کو سنا  
 کہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔

۱۷ جس میں حضور علیہ السلام کے میرے پاس رہنے کی باری تھی۔

۱۸ یعنی مدینہ طیبہ کا قبرستان

۱۹ اور تو نے گمان کیا کہ میں تیری باری کسی اور بیوی کو دے دوں گا۔

۲۰ یہ بات حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک اَکُنْتُ تَخَافِينَ الْاَنْزَمَ سے پہلے کہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کسی قرینہ اور حضرت عائشہ کی حالت سے سمجھا ہوا۔ اور شاید کہ اس قول کے بعد عذر خواہی اور اظہار رانی الغیر  
 کے طور پر کہا ہو

۲۱ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لے جانے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا  
 ۲۲ یعنی نفل و رحمت کے ساتھ نازل فرماتا ہے۔

۲۳ کہ عرب میں اس قبیلہ کی بچیاں سب سے زیادہ تمہیں یعنی میں نے چاہا کہ اس شب میں قیام کروں۔ اور حجت البقیع  
 بائوں۔ اسد ہاں کے دفون حضرت کے یہ ہے مائے غفران کا یہ فعل ہے اس قصے کی تفصیل شرح (المعاصی) میں ذکر کی گئی  
 ہے اس باب کی اس حدیث کا ذکر قیام رمضان کی مناسبت سے کیا گیا ہے۔

۲۴ حضرت زین اکبر رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا آدمی کی نماز اس کے گھر میں افضل ہے  
 میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی۔ مگر

۲۵ وَ هُوَ نَبِيٌّ كَانَتْ قَالَتْ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 صَلَوةُ الْبَرِّ فِي مَجْلِسِهِ أَفْضَلُ  
 مِنْ صَلَوةِ الْفَاسِقِ فِي مَسْجِدِهِ هَذَا

فرض نماز کے

إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

رَدَّاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(البداء، ترمذی)

اسے ملائکہ میری مسجد میں عظیم الشان مسجد ہے کہ اس میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز سے افضل ہے۔  
 اسے کہ فرض نماز کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ یہ بات آپ نے وہاں فرمائی جب کہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ غیر ملت قیام  
 فرمایا پھر اسے ترک کر دیا اور اس کا غرض بھی بیان فرمایا پھر آپ نے فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور مشغول ہو جاؤ اور نماز  
 پڑھو۔ اس حدیث سے امام مالک، امام ابو یوسف اور بعض شافعیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ نماز تراویح  
 گھر میں اکیلے پڑھی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جو چند روز تراویح پڑھی وہ بیان حجاز کے لیے تھی اور اس وجہ سے  
 بھی کہ آپ معتکف تھے اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب اور بعض مالکیہ وغیرہ اس پر ہیں کہ تراویح کی افضل نماز  
 یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت پڑھے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے بعد صحابہ نے کیا پھر مسلمانوں کا عمل ہمیشہ کے  
 لیے اسی پر ہے کیونکہ یہ دین کے نشانات سے ہے۔ اور نماز عید کے مشابہ ہے۔ اس مناسبت سے اس باب میں اس حدیث  
 کے ذکر کرنے کی مناسبت ظاہر ہو گئی۔ مگر اس میں اس جانب بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ نماز تراویح گھر میں پڑھ لینا بھی جائز  
 ہے۔ اس بارے میں مختار و پسندیدہ بات یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو لوگوں کا مقتدا ہو کہ اس کا وجود جماعت کا کثرت  
 کا موجب ہو تو اسے چاہیے کہ مسجد میں اگر پڑھے۔ اور اگر اس حیثیت کا نہ ہو تو پھر اس کیلئے گھر میں پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ فقہ  
 کی کتابوں میں مذکور ہے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۲۶۷ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِي  
 قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ  
 لَيْلَةً إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ  
 أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ  
 لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي  
 يَصَلُّوهُ الرُّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي  
 لَوِجَمْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قُلُوبِي  
 وَاحِدًا لَكَانَ أَمْثَلًا ثُمَّ عَزَمَ  
 فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَقَالَ

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ  
 میں نے ایک رات کہ حضرت عمر ابن خطاب صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ مسجد کو گیا۔ لوگ حفرق اسی جگہ اٹک گئے۔  
 اکیسے نماز پڑھ رہا تھا۔ اور کسی کے ساتھ کچھ جماعت پڑھ رہی تھی۔  
 حضرت عمر نے فرمایا اگر میں ان لوگوں کو کسی جگہ  
 پر جمع کر دیتا تو بہتر ہوتا۔ پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا  
 تو انہیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں  
 دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے  
 قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے

فرمایا یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اور وہ نماز جس سے تم سو رہتے ہو۔ اس سے افضل ہے جس کو تم قائم کرتے ہو۔ یعنی آخر رات کی۔ اور لوگ اول رات میں پڑھتے تھے۔

(بخاری)

ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَهُ الْاُخْرَى وَ  
النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلْوَةِ قَائِرٍ مَعَهُ  
قَالَ عُمَرُ نَعِمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ  
وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ  
الَّتِي تَقُومُونَ يُرِيدُ اخِيرَ اللَّيْلِ  
وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ اَوَّلَهُ -

(رواہ البخاری)

۱۔ القاری تارہ کی طرف نسبت ہے۔ یہ لفظ قاری یا مشرودہ سے ہے اور قاری یعنی قرآن پڑھنے والا ہمزہ کے ساتھ ہے۔ حضرت عبدالرحمن کی ولادت حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہوئی۔ مگر انہیں آپ سے نہ تو سماع حاصل ہے۔ نہ ہی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کی ہے۔ اور واقعہ یہ کہ ان کو صحابہ میں شمار کیا۔ مشہور یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیت المال کے عامل تھے۔  
۲۔ یعنی رمضان شریف کی ایک رات میں۔

۳۔ اصل میں لفظ ربط آیا ہے یعنی وہ افراد سے کم لوگوں کی جماعت

۴۔ یہاں لفظ قاری ہمزہ کے ساتھ ہے۔

۵۔ اور انہیں لوگوں کا امام بنا دیا۔

۶۔ یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

۷۔ اسے یہ رات اہل بیت اور اجتماع کے اعتبار سے کہا۔ سنۃ اہل جماعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قائم ہو چکی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار اسے باجماعت ادا کیا تھا۔ جیسا کہ گزرا۔ اور حقیقت بات یہ ہے کہ جو کچھ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کرتے ہیں وہ بھی سنت ہے۔ اور حدیث مَن سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً کے عزم میں داخل ہے۔  
۸۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آخر شب مراد لیتے ہیں۔ یعنی اس نماز کا آخر شب میں ادا کرنا افضل ہے اس سے۔  
۹۔ ہم نے لگ اہل شب میں پڑھ دیتے ہو۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ آخر شب میں تراویح پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ یہ افضل وقت ہے اور اس میں مشقت زیادہ ہے۔ جیسا کہ اسے علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے نقل کیا اور یہ معنی آپ کے قول یُرِيدُ اخِيرَ اللَّيْلِ (کہ آپ نے آخر شب مراد لیا) کے زیادہ موافق اور زیادہ ظاہر ہے۔ لیکن علامہ طیبی رحمۃ اللہ کا یہ قول کہ اہل کہ نے اسے ہی اختیار کیا ہے کہ اہل کہ سونے کے بعد تراویح پڑھتے ہیں۔ تمہر سکتا کہ یہ ان کا قدیم زمانہ میں عادت تھی مگر آج کل وہ بھی اول شب میں تراویح پڑھتے۔ اور ساری رات عبادت میں گزارتے ہیں اور پھر آخر شب میں سو کر کھانے کے لیے اپنے گھروں

کو جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس عبادت کا معنی یہ ہے کہ وہ نماز میں سے تم فارغ ہو کر سوتے ہو بہتر ہے اس نماز سے جس کے لیے تم سرگراٹھتے ہو یعنی اول شب میں ہی تراویح پڑھ لینا افضل ہے اور یہ احتیاط کی بنا پر ہے بلکہ نیند کے غلبہ کے باعث کہیں رہ ہی نہ جاوے۔ اس معنی کے مطابق آخر لیل کا لفظ تقویٰ من سے متعلق ہو گا بعض علماء نے ان لوگوں میں جو آخر شب میں اٹھنے اور بیدار ہونے کا دثوق اور یقین رکھتے ہیں احسان میں جنہیں یہ دثوق و اعتماد نہیں ہوتا فرق کیا ہے جیسا کہ اول رات یا آخر رات میں وتر پڑھنے کی فضیلت میں گزر رہا جیسا کہ علامہ کرمانی نے ذکر کیا۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت قسیم الدار رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کے لیے گیارہ رکعت کے ساتھ قیام کریں۔ اور قاری (امام) کئی سوایات پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم لوگ زیادہ وقت کھڑے رہنے کی بنا پر لاشعریٰ سمجھا لیتے تھے تو ہم لوگ واپس نہ جاتے تھے بلکہ جب کہ فجر کی ابتداء ہو رہی ہوتی تھی۔

۱۳۷۸ وَ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ أَجْبَا بْنَ كَعْبٍ وَ ثَيْمَةَ الدَّارِيَّ أَنَّ يَقُومَا لِلشَّامِ فِي رَمَضَانَ بِرَحْضِي عَشْرَةَ رُكْعَةً وَ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِثْنَيْنِ حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعَصَا مِنْ طَوْلِ الْقِيَامِ فَمَا كُنَّا نَتَصِفُ إِلَّا بِفُرُوجِ الْفَجْرِ۔

(ماک)

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

۱۔ حضرت قسیم الداری رضی اللہ عنہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ پہلے نظرانی تھے پھر عمرانیات ترک کر کے اسلام لے آئے ۲۔ تو یہ دونوں صحابی رمضان المبارک میں گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حالت کے مطابق جو نماز تہجد کے بارے میں تھی، گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ علامہ نے کہا ہے کہ یہ روایت دہم پر مبنی ہے کیونکہ یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگ بیس رکعتیں (تراویح) کی پڑھتے تھے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیس رکعت پڑھی ہوں۔ اور کبھی کبھار رکعت بعض نے کہا ہو سکتا ہے کہ بعض راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت حاصل کر کے اسے ایسا کیا ہو اس کے بعد بیس رکعت ہی پڑھنا طے پا گیا ہو۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت کی روایت آئی ہے۔ بیس رکعت و تراویح بیس رکعت تراویح۔

۳۔ مثنیٰ مائتہ کی جمع ہے مائتہ (سو) یعنی امام کئی سو رکعتیں پڑھتا تھا اور ہر سو رکعت کی آیتیں سوایات سے زیادہ ہوتی تھیں۔

۴۔ زیادہ دیر تک کھڑے ہونے کی وجہ سے نفل نماز میں ایسا کرنا جائز ہے۔ خصوصاً جب کہ صنف و بے طاقتی

لاحق ہو۔



۴۷ اصل میں لفظ فروغ آیا ہے۔ بمعنی ادالٰی نجر اور اس کے بلند حصے۔ ہر چیز کے بلند حصے کو اس کی فروغ کہتے ہیں۔ جیسے درخت کا شاخیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک کا انوں کی فروغ تک بلند کرتے تھے یعنی انوں کی بلندی تک۔

حضرت الاعرج سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے لوگوں کو نہ پایا مگر وہ رمضان کی کافروں پر لعنت کرتے تھے اور قاری (امام) آٹھ رکعت میں پوری سورۃ بقرہ پڑھتا تھا اور جب قاری یہ سورت بارہ رکعت میں پڑھتا تو لوگ خیال کرتے کہ اس نے ہکی نماز پڑھائی ہے اور تھوڑی قرأت کی۔

(رہائے)

۲۔ یعنی قنوت وتر میں کہیں تک یہ کفار اس چیز کی تعظیم نہیں کرتے جس کی خدا تعالیٰ نے تعظیم کی ہے اور یہ کفار اس راستے پر نہیں چلتے جس میں چلنے کی قرآن نے ہدایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی کو فرماتے سنا ہم لوگ  
رمضان میں قیام سے واپس لوٹتے تھے تو ہم خادموں کو  
کہتے کہ جلدی کھانا کھاؤ سحری فوت ہو جانے کے خوف سے  
ایک دوسری روایت میں آیا۔ فجر ہوتے کے ڈر تھے۔

(۱۱۱)

۱۷۔ یہ خصوصیتِ کبریا فی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے بڑے ہیں اور قدیم الاسلام میں ہے۔

۱۹۴۰ حضرت محمد بن اسماعیل بن سلطان محمد قادری المعروف ماعلی قادی متوفی ۷۴۰ھ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۴۰



۱۷ یعنی اس رات میں جو برکات اور عجیب و غریب چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں تم اسے جانتی ہو۔  
 ۱۸ علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اولاد آدم کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ جو سال کے دوران روز بروز اٹھائے جاتے ہیں۔  
 جس طرح کہ لکھے جاتے ہیں۔ اس سال میں پیدا ہونے والے اور مرتد ہونے والے۔ تو ان سب چیزوں کی تحریر اس شب میں ہوتی ہے۔  
 پھر سال میں پورے دن اٹھائے جاتے ہیں۔ مگر یہ معنی عبارت سے دوسرے کیونکہ حدیث کے الفاظ میں تو یوں ہے کہ اس رات  
 میں اٹھائے جاتے ہیں نہ کہ لکھے جاتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ تمام سال کے اعمال روز بروز اٹھائے جاتے ہوں۔ مگر اس رات  
 میں سارے یکبارگی لکھ دیے جاتے ہوں۔ پھر سارا دفتر بھی مقابلے کی غرض سے اٹھایا جاتا ہو۔ جیسا کہ اہل حجاب کرتے ہیں۔  
 اس شب کی عظمت اور حکم الہی کی وجہ سے واللہ اعلم۔

۱۹ رزق اتارنے سے اس کا کھانا ملا دیا ہے۔ جس طرح اعمال لکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ اس  
 رات میں لوگوں کی اجل اور ان کا رزق لکھا جاتا ہے اور ان لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جو اس میں حج کی سعادت حاصل  
 کریں گے اور جنہیں اس سعادت کی توفیق نصیب ہوگی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نیک اعمال کے اٹھنے کا ذکر کرنا  
 جو بندے کے لیے جنت میں جانے کا ذریعہ بنتے ہیں اور آپ نے یہ بھی سنا کہ بندوں کے عمل کرنے سے پہلے ہی یہ لکھ دیے  
 جاتے ہیں۔ تو اس سے آپ نے سمجھا کہ جنت میں جانا اللہ تعالیٰ کی تقدیر و احسان کے فضل و کرم سے ہے۔ تنہا عمل سے نہیں  
 اس لیے آپ نے عمر بن کیا یا رسول اللہ کیا کوئی آدمی جنت میں اللہ کی رحمت کے بغیر جاسکے گا۔ الخ۔

۲۰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی یا حضرت عائشہ کا سوال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب  
 دونوں کا تکرار تین بار ہوا۔ بعض نسخوں میں تین بار کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱ یعنی آپ کی ذات اقدس کہ اللہ کے رسول اور اس کے محبوب ہیں۔ اللہ کی رحمت سے ہی بہشت میں داخل ہوں گے؟  
 ۲۲ یعنی ہاں میں بھی اسکی رحمت کے ساتھ جنت میں جاؤں گا جو اس کی ذات کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور اس کے  
 فضل و عطا سے۔ اگرچہ میرا وجود سراسر رحمت ہے۔ بلکہ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہے۔

۲۳ سر مبارک پر دست اقدس رکھنے سے درگاہ حق تعالیٰ میں اپنی مسکنت اور محتاجی کا اظہار ہے اور اس جانب  
 اشارہ ہے کہ میرے پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے شامل حال ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تعظیم کرتا  
 ہوں اس لیے کہ منہضت کا طلبگار ہوں۔ عائشہ عیم مخفف سے معنی سر۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کا پندرہویں شب اپنے بندوں پر اپنی

چشم فضل و رحمت سے جھانکتا ہے تو ساری مخلوق کو بخش

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَطْلَعُ

فِي لَيْلَةِ النُّصُفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ

لَجَمِيعٍ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشَاهِدٍ أَوْ مُشَاهِدٍ  
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ سَوَاكُ  
أَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
ابْنِ الْعَارِصِ وَ رَفِیْ رَوَايَتِهِ إِلَّا  
اَتْنَيْنِ مُشَاهِدٍ وَ قَاتِلُ نَفْسٍ -

دیتا ہے مگر شرک اور کینہ پروردگار کو۔  
ابن ماجہ اور احمد نے اسے مہد الشہ بن عمرو  
بن العاص سے روایت کیا۔ اور احمد کی روایت  
میں اس طرح آیا ہے گردو آدموں کو ایک کینہ پرورد  
کو دوسرے خود کشی کرنے والے کو کہے

۱۔ اس معنی کے مطابق لفظ یقطع طامشہ اور لام کی زیر سے ہے۔ اور یقطع طامشہ کن لام کی زیر سے بھی آیا ہے۔ یہ  
طالع سے مشتق ہوگا۔ اور اس سے مراد نزل ہے جیسا کہ حدیث تہجد میں واقع ہوا کہ نزل رہنا۔ ہمارا رب نزول اجلال فرماتا ہے  
اور اس حدیث میں بھی یہی کی روایت میں نزل واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ حدیث تہجد میں ہے۔ البتہ اس حدیث میں اتنا صغیر زیادہ  
ہے کہ اس رات میں رب تعالیٰ کا نزول اجلال و رحمت و دقت غروب آفتاب سے ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث  
میں آ رہا ہے۔ حاصل معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شب میں رحمت و مغفرت کی صفت سے تجلی فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی جو خلاف شریعت کسی سے کینہ رکھتا ہے اور حکم شریعت کے مطابق کسی سے دل میں کینہ رکھتا جائز ہے۔  
۳۔ اور بعض احادیث میں کچھ اور لوگوں کا بھی اضافہ فرمایا۔ یعنی رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرنے والا اور کینہ میں  
تبدیل و شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا۔ والدین کا نافرمان۔ اور عادی شراب نوشی کا ذکر بھی آیا ہے۔ بعض احادیث میں  
ظلم سے شریعت والا جادوگر کا من بخوری و فخر کرنے والا اور گانے کے ساز بجانے والا بھی آیا ہے۔

۱۳۳۳ وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا  
كَانَتْ كَيْلَهُ الْيَقِظُ مِنْ شَعْبَانَ  
فَقُرْمُوا كَيْلَهَا وَ صُومُوا يَوْمَ مَعَا  
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْزِلُ فِيهَا لَغُورٍ  
الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ  
أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرْ لَهُ أَلَمْ تَسْتَرْقُ  
فَأَرْزُقْهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأَعَا فِيهِ أَلَا  
كَلْبًا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ -  
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب شہریں  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پندرہویں شہریں کا  
ہو تو رات بھر قیام کرو۔ صبح میں روزہ رکھو پھر کھانا  
لاؤ۔ اللہ تعالیٰ سورج کو دیکھے گا کہ اس نے کیا کیا  
نہل رہا ہے۔ اور کتاب کے کئی ساتھی لکھتے ہیں  
ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کئی روزی لکھتے ہیں  
ہے کہ میں اسے روزی دوں۔ کئی بیمار لکھتے ہیں  
اسے شفا دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا  
ہے۔ طالع فجر تک۔

(ابن ماجہ)

۱۔ یہ اور دوسرے مطالب و حاجات دالوں سے کیا یہ ہے۔ چنانچہ کوئی گناہ گار نہیں کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا کوئی

ننگیں نہیں کہیں سے خوش دل کروں۔ اللہ تعالیٰ فجر طلوع ہونے تک اسی طرح فرماتا رہتا ہے۔

## بَابُ صَلَوةِ الصُّحَىٰ

### نماز چاشت کا باب

مخدومۃ دن کا بلند ہونا منجیٰ خدا کی پیش اور الف مقصورہ چاشت اور شعاع آفتاب کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول مبارک وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا طلوع آفتاب کے بعد لوگوں میں دونوں نمازیں متعارف ہیں۔ ایک نماز سورج ایک دھیزہ بلند ہونے کے وقت۔ اسے نماز اشراق کہتے ہیں۔ دوسری نماز چاشت جو سورج کے چوتھا حصہ آسمان پر بلند ہونے کے وقت دوپہر سے کچھ پہلے۔ اسے نماز چاشت کہتے ہیں۔ بہت سی احادیث ہیں صلوٰۃ صبحی کا نام دونوں کے نمازوں کے لیے آیا ہے۔ بعض احادیث میں صلوٰۃ صبحی کا اطلاق نماز اشراق پر آیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے طبرانی کی حدیث سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے ام صانی یہ نماز اشراق ہے حالانکہ جو نماز آپ نے حضرت ام صانی کے گھر پڑھی تھی وہ نماز چاشت تھی۔ اور امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے قول بِالصُّحَىٰ وَالْأَشْرَاقِ کی تفسیر میں فرمایا کہ وقت اشراق وہ وقت ہے کہ آفتاب روشن ہو جائے اس کی شعاع صاف ہو جائے اور وہ چاشت کا وقت تھا۔ مختصر یہ کہ دن کے پہلے حصے میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس پر اور جو نماز دن کا چوتھا حصہ گزرنے پر پڑھی جاتی ہے اس پر نماز اشراق کا اطلاق آیا ہے۔ پس دونوں نمازوں کو صلوٰۃ صبحی اور صلوٰۃ اشراق کہہ سکتے ہیں۔ متعارف وہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت میں ایک ہی وقت ہے کہ اس کے اول میں ایک نماز اور اس کے آخر میں دوپہر سے کچھ پہلے دوسری نماز (چاشت) پڑھی جاتی ہے اور جب کہ بعض دفعہ دونوں وقتوں میں یہ نماز پڑھی گئی ہے۔ اس سے گمان کر لیا گیا کہ یہاں دو وقت ہیں۔ اور دو نمازیں۔ بعض علماء ان دو اوقات کو صلوٰۃ صبحی اور صلوٰۃ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ نماز چاشت میں بہت سی احادیث اور آثار آئے ہیں۔ اکثر علماء اس نماز کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ پسندیدہ اور مختار قول یہی ہے۔ کتاب مواہب لدینیہ میں ہے کہ شیخ ولی الدین بن العزازی نے کہا کہ صلوٰۃ صبحی میں بہت سی احادیث صحیحہ مشہورہ آئی ہیں تا آنکہ محمد بن جریر الطبرانی نے کہا کہ اس بارے میں وارد شدہ احادیث تمام درجہ یقین کو پہنچ چکی ہیں۔ اور قاضی ابونعیم بن العزازی المالکی نے کہا کہ یہ پیچھے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نماز ہے اور امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے دلیلی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ صلوٰۃ صبحی اکثر و بیشتر حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور ابن الجار سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہوئے کہا کہ صلوٰۃ صبحی وہ نماز ہے جسے حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل



اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اجمعین ہمیشہ پڑھتے تھے۔ بعض احادیث میں اس نماز کی نفل بھی آئی ہے اور بعض صحابہ کرام نے اس نماز پر بدعت کا اطلاق کیا۔ اور علماء کی ایک جماعت اس کے کردہ ہونے کی طرف گئی ہے۔ جب کہ اسے پابندی کے ساتھ مسجدوں میں پڑھا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کبھی کبھی پڑھا۔ وہ بھی گھر میں۔ سلف صالحین کا بھی اسی پر عمل تھا کہ گھر میں پڑھتے تھے۔ مگر یہ اختلاف اس نماز میں ہے جو چوتھا حصہ دن گزرنے پر پڑھی جاتی ہے یعنی نماز چاشت مگر وہ نماز (اشراق) جس کے یہ نماز فجر کے بعد قبلہ رخ بیٹھے رہتے ہیں اور آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھتے ہیں تو اسے بعض نے مکرہ نمازوں میں شمار کیا ہے واللہ اعلم۔

صلوۃ فضی کی رکعات کی تعداد میں روایات دو سے بارہ تک آئی ہیں، اکثر علماء کے نزدیک چار رکعت مختار ہیں۔ کیونکہ چار رکعت کی احادیث زیادہ صحیح ہیں اور اس میں اخبار و آثار بھی زیادہ ہیں۔

## الفصل الاول

### پہلی فصل

حضرت امام ہانی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتی ہیں۔  
یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن آپ  
کے گھر پر تشریف لائے تو غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز  
پڑھی تو میں نے کبھی کوئی نماز اس سے بھی نہ دیکھی مگر اتنی  
بات مزید تھی کہ آپ رکوع و سجود بھی کر رہے تھے  
اور ایک دوسری روایت میں آپ فرماتی ہیں کہ یہ  
چاشت کی نماز ہے۔

عَنْ أُمِّ حَافِظَةَ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ  
بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاسْتَلَّ  
وَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ فَلَمَّا أَرَادَ صَلَاةَ  
قَطْ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ  
الزُّكُوفَ وَالشُّعُودَ وَقَالَتْ هِيَ  
يَقَامِلُ الْآخِرَى وَذَلِكَ ضَعْفٌ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

اے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما ابوطالب کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ میں یہ ان کا نام ناخست تھا یعنی نہ  
کہا ان کا نام نہ کہہ تھا۔

اے یعنی آپ نے اس نماز کے کسی رکن کو اپنی عادت جاوید کے مطابق ادا نہ کیا۔ مگر اس میں یہ بات ملحوظ رکھی کہ اس کا  
رکوع و سجود بالکل مکمل کیا۔

اے واضح ہو کہ نماز چاشت میں عمدہ اور مشہور حضرت ام صانی کی حدیث ہے۔ امام احمد نے کہا کہ صحیح ترین حدیث جو نماز  
چاشت کے بارے میں آئی ام صانی کی حدیث ہے بعض نے کہا ام صانی کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نماز پڑھنا فتح مکہ  
کے شکر ان کے طور پر تھا۔ آپ کے بعد ام ادا سے نماز فتح کتنا قدرت و قوت کے بعد اسے پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا کہ

در اصل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف میں ایک وظیفہ چاشت کی نیت کی مصروفیت میں رہ گیا تھا۔ اس نماز کی صودت میں آپ نے اسے قطع کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ نے یہ چاشت کی نماز ہی پڑھی کسی وظیفے کی تھا نہ تھی۔ کیونکہ ابو داؤد احمد سلم نے اسے سجدۃ النہی کے لفظ سے روایت کیا۔ یعنی وقت چاشت کی تبع۔ وقت کی طرف اضافت کرنا اس وقت کے سبب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں ظہر کی نماز عصر کی نماز۔ موجب لدنیہ میں ابن عبدالبر سے روایت کیا کہ ام صانی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کونسی نماز تھی۔ فرمایا۔ چاشت کی نماز۔

۲۳۵ وَ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ صَلَوةَ الضُّحَى قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ -

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ فرمایا چار رکعتیں اور جبر اللہ چاہتا اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے۔

(مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ حدیث معاذہ رضی اللہ عنہا تابعہ میں ثقہ ہیں اور طبقہ ثالثہ سے ہیں۔

۱۸ روایات میں اس کی رکعتوں کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں آئی۔

۱۹ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر آدمی کے ذمے اس کے جسم کے ہر بندہ ٹہکی پر صدقہ لازم ہے۔ پس ہر تبیع صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور ہر بحیر صدقہ ہے۔ ہر امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے۔ اس کی جگہ نماز چاشت کی دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔

۲۰ وَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِبُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ حَبْدَةٌ فَكُلُّ تَبِيعَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَوْحِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَ كُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِي مِنْ ذَلِكَ رُكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى -

(مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ اصل میں سلاطی آیا ہے۔ سین کی پیش۔ لام مخفف۔ میم کی زبر۔ یعنی مضر۔ بعض نے کہا سلامی ہر اس ٹہکی کو کہتے ہیں

جس میں جوڑ ہوا اور ہر اس ٹہری کو بھی جس سے انسان حرکت کے وقت سہارا لیتا ہے۔ پس نیدہ قلی یہ ہے کہ ٹٹائی ٹہری کے ہر جوڑ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت بیدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ اپنے جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ کرے۔ یعنی ہر عضو اور ٹہری اور جوڑ اور صحت و سلامتی انسان کے لیے نعمت ہے جس کا شکر کرنا اس پر لازم ہے اور جبکہ وجود شکر کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنی ہر چیز کو اس مقصد کے لیے صرف کرے جس کے لیے اس چیز کو پیدا کیا گیا ہے ایک دشوار اور مشکل امر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف و کرم بندے سے ذکر الہی۔ اس کی حمد و ثناء وغیرہ خیرات اور امر معروف و نہی منکر کو بندے پر ہر جوڑ کے عوض صدقات واجبہ ضروریہ کی طرح لازم قرار دیا۔

۲۷ یعنی سبحان اللہ کہنا۔

۲۸ یعنی الحمد للہ کہنا۔

۲۹ یعنی لا الہ الا اللہ کہنا۔

۳۰ یعنی اللہ اکبر کہنا۔

۳۱ یعنی نیک کام کا حکم دینا۔

۳۲ یعنی کسی کو ناما مشروع اور ناجائز کام سے باز رکھنا۔

۳۳ یعنی یہ دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ تمام جوڑوں کے شکرانہ کے طور پر اپنی دو رکعت کو قبول کرتا اور اس پر جبراعطا کرتا ہے یہ فی الحقیقت نماز شکرانہ ہے تمام ظاہری باطنی نعمتوں کا کیونکہ انسان کا ہر عضو اور جوڑوں بدن وغیرہ سوائے تعالیٰ کی خدمت اور دعا اس کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں مگر فضیلت کے ساتھ نماز چاشت کو مخصوص کر دیا گیا کہ وہ اول دن اور نعمتوں کے استعمال کے آغاز میں پڑھی جاتی ہے اور لفظ بحری یا لکھنوی اور ہمزہ اور یا کا زبرد ہمزہ کے بغیر دونوں طرح روایت ہے۔ اول صیغہ جزاء سے ہے ہمزہ کا نہ یہ ہے یعنی کفایت سے اور دوسرا صیغہ جزاء سے یعنی بدلہ۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
کہ بے شک آپ نے ایک قدم کو چاشت کی نماز میں  
پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ لوگ اس بات کو جاننے میں کوتاہی  
اس گھڑی کے بجائے دوسری گھڑی افضل ہے بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادا بن کی نماز اس  
وقت ہے جبکہ اونٹ کے پیچھے کے پاؤں گرم ہونے  
گیں۔ (مسلم)

۱۳۸۴ وَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ أَنَّهَ بَايَ  
قَوْمًا يُصَلُّونَ مِنَ الصُّبْحِ فَقَالَ لَقَدْ  
عَلِمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي غَيْرِ هَذِهِ  
السَّاعَةِ أَفْضَلُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْآوَابِينَ  
حِينَ تَرْمَضُ الْفَصَالُ -  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۱ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ سترہ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رکابی کا حریف حاصل ہوا۔ آپ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصوصی دوستوں میں سے تھے۔  
۱۲ یعنی ثواب کے لحاظ سے۔

۱۳ امامین یعنی درگاہ حق تعالیٰ میں توبہ کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے۔ رَدْمَعْنُ لادیم کی نہ بر معنی ریت وغیرہ پر دھوپ کا تیز پڑنا اور دن کا گرم ہو جانا۔ اس وقت میں نماز کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ یہ وقت لوگوں کے فراغت و آرام کا وقت ہے تو اس وقت نماز نہ پڑھے گا مگر وہ جو درگاہ حق سبحانہ کی طرف رجوع رکھتا ہے اور اس ذات جل و علا کے ذکر سے انس و محبت رکھتا ہے جس طرح نصف رات کے وقت نماز پڑھنا۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت ابو الدرداء اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے اے فرزند آدم میرے لیے اول دن میں چار رکعت میرے لیے پڑھ کر میں اس کی وجہ سے آخرون تک تیرے لیے کافی ہو جاؤں گا۔  
اسے ابو حازم اور دارمی نے نعیم بن ہبش نے انطفاقی سے اور احمد نے ان تینوں سے روایت کیا۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَ أَبِي ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا ابْنَ آدَمَ ارْكُزْ رُكْعَ الْفَلَاحِ رُكْعَاتِ مَنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَلْفَتْ آخِرَهُ۔  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّاسِبِيُّ عَنْ نَعِيمِ بْنِ هَبْشَةَ الْإِنِطَقِيِّ وَ أَحْمَدُ عَنْهُ۔

۱۴ یعنی اسے آدمی میرے لیے اور میری رضا حاصل کرنے کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ دن کے اول حصہ میں چار رکعت ادا کرے اس کے روز میں تیرے لیے آخرون تک کافی ہو جاؤں گا اور میں تیرے کام پورے کروں گا کہ تیری حاجت پوری ہو جائے گا اور ناپسندیدہ امور کو تجھ سے دور رکھوں گا۔ یعنی اپنے دل کو میری عبادت کے لیے فارغ کریں تیرے دل کو تیری حاجات سے فارغ کر دوں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متقی اور متوکل لوگوں کے لیے وعدہ کر رکھا ہے  
۱۵ نعیم بن ہبش

۱۶ تھما درصا کی زبردست مشکوۃ کے اکثر نسخوں میں اسے آیا ہے یعنی تھما۔ آپ شامی صحابی ہیں۔ ان کے نام میں بہت اختلاف ہے ہم نے اسے شرح (عری) میں ذکر کیا ہے۔

۴۷ غطفانی زین کا زبر پھر نا غطفان کی طرف نسبت ہے۔ یہ قبیہ کے باب کا نام ہے۔

۱۳۳۹ وَ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مَآثِمٍ قَدْ سَتَرَنَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوا وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ الثَّمَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَ الشَّيْءُ مُنْعِيهِ عَنْ الْقَرِيقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَةً الصُّحَى تُجْزِلُكَ .

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے انسان کے اندر تین سوساٹھ جوڑ ہیں۔ تو انسان پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے نبی اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو زمین میں دفن کر دے اور راستے میں پڑھی ہوئی چیز کو راستے سے ہٹا دے۔ اگر تو ایسی کوئی چیز نہ پائے تو چاشت کی دو رکعتیں تیرے لیے کفایت کرتی ہیں یہ

(البدائع)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ زبر پھر نا کی پیش۔ راکی زبر۔ آپ صحابی ہیں اور آپ نے قول مشہور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز ہجرت کے دوران اسلام قبول کیا۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمات انجام دیں۔ اسی طرح خلفاء راشدین کی بجا۔ آپ کی قبر اور مردیں ہے کیونکہ آپ وہاں جہاد اسلامی کے لیے آئے تھے۔ لوگ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ کہ ہر جوڑ کے بدلے صدقہ کرے اور خیر کا کام کرے۔

۳۔ تھوک یا ناک کی آلائش جو مسجد میں پڑی ہوئی ہو۔

۴۔ یعنی ایذا دینے والی چیزیں۔ جیسے نجاست، پتھر اور کانٹے وغیرہ اور عربی غلط تلفظ علیٰ ذریعہ اور غیر اسے ہے۔

۵۔ کہ یہ تین کام تیرے لیے صدقہ اور تین سوساٹھ جوڑوں کے شکرانہ کا اعانگی کے لیے کافی ہیں یہ وہ جوڑ ہیں جن سے انسان اسلامی شاعر کی تعظیم اور مخلوق کو ایذا دینے والی چیزوں کو دفع کرتا ہے۔ اگرچہ معمولی چیز ہی ہو۔ حدیث میں اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تھوک اور ناک کی آلائش کو دفن کرنا اور راستے سے اذیت دینے والی چیزوں کو دور کرنا اور رکعت نماز سے انھیں ہے۔ کیونکہ یہ مسجد کی تعظیم اور خلق خدا سے اذیت دور کرنے پر مشتمل ہے کہ نفس کے لیے نماز ادا کرنا یہ کام کرنے سے آسان تر ہے۔ جیسا کہ تجربہ اس کا گواہ ہے۔

۱۳۴۰ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِمَاءٍ مِنْ بَيْتِ اللَّهِ



اللّٰهُ مَتٰی اللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَ تَسَلَّمْ  
مَنْ مَتٰی الضُّحٰی مَتٰی عَشْرَةً  
نُكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا مِّنْ  
ذَهَبٍ فِی الْجَنَّةِ

لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ  
وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هَذَا حَدِیثٌ یَّحْتَمِلُ  
لَا تَرَوْهُ اِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

۱۱۳۰ وَ عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ  
الْبَحْقِنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی  
اللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَ سَلَّمَ مَنْ قَعَدَ

فِی مُصَلَّاهُ حَتّٰی یَنْصَرِفَ مِنْ  
مُصَلَّاهِ الضُّحٰی حَتّٰی یَسْتَبْرَأَ  
الضُّحٰی لَا یَقُولُ اِلَّا خَیْرًا غُفِرَ

لَهُ خَطَايَاہُ وَ اِنْ کَانَ اَعْمَرَ  
مِنْ زَیْدٍ الْبَحْرِ

۱۱۳۱ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۲ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۳ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۴ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۵ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۶ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۷ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۸ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۳۹ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

۱۱۴۰ لَقَدْ اَتَى التِّرْمِذِیُّ وَ اَبْنُ مَاجَةَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز چاشت  
بارہ رکعت پڑھتا ہے اللہ اس کے لیے جنت میں سونے  
کا محل بناتا ہے۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث قریب ہے ہم اسے

اس اسناد کے سوا اور کسی طریقہ سے نہیں پہچانتے

یعنی اس اسناد کے سوا جسے ترمذی نے ذکر کیا۔

سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔

حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص

نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جائے نماز پر ہی

بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس نے اشراق کی دو رکعتیں پڑھیں

اور خیر و نیکی کے سوا کوئی بات نہ کی تو اس کی خطائیں بخش

دی جاتی ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ جتنی

ہی ہوں۔

(البرادری)

۱۱۳۰ یعنی آفتاب کے بلند ہونے تک

۱۱۳۱ یعنی بات نہ کرنے کو جو خیر ہو اور جس میں آخرت کا اجر و ثواب ہو جیسے ذکر اور تلاوت وغیرہ اور اگر اس نے کوئی

ایسی بات کی جو دنیا کی سعادۃ کا فائدہ ہو تو وہ خیر و نیکی کی بات کی طرح ہے۔

۱۱۳۲ یہاں نماز فجر سے نماز اشراق مراد ہے۔ دوسری احادیث میں صلوٰۃ ضحیٰ سے دونوں نمازوں نماز اشراق اور نماز

چاشت کا احتمال ہے باقی بھی بات کہ یہ ثواب جائے نماز پر بیٹھنے پر ہی مرتب ہوتا ہے اور اگر جائے نماز سے اٹھ

جائے اور خلوت میں بیٹھا جائے اور مشغول ہو جائے تو یہ ثواب اسے نہ ملے گا اور ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ جو

شخص اپنا جائے نماز پر بیٹھا ہے اور ذکر میں مصروف رہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت و مغفرت کا دعا کرتے ہیں۔

شاخ کا دستوں میں ذکر ہے کہ اگر وہاں بیٹھے رہنے میں پرکندہ خیال ہوئے اور یا میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو خلوت میں جا کر

ذکر و وظائف میں مشغول ہو بعض کہتے ہیں ذکر و تلویت کا ثواب است بہر حال بے گامگواری میں بیٹھے رہنے پر محبوبہ بر داشت انگ چیز ہے علماء نے کہا ہے کہ اس وقت کے بیٹھنے میں قبلہ رخ بیٹھنے کو نظر انازنہ کرے۔ اگر نیندا جائے تو پس پردہ ہو کر اسے دود کرے۔ شیخ الاسلام شہاب الدین مہروردی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عمل جس کی جزا ابدیہ لہ فی الوقت دنیا میں ہی نقد مل جاتا ہے اور جس سے مامن منور اور روشن ہوتا ہے، یہی عمل ہے، کتابت حروف (شیخ عبدالحق قدس سرہ) کتاب ہے کہ جس طرح کسی آفتاب صبح کے وقت طلوع ہو کر روئے زمین کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح ذکر و حضور کا آفتاب بھی بلند ہو کر سینہ ذاکر کے صحن و فضا کو روشن و تاباں کرتا ہے۔ یہ معنی ذاکرین کے نزدیک عسوس و ہشود کے قریب ہے کہ سالک لوگ اسے مانع طور پر محسوس کرتے ہیں۔

### الفصل الثالث

### تیسری فصل

۱۳۴۲ عَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَاقَطَ عَلَى شَفْعِ النَّبِيِّ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ ذَبْدِ الْبَحْرِ -

رواه أحمد و الترمذی و ابن ماجہ -

حضرت ابو مریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نے چاشت کا ذکر نبی کی محافل کے کام کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

(احمد، ترمذی)

(ابن ماجہ)

۱۔ اصل میں لفظ شفعہ ہے۔ شین کا پیش سے اور شین کا زبر سے عجمی مروجہ ہے۔ یہ شفعہ سے نکلا ہے۔ یعنی جنت و تر کے مقابل۔

۱۳۴۳ وَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّكَ كَانَتْ تُصَلِّي النَّبِيَّ ثَمَّ تَكَايُ رُكْعَاتِ ثُمَّ تَقُولُ لَوْ نُسِرَ لِي أَبَوَايَ مَا تَوَلَّيْتُكَ (رواه مالك)

عنایت مائتہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ عشاء کی آخر رکعتیں پڑھا کرتی تھیں۔ پھر کھڑی ہو کر کہیں کہیں مال باپ بھی زندہ ہو کر آجائے تو میں اس نماز کو نہ چھوڑتی۔ (مالک)

۲۔ یہ بقصد مبالغہ حال مادی کی تعلیق ہے۔ یعنی میں نماز کی لذت کو والدین کی ملاقات کی لذت کے لیے ترک نہ کروں گی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے

۱۳۴۴ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُصَلِّيُ النَّصْبُ حَتَّى يَقُولَ لَا يَدْعُهَا  
وَيَدْعُهَا حَتَّى يَقُولَ لَا يَصِلُهَا  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے  
تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ اسے کبھی نہ چھوڑیں گے  
اور آپ اسے چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ  
اسے کبھی نہ پڑھیں گے (ترمذی)

۱۔ جیسا کہ لافل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی۔ کہ آپ ہمیشہ اسے پابندی سے نہ پڑھتے تھے۔ یہ  
آپ کی امت پر شفقت تھی کہ امت پر لازم نہ ہو جائے اور شفقت میں نہ پڑ جائے اور اس کی فرضیت کا حکم نازل نہ ہو جائے  
یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل کا حکم ہے۔ اب اگر امت اس نفل پر پابندی کرے تو مستحب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اب بھی  
نماز چاشت میں سنت یہی ہے کہ کبھی کبھی پڑھے۔

۱۲۳۵ وَ عَنْ مُرْتَقٍ الْعَجَلِيِّ قَالَ  
قُلْتُ لِابْنِ عَمَرَ تَعَلَّى النَّصْبُ  
قَالَ لَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا قُلْتُ  
فَأَبْوَئُكَ قَالَ لَا قُلْتُ خَالِئُهَا  
مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا  
إِخَالَهُ

حضرت مرتق بنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے  
ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ  
چاشت کی نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت عمر پڑھتے  
تھے فرمایا نہ۔ میں نے کہا حضرت ابو بکر فرمایا نہ۔ میں نے  
کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میرا گمان ہے کہ آپ بھی  
نہ پڑھتے تھے۔

(بخاری)

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ موقوف سیم کا پیشہ وہاں نہ ہو۔ راجعہ کی تریہ۔ آخر میں قاف۔ بخاری۔ عین کی زیر۔ جیم ساکن یہ بخاری بن الجیم کی طرف  
نسبت ہے۔ آپ تابعی بصری تھا اور عابد و زاہد شخصیت ہیں۔  
۲۔ یہاں ظن کی شکل میں نفی کی۔ اس احتمال کی بنا پر کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہو۔ مگر حضرت ابو بکر و  
عمر کے بارے میں انھوں نے یقین سے نفی کا کہ وہ نہ پڑھتے تھے اور نفی کا مطلب معلوم ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ یہ حضرات  
مسجد میں ہمیشہ پابندی سے یہ نماز نہ پڑھتے تھے ورنہ اصل نماز کا پڑھنا بلاشبہ صحیح اور ثابت شدہ امر ہے۔ لا اخالہ  
ہمزہ کا زیر و زبر دونوں طرح درست ہے۔

# بَابُ التَّطَوُّعِ

## نفل نماز کا باب

لفظ تطوع طوع و طاعت سے بنا ہے۔ یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ نفلی جہلت کو تطوع اور متفعّل بالیکر متطوع کہتے ہیں۔ زیادہ تر اس کا اطلاق غیر مکررہ سنتوں پر ہوتا ہے۔ تفعل کا صیغہ یا تو تکلف کے لیے یا مبالغہ کے لیے ہے۔ نہ شارع کی طرف سے ضروری نہ ہونے کے باوجود اسے بجا لاتا اور طاعت و فرمانبرداری میں مبالغہ کرتا ہے۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

۱۲۴۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَابِلِ هَذَا صَلَوةُ الْفَجْرِ يَا بَابِلُ حَتَّى يَأْتِيَ رَجُلٌ عَمِلَ عَمَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّي سَمِعْتُ دَقَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجُو عِنْدِي لِأَكُنِّي لَمْ أَطْعُرْ طَعُومًا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارًا إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطَّعُومِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أَصَلِّيَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بابل سے نماز فجر کے وقت فرمایا اے بابل! مجھے ان کی خبر ہے جو کچھ ان کی کیا ہے۔ اور جس کے ثواب کی تجھے بہت زیادہ امید ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے جوتوں کا پہننے کی شہادت حضرت بابل نے عرض کی کہ میں نے اپنے نزدیک کسی اور نماز کو کام نہیں کیا ہے۔ اور اس کے کھانا اور اس کے کسی کپڑے میں اور میں نے کسی کپڑے کا کھانا نہیں کیا ہے۔ اور میں نے کسی کپڑے کا کھانا نہیں کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں لفظ دق آیا ہے۔ وال اور فاشدہ جس کا معنی ہے۔ اونٹ کا راستے پر نرم رفتار سے چلنا۔ اور پرندے کا ہلکے پھلکے انداز میں زمین پر چلنا اور زمین پر پاؤں رکھ کر اس کا پاؤں چلانا۔ لفظ یکنوی یا مشدوس سے یہ صیغہ تہینہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خواب یا بیداری میں خشفت ہوئی۔ یہ گما احتمال ہے کہ شب معراج میں آپ نے یہ موقع دیکھا ہو۔ یا کسی اور معراج میں جو آپ کو ہوا دیکھا ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۷ یعنی ہر قسم کی طہارت کے وقت غسل اور وضو کی صورت میں جو یا تیمم کی صورت میں۔ دن اور رات کی کسی گمراہی میں۔

۱۸ یعنی گمراہی نے اتنی مقدار میں نماز پڑھی جو میرے مقدر میں تھی یا جو خود میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھی تھی کہ میں نفل کے پڑھنے کا اپنے آپ کو پابند کر رکھا تھا۔ اہل حدیث میں وضو کے بعد نماز پڑھنے کی نفیست کا ذکر ہے۔ جسے لوگ تیرہ وضو کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ مطلق نفل کی نیت کرے اس کی نیت میں شکر وضو کی نماز کہنا ہے حقیقت چیز ہے۔

۱۹۴۲ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ

اَللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَعْلَمُنَا الْاَسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُورِ

كُلِّهَا كَمَا يَعْلَمُنَا السُّوْرَةَ مِنْ

الْقُرْآنِ يَقُولُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ

بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكُضْ رُكْعَتَيْنِ مِنْ

غَيْرِ الْفَرَاغَةِ ثُمَّ لْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ

اِنِّيْ اَسْتَغِيْرُكَ بِوَلِيَّتِكَ وَ اَسْتَعِيْذُكَ

بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ مِنْ قُدْرَتِكَ

الْعَظِيْمِ فَانْكَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ

وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ

تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ

فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَالِيْ وَ عَالِيْ

اَمْرِيْ اَوْ قَالَ فِيْ عَالِيْ اَمْرِيْ

وَ اَجَلِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَ يَتَرَدَّدُ

ثُمَّ يَتَوَكَّلُ عَلَى فِعْلِهِ وَ اِنْ لَمْ

تَعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ

فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَالِيْ وَ عَالِيْ

اَمْرِيْ اَوْ قَالَ فِيْ عَالِيْ اَمْرِيْ

صورت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کاموں کے لیے استخارہ

کی تعلیم دیتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن کی تعلیم دیتے

تھے۔ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد و ارادہ کرے

تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے پھر یہ کہے۔ اے

اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں

اور میں تیری قدرت سے تجھ سے قدرت و طاقت مانگتا

ہوں۔ اور میں تیرے فضل عظیم سے حمد مانگتا ہوں۔ کہ

بے شک تو قادر ہے۔ مجھ میں کوئی طاقت و قدرت

نہیں۔ اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو تمام شےوں کو

جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس

کام میں نے ارادہ کیا ہے) میرے لیے۔ میرے دین۔ میری

دنیا کی اور انجام کے لحاظ سے یا تو اچھا ہے یا برا کہ میرے لیے

دری طور پر یا دیر کے بعد میرے لیے بہتر ہے تو اسے

میرے لیے مقدر کر دے اور اسے میرے لیے آسان

کر دے۔ پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے۔

اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ یہ کام میرے

دین۔ میری دنیا کی اور میرے انجام کے لیے یا تو اچھا ہے

میرے لیے جلد ہی یا دیر کے بعد میرے لیے بہتر ہے

تو اسے مجھ سے پھر دے اور مجھے اس سے پھر دے



وَ اٰجِلِهٖ فَاَصْرَفُهٗ عَنِّي وَ اَصْرَفُهٗ  
عَنهُ وَ اَقْدُرُ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ  
كَانَ ثُمَّ اَرْضَيْتُ بِهِ قَالَ وَ  
يُسَوِّ حَاجَتَهٗ ۔

اور جہاں میرے سے خیر و برکت ہے وہ میرے قدر  
میں کر دے۔ پھر اس کام کے ساتھ مجھ سے خوش ہو جا  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنی حاجت کا  
نام لے۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(بخاری)

۱۷ یعنی ایسا کام جس کا جو دین آنا نادر اور ادراہیت بھی رکھتا ہو جیسے سفر تجارت اور عیال وغیرہ کھانے پینے کی  
طرح کا عام فعل نہ ہو پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کام مباح ہو اور اس کے نیک اور بدتر ہونے میں تردد اور شک ہو اور اگر وہ  
کام خیر محض ہو تو پھر اس کے وقت خاص یا اس کی حالت خاص کے لیے استخارہ کتنا درست ہے۔

۱۸ یعنی نماز کے دو فرض یا سفر کے دو فرض اس کے لیے کفایت نہیں کرتے۔ ہاں سنت ہو کہ وہ کی دو رکعتیں بھی اس  
کے لیے کافی ہیں۔ اور اگر دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے تو بہتر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ان  
رکعتوں میں قرآن میں سے جو اسے آسان ہو پڑھے۔ بعض روایات میں سورۃ قل یا ایہا الکفران اور قل ہواللہ احد کی تحفیس بھی  
آئی ہے۔ سلف سے بھی یہی منقول ہے۔

۱۹ یعنی تیرے علم کی مدد سے میں تجھ سے خیر اور بھلائی طلب کرتا ہوں۔

۲۰ یعنی خیر اور بھلائی کے حاصل کرنے میں میری قدرت کو وسیعہ بناتا ہوں۔

۲۱ یعنی تیرے فضل و کرم سے جو بڑا عظیم اور بے حد نہایت ہے، مجھے ملتا ہوں۔

۲۲ یہ راوی کا شک ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ان تمام الفاظ کے بجائے یا معاشی دعا قبہ میری کے بجائے  
فی حامل امری تاجلہ فرمایا۔ یعنی اس جہاں میں اور اس جہاں میں

۲۳ اور مجھے اس کام کی توفیق عطا فرما۔ اور قاتل روحی کے لفظ میں خلل نہ رہے۔ وال کی پیش اور دیر دونوں روایتیں  
آئی ہیں۔ یہ قدر سے مشتق ہے۔

۲۴ دار فنی ہمزہ کی زبر را ساکن سے۔ ارضائے مشتق ہے اور رک کی زبر ہمزہ کی خدا ہمزہ کے بغیر رضاء سے مشتق بھی  
روایت ہے۔

۲۵ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا راوی نے کہا کہ اس کام کا لفظ کہتے ہوئے اپنی حاجات اور اپنے کام کا نام لے۔  
ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں ان صلا الامر کا لفظ بطریقہ عموم حاجت کا عنوان ہے۔ استخارہ کرنے والے کی حاجت میں اس  
خاص کام کا ذکر ہو گا۔ جیسے یہ سفر اور یہ قیام درہائش وغیرہ کہ یہ جائز ہے کہ لفظ صلا الامر کہتے ہوئے اپنی حاجت کا  
ذکر کرے۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۳۸۸ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ  
وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ تُذْنِبُ  
ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يَصَلِّي  
ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِلَّا غُفِرَ اللَّهُ  
لَهُ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا  
فَآيِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا  
اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ -  
نَعَاةُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ  
إِلَّا أَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ  
الْآيَةَ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے  
حضرت ابو بکر نے حدیث بیان کی اور انہوں نے حج بیان کیا  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ ایا  
کوئی شخص نہیں جو گناہ کرے۔ پھر اٹھے اور وضو کرے پھر نماز  
پڑھے۔ پھر اللہ سے معافی مانگے مگر اللہ اسے بخش  
دیتا ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ اور وہ لوگ کہ جب  
کوئی برائی کر لیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر ڈالیں تو  
اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کی معافی  
چاہیں۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

مگر ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں  
کیا۔

اسے اس نماز کو صلوٰۃ الاستغفار کہتے ہیں۔

عَلَيْهِ آيَةُ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَآيِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا  
لِذُنُوبِهِمْ -

اسے ابن ماجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت کے پڑھنے کا ذکر نہ کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مصیبت اور پریشانی  
لاحق ہوتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔

(ابوداؤد)

۱۳۸۹ وَ عَنْ حذيفة قَالَ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ مَلَى -  
(نَعَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

اسے اور آپ نماز سے مدد چاہتے تھے تاکہ اس مصیبت اور مشکل سے نجات پائیں اور غم و فکر سے چھوٹ جائیں۔  
ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اللہ سبحانہ کے اس حکم کی بجا آوری کرتے تھے کہ اسْتَعِينُوا بِالْعُسْبُوَّةِ وَالْعَلْوَةِ  
صبر و عناد سے مدد لو۔ علماء فرماتے ہیں۔ بندہ جب عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو اس پر عالم۔ بوبیت منکشف ہو جاتا ہے۔

جب عالم ربوبیت کا احساس ہوتا ہے تو اسے دنیا کیلئے تھکر کمینی دکھائی دیتی ہے۔ تو دنیا کے کسی کام کا نہ ہونا یا ہاتھ سے نکل جانا یا اس کا لاحق ہونا اس کے لیے آسان محسوس ہوتا ہے۔ تو اس دنیوی کام کے نہ ہونے سے گھر گھر میں افسوس عرش ہوتا ہے جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں۔ مگر دنیا پاس ہے تو بھی غم نہیں۔ پاس نہیں تو بھی غم نہیں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں جب بندہ کسی مصیبت پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف دھڑے۔ گریباں میں مرن کرے اسے اللہ میرے لیے عبادت کو محبوب بنا دے۔ اور میری مراد مجھے تو دے یا نہ دے اور مجھے خوشی سطا کر یا محنت و تکلیف مجھ پر ڈال بہر حالت میں تیری عبادت میرے لیے محبوب بن جائے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ درطاعت، استقامت اور خدا تعالیٰ کے حضور و شہود سے بندے کے باطن میں ایسا فخر پیدا ہو جاتا ہے جس کی بدولت غم و فکر کی ظلمت دل سے نکل جاتی ہے۔ اور سینے کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آیا ہے۔ اذ ادخل النور القلوب۔ جب نور داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔

۱۵۰۔ وَ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَعًا رِبَلًا قَتَالَ بِمَا سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَكَ أَمَايُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَذْنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهُ وَ رَأَيْتُ آتَ اللَّهَ عَلَى رَكَعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تہ حضرت یال کو بلایا اور فرمایا کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ سے پہلے گئے۔ یہ جنت میں کبھی بھی نہ گیا مگر اپنے سامنے تمہاری آہٹ سی۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی اذان نہ کہی مگر دو رکعتیں پڑھ لی ہیں اور مجھے کبھی چرغ نہ ملا۔ کہا کہ دو رکعتیں میں نے دیکھی ہیں اور میں نے مجھ پر یہ کہہ دیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعتیں لازم ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہاری آہٹ سے سنا ہے۔

التمہی

اسے یعنی تیری آواز یا تیرے جوتوں کی آہٹ حدیث سابق کے تقریباً کی بنا پر نہ ختم ہو سکتا۔ یہ تیار و نیزہ کی آواز۔

اسے یعنی میں نے نہ جانا اور اعتقاد کر لیا کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کی دو رکعت ہیں۔ یہ پابندی کے ساتھ پڑھنے سے کلام ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى  
اللَّهِ أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِهِ أَوْ  
فَلَتَمَنَّا فَلْيُحْسِنِ التَّوَضُّعَ ثُمَّ  
لِيُحْمَلْ رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى  
اللَّهِ تَعَالَى وَلِيُحْمَلْ عَلَى إِلَهِهِ  
مَلَائِكَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ  
لِيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَلْحَكُمُ  
الْكَلْبُ سُبْحَانَ اللَّهِ كَتَبَ اللَّهُ  
الْقُرْآنَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
أَسْأَلُكَ مُجَافَاتَ رَخَائِكَ وَحُلُمَ  
مَكْرُوتِكَ وَالتَّوْبَةَ مِنْ كُلِّ  
بِرٍّ وَالتَّسْلِيمَةَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ  
لَا تَقْضِي لِي دَنًا إِلَّا غَفَرَكَ  
وَلَا هَمًّا إِلَّا تَرَجَّهَ وَلَا  
حَاجَةَ إِلَيَّ لَكَ يَغْنَى لِقَائِيكَ  
يَا أَمِيرَ الْقَارِيَةِ

نَعَاةُ التَّوْبَةِ وَابْنُ مَاجَةٍ  
وَكُلُّ التَّوْبَةِ هَذَا حَقِيقٌ  
حَقِيقٌ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
جس کو اللہ تعالیٰ یا کسی انسان سے کوئی حاجت اور کام  
ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعتیں پڑھے  
پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
پر درود بھیجے پھر کہے رب کے سوا کوئی معبود  
نہیں وہ علم والا اور کرم والا ہے۔ اللہ پاک ہے  
بڑے عرش کا مالک ہے۔ سب تعریفیں جہانوں  
کے مالک اللہ کی ہی ہیں۔ الہی میں تجھ سے تیری  
رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال  
اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سزا  
مانگتا ہوں۔ میرا کوئی گناہ ایسا نہیں ہے اور کوئی غم  
دور کیے نہ چھوڑے۔ جو تیری رضا کا باعث ہے  
مگر اسے پورا کر دے۔ اے رحم والوں سے  
بڑا رحم کرنے والے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث غریب

ہے

اسے آپہ کمالی ان کے باب کو بھی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ حدیث میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد کے  
خبر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اور میں معال فرمایا۔ آپ کو فریضہ روزے ہونے والے آخری مہینے میں۔  
اس لیے اس دعا سبب جو اللہ تعالیٰ نے رحمت اور اس کے نزول کا ذریعہ بنایا۔





سجدہ میں کہ لو۔ پھر سجدے سے اپنا  
سراٹھاؤ تو دس بار کہ لو۔ یہ ایک  
رکعت میں پچتر بار ہوئے۔ ایسا ہی  
چار رکعتوں میں کر دے۔ اگر ہو سکے تو  
ہر دن میں یہ نماز ایک بار  
پڑھو۔ اگر نہ کر سکو تو ہر ہفتہ میں  
ایک بار۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے  
تو ہر ماہ میں ایک بار اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر  
سال میں ایک بار اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں  
ایک بار یہ

(البراد)۔

(ابن ماجہ)

(بہقی وعلت کبیر)

اور ترمذی نے البراد

سے اس کی مثل

روایت

کیا

❖

❖

❖

❖

وَاللّٰهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً  
ثُمَّ تَرَكَهُ فَقُولُهَا وَأَنْتَ نَاكِهٌ  
عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ مِنْ  
الْكَوْثُورِ فَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ  
سَاجِدًا فَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ  
عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ مِنْ  
التَّسْجُودِ فَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ  
لَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرَفَّعْ رَأْسَكَ  
فَقُولُهَا عَشْرًا فَذَلِكَ خَمْسُ وَ  
سَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ

ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ إِنْ

اسْتَعْمَلْتَ أَنْ تَصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ

مَرَّةً فَافْعَلْ وَأَنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي

كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَدِينَةِ الْكُبْرَى

وَمَوْصِي التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

نَحْوَهُ

ابن ابی نعیم دس خستیں جو دس طرح کے گناہوں کو مٹا دیں۔ جن کا اول و آخر یہاں بیان ہو رہا ہے۔ اس کا وجہ کے  
مطابق دس خستوں سے مراد دس قسم کے گناہ ہوئے گناہ ہیں۔ بعض نے کہا دس خصال سے تسمیات مراد ہیں۔ یہ دس تسمیات  
غیر حالت قیام میں دس دس بار ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب محل الیوم واللیلة میں لکھتے ہیں کہ ان چار  
رکعت میں الباکم الکامل والعصر الکافرین اور سورۃ اخلاص پڑھے۔

۴۷ ایک اور عاریت میں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کا اضافہ بھی آیا ہے۔  
۴۸ یعنی رکوع کی تسبیح کے بعد۔

۴۹ یعنی مع اللہ لمن حمد لا یمتک الحمد کے بعد۔

۵۰ اس غار کے تشہد میں اقیات کے بعد اور سلام سے پہلے یہ دعا آئی ہے۔ اللہم انی اسألك توفیق اهل الهدی۔ واحمال اهل الیقین۔ ومناصحتہ اهل التوبۃ وعدم اهل الصبر۔ وجد اهل الخشیۃ مطلب اهل الرغبة۔ وتعب اهل الورع۔ وعرفان اهل العدم حتی العاک۔ اللہم انی اسألك منافۃ تمجذ فی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً استحق بہ رضاک وحتى اناصحک بالتوبۃ خوفاً منك۔ وحتى اخلص لک النصحۃ حیاءً منك وحتى اتوکل علیک فی الامور وجہی عن بک سبحان خالق السموات۔

۱۔ اللہ میں تجھ سے اہل ہدایت جیسی توفیق۔ اہل یقین جیسے اعمال۔ اہل توبہ جیسا غم۔ اہل صبر جیسا عزم و جہد۔ اہل خشیت جیسی کوشش۔ اہل رغبت جیسی طلب۔ اہل ورع جیسی عبادت اور اہل مہم جیسا عرفان مانگا ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے تیری طاعات نصیب ہو جائیں اور میں تجھ سے ایسا ڈر اور خوف مانگا ہوں۔ جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روک دے۔ یہاں تک کہ میں تیری طاعت میں ایسا مل کر دوں کہ تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں اور یہاں تک کہ تیرے خوف سے میری گردن کر لیں۔ اور یہاں تک کہ میں تیری حیا سے تیری غیر خواہی میں غصہ بن جاؤں اور یہاں تک کہ میں ہمد و حماسہ میں تیری تعریف و ثناء کر دوں۔ اختیاری فائدہ کے لئے میں حسن ظن قائم ہو جائے۔ اسے پاک ذات از سرے قدر اللہ مدنی کو پیدا کئے ہوئے۔

۲۔ واضح ہو کہ نماز تسبیح میں مشہور معمول طریقہ یہی ہے جو مذکور ہے۔ ترمذی کی روایت میں خصوصاً یہاں تک کہ اللہ علیہ السلام کے ثنا کے بعد اور اس طرح ہائے وسم اللہ کے سے پہلے پندرہ بار اور پھر آخر اسکان تک قرآن کے بعد اس کا پڑھا ہے اور دو جہدوں کے بعد تسبیح نہیں ہے۔ پھر پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ یہ ثنائی دعا رکعت کے بعد سلام سے پڑھے۔ یا ایک ہی سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق ایک سلام سے پڑھے۔

یہ بھی واضح رہے کہ نماز تسبیح کی حدیث کو جامع الاصول میں ابوداؤد اور ترمذی سے لائے اس کا ایک نسخہ بھی اس کی انتہا ایک سال بیان کی تمام عمر تک ایک بار کا ذکر نہ کیا۔ مولف علیہ الرحمۃ (صاحبہ مشکوٰۃ) ایمان الہیہ کے حوالے سے لائے اس حدیث میں ابوداؤد ابن ماجہ، مسند رک، مالک اور صحیح ابن جابر کے اخبار سے لائے۔ یعنی محدثین کو اس حدیث میں کام ہے اور امام حنفی نے جو حدیث کو منوع قرار دینے میں بڑے جلد باز لوگوں میں سے ہیں، ان کو حدیث کا موضوع شے کیا۔ ہم اہل تحقیق کے نزدیک ابن حنفی کا بیان مردود ہے کہ بہت سے محدثین نے اس حدیث کو

صحیح قرار دیا ہے اور یہ نماز تابعین سے ملتا ہے اور ان کے بعد کے لوگوں میں آج تک معمول و مشہور چلی آ رہی ہے۔ مباح  
طریقہ کے یہ نماز پڑھنے کی وصیفت و تاکید کا ہے شیخ ابن رحمۃ اللہ نے اس کی تقریرت اور اثبات میں پانچ سو کلام لیا۔  
اس بارے میں مکمل بحث و تحقیق شرح (عربی) میں مذکور ہے۔ یہاں اس حد تک ہی کافی ہے اور اللہ ہی توفیق عطا  
کرنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
فرماتے سنا۔ بندے کے عمل سے سب سے اول  
جس کا حساب لیا جائے گا وہ غلاب ہے۔ اگر نماز  
ٹھیک ہو گئی تو بندہ کامیاب ہو گیا اور نجات پا گیا۔  
اور اگر نماز بگڑ گئی تو محروم رہ گیا اور نقصان میں  
پڑ گیا۔ اگر بندے کے فرضوں میں کمی ہوگی  
تو سب قتلے فرمائے گا دیکھو کیا میرے  
بندے کے پاس کچھ نفل ہیں۔ ان سے فرض  
کی کمی پوری کر دی جائے۔ پھر جہیہ اعمال  
اسی طرح پڑھوں گے۔

۱۵۸۳ وَ كُنْ اَبْنُ هَرِيرَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ  
الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ عَمَلِهِ  
صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ  
وَ أُنْجِعَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ  
خَلَبَ وَ خَسِرَ فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ  
رُكُوعَاتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ  
& تَعَالَى اُنْظُرُوا مَنْ لِعَبْدِي مِنْ  
تَقَرُّعٍ خِيَّكُلٍ بَعَا مَا انْتَقَصَ  
مِنَ الْمَرْبُوعَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَلَامًا  
عَلَيْهِ عَلَى ذَلِكَ .

۱۔ ایک روایت ہے کہ پھر ذکرۃ اسی  
طرح ہے۔ پھر دوسرے اعمال اسی طرح  
کیے جائیں گے۔ ابو داؤد نے احمد نے ایک مرد  
سے روایت کی ہے

وَرَوَى يُونَانُ عَنْ ثَمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
ذَلِكَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَسَدِ عَنْ  
حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ وَ  
رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ ثَمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

۲۔ اس میں کہ حاجت پوری ہو گئی۔

۳۔ یعنی نماز کی سنتوں اور مستحبات میں کمی واقع ہو گئی۔

۴۔ یعنی ذکرۃ اور روزے وغیرہ کہ فرائض مکمل کرنے والی چیزوں میں کمی نکلے گی تو اس کی کوئی نفل سے مکمل  
کیا جائے گا۔

۵۔ اس روایت میں نماز کے بعد ذکرۃ کا ذکر مراعات موجود ہے۔ اس کے بعد دوسرے اعمال کا ذکر علی العموم کر دیا۔

۱۳۹۲ هـ یعنی امام احمد نے صحابہ میں سے غیر معین شخص سے روایت کی حضرت ابو ہریرہ کی طرح خاص راوی کا نام نہ لیا۔  
 ۱۳۹۲ هـ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللَّهُ لِعَبْدٍ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ تَرْكَتَيْنِ يُصَلِّيَهُمَا وَإِنْ أَلْبَسَ كَيْدَرًا عَلَى رَأْسِهِ أَعْبَدَ مَا دَامَ رَفِيٌّ صَلَوَاتِهِ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ إِلَى اللَّهِ بِشَيْءٍ مَا خَرَجَ مِنْهُ يَغْنِي الْقُرْآنَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو دو رکعتوں سے جنہیں وہ ادا کرے زیادہ تاکید کی حکم کسی چیز کا نہ دیا۔ العجب تک بندہ نماز میں رہتا ہے بھلائی اس کے سر پر نہا رہتی رہتی ہے اور بندے رب کی طرف کسی چیز سے اتنا قرب حاصل نہیں کرتے جتنا اپنے منہ سے ادا کیے ہوئے سے۔ یعنی قرآن پاک ہے

(احمد ترمذی)

۱۔ حدیث میں لفظ اذن آیا ہے اس کا ایک معنی تو وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور پہلے دوسرے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف اس قدر کان نہیں لگاتا یا کسی پر اس قدر عنایت و مہربانی نہیں فرماتا کسی بھی عمل پر جتنا کہ حد تک غلطی سے میں۔ کیونکہ یہ فاضل تر عمل ہے۔ یعنی نماز تمام اعمال سے افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لطف و عنایت درجہ بدرجہ اعمال کرنے والوں کی نسبت نماز کی کے زیادہ شامل حال ہوتا ہے۔ کان لگانے اور سننے اور قریب ہونے کو کرنے کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ نماز میں فاضل ترین رکن و ذکر قرآن ہے۔ اگرچہ نماز میں اور بھی اشغال و اذکار ہیں۔

۲۔ بعض نے لیدر کے بجائے لیدر وال ہملہ سے پڑھا ہے۔ جس کا معنی ہے پانی والی دھواں اور کوئی چیز نہانا اگرچہ یہ معاذ بھی درست ہیں مگر ان کا تعلق بہتے والی چیزوں سے ہے۔ غصہ مذکور و تشبیہ و تشبیہ معنی صاحب مقام سے دور ہے۔ اس لیے علماء نے کہا یہ (دال کے ساتھ) کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح و درست زان سے ہے۔

۳۔ یعنی اس چیز سے جو حق سبحانہ سے خارج ہوئی ہے یعنی قرآن اور قرآن کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے باہر نکالنا۔ جسم کے اعتبار سے ہے۔ یا روح محفوظ ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بندے سے باہر نکلنے والی اشغال کی زبان پر عبادی ہونے والی چیز مراد ہو یعنی قرآن پاک کی قرأت اور اس کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والی قرآن پاک کا کتبہ و مدنی میں دوسرے اعمال کی نسبت نماز کے افضل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

# بَابُ صَلَوةِ السَّفَرِ

## نماز سفر کا باب

واضح ہو کہ ائمہ دین اور علمائے اہل سنت کے درمیان مسافر کے لیے نماز قصر میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اخلاف کے نزدیک قصر کا واجب ہے۔ وقت کی نماز مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ قصر بھی عزیمت ہے اگرچہ اس پر ہجاز رخصت کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے۔ اگر مسافر چار رکعت پڑھے گا تو درست نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب کہ دو رکعت پر قعدہ میں بیٹھے کہ یہ درحقیقت اس کا آخری قعدہ ہوگا اگرچہ دو رکعت پر سلام نہ پھیرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ابن ابی زید کے رسالہ سے جہاںہوں نے اپنے مذہب مالکی میں لکھا ہے، سے مفہوم ہوتا ہے وہ بھی اختلاف کے مذہب کے موافق ہے۔ اور بعض شروع سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب امام شافعی اور امام احمد کے مذہب کے موافق ہے کہ قصر رخصت واجب ہے۔ اور مسافر نمازی کو قصر کرنے اور پوری پڑھنے کا اختیار ہے۔ اور اصل فرض چار رکعت ہی ہیں۔ اور ایسی ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت مروی نہیں کہ آپ نے سفر کے دوران چار رکعت پوری پڑھی ہو یا دو رکعتیں پڑھی ہو۔ اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسا مروی ہے۔ حضرت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت کے چند سال گزرنے کے بعد چھتالیس چار رکعت پڑھیں۔ ان کے اس فعل کی بہت سی تاویلات اور معانی ہیں۔ اس بارے میں بعض اہل علم اور عقیدت کے فاضل حوالہ دیتے ہیں۔ ہم نے شرح میں انہیں بیان کر دیا ہے۔

## پہلی فصل

## الفصل الاول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر  
کی چار رکعت (فرض) پڑھیں۔ پھر ذوالحلیفہ میں پہنچ کر  
عصر کی دو رکعت پڑھیں۔

(بخاری و مسلم)

وَمَا كَانَ مِنْ رَجُلٍ يَخْلُقُ إِلَّا وَهُوَ عَلَى رَأْسِ رَجُلٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَمَلَى  
الظُّهْرَ بِالنَّبِيِّ نَكْرَةً أَرْبَعًا وَصَلَّى  
الْعَصْرَ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكْعَتَيْنِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے نبی! عصر کا نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھیں۔ ذوالحلیفہ، حاکم پیش۔ لام کی زبر یا ساکن اس کے بعد فا۔



یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے پانچ یا چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ واقعہ اس وقت سے قبل منکسر ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے ظہر کی نماز مدینہ طیبہ میں ادا فرمائی اور مدینہ پاک سے باہر نکلے جب اس جگہ پہنچے (ذوالحلیفہ) حواہل مدینہ کی میقات (جائے احرام) ہے تو آپ کی حیثیت مسافر کی بری تھی لہذا یہ میل آپ نے عصر کے دو فرض قصر کر کے پڑھے اور احرام باندھا اور مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

۱۷۵۶ وَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ  
وَالْخَزَائِعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
نَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُ وَ أَمْنَهُ  
بِمَنْ رَكْعَتَيْنِ .

وَمُتَّقِينَ عَلِيٍّ

۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴۷۲  
 ۴۷۳  
 ۴۷۴  
 ۴۷۵  
 ۴۷۶  
 ۴۷۷  
 ۴۷۸  
 ۴۷۹  
 ۴۸۰  
 ۴۸۱  
 ۴۸۲  
 ۴۸۳  
 ۴۸۴  
 ۴۸۵  
 ۴۸۶  
 ۴۸۷  
 ۴۸۸  
 ۴۸۹  
 ۴۹۰  
 ۴۹۱  
 ۴۹۲  
 ۴۹۳  
 ۴۹۴  
 ۴۹۵  
 ۴۹۶  
 ۴۹۷  
 ۴۹۸  
 ۴۹۹  
 ۵۰۰  
 ۵۰۱  
 ۵۰۲  
 ۵۰۳  
 ۵۰۴  
 ۵۰۵  
 ۵۰۶  
 ۵۰۷  
 ۵۰۸  
 ۵۰۹  
 ۵۱۰  
 ۵۱۱  
 ۵۱۲  
 ۵۱۳  
 ۵۱۴  
 ۵۱۵  
 ۵۱۶  
 ۵۱۷  
 ۵۱۸  
 ۵۱۹  
 ۵۲۰  
 ۵۲۱  
 ۵۲۲  
 ۵۲۳  
 ۵۲۴  
 ۵۲۵  
 ۵۲۶  
 ۵۲۷  
 ۵۲۸  
 ۵۲۹  
 ۵۳۰  
 ۵۳۱  
 ۵۳۲  
 ۵۳۳  
 ۵۳۴  
 ۵۳۵  
 ۵۳۶  
 ۵۳۷  
 ۵۳۸  
 ۵۳۹  
 ۵۴۰  
 ۵۴۱  
 ۵

۷۰ یعنی ہم کثرت تعداد میں اس موقع سے زیادہ کچھ دہرائے۔ اور ہم غلامی و کداری کے تحت و فساد سے بچنے کے لئے  
سلامتی میں تھے۔ ہم نے اس حالت میں غلامی کے اندر دوسرے کو فروغ دینا شروع کر کے پڑھے۔ لفظ ایک ایک کی جگہ پر غلامی کی  
زبر سے لفظ آرمین کی جمع کی شکل میں بھی مروی ہے۔ جیسے غلامی غلامی کے معنی ہیں۔ یہ بحر العسل کا تفسیر ہے۔ یا ایک  
نصابہ کی تعداد حد و شمار سے باہر تھی۔ یہابی نے یہ بات اس سے کہی کہ غلامی غلامی کے معنی ہیں۔ کثرت و کثرت کے معنی ہیں  
نہیں۔ جیسا کہ قرآن کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ آئندہ حدیث میں لکھا ہے کہ غلامی غلامی کے معنی ہیں۔

۱۷۵۴ و عَنْ يَحْيَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ  
قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِنَّمَا قَالَ  
اللَّهُ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ السَّلَواتِ  
خِفْتُمْ أَنْ يَلْتَنِكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
فَقَدْ آمَنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ  
عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَالْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ مِمَّنْ هَؤُلَاءِ تَتَّبَعَنِ ۖ إِنَّهُمْ أَكْثَرُ غَلَاً  
فَلْيَقْضُوا الْفَلَاحَ الْفَاقِلُ

تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے  
جواب میں فرمایا غار کی تعمیر کرنا اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے اور  
اس نئے تم پر کیا ہے تو تم لوگ اس کا صدقہ قبول کر دو۔

دَعَاءُ مُسْلِمٍ

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴

۱۰۔ لیکن اس سفر میں ہم امن کی میں تو قصر کس لیے کریں۔

۱۷ اور اس کا احسان ہے تو تمہیں چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے صدقہ اور احسان کو قبول کرو اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آسانی اور تخفیف کی ہے تو تمہارا اپنے اوپر سختی کرنا جرات و گستاخی کا موجب ہے جو مقام جو دیت کے مناسب نہیں۔ یہ حدیث وجوب قمر کے لیے حنفیہ کی دلیل ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے سفر کے دوران روزہ کی فرضیت ماقبلہ کو حکم ہے۔ اور انظار کی آسانی یہاں کیا ہو وہاں حالت سفر میں روزہ رکھنے کو کیوں جائز قرار دیتے ہو اور اسے ترک و کفایت شمار کرتے اور ہر روزہ رکھنے کو شخص رخصت سمجھتے ہو اور جس طرح سفر میں چار رکعت فرض پڑھنا جرات کرنا اور اپنے اوپر سختی کرنے کے مترادف ہے۔ سفر کے دوران روزہ رکھنے کی بھی تو یہی کیفیت و حالت ہے۔ اس لیے مانع کیا جائے کہ صافو کہ یہ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں کیا فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح سفر میں روزہ نہ رکھنے کی آسانی ہے، رمضان خیریت میں بحالت سفر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ موافقت و مطابقت کے اعتبار سے بھی آسانی ہے۔ اس کے برعکس رمضان گزرنے کے بعد اس موافقت کے موجود نہ ہونے اور ایسے روزہ رکھنے میں بڑی محنت اور دشواری ہے مگر نمازیں آسانی قمر کرنے میں ہی ہے۔ اے سمجھو۔ باقی اللہ تعالیٰ نے آیت انا خففنا

اللہ تعالیٰ نے آیت انا خففنا کے الفاظ میں کہیں یا اگر کافر لے کے تمہیں نتر و فساد میں مبتلا کرنے کا خوف لاحق ہوا میں اس خوف و ڈر کی قید و بند میں تو یہ صحت اور غلو کے اوقات کے اعتبار سے ہے۔ کہ مسافر کے حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالب اکثر یہ ہے کہ کثرت کا خوف و ڈر لاحق رہتا ہے خصوصاً نزول قرآن کے زمانہ میں کہ کفار ہر وقت مسلمانوں کو ایذا پہنچانے اور نقصان پہنچانے کے حربے رچے تھے۔

وَمَنْ أَنَبَى قَالَ حَرِّبْنَا  
حَرِّبْنَا نَسْأَلُ اللَّهَ بِمَلَى إِلَهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ  
فَكَانَ يُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ وَرُكْعَتَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے  
 مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تو آپ سفر کی وجہ سے  
 دور کوٹ پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ

طیبر واپس پہنچے حضرت انس سے کہا گیا کہ کیا تم نے  
مکہ میں کچھ دن قیام کیا۔ فرمایا ہم نے مکہ میں دس  
دن قیام کیا۔

(بخاری و مسلم)

حَقٌّ دَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ بَيْنَكَ  
لَهُ أَكْمَلْتُمْ بَيْكَةً بَيْنَهُمَا سَالٍ  
أَقْمَنَّا بِهَا عَشْرًا -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یہ حجت الوداع کے سفر کی بات ہے۔

۲۔ کیونکہ آپ مکہ معظمہ میں ذوالحجۃ کی چار کی صبح کو پہنچے تھے اور چودہ ذوالحجۃ کو مکہ سے مدینہ واپس لوٹ پڑے اس  
سے معلوم ہو گیا کہ کسی جگہ دس دن قیام کرنے سے مسافر تقیم شمار نہیں ہوتا اور قصر کرنے کے بجائے پردے چار فرض نہیں  
پڑھ سکتا۔

۳۵۹ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَفَرًا قَائِمًا تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا  
يُصَلِّيْ دَعْتَيْنِ دَعْتَيْنِ قَالَ ابْنُ  
عَبَّاسٍ فَمَنْ نَصَلِيْ يَمَّا بَيْنَنَا  
وَبَيْنَ مَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ  
دَعْتَيْنِ دَعْتَيْنِ فَإِذَا أَقْمَنَّا  
أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا -  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کیا  
جس میں آپ نے انیس دن قیام فرمایا۔ ایک ہی قیام میں  
ایک آپ دودھ رکعت پڑھتے تھے حضرت ابن عباس  
فرماتے ہیں تو ہم تک اپنے اور مکہ کے درمیان انیس دن  
تک دودھ رکعت ہی پڑھتے تھے اللہ جہہ ہم اس سے  
زیادہ دن قیام کرتے تو پھر دودھ کے بجائے پڑھا  
چار رکعت پڑھتے تھے یہ

(بخاری)

۱۔ یعنی ہم لوگ اتنے فاصلے اور مسافت کے درمیان جو مکہ سے (مدینہ وغیرہ) اور مکہ معظمہ کے درمیان ہوتا ہے  
دودھ رکعت ہی پڑھتے تھے یعنی ہم لوگ جب مدینہ اور مکہ کے درمیان کسی منزل میں آئیں دن ایک گھر سے دوسرے گھر  
پڑھتے۔ فاصلہ اس بات کا تعلق غزوہ فتح مکہ سے ہے یا یہ ملا ہے کہ جب ہم مکہ کوئی لیا سفر کرتے جیسا کہ ہمارے  
اور مکہ کے درمیان ہے صرف مکہ اور مدینہ کا درمیانی سفر اور نہیں ہے۔

۲۔ واضح ہو کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی مسافر کسی جگہ پہنچے یا اس سے زیادہ دن قیام کرنے کی نیت  
کے تو پھر اس کے لیے پڑھنا پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر پہنچے دن سے کم وقفہ گھر سے کی نیت ہو تو پھر دو گنا پڑھے گا  
اور اگر مدینہ وصال کی نیت کے بغیر کسی جگہ قیام کیا تو اس صورت میں دو گنا ہی پڑھے گا۔ یہ امانہ حضرت ابن عباس اور حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ امام طحاوی نے اسے روایت کیا۔ اور امام محمد نے بھی اسے کتاب الامار میں نقل

کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام فرمایا۔ ہر دن یہی خیال تھا کہ آج حج واپس چل پڑتے یا کل چل پڑتے ہیں۔ اسی حالت میں آپ چھ ماہ مسافروالی نماز قصر پڑھتے رہے۔ آپ کے ساتھ اور بھی صحابہ کرام تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی شام میں عبد الملک بن مروان کے پاس دو ماہ قیام فرمایا مگر اس دوران آپ نماز قصر پڑھتے تھے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر اقامت کی نیت سے کسی جگہ چار یا چار سے زیادہ دن ٹھہرے گا تو مقیم سمجھا جائے گا اور قصر کے بجائے اسے پوری نماز پڑھنا ہوگی اور اگر اقامت کی نیت کے بغیر اس خیال میں کہ آج چلتا ہوں اٹھاؤں دن قیام کرے تو پوری نماز پڑھے گا اسے قصر کی اجازت نہیں۔ شافعی حضرات چار دن کا تعین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے کرتے ہیں۔ اور اخاف پندرہ دن کا تعین عدت طہر پر (اگلاں کی مدت پندرہ دن ہے) قیاس کر کے کرتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں دس دن کے قیام کے دوران قصر پڑھنا بھی شوافع کے اس تعین و انداز سے کٹنی کو مستلزم ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس دن کی نیت سے مکہ میں قیام پذیر رہے کہ آپ حج کے لیے تشریف لائے تھے اور نہ اس کے بغیر تاریخ تکبیر ہوتے ہیں۔ اور انیس دن کا اندازہ اس کے منافی ہے جو حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو کتاب میں مذکور ہے وہ بھی اٹھارہ دن کے انداز سے کہنا تو بہت عجیب ہے۔ کہا ہے کہ شاید اترنے اور کوچ کرنے کے دن کو بھی اس میں خیال کر کے نہیں دن کہہ دیے ہوں۔ مگر یہ بعید بات ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض روایات میں اٹھارہ دن کا اور ایک روایت میں حترہ دن اور ایک ہی پندرہ دن بھی آیا ہے۔ ان میں مطابقت کی وجہ شرح (عربی) میں بیان کر دی گئی ہے۔

عن ابن عباس بن ماسم بن عمرو الخياط رضي الله عنهم

روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ سفر کر میں تھا آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائیں

پھر آپ اپنے سامان اور جائے رہائش میں تشریف لائے

اور پھر گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا فرمایا

لوگ کیا کر رہے ہیں وہی نے کہا ہے نفل پڑھ رہے ہیں

فرمایا اگر میں نے نفل پڑھنے سے ہوتے تو میں اپنی نماز فرض

پوری پڑھتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

رہا ہوں۔ آپ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے

وَمِنْ مَّحْضٍ مِنْ عَابِدٍ

قَالَ: صَحِبْتُكَ ابْنًا عَمًّا رَضِي

عَنْهُمَا أَمِيَّةَ رَضِيْنَا أَنْظَرْنَا

دَعَيْنَا شَرَّ قَوْمٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ

فَأَمَّا قَوْمًا قَدِمًا فَقَتَلُوا بِأَيْدِيهِمْ

لَهُمْ قُلْتُ يُسَيِّحُونَ قَالَ كَرِهْتُ

مُسِيحًا أَتَمَمْتُ صَلَاتِي

صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي









ہوئے پڑھی سواری پر جائز نہیں۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ سواری کے اوپر نماز صرف حالت سفر میں جائز ہے۔ چھوڑنا مکہ دین کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت کے مطابق ایسا ہی ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک صرف یہ شرط ہے کہ نماز کا غبر سے باہر جا رہا ہو۔ مسافر ہو یا نہ ہو۔ اگر غبر سے اندر ہے تو پھر جائز نہیں کہ نفل نماز بھی سواری پر پڑھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے مگر کر وہ ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا کہ وہ بھی نہیں اس کے بعد اس میں بھی اختلاف ہے کہ غبر سے باہر کتنی مسافت تک جانا چاہتا ہے۔ بعض نے دو فرسخ (موجودہ دور کے قریب دس کلومیٹر) بعض نے تین فرسخ کہا۔ بعض کے نزدیک صرف میل کی مسافت کافی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ غبر کے مکانات سے نکلنے کے بعد جائز ہے۔ جیسا کہ نماز قصر کا مسئلہ ہے۔

## الفصل الثانی

### دوسری فصل

۱۳۹۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلُّ ذِيكَ  
قَدْ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَصْرَ الصَّلَاةِ وَ أَكْثَرَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہر ذی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے  
نماز میں پڑھی پڑھی ہے اور پڑھی پڑھی ہے۔

دفعۃ فی شرح السنن  
اے صاحب مسالوادے کہنا یہ حدیث درجہ ثبوت کی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر نہیں بھی  
مذکور نہیں۔ دارقطنی نے بھی اس حدیث کو تصحیح میں کیا اور وہ حضرت ابن عمر سے ایک حدیث کے ساتھ لکھی حدیث  
حسن ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۹۴ وَ عَنْ عَمْرٍَا بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
خَرُوتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَ تَوَعَّدَنِي مِنْهُ الْخُفَّاءُ  
فَأَقَامَ بَيْنَهُ كُنَا فِي حَقَرِ تَبْنَةٍ  
لَوْ يُعْبَرُ بِالْأَرْغَمِيِّ يَقُولُ يَا أَهْلَ  
الْبَلَدِ صَلُّوا إِلَيْنَا وَ لَا تَسْلُمُوا  
وَلَعَاءُ آبُو وَ الْأَكْمَامِ

حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا اور مجھے  
اپنی کھوپڑی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا نکال کر مجھ کو  
دیا اور کہا کہ اس میں دعا ہے کہ تم کو اللہ سے  
دوست ہو اور اس کو اللہ سے دوست ہو۔

(ابو داؤد)

اے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عظیم جب مسافر یا بیمار ہو کر چار رکعت پڑھے اور کھڑے ہو کر پڑھے اور

ان کی متابعت نہ کرے لیکن جب مسافر قیم کی مقدار سے تو اس کی متابعت کرتے ہوئے چار رکعت پڑھے۔ لفظ سفر میں کی دیر فاساکن سے مسافر کی جمع ہے۔ جیسے رکب رکاب کی جمع ہے۔ اصل میں لفظ ہے اور مسافر جواب مخاطب سے ہے اس کا اطلاق اس بناء کرتے ہیں کہ سفر عموماً ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فراستے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
سفر میں ظہر کی دو رکعت پڑھیں اس کے بعد دو رکعت  
زید پڑھیں۔

اس ایک روایت میں ہے میں نے حضرت ظہر کی  
چار رکعت فرض پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعتیں  
اور پڑھیں اور میں نے سفر میں ایک کے ساتھ ظہر کی دو  
رکعتیں پڑھیں اس کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھیں۔  
اور میں نے آپ کے ساتھ عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور  
اس کے بعد آپ نے کچھ نہ پڑھا۔ اور مغرب کی نماز  
سفر اور گھر میں برابر ہے یعنی تین رکعتیں۔ سفر  
اور گھر میں ان میں کمی نہیں ہو سکتی بلکہ اور یہ دن  
کے وتر ہیں بلکہ مغرب کے تین فرض پڑھنے کے  
بعد دو رکعتیں ہیں۔

(ترمذی)

۲۶۵ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ دُكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا  
دُكْعَتَيْنِ .

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الْعَصْرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ  
فِي الْعَصْرِ الظُّهْرَ اَدْبَعًا وَ بَعْدَهَا  
دُكْعَتَيْنِ وَ صَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ  
الظُّهْرَ دُكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ  
وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَ لَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا  
قِيَامًا وَ الْمَغْرِبَ فِي الْعَصْرِ وَ  
السَّفَرِ سَوَاءٌ كُنْتُ دُكْعَاتٍ وَلَا  
يَنْقُصُ فِي حَضِي وَلَا سَفَرٍ وَ هِيَ  
وَتُرُ الْهَكَرِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اے لَا يَنْقُصُ یا کی زبر قات کی پیش کے ساتھ محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ خود کردہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ  
تصریحاً رکعت نماز کے ساتھ فاساکن ہے۔

اسلام کے طریقہ و ترات کے وتر ہیں۔ لہذا خدوں کے بھی ہیں اور صلات کے بھی ان اہل اللہ و توحید حب الحق۔ اللہ  
و توحید کے ذکر کو پسند کرتا ہے۔

۳۵ نماز مغرب پر شا کو قیاس کرتے ہوئے غشاء کا ذکر نہ فرمایا۔

کے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں بھی سنت موکدہ پڑھنے کا ذکر موجود ہے اور حضرت بن عباس کی حدیث جو



اسے خاص کیا ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا کہ امام مالک کا بیٹا مذہب یہی ہے۔ صاحب سفر السعاده نے کہا سفر میں دو نمازیں ملا کر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی عادت تھی۔ بلکہ جب آپ کو سفر کی جلدی ہوتی تو ملا کر پڑھتے تھے تاہم کسی منزل میں اتارنے اور قرار پذیر ہونے کی حالت میں ملا کر پڑھنا آپ سے بالکل مروی نہیں۔ بعض نے سفر کے ساتھ ساتھ کسی اور جگہ کی موجودگی سے اس کی تخصیص کی ہے۔ بعض کے نزدیک جمع تاخیر جائز ہے۔ جمع تقدیم جائز نہیں۔ یہ امام احمد سے مروی ہے۔ پھر ان کے نزدیک بھی یہ جواز سفر میں پہل سے ہونے کے ساتھ مقید ہے۔ مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ملا کر پڑھنا مطلق جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا مطلق جائز نہیں۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی توفیق سے حضرت امام اعظم کے مذہب کے اثبات میں یوں کہتے ہیں کہ نماز کے اوقات کا تعین ایک قطعی اور یقینی بات ہے۔ اور یہ یقین تو اترے ثابت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہاں تک کہ علماء نے نماز کو اپنے صحیح وقت سے موخر کرنے کو کبیرہ گناہوں میں سے شمار کیا۔ امام محمد نے اپنے موطن میں کماہم تک تحقیق طور پر یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی علاقوں کے حکام کی جانب لکھا اور انہیں ایک وقت میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے سے منع کیا اور انہیں صاف صاف کہا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا گنہگار ہے اور جب کہ تعین اوقات خدا تعالیٰ اور تراتر ہے تو پھر کوئی بھی خبر واحد اس کے خلاف و مقابل نہیں لائی جاسکتی۔ بخلاف سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کے کہ یہ اجابت درخصت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی نماز کو اس کے غیر وقت میں ادا کیا ہو۔ ماسوائے اس کے کہ آپ نے مزدلفہ میں مغرب و مشا کو ملا کر پڑھا اور یہ بھی تحقیق سے ثابت ہے کہ عرفات میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا جائے۔ یہ اجابت مناسک حج کی بنا پر ہے شرعی وجہ سے نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملا کر پڑھنا دائمی طریقہ نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ اس بارے میں آپ سے روایت کیا گیا اور جامع ہوا صحیح نہیں ماسوائے غزوہ تبوک کے۔ پھر اس غزوہ میں بھی دوام ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ لفظ کاں دوام ہا حرام و مکہ مکرمہ میں کرتا۔ جیسکہ اسباب فہم و تدبیر سے پوشیدہ نہیں۔ اور جامع الاصول میں ابو داؤد سے ابن عمر کی حدیث نقل کی کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی سفر میں مغرب و مشا کو ملا کر نہیں پڑھا ماسوائے ایک بار کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا کہ انہوں نے کہیں بھی دو نمازیں کسی شب میں ملا کر نہ پڑھیں۔ ماسوائے ایک رات کے جس میں انہیں اپنی اپنی طرف سے بیت المقدس کی طرف کی اطلاع ملی۔ قرآن گھر سے نکل کر ان کی طرف گئے اور دو نمازیں ملا کر پڑھیں۔ ایک دعا پڑھ کر ایک ایک طرف لوٹ گئے۔ نمازیں ملا کر پڑھیں مگر ایک بار یا دوبارہ اور عرزی کی حدیث میں لائے کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عبداللہ ایک نماز میں دو نمازیں ملا کر پڑھتے تھے۔ یعنی سفر کے دوران۔ فرمایا ایسا آپ نے ماسوائے مزدلفہ کے کہیں نہ کیا۔ اور جمع تقدیم میں صحاح ستہ میں بہت کم احادیث آئی ہیں۔ بخاری کی روایات اس بارے میں قلیل ہیں۔ وہی دوسرے بہت سے آثار جمع تقدیم کو جائز قرار نہیں دیتے۔ وہ صرف جمع تاخیر کے قائل ہیں۔ وہ بھی بعض اوقات





اوقات کے نزدیک ہو کر ہے جس میں جمع ہوا ہو نہیں سکا کہ اس بارے میں کوئی چیز ثابت دیکھ سامنے آئے تو اس کی تاویل کی جائے گی اور تاویل وہی ہے جو بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

وَقَدْ رَأَىٰ نَحْنُ كَمَا كَانَ رَسُولُ  
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
تَوَضَّعَ لِرُكْعَةٍ أَوْ لِمَا يَسْتَلْزِمُ الْإِسْقَابَ  
الْقِبْلَةَ بِنَاقَتِهِ فَكَثَّرَ ثَوْرًا صَلَّى  
حِينَئِذٍ وَجْهَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مغرب ہوتے اور نفل  
پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ناقہ مبارک مرد و قبلہ  
کے ٹکیر کتے پھر غار پڑھتے۔ ساری کا رخ جس  
طرف تھا اسی طرف

(ابوداؤد)

لَمْ يَزَلْ يَتَوَضَّعُ رَأْسَهُ فِي رُكْعَتَيْهِ بَعْدَ الْوُضُوءِ  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی  
کام بھی یا جب بھی آیا تو آپ اپنی ساری پر نماز پڑھ  
رہے۔ جس کا رخ مشرق کی جانب تھا اور آپ  
نہایت میں رکوع کا نسبت زیادہ جھکتے تھے۔

(ابوداؤد)

## تیسری فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں  
حضرت علیہ السلام کے بعد حضرت ابو بکر بھی اسیان کے  
بعد حضرت عمر نے بھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی  
اپنی غلانت کے ابتدائی بعد میں۔ ایسا ہی کیا۔ پھر  
حضرت عثمان منیٰ میں چار رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی منیٰ میں  
تیس رکعت تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نام لکھتے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

۱۳۹۹ھ کو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اللہ تعالیٰ کو شکر عرض کیا تو فرمایا  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا  
بِزُجْرٍ لِّمَنْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ مِنْ خَلْقِهِ  
فَكَانَ آئِينَ عَمَلِكُمْ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ  
فَلْيُتِمِّمْ رُكْعَتَيْهِ وَلَا يَسْتَلْزِمُ الْإِسْقَابَ

صَلَّى رَكَعَتَيْنِ -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷ یعنی جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما حج کے لیے آئے اور منیٰ میں پہنچے تو انکو وہ مسافر تھے اس لیے انہوں نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۸ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے اوائل خلافت کے چھ یا آٹھ برس تک منیٰ میں دو رکعت پڑھتے رہے۔

۱۹ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

۲۰ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھتے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چار رکعت پڑھنے یعنی منیٰ میں تقررہ کرنے کی عبادت نے بہت سی وجوہیں بیان کی ہیں۔ ہم نے انہیں شرح (لمعات) میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے قریب تر دو وجوہ ہیں کہ تمہاج میں کافی تلمیذی دیباچات اور بدوی وغیرہ جو شرعی احکام کی تفسیر سے واقف نہ تھے، جمع ہو گئے ہوتے تھے تو یہ بتانے کے لیے کہ اصل نماز چار رکعت ہی ہے، چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اگر تقرر کر کے دو رکعتیں پڑھتے تو بلاشبہ حاکم ناواقف ملک یہ خیال کیلتے کہ اصل نماز ہی دو رکعت ہے اور اہل طرف ان کا ذہن نہ جاتا کہ دو رکعتیں تو حد فز سر کی وجہ سے پڑھنا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا شاید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ ہے تھا کہ ہم دے غوثی کی حالت میں تھے۔ بلکہ جگر تھرکی حالت میں غوث وڈر کے ساتھ مقید ہے جس طرح قرآن کا اہر مفہوم ہے۔ یا اس بنا پر کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آخری حضور خدا علیہ رضی اللہ عنہما کے موافق ہو گئے تھے کہ تقرر کرنا یا پورا نماز پڑھنا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانی کی غرض سے رخصت کا اختیار کیا۔

۱۷۰ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُفِّرَتْ  
الْقُلُوبُ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُحَرَّتْ  
أَرْبَعًا وَ تَوَكَّتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى  
الْقِيَامُ يَنْصُرُ الْأُولَى قَالَ الزُّهْرِيُّ  
قُلْتُ لِمَعْرِوَةَ مَا مَالَ عَائِشَةَ كُنْتُ  
قَالَ قَالَتْ كَمَا قَالَتْ حُثَّانُ  
دُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں (اول زمانہ نبوت میں سفر و حضر میں) نماز دو رکعتیں ہی فرض تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔  
زہری نے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں چار رکعتیں پڑھتے دیکھے۔  
گئی زہری کہ اس سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں دو رکعتیں پڑھتے دیکھے۔  
عائشہ کا یہ حال ہے کہ وہ سفر و حضر میں دو رکعتیں ہی پڑھتی تھیں۔  
یہ جو حدیث روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔  
جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کا ہے۔

دعا کا رسم

۱۷ یعنی نماز سر کو درپیشہ اولیٰ پر ہی کہ دو رکعت ہے، چھوڑ دیا گیا اور لقمہ است کہ خواہ میں رکعت کی تعداد زیادہ

کروی گئی۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ زید بنی الحضر یعنی حالت اقامت میں رکعات کی تعداد زیادہ کر دی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع شریف کی طرف سے چار رکعت کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کو دو رکعتیں پڑھنا رخصت نہیں ہے بلکہ اصل حکم دو ہی رکعتوں کا ہے۔ لہذا سفر میں دو رکعتیں پڑھنا رخصت نہ ہوگا۔ اور یہ بات موجب حنفی کی موید ہے۔

۱۷ یعنی چار رکعتیں پڑھنے میں حضرت عثمان نے تاویل سے کام لیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاویل میں بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی تاویل کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں حضرت سفر میں قصر کرنے کے لئے دو دنوں بعد قول کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۸ وَحِينَ آتَيْنَا ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ  
اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ  
أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ اَرْكَعَتَيْنِ وَفِي  
الْخُوفِ رَكْعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم پر حالت اقامت میں چار رکعت سفر میں  
دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت نماز  
خوف کی ہے۔

(مسلم)

(رقاء مسلم)

۱۹ سلف کے ایک گروہ نے اس حدیث کے ظاہر ترجمہ کر لیا ہے مگر جمہور علماء نے اسے اس پر حل کیا ہے کہ حالت میں جب مقتدی امام کی ایک ہی رکعت اور اگر امام نے تو اب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک ہی رکعت کا اعتبار کیا اور فرمادیا کہ اس حالت میں نماز ایک رکعت ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ از نتیجہ وہاں ظاہر ہو گا جب نماز خوف فوت ہو جائے تو ایک رکعت قضا کی جائے اور رکعت ظاہر جمہور کا قول ہے کیونکہ جب فرضی ایک ہی رکعت ہو تو دوسری رکعت کس لیے پڑھے گا۔ ان کا یہی تفصیل نماز خوف کے باب میں آ رہی ہے۔

۲۰ وَحِينَ آتَيْنَا ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَعَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّا نَقْرَأُ  
الْفَتْحَةَ اَرْكَعَتَيْنِ وَكُنَّا نَقْرَأُ  
الْحَمْدَ كَمِثْرَةٍ وَالتَّوْحِيدَ فِي السَّفَرِ  
مِثْرَةً

حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت  
ہے۔ دونوں حضرات فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے سفر میں دو رکعت نماز مقرر فرمائی۔ اور یہ مکمل نماز  
ہے ناقص نہیں۔ اور سفر کی حالت میں وتر سنت بن  
جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ)

(رداء ابن مسجہ)

۲۱ یعنی تو اب ابن عباس اور کم نہیں۔ یا یہ مزاد ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہی مشروع جائز ہے۔ نہ یہ کہ چار رکعتیں  
تھیں مگر سفر کی وجہ سے دو رکعتوں پر ہی مختصر کر دی گئی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ اس کی قائل ہیں۔ اگرچہ قرآن میں بظاہر قصر کا









## بَابُ الْجُمُعَةِ

### جمعہ کا باب

لفظ جمعہ میں مشورہ جمع اور جمع کی پیش ہے۔ مگر ہم ساکن سے بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ عائشہ کی قرأت ہے۔ فرادے میں کی زبرداد رجاء سے اسکا کثرت بھی مروی ہے۔ اس دن کو زمانہ قدیم میں عروبہ کہتے تھے۔ عین کی دربر سے۔ اس دن کا نام جمعہ رکھنے کا وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ تمام مخلوق کی پیدائش اور اس کی تکمیل جمعہ کے دن میں ہوئی۔ اس جہاں رنگ و بو کی پیدائش کا آغاز اتوار کے روز سے ہوا تھا۔ یہ وجہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آسمانوں کو پیدا کرنے سے پہلے دنوں کی تعیین اور اس کے نام مقرر ہو چکے تھے تاہم یہ وجہ اشکال سے خالی نہیں۔ فافہم۔ بعض نے اسے جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے اجزاء جمع ہوئے اور پھر اسی دن میں ان کی تکمیل ہوئی یا اس لیے اس دن کو جمعہ کہتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے کام اکٹھے ہوئے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا، آپ کا زین پر آنا، اور قیامت کا قائم ہونا جیسا کہ احادیث میں ہے بعض نے کہا اس دن میں کعب بن لؤی لوگوں کو جمع کرتا، انہیں چند وصیحت کرتا۔ انہیں عزم و ہمت اللہ کی تعظیم کا حکم دیا کرتا اور حرم پاک سے نبی آخر الزماں کے تشریف لانے کی انہیں خوشی یاد دلاتا تھا۔ بعض نے کہا لوگوں کو قسمی جمعہ کیا کرتا تھا بعض نے کہا اسے جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگ نماز کے بعد جمع ہوتے ہیں۔ یہ اس کا اسلامی نام ہے۔ حالانکہ یہ اس کا نام عروبہ تھا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ عروبہ قدیم جاہلی دور کا نام ہے۔ پھر دور جاہلیت میں یہ جو دن کو اس کا نام رکھا گیا ہے کہ ہفتہ کے دوسرے ایام کا معاملہ ہے کہ قدیم دور جاہلیت میں ہفتہ کے دنوں کے نام تھے۔ دلائل باطنیہ سے ثابت ہے کہ وہ شیارہ جمعہ کے دن کو دور جاہلیت میں بھی شرف و امتیاز تھا۔ قیامت کا نام تھا۔ وہ اس کا نام تھا۔ اس لیے اسے جمعہ کہا گیا۔ حاصل ہوئی اس واسطے غمگینی عزتوں اور برکتوں سے غافل کیا ہے۔

## الفصل الأول

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْأَخْيَرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بَيِّنَاتُهُمْ أَوْثَرُ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایہ ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن ہمارا پیدائش کے اعتبار سے اہم سب کے پیچھے ہیں۔ قرآن کے بعد سب سے آگے ہوں گے۔ فرماتے ہیں اس کے کہ

انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور میں ان کے بعد  
دی گئی۔ لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ پھر نبی  
جبر کا دن ان کا دن بھی تھا جبران پر ظمن کیا گیا تھا  
وہ اس میں اختلاف کر بیٹھے تھے ہمیں اللہ نے اس کی  
ہدایت دے دی۔ اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں  
یہودی کل میں اور عیسائی پر رسول میں

(بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ہم  
پیچھے ہیں۔ اور قیامت کے دن آگے جنت میں ہم  
ہم پہلے جائیں گے اس کے سوا انا اور اس کی  
دوسری روایت میں انہیں سے اور حضرت  
مدینہ سے ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ  
ہے کہ ہم دنیا والوں میں پیچھے ہیں۔ اور  
قیامت کے دن پہلے ہوں گے کہ ہمارا  
فیصلہ مخلوق سے پہلے ہوگا۔

وَأَتَيْنَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ ثُمَّ هَذَا  
يَوْمَهُمُ الَّذِي يَوْمُنَ عَلَيْهِمْ يَوْمُنَ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ - فَاخْتَلَفُوا فِيهِ  
فَهَذَا اللَّهُ لَهُ وَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ  
تَبَعَ الْيَهُودُ عَدَا وَالنَّصَارَى بَعْدَ  
عَدِ -

وَسَقَى عَلَيْهِ

فِي رِجَالِهِ تَمْسِيرُ قَالَ نَحْنُ  
الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ  
يَسْتَأْذِنُ وَذَكَرَهُ نَحْوَهُ إِلَى آخِرِهِ  
وَفِي أُخْرَى لَهُ عَنْهُ وَكَانَ  
حَدِيثُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
أَخْرِ الْحَدِيثِ نَحْنُ الْآخِرُونَ  
مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْأَوَّلُونَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَقْبُولِينَ لَهُمْ قَبْلُ

الْمَقْبُولِينَ

اس میں شروع میں شریف و بلند درجات حاصل کرنے اور جنت میں پہنچنے میں سب سے بوقت لے جائیں گے  
انصاف جمع سے ہر فرد کو سب سے بوقت لے گئے ہیں۔

اسے ہمارے اس کے کہ کتاب والوں یعنی ان کے انبیاء علیہم السلام کو کتاب ہم سے پہلے دے دی گئی اور میں ان  
کے بعد کتاب (قرآن) دی گئی وہ حقیقت فضیلت و شرف کا موجب ہے کیونکہ بعد آنے والی کتاب پہلی کتابوں کے لیے ناسخ  
ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ قبل مبارک نَحْنُ الْآخِرُونَ دُنْیَا بھی بیان فضیلت کے لیے ہے صرف تمہید کے طور  
پر اس کا ذکر نہیں کیا گیا اور لفظ ہتھ پاکی یا ساکن سے معنی غیر آتا ہے۔ اس میں تمیز ہم سے بھی ایک لغت ہے۔

سے واضح ہو کہ شارحین حدیث کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہود و نصاریٰ پر جمعہ فرض کرنے







۵۲ یعنی ان کی خلقت مکمل ہوئی۔

۵۳ روایات میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کی صبح کو پیدا ہوئے یعنی کے وقت جنت میں داخل ہوئے اور عصر کے وقت اس سے باہر نکال دیئے گئے۔

۵۴ اس سے مراد فضا دل ہے جو بے ہوشی اور ہلاکت کے لیے ہوگا۔ یا نذر تازیہ مراد ہے جو زمین سے مردوں کے اٹھانے کے لیے ہوگا۔ اور یہ دونوں جمعہ کے دن ہوں گے۔ جیسا کہ آگے کہا ہے۔

واقع ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جمعہ کے دن میں پیدا ہونے پھر اسی دن جنت میں داخل ہونے میں تو جمعہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر جمعہ کے دن جنت سے نکلنے میں جمعہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ کا دنیا میں تشریف لانا انبیاء و اولیاء کے وجود کا سبب بنا نیز آپ کا دنیا میں تشریف لانا اہل قہر و کھڑوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کے روز جنت ہوئے اور آپ رب العالمین کے جوار رحمت میں جا پہنچے۔ اسی بنا پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر اظہار شکر کرتے ہوئے فرمایا: **وَاللّٰهُ لَا يُبْطِلُ شَيْئًا مِّنْهُ**۔ (خدا تعالیٰ وہ ذات ہے جو کچھ موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اسی طرح قیامت کا قائم ہونا دخول جنت کا سبب ہے اور اہل تقویٰ کے لیے خدا تعالیٰ کے وعدوں کے ظہور کا دن ہے۔ یہاں سے جنت کے لئے اہل ایمان کے لئے ہے۔ اور ان دنوں میں واقع ہوں گے۔ اس حدیث میں صرفہ کے دن سے بھی جمعہ کے افضل ہونے کا دلیل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روز جمعہ کے دن سے افضل ہے۔ فصل ثانی میں حضرت اوس بن اوس جو اسی طرح کا حدیث میں آئے ہیں کہ یہ حدیث میں آئے ہیں ہے۔ اس تقریر پر احتمال ہے کہ مراد جمعہ سے افضل ہونا اس لئے کہ یہ روز جمعہ کے لئے ہے۔

۱۲۶۸ **وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَأْسَ الْجُمُعَةِ لَسَاعَةٌ لَا يَأْتِيَنَّهَا عِبْدُ مُسْلِمٍ يَسْأَلُ اللَّهَ رِيقًا خَيْرًا لَّا أَعْطَاهُ رَأْيَاهُ**

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**وَنَادَى مُسْلِمٌ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ وَفِيهَا يَأْتِي النَّاسُ اللَّهَ قَالَ إِنَّ رَأْسَ الْجُمُعَةِ لَسَاعَةٌ لَا يَأْتِيَنَّهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُعْرَى يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا**

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جُمُعہ کے روز ایک گھنٹہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا دیتا ہے۔

اسم نے یہ حدیث روایت کی کہ وہ حدیث میں آئی ہے۔ اس حدیث میں ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث جمعہ کے دن میں ابیہ ایک گھنٹہ ہے۔ پتا ہے بندہ سمجھ کر اسے ہو کر غلط پڑھا ہے۔

اس میں اللہ سے خیر کتاب ہے مگر اللہ سے عطا کر دیتا ہے۔

۱۱۰۰ اَلَا اَعْطَاكُمْ رَکْعًا

۱۱۰۱ یعنی سلام اور ناپسندیدہ چیز کے لیے دعا نہیں کرتا۔

۱۱۰۲ یعنی اس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۱۰۳ لم یمنی۔

۱۱۰۴ یاد دعا کرتا ہے اور دعا مانگتے میں بھیگی اور دوام کرتا ہے۔ لہذا یہاں صلوٰۃ سے نماز مراد ہے یا دعا۔

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی گھڑی کا شان میں فرماتے سنا۔ کہ وہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے اس کے نماز پوری کرنے تک کے وقت میں ہے۔

۱۱۰۵ وَ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ بْنِ اَبِي مُوسٰی قَالَ سَمِعْتُ اَبِي یَقُولُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ شَیْءٍ مَّا عَمَرَ الْجُمُعَۃَ مَا بَیْنَ اَنْ یَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُتِمَّ الصَّلٰۃُ

(نساء مسلم)

(مسلم)

۱۱۰۶ یعنی جمعہ پر بیٹھنے سے نماز پڑھنے تک۔ اور طبی نے بیٹھنے سے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مراد لیا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ باہر کل کر تہر بیٹھنا مراد ہے۔

۱۱۰۷ صراح ہو کہ اس گھڑی کی تعیین میں بہت احوال ہیں جو قریباً چالیس تک پہنچتے ہیں۔ ہم نے انہیں شرح مفارقات میں نقل کیا ہے۔ (ایضاً بیہک اور نویں ترجمہ)۔

۱۱۰۸ مدلل جمعہ کے صراح آخری گھڑی سے آج اب کی یہ کہا ان دو احوال کے علاوہ جہاں احوال بھی ہیں۔ وہ یا تو ان دو کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یا جمعہ کے صراح سے انہیں مستحب کیا گیا ہے اور جو لوگ ان کے قائل ہیں وہ شرح

۱۱۰۹ سے اس کا نصبت حاصل کیے بغیر ہیں۔ اگر علماء ان دو میں سے آخری قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام احمد نے کہا اکثر اہل حدیث اس کا صحیح ہیں۔ ان کے ہمارے گہا ان باب میں ثابت ترین حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ

۱۱۱۰ عنہ کی حدیث ہے۔ اگر اگر کہنے میں کو ترجیح دی ہے اور اس گھڑی کو مشین تسلیم کیا گیا ہے اور ابو موسیٰ کی حدیث اگر صحیح مسلم کی ہے گہاں کے (اسلامی کام) (انتراف) ہے اور ان گھڑیوں میں سے ہے جو صحیح مسلم کی بعض احادیث

۱۱۱۱ میں واقع ہیں۔ جمعہ ضعیف درجہ عبدالحق عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ یہ بات تحقیق کر بیٹھی ہے کہ حضرت طاہرہ سلام اللہ علیہا دعویٰ اسرائیل بیت التوبہ اپنی خادمہ کو مقرر کرتی تھیں کہ وہ روز جمعہ کی آخری ساعت کی انتظار کرے اور

اس کی نگہداشت کرے تاکہ آپ اس میں ذکر الہی اور دعا کیا کریں۔ واللہ اعلم۔

بعض نے کہا یہ گھڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقبال میں تھی۔ اس کے بعد اٹھائی گئی۔ یعنی اس کی خاصیت اٹھائی گئی۔ ابن عبد البر نے یہ قول ایک جماعت سے نقل کیا ہے مگر اسے مرفور قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ گھڑی اب بھی باقی ہے مگر مبہم ہے جس طرح لیستہ القدر

الفصل الثاني

عَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ خَرَجْتُ  
إِلَى الطُّورِ فَلَقِيتُ كَعْبَ الْأَجَلِ  
فَجَلَسْتُ مَعَهُ فَحَدَّثَنِي عَنِ  
الْثَّوْدِيِّ وَحَدَّثَهُ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَكَانَ فِيهَا حَدِيثُهُ أَنَّ قُلْتُ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
غَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَفِيهِ خُلُقَ الْأَنْبِيَاءِ  
وَفِيهِ أَهْطُ وَرَيْبُهُ تَنْبِئُ عَلَيْهِ  
وَفِيهِ مَاتَ وَفِيهِ تَمُّمُ النَّاسِ  
وَمَلِكُ دَابَّةٍ لِلَّهِ وَفِيهِ مَصِيفَةُ  
يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينَ تَصِيرُ  
حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ تَقَعًا مِنَ النَّاسِ  
إِلَّا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَفِيهِ سَاعَةٌ  
لَا يَمَادِنُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَفِيهِ  
يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أُجِبَ  
إِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ ذَلِكَ فِي كُلِّ سَبْعَةٍ  
يَوْمٍ فَقُلْتُ بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ

دوستی نفس

[illegible]

کتاب میں بھی قیام کے لئے دعا فرمائی اور دعا پڑھائی۔

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں غفلت کرے گا میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔

وہاں سے آکر اپنے گھر پہنچا۔

ان کے لئے اور ان کے لئے

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم من أجل ما فيه من النعمان والبركات

[illegible]

ایک نایاب سیاحی

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے دوستوں کو دیکھا تو انہوں نے اسے گھیر لیا اور اسے گھر لے گئے۔

[illegible]



ذَٰلِكَ رَوَاكَ مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ  
وَ النَّسَائِيُّ وَ سَوَى أَحْمَدُ لِي قَوْلِهِ  
صَدَقَ كَعَبٌ -  
کما ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔  
مالک ابو داؤد ترمذی نسائی احمد بن حنبل  
کعب تک روایت کی گئے

۱۷ میں کوہ طور کی طرف گیا۔

۱۸ آپ یہود کے دانشمندوں میں سے تھے۔ تابعی تھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دست اقدس  
پر ایمان لائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں دعائے فرمایا۔ اجماع جبر کی جمع ہے عاکی زبر یا  
زیر یعنی یہود کا دانشمند۔

۱۹ اور ان کی محبت اختیار کی۔

۲۰ اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے کا ذکر اس لیے نہ فرمایا کہ وہ ایک مشہور بات  
ہے۔ پھر جنت سے اترنا داخل ہونے کو لازم ہے۔

۲۱ یعنی اسی دن اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی دن کے آخری حصہ میں انہیں  
زمین پر اتار دیا گیا۔ یا دوسرے جمعہ کو اتارا گیا۔ موافق روایت پہلی ہے۔

۲۲ یہ از خود متعین ہے وفات کا دن اترنے کا دن نہ تھا اور اگر اس (آخرت) جہاں کا دن مراد ہو کہ قرآن مجید  
میں فرمایا۔ فَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّنْكُمْ فَتَذَكَّرُونَ کہ رب کے نزدیک ایک دن تمہارے  
 شمار کردہ ہزار دن کے برابر ہوتا ہے، اس دن کی طرف اشارہ ہو تو پھر ایک ہی دن میں ذکر و شب بیکھ رہنے  
کی گنجی نش بھی ہے۔ اسے سمجھو۔ واللہ اعلم۔

۲۳ حدیث میں لفظ میوزیم کی پیش صاوی نے یہاں ساکن اور نقطہ والی غلطی کان لکھا اور تحریر ہوتا ہے  
کے ساتھ بھی ایک روایت ہے معنی دونوں کا ایک ہے۔

۲۴ قیامت صبح اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقفہ میں قائم ہوگی کہ زمین و آسمان کے عباد علیہما السلام  
چیز قیامت کے انتظار میں رہتی ہے کہ شاید قیامت اسی جمعہ قائم ہو جائے گریا خدا تعالیٰ نے ہمارے عباد  
کو ابھام کر دیا ہے کہ اس دن کے اس وقت میں قیامت قائم ہوگی احوال دلی کی علامت احوال کا ذکر بھی ہے  
دلوں میں ڈال دیا ہے اسی معنی انکے باطن میں بیٹھا دیا اور پریشیدہ کر کے رکھ دیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ  
کے دن زمین میں بڑے بڑے عظیم کام ظاہر کرنے لگے گے سب زمین لرزے اور گردش کرے گی اسی وقت سے  
محسوس کر کے بے ہوش ہو جائیں گے

۲۵ کہ انسان اور جنات اس سے غافل ہیں بے خبر ہیں اور ان پر اس کا انکشاف نہیں کیا گیا تاکہ تکلیف



و آزمائش کا قاعدہ اس پر مبنی ہے کہ جو عبادت گزار ایمان بالغیب کی حیثیت قائم رہے۔  
 ۱۱۔ اہل حدیث میں لَا یُضَارُّکُمْ شَیْءٌ لَّا یُؤَفَّقُکُمْ کی جگہ آیا ہے اور شیئاً خیاراً کی جگہ آیا ہے اور مصافحت  
 کا معنی ہے کسی چیز کو پانا۔

۱۲۔ یعنی میں نے حضرت کعب کی تردید میں کہا کہ ایسا نہیں کہ وہ گھڑی سال میں ایک بار آتی ہے۔ بلکہ یہ  
 جمعہ کے دن آتی ہے۔

۱۳۔ جہاں بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ گھڑی ہر جمعہ کے دن ہوتی ہے۔

۱۴۔ وہ گھڑی ہر جمعہ کے دن آتی ہے۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن سلام مکیابی ہیں اور پہلے علمائے یہود میں سے تھے۔

۱۶۔ یعنی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے یا تورات پڑھنے سے انہیں معلوم تھی۔ ظاہر بیلا احتمال ہے۔

۱۷۔ کیونکہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا منوع و مکروہ ہے۔

۱۸۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ میری کامیابی کا ہی معنی ہے کہ نماز کی انتظار میں بیٹھا ہو۔ اور یہ چیز آخر  
 دن میں بھی ہو سکتی ہے اور اگر اس وقت کوئی دعا کرے تو قبول ہوتی ہے۔ بعض نے کہا یہاں صلوۃ سے دعا  
 مراد ہے۔

۱۹۔ اہل ایمان کا قول تم قال عبداللہ بن سلام کہ میری دعا آخر ذکر نہ کیا۔

۲۰۔ وَ عَنْ آدِیْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسْبُكَ

السَّلَامَةُ الْوَحْدُ ثَمَّ فِي تَقَرُّمِ الْجُمُعَةِ

كَفَتْ بِالْكَفِّ وَالْغَيْبُوعِ الشُّعُونِ

۲۱۔ وَ قَالَ الْإِمْرَأَةُ

۲۲۔ اہل حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر آخر دن تک پڑھی جاسکتی ہے۔ لہذا اس بارے  
 میں مسئلہ اُس طرح نہیں ہوتا جس طرح کہتے ہیں کہ عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ ایک شل ہونے تک ہے  
 یعنی دن کا چوتھا حصہ آتی ہے جس تک کہ یہ نہ کہ دوپہری حدیث میں واقع ہوا ہے کہ وہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری  
 گھڑی ہے۔ اسے غیب بکھرو۔

حضرت اوش بن ادس رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۳۔ وَ عَنْ آدِیْنِ بْنِ آدِیْنِ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَيَّامَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضَ وَفِيهِ  
الْتَّمَعَةُ وَفِيهِ الصَّعَقَةُ فَأَعْتَزُوا  
عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ  
مَعْرُوضَةٌ عَلَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُكَ عَلَيْكَ وَقَدْ  
أَرْمَتْ قَالَ يَقُولُونَ اأَبْلَيْتَ قَالَ إِنَّ  
اللَّهَ حَزَمَ عَلَى الْآلِئِينَ أَجَاءَ الْإِنْبِيَاءِ  
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ  
مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ أَبِي  
الدُّعْنَائِ الْكَلْبِيِّ

نے فرمایا کہ تم میں سے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے  
اسی میں حضرت آدم پیدا ہوئے اسی میں ان کی روح قبض  
کی گئی اسی دن میں سورج چڑھا جائے گا اسی دن  
ہاکت طاری ہوگی تو اس دن میں فجر پر کثرت سے دُود  
پڑھو کہ بیشک تمہارا دُود و سلام میرے امیر پیش  
کیا جاتا ہے صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ پر  
دُود کیسے پیش کیا جائے گا ملا کہ آپ کی ہڈیاں  
بوسیدہ ہو چکی ہوں گی یا لڑکی نے کہا کہ صحابہ نے کہا  
آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہیں گے فرمایا یہ شک اللہ  
تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا دُود و سلام میرے امیر پیش  
کیا جاتا ہے۔ ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی اور  
ابن ابی الدُعنائی و ابی الکلبی

۱۔ اس عجزہ کی زبرد اور داوا ساکن۔ آپ صحابی ہیں و شقی میں سکونت پذیر رہے اور وہیں وصال فرمایا۔  
۲۔ حدیث میں لفظ صغیر آیا ہے یعنی ہلکا ہاں میں نظر بھانج کے قول جہاد کثرت و نفخ فی الثغور و خضیب  
مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ اور سورج چڑھنے کے وقت ہلکا ہوا ہے کہ ہم جہاد کثرت و نفخ فی الثغور و خضیب  
اور جو زمین میں ہے پس اس نفخ کے مقابلہ میں جو مذکور ہوتا ہے وہ نفخ ثانی ہے نفخ ثانیہ مذکور کرنے اور سورج کو  
تور سے اٹھانے کے لیے ہوگا جیسا کہ فرمایا۔ وَ نَفْخٌ فِي الثُّغُورِ وَ نَفْخٌ فِي السَّمَوَاتِ وَ نَفْخٌ فِي الْأَرْضِ  
جائے گا تو اچانک وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور ایک نفخ اور ہے جو گہرا ہے اور غلبہ پہنچنے کے لیے ہوگا جیسا کہ  
فرمایا يَوْمَ يَنْفُخُ فِي الصُّورِ فَتَخْرُجُ مِنَ السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ اور سورج چڑھنے کے وقت ہلکا ہوا ہے کہ ہم جہاد کثرت و نفخ فی الثغور و خضیب  
زمینوں میں جو کچھ ہے سب پر گہرا ہٹ طاری ہو جائے گی۔ اور یہ نفخ ہلکا ہے کہ اس میں خضیب و خضیب کے  
تین نفخوں کے قائل ہیں مگر مشہور وہی نفخے ہیں۔ ایک ہلکا ہے کہ یہ دوسرا زعمہ کہنے کے لیے ہے۔  
۳۔ یعنی چونکہ روز جمعہ نہایت بابرکت اور عظیم الشان روز ہے اس لیے اس میں فجر پر کثرت سے دُود پڑھو۔

۴۔ یعنی ملائکہ سیاحین کے ذریعے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔  
۵۔ یہ صرت اور زوال اور اک سے کنایہ ہے۔

۵۶۔ یہ راوی کا شک ہے یعنی صحابہ کرام نے فقط قمارت سے بیعت مراد لیا یا ایک زبردہ کی زیادہ تا کی زیور سے یعنی آپ قرآن میں پڑنے اور بوسیدہ ہر چنگے ہوں گے۔ اہمیت کی تحقیق اور اس کے ضبط و تلفظ میں بڑا اختلاف ہے مشکوٰۃ کے اکثر تفسیر شدہ نسخوں میں اس کا لفظ دوجہ سے بیان کیا گیا ہے ایک اہمیت یعنی ہمزہ کی زبردہ کی زیر تا ساکن اور تا خفت کی زبردہ یعنی معلوم۔ دوسری اہمیت یعنی ہمزہ کی پیش را کی زبردہ اور تا کی زبردہ یعنی مجہول۔ یعنی جب آپ بوسیدہ کر دے گئے ہوں گے اور فقط بیعت سے اس کی تفسیر دوجہ اول کے موافق ہے۔ مگر یہ کہ بیعت یعنی مجہول تا ساکن سے ہو۔

کہ یہ زندگی اور حیات سے کنا یہ ہے۔ جیسا کہ تفسیری فصل میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت آ رہی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا بعد از موت زندہ رہنا بالکل متفق علیہ مسئلہ ہے کسی کا بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی حقیقی میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ ان کی حیات معنوی درو حانی نہیں۔ جیسی کہ شہد کی زندگی ہے اور اس حدیث میں جو فرمایا اِنَّ اُمَّةَ حَرَّمَ عَلٰی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ تَرَوْدُهٗ اِیْ جَانِبِ اِشَارَهٗ ہے۔ اگرچہ اس باب میں کہ درود خریف کے پیش ہونے اور حصول اور رک کے لیے حیات روحانی بھی کافی ہے لیکن مذہب وہی جو بیان کیا گیا ہے اس مسئلہ کی تحقیق بالاعمال اپنی کتاب تاریخ مریدہ سنی بکذب القلوب الی دیار المغرب میں کر دی گئی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم موعود یوم قیامت ہے اور یوم مشہود یوم عرفہ اور شاہد یوم جمعہ ہے کسی دن پر جو جمعہ سے افضل ہو سورج طلوع و مغرب نہیں ہوا۔ اس میں ایک گھڑی ہے ہندو مومن اسے نہیں پاتا اس حال میں کہ اس کے اندر خیر و بھلائی کی دعا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں لیتا مگر اس سے اللہ اسے پناہ دے دیتا۔

احمد ترمذی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہم اسے نہیں جانتے مگر موسیٰ بن عبیدہ کی حدیث

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ الْیَوْمُ  
الْمَوْعُودُ یَوْمُ الْقِیَمَةِ وَ الْیَوْمُ  
الْمَشْہُودُ یَوْمُ عَرَفَہٗ وَ الْیَوْمُ  
یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ  
وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی یَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْہٗ  
فِی سَاعَۃٍ لَا یَبْقٰی فِیْہَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ  
یَسْتَعِیْذُ بِالْخَیْرِ اِلَّا اسْتَجَابَ  
اللّٰهُ لَہٗ وَلَا یَسْتَعِیْذُ مِنْ شَیْءٍ  
اِلَّا اَعَاذَہٗ مِنْہٗ نَعَاہُ اَسْتَعِیْذُ  
الْتَمَعِیْذُ وَقَالَ ہَذَا حَرَامٌ  
غَرِیْبٌ لَا یَعْرِفُ اِلَّا مِنْ حَدِیثِ

مُوسَىٰ بْنِ عُبَيْدٍ ۚ وَهُوَ يُضَعِّفُ

سے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

اسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالْيَوْمَ الْمَوْعُودِ وَشَهِدُوا** حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یوم موعود سے مراد روز قیامت ہے جس کے آنے کی حق سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی ہے اور جس کے آنے کے بعد مومنوں سے بہشت میں عیش عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور یوم مشہود سے یوم عرفہ (نہین ذوالحجہ کا دن) ہے کیونکہ اس دن تمام مخلوق کے مسلمان اور کافر کو حاضر و موجود ہوتے ہیں۔ مشہود بمعنی حضور ہے اور شاہد سے جمعہ کا دن مراد ہے کہ مخلوق اس میں حاضر ہوتی اور اس کے پاس آتی ہے تو یوم عرفہ کو مشہود اور جمعہ کو شاہد اس لیے کہا گیا کہ مخلوق عرفہ کی طرف آتی اور اس مکان میں حاضر ہوتی ہے جو اس دن سے منسوب ہے لہذا یوم عرفہ مشہود ہوا اور جمعہ کے دن لوگ اپنی اپنی جگہوں میں ہوتے ہیں اور جمعہ ان کے پاس آتا ہے اس لیے وہ شاہد ہوا۔ یعنی حاضر ہونے والا اور مفسرین نے لفظ شاہد کی تفسیر مخلوق سے بھی کی ہے۔ کیونکہ مخلوق قیامت کے دن حاضر ہوگی اور لفظ مشہود کی تفسیر اس چیز سے کی گئی ہے جس میں عجائبات کا شاہدہ کیا جائے۔ یا شاہد سے تفسیر اور مشہود سے امت خصوصاً یا عموم مراد ہے۔ یا یہ امت شاہد اور دوسری امتیں مشہود ہیں یا شاہد سے خالق و مخلوق مراد ہے کیونکہ خالق مخلوق کے حالات پر مطلع ہے اور مخلوق خالق کے وجود اور اس کی صفات پر شاہد گواہ ہے یا شاہد مشہود سے عرفہ کا دن اور حاجی مراد ہیں یا روز جمعہ اور لوگ مراد ہیں یا شاہد و مشہود سے ہر دن اور اس میں رہنے والے لوگ مراد ہیں جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ سب تاویلات اس لفظ کے مختلف احتمالات ہیں جن پر اس لفظ کو محمول کرنا ممکن ہے۔ اس کی اصل تفسیر یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مستند اور منسوب ہے اگر یہ نسبت صحیح ہو۔ واللہ اعلم۔

اسے عبیدہ بن جریج کی پیش باکی زہر سے اور وہ ضعیف ہے یعنی یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے اور اس کی طرف اور اس کی مدح کی طرف ضعف کی نسبت کی گئی ہے۔ تاہم تحقیق یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ نسائی و بیہقی نے کہا کہ موسیٰ ضعیف ہے۔ ابن سعد نے کہا ثقہ ہے۔ مگر اس کے بعض راویوں کی وجہ سے اس کی حدیث جو ضعیف اور اس کی حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اس کی ثقافت سلسلہ صحیح میں ہوئی۔ محدثین نے کہا ہے اس کی خبر کے ستوری و منبر کی خوشبو مہکتی تھی۔ حالانکہ اس کے شہر ربذہ میں اس وقت وہاں محک و عطر کا بادل نہ تھا۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

حضرت ابو ہریرہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ  
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ  
الْأَيَّامِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَ  
مَوْأَظِمٌ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ  
الْأَمْنِ وَ يَوْمِ الْفِطْرِ فِيهِ خَمْسُ  
خَلَائِلَ خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ وَأَهْبَطَ  
اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَفِيهِ  
تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا  
يَسْأَلُ الْعَبْدُ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ  
مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا وَفِيهِ تَقُومُ  
السَّاعَةُ مَا مِنْ مُلْكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا  
سَّمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا عَالَمٍ وَلَا  
جَهَالٍ وَلَا بَحِيرٍ إِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ  
يَوْمِ الْجُمُعَةِ

نے فرمایا جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سرور  
تمام دنوں سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک  
عید فطر و عید بقر کے دنوں سے بڑا ہے۔ اس میں  
پانچ اوصاف ہیں۔ اللہ نے اس میں حضرت آدم  
کو پیدا کیا اور اللہ نے اس میں حضرت آدم کو زمین  
کی طرف اتارا۔ اسی میں اللہ نے حضرت آدم کو وفات  
دی۔ اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس  
میں بندہ کوئی شے نہیں مانگا مگر رب تعالیٰ اسے  
دے دیتا ہے۔ جب تک کہ حرام چیز نہ مانگے۔  
اسی میں قیامت قائم ہوگی کوئی مقرب فرشتہ  
آسمان۔ زمین۔ ہوائیں۔ پہاڑ دریا ایسے  
نہیں جو جمعہ کے دن سے خوف نہ کرے  
ہو۔

وَسَلَّمَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ  
الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ  
مَا قَالَهُ مِنْ الْخَيْرِ قَالَ فِيهِ  
خَمْسُ خَلَائِلَ وَمَا قَالَتْ الْخَيْرِ  
الْخَيْرُ

ابن ماجہ اور احمد نے سعد بن معاذ سے یوں  
روایت کی کہ ایک انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا میں جمعہ کے  
دن کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ کہ اس میں کیا  
خیریاں ہیں۔ فرمایا اس میں پانچ صفتیں ہیں۔  
اور آخر حدیث تک  
نقل کی۔

۱۔ بابہ لام کی پیش۔ یا بُے اولیٰ مغنی ان کا نام رفاتہ ہے (راکی زیر سے) آپ مشہور صحابی ہیں ہم ان کے  
کچھ حالات و کتب میں اہل بدر میں ذکر کریں گے۔ اللہ اعلم۔

۲۔ یہ حدیث جمعہ کی بات دنوں پر انصافیت میں صریح ہے۔ البتہ یوم عرفہ کی تصریح نہ فرمائی۔ گویا یوم امنی کا ذکر  
یوم عرفہ کو ضمن ہے یا ہم یوم امنی کو یوم عرفہ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۔ یعنی یہ سب چیزیں قیامت کے اچانک آجئے سے غافل رہتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوائیں



دریا پسا، زمین و آسمان سب کو قیامت کے آنے کا علم ہے اور انہیں اس کے مجبور کے ملنے کا نام دیا گیا ہے۔ اور سب کو علم و ادراک حاصل ہے۔

فَاکْ وَاب و باد و آتش بندہ اند باطن و تو مردہ با حق زندہ اند

مٹی پانی، ہوا، آگ سب اس کے بندے ہیں۔ تیرے اور میرے حق میں مردہ مگر اللہ کے حق میں زندہ ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا  
کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا فرمایا اس لیے  
کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی  
اسی لیے جمعہ اور اٹھنا ہے اس کی مٹی پر گڑھے  
اور اس کی آخری زمین گڑیوں ایسی گڑی ہے جو  
اس میں اللہ کے وعدے مانگے اس کی دعا قبول ہو گئی

۱۷۸۵ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَقِيبٌ  
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا بِي شَيْءٍ سَمِعْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
قَالَ لَا بَنِيهَا كُيِّمَتْ عَلَيْهَا أَرْبَعُ  
أَدَمَ وَرَفِيعًا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَ  
فِيهَا الْبَطْشَةُ وَرَفِيعًا ثَلَاثَ مَسَاعِدٍ  
وَفِيهَا مَسَاعِدٌ مِّنْ دَعَا اللَّهُ فِيهَا  
اسْتُجِيبَ لَهُ

(احمد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

یعنی اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی تیار کی گئی۔ اس کا ٹکڑا بچھڑایا گیا۔ علمائے کبار نے کہا ہے طبع و طبیعت  
سے انہیں درست کرنا اور انہیں ایک نئی صورت پر پیدا کرنا مراد ہے۔  
۲۔ الصعقة ہلاک ہونا اور جاندار چیزوں کا مرنا۔ البعثة یعنی مرنے کے بعد اٹھنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
اوس کی حدیث میں صعقہ کے ساتھ جس نفخہ کا ذکر ہوا اس سے اٹھنا اور زندہ کیا جاتا ہے۔  
۳۔ البطشة علمائے کبار اس سے روز قیامت مراد ہے جبکہ فریاد یَوْمَ يَخْلَقُ الْبَشَرُ مِمَّا كَانُوا  
ہم سخت قسم کی پکڑ کریں گے البعثة اور بعثہ کے بعد بطشہ کا ذکر تاکید کے لیے ہے۔ بطش یعنی کشت و قتل و قہر  
اور اگر اس سے اللہ تعالیٰ کو پکڑ و گرفت مراد لی جائے جو بندوں کی ان کے شر و بدعت کے بعد ہوگی تو یہ بھی صحیح ہے  
بعض نے کہا اس سے بدر کے دن۔ مشرکین کی پکڑ و محکوم مراد ہے کہ یہ واقعہ بھی جمعہ کے روز ہوا تھا۔  
۴۔ کہ جب کہ اس دن میں یہ سب بڑے بڑے کام جمع کر دیے گئے ہیں ماسکس بنا پر اس کا نام جمعہ  
رکھا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ

۱۷۸۶ وَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَكْثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ  
فَاِنَّهُ مَشْهُودٌ يَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ  
وَ اِنَّ اَحَدًا لَّكَ يَصِلُ عَلَى الْاَعْرَافِ  
عَلَى صَلَاتِهِ مَعَى يَفْرُغَ رَمْتًا قَال  
قُلْتُ وَ بَعْدَ الْعُتَمِ قَالَ رَأَيْتَ اللَّهَ  
حَرَمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ  
الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ سَخَى يَزْزِي  
وَدَعَا ابْنِ مَسَاجِدَ

کے دن جمعہ پر کثرت سے درود پڑھو کہ یہ دن مشہور  
ہے یعنی اس میں فرشتے رحمت و برکت لے کر حاضر ہوتے  
ہیں۔ اللہ بے شک کوئی آدمی جمعہ پر درود نہیں بھیجتا مگر  
اس کا درود جمعہ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس  
سے فارغ ہو۔ میں نے عرض کیا موت کے بعد بھی فرمایا  
بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء  
کے جسوں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اسے  
رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۔ اس کا درود جمعہ پر ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہذا جمعہ کے دن جو سب دنوں سے انفصل و اشرف دن ہے، بطریق  
اولیٰ جمعہ پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ مطلب یہ ہو کہ جمعہ کے دن کمال طور پر درود شریف کا جمعہ پر پیش  
ہونا لازم و ضروری ہے اور یہ نفیست اس دن کے ساتھ خاص ہو۔ واللہ اعلم۔  
۲۔ یعنی اس وقت تک کہ میرا امتی جمعہ پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ میرے اوپر پیش ہوتا رہتا ہے۔ جتنا جتنا  
پڑھتا رہتا ہے۔ میرے آگے پیش ہوتا رہتا ہے۔ تا آنکہ اس سے فارغ ہو جائے اور پڑھنا ترک کر دے۔  
۳۔ یعنی اس دن بطور استغمام اور اس بات کو بعید جانتے ہوئے کہا کہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ پر درود پاک  
پیش کرتے ہیں۔

۴۔ یہ یا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا تمہ ہے۔ یا تاکید کی غرض سے حدیث بیان کرنے کے بعد  
خود حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب کی روایت کی حقیقت کا اثبات کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
شریف پڑھنے والوں کی کثرت کی ترغیب دیا جائے۔

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَكَلِّمُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا  
وَقَالَ اللَّهُ فَنَنكِرُ الْقَسِيرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی  
سلمان نہیں جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت  
ہوتا ہے مگر اللہ اسے منتہ قبر سے بچا لیتا ہے۔

۵۔ احمد۔ ترمذی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث  
غریب ہے۔ اور اس کا اسناد متصل

قَالَ أَحْمَدُ وَ التَّرمذی وَ قَالَ  
هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ كَيْفَ اسْنَادُهُ

بِمُتَّصِلٍ -

نیل

۱۵۔ یہ یا تو راوی کا شک ہے۔ یا موت کے دو با برکت اوقات کا بیان ہے۔ دوسری صورت زیادہ ظاہر ہے  
 ۱۶۔ اس حدیث کے اسناد کو امام سیوطی نے جمع الجوامع میں احمد بن حنبل سے اور شریزی سے القاب میں حضرت  
 ابن عمر سے اور ابو نعیم نے علیہ میں حضرت جابر سے بیان الفاظ روایت کیا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن مرتاہ ہے وہ بطلب قبر  
 سے محفوظ رہتا ہے۔ اور وہ قیامت کے دن اس مال میں آئے گا کہ اس پر عیدوں کی ہر گئی ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں  
 نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ پر مٹی آپ کے پاس  
 ایک پوری تھا وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر اتنی تو ہم سے  
 عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت  
 دو عیدوں کے دن میں اتری۔ یعنی جمعہ اور عرفہ  
 کے دن

ترمذی یہ اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب

۱۷۸۸ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّكَ قَرَأَ  
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آيَةً  
 وَعِنْدَهُ يَحْمَدُ فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ هَذَا  
 الْآيَةُ عَلَيْكَ لَا تَخْذَنَّا عِيدًا فَقَالَ  
 ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ  
 عِيدَيْنِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ يَوْمِ عَرَفَةَ  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ  
 غَرِيبٌ -

۱۸۔ یہ آیت مبارکہ عرفہ کے دن حجاز الوداع میں نازل ہوئی آیت کا ترجمہ یہ ہے ہمارے دین میں نے تمہارے  
 لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں تمہارے لیے تمہارا دین اس طرح پوری  
 پر ارضی ہو گیا۔

۱۹۔ یعنی ہم لوگ اس آیت کے نزول اور اس دن کو جس میں نازل ہوئی نہایت خوشی اور شکر کے ساتھ  
 طور پر عید بنا تے۔ یعنی تعجب ہے کہ تم مسلمانوں نے اسے عید نہیں بنایا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت کا نزول  
 ۲۰۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے اسے عید بنا لیا ہے کیونکہ آیت دو عیدوں کے دن  
 نازل ہوئی یعنی اس دن میں جس میں دو عیدیں جمع ہیں۔ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن۔ کیونکہ عید الوداع کا دن جمعہ کا دن تھا  
 لہذا صرف ایک عید نہیں بلکہ اسے دو عیدیں قرار دیا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ دو عیدوں میں یعنی جمعہ اور عرفہ کو چھوڑ  
 کر میں صرف اسے عید بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسے چھوڑ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
 ہیں۔ جب ماہ رجب داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فرماتے اسے اللہ ہمارے لیے رجب و

۱۷۸۹ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
 دَخَلَ رَجَبٌ  
 قَالَ أَلْقَمْتُ

شعبان کو بابرکت بنا اور میں ماہ رمضان تک  
پہنچا۔ اور آپ فرماتے تھے جمعہ کی رات  
روشن رات ہے اور جمعہ کا دن سفید اور  
روشن دن ہے۔

(بیہقی دعوات کبیر)

بَارِكْ لَنَا فِي وَجِبِ وَتَمَكِّنْ وَتَقِ  
رَمَحَانَهُ قَالَ كَانَ يُقُولُ كَيْلًا  
الْجُمُعَةِ كَيْلًا آخِرًا وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ  
يَوْمٌ آخِرٌ

رَدَّاءُ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّعَوَاتِ

الْحَكِيمِ

۱۷۰ امام احمد رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا شب جمعہ لیتہ القدر سے بھی افضل ہے کیونکہ شب جمعہ میں حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا نریاک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم پاک میں قرار پذیر ہوا۔ اور آپ کا ظہور نور دنیا و آخرت  
میں بن خیرات و برکات کا موجب بنا وہ حد و شمار سے باہر ہیں۔

## بَابُ وَجُوبِهَا

جمعہ کے واجب ہونے کا باب

واضح ہو کہ جمعہ کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت شدہ فریضہ ٹکمرہ ہے۔ اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے  
قَوْلِ بَلَاكُ تَقَامُ عَوَائِدُ ذِكْرًا لِّلَّهِ (اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ) سے نماز جمعہ یا اہل کا خطبہ مراد ہے اور خطبہ کا  
وجوب جمعہ کے وجوب کو مستلزم ہے جیسا کہ بیان کرنے کے لئے آئے ہیں اور تفاسیر میں یہ مذکور ہے کہ اہل سے خطبہ اور نماز دونوں  
ملاویں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا قَوْلُ دَعَا لِكُلِّ نَبِيٍّ سَاعِدًا وَنَاصِرًا (اللہ تعالیٰ ہر نبی کے لئے مددگار اور مددگار) پر صادق آتا ہے اور جمعہ ظہر کا فریضہ ہے حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ بھیجا تھا تو آپ کو حکم دیا تھا کہ جب آفتاب دوپہر سے ڈھل  
پڑے تو لوگوں کو ساتھ نماز جمعہ پڑھنا۔

## فصل اول

حضرت ابن عمر و ابو ہریرہؓ دونوں سے روایت ہے  
بے شک ان دونوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی منبر کی کھڑکیوں پر فرماتے سنا

۱۷۰ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو وَ ابْنِ هُرَيْرَةَ  
أَنَّهُمَا تَمَّا كَا حَمِيْعًا رَسُوْلًا اَللّٰهُ  
مَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰی

کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے بچ رہیں۔ ورنہ  
اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ  
ضرور غافلوں میں سے ہو جائیں گے یہ

أَعْوَادٌ مِّنْهُمْ لَيُتْرِكْنَ أَقْوَامًا  
عَنْ وُدِّهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيُؤْتِيَنَّهُ  
اللَّهُ عَلَى كَلْبِهِمْ لَعْنًا يَكُونُ مِنْ  
الْغَافِلِينَ -

(مسلم)

(رواہ مسلم)

اے یعنی اپنے منبر شریف پر۔ اس عبارت سے بظاہر تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اول، اول منبر ہونے کو وہ  
حضرت نہ پہچانتے تھے۔ اور ابتدائی ان کے اندر چند کڑیاں ترتیب سے رکھ کر بطور منبر استعمال کرنا شروع تھا یہاں تک کہ  
کی صراحت یہ بتانے کے لیے کی کہ منبر شریف کڑی کا تھا پھر یا اینٹ کا بنا ہوا نہ تھا۔  
۲۔ اور غافلوں میں شمار ہوں گے اور ان پر غافل ہونے کی گماہی دی جائے گی۔ اور ان پر غافل ہونے کا حکم  
جاری ہو گا اور وہ دائماً حالت غفلت میں رہیں گے۔ یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی یا ترک جمعہ  
سے باز آنا۔ یا ان کے دلوں پر مہر کا لگ جانا۔ اگر باز آجائیں گے تو مہر نہ لگے گی۔ اور اگر باز نہ آئیں گے تو ان کے دلوں پر  
مہر لگا دی جائے گی۔ اور دلوں پر مہر لگانا نہایت غفلت اور نصیحت و نصیحت قبول کرنے کا مظاہرہ ہے۔  
سے کہنا یہ ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت ابو الجعد غفیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو صلا پڑھے  
وہ ایک سال کی عمر کے برابر ہوگا۔  
ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔  
اور مالک نے صفوان بن شعیب سے ابو احمد  
نے ابو قتادہ سے روایت کی۔

۱۲۹۱ عَنْ أَبِي الْجَعْدِ الْغَفَرِيِّ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَعَاوَاكَهَا  
طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ -  
رواہ ابو داؤد و الترمذی و  
النسائی و ابن ماجہ و الدائمی و  
لحاہ مالک عن صفوان بن شعیب  
و أحمد عن أبي قتادة -

اے جعد جمیم کی زبردست منبر ساکن۔ الغفیری من کی پیش۔ ہم کاربرد۔ یا ساکن۔ مشکوٰۃ کے فضوں میں ایسا ہی ہے  
مگر صحیح احمد درست غفیری ہے یعنی قتادہ کی زبردست منبر ساکن عمرو بن یحییٰ عیدناۃ کی طرف نسبت ہے اچھو شرف بہت حاصل



ہے۔ جیسا کہ کتاب جامع الاصول میں مذکور ہے۔

۱۱۔ یعنی جمعہ کو معمولی، حیرت انگیز ہلکا جانتے ہوئے اسے ترک کر دے۔ ظاہر یہ ہے کہ تہا دن سے یہاں اس کی احتیاجی میں سستی اور کوتاہی نہ کرنا مراد ہے اس کی اہانت اور اسے ہلکا جاننا مراد نہیں کیونکہ یہ بلاشبہ کفر ہے۔ یہاں اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جمعہ کو سستی سے چھوڑنا گناہ عظیم ہے جو مہر اور زندگی اور کفر تک پہنچانے کا باعث بن سکتا ہے۔

۱۲۔ مذہب کی روایت میں آیا کہ بری اللہ تعالیٰ عنہ کہ خدا تعالیٰ اس بندے سے بیزار ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے مسلسل کئی جمعے ترک کر دیے اس نے دین اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔

۱۳۔ نسیم سین کی پیشی سے آپ مشورہ صحابی ہیں۔

۱۴۔ آپ جیل اقدس تاجی ہیں۔ اہل مدینہ سے ہیں۔ عبادت و ریاضت میں مشہور ہیں۔ اور نیک اور مقبولان الہی میں سے ہیں۔ جن کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ کثرت سجد کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک میں سوراخ ہو چکا تھا۔ آپ بڑے قناعت پسند تھے۔ کسی بادشاہ کا ہدیہ تحفہ قبول نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے تم کھار کھی تھی کہ چالیس سال تک پیوزمین پر نہ رکھیں گے (نہ سوئیں گے) جب تیس برس گزر گئے تو آپ بیمار ہو گئے اور حالت خزا کو پہنچ گئے۔ آپ کی صاحبزادی نے عرض کیا پیوزمین پر رکھیے۔ کہ وقت نازک ہے۔ مگر آپ نے پیوزمین پر نہ رکھا اور بیٹھے بیٹھے جان دے دی۔ آپ کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ آپ تقدیر کے زبردست قائل تھے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمر بن عبد بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس  
نے جمعہ بغیر عذر کے ترک کیا چاہیے کہ وہ ایک  
دینار صدقہ کرے۔ اگر ایک دینار نہ ملے تو نصف  
دینار صدقہ کرے۔

(احمد۔ ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

وَمَنْ سَمِعَ بَيْنَ جُنْدٍ قَالِ  
قَالَ نَسُوهُ اللَّهُ مَعِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ بِغَيْرِ عَذْرٍ  
فَلَيْسَ مِنْكُمْ بَدِيكًا قَالُوا كَمْ يَجِدُ  
يُحْيِي وَيُيَاوِرُ

تَوَالًا أَحْمَدُ وَ ابُو دَاوُدَ وَ

ابن ماجہ۔

۱۵۔ یعنی ان عذر میں سے کوئی عذر موجود نہ تھا جن سے جمعہ ساقط ہوتا ہے اس کے باوجود اس نے جمعہ ترک کیا اور نماز ظہر پر اتفاحی کو اسے چاہیے کہ ایک دینار صدقہ کرے۔

۱۲۹۳ اگر کہا جائے کہ یہ جمعہ کے فرض نہ ہونے کی علامت ہے کیونکہ فرق حکم کی کفایت کفارہ سے نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ فرض ہے مگر اصل فرض غار ظہر ہے مگر ہمیں حکم ہے کہ جمعہ کے لیے معتبر شرائط کی موجودگی میں جمعہ ادا کر کے نماز ظہر اپنے ذمہ سے ساقط کریں۔ اور جمعہ کے بجائے ظہر پر کفایت کرنا حرام ہے۔ یہ صدقہ اس فعل حرام کے کفارہ کے لیے ہے اور اس کو تاہی کی کفایت کے لیے ہے جو فرض کی ادائیگی میں اس سے سرزد ہوئی۔ اسے خوب سمجھ لو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ اس کے ذمہ ہے جس نے اذان سنی۔

۱۲۹۳ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ سَمِعَ الْإِذْنَ آء۔

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۲۹۴ لے یعنی اذان سننے کے وقت جمعہ کی طرف جلد آنا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ مراد اذان اول ہے یا اذان خطبہ قمار قل اول ہے۔ بعض نے کہا قل ثانی فکر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ دعویٰ اذان ہی تھی۔ اس کی تفصیل باب خطبہ و نماز میں آئے گی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ اس پر واجب ہے جسے اس کی اذان اس کے پاس ٹھکانا ملے۔ جس کی گواہی اس کے پاس ہو۔

۱۲۹۴ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ الْبَيْتُ إِلَى أَهْلِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ رَاسِلٌ أَصَدُّهُ صَحِيحٌ۔

۱۲۹۵ لے یعنی اس پر فرض ہے جہاں نے وطن میں اور اس جگہ ہو کہ جمعہ ادا کرنے کے بعد رات ہو گئے سے پہلے واپس آکر اپنے اہل و عیال میں رات بسر کر سکا ہو اسے سافٹ حدودی سمجھیں۔ جماعات شہر کی سہولت کہ ان کے قریب مسافر شمار ہوتا ہے طبعی رحمۃ اللہ نے کہا امام ابو حنیفہ کا صاحب اس کے قائل ہیں بشرطیکہ اس کا وطن (جائے رہائش) شہر کی حدود میں ہو۔ جس میں جمعہ ادا کیا جاتا ہو۔ اور اگر اس کا وطن اس شہر کی حدود و ملقات میں سے نہ ہو بلکہ دوسرے کسی شہر سے متعلق ہو تو پھر اس پر آنا واجب نہ ہوگا۔

حضرت طلحہ بن شہاب سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ ہر

۱۲۹۵ وَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ شُهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مسلمان پر باجماعت حق تو فرض ہے سوائے  
چار شخصوں کے مملوک غلام۔ عورت۔ بچہ اور  
بیمار۔

وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ حَقٌّ لَا رَيْبَ عَلَيْهِ عَلَى  
كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ أَوْ عَلَى  
أَمَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوكٍ أَوْ أَمْرَأَةٍ  
أَوْ صَبِيٍّ أَوْ مَرِيضٍ -

ابوداؤد اور شرح سننہ بالفاظ مصابیح  
یعنی دائل کے ایک شخص سے رعایت کی۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ فِي صَرْحِ الشَّيْخِ  
يَلْفُظُ الْمُصَابِيحُ عَنْ تَرْجُمَةٍ قَوْلِهِ  
وَأَيْلٍ -

۱۔ آپ قبلہ احس سے ہیں کوئی ہیں۔ جامعیت کا زمانہ پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی  
مگر آپ سے حدیث سنا بہت کم میرا یا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۳ یا ۲۴ غزوات میں شامل  
ہوئے۔ آپ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ۲۵ یا ۲۶ شہدہ میں انتقال فرمایا۔  
۲۔ یعنی نماز جمعہ کے لیے جماعت فرض ہے۔ بے جماعت جمعہ درست نہیں۔

۳۔ یعنی ایک وہ غلام جو کسی کی ملکیت و معرفت میں ہو۔ اس علت کے باعث جمعہ اس کے ذمہ سے ساقط ہے۔  
۴۔ ایک ترخانہ کے حق کے لیے۔ دوسرے اجتماع جمعہ میں نامردوں کے موجود ہونے کی وجہ سے۔ اگرچہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور میں نماز باجماعت میں آتی تھیں۔ لیکن مردوں کے هجوم کے باعث جمعہ کی  
فرضیت اس سے ساقط کر دی گئی۔

۵۔ یعنی بالغ بچہ کہ وہ احکام شرع کا مکلف نہیں۔

۶۔ اس کے شخص اور کردی کے باعث۔ اسی طرح مسافر پر بھی فرض نہیں تاکہ اس کا نقصان نہ ہو۔ اسی طرح  
نایب اور نگران پر بھی فرض نہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں پر سے جمعہ کی فرضیت کا اسقاط  
بموجب قرابت سے وقوع پذیر ہوا۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں  
کے متعلق فرمایا جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں  
کہ میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں

۱۶۶ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ  
يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ مَنَنْتُ  
أَنْ أُمَرَ سَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ

کو نماز پڑھنا ہے پھر میں ان کو لکھتا ہوں کہ جمعہ صبح سے پہلے  
رہ جاتے ہیں ان کے گھروں میں ان کے گناہوں سے  
(مسلم)

أُحْدَقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ  
الْجُمُعَةِ يُؤْتَهُمْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اے اور ان کی امامت کرے۔

۱۷ پھر خود میں اس کام میں مشغول ہر جاؤں کہ جو لوگ جوئے سے یا عاصیوں سے ہوتے آگ لگا کر ان کے گھروں کو  
جلا دوں اس حدیث کی طرح نماز عشا سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے بھی اس کے باب میں گزرا ہے۔ اور لفظ  
أُحْدَقَ تشدید و تخفیف تھوڑے سے یا احراق سے مشتق دونوں روایتیں ہیں۔

۱۸ اہل حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ امام کو اگر کوئی ضروری کام دے دے جس پر ترک کسی کو حلیفہ بنا کر خود اس کام  
میں مشغول ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حج کمال اول میں جب اس کی فرضیت ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا لگی حج کے لیے اپنا حلیفہ مقرر کیا،

۱۷۹۷ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

تَرَكَ الْجُمُعَةَ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ

مَنْفَقَةٌ فِي كِتَابٍ لَا يُدْخِلُ وَلَا

يُخْرِجُ وَ فِي بَعْضِ التَّوَايَاتِ

ثَلَاثًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا سے

پیش یا ضرورت و مجبوری کے بغیر ترک کر دے وہ

اسی کتاب میں منفقہ کے نام سے لکھا جاتا ہے جو

نہ مٹائی جاسکتی ہے نہ اس کی کوئی توبہ ہو سکتی

ہے۔ اور بعض روایات میں تین بار لکھا جاتا ہے

(مسلم)

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

اے یعنی کی طرح شمار ہوتا ہے۔

۱۹ یعنی نفاق کا حکم اس کے لیے ہمیشہ اور دائم ثابت و قائم ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر شخص اس کی توبہ کرے  
یا اسے معاف کرے۔

۲۰ یعنی سب سے تین جمعے ترک کرنے پر۔

۱۷۹۸ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ

فَعَبَّرَ الْجُمُعَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْآخِرِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور

دن قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن

نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ مگر عید پر یا سفر پر ہجرت

پنچ پر یا غلام پر تو جو شخص کھیل کود کی وجہ سے نماز جمعہ اور عبادت مولیٰ تعالیٰ سے بے نیاز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور اُلٹی حمد و ثنا ہے۔

مَرِيْنٌ اَوْ مُتَخَفِرٌ اَوْ اَمْسَا اَوْ  
صَبِيْحٌ اَوْ مُسْلُوْلٌ كُنْتَ اَسْتَعْفِفُ  
بَلَدِيْهِ اَوْ تَجَارَكُوْا اَسْتَعْفِفُ اللّٰهُ عَنَّا  
وَاللّٰهُ حَكِيْمٌ حَمِيْدٌ

(دار قطنی)

(رَوَاہُ الدَّارُ قُطْنِيْ)

۱۔ یا اسے چاہیے کہ جمعہ کے اندر نماز جمعہ اپنے اوپر لازم جانے اور اسے ترک نہ کرے۔  
۲۔ کہ نہ اس پر ہربانی کرتا ہے نہ اسے بلاتا ہے۔

۳۔ یعنی خدا تعالیٰ بندوں اور ان کی طاعت سے بے نیاز ہے۔ لوگوں کی بندگی سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور وہ ان بندوں کا ثنا کرتا ہے جو ان کی بندگی کرتے اور اس کا شکر بجالاتے ہیں۔

## بَابُ التَّطِيْفِ وَالتَّيْكِيْرِ

### صفائی و طہارت اور اول وقت میں جمعہ کو جاننا

طہارت پاکیزگی۔ تطیف پاک کرنا۔ یہیں بدن کا پاک کرنا مراد ہے غسل سے اور یہیں کاٹنا۔ ناخن اتارنا۔ زیر ناف بال صاف کرنا۔ بالوں کے مال اکھیرنا۔ کپڑے پاک کرنا اور غرضوں کا دھیرہ کہ یہ سب کام جمعہ کے روز سنت ہیں۔ اس کی تفصیل اجتہاد کے کتاب میں فطرت کے بیان میں گونجی ہے۔ تبکیہ کاف پر یا کی تعلیم سے اس کا اصل معنی ہے صبح کے وقت آنا کسی چیز کی طرف دوڑنا اور اس کے اول وقت میں اس کے پاس آنا۔ صبح کا وقت ہر یا۔ کوئی اور وقت۔ یہاں اس کا معنی ہے نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں آنا۔ حضرت اسہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ اس در سے کہ جمعہ کے لیے اول وقت میں پہنچنا فوت نہ ہو جائے۔ نماز جمعہ سے پہلے نہ کھانا کھاتے تھے نہ قیلوہ کرتے تھے۔ ہر چیز کے اٹلے کھانا کورہ کھاتے ہیں جس طرح منہ اگنے والے چل کو باکورہ کہتے ہیں۔ حدیث میں تبکیہ کی تصریح ہے ہر نماز کی طرف آئی ہے۔ لہذا تبکیہ جمعہ کی حقیقت یہ ہے کہ جمعہ کے لیے اول وقت میں پہنچنے کے لیے جلدی کرنا۔ احوال کے مختلف مراتب میں جیکہ آگے حدیث میں آئے گا۔ اور اگر جمعہ کے لیے اول دن میں آجائے تو بہت اکل و افعل ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء میں بعض مسلف سے نقل کیا کہ وہ صبح کے وقت ہی آجاتے تھے۔ اسی لیے نہیں کہ وہ لفظ تبکیہ کو صبح پر محمول کرتے تھے بلکہ وہ نماز جمعہ کے لیے آنے میں



جلدی اور بالغہ سے کام لیتے تھے۔ اس لیے وہ صبح کو ہی آجاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں آجکل (حضرت شیخ قدس سرہ کے زمانہ میں) یہ عادت ہے کہ لوگ سویرے سویرے آتے جگہ گھبراتے ہیں پچاس تھیں اور چلے جاتے ہیں۔ بیٹھتے نہیں۔ بعض علماء نے اسی لیے اس فعل پر اعتراض کیا۔ اور کہا ہے کہ یہ لوگوں کے لیے مکہ تنگ کرنا ہے۔ ہاں اگر بیٹھ جائیں اور ذکر الہی میں مشغول ہو جائیں تو بہت اچھا بات ہے۔ ورنہ صرف جگہ کا گھیر لینا جگہ تنگ کرنے کو مستلزم ہے جو ایک غیر مستحسن فعل ہے۔

## الفصل الأول

### پہلی فصل

۱۲۹۹ عَنْ سَلَمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَرِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَلَا يَتَذَكَّرُ مِنْ دُفِينِهِ أَوْ يَسُتُ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفْتِقِ بَيْنِي اثْنَيْنِ ثُمَّ يَصِلُ مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْأَمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى -

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور تطہر و طاققت مفاتیح کرے۔ اور اپنے تئیں میں سے کچھ نکالے یا اپنے گھر کی خوشبو پھینکے۔ پھر مسجد کو جائے۔ تو دو شخصوں کو الگ نہ کرے۔ پھر جو تقدیر میں لکھی ہے وہ نازل ہو جائے۔ پھر یہ بات غلط ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۱۔ یعنی نماز جمعہ کے لیے۔

۲۔ بغیر اس کے دوسرے واسرائف میں مبتلا ہو۔

۳۔ یدھن دال کی شد سے یعنی روغن اور تیل جو اسے اپنے گھر سے لے کر تکلیف میں لے جائے۔ دال کی نہ برادر ہا ساکن۔ اذھان شد سے اپنے اوپر تیل لانا۔ اس میں ای جانب اشارہ ہے کہ گھر سے دور خوشبو سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ یا کہ جمعہ اور دوسری مجالس اور اچھے نمبروں کیلئے تیل کا استعمال مستحسن ہے۔ ۴۔ یعنی اگر تیل میر نہ آئے تو گھر میں خوشبو ہو تو ہی ملے۔ یا کھڑا۔ واد کے معنی میں ہے یا یہ راوی کا شک ہے۔ یہاں روغن سے بھی خوشبو مراد ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روغن کدو

غریبوں داخل ہے حتیٰ کہ حرام والا اسے نہیں لگا سکتا۔  
 ۱۔ یعنی وہ دو آدمی جو رکعت میں بیٹھے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان کسی اور کو بیٹھنے کی گنجی نشی نہ ہو  
 وہ انہیں دسکاویکرا ان کے درمیان گھس کر بیٹھے۔ یا جدا کرنے سے ملو یہ ہے کہ اپنا قدم ان کے درمیان سے گزارے اور  
 ان سے اُگے جائے۔ بلکہ چاہیے کہ خالی جگہ پر بیٹھے اور جدا کرنے اور گردنوں پر قدم رکھنے کے بغیر صف اول یا  
 اس کے نزدیک بیٹھنا میرا جائے تو بہتر ہے۔ درحقیقت یہاں جانب اشارہ ہے کہ اول وقت میں ہی جمعہ کے لیے  
 آجانا چاہیے تاکہ تفریق کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

۲۔ یعنی فاضل بعض اسے سنت جمعہ پر محمول کرتے ہیں۔ علماء کا جمعہ سے پہلی سنتوں میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ  
 ان کا منکر ہے اور کہا ہے کہ جو لوگ سنت قبل جمعہ ثابت کرتے ہیں وہ ظہر کی سنتوں پر قیاس سے ثابت کرتے ہیں۔ اور  
 سنت قیاس سے ثابت نہیں ہوتی۔ باب السنن میں اس کی جانب اشارہ کر چکا ہے۔ ہم نے شرح غزالی میں اسے  
 ثابت کیا ہے۔ اور وہاں اس بارے میں ہم نے طویل کلام کیا ہے۔ اس حدیث کی عبارت بھی قدرے اس گروہ کے موافق  
 کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ غالب و اکثر یہ ہے کہ اس قسم کا انداز بیان فاضل کے لیے ہوتا ہے اور غیر روایت میں  
 استعمال ہوتا ہے۔ عیاں کہ باب تطوع کے اول میں حدیث بلال میں گزرا۔

۳۔ یعنی جب خطبہ پڑھے۔ اور لفظ منیت یا کی پیش سے یا انصات یعنی سکوت و خاموشی اور کان لگانے سے  
 ہے۔ اور یا کی زیر بھی جائز ہے۔ وقت خطبہ میں خاموشی اختیار کرنا اخلاقیات اور اکثر علماء کے نزدیک ضروری ہے۔ اس  
 کی تفصیل دوسری حدیث کی شرح میں ہم لائیں گے۔

۴۔ عیاں کہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ  
 آپ نے فرمایا جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے پھر جو قدر  
 میں ہو غناز پڑھے۔ پھر خاموش بیٹھے حتیٰ کہ امام خطبہ سے  
 فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس  
 جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن  
 زیادہ حکم اس کے گناہ بخش دیے جائیں  
 گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 مَنْ اغْتَسَلَ ثَمَّ آتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى  
 مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ انْصَتَ حَتَّى  
 يَخْرُجَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يَمْسُكُ  
 حَتَّى يَخْرُجَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ  
 الْجُمُعَةِ الْآخِرَى وَفَضَلَ ثَلَاثُونَ  
 آتَامًا۔

(مسلم)

(دعائہ مسلمہ)

اسے یہ زیادتی اس بنا پر ہے کہ ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور جمعہ سے جمعہ تک سات دن ہوتے ہیں دن اور پڑھائے تو دس برس گئے۔ اور فقط فضل میں اور نہ بر دوںوں طرح درست ہے۔

۱۳۰۱ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ آتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ عُمَرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَرِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَفِي مَسِّ الْحَصَا فَقَدْ كَفَى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور کان لگا کر سنا اور خاموشی اختیار کی تو اس کے درمیان سے اگلے جمعہ اور اس کے بعد تین دن تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جس نے لکڑیوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا (مسلم)

لحاظ انہیں ہاتھ لگایا اور درست کیا۔ تو اس نے لغو فعل کیا غرض یعنی اور باطل کام کرکتے ہیں۔ خطبہ کے وقت کلام کرنا ممنوع ہے لکڑیوں کو پھونکنے کو لغویں اس بنا پر داخل کیا اس سے بھی بندہ خطبہ سننے سے غافل ہو جاتا ہے جس طرح کلام کرنا بندے کی توجہ کو خطبہ سننے سے ہٹا دیتا ہے۔ لکڑیاں پھونکنے سے ان سے کھینچنا یا بے ضرورت انہیں زمین پر ہموار کرنا مراد ہے۔ تاکہ وہ ان پر مجھ کرے۔ بعض نے کہا اس سے سنگریزوں کو گھٹانا اور تسبیح شمار کرنا مراد ہے۔ ہاں یہ خطبہ کے دوران کلام کرنے سے روکنے سے زیادہ مناسب ہے۔

۱۳۰۲ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفْتَ الْمَلُوكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَلَا قَوْلَ وَ مَثَلُ الْمُهْجَرِ كَمَثَلِ الذِّئْبِ يَهْدِي بَدَنَهُ ثُمَّ كَالذِّئْبِ يُقَدِّرِي لَهْرَهُ ثُمَّ كَبْنَا ثُمَّ دَجَاهَهُ ثُمَّ بَيْضَهُ فَإِذَا أَخْرَجَ الْإِمَامُ مَلُودًا مُبْعَفُومًا وَ يَسْتَمِعُونَ التَّوَكُّرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہو جائے تو قریب مسجید کے دروازے پر کھڑے ہو جائے ہیں وہ پہلے آئے والے پھر آئے والے اس کے بعد کہتے ہیں اور ہر کلمہ پہلے اصل وقت آئے والے لکھ کر ہیں اور ان کی قریبی بیعتیں دالے کی طرح ہے۔ کچھ اس شخص کی طرح جو قریب کے کلمے لکھنے سے پہلے پھر اس شخص کی طرح ہوتا ہے۔ قریبی کے لیے وہ بیعتیں پھر اس شخص کی طرح ہوتی ہیں۔ مدتہ کرے۔ پھر اس کی طرح جو ان کا مدد کرے۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے آتا ہے تو مامک اپنی صفیں پیٹ لیتے۔ اور ذکر و ثنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور مسلم کی

(مُتَنَقِّ عَلَيْهِ)

ایک سعادت میں نانا مجلس الامام معنی جب امام بیٹھتا ہے

۱۷ یعنی آنے والوں کو ترتیب وار کھتے جاتے ہیں۔

۱۸ یعنی اول وقت آنے والے کا قصہ اور حال اس شخص کی طرح ہے کہ کہ شریف قربانی کے لیے ادنٹ بیٹھے جو سب سے افضل قربانی ہے۔ مختصر میں پیش صاکی زبرد اور جیم شد کی زیر سے معنی وہ آدمی جو سخت گرمی کے دن دوپہر کو یعنی اول وقت باہر نکلے۔ بند نہائیں زبردوں سے وہ ادنٹ جو کمرہ بھیجا جائے۔ اس کی جمع بدلتا ہے۔

۱۹ یعنی پھر اس شخص کا حال جو اس کے بعد آتا ہے اس شخص کے حال کی طرح ہے جو گائے بھیجتا ہے۔ بدنہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اور امام شافعی رحمۃ اللہ بھی انہیں میں سے ہیں) ادنٹ کا نام ہے۔ یہ حدیث اس کی مرید ہے کیونکہ اس حدیث میں بقرہ (گائے) بدنہ کے بالمقابل ذکر ہوئی ہے۔ مگر جہور اہل لغت اور بعض فقہاء کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں اس کے نزدیک بدنہ گائے کو بھی شامل ہے۔ جوہری نے کہا بدنہ اس ناقریہ گائے کا نام ہے جو کمرہ میں ذبح کی جاتی اسے بدنہ اس سے کہتے ہیں کہ اسے قربہ کرتے ہیں اور وہ خوب تن دار ہوتا ہے۔ تاہم یہاں حدیث میں بدنہ سے مراد ادنٹ ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں بقرہ کا ذکر الگ آیا ہے۔

۲۰ یعنی اس کے بعد آنے والے شخص کا حال اس شخص کی طرح ہے جو بکری بیٹھے کیش (دونہ) کا لفظ اس لیے آیا کہ وہ بکری کا قسم میں سب سے افضل ہے۔

۲۱ دجاہر (درستی) دال کی زبرد اور زیر بعض دال پر پیش پڑھتے ہیں۔ مگر زبرد زیادہ فصیح ہے۔

۲۲ یعنی خطبہ

۲۳ اکی سعادت یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو ملائکہ محفے بیٹھا شروع کر دیتے ہیں اور جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو ملائکہ بیٹھنے کے کام سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہاں سوال وجواب کے اعتبار سے کافی لکھو ہے جو شرح میں ذکر کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے دن کہا۔  
"خاموش ہو" اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے غور  
کلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُلْتُمْ لِعَلِّمَكِ  
تَوَارِثَ الْجَمْعِ أَلْعَيْتُ وَإِلَّا مَا لَمْ  
يَخْلُبُ لَقَدْ لَقِيتُ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۴ کیونکہ تو نے خطبہ کے دوران کلام کیا۔ جو منع ہے پھر دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین کرنا مگر خود خاموش نہ بننا بھی برا ہے۔ اور اس میں داخل ہے۔ لَمْ تَقُولُوا مَالًا تَفْعَلُونَ (وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے وقت کلام کرنا منع ہے اگرچہ امر معروف اور نہی منکر ہی ہو کیونکہ مقصد بیان کرنے کے لیے اشارہ کافی ہے۔ کلام کرنا عیث فعل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔ اس مقام میں تفصیل کلام یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ بھی ان میں سے ہیں، خاموش رہنا واجب ہے۔ بعض کے نزدیک مستحب ہے امام شافعی ان میں سے ہیں کہ کتاب مواہب لدنیہ میں کہا کہ اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں اسی طرح امام احمد سے بھی دو قول آئے ہیں۔ اور ابن عبد البر نے خاموشی کے وجوب پر اجماع نقل کیا۔ سوائے تھوڑے سے تابعین کے۔ ان تھوڑے سے تابعین کا قول غریب ہے۔ ابن عبد البر کا کلام ختم ہوا۔

ترمذی نے کہا اہل علم نے خطبہ کے دوران بولنے کو مکروہ کہا ہے اور چھینک کے جواب دینے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں یعنی متردد میں۔ ترمذی کا کلام ختم ہوا۔

اس بارے میں اختلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکلنے سے نماز شروع ہونے تک نماز اور کلام دونوں حرام ہیں اگر کوئی نماز میں ہو اور امام خطبہ شروع کر دے تو وہ دو رکعت پر نماز ختم کر دے صاحبین کے نزدیک امام کے نکلنے اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام کرنا حرج نہیں بلکہ اگرچہ حرج نہیں ہے اور تجوید تحریمہ شروع ہونے سے پہلے بھی کلام کرنے میں حرج نہیں کیونکہ کراہت اس لیے ہے کہ خطبہ سننے میں فرق نہ آئے۔ امدان و اوقات میں سننے کی کوئی چیز نہیں۔ ترمذی ایک حدیث لائے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کے منبر سے اترنے کے بعد کلام کر لینے کی گنجائش ہے۔ البتہ اس وقت نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ نماز کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے جو شاید اس وقت میسر نہ آئے اور امام کے خطبہ شروع کرنے تک اسے ختم نہ کر سکے۔

دوران خطبہ نماز و کلام دونوں چیزوں کے حرام ہونے میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو ان دونوں کے بارے میں آئی ہے۔ پھر گفتگو بھی ایک ایسا فعل ہے کہ بعض اوقات خطبہ شروع ہو جائے کے باوجود جہلنا طبیعت اس کا ختم کرنا میسر نہیں آتا۔ بلکہ انسانی گفتگو جاری رکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور امام مالک نے لکھا میں روایت اذا خرج الإمام فلا صلوة ولا صلاة۔ جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو پھر نہ نماز ہوتا ہے نہ کسی قسم کی گفتگو۔ صحابہ کے اقوال بھی اسی کی تائید میں ہیں اور اختلاف کے نزدیک صحابی کا قول حجت و دلیل ہے۔ اور اس کی تقلید واجب ہے۔ علماء نے کہا کہ یہاں نماز سے نفل نماز مراد ہے۔ وقت شدہ فرض کی جگہ اس وقت مکروہ نہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک شخص دور بیٹھا ہو ہے کہ خطبہ کی آواز نہ ملے کیونکہ اس کی جگہ بھی نماز و کلام منع ہے یا نہیں۔ فقہاء پسندیدہ یہی ہے کہ اس کے لیے بھی خاموش رہنا واجب ہے۔ بعض نے کہا اس شخص کے لیے بتردد سخن یہ ہے کہ ذکر و تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے مگر کھانا پینا اس کے لیے بھی حرام ہے۔ اور



چھینک اور سلام کا جواب اس کے لیے کر دیا ہے اور امام ابو یوسف سے ایک روایت کے مطابق کر دینا نہیں کیونکہ ان امور کا جواب دینا فرض ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سوائے خطبہ کے ہر وقت ان کا جواب دینا فرض ہے۔ خطبہ میں جواب دینے کی اجازت نہیں مگر درود شریف اپنے دل میں بھیجے تاکہ خطبہ سننے سے مشغول و مصروف نہ ہو درست و صواب بات یہی ہے یوں ہی چھینک کے وقت الحمد للہ کہنا اور آنکھ دھاتھ کے اشارے برائی سے روکنا کر دہ نہیں یہی صحیح ہے۔ کتاب پر نگاہ ڈالنے اور قلم سے اس کی اصلاح کرنے میں امام ابو یوسف سے ایک روایت آئی ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا۔ تحیۃ المسجد کے بارے میں باب خطبہ کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ گفتگو آ رہی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی آدمی جمعہ کے دن اپنے بھائی کو نہ اٹھائے پھر جا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے بلکہ یوں بیٹھے کی جگہوں کو کشادہ کر دے۔

(مسلم)

۱۳۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يَخْلِفُ إِلَى مَقْعَدِهِ فَيَقْعُدُ فِيهِ وَلَكِنْ يَقُولُ ائْسَحُوا۔

رواہ مسلم

اے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا حکم آچکا ہے۔

## دوسری فصل

حضرت ابو سعید و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کر لے اور اپنے بہترین کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو اسے لگائے پھر جمعہ پڑھنے آئے۔ اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جو اس کے مقدر میں ہے نماز پڑھے۔ پھر جب امام نکلے تو غار میں رہے۔ حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جائے تو اس جگہ اور اگلے کے درمیان کا کفارہ ہو

۱۳۳۔ الْحَنُّ ابْنُ سَعِيدٍ وَ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْتَسَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ لَبَسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَ امْسَكَ مِنْ طَيِّبٍ إِنْ كَانَ عَنْدهُ ثُمَّ أَقَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَغَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ انْصَبَتْ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَأَنَّهُ كَفَّارَةٌ

لَمَّا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي  
قَبْلَهَا - ہو جائے گا

(البوداكو)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اے بعض طرق حدیث میں غسل الجنابہ کا لفظ آیا ہے۔ اکثر کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا غسل کرے جو اس کے تمام ارکان، شرائط، سنتوں اور آداب کا جامع ہو یعنی نہایت کامل اور صحیح غسل جس طرح کہ غسل جنابت کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا یہ جمعہ کے روزہ جماع کے مستحب ہونے سے کنایہ ہے تاکہ اس کے باطن کو تخلیہ اور نفس کی روی خیالات سے تسکین حاصل ہو جائے اور حرام نگاہ اٹھانے کا دروازہ بند ہو جائے۔ اسی معنی کی تائید کرتی ہے وہ روایت جو لفظ غسل کو شد سے پڑھنے کے بارے میں آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

۲۷ ظاہر یہ ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جو اس کے نزدیک نفیس تر، نہایت خوبصورت اور اسے بہت اچھے لگتے ہو۔ بشرطیکہ شرعاً ممنوع نہ ہوں۔ بعض نے کہا اس سے سفید کپڑے مراد ہیں کیونکہ سفید کپڑے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین لباس ہے۔

۲۸ یعنی نماز، نفل و سنت۔

۳۵ یعنی نماز، نفل و سنت۔

١٣٠٤ وَ عَنْ أُدُسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
وَاغْتَسَلَ وَبَكَرَ وَابْتَكَرَ وَشَهِقَ  
وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَفِنَ مِنَ الْإِمَامِ  
وَأَسْمَعَهُ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ  
بِكُلِّ خَطْوَةٍ حَمَلٌ سَنَةٍ أَجْرُ  
صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا -

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ  
وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت اوش بن الحوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو  
شخص جمعہ کے روز نہلائے اور نہلائے اور نہلائے اور نہلائے  
وقت جمعہ کے سے پہلے اور جلدی کام کرے اور  
پیدل آئے سڑکی پر وہ آئے اور ہلام سے قریب بیٹھے  
اور کان لگا کر سنتے اور کوئی بے پروائی نہ کرے  
تو اسے ہر قوم کے عین ایک سال کے عمل یعنی سفیلا  
اور شب پیدل یوں کا ثواب ملے گا۔

ترقی. البرہان و فائز

والجواب

۱۷ آپ صحابی ہیں ثقیفی ہیں شام میں رہے اندر میں انتقال فرمایا۔ یہ جمعہ کی فضیلت اور اس کے فہل میں انصوت  
سلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

۲۷ مدیث میں لفظ غسل سین کی شدہ اور غیر شدہ دونوں طرح روایت ہے رشد کی صورت میں مبالغہ کا احتمال

ہے یعنی ابھی طرح نہانا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اپنی عورت کو غسل پر آمادہ کرنا مراد ہو۔ جب کہ مرد نے قبل جمعہ سے جماع کیا ہو۔ اور اگر شد کے بغیر ہو تو پھر اغتسل اس کی تاکید کے لیے ہوگا۔ یا غسل سے سر کو خطمی وغیرہ سے دھونا مراد ہے۔ کیونکہ عربوں کے سر پر بال بہت ہوتے ہیں جنہیں دھونے میں انہیں وقت پیش آتی ہے اور لفظ اغتسال سے مارے بدن کا دھونا مراد ہے۔

۳۰ بکر شد سے یعنی نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں آئے اور خطبہ کے ابتداء میں ہی پہنچ آئے اور لفظ ابکریا تو اس کی تاکید ہے اور بعض نے کہا بکر کا معنی ہے جمعہ کے لیے نکلنے سے پہلے کچھ صدقہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بکر کا معنی ہے پہلی مسامت میں چلا گیا۔ ابکریا کا معنی ہے اول وقت میں جانے والوں جیسا کام کیا یعنی نماز و ذکر میں مصروف بعض نے کہا بکر کا معنی ہے دوسرے کو اول وقت جمعہ کے لیے جانے پر آمادہ کیا۔

۳۱ لوگوں کی گردنیں پھیلا گئے کے بغیر

۳۲ یعنی کوئی لا یعنی بات نہ کی یعنی خاموشی اختیار کی۔

۳۳ یعنی اس عمل کا ثواب اس طرح ہے جیسے وہ سائر الصبر اور قائم الیل ہے۔ یہ خاصیت نماز جمعہ کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ مذکورہ شرائط سے اسے ادا کیا جائے۔ اسی طرح مسجد میں بیجا نہ نماز کے لیے آنے پر درجات بلند ہوتے، نیکیاں کبھی جلتی اور گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ مگر جمعہ میں ہر قدم پر ایک سال کے قیام میل اور دن کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور کتاب سفر السعاده میں روز جمعہ کی خصوصیات جمع کی گئی ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ اور اضافے شرح میں ذکر کیے گئے ہیں۔ وہاں دیکھئے چاہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں  
سے کسی کے لیے کوئی حرج اور نقصان کی بات نہیں  
کہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے بنائے۔ کام کاج کے  
دو کپڑوں کے علاوہ۔

ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور مالک نے یحییٰ بن سعید سے  
روایت کی۔

وَعَنْ هَيْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَا عَلَى أَحَدِكُمْ حَرْجٌ وَكَيْفَ  
أَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ  
يَسُوِي ثَوْبَيْنِ مِثْلَيْنِ۔

رَمَاهُ مِنْ مِثْلَةِ وَحْشٍ  
مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ

۳۴ یعنی اس پر کوئی حرج اور نقصان نہیں کہ تم لوگ جمعہ کے لیے دو کپڑے بنالو اور انہیں مہیا کر لو۔

۳۵ حدیث میں لفظ منہ آ یا ہے میم کی زبرد زبرد باس کن بمعنی خدمت و کام کاج مراد وہ کپڑے ہیں۔ جو گھر  
میں ہر وقت پہنے جاتے ہیں اور انہیں پین کر گھر کی خدمت اور کاروبار کیا جاتا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص

حاجت و ضرورت سے زائد ایسی چیز بنائے جواس کے کمال دینی سے متعلق ہو تو وہ زہد و ترک دنیا کے منافی اور قلیل نہیں ہے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی دو کپڑے تھے جو جمعہ کے لیے مخصوص تھے آپ انہیں صرف جمعہ کے دن زیب تن فرماتے تھے۔

۳۲ یعنی یحییٰ بن سعید انصاری تابعی سے۔

۱۳۰۸ وَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ احْضَرُوا الذِّكْرَ وَادْعُوا  
مِنَ الْأَمَامِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَوَالُ  
يَتْبَاعَهُ حَتَّى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ  
دَخَلَهَا۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ذکر یعنی خطبہ جمعہ کے لیے حاضر ہو اور امام کے قریب  
پہنچو کہ بے شک انسان مسلسل در در ہوتا چلا جاتا  
ہے یہاں تک کہ جنت میں درجات عالیہ سے  
نیچے رہ جاتا ہے۔ اگرچہ جنت میں داخل ہو جاتا  
ہے۔ (البرہان)

(دَوَاكُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۳۰۹ اے سمرہ میں کی زیر سیم کی پیش جندب عجم کی پیش۔ چونکہ وہاں کی پیش و زبر۔ آپ حضور صحابی میں کثیر الحدیث  
ہیں ان سے حضرت حسن ابو بکر بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور میں فتنہ ہونے سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
اللہ عز و جل کی طرف سے بھرہ کے حاکم تھے۔

۳۳ یعنی حصول فضائل کی جگہوں اور مواقع خیرات سے پیچھے ہٹا رہتا ہے۔

۳۴ اس میں بلند مراتب کے حصول کی ترغیب اور اذی و گھٹیا کاموں سے دور رہنے کی تاکید ہے۔

تجلیات

ہمت بلند وار کہ نزد خدا و خلی

تلاز گھرہ عرش میر تند و شیر

اپنی ہمت بلند رکھ کیونکہ خدا اور مخلوق کے نزدیک عیسیٰ ہمت کے مطابق تیرا اعتبار و مقام ہے۔

کارکنان قضا و قدر تجھے گھرہ عرش سے آواز دے رہے ہیں کہ ہمت بلند رکھ میں نہیں جانتا کہ تو اس واگرونی  
میں کس چیز پر فریفتہ ہو چکا ہے۔

حضرت ساد بن انس جمہی سے وہ اپنے باپ

سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں

۱۳۰۹ وَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجَمْعِيُّ

عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَطَّى رِقَابَ

النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جَسْرًا  
إِلَى جَهَنَّمَ  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا  
حَدِيثٌ غَرِيبٌ

کو پھلانگا اس نے دوزخ کی طرف پہل بنایا۔ اسے  
ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا یہ حدیث  
غریب

۱۔ مشکوٰۃ کے نسخوں میں ایسا ہی آیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت سہل بن معاذ بن انس الجہنی سے روایت ہے  
کیونکہ حضرت معاذ صحابی ہیں اور ان کے باپ بھی صحابی ہیں۔ لہذا معاذ عن ابيه درست نہ ہوگا۔ لیکن سہل بن معاذ تابعی ہیں  
اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ محدثین نے کہا ہے کہ سہل بن معاذ یقیناً محدث ہیں اور ان کی احادیث فقائل  
درغائب میں حسن ہیں۔

۲۔ اس حدیث میں جزا بالمثل کا بیان ہے کہ جس طرح اس نے لوگوں کو گزرگاہ بنایا۔ لوگ بھی اسے روز قیامت  
گزرگاہ بنائیں گے۔ اتنی ہی معلوم و مجهول دونوں طرح روایت ہے۔ اگرچہ بصیغہ معلوم کی روایت زیادہ  
قوی ہے۔

۳۱۰ وَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ  
التَّبِيحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَهَى عَنِ الْجُمُوعِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
وَالْإِحْيَاءِ يُخْطَبُ

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جمعہ کے دن اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا۔ جب کہ  
امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔

(ترمذی ماہوداؤد)

۱۔ حدیث میں فقہ حنفی کا یہ بیانیہ ہے کہ ایک غم ہے۔ یہ پشت اور پیٹھ کیوں کو دونوں ہاتھوں یا کپڑے سے  
پیٹ کی طرف کھینچ کر بیٹھنے کا شکل ہے جس کا معنی لغت میں اکڑوں بیٹھنا ہے۔ جیسکہ عربوں کی عادت ہے اور اہل  
بھی اہل عربی میں متعارف و مشہد ہے اور لفظ بخروہ مالک نے بروایت شاذ و زید سے پڑھا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
بھی حرم کعبہ کے احاطہ میں بیٹھتے تھے۔ لیکن نماز کے وقت اس سے منع فرمایا۔ کہ اس طرح خیرد آجاتی ہے۔ اور  
بندہ خطبہ شنیدتا ہے یا اس طرح بیٹھنے سے وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۳۱۱ فَامَّا بَيْنَ يَدَيْكُمْ فَكُلُوا وَشَابِعُوا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا كُنْتُمْ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَعْلُومٍ ذَلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ  
کے روز تم میں سے کسی کو ادھکرا جائے تو وہ  
اس جگہ سے کسی دوسری جگہ جائیٹھے۔







اَسْفَارًا وَ الَّذِي يَقُولُ لَهُ اَنْصِتْ  
لَيْسَ لَهُ الْجُمُعَةُ  
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

۱۔ یہ علم بے عمل اور شقت و محنت برواشت کرنے کے باوجود (علم سے فائدہ نہ اٹھانے سے کنا یہ ہے)  
۲۔ یعنی اسے جمعہ کا ثواب نہ ملے گا کیونکہ اس نے لغو اور ممنوع کام کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی  
اللہ عنہ کی حدیث میں گزر رہا۔

۱۳۱۵/۱۲ وَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمُعِ يَا  
مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ  
جَعَلَهُ اللَّهُ عِيدًا فَاعْبُدُوا اللَّهَ وَ مَنْ  
كَانَ عِنْدَهُ طَيِّبٌ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ  
يَمُتَ مِنْهُ وَ عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ  
رَوَاهُ مَالِكٌ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَسْجُودٍ  
عَنْهُ وَهُوَ عَنْ ابْنِ جُبَايْهِ مُتَوَسِّلًا

حضرت عبید بن السباق رضی اللہ عنہ سے مرسل  
روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے جمعوں میں سے ایک جمعہ میں فرمایا اے مسلمانوں  
کے گروہ یہ وہ دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عید بنایا  
ہے تو غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو تو اسے  
کوئی نقصان نہیں ہے۔ کہ اسے پھوٹے۔ اور تم اس دن  
سواک ضرور کرو۔

اسے مالک اور ابن ماجہ نے عبید بن سباق  
سے مرسل اور ابن ماجہ نے ہی ابی جباب سے  
مسل سند سے روایت کیا۔

۱۔ سباق سین کی زبرد اور شد سے۔ آپ مجازی مابین سے ہیں۔ اور یہ حدیث بطریق ارسال روایت  
کرتے ہیں۔

۲۔ کہ اسے جشن و اجتماع و سرور کا دن بنایا۔  
۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ خوشبو نقصان دہ ہے اسے اس میں یہ فرمایا کہ کوئی خوشبو نہ لگاتا  
لگاتا عورتوں کی عادت ہے۔ مرد کے لیے اس کا استعمال نہ چاہیے۔

۴۔ کہ یہ وہ مرسل ہے جسے سند سے قوت حاصل ہو گئی۔ اور وہ یقیناً مقبول ہے۔

حضرت ابیہار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
مسلمانوں کا جمعہ کے دن غسل کرنا حق و ثابت بات ہے

۱۳۱۶/۱۸ وَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا  
عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَلَيَسَّيْ أَحَدُهُمْ مَيِّتٌ  
طَيِّبٌ أَهْلُهُ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالُوا  
طَيِّبٌ

اور چاہیے کہ اپنے اہل کی خوشبو سے ہی کچھ مل جائے  
اور اگر خوشبو میسر نہ آئے تو پھر پانی ہی اس کے  
پیرے خوشبو ہے یہ

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ  
قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ -  
اسے احمد نے روایت کیا اور ترمذی نے  
کہا یہ حدیث حسن ہے۔

لہ یعنی اپنی بیوی سے لے کر۔ یہ اس لیے فرمایا کہ عورتیں اپنے خاں خوشبو محفوظ رکھتی ہیں تاہم اس جانب بھی  
اشارہ ہے کہ اگر مرد کے پاس خوشبو نہ ہو تو عورت سے لے کر اس کا نفع بھی آخر عورت کو ہی پہنچے گا۔ یہ بھی ہو سکتا  
ہے کہ سب اہل خانہ مراد ہوں۔

۳۷ کہ یہ بھی صفائی اور نظافت کا ذریعہ اور بدبو کو دور کر دیتا ہے۔

## بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلَاةِ

### خطبہ اور نماز کا باب

خطبہ خاکی پیش سے مصدر ہے۔ اس کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جس سے کسی کے ساتھ ہم کلام ہو اور صرف  
شرع میں اس کلام سے عبادت ہے جو ذکر تہجد اور دو اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو خطبہ نماز جمعہ میں شرط اور فرض  
ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ادنیٰ مقدار فرض اتنے الفاظ ہیں جو تسبیح و تہجد پر مشتمل ہو اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا ہے فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ کہ اس آیت میں مطلق ذکر فرمایا۔ لمبی مقدار کلام میں جسے خطبہ کہا جائے اور  
مختصر کلام کیلئے جسے خطبہ نہ کہا جائے کوئی فرق نہ کیا۔ تو ثابت ہوا کہ مطلق ذکر شرط ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے خطبہ کے نام سے جو متعلق رہا اور ہے اور جسے آپ نے ہمیشہ پڑھا، اس کا پڑھنا یا واجب ہے یا سنت۔ صحت  
جمعہ کے لیے اس کا پڑھنا شرط نہیں کہ اس کے بغیر کوئی ذکر کفایت نہ کرے۔ البتہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے یہ کتب میں  
کہ خطبہ کے لیے ذکر طویل ہونا شرط ہے جسے خطبہ کہا جائے اور صرف میں سبوحان اللہ اور الحمد للہ کو خطبہ نہیں کہتے  
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب تک دو خطبے نہ پڑھے جائز ہی نہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ  
عنہ کے متعلق متقول ہے کہ جب آپ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے الحمد للہ کہا اور بعد ازاں رک گئی آپ منبر شریف پر  
سے پیچے آئے اور نماز ادا فرمائی۔ اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ لہذا اس کے جواز پر اجماع ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ

کا قصہ یہ ہے کہ جب خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ اٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے لاہور الحمد للہ کما اور آپ کی زمین رک گئی باور فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اسی مقام پر تشریف فرما ہو کر بہت کچھ فرما گئے ہیں۔ تمہیں باقونی امام کی نسبت علی قدم اٹھانے والے امام کی زیادہ ضرورت و حاجت ہے۔ اور بہت نزدیک ہے کہ تمہارے سامنے خطبوں پر خطبے پڑھے جائیں گے۔ خطبے تمہاری مرادیں پوری کرے شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ کتب حدیث وفقہ میں کیس بھی معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الاول

### فصل اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جمعہ  
پڑھتے تھے جب سورج ڈھل پڑتا ہے  
(بخاری)

۱۳۱۶ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي  
الْجُمُعَةَ حِينَ تَبِيلُ الشَّمْسِ  
(رواه البخاری)

۱۔ یعنی زوال کے وقت۔ یہ اس وقت تھا جب کہ گرمی شدید نہ ہوتی۔ شدید گرمی کے وقت ٹھنڈے وقت  
پڑھتے۔ جیسا کہ حضرت انس کی دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔ مفسر یہ ہے کہ زوال سے پہلے نہ پڑھتے۔ امام احمد سے  
ایک روایت ہے کہ انہوں نے زوال سے پہلے ہی جمعہ پڑھ لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ جس طرح نماز عید عماریں کسی  
نے بھی ان کے ساتھ اس میں موافقت نہیں کی۔

حضرت بل بن سہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۱۳۱۸ وَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا  
كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَقَلَّبُ وَلَا نَبْعَثُ  
الْجُمُعَةَ

روایت میں ہم لوگ نہ قیلولہ کرتے اور نہ کھانا

(متفق علیہ)

۲۔ آپ سادہ انصاری ہیں۔ مشور صحابی ہیں۔ قول مشور کے مطابق درجہ علیہ میں جس کا وہ گرامی ہیں  
سے آخر ہوئی وہ یہی ہیں۔ چنانچہ آپ سادہ صحابی فروع ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخصت کے وقت جب  
پندرہ سال کے تھے۔

۳۔ یہ صحابی فرماتے ہیں ہم لوگ قیلولہ نہ کرتے اور نہ چاشت کا کھانا کھاتے مگر جمعہ پڑھنے سے بعد قائل  
سین و پیر کو کہتے ہیں اور قیلولہ دوپہر کی نیند کو۔ جیسا کہ کاموں میں ہے اور دہری نے کہا قیلولہ اور قیلولہ دوپہر کے آرام  
کو کہتے ہیں۔ نیند کرے یا نہ کرے۔ سنت قیلولہ کے قائم کرنے میں بھی اسی آخری معنی کا اعتبار ہے۔ یہ حدیث کسی



حدیث امام احمد کے مذہب کا تائید کرتی ہے لیکن درحقیقت حدیث پاک کا مقصد جمعہ کا اہتمام اور اس کے لیے جلدی کرنا ہے تاکہ جمعہ کے لیے اول وقت میں پہنچ جائیں۔

۳۱۹۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبُرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ آخَرَهُ بِالصَّلَاةِ يَصْنَعُ الْجُمُعَةَ (نَعَاةُ الْبُخَارِيِّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شدید سردی ہوتی تو قبلہ نماز پڑھ دیتے اور جب شدید گرمی ہوتی تو ٹھنڈی کر کے پڑھتے۔ یعنی جمعہ کی نماز شبہ

(بخاری)

۱۔ یعنی اول وقت میں پڑھتے۔

۲۔ یعنی اول وقت کے بعد پڑھتے۔

۳۔ گویا یہ حدیث نماز جمعہ کے لیے آئی ہے۔ ورنہ ظہر نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ باب اوقات نماز میں گزرا۔

۳۲۰۔ وَعَنِ النَّسَائِيِّ بْنِ يَزِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافَّةً فِي نَوَافِلِ الْيَوْمِ الْجُمُعَةِ أَذْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْإِمَامُ عَلَى الْمَشْرِقِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ وَكَثُرَ النَّاسُ ذَاهِ التَّهَادُّ الْقُلُوبِ عَلَى الْمَوَاطِنِ (نَعَاةُ الْبُخَارِيِّ)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کی آذان اول اس وقت ہوتی تھی جب کہ امام منبر پر آکر بیٹھ جاتا۔ اسی طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں بھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے قمری آذان مقام زوراء پر دینے کا اعلان فرمایا۔

۱۔ امام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ یا بنی عباس کے طغیان میں ہجرت الوداع میں اپنے باپ کے ساتھ حاضر ہوئے اور وقتِ جمعہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں قلیل الحدیث ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ کے ساحل پر کھڑا دیکھا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوئے ایک قول کے مطابق آپ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے دوسرے آخری صحابی ہیں۔

۲۔ اسی طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی۔

۳۔ زوراء مسجد نبوی خریف کے قریب بازار مدینہ میں ایک بلند جگہ تھی۔

۴۴ واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قدس میں سنت یہ تھی کہ جب باب خطبہ کے لیے تشریف لے تے تو ہر جلوہ افروز ہو جاتے تو جمعہ کی اذان بھی جاتی تھی۔ اس سے پہلے وقت حامل ہونے کے وقت کوئی اذان نہ دی جاتی تھی یہی دستور زمانہ تینین حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رہا۔ اس کے بعد جب امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی کثرت و ہجوم، اکاد و دوسے آٹا و دھتھر اور کام کاج میں مصروفیت کو ملاحظہ فرمایا، اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سب لوگ مسجد میں حضور کی خدمت پاک میں حاضر رہتے تھے۔ تو آپ نے بستر جانا کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے بھی ایک اذان بھی چلائے تاکہ لوگ دوڑ کر خطبہ کے وقت حاضر ہو جایا کریں۔ فقہاء کا اختلاف ہے کہ سنی کے واجب ہر نماز میں ہر جمعہ کے حرام ہونے میں وقت خطبہ کی اذان کا اعتبار ہے کہ اصل شرع میں وہی اذان ہے یا کہ یہ اذان اول جو بعد میں جاری کی گئی۔ مگر وقت میں کمی گئی ہو صحیح تر بات یہ ہے کہ یہی بعد والی اذان معتبر ہے کیونکہ اذان سے مقصود لوگوں کو وقت کی اطلاع دینا ہوتا ہے اور وہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب بدلہ میں ہے۔

واضح ہو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ دوسری (بعد والی) اذان کو بعض امارت میں اذان ثانی کہلایا ہے۔ یہ اس کے جاری ہونے کے لحاظ سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ کھنے کے لحاظ سے وہ پہلی ہے۔ بعض فقہاء کرام نے عبارت میں غرابت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اول ثانی ہے اور ثانی اول ہے۔ اعلیٰ حد میں اسے تیسری اذان کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب مشکوٰۃ کی اس حدیث میں۔ اور یہ اقامت کرتی ہے اذان کعبہ کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اقامت کو اذان معنی انہی (اطلاع دینا) کے لحاظ سے کہا گیا۔ اقامت کو اذان کعبہ کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں دو اذانیں بن جاتی ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اذان اول امیر المؤمنین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں شروع ہوئی اور امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ثانی لگایا گیا۔ یہی شروع۔ امام حضرت عمر کے زمانہ میں تو یہ محض اطلاع و اعلام کے لیے تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اذان بھی اذان کا نام دے دیا جائے۔ ہر صورت جو کچھ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کیا اور کیا فرمایا ہے اسے بدعت نہ کہنا چاہیے۔ بلکہ اس پر بھی سنت کا اطلاق آیا ہے۔ یہ سنت الہیہ و عزیزہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن عساکر کے کلام میں اس پر بدعت کا اطلاق اس بنا پر ہوا ہے کہ یہ ایک نئی چیز تھی۔ اور یہی بدعت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھی۔ اسے بدعت کہنے سے اس کی قباحت و حقارت کرنا مقصود نہیں بلکہ اسے بدعت قرار دیا جائے تو یہ بدعت حسنہ ہوگی جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

اس کے بعد واضح ہو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو اذان جاری ہوئی وہ یہی تھی جس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور وہ اذان بدعت کے وقت اذان اول کے بعد بھی جائے گی وہ نہ زمانہ نبوی میں تھی نہ

صحابہ کے زمانہ میں اور مذکورہ ان کے بعد اور اکثر مالک اسامیہ میں اس پر عمل بھی نہیں کیا جاتا۔ معلوم نہیں اسے س نے نکالا اور جاری کیا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ صرف اذان اول کی جائے۔ اور اسی کے ساتھ سنت اور کی جائے۔ اور اگر اطلاع و اعلام کی غرض سے لفظ الصلوۃ الصلوۃ سنتہ رسول اللہ کہیں تو کافی ہے۔

۱۳۲۱ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ مَسْرُورَةَ قَالَ  
كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خُطْبَتَانِ يَحْلِسُ بَيْنَهُمَا يَغْفِرُ  
الْقُرْآنَ وَيَذْكُرُ النَّاسَ فَكَانَتْ  
صَلَوْتُهُ قَصْدًا وَ خُطْبَتُهُ قَصْدًا  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے  
ہوتے تھے آپ دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے  
آپ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے  
تو آپ کی نماز بھی اعتدال پر مبنی ہوتی۔ اور آپ کا  
خطبہ بھی یہ (مسلم)

۱۳۲۲ لے آپ دو خطبوں کے درمیان اتنی مقدار بیٹھتے تھے کہ آپ کا ہر عضو اپنی اپنی جگہ قرار پذیر ہو جاتا تھا۔ اور بالکل صحیح روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ اس میں دعا کیا کرتے تھے۔ یہ بیٹھنا سنت ہے واجب نہیں! ایراضین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ خطبہ پڑھتے اور نہ بیٹھتے۔

۱۳۲۳ لے اور لوگوں کو یاد آخرت دلاتے۔ اور اس جہان کے ثواب و عذاب کے حالات بیان فرماتے۔  
۱۳۲۴ لے یعنی ہم آپ کی نماز زیادہ دیکھی ہوئی نہ بالکل مختصر۔ اور یہ اس کے منافی نہیں کہ خطبہ نماز سے مختصر ہو جیسا کہ آئمہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۱۳۲۵ وَ عَنْ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
إِنَّ طَوَلَ صَلَواتِ الرَّجُلِ وَ قَصَرَ  
خُطْبَتِهِ مِثْلُهُ مِنْ فِقْهِهِ فَامْلِكُوا  
الْصَّلَاةَ وَ اقْصِرُوا الْخُطْبَةَ لَا يَكُنْ  
مِنَ الْبَيِّنَاتِ لُشْعَرًا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو فرماتے سنا کہ مرد کا نماز دراز کرنا اور خطبہ مختصر کرنا  
اس کے ہم درجہ علم کی دلیل ہے۔ تو نماز دراز اور  
خطبہ مختصر کرو۔ اور بعض بیان البتہ جادو کی حیثیت  
رکھتے ہیں۔

(مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۳۲۶ لے آپ کا بر محابہ سے ہیں۔ آپ کے حالات کتب کے آخری باب جامع الناقب میں بیان ہوں گے۔  
۱۳۲۷ لے اصل میں لفظ منقہ آیا ہے جس کا معنی ہے علامت و دلیل۔ بعض نے منقہ کی تفسیر ظن سے کی یعنی جائے  
گان۔ اس کی تحقیق شرح میں کر دی گئی ہے۔

۳۵ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نماز کی درازی اور خطبہ کے اختصار کو اس کے علم و فہم کی دلیل و علامت ہونے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ نماز اصل ہے اور خطبہ اس کی فرع اور تقنی قضا ہے۔ بھی ہے کہ اصل کو فرع پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اصل کا اہتمام زیادہ کیا جاتا ہے۔ بندہ ضعیف (شیخ عبدالحق قدس سرہ) خدا اللہ منہ کہتا ہے کہ خطبہ کو مختصر کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پند و نصیحت کے لیے ایک کلمہ بھی کافی ہو تا ہے۔ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جوامع الکلم کے مصدر اور عجیب و غریب حکمتوں کے مظہر ہیں۔

در خانہ اگر کس ست یک حرف پس ست

گھر میں اگر کوئی موجود ہے تو پھر ایک حرف بھی کافی ہے

اساں کا (درازی منسا از اختصار خطبہ) حکم دینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس بات کو تئیر ہے کہ شریعت طاعت و عبادت میں سعی و کوشش کریں۔ اور اپنے نفوس کی تہذیب و اصلاح میں مشغول رہیں۔ اور لوگوں کو وعظ و تذکیر میں عجب و خود ستائی اور قول کے فعل کے مطابق ہونے کا بھی گمان موجود ہوتا ہے چنانچہ ایسے ہی مقام کے لیے کہا جاتا ہے لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ (وہ بات کہیں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے) لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قول و فعل اس کا ارشاد فرمایا کہ باتیں کم کرو عمل (عبادت) زیادہ کرو۔

۳۶ ایک روایت میں فَاِنَّ اَيَاہ۔

۳۷ یہ قول اس معنی کے بہت مناسب ہے جو میں نے بیان کیا گویا یہ خطبہ مختصر پڑھنے کی دلیل ہے یعنی چاہیے کہ خطبہ کے الفاظ تھوڑے ہوں مگر اس کے معانی بہت زیادہ ہوں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے تھوڑا کلام بآمل دلوں میں چھا کلام وہ ہے جس کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہوں۔ اور چاہیے کہ خطبہ زیادہ لمبا نہ کرے تاکہ بے فائدہ معانی کا دھم نہ پڑنے لگے جو کہ مذہب میں ہے۔ پھر یہ قول کہ (کچھ بیان جادو کی حیثیت پر لکھتے ہیں) بیان و خطاب کی طرح کو بھی متعین اور مفید ذہن میں ہے۔ کیونکہ دلوں کو کسی جانب مائل کرنے میں بیان کے اندر زبردست تاثیر پائی جاتی ہے جس طرح جادوئی تاثیر مرتبی ہے۔ اگر ایک شخص بیان و خطاب حق کے لیے صرف کرتا ہے تو یہ بھی بات ہے اور اگر باطل کے لیے استعمال کرتا ہے تو قابل مذمت ہوگا۔ لفظ بیان کا معنی ہے۔ واضح اور کھلی گفتگو کرنا۔ اس بارے میں تفصیلی کلام انشاء اللہ تعالیٰ بیان و شعر کے باب میں آئے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے

تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آپ کی آواز ہلکا

بلند ہو جاتی اور آپ کا غصہ سنت ہو جاتا۔ گویا کہ آپ

۳۸ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ

أَحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ

وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرٌ

جَبَّيْنِ يَقُولُ مَتَّعَكُمْ وَ مَتَّعَكُمْ  
وَقَوْلُ بُعِثْتُ أَنَا وَ النَّاسُ  
كَمَا تَكُنَّ وَ يَقْرُنُ بَيْنَ السَّبَابَةِ  
وَ الْوُسْطَى -

کسی شکر سے ڈرا رہتے ہیں۔ اور فرماتے  
کہ وہ شکر صبح کو تم پر آجڑے گا یا شام کو تم اور  
فرماتے کہ اور قیامت ان دو کی طرح بیچھے گئے  
پیشہ اپنے کھے اور بیچ کی انگلی کو ملائے یہ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

اگر کوئی اس وقت آپ پر عظمت و جلال کے انوار کی تجلیات اور ابلاغ و انذار کی روشنیوں کی چمک تجلی ریز  
ہو رہی تھی۔

۱۱۔ خطبہ ارشاد فرماتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہوتی تھی کہ گویا آپ کسی قوم پر دشمن کے لشکر  
کے حملہ آور ہونے کی خبر دے رہے ہیں مادیات کے ان پر لپٹنے سے ڈرا رہے ہیں۔

۱۲۔ یعنی قریب ہے کہ وہ شکر صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہو جائے گا۔ اور لوٹ مار کریگا  
اور تمہارے آرام و سکون کو غم سے دور کر دے گا۔

۱۳۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت قریب آجائے کا خوف دلانے کے ارادے سے فرماتے  
تھے۔

۱۴۔ یعنی میرا قرب قیامت کے ساتھ اس طرح نزدیک کا تعلق ہے جس طرح میری یہ دو انگلیاں بالکل ساتھ  
ساتھ ہیں۔

۱۵۔ یعنی آپ ہر حق تشبیہ اپنی دونوں انگلیوں کو ملائے تھے یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو۔ لفظ  
سبابہ کا معنی کتاب الصلوۃ کے باب التہجد میں گزر چکا ہے۔ پھر اس کی تاویل و معنی میں علماء کا اختلاف ہے  
بعض نے کہا کہ انگشت سبابہ کو درمیانی انگلی سے ملانے سے اس جانب اشارہ ہے کہ آپ کی بعثت قرب قیامت  
کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ یعنی نے کہا مراد یہ ہے کہ میرے اور قیامت کے درمیان اتنی ہی دوری اور فاصلہ ہے  
جتنا کہ ان دو انگلیوں کے درمیان۔ یعنی درمیانی انگلی بالکل تھوڑی سی انگشت شہادت سے دور ہے۔ اور سبابہ  
اس سے تھوڑی سی نیچے ہے۔ اسی طرح میں بھی قیامت سے تھوڑا سا پیچھے آیا ہوں۔ اور قیامت میرے پیچھے پیچھے  
آئی ہوئی ہے۔ یعنی لگ بھگ کہ لفظ یقرن حتی اصل کی جانب رخ رکھا ہے۔ کیونکہ انگشت سبابہ اور وسطی میں  
بہر حال فاصلہ ہی ہے۔ دونوں کو ملائیں یا ملائیں مابین کا مجاہد یہ ہے کہ دونوں کو ملائے سے ان کے درمیان کا  
فاصلہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کھلا رکھنے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسے سمجھو۔

حضرت علی بن ابی مرثیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۱۳۲۲ وَ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمِيَّةَ قَالَ



سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُنْبَرِ وَكَانَ ذَا يَأْتِيكَ لِيَقْفُضَ عَلَيْنَا رَبِّكَ -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر یہ آیت پڑھ رہے تھے وَكَانَ ذَا يَأْتِيكَ لِيَقْفُضَ عَلَيْنَا رَبِّكَ - دوزخی آواز دیں گے اسے مالک چاہیے کہ تیرا رب ہمارا فیصلہ ہی کر دے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی بن امیہ۔ امیہ حمزہ کی پیش۔ بیم کی زبر یا کی تشدید۔ آپ کو یعنی بن امیہ (بیم کی پیش نون ساکن اور یا مخف) بھی کہتے ہیں۔ آپ قریش کے حلیف ہیں۔ نتج مکہ کے دن واسطہ آئے حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں حاضر ہوئے۔ آپ حضور کی طرف سے علاقہ بخران کے مال تھے۔ آپ کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔  
۲۔ یعنی دوزخی فریاد کریں گے اور آواز دیں گے کہ اسے مالک (دار و نہ دوزخ کا نام ہے) تو کہہ کہ تیرا پروردگار ہمیں مار دینے کا حکم جاری کر دے یعنی اپنے پروردگار سے عرض کریں کہ ہمیں موت دے دے تاکہ ہم غلبہ سے خلاصی پا جائیں۔ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ مالک انہیں جواب دے گا۔ اَنْتُمْ مَا كُنْتُمْ۔ تم ہمیشہ بیس ہم ہو گے تمہاری یہ آرزو باطل ہے۔ اب ہمیشہ ہمیں اس آگ میں ہی رہنا ہے۔ ترجمہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے کے لیے یہ آیت پاک تلاوت کرتے تھے۔

۱۳۲۵ وَ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ مِنْ بَنَاتِ حَارِثَةَ ابْنِ لُحَيْمَانَ قَالَتْ مَا أَخَذْتُ قِيَامَ الْقُرْآنِ الْمَوْجِعِ إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ مَا كُلُّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمُنْبَرِ إِذَا خُطِبَ النَّاسُ -

حدیث شام ہشت عاشر بن النعمان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے سورہ قیام القرآن المجید دیکھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نہیں سنی۔ آپ نے منبر پر یہ سورہ پڑھی تھی کہ جب آپ اگلا خطبہ اربعہ اذکار دواتے تھے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۔ آپ انصاری صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔  
۲۔ ظاہر یہ ہے کہ ہر جمعہ کو پڑھنے سے چند نو پڑھنا مراد ہے جن جہول میں یہ عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھی۔ نہ کہ ہمیشہ ساری عمر خطبہ میں یہی سنت پڑھتے تھے۔ علامہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سلسلے کا اہل حدیث چھٹا مراد ہے۔ کیونکہ آپ ساری سورت خطبہ جمعہ میں نہ پڑھتے تھے۔ اس طرح حضرت ام ہشام نے بھی اس کا اہل حدیث یاد کیا ہو گا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔  
اِس وقت آپ سیاہ رنگ کا عمامہ شریف پہنے ہوئے  
تھے اور اس کی دونوں طرفیں دونوں کندھوں کے  
درمیان سکار کمی تھیں اور یہ جموع کا دن تھا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَرْثٍ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ  
وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْنَحَتْ  
مَرْفِعَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۔ حضرت عمرو بن حرث۔ حرث حاکم پیش راکی زبرد آپ قرشی صحابی ہیں۔ چھوٹی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی زیارت کی آپ سے حدیث پاک سنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر چیرا۔ اور ان  
کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت یہ صحابی بارہ سال  
کے تھے۔

۲۔ اِس سند کی تین اشعار اللہ تعالیٰ باب الباس میں آئے گی۔ اور لفظ کتفہ مسلم کے تمام نسخوں میں تثنیہ کا  
مید ہے۔ اور حمیدی کی کتاب جمع بن النعمین میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور کتفہ مفرد کلمہ کی صورت میں بھی آیا ہے۔ مگر اول  
یعنی تثنیہ روایت احمد و ترمذیہ زیادہ ظاہر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم  
میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ پڑھ  
رہا ہو تو دو رکعتیں پڑھو۔ اور چاہیے کہ  
ایک پڑھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ  
إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ  
يَخْطُبُ فَلْيَرْكُعْ رُكْعَتَيْنِ خَلِيَّتَ جَوْشَنَ  
فِيهِمْ۔

(مسلم)

(رواہ مسلم)

۱۔ عثمانی حضرت اسے تیسرا مسجد پر غول کرتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک واجب ہے۔ اگرچہ خطبہ پڑھا جا رہا  
ہو۔ امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہ حضرات اس کے وجوب کی تاکید پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ  
خطبہ کے بعد بھی ان کے پڑھنے کا حکم دیا۔ حنفیہ کے نزدیک جب کہ غیر خطبہ کے وقت واجب نہیں ہیں تو خطبہ  
کے وقت بطریق اولیٰ واجب نہ ہوں گی یہی امام مالک اور سفیان ثوری کا مذہب ہے۔ اور جمہور صحابہ و تابعین بھی  
اسی پر ہیں۔ جیسا کہ علامہ نووی نے کہا واجب قرار نہ دینے والے حضرات اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ خطبہ  
سے ارادہ خطبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ ابھی امام خطبہ شروع کرنے کا ارادہ کر رہا ہو نہ کہ اس نے بالفعل خطبہ شروع

کر دیا ہو۔ یہ تاویل احادیث صحیحہ کے قرینہ سے کی جاتی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا حرام ہے۔ اور صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے آیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا اسے غلام کیا تو نے نماز پڑھی ہے اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا در کعتیں الٹی پڑھو۔ اس کا جواب یہ حضرت یہ دیکھیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ابھی خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت نہ ہوئی تھی۔ یا یہ بات اس آنے والے مرد کے ساتھ خاص تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ واقعہ آپ کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہوا۔ بعض نے یہ کہا یہ خطبہ جمعہ نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ نے کہا۔ اس حدیث کا دوسری احادیث کے ساتھ تعارض لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہر مسکن کے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا ہو۔ پھر خطبہ بند کر دیا ہو۔ اور حقیقت واقعہ بھی یہی ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے اپنے سنن میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دینا بند کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ آدمی نماز سے فارغ ہو اہل کافئ گھٹو ہے۔ جسے ہم نے شرح میں ذکر کیا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل فقہ الباری میں ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

۱۳۲۸ دَعْنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمَّاكَ

ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ مَعَ الْإِمَامِ قَدْ

جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی اس

أَدْرَكَ الصَّلَاةَ

نے نماز پائی

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(متفق علیہ)

۱۔ یہ حکم تمام نمازوں کے لیے عام ہے۔ نماز جمعہ کے ساتھ خاص نہیں لیکن انہوں نے فقہ حنفیہ کے قرینہ کی بنا پر جواب تک آخر میں آرہی ہے۔ اسے نماز جمعہ کے ساتھ خاص کر دیا

۲۔ ہا یہ میں ہے کہ جس نے امام کو نماز جمعہ میں پایا تو جتنی نماز امام کے ساتھ مل گئی اس کے ساتھ پڑھے۔ بقایا اس پر بنا کر کے پڑھے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا آخِرُ لَكُمْ فَكُلُّكُمْ

فَمَا فَكُلُّكُمْ فَاقْتَضُوا۔ تمہیں امام کے ساتھ جس قدر نماز ملے اسے پڑھو اور جہاں تک تمہارا کھد اور اگر کسی نے امام کو تشدد میں پایا یا سجدہ سہو میں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر جمعہ کی بنا کرے

اور امام محمد نے فرمایا اگر اس نے امام کو دوسری رکعت کے اکثر حصہ میں پایا تو اس پر جمعہ کی بنا کرے اور اگر دوسری رکعت کا کم حصہ امام کے ساتھ ملے تو اس پر ظہر کی بنا کرے۔ ہا یہ کا کلام ختم ہوا۔ دوسری رکعت کا اکثر حصہ پانے سے مراد یہ ہے کہ امام کو رکعت میں پائے نہ کہ رکوع سے سواٹھانے کے بعد۔ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ نے کہا کہ شیخین کی دلیل

حدیث مذکور کا اطلاق سے اور یہ روایت جو بیان کی جاتی ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت کا اعانہ کرے۔ ورنہ چار رکعت ظہر ادا کرے تو یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ فارغ ہو تا میرا گمان ہے کہ فارغ ہو بیٹھے موزن کا فارغ ہونا مراد ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور کوئی کام نہ کرتے۔ پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے (البوداد)

۳۷۹ وَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ إِذَا صَحَّ الْمُنْبَرُ حَتَّى يَفْرُغَ أَمَّا الْمُؤَدَّةُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

اسے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے راوی کا شک ہے یعنی یہ گمان ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ اور بسا اوقات یہ قول پورے طور پر یاد نہ رہا اس بنا پر میں کہتا کہ میرا گمان ہے۔  
اسے یعنی دعا وغیرہ نہ کرتے بلکہ بالکل خاموش رہتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر ٹھیک ہو کر بیٹھ جاتے تو ہم رگ اپنے چہرے آپ کی طرف کر لیتے۔

۳۸۰ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَسْتَوَى عَلَى الْمُنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا

اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا ہم اس حدیث کو نہیں پہچانتے مگر محمد بن افضل کی حدیث سے اور وہ ضعیف ہے۔ اس کا حافظہ کمزور تھا۔

تَعَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْفَضْلِ وَ هُوَ ضَعِيفٌ ذَاهِبٌ الْحَدِيثُ

اسے سنت یہ ہے کہ رگ امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں۔ اور کان لگا کر خطبہ سنیں۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ امام خطبہ پڑھ کر کے پڑھے گا۔ اور اگر یہی معنی بیان کرنا مقصود ہو تو بھی درست ہے لیکن جو مطلب ہم

پسے بیان کیا ہے وہ بھی صحیح ہے۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

۱۳۲۱ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ  
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ  
فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ تَبَاكَ أَنَّهُ كَانَ  
يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللَّهِ  
صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ صَلَوةٍ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے  
پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے  
تو جو شخص یہ خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے  
تھے اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ کی قسم بے شک  
میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ  
نمازیں پڑھی ہیں۔ (مسلم)

۱۳۲۲ اے حضرت جابر اور ان کے باپ سمرہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بیشتر زادہ  
ہیں۔ ان کی والدہ مالکہ بنت ابی وقاص ہے۔ حضرت جابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے باپ اور حضرت عمر اور حضرت  
علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۲۳ اے اہل عباسیت سے فوراً جرات زمین میں آئی ہے جیسے کہ نماز جمعہ برابر ہے کھڑے درست نہیں۔ کیونکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی میں پانصد سے قریب جمعے پڑھے ہیں۔ کچھ بزرگ آپ نے پہلا جمعہ منہ  
منورہ میں آنے کے بعد پڑھا ہے اور مدینہ پاک میں آپ کے قیام کی دس دن سالی سے پہلے اس کے بعد نماز  
مرا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اس سے مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ جمعے پڑھنے کی روایت بیان  
کرنا ہے۔

۱۳۲۴ وَ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ أَنَّهُ  
دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
ابْنُ أُمِّ الْوَكِيلِ يَخْطُبُ قَائِمًا  
فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْخَيْثِ يَخْطُبُ  
قَائِمًا وَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَ إِذَا  
رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا  
و تَرَكَوْا قَرَارًا -

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور عبد الرحمن  
بن امیہ کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا اے خبیث  
کی طرف دیکھو کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے جیسا کہ  
رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب وہ تجارت  
اور کھیل کود کو دیکھتے ہیں تو ادھر دوڑ جاتے ہیں اور  
آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔



رَدِّ مَوَاقِفَ مُسْلِمٍ

(مستلم)

امہ حضرت کعب بن عجرہ (میں کی پیش اور جمیع ساکن) آپ شامیر صحابہ میں سے ہیں۔ انصار کے حلیف میں۔ اصحاب شجرہ بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ منقول ہے کہ آپ نے ایک بت رکھا ہوا تھا جس کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ان کے بڑے دوست تھے ایک دن ان کے گھر اندر تشریف لے آئے۔ اور بت کو توڑ دیا تو وہ بڑے غصے میں آ گئے اور قریب تھا کہ حضرت عبادة کو گالی دے دیتے مگر پھر اپنا نکمرہ جی میں پڑ گئے اور اپنے جی میں کہنے لگے۔ اگر یہ بت فائدہ پہنچا سکتا اور کچھ بھی قدرت و طاقت رکھتا تو اپنے آپ کو ٹوٹنے سے بچا لیتا تو بت پرستی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

۴۵ یہ شخص نبی امیہ اور ان کے پیروکاروں میں سے ہیں۔

۴۶ یہاں قصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک شام سے ایک قافلہ گیا۔ قحط کے دن تھے صحابہ کرام میں سے بارہ آدمیوں کے قریب بے طاقت ہو گئے اور قافلہ دیکھنے اٹھ کر باہر آ گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور مالک و احمد کے نزدیک خطبے میں قیام سنت ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک واجب ہے۔ باقی ائمہ کے نزدیک خطبہ میں قیام شرط ہے۔ مگر اس کے لیے جو قدرت نہ رکھتا ہو جیسا کہ نماز میں قیام شرط ہے۔ شیخ ابان حجر رحمۃ اللہ نے فتح الباری میں کہا سب سے پہلے جس شخص نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا ہے وہ حضرت امیر معاویہ ہیں۔ انہوں نے یہ بھی اُس وقت ایسا کیا جب کہ ان کا شکم بھاری ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تکلیف و مشقت کے باوجود خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے۔ جب بالکل بے طاقت ہو جاتے بیٹھ جاتے اور خاموش ہو جاتے پھر اٹھتے اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے اور دوسرا کھڑے ہو کر وہ ایسا ضرورت اور مجبوری کے تحت کرتے۔ لہذا ان کا فعل اس شخص کے لیے دلیل نہیں بن سکتا جو بیٹھ کر خطبہ پڑھنے کو جائز قرار دے۔ چنانچہ شیخ ابان حجر نے ذکر کیا ہے۔

۴۷ اسی پر پیش میں دیکھی ہے کہ حرام یا مکروہ کا ارتکاب کرنے والے پر شدت اور سختی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ با ضرورت اہل چیز کے خلاف کام کرنا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہے اس کے خبیث باطل کی

حالت ہے۔

حضرت عمارہ بنارویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بشر بن مروان کو منبر پر ہاتھ

۱۳۳۳ د سن عمارۃ بن دویبہ آتہ  
نای بشیر بن مروان علی المنبر

رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللَّهُ هَاتَيْنِ  
الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيدُ عَلَى  
أَنْ يَقُولَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَ أَشَارًا  
بِأَصْبَعِهِ الْمُسْتَبْعَةِ -

بند کرتے دیکھا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں  
کو قبیح کرے۔ البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دیکھا کہ آپ انگلی سے اشارہ کرنے سے بڑھ کر  
کچھ نہ کرتے۔ پھر حضرت عمارہ نے اپنی انگشت شہادت  
سے اشارہ کیا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۷ عمارہ (سین کی پیش میم مخفف) رویہ (راکی پیش واد پر زبر۔ یا ساکن) حضرت عمارہ صحابہ میں سے ہیں۔  
۱۸ جس طرح بعض جاہل و اعمول اور خطیبوں کا طریقہ ہے۔

۱۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کی صورت دکھانے کے لیے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت  
شہادت سے ایک اشارہ کرتے۔ گویا آپ لوگوں سے خطاب فرماتے اور انہیں تنبیہ کرتے کہ آپ جو کچھ ذکر رہے ہیں  
لوگ اسے خود سے اور کان لگا کر میں۔

۱۳۳۲ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوَى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ  
اجْلِسُوا فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ  
فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَرَأَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ تَعَالَى يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت جابر بنی اللہ سے روایت ہے جب رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر ٹھیک ہو کر بیٹھ  
جاتے فرماتے اگر بیٹھ جاؤ بیٹھ حضرت عبداللہ بن  
مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کا یہ حکم سنا جب  
کہ وہ ابھی مسجد کے دروازے پہنچے تو وہیں بیٹھ  
گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ  
ابن مسعود اٹھ اے جابر

(ابوداؤد)

۱۷ گویا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسے مجھو۔  
۱۸ یعنی جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے شارح معنی کا حکم سن کر ان کی  
جلد بجا آوری کے لیے وہیں بیٹھ گئے۔

۱۹ یہ آپ نے ان کو غایت شفقت و رحمت کے طور پر فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے فوراً حکم کی بجا آوری کی  
تھی۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جو کوئی تعمیل حکم کرتا ہے وہ کرم و عنایت کا مرکز بن جاتا ہے اور محبوب کا محبوب اور  
اس کا مطلوب بن جاتا ہے۔ بیت

ہر کما اور عشق ملحق آمدہ است بر سرش عشق عاشق آمدہ است  
 جو کوئی عشق میں ملوثی جتنا ہے عشق بھی اس کے سر پر عاشق بن کر آتا ہے۔  
 اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ منبر پر جانے کے بعد کلام کرنا جائز ہے۔ چاہے آپ نے خلیفہ شروع کرنے  
 سے پہلے فرمایا یا آپ نے بیٹھنے کا حکم صادر سے کیا راوی نے اسے قول سے تعبیر کر دیا۔ ابن الہمام کی شرح میں ہے  
 خلیف کے لیے حالت خلیفہ میں کلام کرنا مکروہ ہے مگر بالمعروف کے لیے جیسا کہ وضو میں حضرت عمر کا حضرت  
 عثمان سے قصہ مذکور ہے۔ وہ مقبرہ شہداء پر تھے اباب الغسل میں ذکر ہوا کہ چکا ہے۔ اور سفر السعاده میں کہا  
 جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے پہلے لوگوں کو سلام کہتے پھر جب منبر پر بیٹھتے تو دوبارہ  
 سلام کہتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ  
 کی ایک رکعت پالی۔ وہ اس کے ساتھ دوسری  
 ملائے اور جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں  
 تودہ چار رکعت پڑھے۔ یا فرمایا ظہر پڑھے پچھ  
 (دارقطنی)

۱۳۳۹ و عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ نَكْعَةً فَلْيَصِلْ  
 إِلَيْهَا أُخْرَى وَمَنْ قَاتَتْهُ الرُّكْعَتَانِ  
 فَلْيَصِلْ أَرْبَعًا أَوْ قَالَ الظُّهْرَ  
 دَعَاءُ الدَّارِ قُطَيْعٍ

اے یعنی یا آپ نے ار بھگ کے بجائے فیصل الظہر کا لفظ فرمایا یعنی چار رکعت ظہر پڑھے۔  
 یہ فصل اول میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس مسئلہ میں گفتگو کر چکی ہے۔

## بَابُ صَلَوةِ الْخَوْفِ

### نماز خوف کا باب

نماز خوف کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ منہج سے ایک روایت کے مطابق جو ابو یوسف اور حسن بن  
 زیاد سے مروی ہے اور شافعیہ سے حنفی کی روایت کے مطابق نماز خوف زمانہ نبوت کے ساتھ خاص تھی کہ صحابہ کرام  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بڑا ارادہ رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
 اس کی مشروعیت باقی نہ رہی مگر جمہور کے نزدیک قرار یہ ہے کہ زمانہ نبوت کے بعد بھی اس کا جواز باقی ہے اور حضور



فَرَكَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رُكْعَةً وَتَسْبِيحًا سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ فَاحِدٍ وَمِنْهُمْ فَرَكَمَ رُكْعَةً وَتَسْبِيحًا وَسَجْدَتَيْنِ وَنَافَعٌ نَافِعٌ نَعْرَكَ وَنَادَى فَإِنْ كَانَ حَوْفٌ هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ صَلُّوا رَجَعُوا قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ أَوْ لُجْبًا مُسْتَقْبِلِي النَّبَلِ أَوْ خَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا قَالَ نَافِعٌ لَا أُمِرَ ابْنُ عَمْرٍو ذَكَرَ ذَلِكَ إِلَّا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواه البخاري)

(بخاری)

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مدینہ منورہ میں روایت ہے کہ میں نے ان سے بارہ سو بار کہا کہ سلام کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کوئی بھی نفل و دعا اور دعا یا نفل نفس کشی میں پہلے لوگوں کے شاہ نہ تھا۔ سلمان بن عبد الملک نے آپ کو کعبہ میں دیکھا تو کہا آپ جو کچھ پڑھتے ہیں مجھ سے مانگیں فرمایا میں خاموش رہا تو کسی اور سے ہرگز کچھ طلب نہ کروں گا۔ حضرت سالم بن عبد اللہ حجاج بن یوسف کو بہت سخت سب سے کہا کرتے تھے لوگ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سالم کی ماں پر رحمت نازل کرے میں نے اپنے بیٹے کا نام سالم رکھا۔

سالم بن عبد اللہ کی بیوی کا نام سلمہ تھا۔ سلمہ کا ہاتھ کاہم ہے جس کا بلند حصہ تہامہ اور عین تک پھیلا ہوا ہے اور اس کا تیشی ساہو عری و شام سے جلتا ہے۔ نجد واصل بلند جگہ اور روشن و بلند راستہ کو کہتے ہیں۔ علاقہ نجد بھی بلند کا پر ملا ہے۔ اسی حدیث میں نجد عراق مراد ہے نجد عین مراد نہیں۔

یہ بھی ایک رکعت ادا کی۔

یہ یعنی ایک رکعت ادا کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت ہر ایک گروہ نے الگ الگ پڑھی یہی حضرت امام ابو حنیفہ



رحمۃ اللہ کا مذہب ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ مذہب نفل قرآن کے زیادہ موافق ہے۔ آئندہ ذکر کر رہے۔  
 واضح ہو کہ دونوں گروہوں کے یہاں کسی کوئی ضرورت نہیں کہ دونوں اسٹیج پائی ایک رکعت پڑھیں کیونکہ  
 ایسا کرنے سے جنگ کا نظام برباد اور اس کی ضرورت و مصلحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ پھر اس حدیث  
 سے یہ معلوم نہ ہوا کہ بقیہ رکعت کو سا گروہ پہلے ادا کرے۔ اشیب نے کہا جو امام مالک کے ساتھی ہیں کہ دوسرا گروہ  
 پہلے پڑھے کہ اس طرح کرنے سے کثرت مخالفت سے محفوظ رہے گا۔ آئندہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور  
 امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پہلا گروہ پہلے پڑھے۔ جیسا کہ بعض شروح میں مذکور ہے۔ یہ سالم کی ابن عمر  
 سے روایت ہے۔

۵۵ اور نافع نے ابن عمر سے ایسی ہی روایت کی۔

۵۶ یعنی دشمن کا خوف اس قدر زیادہ ہو کہ مذکورہ طریقہ پر جماعت سے غائب پڑھنا دشوار ہو۔

۵۷ یعنی اگر پیادہ پڑھنا دشوار ہو تو سواری پر ہی پڑھیں اور قبلہ رخ ہو کر پڑھیں اگر قبلہ رو ہونالسی میں ہو۔ اور  
 بس میں نہ ہو تو جیسے ممکن ہو پڑھیں اور نماز ترک نہ کریں۔ بیٹ

بر دل انتم از خود یہ پر گندگی  
 ننگ دلک و خفتہ شکل دے آؤ  
 تمام ختم ہوں با تو از بندگی  
 سب سے لڑنے و خیز وادار اسباب

تجسس۔ میں اپنی پراگندہ خیالی کے باعث اپنے کو آپ کو ادب و احترام سے توجہ دے رہا ہوں  
 قاضی اور انجیل ہی نصیب ہو گیا۔

نگر ابولا اور مودیہ نہ ہونے کے باوجود مجھے اس کی جانب متوجہ کرنا اور اس سے علیحدہ کرنا چاہیے۔

۵۸ یعنی یہ شقیں اور یہ تفصیلات حضور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہیں  
 بیان کی ہو گئی۔

۱۳۳۴ وَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ جُرُومٍ  
 عَنْ صَالِحِ بْنِ خُوَاتٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
 مَعْمَرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاجِ صَلَوةَ  
 الْخَوْفِ أَنَّ طَائِفَةً صَبَّغَتْ مَعَهُ وَ  
 طَائِفَةٌ رَجَعَتْ الْعَدُوُّ فَمَسَلَتْ  
 بِأَلْفِيٍّ مَعَهُ مَرَكَةً ثُمَّ شَبَّتْ قَائِمًا

۱۳۳۴ یزید بن جروم سے روایت ہے کہ صلیح بن خوات سے روایت ہے کہ عمار بن معمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الرقاج کے روز  
 نماز کے وقت ایک گروہ کے ساتھ صلوٰۃ کی اور دوسرا گروہ کے ساتھ رجعت کیا اور ان کے ساتھ ایک ہزار  
 ہوا۔ اور دوسرا گروہ دشمن کے ساتھ صلوٰۃ کی اور ان کے ساتھ ایک ہزار  
 آپ نے ایک ہزار ساتھ دے کر ایک رکعت  
 پڑھائی۔ پھر اپنی کھڑے رہے۔ انہوں نے

وَأَتَمُّوْا لَا تُفْسِدُوْهُمُ كُمْ أَنْصَرُوْهُمُ فَضْفَضُوا  
وَجَاءَ الْعَدُوُّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ  
الْآخَرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرُّكْعَةَ الْآخِرَى  
بَقِيَّتُ مِنْ صَلَاتِهِمْ ثُمَّ ثَبِتَ جَالِسًا  
وَأَتَمُّوْا لَا تُفْسِدُوْهُمُ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمُ  
مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَآخِرُ الْبُخَارِيِّ  
بَطْرِيقِي أَخْرَجَ عَنْ التِّرْمِذِيِّ عَنْ صَلَاحِ  
ابْنِ خَوَاتٍ عَنْ سَعْلٍ بْنِ أَبِي  
خَشْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اپنی نماز پوری کر لی۔ اعدائے دشمن کے مقابل نصف بستہ ہو گئے۔ پھر دوسرا گروہ آیا۔ آپ نے انہیں دو رکعت پڑھائی۔ جو آپ کی نماز سے باقی تھی۔ پھر یہی بیٹھے رہے اور ان پنجابوں نے اپنی نماز پوری کر لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ساتھ سلام پھیرا۔ (مسلم بخاری)

اور بخاری نے دوسری اسناد سے قائم سے انہوں نے صالح بن خوات سے انہوں نے شہل بن حشر سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

۱۷۔ ردمان را کی پیش وادساکن۔ آپ تابعی ہیں کثیر الحدیث اور ثقہ ہیں۔

۱۸۔ صالح بن خوات۔ حاکم نے بر واد شد و آخر میں تا۔ آپ بھی تابعی ثقہ اور عزیز الحدیث ہیں۔ یعنی احادیث

کم روایت کرتے ہیں۔ حضرت خوات جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا غزوہ جس میں شریک ہوئے، غزوہ احد ہے۔ ۱۹۔ ذات الرقاق را کی زیر سے۔ اسی غزوہ کا نام ہے جو شہد بصری میں ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھاد سے ٹٹ بھڑ ہو گئی۔ اور آپ نے اس میں نماز خوف ادا کی مگر کھاد سے جنگ کی نوبت نہ آئی اور آپ واپس تشریف لے گئے۔ اسے ذات الرقاق اس لیے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام پابند بیہوش تھے۔ ان کے پاؤں سوج کر زخمی ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے پاؤں کپڑے کے ٹکڑوں سے باندھے۔ مشہور وجہ یہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک پہاڑ تھا جس کے کھڑکے سرخ کچھ سفید اور کچھ سیاہ رنگ کے تھے۔ اور کچھ زرد رنگ کے۔ وہ پہاڑ ایسا رنگ پرنگ نظر آتا تھا کہ گریا اس پر غفلت رنگ کے ٹکڑے کی دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز خوف کا بیان فرماتے ہیں۔

۲۰۔ حدیث پاک میں یہاں لفظ دجاہ آیا ہے واد کی پیش اور زیر سے ایک روایت میں تباہ العدو کا لفظ

آتا ہے۔

۲۱۔ شہل بن حشر یا ساکن۔ ابی۔ حاکم نے بر واد ساکن۔ آپ کس صحابی ہیں۔ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔

زیرین ردمان کی روایت میں جو عثمان صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ آتا ہے اس سے یہی مراد ہیں۔ بعض نے کہا اس سے انہوں نے اپنا باب خوات مراد لیا ہے اور وہ صحابی ہے۔

۱۵۔ یہ نماز خوف کے طریقوں میں سے دوسرا طریقہ ہے۔ اس طریقہ میں ہر گروہ نے ایک ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور دوسری رکعت اکیسے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے وقت وہ نہ پڑھی بلکہ آپ کی نماز پوری کر لینے کے بعد اسی طریقہ کو امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔

١٣٣٨ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَيْنَا مَعَ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 حَتَّى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرَّقَاعِ قَالَ  
 كُنَّا إِذَا آتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظِلِيلَةٍ  
 تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ  
 الْمَشْرِكِينَ وَ سَيْفُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ  
 فَآخَذَ بِسَيْفِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَآخَذَ رُطْبَهُ فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَفَضِي  
 قَالَ لَا قَالَ فَنَوَّ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَهُ  
 اللَّهُ يَمْنَعُكَ مِنْكَ قَالَ فَتَعَدَّدَهُ  
 أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَدَا السَّيْفُ وَ  
 عُلِقَهُ قَالَ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى  
 بِطَائِفَةٍ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَ  
 صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْآخَرَى رَكَعَتَيْنِ  
 قَالَ فَبَكَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ  
 وَ لِلْقَوْمِ بِطَائِفَتَيْنِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔  
یہاں تک کہ جب ہم ذات الرقاہ میں پہنچے فرماتے  
ہیں کہ ہم جب کبھی کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے  
تو وہ درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پے چھوڑ دیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک  
شخص آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
تلوار درخت کے ساتھ لگی ہوئی تھی اس نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لے کر حوفت لی اور  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہنے لگا کیا آپ مجھ سے  
قدترے ہیں۔ فرمایا نہیں وہ بولا مجھ سے آپ  
کو کون بچائے گا۔ فرمایا مجھے مجھ سے اللہ  
بچائے گا۔ کہتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے ساتھ لے کر آیا۔ تو اس نے تلوار  
میلان کر کے رکھ دی۔ فرماتے ہیں پھر قاذو  
کا اذان ہوئی تو آپ نے ایک گروہ کو پتھر  
رکشیں پڑھائیں پھر وہ پتھر پھینک گیا اور دوسرے  
گروہ کو دوسری رکشیں پڑھادیں۔ تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا چارہ رکشیں  
ہوئیں۔ اور قوم کی دو دو  
رکشیں بچے



الْقَبْتُ الَّذِي يَلِيهِ وَقَامَ الْقَبْتُ  
 الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 السُّجُودَ وَقَامَ الْقَبْتُ الَّذِي  
 يَلِيهِ رَأَى أَنَّ الْقَبْتُ الْمُؤَخَّرُ  
 بِالسُّجُودِ ثُمَّ قَامُوا ثُمَّ قَعَدَ  
 الْقَبْتُ الْمُؤَخَّرُ وَتَأَخَّرَ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ  
 رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَرَأَيْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ  
 مِنَ الرُّكُوعِ وَرَأَيْنَا جَمِيعًا ثُمَّ  
 أَعْدَدَ بِالسُّجُودِ وَالْقَبْتُ الَّذِي  
 يَلِيهِ الَّذِي كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرُّكُوعِ  
 الْأَوَّلِ وَقَامَ الْقَبْتُ الْمُؤَخَّرُ  
 فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُودَ  
 وَالْقَبْتُ الَّذِي يَلِيهِ أَعْدَدَ  
 الْقَبْتُ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ فَجَعَلُوا  
 ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَرَأَيْنَا جَمِيعًا

درواہ مسلمان

۱۔ ال تید کا فائدہ آگے معلوم ہوگا۔

اور پھر صف و ثمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی۔  
 جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ پورا کر لیا۔  
 اور آپ سے متصل صف میں کھڑی ہو گئی۔ تو پھر پھر  
 صف سجدہ میں گر گئی۔ پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے  
 پھر پھر صف آگے ہو گئی اور اگلی صف پہنچے  
 پہنچ گئی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم  
 سب سجدہ کو رکھ لیا۔ پھر حضور نے اور ہم سب  
 نے رکوع سے سر اٹھایا پھر حضور اور وہ صف  
 جو آپ سے متصل تھی اور جو رکعت اولیٰ  
 میں آپ کی صف تھی، سجدہ میں گئے۔ پھر پھر  
 صف و ثمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی پھر جب  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ سے  
 متصل صف و ثمن کے سجدہ پورا کیا تو پھر پھر  
 سجدہ پورا کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم  
 سب نے رکوع سے سر اٹھایا۔

۲۔ ال تید کا فائدہ آگے معلوم ہوگا۔

۳۔ یہاں تک کہ اس مقام میں ہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں کوئی بات نہ تھی۔  
 ۴۔ یہ نماز خوف کا ایک دوسرا طریقہ ہے جو زمانہ اور مصیبت کے اختلاف پر مبنی ہے۔ یعنی دشمن کی  
 حراست و نگہداشت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے ایسا کیا اور جب کہ یہاں دشمن جانب قبلہ میں تھا تو سب  
 عزت جانب قبلہ کر رکھ کر کے کھڑے ہوئے اور سب نے رکوع اٹھائے کیا اگر سجدہ کے وقت ایک گروہ سجدہ



میں گیا اور دوسرا کھڑا ہوا۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ اور جب کہ دشمن جانب قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب نہ تھا اس بنا پر ایک گروہ کو ان کی طرف نیچنے کا ضرورت نہ تھی۔

## الفصل الثانی

### دوسری فصل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخل میں ظہر کی نماز خوف پڑھا رہے تھے۔ آپ نے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔ اور سلام پھیر دیا پھر دوسرا گروہ آیا اس کے ساتھ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا۔

(شرح ستہ)

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيُ بِالنَّخْلِ صَلَاةَ الظُّلُمِ فِي الْخَوْفِ يَبْطِنُ نَخْلًا فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ ثُمَّ كَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ طَائِفَةٌ أُخْرَى فَصَلَّى بِهِمْ ثَمَّ كَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ - (تَعَاوُذُ فِي شَرْحِ الْمُنَوِّذِ)

اے بطن نخل کہہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے۔

۲۔ اس صورت میں آپ نے دونوں گروہوں کے ساتھ جدا جدا سلام پھیرا۔ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں۔ اور قوم کی دو دو رکعتیں جیسا کہ حضرت جابر کی گزشتہ حدیث میں گزرا مگر وہاں یہ وضاحت نہ تھی کہ ایک سلام پھیرا دو۔ جیسا کہ مؤلف نے یہاں نقل کیا ہے۔ اور شرح منوال السعادة میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشدد میں اتنی دیر توقف فرمایا کہ دوسرے گروہ کے ساتھ مل کر سب نے اکٹھے سلام پھیرا۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنجران و عصفان کے درمیان اترے۔ تو مشرکین کہے کہ ان کی ایک غلام ہے جو انہیں اپنے باپ بیٹوں سے زیادہ پیاری ہے۔ یعنی عصر تراپنی طاقت جمع کر لے اور ان پر ایک دم ٹوٹ پڑے۔ اور عصر حضرت جبریل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَزَلَ بَيْنَ بَنَجْرَانَ وَ عَصْفَانَ فَقَالَ الشِّرْكُونَ لَهَذَا صَلَاةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ أَبَائِنَا وَ أَبْنَاؤِنَا وَ هِيَ الْعَصَا فَاجْتَمَعُوا أَمْرُكُمْ فَتَمَيَّلُوا عَلَيْهِمْ مِيلَةً وَاحِدَةً فَإِنَّ جِبْرِيلَ آتٍ

الَّتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَأَمَرَ أَنْ يَقْسَمَ أَصْحَابُهُ شَطْرَيْنِ  
فِيصَلِّيَ بِهِمْ وَتَقُومُ طَائِفَةٌ أُخْرَى  
وَرَاءَهُمْ وَلِيَاخُذُوا حِذْرَهُمْ  
وَأَسْلَحَتَهُمْ فَتَكُونُ لَهُمْ رَكْعَةٌ  
وَلِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَكْعَتَانِ -

اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کو دو گروہوں میں بانٹ  
دیں اور انہیں ایک طرح نماز پڑھائیں کہ دھڑا  
گروہ ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں پچھاؤ اور اپنے  
ہتھیاریں لیں۔ ان سب کی ایک ایک  
رکعت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کی دو رکعتیں ہوں۔

(ترمذی۔ ذیل)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّيْسَانِيُّ

۱۔ منہاجن ضد کی زیر جم ساکن آخر میں دونوں رکعتوں کے قریب ایک جگہ یا پاؤں کا ہم ہے۔  
۲۔ سفان۔ سین پر پیش سین ساکن رکعت شریف سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔  
۳۔ اور ایک روایت میں کن ابارہم دامواہم آیا ہے۔ یعنی مال و اولاد سب سے زیادہ پیاری وہ  
نماز ہے۔

۴۔ حدیث میں لفظ فَاَجْعُوْہُ ہمزہ کی زیر جم ساکن میں گذریا ہے۔  
۵۔ اصل میں لفظ امر ہے امر بمعنی راہ ہے مطلب یہ ہے کہ شریعت پر مطلقاً اور پختہ طور پر اسکا پرکھا گیا  
ٹوٹ پڑا وادان کو ہلاک کر دے مشرکوں نے آپس میں روایت کی ہے۔  
۶۔ اور آپ کو مشرکین کا شر و فتنہ دفع کرنے کی تہیہ کھائی کہ اپنے صحابہ کو دو گروہوں میں تقسیم کریں۔  
۷۔ یعنی ان کے آگے یا پیچھے اور لفظ دون پیچھے اور آگے دونوں معنوں کے لیے آتا ہے۔  
۸۔ ہذرہا کی زیر ذال ساکن پہ ہمزہ کرنا۔ براح سین کی زیر۔ یعنی زوالان جنگ۔  
۹۔ قوم کی نماز کے ایک رکعت ہونے کا مطلب ہے۔ امام کے ساتھ ایک رکعت دوسری رکعت وہ  
ایکے پڑھیں گے۔ بعض علماء ہر پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ نماز خوف کے خلاف ہے اس لیے صحیح نہیں  
کہ گزرا۔ واللہ اعلم۔

## بَابُ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ

### نماز عیدین کا باب

علامہ فرماتے ہیں کہ عید کو کسی لیے عید کہتے ہیں کہ یہ ہر سال اپنے اوقات میں ہوتی اور کراتی ہے۔ اور یہ

معنی چونکہ اور بہت سے مومنوں میں بھی پایا جاتا ہے جو لوٹ لوٹ کر اور کرواتے ہیں اس لیے بعض نے ایک اور قید کا اضافہ کیا یعنی جو فرحت و سرور کے ساتھ لوٹے اور عود کرے۔ عید فطریں تو فرحت و سرور میں پرہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کا شکر بجالانا چاہیے اور عید انجلی حج کی نعمت تمام مرنے کے شکرانے کے طور پر مقرر کی گئی ہے۔ حج میں بندہ عرفات پہنچتا ہے جو تمام ارکان میں عمدہ رکن ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ الحج عرفۃ یعنی حج تو صرف عرفہ کا نام ہے اور جمعہ ہر ہفتہ کی عید ہے اور ہفتہ کی نمازوں کی نعمت کا شکرانہ ہے۔ تو شریعت پاک میں ہر طاعت پر شکر نعمت کے لیے اس کی جنس سے عید مقرر کر دی۔ تاکہ مزید نعمت کا موجب بنے۔ جیسا کہ فرمایا لکن شکر تم لازید تکم الایہ۔ تم لوگ اگر نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے تو میں ضرور تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا۔ لیکن نہ کوہ کا چونکہ کوئی وقت معین نہیں نہ اس کے لیے کوئی اجتماع منعقد ہوتا ہے اس لیے اس کی تمام ادائیگی کے موقعہ پر اس کے مناسب کوئی شکر نہ تھا۔ جیسا کہ علامہ نے کہا ہے۔ بعض نے کہا اسے عید اس کی دوبارہ آمد کی نیک غالی کے لیے کہتے ہیں۔ جس طرح قافلہ کو روانگی کے وقت ہی قافلہ کہہ دیتے ہیں۔ اور یہ لفظ قافلہ تفول سے نکلا ہے بمعنی واپس آنا۔ یعنی خدا کے سے یہ قافلہ واپس لوٹ کر آئے۔

پھر عیدین کی علامہ امام ابو ضیفہ رحمۃ اللہ کے ایک قول کے مطابق فرمائی ہے۔ جس طرح جمعہ فرض ہے۔ اور ایک قول کے مطابق واجب ہے اور اسے سنت جو کہ جلتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت (حدیث) سے ہے کتاب اللہ سے نہیں۔ اور امام ابو ضیفہ رحمۃ اللہ کے صاحبین کے نزدیک عید سنت ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نفل اور شافع نے اسے منقطعاً نفل قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی کے ایک قول کے مطابق سنت ہے۔ امام مالک نے کہا کہ عید سنت واجبہ ہے۔ ممکن ہے کہ وجوب سنت کی تاکید کے لیے ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وجوب سے مراد وہی ہو جو امام ابو ضیفہ عیدہ الرحمۃ نے کہا ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک فرض ہے۔ جیسا کہ امام ابو ضیفہ کا مذہب ہے۔ مگر امام ابو ضیفہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عید فرض کفایہ ہے۔ جیسے غار جنازہ اور جہاد میں امام ابو ضیفہ نے بھی ایک روایت ہے کہ عید فرض کفایہ ہے۔ واللہ اعلم۔

## فصل اول

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فطر اور انجلی کے دن عید گاہ کی طرف نکل کر آتے تھے تو سب سے پہلی چیز جس سے آپ ابتدا کرتے تھے

## الفصل الاول

عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخروج یوم الفطر والاضحی الی المصنئ فاول شئ یمدأ بہ

الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ  
لِلنَّاسِ وَ النَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ  
فَيَعْبُدُهُمْ وَيُصِيبُهُمْ وَيَأْمُرُهُمْ  
وَلَا كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا  
قَطْعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمْرِيهِ ثُمَّ  
يَنْصَرِفُ -

نماز تھی تہ پھر آپ بڑھتے اور لوگوں کے روبرو  
ہو کر کھڑے ہوتے تھے اور لوگ اپنی صفوں میں  
بیٹھے ہوتے تھے تو آپ انہیں نصیحت فرماتے رحمت  
کرتے اور انہیں حکم دیتے تھے اور اگر آپ نے کوئی لشکر  
دورانہ کرنا ہوتا تو اسے روانہ کرتے۔ یا کسی چیز  
کا حکم دینا ہوتا تو اس کا حکم دیتے۔ پھر واپس  
لوٹ آتے تھے (بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ معنی یعنی عید گاہ اور یہ مدینہ پاک میں شہر سے باہر ایک مشہور جگہ ہے جہاں نماز عید پڑھتے ہیں۔ اب اس  
کے ارد گرد چار دیواری بنادی گئی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ حجرہ شریف سے اس جگہ تک ایک ہزار قدم کا فاصلہ ۱۰۰  
مسافت ہے۔ اور آج کل لوگ نماز عید مسجد شریف میں ہی پڑھتے ہیں۔ (اشترہ اللغات کی تالیف کے زمانہ میں)  
۲۔ یعنی نماز عید خطبہ عید سے پہلے ادا فرماتے۔

۳۔ بغیر اس کے کہ منبر پر تشریف فرما ہوتے کہ آپ کے زمانہ اقدس میں عید گاہ میں منبر نہ تھا۔  
۴۔ یہ تمیز سانی ایک دوسرے کے نزدیک ہیں لفظان میں کا ذکر تاکید و تکریر کے طور پر کیا گیا ہے  
علامہ طیبی نے کہا تعظیم کا معنی ہے آپ انہیں وعظ فرماتے اور دلاتے ہیں۔ یہ ہم کا معنی ہے نیز کے معنی ہیں لوگوں  
کو خیر خواہی اور ہمدردی کی تلقین کرتے اور یا مرہم کا معنی ہے کہ انہیں حلال کا حکم دیتے تھے اور حرام سے منع  
کرتے۔

۵۔ یہ تخصیص کے بعد تعظیم ہے جو شکر بھیجے وغیرہ پر کام کو شامل ہے۔

۶۔ یعنی وعظ و نصیحت وغیرہ سے فارغ ہو کر آپ نے کمر تشریف لگاتے تھے۔

۱۳۴۳ و عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ  
كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْعَيْنَانِ عَيْنَا مَرْوَةَ  
وَلَا مَرْوَتَيْنِ بَعْدَ آذَانِ وَ لَا  
إِقَامَةٍ -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ ایک بار نہیں دو بار بھی جگہ زیادہ  
رتبہ نماز عید پڑھی ہے۔ وہ بغیر آذان و اقامت  
کے ہوتی تھی۔

رَدَّاهُ مُسْلِمٌ

۱۔ یعنی نماز عید کے لیے آذان و اقامت نہ ہوتی تھی۔ جس طرح ہجرت نماز کے لیے ہوتی ہے اور ایک





۲ تاکہ ان کے کانوں اور گلوں میں جھنڈ پور ہے اکیس سے حضرت بلال کو دین۔ اور حدیث میں غلطیوں یا کی پیش اور زبردوئیوں طرح مروی ہے۔

۳ حدیث میں لفظ ارتفع آیا ہے۔ لغت کی کتاب مراجع میں ہے رفع بمعنی بل کا چھنے میں شامی اور مبالغہ کرنا۔

۱۳۴۷ وَ عَنِ ابْنِ جَبْرِ أَنَّ الشَّيْخَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ  
الْفُطُورِ رُكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَ  
لَا بَعْدَهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے  
دونوں رکعتیں پڑھیں۔ ان کے پہلے اور بعد کوئی  
نماز نہ پڑھی۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (بخاری و مسلم)

۱۔ یہ حدیث اس پر طالت کرتی ہے کہ نماز عید کے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں۔ ترمذی نے کہا اس باب میں  
حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی ایک حدیث آئی ہے اور حضرت  
ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید پر پہلے سے پہلے اور بعد نماز کا پڑھنا  
اور بعض اہل علم نے نماز عید کے بعد نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے بعد نماز کے پہلے سے پہلے بھی جائز کہا ہے مگر بیلا قول زیادہ  
صحیح ہے۔ ترمذی کا کلام ختم ہوا نہ ہری نے کہا میں نے اپنے علم میں سے کسی سے نہیں سنا کہ کوئی نماز عید کے  
کے عطف میں سے کسی کے بارے میں یہ ذکر کیا ہو کہ اہل نے نماز عید کے پہلے یا بعد کوئی نماز پڑھنا جائز کہا  
کہ نماز عید پڑھنے سے پہلے عید گاہ میں کوئی نفل نہ پڑھے۔ کیونکہ فاروق نے اُسائی لگاؤ نہ رکھنے کے باوجود حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی تو بعض نے کہا صرف عید گاہ میں پڑھنا جائز ہے بعض نے کہا عید گاہ اور غیر عید گاہ  
ہر جگہ میں کر دے ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی۔ ہاں یہ کہ عید گاہ میں اور غیر عید گاہ میں بھی عید گاہ  
اس نے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے نماز اخراق اور نماز چلنا پھرتا ہے تو عید گاہ میں پڑھنا جائز ہے اور عید گاہ میں  
کہ کوئی کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد پڑھ دے۔ اس سے پہلے نہ پڑھے۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ عید گاہ میں پڑھنا جائز ہے  
اور دینی علماء فرماتے ہیں کہ نہ پہلے پڑھے نہ بعد نماز کے قائل ہیں اور نائی، شری اور غنیہ اور قائل ثانی کے متعلق ہیں  
حسن یعنی ادما یک جماعت اور تیسرے قائل ہیں۔ زہری، ابن جریر کا حامل غسانی اور بعض کا ایک جماعت  
نے کہا کہ نماز عید سے پہلے یا بعد نفل پڑھنے کی کوئی کراہت نہیں۔ اس کے بعد اختلاف ہے کہ اگر نماز عید جائے  
تو اس کی قضا جائز ہے یا نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ فوت ہو چکی ہو تو قضا نہ کرے۔ کیونکہ نماز اس صفت  
پراسے جماعت قرار نہیں دیا گیا مگر شرائط مخصوصہ کے ساتھ اور وہ شرائط مفروضہ میں پوری نہیں ہوتیں۔ کہانی الہدایہ

اور بعض شروع میں نہ کرے کہ اگر چاہے کہ چار رکعت یا چار رکعت نماز چاشت کی طرح چھ رکعتیں طرح دوسرے دنوں میں پڑھی جاتی ہیں اور خطاطی کا یہی طریق ہے نقل کیا جو شخص عید گاہ آیا اور امام کے ساتھ نماز نہ پائی تو اسے اختیار ہے اگر چاہے واپس گھر چلا جائے اور کوئی نماز نہ پڑھے۔ اور اگر چاہے تو پڑھ دے اور پھر واپس گھر جائے۔ نفل یہ ہے کہ چار رکعت پڑھے۔ تاکہ اسے نماز چاشت حاصل ہو جائے۔ امام احمد کا مذہب بھی ایسا ہی ہے۔

حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔  
زمانی ہیں۔ میں حکم دیا گیا کہ ہم حین مالی اور پردہ نشین  
مورتوں کو دونوں عیدوں کے دن باہر نکالیں۔  
تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعامیں حاضر  
شال ہوں اور حین مالیاں اپنی جائے نماز سے  
انگ بیٹھیں ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ  
ہم میں ایسی عورتیں بھی ہیں جن کے پاس چادر نہیں۔  
فرمایا چادر والی عورت اپنی چادر اسے بھی پہنائے

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرَنَا  
أَنَّ نَخْرِجَ النِّعَمَ يَوْمَ الْيَوْمَيْنِ  
وَأَوَّاتِ الْخُدُورِ فَلَمَّا شَعْنَتِ الْجَمَاعَةُ  
السُّلَمِيَّةُ دَعَا نُسَيْبٌ وَتَحْتَرِلُ  
النِّعَمُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتْ  
أَمِيرًا تَا بِسُوءِ اللَّهِ رَا حُدُومًا لِمَنْ  
لَهَا جَلْبَابٌ فَقَالَ لِيُكَلِّسَهَا صَلَاحَتُهَا  
مِنْ جَلْبَابِهَا بَلَّغَتْ لَهَا

(ترمذی و مستوفی علیہ)

اے حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا بلند مرتبہ صحابیات اور عقلمند عورتوں میں سے تھیں۔ غزوات میں آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور عیدوں کی تیاری اور زیبائے عیدوں کا علاج کرتی تھیں۔  
یہ عیدوں کے دن عورتیں نکلتی تھیں یا خود کو زیبائے عید کے واسطے حاضر کیا کرتی تھیں۔  
جو کہ عید کے دن عورتیں نکلتی تھیں یا خود کو زیبائے عید کے واسطے حاضر کیا کرتی تھیں۔  
اور عید کے دن عورتیں نکلتی تھیں یا خود کو زیبائے عید کے واسطے حاضر کیا کرتی تھیں۔

نفل چار رکعت کا ہے جس کی ہر رکعت چار رکعتیں ہوتی ہیں۔

کہ یعنی یہ سنت جس کے پاس چند چادر ہیں ہوں یہ وہ ان عورت کو ایک چادر غاریتہ دے دے جس کے پاس  
چادر نہ ہو اور جس کے پاس چادر ہو اس پر بھی ڈال دے اور دونوں ایک چادر پہن کر بیٹھ جائیں اور  
وہ عورت جس کے پاس چادر نہ ہو وہ اگر دوسری سے مانگے یا غاریتہ حاصل کرے تو یہ بھی جائز و روا ہے۔ کہ یہ  
ایک ایک کا غاریتہ دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
زمانی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أَبَا  
بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيَّهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ

فِي أَيَّامٍ مِّنْهُ تَدْرِكُمَا وَ تَكْفُرُ بَابٍ  
وَفِي رِوَايَةٍ تَفْتَحَانِ بِمَا تَقَالَوَاتِ  
الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ وَ الْوَيْلُ مَلِكٍ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكَبِّرٍ مَّكَرِيهِ  
فَانْتَعَزَ هُمَا أَبُو بَكْرٍ فَشَكَّتِ الشَّيْخُ  
مَلِكٍ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ  
لَقَالَ وَغَمًّا يَا أَمَا بَكْرٍ كَمَا أَيَّامٍ  
عَيْنُ كَفَى عَوَايِيحُ يَا أَمَا بَكْرٍ لَاتِ  
يَكُنْ قَوْمٌ عَيْنًا وَ هَذَا رَحِمًا كَا  
(مُتَكَبِّرٍ عَلَيْهِ)

پہلے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عائشہ کے  
پہلے دوڑکیاں گدھی تھیں اور وہ بجا رہی تھیں یہاں  
تھی کا واقعہ ہے۔ وہ دونوں لڑکیاں گدھی تھیں  
اور وہ بجا رہی تھیں۔ ایک روایت میں اس طرح  
ایا ہے کہ وہ دونوں انصار کے وہ اشعار گدھی تھیں  
جو یوم بُعَاث سے تعلق رکھتے تھے اس وقت  
حضرت علیؓ علیہ السلام پڑا اور اسے جوئے تھے  
حضرت ابو بکرؓ نے انہیں جبراً تو حضورؐ میں علیہ السلام  
نے اپنے چہرہ اور سے پکڑا یا اسے لیا کہ ابو بکر  
انہیں چھوڑ دے کہ یہ میرے گدھی ہیں۔ اور علیؓ  
ایک روایت میں اس طرح آیا ہے اسے ابو بکر  
ہر قوم کے لیے میری گدھی ہے اسے چلا گیا کہ ان  
تھے۔ (مکہ میں علیؓ)

۱۔ جو کہ عید منیٰ اور تشریق کے دن ہیں۔

۲۔ یعنی وہ لڑکیاں گدھی تھیں اور ساتھ ساتھ وہ بجا رہی تھیں لڑکیاں انصار میں تھیں اور انصار  
چھوٹی عمر کی تھیں اور تشریق کا قند گرا تھیں ان کا ایک ہے بعض نے کہا تشریق کا قند گرا تھیں ان کا ایک ہے  
تھیں یہ فقط دھن سے بند ہے اور عربی میں معنی ہے غریب اور غریب تشریق پر ہواں تھا۔ لفظ کدھن کا معنی  
اور زبرد دونوں طرح آیا ہے۔ دف بجانے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ مطلقاً ہاں ہے۔ یہی صحیح ہے لفظ کدھن  
ہے کہ شاید وہ لڑکیاں اور لڑکیوں وغیرہ موقوف پر جاتے رہے۔ جس سے لفظ کدھن کا معنی ہوا کہ وہ لڑکیاں  
ہو اور اس میں جو اس سے خلی ہو اور اس میں بھی اختلاف ہے۔ لفظ کدھن کا معنی ہوا کہ وہ لڑکیاں

۳۔ یعنی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ یہ دو لڑکیاں وہ اشعار گدھی تھیں جن کے ساتھ انصار کے قند  
کے دن ایک دوسرے پر تھا غرض کہ ان کا کیا تھا اور اپنی بہنوں کی زبان بیان کیا تھا جن طرح کہ بہنوں کو گون  
کی عادت ہے۔ لکھت باکی پیش آمد میں حملہ خف۔ مدینہ منورہ کے قریب ان کے دورات تھے کہ ان کے  
ایک جگہ یا قلعہ کا نام ہے جہاں ابی بن خزرج کہ انصار کے دو قبیلوں کا نام ہے ان دونوں میں جگہ ہوئی  
تھی۔ اور ایک سو بیس برس جاری رہی امدان کے درمیان اتنا طویل عرصہ دشمنی اور عداوت کا قلعہ برپا رہا۔

اسلام آنے سے ان کی یہ دشمنی ختم ہو کر آپس میں دوستی کے ساتھ تبدیل ہو گئی۔ آیۃ کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا النِّعَةَ الَّتِي كُنْتُمْ أَهْلَهَا كُنْتُمْ بِهَا عِبَادَ اللَّهِ فَكَانَتْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ نَجَاتٌ**۔ اسے ایمان والہ اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُن نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم میں الفت ڈال دی اسی جانب اشارہ کرتی ہے۔ تو یہ لڑکیاں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ یہ سب اشعار جنگ و شجاعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایسے اشعار کا ذکر دینی امور میں عادت کرتا اور اس سے اہل ایمان کو کفار کے ساتھ جلد و قتال کی رغبت حاصل ہوتی ہے۔ ان اشعار میں فواحش و منکرات کا ذکر نہ تھا جو حرام ہے اور عاقلانہ کلام کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فواحش و منکرات پر مشتمل اشعار کو رد رکھیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ یہ سب باتیں معنی وہ دو لڑکیاں مغنیہ تھیں۔ کہ ان کا ہمیشہ گانا بجانا ہوا اور وہ گانے کو اچھا جانتی ہوں۔ اور اس ہمیشہ میں مشہور و معروف ہوں۔ اور گانے کے ذریعے لوگوں کو فواحش اور نفسانی خواہشات کا شوق دلاتی ہوں۔ جو فتنہ و فساد و عصیت کا حامی بننا ہے۔ بلکہ وہ کسی اہل خانہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں اور اس طرح کی بچیاں تھیں جس طرح لوگوں کے گروں میں ہوتی ہیں۔

۳۷۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلو بدلا اور اپنا چہرہ مبارک پھیرا۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گانے اور دف بجانے کے فعل سے ان لڑکیوں کو منع کیا اور انہیں جبر کا صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شیطانی ساز بجا رہی ہو۔ مزار ایک آلہ ہے جسے گویے لوگ بجاتے ہیں۔ جیسے بانسری، ہارمونا اور دف وغیرہ۔ حضرت صدیق اکبر نے اس آلے کی نسبت شیطانی کی طرف اس بنا پر کی کہ یہ آلہ دونوں کو ہر دو لب میں شغل کرتا اور یہاں ہی سے دوزخ لڑتا ہے۔

۳۸۔ کہ یہ عیاد بجانے پر مبنی اور اللہ تعالیٰ کی ضیافت و مہمانی کے دن ہیں۔ ان میں فرحت و سرور کا اظہار اگرچہ دف بجانے اور گانے کا عمل ہی ہو، جائز و مباح ہے۔

۳۹۔ کہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان ادھر سے ہٹ گیا تو حضرت عائشہ نے ان لڑکیوں کا اشارہ کیا اور دعا پڑھا کہ باہر چلی گئیں۔ واضح ہو کہ یہ ہے وہ حدیث جسے اہل سماع گانے اور اسے آلات کے ساتھ بجانے کی مباحث کے لیے دلیل بناتے ہیں۔ نظر انصاف سے اور تعصب و ہٹ دھرمی کے بغیر اس حدیث سے فوری طور پر جو چیز سامنے آتی ہے یہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے گانے اور دف بجانے پر انکار کیا اور اس سے منع کیا اور جبر کا۔ ایسا اس لیے کیا کہ آپ کے نزدیک گانے کی حرمت و کراہت ایک امر مقرر اور ثابت شدہ بات تھی۔ اور حضرت صدیق نے یہ بھی گمان کیا کہ نیند یا عدم توجہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس کا علم نہ ہوا یا آپ نے منع کرنا چاہا ہو گا مگر آپ کو فرست نہ ملی ہوگی۔ حضرت صدیق اکبر کو یہ علم دہر سکا کہ آپ نے اس کی اجازت دی ہے اور ایسے دن میں اتنا کچھ کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی لیے کہ آپ نے فرمایا کہ انہا ایام حیدر یہ حیدر کے دن ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس فرق و تفصیل کا علم نہ تھا۔ تو یہ حدیث حیدر وغیرہ مباح موقوفوں پر اتنی مقدار کو مباح قرار دیتی ہے۔ فرصت دوسرے کے لیے۔ اور اس میں شک نہیں ایسا فعل مخصوص وقت اور مخصوص شکل و ہدایت میں مباح ثابت ہوتا ہے۔ مطلق بلا قید اس کی اباحت حدیث مذکورہ سے ثابت نہیں ہوتی الا یہ کہ اس پر قیاس کیا جائے اور یہ قیاس فرع میں مماثلت وارد نہ ہونے کی شکل میں جائز و درست ہے۔ اور یہی (قیاس سے ثابت کردہ مقامات) محل نزاع ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس کی علی الاطلاق حرجت پر کوئی نص قطعی وارد نہیں ہے۔ جس طرح زنا اور شراب نوشی کی حرمت میں نص قطعی آچکا ہے۔ بعض متاخرین محدثین نے کہا ہے کہ گانے کی حرمت میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کی حرمت پر اور نہ اس کی اباحت پر کوئی نص قطعی موجود ہے۔ اور ان شیاؤں میں اصل اباحت ہے۔ مگر اس کے باوجود اس نام میں بھی کوئی شک نہیں کہ گانے اور سماع کو ہمیشہ کے لیے عادت بنا لیا طریقہ اتہان کے خلاف ہے۔ تاہم مفسرین اس باب میں بڑی شدت اور بڑے تعصب سے کام لیا ہے۔ مگر ان کا مقصد اس شدت و طغیانیہ ہے کہ تصور ہی سے گنجائش بھی ختم کی جائے اور اس کا راستہ بالکل بند کر دیا جائے۔ اور کچھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۲۹ وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْلَأُ  
يَوْمَ الْفِطْرِ سَحْقًا يَا كَلَّ تَمْرًا وَلَا يَمْلَأُ  
وَنَرًا

(رِوَاةُ الْبُخَارِيِّ)

سلہ اور حاکم کی روایت میں جو عبید بن جریج سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آپ کو کیا بات یاد ہے ان سے کہ انہوں نے کھاتے تھے اور عدد و تر کو تمام کاموں میں پسند فرماتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَرُسُلَهُ يَكْرَهُونَ الْفُتْرَانَ طاق ہے طاق عدد کو پسند کرتا ہے اور مجبورین تناول فرماتے ہیں یہ عقیدہ کہ ان وقت وہی روزہ جلتی تھیں بعض نے کہا کہ مجبورین تناول فرمانے کے احتجاج میں یہ حکمت ہے کہ وہ بیٹھی ہوتی ہیں اور ٹھاس ٹھوس توڑتے تھے۔ کے یہی فائدہ مند ہے۔ اور روزہ بھارت کو کمزور کرتا ہے۔ اور اس بنا پر بھی کہ ٹھاس خراج ایمان کے سمانی ہے۔ علماء نے کہا ہے جو آدمی خواب میں میٹھی چیز کھاتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھے تو اس کی تعمیر ہے کہ اسے



طاوہت ایمان غیب ہوگی۔ اور ملائکت و مٹھا کر دل کو نرم کرتا ہے۔ اسی وجہ سے مسیحی چیز کے ساتھ روزہ افطار کرنا افضل ہے۔

۳۴۰ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُهُ  
خَالَفَ الْكَلْبَ الْكَلْبَ الْكَلْبَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
کہ حبیب اللہ کا دل ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ  
بدل کر آتے جاتے تھے۔

(بخاری)

(رواہ البخاری)

۱۔ واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس (راستہ بدلتے) حکمت کے بیان میں بہت سے اقوال ہیں بعض نے کہا کہ دو مختلف راستوں پر آنے جانے میں حکمت یہ تھی کہ مختلف جگہوں اور متعدد مواضع میں رہنے والے جنات و انسان وغیرہ آپ کے حق میں گواہی دیں۔ بعض نے کہا کہ اس میں شائرا سلام کے اظہار کی حکمت ہے۔ اور وہ اس طرح کہ دونوں راستوں میں ذکر خدا اور اشاعت اسلام ہوگی۔ یا اس میں یہ حکمت ہے کہ کفار کو غم و غصہ لاحق ہو اور شوکت اسلام اور دین کے نشانات بلند کرنے اور اہل اسلام کی کثرت و عزت سے کفار خائف و ہراساں ہوں۔ یا یہ حکمت ہے کہ دونوں راستوں کے مسلمانوں کو شامل کرنا مقصود تھا۔ اور ان سب کے لیے حصول برکت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال جہاں آراء کے دیدار کی سعادت اور مسائل و علم سیکھنے کا موقع ملے۔ اور آپ انہیں نیک باتیں بتائیں۔ انہیں صدقہ سے نوازیں۔ اور ایمان پر سلام کہیں۔ بعض نے کہا کہ آپ اس لیے راستہ بدلتے تھے تاکہ جو کم ہوا اور آپ آسانی سے آجائیں۔ بعض نے کہا کہ آپ جاتے وقت دور کا راستہ اختیار کرتے۔ اور آتے وقت نزدیک کا راستہ۔ اس کے علاوہ اس کے جانے میں زیادہ قدم اٹھائیں اور ثواب زیادہ ملے۔ مگر اس کو جو میں اعتراض ہے کیونکہ جس طرح جاتے وقت قدم کھمے جاتے ہیں آتے وقت بھی فرشتے قدم کھتے اور ان پر ٹھیکہ لگتا ہے۔ جس طرح حج بیت اللہ کو گھر پہنچنے تک ہر قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور علمائے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ حج کے ساتھ خاص نہیں۔ اور لوگوں میں شور یہ ہے کہ آپ دین کے دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے راستہ بدلتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ آپ کی تاک میں ہوتے تھے۔ مگر پرشیدہ نہ رہے کہ اگر یہ بات ہوتی تو آپ کو اختیار نہ فرماتے کہ چونکہ اس سعادت میں آپ کے دشمن دونوں راستوں میں سے کسی راستے میں ضرور آپ کی تاک میں بیٹھتے کیونکہ ان کو آپ کی عادت شریف کا علم ہو چکا ہوتا کہ آپ ایک راستے سے جائیں گے اور دوسرے راستے سے واپس آئیں گے۔ حتیٰ کہ یہ سب احتمالات ہیں۔ مہر ایک نے اپنے نعم و نعمہ کے مطابق اس کا استنباط کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار و مصالح افعال کو بہتر جاننا ہے انسانی عقل ان کے اندر کما حدیث کے احاطہ سے قاصر و عاجز ہے۔

۱۳۵۱ وَ عَنْ الْأَبْرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ آدَلَ مَا نَهَدَا بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ تَرْجِعَ فَتَقْحَرَا فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ تُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ شَاةٌ لَحْمٍ عَجَلَةٍ لَا هِلَ لَهُ كَيْسٌ مِنَ الشُّكِّ فِي شَيْءٍ (دُتَّفَقَ عَلَيْهِ)

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید بقر کے دن خطبہ دیا تو فرمایا سب سے پہلا کام جس کے ساتھ ہم کام لیں یہ ہے کہ پہلے نماز عید پڑھیں پھر واپس جا کر قربانی کریں۔ تو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پالی اور جس نے ہمارے عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی۔ تو سوائے اس کے میں کہ وہ گوشت کیلئے ایک بکری ہے جو اس نے اپنے اہل کے لئے ہدیہ تیار کر لی۔ اس میں قربانی کا باطل کل کٹا۔ (مفہوم نہیں۔) (بخاری و مسلم)

۱۳۵۲ وَ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَيَّ أَسْمَ اللَّهُ - (دُتَّفَقَ عَلَيْهِ)

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہاں پر ذبح کر دے اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو میری اس پر ذبح کرے۔ (مفہوم نہیں۔)

۱۳۵۳ وَ عَنْ الْأَبْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَيَّ أَسْمَ اللَّهُ - (دُتَّفَقَ عَلَيْهِ)

۱۳۵۴ وَ عَنْ الْأَبْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَيَّ أَسْمَ اللَّهُ - (دُتَّفَقَ عَلَيْهِ)

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

۱۳۵۵ وَ عَنْ الْأَبْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَيَّ أَسْمَ اللَّهُ - (دُتَّفَقَ عَلَيْهِ)

نماز سے پہلے جانور ذبح کیا تو اس نے اپنی ذات کے لیے ذبح کیا۔ اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس نے اپنی عبادت مکمل کر لی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے اور سنت کو پایا۔

ذَبَحَ كَذِبَ الصَّلَاةِ وَأَمَّا بَيْنَكُمَا لَنُغْنِيَنَّكُمْ وَكُنْ ذَٰبِحًا لِّعَذَابِ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَآخَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ -

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یعنی یہ وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے لیے حاصل کیا۔ یہ خدا کے لیے نہیں۔ اور یہ عبادت میں داخل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حید گاہ میں گائے بکری ذبح کرتے اعداد و شمار کا ذکر کرتے تھے

۱۳۴۲ دَعَا ابْنُ عَمْرٍو عَمَّا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيُسَمِّي بِالْمُصَلَّى -

(بخاری)

(دَعَا ابْنُ عَمْرٍو)

اس ذبح کو گائے اور بکری کی جاتی ہے۔ ذبح کا طریقہ اور صحت سب کو معلوم ہے۔ اور بخارا و شمار کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی صحت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کیا جائے۔ پھر اس کے دونوں اگلے پاؤں کے درمیان گردن کے نیچے نیوٹھا لٹکائے تاکہ غریب نہ نکلے۔ اور وہ زمین پر گر پڑے۔ اونٹ میں بھی ذبح جائز ہے۔ مگر اس کے لیے غور و خوض ہے۔ اور ذبح کا اطلاق غریب بھی آیا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے۔

## دوسری فصل

## الفصل الثاني

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ کے دونوں تھے جن میں وہ کھیتے کودتے تھے ماہی نے فرمایا یہ کیا دار ہیں انہوں نے کہا ہم لوگ ذابہ جاہلیت میں ابن دو دونوں میں کھیل کر وہ کھیل کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بارے میں اطلاع دے دی ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكُنْهُمْ يَلْعَبُونَ فَبَيَّنَّا لَهُمَا مَا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ قَالَا لَكُنَّا نَلْعَبُ فِيهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَبَدَلَكُمُ اللَّهُ بِهِمَا عَيْدًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ -

رَدَّاهُ اَبُوهُ اَدَعَا

چلا گیا اور علیہ السلام کا دل (ابوہ) سے

۱۔ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ وہ وہاں کون سے دو دن تھے بعض نے کہا کہ ایک روز کا اور دوسرا ہر جان کا دن تھا۔ مگر یہ قول بعید قراہہ لگایا ہے کیونکہ یہ دلائل اثبالیہ کی عادات اور ان کے خصائص میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲۔ جن میں تم لوگ اہتمام سے کھیل کود میں مشغول ہوتے ہو۔

۳۔ یعنی ہمیں اس کا علم نہیں۔ ہم نہیں جانتے یہ کیا دن ہیں لہذا کسی نے ابوہ وعب کے یہاں نہیں بھٹکے کیا۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم اور ہمارے باپ دادا ان دو دنوں کو ابوہ وعب میں گزارتے ہیں اور زمانہ جاہلیت سے ایسا کرتے آ رہے ہیں۔ اس عبادت میں انہوں نے عذریات بیان کیا اور اس کا جانب اشارہ کیا ہے اور جاہلیت کے افعال میں سے ہیں۔ ان میں عبادت کا مفہوم اور سنجیدگی نہیں پائی جاتی۔ لہذا غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع کر دیں تو ہم انہیں ترک کر دیں گے جس طرح دور جاہلیت کے دیگر امور ہم نے ترک کر دیے ہیں۔

۴۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ہمیں ان دو دنوں کے بدلے جو جرم تھے جاہلیت میں مقرر کر رکھے تھے دو بہتر دن ہمیں عطا کر دیے ہیں۔ وہ دو دن کون سے ہیں۔ ایک یوم قرآن کا دن دوسرا یوم فطر کا دن۔ اس عبادت میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ یوم کی عید حقیقی اور اس کے بدلے فرحت و سرور خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی ہر صورتوں میں عید میں بڑے لطیف انداز میں ابوہ وعب سے روکا گیا ہے اور ایسے دو دن ایسے ہیں کہ ان کے یہ جانے اور مقرر فرمائے جو فحش اور دین و سنت کے خلاف طریقہ سے پاک ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو شریکین کی عیدوں سے مانگے تواروں کی تعظیم اور ان سے سرور ہونے اور ان کے ایسے ایام میں ان کے پاس ہانے اور ان کے پردگروں میں شرکت کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ عید یوم الفطر اور فطر کے طور پر اور کفر و کفار سے متعلق رسومات و عبادت کا دور وازہ بند کرنے اور مسلمانوں کی عید سے دور رکھنے کے لیے اسے کفر کہہ دیا ہے۔ کذا فی فتح الباری۔ اسے سمجھ لو

۱۳۵۹  
۱۵  
وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يَمْرُتَ

رَدَّاهُ اَبُوهُ اَدَعَا  
وَاللَّائِي مَرَّتْ

حضرت بريدة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید الفطر کے روزے  
نہیں رکھے اور نہ ہی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روزے رکھتے تھے  
نہیں جب تک کہ آپ کو کھانا نہ ملے اور نہ ہی ان کے  
کے دل کوئی چیز تناول نہ فرماتے جب تک کہ عید  
کی نماز نہ پڑھ لیتے تھے

(ترمذی۔ ابن ماجہ۔ داریم)

۱۵ حضرت زبیرہ سلمی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کے حالات متعدد جگہ بیان ہو چکے ہیں۔  
 ۱۶ یعنی نماز عید فطر کے لیے نہ تشریف لے جاتے جب تک کہ آپ کچھ تناول نہ فرمائیے۔  
 ۱۷ علمائے فرمایا ہے کہ عید فطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے میں حکمت یہ ہے کہ جب کھانے پینے کی اجازت روزوں کے اختتام پر ملتی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں جلدی کرنے کی غرض سے ایسا کیا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری آپ کا مقصد نہ ہوتا تو آپ سیر ہو کر کھاپی لیتے۔ مگر اس کے برعکس آپ چند کھجوروں پر اکتفا فرماتے۔ لہذا آپ کا یہ تناول فرمانا محض حکم الہی کی بجا آوری کے لیے ہوتا تھا۔ بعض نے کہا کہ آپ دونوں عیدوں کے دن ان کا صدقہ ادا کرنے کے بعد کھاتے پیتے تھے۔ اور چونکہ عید فطر کا صدقہ نماز کو جانے سے پہلے ادا کیا جاتا ہے اس لیے عید فطر کے دن آپ نماز سے پہلے کچھ کھائیے۔ اور عید النبی کے دن کا صدقہ (قربانی) نماز کے بعد ہوتا ہے۔ اس لیے آپ پہلے نماز عید ادا فرماتے۔ اس کے بعد قربانی کا صدقہ پیش کرتے اور کھاتے۔

حضرت کثیر بن عبد اللہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرات شروع کرنے سے پہلے سات بجیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قرات سے پہلے پانچ بجیریں کہیں۔  
 (ترمذی - ابن ماجہ)

(دارمی)

حضرت جعفر بن محمد سے رسالہ روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عیدین اور عید الاضحیٰ میں سات اور پانچ بجیریں کہیں اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی۔ اور قرات بلند آواز سے کی۔ اسے امام شافعی نے

روایت کیا۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما سے بطریق ارسال مروی ہے۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۸ وَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
 جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيدَيْنِ فِي الْأَوَّلَى  
 سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَ فِي الْآخِرَةِ  
 خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ -  
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ  
 وَ الدَّارِمِيُّ

۱۹ وَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ  
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرُ كَبَرُوا فِي الْعِيدَيْنِ  
 وَ الْأَمْسِيَّةِ سَبْعًا وَ خَمْسًا قَبْلَ  
 صَلَاتِهِمَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَ جَعَرُوا  
 بِالْقِرَاءَةِ -

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ

۲۰ وَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ



سَأَلْتُ أَبَا مُوسَى وَحَدِيثَهُ كَيْفَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُكَيِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ  
فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَانَ يُكَيِّرُ أَرْبَعًا  
تُكَيِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حَدِيثُهُ  
صَدَقَ

دایت سے فرماتے ہیں میں نے ابو موسیٰ اور حدیث سے  
سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں  
اور عید فطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے حضرت ابو موسیٰ  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار تکبیریں جاننے کی چار  
تکبیروں کی طرح۔ حضرت حدیث رضی اللہ عنہ نے کہا  
کہ ابو موسیٰ نے سچ کہا۔

(رواہ ابو داؤد)

(ابوداؤد)

۱۷ حضرت سعید بن العاص اموی ہیں۔ اشرف قریش میں سے ہیں۔ آپ سخاوت و فصاحت کے جامع اور  
ان جلیل القدر حضرات میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ مصنف شریف کی کتابت کی۔ علامہ  
نے کہا ہے کہ آپ لب و لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑھ کر مشابہ تھے۔ مگر اصل ان کا  
لقب ہے۔ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہجرت کے بعد اودہ در سے پہلے پیدا ہوئے  
۱۸ یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حدیث بن الیمان رضی اللہ عنہما۔

۱۹ واضح ہو کہ احادیث میں تکبیرات عیدین مختلف آئی ہیں۔ اور اس بارے میں ائمہ کے اقوال مختلف ہیں  
تین ائمہ (امام مالک، امام شافعی، امام محمد) کے نزدیک پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ ہیں۔ لیکن امام  
مالک و امام احمد کے نزدیک ان سات میں تکبیر تحریمہ بھی شامل ہے۔ مگر دوسری رکعت کی پانچ تکبیروں میں تکبیر تحریمہ  
شامل نہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سات اور پانچ تکبیروں میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر قائم شامل نہیں  
ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر قائم کے علاوہ تین تکبیریں  
تکبیریں ہیں۔ یہ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ کے اختیار کیا وہ حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ ان دونوں حضرات کی احادیث کے اسناد ان کی قطعاً صحیح ہیں۔ لیکن  
قری یا ضعیف کہنے میں بڑا کام کیا گیا ہے۔ جس کا کچھ حصہ شرح میں مذکور ہے۔ متاسفانہ طور پر اس کی پوری  
میں جب کہ احادیث مختلف آئی ہیں تو کم مقدار والی احادیث کو لیں گے۔ کیونکہ وہ ان پیام تکبیر کہنا اور پانچ  
بند کرنا خلاف محمود و مستحب ہے۔ لہذا اقل مقدار کا اختیار کرنا ادنیٰ ہوگا۔ کذا فی الہدایۃ۔

بہر ازاں واضح ہو کہ بلا واسطہ میں متعارض تمام مذاہب حضرت ابن عباس کا مذہب ہے۔ اس کی وجہ یہ  
ہے کہ جب اسلامی حکومت خاندان بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی تو عباس حکومت کے حکام و مایلوں نے تمام  
بلا واسطہ کی طرف کھنکھایا کہ ہمارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں۔ اور اس امر کا پابند

کر دیا کہ صرف حضرت ابن عباس کے مذہب پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد تمام بلاد میں ان کا مذہب قائم اور جاری ہو گیا۔ البتہ جاس کے شہر حضرت دہلی (اللہ اسے آباد رکھے اور اس کے باشندگان کو آفات سے محفوظ رکھے) کے لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں۔ مگر اس کے اطراف و اکناف اور باقی بلاد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۳۰ وَ عَنْ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَّاهُ يَوْمَ الْعِيدِ  
قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اندر اس میں ایک کمان دی گئی۔ آپ نے اس پر تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (ابوداؤد)

۱۔ بعض کتب فقہ میں مذکور ہے کہ کمان یا عصا پر تکیہ لگانا مکروہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس کے جہاز میں سنت وارد ہو چکی ہے۔ اور دفعۃ العلماء سے نقل کیا گیا ہے کہ ہر شہر و علاقہ جو فتح ہوا تو ہر خطبہ اور جنگ سے وہاں خطبہ میں ہتھیاروں پر تکیہ لگایا جائے۔ اور جو علاقے اس کے بغیر فتح ہوئے ان میں خطبہ کے دوران عصا پر تکیہ لگایا جائے۔ اسی وجہ سے شافعی حضرت مکہ معظمہ میں تلوار پر تکیہ لگاتے ہیں کیونکہ مکہ معظمہ جنگ سے فتح ہوا اور خضیفہ کے نزدیک عصا پر تکیہ لگایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ جنگ کے بغیر فتح ہوا۔ اور دینس طیبہ میں بالاتفاق خطبہ کے دوران ہتھیاروں پر تکیہ نہ لگایا جائے گا کہ وہ جنگ سے فتح نہ ہوا۔

۳۳۱ وَ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا  
خَطَبَ يَتَوَكَّفُ عَلَى عَتَرَةٍ أَوْ قِدَا  
(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک چھوٹے نیرٹے پر تکیہ لگاتے۔ اسے امام شافعی نے روایت کیا۔

۲۔ آپ اکابر تابعین میں سے ہیں۔

۳۔ صحیحین میں لفظ عترة (یعنی گندہ اور نون ذرا) آیا ہے۔ چھوٹا نیزہ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ خادمہ صاحبہ آپ کے ساتھ پہنچے تھے اور نمازیں آپ اسے بطور سترہ (اٹل) استعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

۳۳۲ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي يَوْمٍ جَاهِدَ جَدًّا بِالْحُلُوفِ قَبْلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں عید کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پیسے نماز عید

الْخُطْبَةُ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا أَقَامَةٍ  
فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَامَ مُتَوَكِّئًا  
عَلَى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى  
عَلَيْهِ وَوَعَّظَ النَّاسَ وَذَكَرَهُمْ  
وَحَثَّهُمْ عَلَى طَاعَتِهِ وَمَضَى  
إِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ  
بِتَقْوَى اللَّهِ وَوَعظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ  
(رواه الترمذی)

پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا: بغیر آذان اور اقامت کے  
جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال  
پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ  
کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو وعظ فرمایا اور ثواب  
و عذاب انہیں یاد دلایا اور انہیں حاضرت خداوندی  
کی ترغیب دی اور آپ حضرت بلال کے ساتھ  
عورتوں کی طرف تشریف لے گئے انہیں مخاطب فرمایا  
کا حکم دیا۔ اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ (نسائی)

۱۳۶۳  
۶۶

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ  
رَجَعَ فِي غَيْرِهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن جب  
ایک طرف سے جاتے تو دوسری طرف سے لوٹتے  
ہے اور اپنی تشریف آوری فرماتے۔

(رواه الترمذی و الدارمی)

۱۳۶۴  
۶۷

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي  
يَوْمِ عِيدٍ فَقَصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِيدِ فِي  
الْمَسْجِدِ - (رواه أبو داود، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے دن  
کھنڈ کے دن بارش ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
عید و رسم نے لوگوں کو نماز عید مسجد میں پڑھائی۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی)

۱۳۶۵  
۶۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن  
حرم کی طرف نکھا اور وہ غمران میں تھے کہ عید کا

وَعَنْ أَبِي الْخُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ عَلَى عُمَرَ  
ابْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِبَجْرَانَ عِيدِي

الْأَضْعَىٰ وَآخِرُ النَّظَرِ وَحَافِظُ  
النَّاسِ -

جلد بی پڑھو اور عید الفطر دیر سے اردو لوگوں کو  
نصیحت کرو۔

ذَرَّاهُ الشَّافِعِيُّ

(مشافعی)

۱۔ حوریت عاکی پیش۔ دوا کی دبر یا ساکن۔ لڑکی زیر۔ آخر میں شاہ حضرت ابو الحوریت تابعین میں سے ہیں۔  
 ۲۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ (حزم کی دبر یا ساکن) آپ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ خندق پہلا غزوہ ہے  
 جس میں آپ شامل ہوئے۔ آپ کی عمر شریف اس وقت پندرہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بخران کا عامل  
 مقرر فرمایا۔ (بخران) نون کی دبر جیم ساکن۔ علاقہ یمن میں ایک شہر ہے آپ وہاں سترہ سال رہے۔ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ایک خط مبارک لکھ کر ان کے سپرد کیا جس میں غرائض و منن اور دیتوں کا ذکر تھا اور اس میں یہ بھی لکھا جو  
 اس حدیث میں ہے کہ عید بقر جلد پڑھنا وغیرہ۔

۳۰ علامہ نے کہا ہے عید بقر جلدی اور عید فطر دیر سے پڑھتے ہیں شاید حکمت یہ ہے کہ جب صدقہ فطر ادا کر دیا گیا اعد کچھ کھاپی بھی لیا تو اب کوئی ایسی مرضی بہم باقی نہ رہی جو کثرت اجتماع کا موجب بن سکے۔ یا یہ کہ وہ کمزوری اور سستی جو رمضان کے روزے رکھنے کی وجہ سے لاحق ہو گئی تھی وہ نماز عید کے لیے جلدی چھینے کو مانع اور رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ بخلاف عید الاضحیٰ کے کہ اس میں نماز کے بعد صدقہ (قربانی) کیا جاتا اور کھایا پیا جاتا ہے لہذا اس میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔

۱۳۶۸ وَعَنْ أَبِي عَمِيرٍ بْنِ النَّسِّ عَنْ

عُمُومَةٌ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

مَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَمْبَانَا جَاءُوا

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

أَتَقْبَلُ بِأَوَّلِ الْعِلَادِ بِالْأَمْسِ قَامَرَمُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَارْحَمْ عَلٰى اَنْبِيَائِكَ وَاَوْلِيَّائِكَ

يَكْفُرُوا إِلَىٰ مَا هُمْ بِهِ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اسے کہہ کر میرے لوگ دروڑل کے بعد پیچھے تھے۔ غار

ایا ہے کہ یہ سوار دن کے آخری حصہ میں آئے تھے

لیا کہ ہم پر ہمال شوال پوشیدہ رہا۔ (ہمیں دکھائی

حصہ می چند سوار مرید آئے اور انہوں نے رسول

\_\_\_\_\_

at.com

al.com

حضرت ابو ظمیر بن انس سے وہ اپنے چچاؤں سے جو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، روایت

کرتے ہیں کہ ایک قافلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے گواہی دی کہ انہوں

نے کل میاں دیکھ لیا ہے۔ اس پر آپ نے لوگوں کو

حکم دینا کہ روزہ افطار کر لیں اہل کل مجھ نمازید کو میں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَمْ يَأْكُلْ رِبَاً وَأَشْفَقَ

اس کا یہ کہ یہ لوگ درویش کے بعد پیچھے تھے۔ نماز عید کا وقت گزر چکا تھا۔ ابن ماصہ اور دارقطنی کی روایت میں

ملاحظہ کیا ہے کہ یہ سوار دنیا کے آخری حصہ میں آئے تھے۔ دار قطنی کی حدیث کا لفظ اس طرح ہے کہ صحابہ کرام نے

عزم کیا کہ ہم پر ہلال شوال پوشیدہ رہا۔ (ہمیں دکھائی نہ دیا) خانہ لوگ روزے سے اٹھے۔ اسی دن کے

آخری حصہ میں چند سوارِ مدینہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ ہم نے

---

marfat.com

maria1.com

رات کو عید کا چاند دیکھ لیا ہے۔ ایک روایت میں بعد زوال آفتاب کا لفظ آیا ہے۔ احادیث کا مذہب یہی ہے جیسا کہ ہدایہ میں کہا۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

۱۳۶۶ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
عَطَاءٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ  
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ  
يُؤَدُّنَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى  
ثُمَّ سَأَلْتُهُ يَعْزِي عَطَاءٌ بَعْدَ حِينٍ  
عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَنِي قَالَ أَخْبَرَنِي  
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ لَا أَذَانَ  
لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِينَ يَخْرُجُ  
الْإِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ  
وَلَا أَقَامَةً وَلَا رِنْدَاءً وَلَا  
شَيْءَ لَا رِنْدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا  
إِقَامَةً -

حضرت ابن جریج سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
مجھے عطاء نے حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن  
عبد اللہ سے خبر دی ان دونوں نے فرمایا کہ عید بقر  
اور عید فطر کے دن اذان نہ کی جاتی تھی پھر عید عید  
بعد میں نے عطاء سے اسی بارے میں پوچھا تو انہوں  
نے مجھے بتایا کہ مجھے جابر بن عبد اللہ نے خبر دی کہ  
عید فطر کے دن امام کے نکلنے کے بعد نہ تو  
غزاکہ اذان ہے نہ تکبیر عام احادیث  
و کچھ اور بھی یعنی اسی دن نہ نماز ہے نہ

رَدَّاهُ مُسْلِمٌ

۱۳۶۷ ابن جریج جیم کی پیش۔ لا کی زبوا ساکن۔ ایک روایت میں جیم کا جیم اور جیم کا جیم کی پیش کی  
تصریح نہیں۔ ابن جریج کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جیم ہے کسی قرنی نقباء میں سے تھا قریش کے  
آزاد کردہ غلام میں باصل میں آپ روی ہیں۔ مشہور ائمہ دین سے ہیں۔ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں ایک حدیث کے  
مطابق آپ پہلے شخص ہیں جس نے اسلام میں تصنیف و تالیف کا کام کیا عطاء نے کہا ہے کہ آپ صلوات اللہ علیہ  
زیادہ ثابت اور زیادہ قوی ہیں۔ ان سے ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ تنویر ہوتے دیکھتے تھے  
اور متم کرتے تھے۔ آپ شامہ میں مکہ معظمہ میں فوت ہوئے ان کا باب عبد العزیز مشہور تالیف ہے مگر جریج  
اپنے باپ سے زیادہ تقیہ اور زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

۱۳۶۸ اس بار عطاء نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی تفصیل کی اور صرف غزاکہ عید فطر کا ذکر کیا۔ اور کچھ چیزیں

اور بیان کریں اور کمال الخ۔

۱۷ یعنی خطبہ کے لیے۔

۱۸ جیسا کہ کہتے ہیں الصلوۃ الصلوۃ وغیرہ یہ نفی مطلق کی تاکید کے لیے ہے۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دن میں نہ نذر تھی نہ اقامت۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھی اور فجر کے دن نکلتے تھے۔ اور نماز سے ابتدا کرتے تھے جب نماز پڑھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کی طرف رخ کرتے جب کہ لوگ اپنی اپنی جائے نماز پر بیٹھتے ہوتے تھے پھر اگر آپ کو کسی لشکر کے روانہ کرنے کی حاجت ہوتی تو لوگوں کے سامنے اس کا ذکر فرماتے یا آپ کو کوئی اور حاجت و ضرورت درپیش ہوتی تو لوگوں کو اس کا حکم دیتے اور فرماتے صدقہ کرو صدقہ کرو۔ صدقہ کرو بلکہ تو زیادہ صدقہ کرنے والی عورتیں ہوتی تھیں۔ پھر آپ اپنے گھر کی طرف لوٹ آتے۔ پھر یہ دستور (پہلے نماز پھر خطبہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نئے کر خلقائے راشدین کے بعد تک جاری رہا۔ تا آنکہ مروان بن الحکم کا زمانہ آگیا۔ پھر میں مروان کے ساتھ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے باہر نکلا۔ یہاں تک کہ ہم عید گاہ تک پہنچ گئے۔ تو اچانک ہماری نگاہ پڑی کہ کثیر بن العقیس نے عید گاہ میں اینٹ لگا رہے کا منبر بنایا ہوا تھا اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا۔ گویا وہ مجھے منبر کی طرف کھینچ رہا تھا۔ اور میں اسے نماز کی طرف کھینچتا تھا۔

۱۹ رَوَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّى صَلَاتَهُ قَامَ فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مَجْلَسِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ يَبْعَثُ ذِكْوَةً لِلنَّاسِ أَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ يَغَيِّرُ ذَلِكَ أَمْرًا مِنْهُمْ يَأْمُرُ بِهَا وَكَانَ يَقُولُ قَصِدُوا قَصِدُوا قَصِدُوا قَصِدُوا وَكَانَ أَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مَرُوانَ بْنَ الْحَكِيمِ فَخَرَجَتْ مِنْهَا مَرُوانَ حَتَّى أَتَيْنَا الصَّلَاةَ فَإِذَا كَثِيرُ بْنُ الْعَقِيسِ قَدْ بَنَى مَنبَرًا مِنْ طِينٍ وَكُنَّا مَرُوانَ يَنَادِي بِأَنَّهُ كَانَ يَجُوزُ نَحْوَ الْمَنبَرِ وَأَنَا أَجْرُهُ نَحْوَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ مِنْهُ قُلْتُ أَيْنَ الْإِسْتِدَارُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ تَرَاكَ مَا تَعْلَمُ أَقْلَبْتُ كُلَّ



وَالَّذِي كُنْتُ بِبَيْدِهِ لَا تَأْكُوتُ  
بِغَيْرِهِ وَمَا أَعْلَمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ  
ثُمَّ انْصَرَفَ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جب میں نے اکی یہ حرکت دیکھی تو میں بولا کہ نماز سے  
ابتدا کرنا کہاں گیا وہ بولا نہیں اُسے ابو سعیدؓ کہتا ہے  
معم میں ہے وہ بات اب جھوڑ دی گئی ہے میں نے  
کہا ہرگز نہیں۔ اکی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے  
جو چیز میرے علم میں ہے تم اس سے بہتر کوئی چیز نہیں  
لا سکتے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی پھر آپ  
واپس موٹ گئے۔ (مسلم)

۱ یعنی تین بار

۲ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کی تاکید کا اثر قبول کرتے ہوئے عورتیں زیادہ صدقہ  
کرتی تھیں۔

۳ جرحنت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔

۴ حدیث میں لفظ خاصۃً بجا آیا ہے۔ یعنی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا خاصہ یعنی (پھلو) لے جاتا ہے۔ کیونکہ  
اس حالت میں ایک کا ہاتھ دوسرے کے پھلو پر ہوتا ہے۔

۵ یعنی کثیر بن الصلت کندی نے گارے اور کچی انٹوں کا تیر تیار کیا ہوا تھا اور خدا اس کا اپنا مکان بھی عیدی  
تھا۔ یمن لام کی زیر باکی زیر۔ بر وزن کتف۔ یمن بر وزن ابل بھی آیا ہے۔ یہ شخص (کثیر بن الصلت) رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکا تھا اور اس کا نام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تیر رکھا تھا۔ اس کا نام  
پسے قلیل رکھا گیا تھا۔ صاحب جامع الاصول نے اسے صحابہ میں ذکر کیا۔ اور بعض نے کاشف میں کہا قلیل نہ معجزہ  
کہا گیا ہے کہ اسے صحبت نبوی کا شرف حاصل تھا۔ بعض نے کہا یہ تابعی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی خطاب رضی اللہ  
عنہ نے اس کا نام کثیر رکھا تھا۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سب سے پہلے عید گاہ میں جس شخص نے تیر تیار کر دیا  
تھا اور امام ملک کی تصنیفات سے نقل کیا گیا ہے کہ عید گاہ میں تیر پر جس شخص نے پہلا خطبہ دیا وہ حضرت عثمان بن  
عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔

۶ تاکہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے۔

۷ تاکہ نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے جیسا کہ سنت طریقہ ہے۔

۸ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا فعل تھا۔

۹ یعنی اسے ابو سعیدؓ مجھ سے اس بارے میں نزاع اور جھگڑا نہ کرے۔

نہ نماز عید پہلے پڑھنے کے فعل میں مصلحت یہ ہے کہ اگر نماز پہلے پڑھی جائے تو لوگ خطبہ سے بغیر اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ خطبہ سننے کی استطاعت نہیں کرتے۔  
 اللہ اور جماعت میں شریک نہ ہوئے۔ جیسا کہ طیبی نے کہا۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ منبر کی جانب سے پھر گئے اور نماز کی جانب متوجہ ہو گئے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ معنی یہ ہو کہ مروان منبر کی طرف گیا تاکہ خطبہ پڑھے اور اس نے حضرت ابوسعید کی بات نہ سنی کہ پہلے نماز ہوگی پھر خطبہ۔ یہ معنی عبارت کے لحاظ سے بہت ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

واضح ہو کہ نماز عید فطر خطبہ سے پہلے ادا کرنا سنت ہے اور کتب فقہ و احادیث کے مؤلفین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ بغیر خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے نماز ادا کرتے تھے آپ کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عمل مبارک بھی یہی تھا۔ ترمذی نے کہا کہ صحابہ وغیرہم اہل علم کا عمل بھی اسی پر تھا۔ علماء نے کہا ہے کہ سب نے پہلے جس شخص نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ بھی ایک مدت کے بعد خود آپ نے اپنے سابق دستور کے خلاف کیا۔ جب کہ آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز کے لیے نہیں پہنچتے۔ جیسا کہ ابن المنذر نے مجمع الاسناد سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے روایت کیا۔ یہ وہ علت دو وجہ نہیں ہیں علت دو وجہ کا ارادہ مروان نے کیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسا کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ لوگ نماز عید کی جماعت میں شامل ہوں۔ اور مروان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ خطبہ سنیں۔ کیونکہ لوگوں نے مروان سے زمانہ میں خطبہ سننا اس وجہ سے ترک کر دیا تھا کہ خطبہ میں ان حضرات کو گالیاں دی جاتی تھیں جو گالیوں کے مستحق نہ تھے اور بعض لوگوں کی مدح و ثناء میں جالغہ کیا جاتا تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کبھی کبھار اس مصلحت کے پیش نظر ایسا کیا ہو جسے آپ دوست جانتے تھے۔ اس کے برعکس مروان نے عرق فاسد کے تحت جھوٹے سچے اس کا دستور بنالیا تھا۔ بعض نے کہا اس میں سب سے پہلے جس نے تغیر و تبدل کیا۔ حضرت معاویہ تھے۔ ماہ مروان نے مدینہ میں اور زیادہ تر ان عمال و حکام نے جو بصرہ میں تھے۔ اس بارے میں ان حضرات معاویہ کی متابعت و فرمانبرداری اختیار کرنی۔ واللہ اعلم۔ شیخ کا کلام ختم ہوا۔ اس روایت کے ثبوت کی صورت میں مروان کا قول قد ترک ما ترک پر محمول ہوگا۔ یعنی اس میں تبدیلی کا موجب نہیں بلکہ لوگ پہلے سے چھوڑ چکے ہیں۔ اس لیے مجھے بھی لکنا کرنا پڑا۔ اسے سمجھ لو۔

# بَابُ فِي الْأَضْحِيَّةِ

## قربانی کا باب

اضحیہ ہزہ کی پیش اور زیر۔ یا مشدد و مخفف اس کی جمع اضافی (یا کی تشریح یا تخفیف سے) اس چیز کا نام ہے جو وقت مخصوص میں تقرب کے طور پر ذبح کی جاتی ہے۔ جیسے اونٹ اور گائے وغیرہ۔ اور اسے قربانی کہتے ہیں۔ تضحیہ کا معنی ہے ذبح کرنا اور قربانی کرنا۔ یوم نحر کو یوم الاضحیٰ اسی بنا پر کہتے ہیں۔ یا یہ لفظ ضحیٰ سے بنکے ہے۔ یعنی دن کا بلند ہونا۔ بلکہ اس کا اصل یہی ہے۔ اضحیہ بھی اسی سے ہے۔ کہ وہ تضحیہ (قربانی کرنے) کا اول وقت ہے۔ واضح ہو کہ قربانی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک ہر آزاد مسلم مقیم والدہ پر واجب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف کے نزدیک سنت ہو کہ وہ ہے۔ امام احمد و محمد و ابو حنیفہ کا مشہور و مختار مذہب یہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے نزدیک غنی پر واجب اور فقیر پر سنت ہے۔ ابن ابودب کے رسالہ میں جو امام مالک کے مذہب میں لکھا گیا ہے کہ قربانی ہر اس شخص پر تمام استطاعت رکھتا ہو۔ سنت واجبہ ہے اور سنت سے مراد وہ راستہ ہے جس پر دین میں چلا جاتا ہے یا سنت واجبہ ہے وجوب تاکیدی مراد ہے یا سنتی معنی کے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کے وجوب کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ترمذی ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن یساکہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ہم نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر مکرم مالوں پر قربانی ہے۔ یہ وجوب کا صیغہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جسے مالی کشادگی حاصل ہو اور وہ قربانی کرنے سے کوتاہی کرے وہ گناہ کے قریب نہ آئے۔ اس قسم کی وحید ترک واجب پر لکھی ہوئی ہے۔ کہ قربانی ایک واجب ہے۔

## الفصل الاول

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَسِبُ الْمَنْحَمُونَ أَقْرَبِيَّ دَهْلَمًا بَيْدَةً وَنَسِي وَكَثِيرٌ قَالَ نَائِثَةٌ وَاضْعًا قَسَمَهُ عَلَى صَاحِبَيْهَا وَ يَقُولُ

## پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ ہر سبک داسے بکروں کی قربانی کی۔ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بسم اللہ اور بکیر کہی۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں نے آپ کو ان بکروں کا کر دیا

بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ -

پر آپ کا قدم رکھے دیکھا۔ آپ پڑھ رہے تھے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

بِسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ - (بخاری و مسلم)

۱۱۔ کیش کاٹ کی زیر بارساکن بجز۔ اربعین تثنیہ اربع یعنی کچھ سیاہ کچھ سفید۔ بعض نے کہا اربع وہ بکرا ہے جو سفید زیادہ اور سیاہ کم ہو۔ لمحہ میم کی پیش لام ساکن وہ رنگ جس کی سفیدی سیاہی سے مخلوط ہو۔ اقرنین تثنیہ اقرن معنی سینگ والا۔ یعنی بے سینگ والا بکرا۔ ورنہ ہر بکرا سینگ دار ہوتا ہے۔ یا اقرنین کا معنی ہے مجمع و سالم سینگوں والا۔

۱۲۔ یعنی ذبح کے وقت جیسا کہ ذبح کے وقت ضروری ہے۔

۱۳۔ یا اہل کے نہ پر۔ مضاعف صلوٰ کی زیر سے جمع منفع "صدا کی زیر اور قافا ساکن بمعنی پہلو و جانب اور چہرہ اور چہرے کی کشادگی۔

۱۴۰۰ وَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

مَلَیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّوْا اَمْرًا یَّکْشِ

اَقْرَنَ یَطَافِیْ سَعَادٍ وَ یَبْرُکُ فِی

سَعَادٍ قَدْ خَلَعُوْا سَعَادَ فَاَقْبَیْ بِہِ

قَالَ یَا عَائِشَةُ مَلَیَ الْیَسْوِیَّةَ

تَرَکَالَا اَشْجَدَیْکَا یَحْجَرُ فَنَعَلْتُ

ثُمَّ اَخَذَمَا وَ اَخَذَ الْکَبِشَ فَاُخْبِیْہِ

ثُمَّ ذَبِہْ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ

تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُّحَمَّدٍ

وَ مِنْ اُمَّتِیْ مُّحَمَّدٍ ثُمَّ مَضٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بکرا لانے

کا حکم دیا جو سینگ والا ہو اس کے پاؤں سیاہ ہوں

سیاہی میں سوتا ہو سیاہی میں دیکھتا ہو۔ ایسا

بکرا لایا گیا تاکہ آپ اسے ذبح کریں۔ آپ نے حضرت

عائشہ سے فرمایا پھری لے کر آپ نے فرمایا

اسے پھر سے تیز کر۔ تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر

آپ نے اسے پکڑا اور بکرے کو بھی پکڑا اور اسے

ٹٹایا پھر اسے ذبح کیا۔ پھر فرمایا اللہ کے نام سے

خود بکرا ہوں۔ اسے اللہ قبول کر محمد اور آل محمد

اور امت محمد کی طرف سے (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر

اس سے لوگوں کو چاشت کا کھانا کھلایا۔

(مسلم)

(مسلم)

۱۵۔ یعنی اس کا سینہ اور گم سیاہ ہو۔ بروک بمعنی سنا اور زمین پر سیدہ رکھنا۔ اصل میں یہ لفظ اونٹ کے پئے آتا ہے۔

۱۶۔ یعنی اس کی آنکھیں سیاہ ہوں۔ جیسا کہ طبی نے کہا بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کے

ارد گرد کی جگہ سیاہ ہو۔  
 ۳۵ ید یہ میم کی تینوں حرکتوں کے ساتھ۔  
 ۳۶ حدیث میں لفظ شغل آیا ہے شین، ماہملہ اور ذال۔ بمعنی چھری وغیرہ تیز کرنا۔ بشکل معنی خان۔  
 ۳۷ ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔

۳۸ ان الفاظ سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ قربانی فقرا پر بھی واجب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرا و اغنیاء سب امت کی طرف سے قربانی کی۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ ان الفاظ سے ثواب میں شرکت مراد ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر فضل و کرم ہے کہ آپ اپنی عبادت کے ثواب میں اپنی امت کو بھی شریک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اہل سے بڑھ کر جزا سے جہاں نے ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی۔

۳۹ تفسیح جس طرح ذبح کے معنی میں آتا ہے۔ چاشت کے وقت کھانا کھلانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں اس معنی میں ہے۔

۱۳۶۱ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسْنَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِمَّنِ الْقَبَائِرِ۔  
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا نہ ذبح کرو مگر مسنہ (بڑا جانور) مگر اگر تم پر ایسا واقع ہو کہ تم ذبح کرنا چاہو تو ذبح کرنا جائز ہے۔

۱۴۰۱ دَعَا مُسْلِمًا  
 لفظ حدیث میں مسنہ (میم کی پیش میں) کا لڑکھنوا ہے۔

۱۴۰۲ حدیث کے عربی الفاظ میں اس کے لیے لفظ جذعہ آیا ہے (میم و ذال کی قریب آتا ہے)۔  
 ۱۴۰۳ واضح ہو کہ اس حدیث کی شرح میں بڑی تفصیل ہے۔ ہم یہاں معنی فقر کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔ اور خرج عربی میں ہم نے ملا سب اس وجہ کے مواضع کمال بیان کیا ہے۔ حرم ہوتا چاہیے کہ قربانی جائز نہیں۔ مگر اونٹ گائے اور بکری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے ان تین امانات و ہجہ کے علاوہ اور کسی میں مردی نہیں ہے۔ پھر بکری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معز جسے ازہویں بکری کہتے ہیں۔ دوسری تاشا جسے ازہویں بکری کہتے ہیں۔ یہ بھی گائے کی ہی ایک قسم ہے۔  
 ۱۴۰۴ جاتا ہے اور لفظ جازوس سین ہملہ کے ساتھ لفظ کا دیش سے عربی بنایا گیا ہے۔ یہ بھی گائے کی ہی ایک قسم ہے۔  
 ۱۴۰۵ ان سب اقسام کا دشنی ثما کے ساتھ یعنی دو نما جائز ہے۔ اس حدیث میں واضح لفظ مسنہ سے مراد ہے۔

اونٹ پر سے پانچ سال کا چھٹے سال میں جب قدم بگھتا ہے تو وہ بڑا ہوتا ہے۔ غلام میں کہا دوندا اونٹ وہ ہے جو پانچ سال کا ہو چکا ہو گائے دو سال کی ہندی ہوتی ہے اور بکری چارہ خان ہو خواہ مفر۔ ایک سال کی ہدایہ میں ایسا ہی ہے۔ امام احمد کا مذہب بھی اخاف کے مذہب کے موافق ہے۔ اسے سنہ کفہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ باقرہ ذکر ہر کر پیچ کر اگلے دو مانت جن میں شہادت ہے، گراہتے ہیں۔ لفظ سنہ سن سے ہے بمعنی دانت۔ یا یعنی سال تو ان تمام اقسام میں اس عمر کا ہونا شرط ہے۔ مگر بیڑ سے کہ اس کا جزدہ بھی درست ہے۔ ہدایہ میں کہا فقہا کے مذہب میں بیڑ کا پچہ (جزدہ) وہ ہوتا ہے جو پچہ ماہ کا ہو چکا ہو زعفرانی نے کہا جو سات ماہ کا ہو چکا ہو مگر اتنی عمر کے پچے کی قربانی اس وقت جائز ہے جب کہ وہ آنا عظیم الجسم اور موٹا تازہ ہو کہ اگر سال کی عمر والوں میں ملایا جائے تو دوسرے دیکھنے میں تہ نہ مل سکے کہ ان میں چھ ماہ کا پچہ کونسا ہے۔ اور اگر چھوٹا اور حقیر دکھائی دے تو پھر جائز نہیں۔ اگر پچہ سال کا اور بکری کا چھ ماہ کا پچہ جائز نہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہت سی بکریاں دیں کہ وہ انہیں آپ کے صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم کریں۔ تقسیم کے بعد ایک بکری باقی بچ گئی۔ حضرت عقبہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی قربانی تم کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایک پچہ ملا ہے۔ فرمایا تم اس کی قربانی کر لو۔ (بخاری و مسلم)

۱۳۶۲ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَفْسِدُهَا عَلَى صَحَابِهِ مَنَعَايَا فَبَقِيَ عَشْرٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذْهَا وَأَنْتَ وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي بَقِيتُ جَذْعًا قَالَ خُذْهُ

ایک پچہ بکری کا پچہ (جزدہ) ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکریاں دیں کہ وہ انہیں آپ کے صحابہ میں تقسیم کریں۔ تقسیم کے بعد ایک بکری باقی بچ گئی۔ حضرت عقبہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی قربانی تم کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایک پچہ ملا ہے۔ فرمایا تم اس کی قربانی کر لو۔ (بخاری و مسلم)

۸۴۔ وہ مانع ہو کہ متروک بکری کے ایک سال کے پچے کا نام ہے۔ تو پھر یہ قربانی کے لیے بلا شک و شبہ



بالکل ٹھیک ہے۔ اور اگر سال سے کم عمر والے کا نام ہے تو پھر یہ اجابت و کفایت حضرت حبیبہ بن مہر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تھی جیسا کہ ابو بردہ کی حدیث میں جَدُّ عُمَرَ (بکری کا چھ ماہ بچہ) آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تو ذبح کرے۔ اور اس کی قربانی کا جو صرف تیرے لیے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ بعض احکام اشخاص کے لیے خاص کر دیں۔ کیونکہ جملہ احکام قول صحیح کے مطابق آپ کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔

۳۳۔ وَ عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلِّي (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں گائے بکری ذبح کرتے اور وہیں اونٹ کا خر کرتے تھے (بخاری)

اے گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ غراؤٹ کے ساتھ خاص ہے اور ذبح عام ہے اداؤٹ کا خر کرنا اس کے ذبح کرنے سے افضل ہے۔

۳۴۔ یہ حدیث مسند العیدین کی فصل املا میں حضرت ابن عمر سے روایت بنام جابر بن عبد اللہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کا ذکر یہاں چاہیے تھا نہ کہ وہاں۔

۳۴۔ وَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْتَقُوا عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ أَبُو حَالِدٍ عَنِ اللَّفْظُ لَهُ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ حدیث بخاری میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۷ کئے سات آدمیوں کی طرف سے اداؤٹ سے سات چیزوں کی طرف سے جائز ہے۔ مسلم ابوالدواد۔ اور یہ الفاظ ہیں۔

اے یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ جب حدیث کے یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں تو پھر ان کے نقل میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔

۳۵۔ وَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَ أَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُضَيِّعَ فَلَا يَمَسْ مِنْ شَيْءٍ وَ بَشِيرٌ شَيْئًا وَ فِي عَوَاقِبِهِ فَلَكَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عشاء کا شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی نے قربانی کرنے کا ارادہ کر لیا ہو تو وہ اپنے بالوں اور بدن کے چمڑے کو بالکل نہ چھوئے

يَا خُدَّ شَعْرًا وَلَا يَغْلَمَنَّ ظَعْرًا  
وَرَفِي رَمَايِلًا مِّنْ رَّأْيٍ هَكَالَ  
ذِي الْعَجَبِ وَأَمَّا أَنْ يَغْلَمَنَّ  
فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرَةٍ وَلَا مِنْ  
أَفْطَانِيَةٍ -

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بال نہ سے اور  
ناخن نہ تراشے۔ ایک روایت میں ہے جس نے  
ذوالحجۃ کا بال دیکھا اور قربانی کا ارادہ کیا تو وہ  
اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ نہ  
سے۔

(لَفَاكُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

اس حدیث میں اس کے یہ عربی لفظ فلا یغْلَمَنَّ آیا ہے لام کی شد اور بغیر شد کے دونوں طرح روایت ہے  
اور یہ تقیم یا قلم سے مشتق ہے۔ اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ بال کاٹنا اور ناخن تراشنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر بشرہ یعنی جسم کی کھال کاٹنا جو کہ بالوں  
کے نیچے ہوتا ہے اس کا کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کی کھال کاٹنا بھی مقصود ممکن ہے کسی عذر کی بنا پر  
یا بغیر عذر کے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی منع فرماتے ہیں۔ حضرت یحییٰ شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ کرام نے اس  
مفہوم کی تصریح کی ہے اور فرماتے ہیں شارح علیہ الرحمۃ اس معنی سے مطلع نہ ہو سکے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ بشرہ  
سے یہاں ایک دوسری روایت کے قرینہ کی بنا پر ناخن مراد ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے  
ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ حجام بیت اللہ شریف سے مشابہت پیدا ہو جو کہ حالت احرام میں ہوتے ہیں۔ یہ  
مشابہت تعریف کی طرح ہے جو بعض کے نزدیک مستحب ہے یا یہ حکمت ہے کہ جسم کے ہر جزو حتیٰ کہ بالوں اور  
ناخنوں تک کی قربانی واقع ہو۔ اسی سے متلی میں قربانی کے دن پہلے قربانی ہوتی ہے پھر ہر منڈایا جاتا ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر حجام کرام سے تشبہ مقصود ہوتا تو یہ حکم تمام عنومات احرام کو شامل اور عام  
ہوتا کہ سائیکل اور ٹریکٹر اور فیرہ بھی ذوالحجۃ کے مشرہ میں ممنوع ہوتا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت حرام کے  
درجہ میں ہے یا مکروہ تہریم ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک درجہ حرام میں اور دوسری جماعت کے نزدیک مکروہ  
تہریمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جامع الاصول میں مسلم کی ایک حدیث حضرت مرد بن سلم بن عائشہ رضی اللہ عنہ سے  
نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حیدر قربان کے دن کے قریب ایک حمام میں گئے۔ اہل حمام میں سے کچھ لوگوں نے  
نورہ اہل حمام سے کہا کیا بعض نے کہا کہ ان ایام میں علماء اس سے منع کرتے ہیں۔ اس کے بعد جب میری ملاقات  
مید بن المہیث سے ہوئی تو میں نے اس کا ذکر ان سے کیا۔ انہوں نے فرمایا اسے میرے برادر زادہ یہ ایک حدیث  
ہے جسے لوگوں نے فراموش کر دیا ہے۔ اور اس پر طعن کرنا ترک کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت  
ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ ذی الحجۃ کا چاند دیکھو تو



رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ  
أُمِرْتُ وَأَنَا أَقَلُّ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ  
مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ  
بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ  
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَ  
ابْنُ مَاجَةَ وَالتَّائِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ  
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَالتَّائِمِيُّ  
ذَبَحَ بِيَدِهِ وَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ  
أَكْبَرُ اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي وَ  
عَنْ أَهْلِ بَيْتِي مِنْ أُمَّتِي -

اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک  
نہیں مجھے اسی کا حکم ملا اور میں فرمانبرداروں میں  
سے ہوں۔ الٰہی یہ تجھ سے ہے تیرے لیے ہے  
خدا اور اس کی امت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر  
پھر ذبح فرمایا۔ احمد ابو داؤد ابن ماجہ دارمی  
اور احمد ابو داؤد و ترمذی کی دوسری  
روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح  
فرمایا اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر الٰہی یہ میری  
طرف سے اور میرے اس امتی کی طرف سے  
ہے جو قرآنی نہ کر سکے۔

۱۔ اصل میں لفظ موجوہین ہے۔ وہ دو بکرے جن کے خقیص کی رگیں بے کار کر دی گئی ہوں۔ یعنی خصی۔  
اگر یہ لغت میں خصا کا معنی ہے خقیص کو کیسے لینا۔ گریباں یہی معنی ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ اگر اعتراض کیا جائے  
کہ خصی کو جانور کے لیے نقصان ہے کہ اس کے بعض اجزاء کم کر دیے گئے اور جس طرح کہ کان اور سینک کٹا  
قرآنی کے لیے درست نہیں خستی جانور جو کہ ناقص ہے کس طرح درست ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ خصی ہونا  
صحت و ظاہر کے اعتبار سے نقصان ہے مگر معنی کے لحاظ سے کمال ہے۔ کیونکہ خصی جانور کا گوشت بہت  
مٹھ اور بہت لذیذ ہوتا ہے اور اس کی قیمت زیادہ اور گراں ہوتی ہے۔

۲۔ لہذا قرآنی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین و مذہب ہے۔

۳۔ جو عبادت اور ذبح کرنے میں غیر خدا کو خدا کا شریک کرتے اور بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔  
۴۔ یعنی میری نماز اور میری تمام عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اور لفظ لشک کا اطلاق استعمال زیادہ تر اس  
مخصوص عبادت (قرآنی) کے لیے ہوتا ہے۔

۵۔ یعنی مجھے توخیر اور ترک شرک کا حکم دیا گیا ہے۔

۶۔ یعنی اس اسلام لانے والوں اور اس کی قضاء و قدر کو تسلیم کرنے والوں میں سے ہوں۔ کبھی آپ  
اس لفظ کے بجائے دانا اول المسلمین فرماتے۔ یعنی میں اس امت میں پہلا مسلمان ہوں کیونکہ ہر نبی اپنی امت  
میں سب سے پہلا مسلمان ہوتا ہے۔ بلکہ میں ذات و رتبہ کے لحاظ سے تمام لوگوں میں سب سے پہلا مسلمان ہوں  
یہ دعا کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول بعد الکبیر میں گزر چکی ہے۔

۷۷ یعنی یہ قربانی پیری عطا اور تیرا فضل ہے۔

ہے یعنی تیرے ثواب اور تیری رضا کے لیے کر رہا ہوں۔

۹۵ کہ ذبح کے لیے یہی دو لفظ کافی ہیں۔ زیادہ الفاظ فضیلت کے لیے ہر تے ہیں۔

نہ آپ نے یہاں اپنی آل کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ آل بھی امت میں داخل ہے اور اس روایت میں لفظ بیدہ زیادہ آیا ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ اے بِسْمِ اللّٰهِ الْکَبْرِ اللّٰهُمَّ ذِئْمَنِي وَعَنْ لَمْ يَفْتَحْ مِنْ اُمْتِي۔ یعنی یہ میری اور میرے اس امتی کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکتا۔

۱۳۴ وَ عَنْ حَنْشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا  
يُضَرِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا  
فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَرِّي عَنْهُ  
فَأَنَا أُضَرِّي عَنْهُ -

رواه أبو داود وروى الترمذي

نَحْوُ

حضرت خنسلہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو بکرے ذبح کرتے دیکھا  
تو میں نے اس سے عرض کیا یہ کیا ہے۔ آپ نے  
فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے  
وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں  
تو میں آپ کی طرف سے قربانی کروں گا۔

اللہ اور اہل تہذیب نے اسی کی شکل روایت کی۔

۱۵ حضرت غنیمت حاکم مہملہ وزیر اور فوج کی زبردست آغوش میں محمدؐ آپ کو فی تابعتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی احادیث پر کلام ہے۔ الاحاد و روایات کہتے ہیں کہ فقہ ہے۔

۵۲ کہ آپ دو بکرے ذبح کر رہے ہیں جب کہ ایک بکری کافی ہے۔

۵۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اپنی گریبی طرف سے ایک بار قربانی کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے ایک بار قربانی کی سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کر رہا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے ہمیشہ قربانی کیا کرنا۔ اس بار حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی وصیت ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ لیکن اسے جانور قرار نہیں دیتے۔ جنہوں نے اس پر ایسا کیا کہ اللہ سے منقول ہے کہ میرے نزدیک محبوب تر یہ ہے کہ اس کی طرف سے قربانی کی جگہ صدقہ کرے۔ اور اگر میت کی طرف سے قربانی کرے تو پھر اس میں سے خود کچھ نہ لگا سکے۔ بلکہ اس قربانی کا سارا گشت صدقہ کر دے۔

وَعَنْ عِيَالٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

كَمْ تَشَرَّفَ الْعَيْنَ وَالْأَذْنَ وَأَنْ  
لَا تُضَيَّ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَاهَرَةٍ  
وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ -  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَ  
النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ  
وَأَنْتَهَتْ رَوَايَتُهُ إِلَى قَوْلِهِ  
وَالْأَذْنَ -

ہم لوگ قربانی کے جانور کی آنکھیں اور کان اچھی طرح  
دیکھ لیں۔ اور ایسا جانور قربانی نہ کریں جس کے کان  
کا اوپر کا حصہ کٹا ہوا ہو اور داس کی جس کی کان کا نیچے  
والا حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ اس کی جس کے کان میں بڑا ٹھکان  
ہو۔ اور نہ وہ جس کا کان پھٹا ہوا ہو۔ ترمذی، ابوداؤد  
نسائی و دارمی وابن ماجہ ابن ماجہ کی روایت  
والاذن پر ختم ہو جاتی ہے اور والی لافسفی سے  
بے کراخبر حدیث تک کے الفاظ اس میں نہیں ہیں۔

۱۔ کہ ان میں کوئی ایسا نقص دہیب نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی قربانی جائز نہ ہو۔  
۲۔ حدیث میں لفظ مقابلہ ہے باقی زبرد سے۔ اسی طرح لفظ مابرة کی با پر زبرد ہے۔ اور لفظ شرقاء و خرقاء  
کے ذیل پہلے

۱۳۸۱ وَ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْتَ  
تَضَوِّقَ بِأَعْضَابِ الْقَرْنِ وَالْأَذْنِ  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرمایا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم ایسے  
جانور کی قربانی کریں جس کے سینک ٹوٹ چکے ہوں  
اور جس کے کان بھی کٹے ہوئے ہوں۔  
(ابن ماجہ)

۱۔ عربی لفظ اعصاب ایسے معنی۔ (یعنی اور ضاد معجم کی زبرد سینک کا ٹوٹا ہوا ہونا۔ عضباء وہ بکری  
جس کے سینک ٹوٹ ہوئے ہوں۔ اس لفظ کا اکثر استعمال سینک ٹوٹنے میں آتا ہے کبھی کان کے لیے بھی ہو  
جاتا ہے جیسا کہ ہم ہمیشہ میں ہے۔ مراد کان کٹا ہے۔ مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ  
اور دارمی)

۱۳۸۲ وَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سُئِلَ مَاذَا يُشَقُّ مِنَ الضَّحَايَا  
فَأَشَارَ بِبِيَدِهِ فَقَالَ أَنْتُمُ الْعَرَبَاءُ  
الْبَيْنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيْتُ

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
دریافت کیا گیا کہ کس قسم کے جانور قربانی نہ کیے  
جائیں۔ تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے  
فرمایا چار جانور۔ ٹکڑا جس کا ٹکڑا اپنی ظاہر و نمایاں



ہوا کا ناجس کا کاہن واضح اور نمایاں ہو۔ بیمار  
جس کی بیماری نمایاں طور پر محسوس ہو رہی ہو۔  
نہایت دہلا جس کی ہڈیوں میں مغزیاتی م  
رہا ہو۔

عَوْرَهَا وَ الْمَرِيضَةَ الْبَسِيْنُ  
مَرْضَهَا وَ الْعَبْقَاءُ الرَّقَى لَا تُنْقَى  
رَوَاةُ مَالِكٍ وَ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ  
وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ  
وَ الدَّارِمِيُّ۔

۱۔ یعنی جس کا کاہن کل یا اکثر طور پر ظاہر نمایاں ہو۔  
۲۔ کہ اس کی صحت کی امید نہ ہو۔

۳۔ حدیث میں لفظ تنقی آیا ہے۔ تا کی پیش نون ساکن۔ قاف کی زیر۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
سنگ دار۔ قوی ہیکل زنجیرے کی قربانی کرتے تھے  
جوسیاہی میں دیکھے۔ سیاہی میں کھائے اور  
سیاہی میں چلے۔

۳۸۳۔ وَ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَيِّقُ  
بِكَبْشٍ أَقْلَنَ فَحَبِيلٌ يَنْظُرُ فِي سَوَادِ  
وَ يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ وَ يَمْشِي فِي  
سَوَادٍ۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

رَوَاةُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ  
وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ۔

(ابن ماجہ)

۱۔ یہ حدیث کے لفظ فیل (بروزن کریم) کا ترجمہ ہے۔ یہاں اس کا یہی معنی ہے۔ اس کا اصل معنی نہ  
طاقتور اور مادہ پر کوڑنے والا بکرا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قربانی کے لئے بہتر وہ نہ بکرا ہے جو مادہ پر بار بار  
کوڑ کر چڑھتا ہو۔ مراد طاقتور اور بڑا ہے۔

۲۔ یعنی سیاہ چشم۔ سیاہی میں کھائے یعنی جس کے منہ کا لنگ کالا ہو۔ سیاہی میں چلے یعنی سیاہ قدم  
حضرت مجاشع سے جو بنی سلیم سے ہیں روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ  
بھیر کا شش ماہہ بچہ اس میں کھوت کتا ہے جس  
میں بکری کا ایک سالہ بچہ کاتی ہو۔

۳۸۴۔ وَ عَنْ مَجَاشِعَ بْنِ بَنِي سُلَيْمٍ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْجَدْعَ يُورَقُ  
مِمَّا يُورَقُ مِنْهُ الشَّيْءُ۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

رَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ  
ابْنُ مَاجَةَ۔

(ابن ماجہ)

۱۔ تجاشع یم کی پیش جیم کی دربار و شین مجہ کی ریر۔ بنی سلیم سین کی پیش۔ لام کی زبر حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ صحابی ہیں قبیلہ بنی سلیم سے ہیں۔ اور ہاجرین میں سے ہیں۔ جذع جیم اور ذال کی زبر جذع سے یہاں بیٹر کا بچہ مراد ہے جیسا کہ باب کے اول میں گزرا۔ اور اگر جذع کی تفسیر اس سے کریں جو پورے سال کا ہو چکا ہو تو پھر بکری کا ایک سالہ بچہ بھی درست ہے کیونکہ تثنی بکری کے ایک سالہ بچہ کو کہتے ہیں۔ اور لفظ یونانی (فامشد) توفیہ مصدر سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بیٹر کا چھ ماہہ بچہ قربانی کے لیے کتنا اچھا ہے۔

۱۳۸۹ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَغْتَمِ الْأَضْحِيُّ الْبَذْعُ مِنَ الضَّأْنِ۔

(ترمذی)

(رواہ الترمذی)

۱۔ یعنی بیٹر کا چھ ماہہ بچہ قربانی کے لیے جائز ہے مگر بکری کا چھ ماہہ بچہ جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید اٹھی آگئی تو ہم گائے سات حصہ وار شریک ہوئے۔ اور اونٹ میں دس۔

۱۳۹۰ وَ رَأَى ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِثِ عَشْرَةً۔

ترمذی، ابن ماجہ

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۳۹۱ تَعَاكَ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَهَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

۱۔ اونٹ میں دس حصہ وار دلوں کا اشتراک بعض علماء کے نزدیک جائز ہے مگر جہوہ اس پر ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اور گائے و اونٹ کا ایک ہی حکم ہے۔

۲۔ ترمذی میں ایک حدیث یہ بھی مروی ہے کہ ایک بکری سب گھر والوں کی طرف سے کفالت رتی ہے گھاس کا حکم بھی وہی ہے۔ جبریاں کیا گیا کہ یہ بھی منسوخ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۳۹۲ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ  
النَّصْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ  
الدَّمِ وَرِائِهِ كِبَاقِي يَوْمِ الْقِيَمَةِ  
بِقُرُونِهَا وَ أَشْعَدُهَا وَ أَظْلَلُهَا  
وَ إِنَّ الدَّمَ كَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ  
قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَطَيَّبُوا بِهَا  
نَفْسًا .

ابن آدم کا کوئی عمل یوم نحر کے دن کے عمل (خون  
بہانے) سے محبوب تر نہیں۔ بیشک وہ اقربانی  
کا جانور قیامت کے دن اپنے سیگوں، بالوں  
اور کھردوں کے ساتھ اٹے گا۔ اور بے شک خون  
زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت  
کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اپنے آپ کو اس کے  
ساتھ خوش کر دو۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(ترمذی - ابن ماجہ)

۱۔ خلف اس کلمہ کہتے ہیں جو درمیان سے چڑھا ہو۔ جیسے گائے اور بکری وغیرہ کا کلمہ یعنی یہ سب چیزیں  
قیامت کے دن میزان میں رکھی جائیں گی۔ اور ان کے ساتھ میزان کو بھاری کیا جائے گا۔  
۲۔ یا معنی یہ ہے کہ تمہیں قربانی کے اس عمل سے خوش ہونا چاہیے۔ حدیث کا لفظ طیبوا طیب تشدید یا  
طیب نیز شد سے مشتق ہے اور دونوں طرح مروی ہے۔ اصل صحیحی ادل روایت کے مطابق اور دوسرا معنی دوسری  
روایت کے مطابق۔

۱۳۸۸۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا مِنْ آيَةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ أَنْ  
يَتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرٍ وَ هِيَ الْحَجَّةُ  
يَعْمَلُ حَيْثُمْ كُلُّ يَوْمٍ مِمَّنْهَا بِحَيْثُمْ  
سَنَةٍ وَ قِيَامٌ كُلُّ لَيْلَةٍ مِمَّنْهَا بِحَيْثُمْ  
لَيْلَةٍ الْقَدَرِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
دنیا میں سے کوئی دن اللہ کے نزدیک اس کی  
عبادت کے لیے دو الحجۃ کے دنوں سے  
پہلے نہیں۔ ان دنوں میں سے ایک دن  
کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اسی دن  
کا ایک رات قیام (عبادت اللہ) لیلۃ القدر کے  
قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی - ابن ماجہ - ترمذی  
لے گا اس کا اسم وضع ہے۔)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ  
وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ اسْتَأْذَنُكَ كُفَيْتُ

۱۔ یعنی ان دنوں میں عبادت کرنا باقی تمام دنوں کی عبادت سے افضل ہے۔ جو بھی عبادت کا عمل ہو  
خصوصاً قربانی کا عمل کہ دیگر تمام اعمال سے فاضل قرار محبوب تر ہے۔  
۲۔ علماء کا عشرہ ذی الحجۃ اور عشرہ رمضان کی انصافیت میں اختلاف ہے۔ قرار و پیغمبر قول یہ ہے

کہ ذوالحجہ کے دس دن رمضان کے دس دنوں سے افضل ہیں۔ کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔ مگر رمضان کی دس راتیں عشرہ ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں۔ کہ ان میں شب قدر ہوتی ہے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۳۸۶ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ  
شَهِدْتُ الْأَمَنِيَّ يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ  
يَمُدَّ أَنْ صَلَّى وَفَرَّغَ مِنْ صَلَاتِهِ  
وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يُرَى لَحْمًا أَهْلَكَهُ  
قَدْ دُبِحَتْ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ  
صَلَاتِهِ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ  
أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَسْذِبْهُ مَكَانَهَا أُخْرَى  
وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ  
خَلَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ كَانَ  
ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَوْ لَعَلَّ يَلْبَسُ  
أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَسْذِبْهُ  
خَلَبَ جَمْعًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں روزا منیٰ کے دن کہ نحر و  
قربانی کا دن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو آپ واپس لوٹے نماز ادا  
کرنے اور اس سے فارغ ہونے اور سلام پھیرنے  
سے کہ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ قربانیوں کے گوشت میں  
جو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی گئی تھیں  
آپ نے فرمایا جس نے اپنی نماز یا ہماری نماز پڑھنے  
سے پہلے ذبح کی ہیں۔ تو وہ ان کی جگہ دوسری ذبح کر  
ادایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت  
جندب نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن  
نماز عید پڑھی۔ پھر خطبہ دیا پھر قربانی کا جانور ذبح  
کیا۔ اور فرمایا جس نے اپنی نماز پڑھنے یا ہماری نماز  
پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی۔ تو وہ اس کی جگہ دوسری  
ذبح کرے اور جس نے نماز عید سے پہلے ذبح  
نہ کیا تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔  
(بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی حضرت جندب بن عبد اللہ بخاری رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اصناف میں جندب بن سفیان  
بھی کہتے ہیں۔ واوا کی طرف نسبت کی بنا پر۔ انہیں بخلی، علقمی اصناف میں بھی کیا جاتا ہے۔ پہلے کوفہ میں رہے پھر  
بصرہ چلے گئے۔ وہاں سے مکہ معظمہ بھی آئے اور حضرت ابن الزہیر رضی اللہ عنہ کے نقشہ کے چار سال بعد اس  
دار فانی سے رحلت کر گئے۔ ان سے حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہما روایت

کرتے ہیں۔

۱۲۹۰۔ وَ عَنْ تَارِفِ بْنِ أَبِي عُمَرَ  
قَالَ الْأَضْحَىٰ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ  
الْأَضْحَىٰ -

حضرت تارفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عید کے دن  
کے بعد کے دو دن بھی قربانی کے دن ہیں۔ اسے  
مالک نے روایت کیا اور کہا مجھے حضرت علی ابن  
ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل حدیث  
پہنچی ہے۔

رَوَاهُ مَالِكٌ وَ قَالَ بَلَّغْنِي عَنْ  
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِثْلَهُ -

۱۲۹۱۔ وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَقَامَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَسِتِينَ يُضَبُّونَ  
رَبْعًا الْقُرْآنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ  
میں دس سال قیام پذیر رہے اس عرصہ میں مسلسل  
قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی)

۱۲۹۲۔ وَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ قَالَ  
أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ قربانیاں

کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارے یہے ان میں کیا اجر و ثواب ہے۔ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے (بال کا تعلق گائے بکری سے ہے) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پشیم میں کیا ثواب ہے۔ (جو بیڑا دراز نوٹ پر ہوتی ہے) فرمایا پشیم کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی

(احمد بن ماجہ)

الْأَضَاحِيُّ قَالَ سَنَنْهُ أَرَيْتُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَكُلُّ شَعْرَةَ حَسَنَةً قَالُوا فَالْقُصُوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَكُلُّ شَعْرَةً مِنَ الْقُصُوفِ حَسَنَةً

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ ان کی اصل کیا ہے۔

۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پشیم کے یہ بھی شعر (بال کا استعمال آتا ہے)

## بَابُ الْعَتِيرَةِ

### عتیرہ کا باب

عتیرہ بکر بن عتیرہ سے مشتق ہے عتیرہ روزن ذبیحہ زمانہ جاہلیت کی قربانی ہے جو وہ ماہِ رجب میں بتوں کے لیے کرتے تھے۔ عتیرہ اسلام میں مسلمان لگاتے تھے۔ اس کے بعد منور ہو گیا۔ تو پشیم نے کہا بہت سے علماء نے عتیرہ کو کورہ قرار دیا ہے۔ اس کے جواز کی ہی نفی کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کی بنا پر جواز ہی ہے۔ بعض علماء اب بھی باج مانتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماہِ رجب میں عتیرہ ذبح کیا کرتے تھے۔ جو علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی جاہلیت کے فعل کے ساتھ خاص ہے جو وہ بتوں کے لیے کرتے تھے۔ مسلمان خدا کے لیے ذبح کرتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی قیاحت نہیں۔ ان کے موقف کی تائید حضرت ضعیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کرتی ہے۔ جسے ابو داؤد نے روایت کیا۔ کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب میں عتیرہ کیا کرتے تھے۔ اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا تم خدا کے لیے ہر ماہ میں کر سکتے ہو۔ حدیث کا مضمون ختم ہوا۔



## الفصل الأول

## فصل اول

۱۳۹۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرْعَ وَ  
لَا عَتِيرَةَ قَالَ وَالْفَرْعُ أَوَّلُ نَتَاجِ  
كَانَ يُنْتَبِهُ لَكُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ  
لَطَوَاغِيَّتِهِمُ وَالْعَتِيرَةُ رُفَى رَجَبٍ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کوئی  
فرع نہیں کوئی عتیرہ نہیں۔ راوی کہتا ہے فرع وہ  
بچہ ہوتا تھا جو ان کے لیے اونٹنی یا بکری پیسے جتنی  
تھی۔ وہ اس بچے کو اپنے بھروسے کے لیے ذبح  
کرتے تھے اور عتیرہ وہ ہے جسے ماہ رجب میں  
ذبح کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ فرع فاک زبرے

۲۔ یہ حدیث عتیرہ کی نفی اور اس کی حرمت کی دلیل ہے۔

## الفصل الثاني

## دوسری فصل

۱۳۹۳ عَنْ مَخْنَفِ بْنِ سُكَيْمٍ قَالَ كُنَّا  
دُقُوقًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بَعْرَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ  
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ امْرِئٍ  
بَيْتَ فِي كُلِّ عَامٍ أَمِيحَةً وَعَتِيرَةً  
مَنْ تَذَرُونَهَا مَا الْعَتِيرَةُ هِيَ الْإِثْمُ  
تُسَمُّونَهَا الرَّجِيئَةَ -

حضرت مخنف بن سکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ ہم دقوقہ میں ہم تک رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں نے آپ کو  
فرمایا کہ ہر سال ہر آدمی کے لیے ایک عتیرہ  
ہو۔ حال قرآن اللہ جبروت ہے۔ جبروت ہے۔  
کہا ہے یہ وہ ہے جسے ہم سمجھتے ہیں کہ  
ہر آدمی کے لیے ایک عتیرہ ہو۔  
اور قرآن نے کہا یہ عتیرہ عتیرہ الہیہ  
الاستاد ہے۔ اور اللہ نے کہا عتیرہ عتیرہ  
ہو چکا ہے۔

رَوَاكَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَ  
الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَهَذَا  
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ  
مُضَعَّفٌ الْإِسْنَادُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ  
وَالْعَتِيرَةُ مَسْخُوحَةٌ -

۱۷ مخفف میم کی زیر غا ساکن۔ بعد میں ذون دھار سلیم سین کی پیش لام کی ذرر آپ صحابی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اصغمان کا دالی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی اور عتیرہ کے بارے میں حدیث روایت کی ہے۔

۱۸ کیونکہ ماہِ رجب میں ذبح کیا جاتا ہے۔

۱۹ ثور پشی نے کہا کہ عتیرہ کے منسوخ ہونے میں علامۃ کلام کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع کے دن تھا۔ اور یہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف دو تین ماہ پہلے ہی کو ثابت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۳۹۵ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِیَوْمِ الْأَضْحَى حَنِئًا حَمَلَهُ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَةِ كَمَا لَكَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَايَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيحَةً أُنْشِيَ لَهَا مَنِيحًا بِهَا قَالَ لَا وَلَكِنْ خُذْ مِنْ شَوْرِكَ وَأَطْلُقْ بِكَ وَتَقْطَعْ خَلْقَكَ وَتَمْلِكْ مَا تَلْفَ خَدْرَكَ تَمْلِكُمْ أَخْرَجَتْكَ رَحْمَةُ اللَّهِ

۱۴۱۴ مَا تَلْفَ آفُودَاكَ وَالْمُسَاكِينِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اضحی کے دن (جسے اللہ نے اس امت کے لیے عید بنایا ہے) حکم دیا گیا ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا مجھے بتائیں کہ اگر میں دودھ دینے والی ناقہ یا بکری کے سوا کچھ نہ پاؤں کیا میں اس کی قربانی کروں۔ فرمایا نہ بلکہ اپنے بال لے اور اپنے ناخن تراش اور اپنی لمبی کچھ پست کر۔ اور اپنے بال زیر ناف صاف کر۔ یہ اللہ کے نزدیک تیری پوری قربانی ہوگی۔ (ابوداؤد و نسائی)

۱۴۱۵ اصل صریح میں یہاں لفظ منیجہ آیا ہے۔ مانے مہلک کے ساتھ جو وزن کریمہ۔ منیج سے مشتق بمعنی عطا کر دینا کی حالت میں کہ دودھ دینے والی آدمی یا بکری زیادہ ساکین کو دے دیا کرتے تھے تاکہ وہ اس کے دودھ بلکہ دال اور پنچے سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جب تک کہ ان کو اس کی ضرورت ہو اس سے نفع اندوز ہوتے رہیں ضرورت پوری ہونے پر وہ انہیں واپس کر دیتے تھے۔ یہاں منیجہ کے ساتھ انشی کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور بھی منیجہ کہتے ہیں۔ اور اس کی تاحاتہ کی تا کی طرح ہے۔ کہ اس کا اطلاق نہ کے لیے بھی

ہوتا ہے یا انشیٰ کا لفظ تاکید کے لیے قید اتفاقی کے طور پر لایا گیا ہے۔ یعنی کہ دوسرے دینے والی اذنی کا نفع زیادہ ہے تو یہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ اگر میرے پاس منہ کے علاوہ قربانی کے لیے اور کوئی جانور نہ ہو تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اسے ذبح نہ کرو۔

۲۔ یہ تمام افعال تیری طرف سے قربانی متصور ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب میں قربانی کا درجہ رکھیں گے۔

## بَابُ صَلَوةِ الْخُسُوفِ

### نماز خسوف کا باب

وقت کے اعتبار سے مشہور یہ ہے کہ خسوف کا استعمال چاند کے لیے اور کسوف کا استعمال سورج کے لیے ہوتا ہے۔ حدیث کے راویوں میں سے بعض نے دونوں کے لیے کاف اکسوف سے روایت کیا ہے بعض نے دونوں کے لیے خسوف کا لفظ روایت کیا ہے اور ایک جماعت نے چاند کے لیے کسوف اور سورج کے لیے کاف سے روایت کیا ہے جو احادیث باب میں مذکور ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی خبر دیتی ہیں سب کسوف شمس کے لیے ہیں۔ ماسوائے دوسری جگہ کہ اس میں احتمال ہے۔ شیخ نے اپنی شرح میں اسے خسوف قمر پر محمول کیا ہے۔ اور سوائے اس بات کے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا کہ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ كَذَلِكَ لَا يَنْقُضُ ذَلِكَ فَلْيُحْمَلْ اللَّهُ عَنَّا حَقَّهُ وَرَحْمَةً مِنْ رَبِّهِ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ كَذَلِكَ لَا يَنْقُضُ ذَلِكَ فَلْيُحْمَلْ اللَّهُ عَنَّا حَقَّهُ وَرَحْمَةً مِنْ رَبِّهِ۔ جب تم یہ دو نشانیاں دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کرو۔ جب تم انہیں دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کرو۔ جب تم یہ دو نشانیاں دیکھو تو اللہ کے حضور دعا کرو۔ اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ کہ ان دو احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل معلوم ہو سکا کہ آپ نے نماز کسوف پڑھی یا دعا وغیرہ کی۔ اور شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث دارقطنی سے نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں کے وقت آٹھ رکعتیں چار سجدوں سے ادا کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک حدیث ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح و چاند کے گرہن کے وقت چار رکعتیں چار سجدوں کے ساتھ ادا کرتے۔ لیکن ان دونوں احادیث کے استناد میں کلام ہے۔ واللہ اعلم۔

دافع ہو کہ اخاف کے نزدیک سجدہ گراں میں دو رکعت نفل یا جماعت پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں ایک رکوع ہے جبکہ عادتہ نماز میں ہوتا ہے۔ بغیر خطبہ کے۔ اور چاند گرہن میں جماعت نہیں۔ بلکہ ہر شخص اکیلا اکیلا پڑھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ گراں اور چاند گرہن دونوں میں جماعت اور خطبہ ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔ اسی طرح امام احمد کے نزدیک ان کے مشہور مذہب کے مطابق اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک اکیلے اکیلے اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور بغیر خطبہ کے بھی جائز ہے۔ اخاف کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ وہ اخاف کے مذہب کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے اور یہ بات بھی بالکل ظاہر ہے کہ عورتوں اور بچوں کی نسبت ان مردوں پر حقیقت حال زیادہ واضح ہوتی ہے۔ جو صف اول میں کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ عورتوں اور بچوں کو بالکل پچھلی صفوں میں کھڑا کیا جاتا ہے اس لیے مردوں کی روایت زیادہ راجح ہوگی کذا فی البدایہ۔ اور شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ ایسی صحیح اور حسن احادیث لائیں جو حنفیہ کے مذہب کو ثابت کرتی ہیں۔ اور ان احادیث پر محدثین نے اعتراضات کیے ہیں۔ جن میں ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوعوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ راویوں کا ان احادیث میں اضطراب ہے کہ بعض نے ایک رکعت میں دو رکوع کی روایت کی۔ بعض نے تین رکوع۔ بعض نے چار اور بعض نے پانچ۔ لہذا ضروری ہے کہ یہ غلطی مشہور طریقہ کے مطابق پڑھی جائے۔ پھر یہ طریقہ اس مطلق روایت کی مثل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَإِذَا كَانَ ذَٰلِكَ فَصَلُّوا۔ کہ جب گرہن کا وقت ہو تو نماز پڑھو۔ اور اسی شدید اضطراب کے پیش نظر اخاف کے بعض مشائخ نے فرمایا کہ پچھلی صفوں والوں کو یہ اشتباہ زیادہ ہجوم کی وجہ لاتی ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں گرہن کا واقعہ صرف ایک دفعہ واقع ہوا۔ کسی راوی نے بھی ایک سے زیادہ بار اس واقعہ کے پیش آنے کو روایت نہیں کیا۔ کیونکہ وہی پہلی بار میں متعدد بار گرہن کا واقعہ ہوتا ہے اور خلافت عادت ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کا قول کہ مردوں پر حقیقت حال زیادہ واضح ہو سکتی ہے اس وقت کمال دلیل بن سکتا ہے جب کہ حضرت عائشہ کے علاوہ مردوں میں سے کسی نے حضرت عائشہ کے ساتھ نماز نہ کی ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ المال۔

## پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
فرماتی ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
زمانہ میں سجدہ گراں ہوا۔ تو آپ نے ایک

## الفصل الاول

۱۳۹۸ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَآتِ  
النَّفْسَ خَشَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَبَعَثَ مُنَادِيًا الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَقَامَ  
فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ  
وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا  
رَكَعَتُ رُكُوعًا قَطُّ وَلَا سَجَدَتُ  
سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهُ -  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مٹادی کو بھیجا کہ لوگوں میں ان اٹھانے کے ساتھ نکلے  
الصلوة جامعہ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے  
اور چار رکوعوں سے دو رکعتیں پڑھیں اور چار سجدے  
کیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے  
کبھی بھی اس نماز سے زیادہ لمبا رکوع اور سجدہ  
نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں۔

۱۸ جیسا کہ اس کی صورت آگے آرہی ہے یہ مشہور طریقہ (ہر رکعت میں ایک رکوع) کے خلاف ہے۔  
۱۹ جیسا کہ معہود و مشہور ہے۔

۲۰ کہ یہ باقی تمام نمازوں سے دراز تھا۔  
۲۱ وَ غَنَعَا قَالَتْ جَعَلَ اللَّهُ مَتَى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْخُسُوفِ  
بِقَرَأَتِهِ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند  
گرمی کی نماز میں پانچ آذان سے قرائت کی۔  
(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۲ جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرمی  
کی نماز کی روایت ثابت ہے۔ در نہ خسوف کا لفظ سورج کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ  
علوم ہو چکا۔

۲۳ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
قَالَ انْحَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ قِيَامًا  
يُؤْبَلُ نَحْرًا مِنْ قِبَلِ شَمْسِهِ  
أَسْفَلَ ثُمَّ رَكَعَ كَمَا كَانَ يُؤْبَلُ ثُمَّ  
رَكَعَ رَأْسَهُ مَقَامَ قِيَامًا يُلَوْنِيَلَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
بے زام خسوف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
زمانہ میں سورج گرمی ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
و سلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے  
بڑا دراز قیام کیا سورہ بقرہ کی قراءت سے بعد پھر  
دراز رکوع کیا پھر اٹھے تو بہت دراز قیام کیا جو  
پہلے قیام سے کچھ کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے  
رکوع سے کم تھا۔ پھر اٹھے۔ پھر سجدہ کیا پھر قیام

وَهُوَ دُونَ قِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَاَكُمْ  
رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الزُّكُوعِ  
الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ  
قَامَ فَتَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ  
الزُّكُوعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَاَكُمْ رُكُوعًا  
طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الزُّكُوعِ الْاَوَّلِ  
ثُمَّ رَفَعَ فَتَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ  
دُونَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَاَكُمْ  
رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الزُّكُوعِ  
الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ  
انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ  
فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ  
اٰيَاتٍ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْفٰنِ  
لِعِبَادٍ اَحَدٍ وَ لَا رٰحِيۡوَتِهٖۤ كَاِذَا  
رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوۡا اللّٰهَ قٰلُوۡا  
يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ رَاٰيْنَاكَ تَنٰوَلْتَ  
شَيْئًا فِىۤ مَّكَامِكَ هٰذَا شَرَّ  
رَاٰيْنَاكَ تَكْفُكْتَ فَقَالَ اِنِّىۤ رَاَيْتُ  
الْحَنۡجَ فَنٰوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُوۡجًا  
وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَآكَلْتُمۡ مِنْهُ مَا  
لَقِيَتِ النَّاسُ وَ رَاَيْتُ النَّارَ  
فَلَمۡ اَسۡرَ كَالنَّوۡمِ مَنۡظَرًا فَتَطۡ  
اَنْظُرُ وَ رَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا  
النِّسَاءَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا رَسُوۡلُ  
اللّٰهِ قَالِ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ يَكْفُرُنَّ

کیا تو بہت دیر قیام فرمایا۔ جو پہلے قیام سے  
کم تھا۔ پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے  
کم تھا۔ پھر سر اٹھایا تو دراز قیام کیا۔ پھر دراز  
رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر  
اٹھایا پھر سجدہ کیا۔ پھر فارغ ہوئے۔ جب کہ  
سورج صاف ہو چکا تھا پھر فرمایا کہ سورج  
و چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں  
نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گنتے ہیں۔ نہ کسی  
کی زندگی کی وجہ سے۔ جب تم یہ دیکھو تو اللہ  
کا ذکر کرو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے  
آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ میں کچھ لیا پھر  
دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے۔ فرمایا میں نے جنت  
ملاحظہ کی تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر لے لیتا تو  
تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے بلکہ اور میں نے  
آگ دیکھی تو آج کی طرح گھبراہٹ والا منظر کبھی  
نہ دیکھا۔ میں نے دوزخ میں عورتوں کی تعداد  
زیادہ دیکھی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ  
یہ کیوں۔ فرمایا ان کے کفر کی وجہ سے۔ عرض کیا  
گیا کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ فرمایا  
ظہور کی ناشکری اور احسان فراموشی  
کرتی ہیں۔ اگر تم ان سے زمانہ بھر تک  
نیک کرو۔ پھر تمہاری طرف سے کچھ  
دلائی بات دیکھ لیں تو کہتی ہیں کہ  
میں نے تم سے کبھی بھلائی نہ  
دیکھی۔



بِأَنَّهُ قَالَ يَكْفُرَنَّ الْعَشِيرَ وَ  
يَكْفُرَنَّ الْإِحْسَانُ كَوَاحِشَتَا  
إِلَى أَحَدِهِمَا الدَّهْرُ ثُمَّ رَأَتْ  
مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُكَ  
مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ -

ابن ماجہ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۔ ایسی ہی روایت بخاری کی ہے۔ مسلم کی روایت میں انکسٹ آیا ہے۔ اور شرح سنہ میں خفست کا لفظ آیا ہے۔ آپ نے اس موقع پر لوگوں کی امامت کی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔  
۲۔ یعنی وقت کی اتنی مقدار صرف کی جس میں سورہ بقرہ پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے سورہ بقرہ پڑھی تھی۔ واللہ اعلم۔

۳۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قیام کی طرح رکوع فرمایا۔  
۴۔ دونوں قریب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دوسری رکعت میں آپ نے قنوت کیا یا تسبیح پڑھی ظاہر و دوسرا احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۔ جیسا کہ معروف طریقہ ہے کہ دو سجدے کے دونوں کے درمیان بیٹھے۔ یہاں طویل کا ذکر نہ کیا۔

۶۔ یعنی تشدد اور سلام کے بعد اور تلمیذ کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کیا۔

۷۔ یعنی سورج نمایاں، صاف اور روشن ہو گیا۔

۸۔ جو اپنے وجود اور گوشت کے ساتھ متاثر ہونے سے بڑی کمالات کی طرف متوجہ رہنے کے لئے دلالت کرتے۔ اور اہل عقل و دانش کے لیے موجب عبرت بنتے ہیں۔ ایک گھڑی میں اس قدر عبادت و تہجد کے باوجود تاریک اور ماند پڑ جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ اس پر بھی عبادت سے ایسا حال نہ کرے کہ وہ تاریک و ماند پڑ جائے۔ اور انہیں بے نور اور تاریک کر دے۔

۹۔ یہ اہل جاہلیت کے اعتقاد کی تردید ہے کہ چاند یا سورج گرہن کسی حادثہ عظیم کا کئی بڑے نشانی کے ہونے یا نقصان عام کے نور غما ہونے پر ہوتا ہے۔ اتفاقاً اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی ہوا تھا۔ اور لوگ کہتے تھے کہ شاید گرہن کا جب ان کی موت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت کے اعتقاد کے مطابق کسی بڑے آدمی کی موت ہو گئی ہوتی تھی۔ لہذا یہاں زندگی کا ذکر موت کی مناسبت کے طور پر کر دیا ہو گا۔ واللہ اعلم۔

نہ یا آپ نے اسی جگہ جہاں آپ کھڑے تھے کسی چیز کے پھرنے کا ارادہ فرمایا یا اس جگہ جہاں آپ نے میں پند و نصیحت کی کیونکہ آپ نے نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اللہ نعت کی کتاب صرح میں ہے عنقود یعنی خوشہ انکور نظام ہر امراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک لوافد تہ الخ کے قرینہ کی بنا پر معنی یہ ہوگا کہ میں نے پہلے کا ارادہ کیا۔

اللہ معنی یہ ہے کہ میں نے اپنے لیے تو اس میں سے لیا اور اگر میں تمہارے لیے اسے لیتا تو تمہیں بھی دیتا کہ ہمیشہ تم اس سے کھاتے رہتے۔ اس طرح کہاں سے جو دانہ تم کھا لیتے وہاں فوراً دوسرا دانہ لگ جاتا جیسا کہ بہشت کے میوؤں کی خاصیت ہے۔ اور کھانے اور پھیل اور تیل کا بڑھ جانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے وقوع پذیر ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مثل اقد حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ پھر سجدہ کیا تو دراز سجدہ کیا پھر فارغ ہوئے جب کہ آفتاب کھل چکا تھا پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ہیں کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے انہیں گرم نہیں لگتا۔ جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے دعا کرو۔ پھر میں کہو نماز پڑھو اور خیرات کرو۔ پھر فرمایا اے محمد مصطفیٰ کی امت رب کی قسم اللہ سے زیادہ کوئی اس پر غیر تمہند نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی نہ کرے۔ اے محمد مصطفیٰ کی امت رب کی قسم اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہتے کم اور روتے زیادہ ہے

(مسلم بخاری)

۱۳۹۹ وَ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَ قَدْ انْجَلَتْ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَحْسَبَانِ لِمَوْتٍ وَ لَا لِحَيَاتٍ فَإِذَا دُرِيتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ وَ كَبِّرُوا وَ صَلُّوا وَ تَصَدَّقُوا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَ اللَّهُ مَا مِنْ أَحَدٍ أَخْبَرَكُمْ أَنَّ اللَّهَ يَنْفِي عَنْكُمْ عَبْدًا أَوْ تَزِي أُمَّةً يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَ اللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ تَكَيَّفْتُمْ كَثِيرًا

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے یہ الفاظ زیادہ روایت کیے کہ آپ نے دراز سجدہ کیا۔ اور آپ نے خطبہ دعا تکبیر، نماز اور صدقہ کا مضمون زیادہ کیا۔ اور آگے آنے والا مضمون بھی زیادہ بیان کیا۔

۲۔ غیرت کا معنی ہے کسی شخص کا اس بات کو ناپسند جانا کہ کوئی دوسرا کسی ایسی چیز میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے جو اس کا حق ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے غیرت فرمانے سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے امر و نہی میں مخالفت کو ناپسند جانا اور خدا تعالیٰ کی غیرت تمام نافرمانیوں میں ہوتی ہے۔ دنیا کا ذکر تخیل کے طور پر ہے اور اس کی تفصیص اس بنا پر ہے کہ اس میں زیادہ غیرت پائی جاتی ہے۔

۳۔ یعنی آخرت اور قیامت کے حالات اور خدا تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور اس کے احکام تہریہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سورج گرہن ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کھڑے ہوئے۔ آپ اس طرح ڈر سادہ گھبراتے گرا کہ قیامت آگئی۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور اس نے بلے عیام، دھوکہ اور سجدہ سے باز رہی کہ میں نے اس کی مثل کبھی نہ دیکھا تھا اور فرمایا یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے وہ کسی کی تربت اور زندگی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا کہ جب تم ان میں سے کوئی چیز دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے دھوکہ اس کے حضور اور گنہگاروں کی معافی سے پناہ لو۔ (بخاری و مسلم)

۱۴۰۰ وَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَفَّتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَعًا يَغْشَى آثَ تَكُونُ السَّاعَةُ فَآثَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَ رَكَعَتَيْنِ وَ سَجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطْرًا يَنْحَلُّهُ وَ قَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي بَرَسِلَ اللَّهُ لَا تَكُونُ لِمَدَّتِ أَحَدٌ وَ لَا لِحَيَاتِهِ وَ لَكِنْ يُخَوِّتُ اللَّهُ بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَىٰ ذِكْرِهِ وَ دُعَائِهِ وَ اسْتَغْفَارِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۔ یہ راوی کی تخیل و تشیل ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ جب تک آپ لوگوں میں تشریف فرما ہیں۔ قیامت قائم نہ ہوگی۔ نیز وہ دوسرے جو حق سبحانہ نے آپ کا ساتھ کیسے ہونے ہیں، ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔

۲۷ کہ وہ اپنی قدرت سے حالت کے بدلنے، نعمت جبین لینے، عذاب نازل کر کے اور مصیبت بڑا مسلط کرنے پر (اعاذنا اللہ) قادر ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے

۲۸ لغت کی کتاب مزاج میں ہے نَفَرَع۔ قاذرا کی زبرد سے۔ ڈرنا اور پناہ ڈھونڈنا۔

۱۳۹۹ وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّكْرِ سِتَّ رَكَعَاتٍ رَاجِعًا بَعْدَ سَجْدَتِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرامن ہوا جس دن حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ تو آپ نے لوگوں کے ساتھ چھ رکوع چار سجدوں سے پڑے تھے۔

۲۹ یعنی ہر رکعت میں تین رکوع کیے۔ مگر دو رکعتوں میں سجدے چار ہی کیے۔ جیسا کہ مشہور اور معروف طریقہ نماز ہے۔

۳۰ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ عاشورہ، یادسویں ربیع الاول شریف کے دن فوت ہوئے۔ اس میں بخیروں کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ گرامن نہیں ہوتا مگر مینے کے آخری تین دنوں میں، مگر یہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور عاشورہ یا دس ربیع الاول کے دن گرامن خلاف عادت تھا۔ اور اگر بخیر لوگ یہ کہیں کہ مذکورہ تین دنوں کے علاوہ گرامن ہوتا ہی نہیں تو ان کا یہ قول بالکل باطل ہے۔ کیونکہ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۱ وَ عَنْ ابْنِ جَبْرِ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فِيْ اَدْبَعِ سَجْدَتٍ ذَعْنُ عَلِيٍّ تَمَثَّلُ ذَالِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ جب سورج گرامن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکوع چار سجدوں کے ساتھ کیے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل روایت ہے۔

(نَوَافَ مُسْلِمٌ)

۱۔ یعنی دو رکعتیں پڑھیں ہر رکعت میں چار رکوع کیے۔

۲۔ یعنی ان سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح یہ نماز پڑھی۔ یا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گزین کے وقت اسی طرح نماز گزین پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں مدینہ میں تیر اندازی کیا کرتا تھا کہ سورج گزین ہوا میں نے تیر پھینک دیے اور کہا کہ رب کی قسم میں دیکھوں گا کہ سورج گزین کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ فرماتے ہیں میں حضور اقدس کی خدمت میں آیا۔ حضور حاضر میں ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے اس آپ تسبیح تبدیل بخیر۔ اور حمد کہہ رہے تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ سورج سے گزین کھل گیا جب گزین کھل گیا تو آپ نے دو سو مرتبیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی۔

مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن عمر سے روایت کیا۔ اسی طرح شرح سنن میں ابی ہریرہ اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت جابر بن عمر سے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ أَرْتَوِي بِأَسْهُمِي بِالْمَدِينَةِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ قَبْضَتَهَا فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَنْظُرَنَّ إِلَى مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ قَالَ فَاتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الْقَبْلَةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيُكَلِّمُ وَيُكَيِّرُ وَيَحْمَدُ وَيَدْعُو حَتَّى حُسِرَ عَنْهَا فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَأَ سُورَتَيْنِ وَصَلَّى مَرَّتَيْنِ نَوَافَ مُسْلِمٌ فِي صَوْبِهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ وَكَذَا تَرَدَّدَ الشَّيْءُ عَنْهُ وَفِي نُسُخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

۱۔ آپ عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو سعید بن شمس ہے۔ عبد شمس کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ ان کا پہلا نام عبد الکعبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ آپ طلاق مکہ میں سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ نے

سجستان اور کامل فتح کیا۔

۱۵ اور آپ اس وقت کس حال میں ہیں۔

۱۶ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے اس کی ضرورت یہ تھی کہ آپ نے نماز کی نیت باندھی اور پہلی رکعت کا قیام لیا اور سلاز کیا۔ کہ اس میں تسبیح و تہلیل تکبیر و دعا کی۔ یہاں تک کہ گزین ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے قرآن پاک پڑھا اور رکوع و سجدہ کیا اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس میں بھی قرآن پاک پڑھا۔ رکوع اور سجدہ کیا۔ تشہد پڑھا اور سلام پھیرا۔ اسے سمجھو۔

۱۷ اگرچہ صاحب مصابیح صحابی کا ذکر کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ مگر یہاں آپ نے حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ اور مولف رحمۃ اللہ (صاحب مشکوٰۃ) یہ حدیث عبدالرحمن بن سمرہ سے لائے اور اسکی تائید مسلم اور شرح سننہ کی روایت سے کی کہ وہ بھی صاحب مصابیح سے ہے۔ پھر اپنی تائید و تاکید کے لیے رواہ مسلم فی صحیحہ کا لفظ بھی کہا۔ ورنہ فی صحیحہ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ البتہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گزین کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ  
قَالَتْ لَعَدَّ أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ  
الشَّمْسِ -

(بخاری)

و رواہ البخاری

۱۸ حدیث میں لفظ قنقارہ عین کی زیر سے آیا ہے۔ یعنی (عتاق) آزاد کرنا

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت عمر بن عبد بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سورج گزین کی نماز اس طرح پڑھائی کہ ہم آپ کی آواز نہ سنتے تھے بلکہ

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ  
صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي كُسُوفٍ لَا نَسْمَعُ لَهُمْ  
صَوْتًا -

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

نفاۃ الترمذی و ابوداؤد و

(ابن ماجہ)

النسائی و ابن ماجہ۔



لے یعنی آپ نے پست آواز سے قرات فرمائی۔ شیخ ابن حجر نے اپنی شرح میں کہا کہ شافعیہ کا مذہب سورج  
گہن کی نماز میں اخفاد قرات ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نماز ہے۔ شیخ کا کلام ختم ہوا اسی بنا پر شیخ موصوف نے حضرت  
عائشہ کی حدیث میں جو اس باب کی دوسری حدیث ہے۔ گزین کو چاند گزین پر محمول کیا جس میں آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے نماز خوف میں جہری قرات کی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ آپ کے صاحبزین کے نزدیک  
جہری قرات ہے۔ اور امام محمد سے ایک روایت کے مطابق ان کا قول بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قول کی طرح ہے  
کیونکہ یہ نماز نوافل کی شکل میں ادا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ گزرا۔

۱۳۰۴ دَعْنُ عِكْرِمَةَ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ  
مَا تَرْتَفَعُ فَلَا تَنْتَبِعُ بَعْضُ

أَنْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَخَرَّ سَاجِدًا قِيلَ لَهُ تَسْجُدُ  
فِي هَذِهِ السَّاعَةِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ  
آيَةً فَاسْجُدُوا وَ آيَةُ آيَةُ أَعْظَمُ  
مِنْ ذَهَابِ أَنْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(رواه أبو داود و الترمذی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زکوۃ مطہرہ فوت  
ہو گئی ہیں۔ حضرت ابن عباس یہ سنتے ہی بچہ سے یہ  
گئے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس گھڑی میں سجدہ  
ہیں کر گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس  
وقت تم لوگ کوئی نشان دیکھو کہ سجدہ کرو اور حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پیچھے  
پڑے بلکہ سجدہ کرنا نشان ہو سکتا ہے۔

(ابو داؤد و ترمذی)

لے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آواز کو وہ ظاہر نہیں۔ فقہانے کہ  
میں سے میں شبی نے کہا میں نے ان سے پوچھا کہ کتاب اللہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ ان کا جواب سب برابر ہے۔  
لے اس سے حضرت صفیر رضی اللہ عنہا مروی ہیں۔

لے یعنی سمجھئے کہ کوئی سبب اور موجب موجود نہیں ہے۔ اور یہ وجہ سجدہ کو ظاہر ہے۔ جیسا کہ شرع الشیعی مذکور ہے۔  
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نماز کے لئے مکروہ وقت تھا۔ اعتراض کرنے والوں نے سجدہ کو بھی نماز پر قیاس کیا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ  
سجدہ سے نماز مراد ہو جیسا کہ بعض علماء شکر کے دو سجدوں کی نماز بتا دی کرتے ہیں۔ اسے سمجھو۔

لے یعنی بلاؤں اور مصیبتوں کے نزول کا نشان۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ تو نیاز مندی گناہوں  
کی معافی اور اس سے حصول مدد کے لئے اللہ کے حضور سجدے میں گر جاؤ۔

۵۵ یعنی ادراج مطہرات کا اس دنیا سے رحلت کر جانا بہت بڑا نشانِ عبرت و خوف ہے کیونکہ ادراج مطہرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف و فضل حاصل تھا نیز انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درحیث اور آپ سے ربط و اقلاط کا وہ خاص شرف و کمال حاصل تھا جو صحابہ میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ تو ان کے رحلت کرنے سے برکت اور خیر کثیر بھی اس دنیا سے چلی جاتی ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کے چلے جانے پر وہ علم بھی چلا جاتا ہے جو صرف انہیں ہی حاصل تھا۔ یعنی وہ علم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور گھر کے اندر دنی حالات سے متعلق تھا۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو غار پڑھائی اور لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھی۔ اور آپ نے پانچ رکوع اور دو بھرے کیے پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس پر بھی لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھی۔ پھر آپ نے پانچ رکوع اور دو بھرے کیے۔ پھر آپ نماز کی حالت پر قبہ مدینہ کرومیں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ سورج کا گرہن زائل ہو گیا۔

(ابوداؤد)

عَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ قَالَ أَكْشَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِرُكْعَةٍ فَقَرَأَ سُورَةً مِنَ الْقَوَالِ وَدَكَّمَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ يَدْعُو حَتَّى أَنْجَبَ لَكُمْ نَفْسَهَا -

(دعاء ابوداؤد)

۱۵۵ حدیث میں لفظ طل آیا ہے طاک پیش واد کی زیر طوعی کی جمع۔ بر وزن طوبی الطول کی مرث جیسا کہ تاہوں میں ہے۔ یعنی نون میں طل طاک زیر سے آیا ہے۔ اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے دو دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی۔ آپ اس دوران اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے یہاں تک کہ گرہن دور ہو گیا۔

عَنْ نَعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ تَكَتُهُنَّ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتَّى

انْجَلَتْ الشَّمْسُ -

رَوَاہُ أَبُو دَاوُدَ وَ فِي مَوَایِہِ  
الْبَيْهَقِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ صَلَّى حِينَ انْكَسَفَتِ  
الشَّمْسُ مِثْلَ صَلَوتِنَا يَرْكُوعًا وَيَسْجُدُ  
وَلَهُ أُخْرَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعِجِلًا  
إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَدْ انْكَسَفَتِ  
الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى انْجَلَتْ  
ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ  
كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ  
لَا يَنْخَسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ  
مِنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الشَّمْسَ  
وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا  
لِحَيَاتِهِ وَلِحَتِّهَا خَلِيقَتَانِ مِنْ  
خَلْقِهِ يُحْدِثُ اللَّهُ فِي خَلْقِهِ  
مَا شَاءَ فَأَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوا  
حَتَّى يَنْجَلِيَ أَوْ يُحْدِثِ اللَّهُ أَمْرًا  
رَوَاہُ الْبَيْهَقِيُّ

اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور اس کی روایت  
میں ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن  
جلدی جلدی مسجد میں تشریف لائے۔ جب کہ  
سورج گہن ہو چکا تھا تو آپ نے غناز پڑھی یہاں  
تک کہ سورج کھل گیا پھر آپ نے فرمایا بیشک  
جاہلیت کے لوگ کہتے ہیں۔ کہ سورج اور چاند گہن  
نزدہ نہیں ہوتے گراں زمین کے عظیم آدمیوں میں  
سے کسی عظیم آدمی کے مرنے پر اور بے شک  
واقعہ یہ ہے کہ سورج اور چاند کسی کی موت  
اور اس کی زندگی سے گئے نہیں جاتے بلکہ یہ  
دووں اللہ کی خلق میں سے مخلوق ہیں۔ اللہ  
تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے سہ سہ لانا  
ہے۔ تو ان دونوں میں سے جو بھی گہن  
کی رو میں آئے تو غناز پڑھو۔ یہاں تک  
کہ وہ کھل جائے۔ یا اللہ تعالیٰ کوئی اور چیز  
ظاہر کر دے یہ

(نالی)

۱۔ یہ حنفیہ کی دلیل ہے۔ اس قسم کی بہت احادیث ہیں جنہیں شیخ ابن الہمام نے ذکر کیا ہے۔  
۲۔ اس حدیث میں مطلق غناز کا ذکر ہے۔ بغیر دوسری خصوصیات (لمبار کہ غناز احوال کا کھلنا ہے۔  
۳۔ یعنی غناز یا قیامت برپا کر دے۔

## بَابُ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

### سجدہ شکر کا باب

وَهَذَا الْبَابُ خَالِي عَنِ الْفَصْلِ  
الْأَوَّلِ وَالثَّلَاثِ -  
یہ باب فصل اول اور فصل ثالث سے  
خالی ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے باہر صرف سجدہ کرنا جائز اور مستحب الہی کا واجب ہے یا نہیں بعض نے کہا یہ سجدہ بدعت و حرام ہے۔ شرع شریف میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور اسی پر اس کی بھی بنا کرتے ہیں جو لوگ دُوروں کے بعد دو سجدے کرتے ہیں بعض کے نزدیک یہ سجدہ کراہت کے ساتھ جائز و مشروع ہے۔ تفصیل کلام یہ ہے کہ نماز سے باہر سجدہ چند قسم پر ہے۔ ایک سجدہ سہو یہ غمان کے سجدہ کے حکم میں ہے۔ دوسرا سجدہ تلاوت ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ تیسرا بعد نماز سجدہ مناجات۔ اکثر علماء کا ظاہر کلام اس میں یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ چوتھا حصول نعمت اور دفع مصیبت پر سجدہ شکر۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے۔ امام محمد کا قول بھی یہی ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث اور آثار وارد ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ سجدہ مکروہ ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حدود بے شمار ہیں۔ بندہ ان کے شکر کا ادائیگی سے عاجز ہے۔ اس لیے اس سجدے کا بطریق سنت و استحباب بندے کو مکلف کرنا تکلیف والا یطابق تک پہنچانے کے حرادف ہے۔ لیکن وہ حضرات جہاں کے جواز کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ نعمتوں سے نئی نئی حاصل ہونے والی نعمتیں ملو بیچہ جو وقتاً فوقتاً انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ نہ کہ وہ نعمتیں جو دائم اور ہمیشہ کے لیے انسان کو حاصل ہیں جیسے ہندسے کا دھما اور مالک کے قوابع اور لوانات۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب آپ کو ابو جہل یحییٰ کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ سجدہ میں گر گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیّدہ کذاب کے قتل پر سجدہ شکر بجالائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجی کے قتل پر سجدہ شکر کیا۔ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب غزوہ تبوک میں شامی نہ ہونے کی غلطی پر توبہ قبول ہونے کی بشارت ملی تو آپ سجدہ میں گر گئے۔ ان کا قصہ بہترین قصوں میں سے ہے شروع سجدہ سجدہ میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہاں سجدے کی ایک اور قسم بھی ہے جسے سجدہ تحیت کہتے ہیں۔ بعض فقہی روایات کے مطابق اس سجدے کی رخصت و اجازت ہے۔ واللہ اعلم۔



وہ شکستہ دل نہ ہو۔ اور اگر کسی ناسق و قاجر کو دیکھ کر یہ دعا بلند آواز سے پڑھے تاکہ وہ نہ سنے اور توبہ کرے اللہ تعالیٰ و جبر سے باز آئے۔

۷۱ یعنی یہ حدیث کہ مصلح کے لفظ سے منقول ہے۔ شرح سنت میں روایت کی اور الفاظ کی مغایرت جو مذکور ہوئی، وہ محمول ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے چلے۔ اور مدینہ پاک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم لوگ عز و نراء کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتر پڑے پھر آپ نے ہاتھ مبارک اٹھائے۔ ایک گھڑی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ پھر سجدے میں گرے۔ اس میں بہت دیر ٹھہرے۔ پھر اٹھے تو ایک گھڑی اپنے دست مبارک اٹھائے رہے۔ پھر سجدے میں گرے۔ اس میں بہت دیر ٹھہرے۔ پھر اٹھے۔ ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ میں گرے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا ہے اور شفاعت پائی تو رب تعالیٰ نے مجھے تہائی امت عطا کر دی۔ میں رب کا شکر کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا۔ اپنے رب سے اپنی امت کا سوال کیا اس نے مجھے تہائی امت عطا کر دی میں رب تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا۔ اپنے رب سے اپنی امت کا سوال کیا تو اس نے مجھے آخری تہائی بھی عطا کر دی تو میں رب تعالیٰ کا شکر کرتا ہوا سجدے میں گر گیا۔ احمد - ابوداؤد۔

۱۳۱۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نَبِيْدُ الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَنَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً ثُمَّ بَعَثَ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ بَعَثَ سَاجِدًا قَالَ إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَهَبْتُ لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمَّتٍ فَخَرَمْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمَّتٍ فَخَرَمْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي الْآخِرَ فَخَرَمْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ)



۱۵ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

۱۶ عز و زاد عین ہمدیہ کی زیر سہلی ناساکن داؤد ثلاثانی کی زیر برائیں الف مملودہ یا مقصورہ یہ کہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ یعنی یہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ مبارک سے نیچے اترے۔

۱۷ ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام نے دریافت کیا ہر گاہ کہ آپ نے کس سے کیا ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دریافت کرنے سے پہلے ہی فرمایا۔

۱۸ اور اپنی امت کی بخشش طلب کی۔

۱۹ الآخر۔ یہ لفظ خاک کی برابر مدنیہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۲۰ تو تین بار سجدہ کرنے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ تھی۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں توپشتیان

چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیان

ترجمہ۔ دیوار امت کو کیا غم و فکر ہے (کوئی غم نہیں) جب کہ یار رسول اللہ آپ کے پشتیان میں۔ سجدہ کی موجوں سے لے کر کیا خطرہ ہے جب کہ حضرت نوح علیہ السلام اس کے کشتیان (نافذ) ہوں۔

یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ کبیرہ گناہوں پر سزا کے بدلے میں جہنم کی ایک واحد ریضہ دار دیں کہ کبائر کی بنا پر عاصیوں کو عذاب ہوگا۔ اور یہ عذاب ان واقعہ پر کر رہا ہے گا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس دعا اور شفاعت اور اعطاء سے خفت و مسخ (زمین میں دھنسنے کی شکلوں کا بگڑنا) وغیرہ مراد ہے جس میں پہلی آیتیں مبتلا ہوئیں۔ عذاب آخرت مراد نہیں یعنی نے کہا ہمیشہ کے لیے عذاب آخرت میں مبتلا نہ رہیں گے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اثر انہیں پہنچے گا اور وہ آتش و دوزخ سے باہر نکل آئیں گے۔

## بَابُ صَلَوةِ الْاِسْتِسْقَاةِ

### استسقاء کا بیان

لغت میں استسقاء کا معنی ہے پانی مانگنا شرع شریف میں معنی ہے کیفیت غصہ کے ساتھ نکالنا یا مارنا۔ نماز یا دعا اور سوال کرنا۔ اکثر ائمہ کے نزدیک استسقاء میں نماز سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک استسقاء اس دعا یا استغفار سوال اور تضرع دنیا زنجہ کا نام ہے۔ جو تعالیٰ کی جانب کریم رزاق و مہربان سے بارش

کے یہ کی جائے کہ نص قرآن کے مطابق استغفار نزل بارش کا سبب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے بارے میں اکثر احادیث جو آئی ہیں ان میں غار کا ذکر نہیں ہے مگر صرف ایک جگہ ہیں۔ وہ بھی اپنی تمام خصوصیت کے ساتھ درجہ محبت کو نہیں پہنچی۔ اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش طلب کی اور اس میں دعا اور استغفار پر کفایت کی۔ نماز استسقاء نہ پڑھی مگر اس کے یہ نماز مسنون ہوئی تو آپ نماز ترک نہ کرتے۔ بارش کی عام ضرورت اور زمانہ قیامت کے قریب ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس نماز کا علم نہ ہونا بہت بعید بات ہے۔ اور علم ہونے تک باوجود حضرت عمر کا غار نہ پڑھنا اس سے بھی بعید تر ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کے لیے مجمع صحابہ کے درمیان دعا کی۔ صحابہ کرام کا ان کو نماز نہ پڑھنے پر تنبیہ نہ کرنا کوئی گنجائش نہیں رکھتا۔ علماء کرام نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول لَا هَكَوْا حَتَّىٰ لَا يَسْتَقْدَأَ۔ (۱) (استسقاء نماز نہیں) کی یہ تاویل کی ہے کہ اس میں جماعت خطبہ اور نماز دوالی دوسری خصوصیات سنت اور شرط نہیں۔ (۲) چنانچہ اگر کوئی اس کے لیے اکیلے نماز پڑھے دعا کرے۔ سوال اور تضرع دزاری کرے استغفار کرے تو بہتر ہے۔ لہذا استسقاء کے باب میں مروی احادیث اضطراب سے خالی نہیں ہیں اور بہت سے طرق اسناد میں خصوصیات اور کیفیات مذکور ہیں۔ ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ لہذا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں خلاصہ لکھا اور مقصود اعلیٰ کو یہ ہے۔ (یقینی چیر کو اختیار کرتے ہوئے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد اس باب میں دوسرے آثار کے موافق ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امام محمد امام ابو حنیفہ کے ساتھی ہیں۔ اس دور میں حنیفہ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقل ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس بنا پر بھی کہ نماز استسقاء کی خصوصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الأول

۱۳۱۲ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُبَيْتٍ قَالَ  
تَخَرَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ  
فَقَالُوا وَتَلَّمَ بِالنَّاسِ إِلَى النَّاسِ  
يَسْتَسْقِئُونَ فَتَلَّمَ بِهِمْ وَكَتَبُوا  
جَهْرًا فِيهَا بِالْوَرَقَةِ وَاشْتَبَلَتِ  
الْبَلْبَلَةُ يَذْهَبُ كَتَمَهُ يَذْهَبُ وَ  
تَوَلَّى بِأَعْيُنِهِمْ وَتَلَّمَ

## پہلی فصل

حضرت عبداللہ بن نبیت رحمۃ اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ  
باہر عید گاہ میں استسقاء کے لیے تشریف لائے اور  
ان کے ساتھ مدد کرتے پڑھیں۔ دونوں رکعتوں میں  
بلغاً آواز سے قرائت کی۔ اور قبلہ رو ہو کر دعا  
کی اور اپنے دونوں ہاتھ بیک خب بند کیے۔  
اور قبلہ رو حالت میں اپنی چادر مبارک سے

الْيَقْبَلَةُ.

مبارک پھیری۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر انصاری رضی اللہ عنہ آپ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے ماں باپ اور بھائی بھی صحابی ہیں۔

۱۸ جیسا کہ دوسری آئندہ احادیث میں آ رہا ہے۔

۱۹ یعنی جو چادر آپ نے اس وقت پہن رکھی تھی۔ آپ نے یہ چادر اس طرح پھیری کہ اس کی دائیں جانب کو بائیں بنا لیا اور بائیں جانب کو دائیں جانب اس کے باہر کو اندر اور اندر کو باہر کیا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ بندہ اپنے دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے والے کنارے اور بائیں ہاتھ سے چادر کے دائیں جانب والے نیچے کے کنارے کو پکڑ کر اپنے دونوں ہاتھ پشت کے پیچھے ہی گھمائے۔ یہاں تک کہ اس نے دائیں ہاتھ سے چادر کا جو کنارہ پکڑا تھا وہ دائیں کندھے کے اوپر آجائے اور جو کنارہ بائیں ہاتھ سے پکڑا تھا اسے بائیں کندھے کے اوپر لے آئے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ تغیر و تبدل بارش کی بندش اور ٹھنکی کی حالت کو فراخی و کشادگی کی حالت سے جڑنے کے لیے نیک نامی کے ارادے سے کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا کہ اس کے جسم کے مطابق کیا تاکہ بارش کی بندش کی حالت تبدیل ہو جائے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹائی کی حالت کی تبدیلی کے ارادے سے ایسا کیا تھا کہ اس کے تحت ایسا کیا صرف نیک نامی کے لیے ایسا نہ کیا۔ کیونکہ نیک نامی میں قصد و اختیار کا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ نیک نامی اس کا نام ہے کہ خارج میں اتفاق سے کوئی چیز نظر آئے تو اس سے اچھین لے لے کر اس میں قائم کی جائے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نیک نامی سے قائل کی مراد یہی متحی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا تاکہ ظاہر میں تغیر عمل پر دلالت کرے اور اس کی علامت بنے۔ یا یہ کہ تعادل کے لیے بے اختیار کی قید غیر مسلم ہے۔ علامہ مسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے روایت ہے کہ

میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی دعائیہ بات پر

دست مبارک نہ اٹھاتے مگر مستند صحابیوں نے اس پر

میں آپ ہاتھ اتارنے بند کرتے کہ آپ کی طرف سے

بغلوں کی سفیدی نظر آتی ہے۔

(بخاری و مسلم)

۱۳۱۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ

دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ فَلَنَّهُ

يَرْفَعُ حَتَّى يُبَازِلَ بَيَاضَ إِبْطِلِهِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷ یعنی استسقاء کی دعائیں آپ بہت زیادہ ہاتھ بلند کرتے۔ یہاں تک کہ سینہ سے بھی بلند کر لیتے تھے یا تو اس وجہ سے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آتی تھی کہ بغلوں پر پکڑا نہ ہوتا تھا۔ یا آپ چادر مبارک کو

ہوئے تھے جہاں جگہ کو نہ چھپائی تھی یا بظنوں کی سفیدی کی جگہ دیکھنا مراد ہے۔ جب کہ بدن شریف پر پیراہن موجود ہوتا تھا۔ ابطہ ہمزہ کی زیر اور باسکن یا اسکے نیچے بھی لادیر یعنی کندھوں کا نیچے کا حصہ علماء نے کہا ہے کہ واقعہ جس قدر شکل تر اور قوی تر ہو۔ اتھرا تھے ہی بندہ بلا تر ہوئے چاہیں۔

۱۲۱۲ وَكُنْهُ أَنْ يَتَّيَّحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى كَأَنَّهُمَا يَظْهَرُ كَقَيْدِهِ إِلَى السَّمَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش مانگی تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

لہٰذا برعکس اس کے جو مشہور و متعارف ہے کہ دعا کے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کی جاتی ہیں۔ علماء نے کہا ہے جب کہ دعا ایسی چیز کی طلب و سوال کے لیے ہو جو نعمتوں کی جنس سے ہو تو مستحب ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں اور جب کہ قنہ و بلا دفع کرنے اور اس سے روکنے کے لیے ہو تو ہاتھوں کی پشتیں آسمان کی جانب کی جائیں تاکہ قنہ و بلا اوصیبت کی آگ نکلے اور عاوضہ کا غلبہ اور اس کی قوت پست اور فرد طیبی رحمۃ اللہ نے کہا یہ بھی چادر کے برتنے کی طرح حال میں تغیر و تبدل کی نیک فالی کے لیے ہے۔ اور مطلوب و مقصود کی طرف اشارہ ہے کہ ہاتھوں کے پیٹ زمین کی جانب ہو جائیں۔ اور اس چیز (پانی) کو نیچے گرا دیں۔ جو ان میں ہے (مسلم)

۱۲۱۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ كَانَ اللَّهُمَّ صَيِّبًا تَائِفًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے فرماتی ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب استسقاء کے بعد بارش کو دیکھتے تو فرماتے یا اللہ خوب برسے دالی اور نفع مند بارش برسا۔ (بخاری)

لہٰذا صریح میں غلط سبب آیا ہے مگر یہ اور یا مشدود بعض نے یا کے بجائے با سے صبا روایت کیا یعنی بہانا۔

۱۲۱۶ وَكُنْ أَنْ يَتَّيَّحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى كَأَنَّهُمَا يَظْهَرُ كَقَيْدِهِ إِلَى السَّمَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش برسنے شروع ہو گئی حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن مبارک سے کپڑا ہٹا لیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ حَتَّى أَصَابَهُ  
مِنَ التَّطَرُّقِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
لِمَ صَنَعْتَ هَذَا قَالَتْ لِأَنَّهُ  
حَدِيثٌ عَنِ عَهْدِ بَرِيَّةٍ -

یہاں تک کہ آپ کے جسم اقدس پر بارش ٹپٹی جم نے  
معرن کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے یہ  
فرمایا اس لیے کہ یہ ابھی ابھی اپنے رب کے پاس  
سے آرہا ہے۔

(دَوَاةُ مُسْلِمٍ)

(مسلم)

۱۷۱۶ حدیث میں لفظ خسر آیا ہے جو خسر (حاکم) بریں ساکن) سے نکلتا ہے بمعنی بدن کے بعض حصہ سے کپڑا ہٹانا  
اور دور کرنا۔

۱۷۱۷ شاید کپڑا اٹھانے اور بارش کا پانی بدن پر گرانے میں کوئی حکمت ہے۔  
۱۷۱۸ اور یہ ابھی ابھی عالم قدس سے آ رہا ہے۔ اس کی طہارت و پاکیزگی اس عالم کثیف کا جزاء سے آلودہ  
نہیں ہوئی۔ بیت

اے نفس خرم باد صبا از بریار آمدہ رجا  
اے باد صبا تو خوش رہ کہ تو ابھی ابھی یار کی آغوش کو چھو کر آ رہا ہے۔ تجھے مر جا  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے پسند کرنے اور اس سے خوش ہونے میں یہی حکمت تھی کہ وہ گاہِ عزت میں بلا لائے  
ابھی ابھی نیچے اتر رہا ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۷۱۹ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ  
قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلِّينَ  
فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِذَائِهِ جَنِينَ  
اسْتَقْبَلَ الْيَبْلُكَ فَجَعَلَ عِطَافَهُ  
الْأَيْمَنَ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرَ  
وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْسَرَ عَلَى  
عَاتِقِهِ الْأَيْمَنَ ثُمَّ دَعَا اللَّهَ  
(دَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف مکے قبا  
نے بارش مانگی اور قبلہ رخ ہو کر اپنی چادر مبارک کو پھیرا  
وہ اس طرح کہ اپنی چادر مبارک کو بائیں جانب راست  
سے پھیر کر اپنے بائیں کندھے پر ڈالا اور چادر کے  
بائیں حصے کو پھیر کر دائیں کندھے پر ڈالا۔ پھر  
اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

(ابن ماجہ)

۱۔ حدیث میں لفظ عطاف (مین کی زیر) آیا ہے جس کا معنی ہے چادر بیاں چادر کا کنارہ مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی روایت

ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش

آگئی اس وقت آپ کے اوپر سیاہ رنگ کا کپڑا تھا

تو آپ نے اس کے نیچے کے نیچے کے نیچے کو پھرنے کا ارادہ

فرمایا تاکہ اسے بند کر لیں۔ جب آپ کو وہ بھاری محسوس

ہوا تو آپ نے اسے کندھوں پر ہی بدل لیا۔

(احمد و ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

۲۔ حدیث میں لفظ خمیسہ آیا ہے۔ فاک زبریم کی زیر۔ پشم وغیرہ کا بنایا چورس کپڑا جس کے دونوں طرف نقش و نگار

ہو۔ بعض نے کہا خمیسہ ریشم و پشم کے کپڑے کو کہتے ہیں۔

۳۔ جیسا کہ چادر اٹھانے کا معروف طریقہ ہے۔

۴۔ بیاں مولیٰ لفظاً لیساً لام کی شریا بغیر شد و دونوں طرح روایت ہے۔

حضرت امیر مولیٰ ابی الہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

بے تنگ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام

اجمارا لڑیت میں زوراء کے نزدیک اللہ سے بارش

آگئی دیکھا آپ بھالت قیام بارش کی دعا مانگ رہے

تھے آپ نے اپنے چہرہ اور تنک اپنے ہاتھ بند کر رکھے

تھے۔ انہیں سر سے اوپنا نہ کرتے

تھے۔

(ابو داؤد) ترمذی اور نسائی نے اس کی ش

روایت کی۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ تَرْمِذِيُّ

وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ)

۵۔ ابی الہم قدام صحابہ میں سے ایک مرثیہ۔ جنگ بدر میں حاضر تھے۔ حنین کے دن شہید ہوئے۔ گوشت

کھانے سے انکار کی وجہ سے ان کا نام ابی الہم پڑ گیا۔ بعض نے کہا کہ یہ بزرگ زمانہ جاہلیت میں قبول کے نام پر

ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت نہ کھاتے تھے اس لیے ان کا یہ نام پڑ گیا۔ غیر (حنین کی پیش لام کی ذبح ان کے

آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ بھی صحابی ہیں۔ دونوں حضرات فتح خیبر میں موجود تھے۔ یہ غیر مولیٰ ابی الہم اس حدیث کی



روایت کرتے ہیں۔

۵۲ اجار الزیت اکل جگہ کا نام اجار الزیت اس وجہ سے پڑ گیا کہ وہاں ایسے سیاہ رنگ کے پتھر ہیں گریا ان پر روغن زیتون مل دیا گیا ہے۔

۵۳ زدرام (زاک زبرا اور وادساکن) مدینہ منورہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ان مواضع کا ذکر افغان جمعہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

۵۴ جیسا کہ دعائیں عام تعارف اور مشہور ہے۔ اور کبھی آپ ہاتھ بلند کرنے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے سرے بھی بلند کر لیتے تھے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا۔ اور اگر مراد یہ ہو کہ آپ نے سر تک ہاتھ بلند کیے سر سے اونچے نہ کیے تو اس میں بھی کسی قدر مبالغہ موجود ہے۔ کیونکہ دعائیں عام دستور یہ ہے کہ ہاتھ سینہ یا گتھ سے تک بلند کیے جاتے ہیں۔

۱۲۲۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْنَى فِي الْإِسْتِسْقَاءِ  
مُتَبَذِّلًا مُتَوَاجِعًا مُتَخَشِّعًا  
مُتَضَرِّعًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ پیش  
طلب بارش کے لیے۔ اس وقت آپ کے لباس  
میں کوئی زیب و زینت نہ تھی۔ آپ پر اس وقت  
تواضع اور فروتنی و عاجزی کا طاری تھا۔ اور آپ گریہ و زاری  
کر رہے تھے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ  
وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۵ چونکہ آپ کا باہر تشریف لانا حدیث میں مطلق تھا اس لیے راویان نے اس کی تفسیر کی کہ آپ استسقاء کیلئے باہر  
تشریف لائے۔

۵۲ حدیث میں مبتذل کا لفظ آیا ہے کہ آپ نے لباس میں زینت و آرائش کو ترک کر دیا تھا۔ اور یہاں پہنچ  
بذمہ (ما کی زیر سے) ان کپڑوں کو کہتے ہیں جو گھر کے کام کاج کے دنوں میں پہنتے تھے۔ یہی دعائیں کے لیے زینت و زینت  
درکار نہیں ہوتی۔ ان کپڑوں کو عربی میں ثوب مہنہ (مہم کی روبرو زین) بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ باب الجمعہ میں گزر چکا ہے۔ یہ  
سادگی اور عام زینت آپ نے تواضع، التواضع و عجز و سکت کے لیے اختیار کر رکھی تھی۔ جیسا کہ قرآن یا احادیث کا نام  
۵۳ یاد رہے کہ تواضع اور خشوع دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ یہاں تواضع کو ظاہر حالت پر اور خشوع کو باطنی  
حالت پر عمل کرنا چاہیے۔

۱۲۲۱ وَعَنِ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ

حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ اور دادا

سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش طلب کرتے تو یوں کہتے  
اے اللہ اپنے بندوں اور چارپایوں کو پانی عطا فرما۔  
اور اپنی رحمت بکھیر دے اور اپنی مردہ زمین  
کو زندگی عطا کر۔

(ماہک - ابو داؤد)

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ  
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ اللَّهُمَّ  
أَسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيمَتَكَ وَأَنْشُرْ  
رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَكَدَكَ الْيَتَامَى  
(دَوَاهُ مَالِكٍ وَأَبُو دَاوُدَ)

۱۔ اور نباتات کو تروتازہ کر۔ کھیتوں کو آگاہ اور جانوروں کے لیے روزی پیدا فرما۔

۲۔ لفظ بہیمہ شہر اور زمین کے معنی میں آتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے  
دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر فرماتے  
یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ اے اللہ میں ایسی بارش  
عطا فرما جو میرا بکرنے والی نجات دینے والی ہو۔  
نقصان دہ نہ ہو۔ زمین سے فصل اگانے والی ہو۔  
نفع مند ہو نقصان پہنچانے والی نہ ہو۔ جلد آنے والی  
ہو۔ دیر سے نہ آنے والی ہو۔ راوی کہتا ہے کہ اس  
دعا کے ساتھ ہی بارش نے لوگوں کو آ لیا۔

(ابو داؤد)

۱۲۲۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَوْمَئِذٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا  
غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا مَرِيئًا  
تَأْمِنًا غَيْرَ ضَائِرٍ عَاجِلًا غَيْرَ  
أَجَلٍ قَالَ فَاطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ  
السَّمَاءَ - (دَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ میری دعا میں فقط میری ہرزہ سے آیا ہے۔ یعنی آپ نے ہاتھ مبارک بلند اور دراز کیے یہ تو گاہر دعا سے  
موجود ہے۔ لہذا اس میں ٹریک لگاتا

۲۔ غیث میں لفظ مغیث آیا ہے محبت میں تو مغیث (زیادہ دس و نجات دہندہ) اللہ تعالیٰ ہے۔ بارش کو  
اس سے مغیث نہ لیا کہ یہ فرما دے اور نجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔

۳۔ مریئ میں لفظ مریا (میر) کی زبردست محدودہ کی دیر یعنی گوارا اور غیر نقصان دہ۔ مریا (میر) کی زبردستی  
ہے۔ زمین سے فصل اگانے والی سارے سال میں فراخی و کشادگی لانے والی۔

۴۔ اصل میں لفظ فاطر طبعاً علیہم السلام آیا ہے۔ کتب (حکمتوں کے ساتھ) عام اور ہر طرف سے دعا والی  
بارش کرکتے ہیں۔ سارے سال سے بادل مراد ہیں اور اطبقت بلفظ مجہول بھی آیا ہے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۴۲۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَاهُ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَوَّطَ الْمَطَرُ فَأَمَرَ بِمِنْتَرٍ قُوضِعَ لَهُ فِي الْمَصَلِيِّ وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَبَدَّى حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَا عَلَى الْمِنْتَرِ فَكَثَرَ وَحَمْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدَبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتَيْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ آمَرَكُمُ اللَّهُ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا لِيكَ يَوْمَ الدِّينِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَرَحْنُ الْفُقَرَاءِ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَدًا إِلَى حِينٍ نَقْتَرِقَ أَيْدِيهِ فَلَمْ يَتْرِكِ الْقَوْمَ حَتَّى تَبَدَّى بَيَاضُ إِبْطِيهِ ثُمَّ حَوَّلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارش کے بند ہو جانے کا شکایت کی۔ آپ نے منبر رکھنے کا حکم دیا۔ قرآپ کے یہ میر گاہ میں منبر رکھ دیا گیا اور آپ نے لوگوں کو اطلاع دی کہ غلوں دن گھوڑوں سے باہر نکل کر آئیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت باہر تشریف لائے جب کہ سورج نکلتا شروع ہو گیا تھا آپ منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے مجھ کو بھی لاوا اللہ تعالیٰ کا حمد و ثنا کہ پھر فرمایا تم نے اپنے گھوڑوں اور غلوں کے تحت زدہ ہوئے بعد بارش کے اپنے چاروں طرف سے دیکھ کر نے کی شکایت کہ ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ پھر آپ نے کتاب تعریفیں اللہ رب العالمین کے یہ ہیں جو حق دریم ہے۔ جزا کے دن کلاک ہے اللہ تعالیٰ کے مال کی عید و برکتی نہیں۔ ممکن ہے عیسیٰ کا ادا ہو جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ تو ہے۔ سو کوئی عید و برکتی نہیں۔ تو بے نیاز ہم پر لاوا اور تمام میں ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو نازل کرے اسے ہمارے لیے تو انائی اور مدت دراز تک اپنے مطالب تک پہنچنے کا سب

إِلَى النَّاسِ ظَهَرَهُ وَقَلْبَ أَوْحَى  
 رَدَّ آعَا وَهُوَ تَرَاوَعُ يَدَيْهِ لَمْ  
 أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَتَوَلَّى فَصَلَّى  
 رَكَعَتَيْنِ فَأَمْسَا اللَّهُ سَعَابَةَ قَوْعَكَ  
 وَبَرَقَتْ لَمْ أَمْطَرَتْ بِأَذْنِ اللَّهِ  
 فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدًا حَتَّى سَأَلَتْ  
 السُّيُوفُ فَلَمَّا رَأَى سُوءَ عَثَمَ إِلَى  
 الْكِنِ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ تَوَاجِدُهُ  
 فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ  
 (سَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ)

نہ گھبرا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور  
 انہیں اٹھانا ترک نہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی  
 ظاہر ہو گئی۔ پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت کی اس اپنی چادر  
 پٹی۔ اس وقت بھی آپ نے ہاتھ اٹھا رکھے تھے پھر  
 لوگوں کی جانب ترجمہ ہوئے۔ منبر سے اترے اور دو رکعتیں  
 پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل پیدا کر دیا جو اللہ کے  
 حکم سے گر جا۔ چمکا پھر برسا۔ آپ بعد تک نہ آنے پائے  
 تھے کہ نبیؐ ناٹے ہوئے تھے جب حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم نے  
 لوگوں کو پناہ گاہ کی طرف دوڑا دیکھا تو منہ پڑے  
 یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر  
 فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے  
 اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

(ابوداؤد)

۱۔ جو کہ مدنیہ منورہ سے باہر ہے۔  
 ۲۔ یاجب کہ اسے آفتاب نے غور ہونا شروع کر دیا۔ حدیث میں لفظ بَدَا الف دہنزہ دونوں طرح مردی  
 ہے۔ الف والی روایت زیادہ ظاہر ہے۔

۳۔ حدیث میں واقع لفظ میلہ مار کی جمع ہے معنی سرائے۔  
 ۴۔ حدیث پاک میں لفظ تَلَّان کیا ہے دہنزہ کی زیر با مشدداً اہل کا معنی ہے ہر چیز کے لیے مناسب اور  
 میں وقت۔

۵۔ یعنی تاکہ ہم کامل اور پید سے طہر پہنچنے مطالب دو مقاصد تک پہنچ جائیں۔ اور ہمیں اس سے پورا فائدہ  
 حاصل ہو جائے۔ تاکہ ہم لاکھ لاکھ سالوں کے لیے انسان اپنے مطلوب و مقصود تک پہنچا ہے۔  
 ۶۔ یعنی آپ مسلسل ہاتھ بلند کرتے رہے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی۔  
 ۷۔ حدیث میں لفظ تَلَّان آیا ہے یہ لاد کی کاشک ہے کہ قلب کا لفظ فرمایا یا اَبْلَ ک۔ کا معنی دونوں کا  
 ایک ہے

۸۔ حدیث لفظ بَرَقَتْ را کی زیر اور زیر دونوں طرح مردی ہے۔



الْأَنْبِيَاءُ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقُونَ فَإِذَا هُوَ  
بِتَمَلُّةٍ رَافِعَةٍ بَعْضُ قَوَائِمِهَا إِلَى  
السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوا فَقَدْ اسْتَجِيبَتْ  
لَكُمْ مِنْ أَجْلِ هَذِهِ التَّمَلُّةِ  
سَوَاءٌ أَلَدَّ أَرْقُطُنِي

کے ساتھ استقراء کے لیے نکلا تو وہ کیا دیکھتا ہے  
کہ ایک چیز ٹی اپنے کچھ پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے  
ہوئے ہے۔ فرمایا واپس لوٹ جاؤ تمہاری دعا اس  
چیز ٹی کی وجہ سے قبول کر لی گئی ہے۔  
(دارقطنی)

۱۔ علماء نے کہا ہے کہ اس سے حضرت سیمان پیغمبر مراد ہیں۔ علیہ السلام  
۲۔ کچھ پاؤں سے ظاہر اس کے اگلے پاؤں مراد ہیں جو اس کے ہاتھوں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

## بَابُ فِي الرِّيحِ

### ہواؤں کا باب

بعض نسخوں میں ترجمہ باب کی تید کے بغیر صرف لفظ باب آیا ہے۔ جیسا کہ مؤلف رحمۃ اللہ کی گزشتہ  
باب کے مواظعات اور محتمات میں عادت ہے۔ بعض نسخوں میں باب الريح آیا ہے۔ یعنی باب ہوا کے بیان میں جو طبعی  
ہے بعض نسخوں میں باب الريح یعنی ہواؤں کا باب آیا ہے اور بعض نسخوں میں باب الريح والسحب آیا ہے  
یعنی ہواؤں اور بادلوں کا باب۔

### پہلی فصل

### الفصل الأول

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نُصِيتُ بِالْصَّبَا وَأَهْلِكْتُ عَادُ  
بِالدَّبُورِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری  
عرو باد صبا سے کی گئی ہے اور قوم عاد و دبور سے ہلاک  
کی گئی ہے (بخاری و مسلم)

۱۔ دبور مال کی زبردست باد ہے کہ جب تو قبلہ رخ ہو تو تیری پشت کی طرف سے چلے صبا کے مقابل ہوا  
کو دبوکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جب کوئی شخص مطلع آفتاب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو جو ہوا اٹھائے چہرے کے مقابل  
جانب سے آ رہی ہو اسے باد صبا اور جہ پشت کی جانب سے آ رہی ہو اسے دبور کہتے ہیں اور اس حالت میں جو دائیں



جانب سے آرہی ہو اس سے باوجود بائیں ہاتھ کی جانب سے کہہ ہی ہو اس سے باوجود شمال کہتے ہیں۔ مشورہ یہی ہے۔  
 قاموس میں کہا باوصبا وہ ہے جو مطلع شریا یا بنات النعش کی طرف سے آئے۔ اور دبور مبا کے مقابل ہوا۔ ان دونوں  
 تفسیروں میں فرق ہے کیونکہ پہلی تفسیر مکمل طور پر مشرق و مغرب کو شامل ہے۔ دوسری تفسیر اس کی ایک طرف کو شامل ہے  
 باوصبا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و خذق کے دن ہوئی جسے غزوہ احزاب کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتب سیر میں مذکور ہے  
 قرآن مجید بھی اس کا ناظر ہے اور باوصبر سے قوم عاد کی ہلاکت کا قصہ مشورہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد  
 سے یا تو باوصبا کی دبور پر ترجیح و فضیلت ظاہر کرنا مراد ہے۔ یا یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ہوا امر الہی کے تابع ہے  
 کبھی ایک قوم کی امداد کے لیے جیتی ہے۔ اور کبھی کسی گروہ کو ہلاک کرنے کے لیے۔

۱۲۲۸ وَعَزَّ عَائِشَةُ ۱۲۲۸ قَالَتْ مَا  
 رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ حَاجًّا حَتَّى أَرَى مِنْهُ  
 لَهَوَاتِهِ إِنْمَا كَانَ يَتَبَشَّهُ فَيَكَانُ  
 إِذَا رَأَى عَيْنًا أَوْ رِيحًا حُوفَ  
 فِي وَجْهِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی  
 ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس حد  
 تک ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کے چہرے دیکھ لیتی  
 آپ تو صرف تبسم فرمایا کرتے تھے جب آپ بادل  
 یا ہوا دیکھتے تو فکر مند ہوجاتے ہیں کا اثر آپ کے  
 چہرے پر محسوس ہوتا تھا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ حدیث میں لفظ لہوات آیا ہے۔ لام کی زبر اور ہاء۔ لہاء کی جمع یعنی وہ جو لہا لہا گشت و حرکت کے ساتھ  
 میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا لہاء وہ گوشت ہے جو زبان کی جڑ سے حق کے آفتاب ہوتا ہے۔ بعض نے کہا لہاء وہ لہو  
 گہرائی کو کہتے ہیں۔ صراح میں کہا لہاء کا معنی تالو ہے۔

۲۔ قاموس میں کہا تبسم معمولی قسم کے ہنسنے کو کہتے ہیں۔ مشورہ یہ ہے کہ مومن کی سبھی حالتوں میں ہر گز نہ ہوتا تبسم ہے  
 صراح میں کہا مانت میٹھے کرنے کا نام تبسم ہے۔

۳۔ اس اندیشے کے تحت کہ لوگوں کو کوئی مصیبت اور نقصان پہنچے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہمیشہ جلال حق کے شہود سے خائف اور غناک رہتے تھے۔ کسی وقت بھی بے غم اور غافل نہ ہوتے تھے جب بادلوں کو  
 دیکھتے تو زیادہ غناک اور زیادہ فکر مند ہوتے۔

۱۲۲۹ وَعَمَّا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ  
 الرِّيحُ قَالِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ

حضور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ فرماتی  
 ہیں۔ جب تیز آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی

لَقِيَهَا وَتَغَيَّرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَ  
 انْخَوِذُكَ مِنْ شَرِّهَا وَتَغَيَّرَ مَا  
 فِيهَا وَمَكَرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ  
 وَإِذَا تَغَيَّرَتِ السَّمَاءُ تَغَيَّرَ ثَوْبُهُ  
 وَتَحَرَّجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَذْبَرَ  
 فَلَمَّا مَكَرَتْ سُرِّي عَنْهُ فَعَرَفَتْ  
 ذَلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ  
 يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ عَادَ فَلَمَّا  
 رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ  
 قَالُوا هَذَا عَلِيٌّ مَنُظَرٌ وَفِي  
 رِوَايَةٍ وَيَقُولُ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ  
 وَخَمَةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

غیر مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں انکی غیر طلب کرتا ہوں اور  
 جس کیلئے ترسنا کر بھیجا ہے انکی غیر مانگتا ہوں۔ اور میں  
 تیرے پاس اس کے شر سے پناہ لیتا ہوں۔ اور جو کچھ اس میں  
 ہے اس سے پناہ لیتا ہوں اور جس کیلئے ترسنا کر بھیجا  
 اس کے شر سے پناہ لیتا ہوں اور جب آسمان پر بادل  
 نمودار ہوتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا اور آپ باہر نکلتے  
 اور اندر جاتے۔ آگے ہرتے اور پیچھے ہرتے جب  
 بادل برس جاتا اور خیر و عافیت سے گزر جاتا تو آپ کے  
 چہرے سے خوف نائل ہو جاتا حضرت عائشہ نے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خوف کی اس کیفیت کو محسوس کیا تو انکی  
 وجہ دریافت کی فرمایا اسے عائشہ شاید اس طرح نہ ہو  
 جس طرح قوم حاد نے کہا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ  
 آپ کی عادت بارش تھی کہ جب آپ بارش کو دیکھتے تو فرماتے  
 خلو ذلک ایں بارش کو رحمت بنا۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی میں اس کے اپنے آثار و افعال کی ترجمہ سے درخواست کرتا ہوں۔

۲۔ حدیث میں لفظ اہل بیت بمعنی جہول ہے۔ بمعنی مخاطب معلوم بھی ایک روایت ہے۔

۳۔ حدیث میں لفظ غیبت آیا ہے۔ عربی زبان میں تھیکہ بارش واسے بادل کو کہتے ہیں کیونکہ اس بارش کے برسنے  
 کا خیال دکان ہوتا ہے۔

۴۔ اہل بیت لفظ خبری جہول آیا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ آپ سے خوف و ڈر دور کر دیا جاتا۔ یہ لفظ را  
 مخف ہونے سے و در اصل طرح روایت ہے۔ تشدید کی صورت میں مبالغہ کے لیے ہو گا۔ یعنی آپ سے مکمل طور پر  
 خوف و وحش ہو جاتا۔

۵۔ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ابر و باران دیکھنے کے وقت آپ کی حالت بدل جاتی  
 ہے۔ اور جب وہ غیر عربی گزر جاتا ہے تو آپ خوشحال ہو جاتے ہیں۔ آپ نے حضور سے اس کی وجہ دریافت کی۔  
 ۶۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عائشہ یہ ابر و باران کی مثل نہ ہو قوم حاد کے ایک  
 گروہ نے کہا تھا جس کے مال کا ذکر غلام نے اس آیت میں کیا ہے۔ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ

أُرِدَ بِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّسْطَوْنًا - تو جب بھی قوم ہو جس کا نام عارضہ بادل کو دیتی ہو کنارہ آسمان پر  
نمودار ہوتا کرتے یہ وہ بادل ہے جو ہمارے لیے بارش برسانے والا ہے۔ اس آیت کا آخر یہ ہے۔ بَلَّيْ هُوَ مَا اسْتَبَقْتُمْ  
يَلَمْ يَرِيحُ يَنْهَاعِدْنَ ابْنَ الْيَهُودِ - یہ بارش برسانے والا بادل نہیں۔ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی طلب میں تم جلدی کر رہے  
تھے۔ اس میں دردناک عذاب ہے۔

۱۔ اہل معنی کے مطابق حدیث میں واقع لفظ رحمة پذیر ہوگی۔ یا معنی یہ ہے جب آپ بادل کو دیکھتے تو ڈر  
جاتے اور جب اس کے بعد اس بارش برتی تو فرماتے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ اس معنی کی رو سے  
لفظ رحمة پر پیش ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی  
چابیاں پانچ چیزیں ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی  
إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ  
يَوْمَ تَكُونُ الْأَشْيَاءُ كَالْعِهْنِ الْمَنْجُوشِ  
یہ تحک الشری کے پاس ہے علم قیامت۔ اور وہ  
بارش اتارتا ہے۔ الایہ - (بخاری)

۱۲۲۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَقَاتِلُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَأَ  
إِنَّ اللَّهَ عِنْدَكَ عِلْمُ السَّاعَةِ  
وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ الْوَيْلَةَ  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ غیب کے خزانے پانچ چیزیں ہیں۔ خدا کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ علماء فرماتے ہیں۔ لفظ مقاتل فتح فتح دیم  
کی زبرد کی جمع ہے۔ یعنی مخزن۔ مفتح بھی ایک روایت ہے مفتح کی جمع یعنی چابی۔ یعنی وہ علم جن کے ساتھ  
غیبی علوم کی جانب چلا جاسکتا ہے۔ طبعی نے کہا مفتح و مفتح و مفتح و مفتح و مفتح و مفتح و مفتح و مفتح  
۲۔ یعنی پھر آپ نے ان پانچ علوم کے بیان کے لیے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ  
السَّاعَةِ اِلٰى آخِرِهَا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
تھو سال اس کا نام نہیں کہ بارش نہ ہو۔ بلکہ سال  
بھی تھو سال ہی ہے کہ تم پر بارش نہ ہو۔  
مگر زمین کھد نہ اگائے یہ

۱۲۲۱ وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَيْسَتْ السَّانَةُ بِأَنَّ لَا  
تُمْطَرُوا وَلَكِنَّ السَّانَةَ أَنْ تُمْطَرُوا  
وَتُمْطَرُوا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ  
شَيْئًا  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ یعنی یہ گمان نہ کرو کہ رزق، برکت اور زمین سے نفیس اگنا بارش کی وجہ سے ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ

اداس کی قدرت سے صبح تک ہے کہ بائیں ہرگز زمین سے کچھ نہ اُگے اور قحط چھا جائے۔  
 خار ہر جا نگرئی مبارک زمین نادر و تانہ نگرئی مبارک  
 ہر بادش نہیں برسا سکتی جب تک کہ تر سے برسانے کی اجالت نہ دے اور زمین اس وقت تک کچھ نہیں اُگاتی  
 جب تک کہ تر سے اُگائے کا حکم نہ دے۔  
 سترہ بمقام سال پھر اس کا غالب استعمال قحط سال کے لیے ہر نے لگا۔ اس حدیث میں یہی منیٰ مراد ہے۔

## دوسری فصل

## الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو فرماتے سنا کہ ہر رحمت الہی میں سے ہے کبھی  
 یہ رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب۔ تو اسے گالی  
 نہ دو۔ اور اللہ سے اس کی بھلائی مانگو۔ اور اس کے  
 شر سے غلا کے پاس پناہ لو۔

(مشافعی، ابو داؤد)

(ابن ماجہ اور بیہقی اور دعوات)

(کبیر میں)

۱۴۳۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّحْمَةُ مِنَ  
 رَوْحِ اللَّهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ  
 فَلَا تُسَبِّحُهَا - وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ  
 خَيْرِهَا وَهَوِّدُوا بِهَا مِنْ شَرِّهَا  
 - رَوَاهُ - الْخَافِي وَابْنُ وَادٍ  
 وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ  
 الْكَبِيرَةِ

یعنی غلاب اور اکثر یہ ہر رحمت الہی سے کرا آتی ہے اور کفار پر عذاب بھی ایمان والوں کے لیے خدا کی رحمت  
 ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ ہر ایک قوم کے لیے رحمت ہوتی ہے۔ اور دوسری قوم کے لیے عذاب۔ اس حدیث کے  
 الفاظ میں حضرت نے مختصر ہے عین من روع اللہ من عذابہ۔ جیسا کہ فرمایا تاتی بالرحمة و بالعذاب۔  
 یعنی جب کہ ہوا اللہ کے رحمت اور اس کے ارادے کے تحت جیتی ہے تو اسے گالی نہ دو۔  
 یعنی نہ کہہ کہ یہ رحمت ہے کہ عذاب ہے بلکہ ہر رحمت الہی پر راضی رہے۔ اگر یہ وہ قضا و قدر اس کے لیے بظاہر بری  
 اور تکلیف کا باعث بنی ہوئی ہو لیکن بعد اللہ تعالیٰ سے نیکی مانگنا رہے۔ آگے حاکم قضا و قدر تعالیٰ ہے جو چاہتا ہے  
 کرتا ہے اور چاہتا ہے جیسا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّحْمَةُ مِنَ  
 رَوْحِ اللَّهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ  
 فَلَا تُسَبِّحُهَا - وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ  
 خَيْرِهَا وَهَوِّدُوا بِهَا مِنْ شَرِّهَا  
 - رَوَاهُ - الْخَافِي وَابْنُ وَادٍ  
 وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ  
 الْكَبِيرَةِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا  
تُلْعَنُوا الرِّيحَ فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ  
وَأَنَّ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ  
بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ .  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا  
حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

ہوا کو گالی دینی قرآن میں ہے تو ایسا ہمارا لعنت نہ کرو کیونکہ  
وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جتنی ہے (لہذا اس پر  
لعنت کرنا جائز نہیں) اور واقعہ یہ ہے جس نے ایسی  
چیز پر لعنت کی جو لعنت کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت  
اسی پر لوٹ کر آتی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت  
کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اسے یعنی جس نے ہوا پر لعنت کی، اس سے نفرت کا اظہار کیا۔ اسے بڑا کہا اور گالی دی۔ اور اس سے کراہت  
دیزاری کی۔

۱۳۳۳ وَعَنْ أَبِي كَعْبٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ  
مَاءً تَكَرَّهُوْنَ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ اِنَّا  
نَسْتَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَ  
خَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرْتُ بِهِ  
وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ  
مَا أُمِرْتُ بِهِ .  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا کو  
گالی نہ دو جبکہ تم ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے  
ہو تو پلید کہو۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی  
مانگتے ہیں۔ اس کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس کی شر سے  
اس کی خیر سے بھلائی طلب کرتے ہیں اس کے لیے  
اسے حکم دیا گیا ہے۔ اور ہم تجھ سے اس کی بھلائی  
سے پناہ مانگتے ہیں اس کی شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔  
اس کی شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں۔ کہی ہوا نہ جھگڑا کرتے کہ جس کی بھلائی مانگتے  
ہو تو پلید کہو۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی  
مانگتے ہیں۔ اس کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس کی شر سے  
اس کی خیر سے بھلائی طلب کرتے ہیں اس کے لیے  
اسے حکم دیا گیا ہے۔ اور ہم تجھ سے اس کی بھلائی  
سے پناہ مانگتے ہیں اس کی شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔  
اس کی شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔

۱۳۳۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا  
هَبَّتْ رِيحٌ قَطُّ إِلَّا جَاءَ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ  
وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا  
تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا  
رِيحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا قَالَ  
ابْنُ عَبَّاسٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ الرِّيحَ الْعَقِيلَةَ  
وَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيلَةَ وَ  
وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ  
يُؤْمِنُ الرِّيحَ مَبْشُرَاتٍ  
(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْاَحْكَامِ)

الکبیر)

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيلَةَ۔ یعنی ہم نے ان پر  
پانچھ ہوا سطکی۔ جو درختوں کو پھل دار نہ ہونے دیتی  
تھی۔ فَاَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ اہم اسی ہوائیں  
نہجتے ہیں جو درختوں کو پھلدار کرتی ہیں۔ وَأَنَّ يُؤْمِنَ  
الرِّيحَ مَبْشُرَاتٍ۔ خدا کی نشانات میں سے یہ بھی  
ہے کہ وہ ہواؤں کو بارش کی بشارت دینے والی  
بنائے ہوئے ہیں۔ (امام شافعی۔ یحییٰ نے دعوات کبیر میں لکھا۔)

لے واضح ہو کہ مشور یہ ہے کہ ریح بعینہ مفرد مذکر میں استعمال ہوتی ہے جس طرح کہ پہلی روایت میں آیا۔ اور لفظ  
ریح مطلق مع رحمت کی ہوا کے لیے۔ وہ دہا جہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسی پر مبنی ہے حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کہ جو مذکر ہوا۔ اس کی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔ خطاب نے اس کی توجیہ میں کہا کہ ہوائیں  
جب زیادہ تعداد میں ہوتی ہیں۔ تو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں جن سے خوب بارشیں ہوتی ہیں۔ اور جب ایک بار ہی ہوتی ہے  
تو وہ پانچھ ہوتی ہے۔ عربوں کا اعتقاد ایسا ہی ہے۔ مگر ابو جعفر طہادی نے اس کا انکار کیا ہے اور اپنی تائید میں  
اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کیا وَجَوَّيْنِ بَعِثْهُمَا رِيحَ كَيْتَبَةٍ ان کی کشتیوں کو طیب و خوش گوار ہوا چلاتی ہے۔ اور  
اسے بھی تائید میں پیش کیا جو بعض احادیث میں بعینہ مفرد (مذکر) غیر و شر و دونوں کے لیے آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ کی احادیث میں گزرا۔ اَلْمَسْمُوحُ مَقْرُجٌ اَللّٰهُ تَاٰتِي بِالْحَمَةِ وَالْحَدَّابِ۔ اہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے  
کا یہ قول مبارک بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا۔ اسی طرح حضرت  
عائشہ کی حدیث جو مذکر ہوتی ہے۔ اہم نے کہا کہ یہ حدیث جو حضرت ابن عباس سے مذکور ہوئی، ضعیف ہے۔ صحیح  
احادیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ طیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثر و بیشتر یہ ہے کہ جب ریح و ریح مطلق بلا قید  
واقع ہوتا اس کا یہی حکم ہے۔ بخلاف جب کہ کسی وصف کے ساتھ مفید ہو کہ آئے۔ یہاں کافی گفتگو کی گئی ہے جو شرح  
میں مذکور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان میں باطل دیکھتے تو کام  
کاج چھوڑ کر تھے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور  
یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ میں تیرے پاس اس چیز کے  
شر سے پناہ پتا ہوں۔ جو اس میں ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
أَبْصَرَ كَاثِبًا مِنَ السَّمَاءِ تَغْفِي  
السَّحَابَ تَوَلَّى عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ  
وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ



شَرِّ مَا فِيهِ فَإِنْ كَشَفَهُ حَيْدَ اللَّهِ  
وَأِنْ مَطَرَتْ قَالَ اللَّهُمَّ سَقِيَا  
تَأْفِئًا.

ابن بادل کہنا چاہتا تھا کہ اس کی طرف رخ کرے اور  
اگلاں سے بارش ہوتی تو ریں دعا کرتے۔ خدا دے  
ہمیں سود مند بارش عطا فرما۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ وَ  
ابْنُ مَاجَةَ وَالتَّيَمِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ)

ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ و شافعی اور ابن  
شافعی کی روایت کے ہیں۔

۱۷ حدیث میں لفظ ناشی آیا ہے۔ یعنی بادل۔ اسے ناشی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ آسمان وزمین کے درمیان  
ظاہر ہوتا ہے۔ صراح میں کہا ناشی بادل کا وہ حصہ ہے جو سب سے پہلے نمودار ہو۔

۱۸ حدیث میں لفظ سَقِيَا آیا ہے۔ (سین کی زبر تاف ساکن آخر میں فون تفرین) یعنی پانی پانا۔ سقیابین کی پیش  
اور بے ترین بھی ایک روایت ہے اور وہ استسقاء کا نام ہے۔ یعنی پانی پینا۔

۱۳۳۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا  
سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ  
قَالَ اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ  
لَا تَهْلِكْنَا بَعْدَ إِلَهِكَ وَعَافِنَا  
قَبْلَ ذَلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گرجاں

بھینکنا کی آواز سننے لگتے۔ اسے اللہ ہمیں

اپنے غضب سے قتل نہ کرے اور ہمیں اپنے

غائب سے ہلاک نہ کرے اور ازل سے پہلے

عافیت دے دے عطا فرما۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

۱۹ حدیث میں ہے کہ اس حدیث میں غریب لفظ

میں ہے۔

۲۰ حدیث میں ہے کہ اس حدیث میں غریب

لفظ میں ہے۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ  
هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

## الفصل الثالث

۱۳۳۷ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ  
أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَكَ  
الْحَدِيثَ وَقَالَ سُبْحَانَ الَّذِي  
يُسَيِّرُ الرَّعْدَ بِحُدُودِهِ وَالْمَلِكَةَ  
مِنْ خِيَّتَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ جب آپ گرجاں کی آواز

سننے لگتے تو بات چیت ترک کر دیتے اور کہتے سبحان

الذی یسیر الرعد بحدوده والملیکۃ من خیتئہ

میں خیفیتہ۔ پاک ہے وہ ذات جس کی

پاکی یاد کرتا ہے۔ رشتہاں کی حد و ثنہ کی صورت  
میں۔ اور فرشتے اس سے ڈر کر۔  
(مالک)

(دَوَا کا مُلَک)

اے رعد کا معنی اگر آواز ہے تو پھر تبیح کی اس کی طرف نسبت مجازی ہوگی۔ کیونکہ جب اس کے ساتھ  
تبیح کی گئی تو گویا خدا اس آواز نے تبیح کی۔ اور اگر رعد فرشتہ کا نام ہے۔ تو پھر بہ نسبت حقیقی ہے۔  
واللہ اعلم۔



## کتاب الجنائز

## جنائز کی کتاب

جنائز جنازہ (جیم کی زبردیر) کی جمع ہے۔ وہ تختہ جس پر مرنے والے کو رکھتے ہیں۔ جس تختہ پر مردہ نہ ہو اسے نعش و سریر کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب صراح میں ہے۔ نہایت میں کہا۔ جنازہ جیم کی زبردیر سے یعنی وہ میت جو تختہ پر پڑی ہو بعض کہتے ہیں۔ زیر سے یعنی تختہ اور زبردیر سے یعنی میت۔ اس کے برعکس بھی کہا گیا ہے۔ یہ جنز یعنی ترسے شق ہے

## بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَثَوَابِ الْمَرِيضِ

## مریض کی بیمار پرسی اور مرض کا ثواب

عیادت عیادۃ میں کی زبردیر سے۔ بیمار پرسی کہنا عیادۃ عین کی پیش سے بھی آیا ہے۔ عود سے شق ہے یعنی دونا اور رجوع کرنا۔ بیمار پرسی کرنے والا بیمار کی طرف گاہ۔ گاہ آتا اور رجوع کرتا ہے اس لیے یہ لفظ اس معنی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ عود بھی عیادت کے لیے آتا ہے۔

## الفصل الأول

## پہلی فصل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کے کو کھانا کھلاؤ۔ بیمار کی بیمار پرسی کرو اور بے گناہ قیدی کو نجات دلاؤ۔

(بخاری)

۱۳۳۸ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعَوِّدُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا السَّعَانِيَّ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اے بیمار کو کھانا کھلانا منع ہے۔ اگر وہ ماضی تک نہ پہنچا ہو۔ اور اگر ماضی تک پہنچ چکا ہو تو پھر اسے کھانا کھلا تا فرض ہے۔ اور فرض کھایا ہے اگر دونوں میں سے کوئی صورت متعین نہ ہو۔ اور اگر ماضی تک صحت متعین ہو تو پھر کھانا کھلا تا فرض متعین ہو جاتا ہے۔

۵۲ بیمار کی بیماری پر کسی بھی سنت سے ہے۔ اگر کسی عادی بیماری میں مبتلا ہو۔ اس کا اگر عادی بیماری میں مبتلا نہ ہو بلکہ چانک کوئی غیر عادی بیماری لاحق ہو جائے تو اس کی بیماری پر کسی واجب سے ہے۔ فقط غودوا (میں کی پیش اور واداسکن)

۳۵۔ حاکم وقت نے جس کے سر پہ اس کے فدیہ کا حکم دیا ہے۔ لفظ "فکروا" فاکہا کی پیش کا فائدہ شدت سے مشق ہے بمعنی درجہ بندیوں کو ایک دوسرے سے الگ اور جدا کرنا۔

۱۳۳۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَمَنْ لَمْ يَحْزَنْ عَلَى الْمَسْلُومِ عَلَى الْمَسْلُومِ

وَمِنْ شَأْنِ الْحَمَامَةِ وَالْحَمَامَةُ وَالْحَمَامَةُ وَالْحَمَامَةُ

وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهُ بِقُرْآنٍ مُّبِينٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اے کیر کہ سلام کا جواب بھی حقوق اسلام کا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ جواب سلام کے ذکر کی تخصیص اس بنا پر کی کہ فرض کا یہ ہے۔

۱۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہی کہ اسلام کا حق ہے۔ یہاں سے محبت و مجلس کا حق نہیں۔ بعض کتابوں سے مفہوم یہ تھا کہ یہ حق محبت ہے۔ اس کا یہی قیاسی اصول میں باب العیادہ کو حق محبت میں بیان کیا گیا۔ امام عتہ الاسلام (غزالی) رحمہ اللہ نے اس سے حقوق اسلام کا ثبوت کیا۔ قول اول درست نہیں۔ یعنی سلام کے جواب کو حق محبت قرار دینا کیونکہ یہ نہ محبت و مجلس کا یہی قیاسی اصول ہے کہ مائتھی ادرہم مجلس تھے۔

سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے کہ جو شخص اپنے جنازہ پر غنا بھی اس میں داخل اور فرض کتابی ہے۔ اس کے پیچھے  
اور ساتھ ساتھ جیسے کا ذکر تمام احوال ظہارِ ہجرت کے لیے ہے۔ اور اس جانب اشارہ کے لیے ہے کہ مسافر جنازہ  
کے بعد وہاں کچھ دیر کے لیے رُکنے اور گنجائش کی حد تک اس کے ہاتھ بہت کمیت کو دفن کرنے تک وہاں رکنا  
افضل ہے۔

کہہ یعنی دعوتِ طعام قبول کرنا اگر وہاں کوئی بدعت کہیں کو مارد غلاف خرم بات نہ ہو۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے

زیادہ کھانا جو مغاشرت اپنے آپ کو اونچا دکھانے اور ناموری کے لیے بنایا گیا ہو اس کی دعوت قبول کرنا بھی منع ہے  
صفت صالحین ایسی دعوت میں شمولیت کو مکروہ جانتے تھے۔

۵۵ مسلمان پر مسلمان کا پانچواں حق چھینک مارنے والے لیے یرحکم اللہ کے لفظ سے دعا کرنا ہے۔ بشرطیکہ  
چھینک مارنے والے نے الحمد للہ کہا ہو۔ لفظ تشمیت شین سے یا شین سے۔ اہل لغت (شین سے) زیادہ فیض ہے۔ یہ  
لفظ ال سے مشتق ہے جس سے لفظ شامت (چار پائے کے پاؤں) مشتق ہے۔ گویا یہ چھینک مارنے کے لیے  
اس کے غیر دینیکی پر ثابت قدم رہنے اور اس کی صحت کے لیے دعا ہوتی ہے۔ یا یہ لفظ شامت سے نکلا ہے یعنی  
دشمن کے مصیبت و بلا میں مبتلا ہونے پر غوش ہونا۔ گویا یہ لفظ یرحکم اللہ چھینک مارنے کے دعا ہے کہ وہ شامت  
اعدا سے بچا ہے۔ اور اگر یہ سین سے (تسمیت) ہے تو پھر سمت سے نکلا ہے۔ بمعنی نیک سیرت یعنی اللہ تجھے  
نیک کرے چھینک مارنے کے پاس اگر ایک آدمی موجود ہو تو اس کے لیے جواب دینا سنت میں ہے۔ اور اگر  
زیادہ آدمی موجود ہوں تو پھر سنت کفایہ ہے۔ اس بارے میں مزید کلام کتاب الآداب کے باب عطا اس و کتاب  
یہ انشاء اللہ تعلق لائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ آپ سے دریافت  
کیا گیا کہ بارسہ اللہ وہ چھ حق کو نصیب فرمادے  
تو مسلمان تلے تو اس کو سلام کہے جب وہ تجھے درود  
طہم سے دعا کی دعوت کرے جب تجھے نصیحت  
کے کہے تو اسے نصیحت کر جب وہ چھینک مارے  
اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے یرحکم  
اللہ کے ساتھ جب وہ دعا پڑھے تو اگلی دعا پڑھ کر  
اور جب وہ مر جائے تو اگلی کے جنازے کے ساتھ

۱۳۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ  
عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ قِيلَ مَا هُنَّ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا لَبِثْتَهُ  
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ  
وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانصَحْ لَهُ وَ  
إِذَا عَطِيسَ فَحَبِّدْهُ اللَّهُ فَتَشْتَبَهُ  
وَإِذَا مَرِضَ فَعُدَّهُ وَإِذَا مَاتَ  
فَاتَّبَعْهُ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۳۴۱ اسے اور جواب سلام کے لیے سلام لازم ہے۔ پہلی حدیث میں جواب سلام کا ذکر فرمایا۔ یہاں سلام کے ذکر پر  
کفایت کی۔

۱۳۴۲ لغت میں نصیحت کا معنی غلوس ہے۔ عکس نارنج وہ شہد جو موم کی طاعت سے پاک ہو۔ یعنی بالکل فاضل

یہاں غیر غراہی اور مسلمانوں کی حق گزاری مراد ہے۔ یہ عام حالات میں سنت ہے اور جب کوئی نصیحت کی بات سننے کی خواہش ظاہر کرے تو پھر اسے نصیحت کرنا واجب و ضروری ہے۔

۳۔ یعنی ناز جنازہ پڑھ کر جنازہ کے ساتھ جا۔ اس صریح میں پانچ حقوق کے علاوہ چھ چیزیں نصیحت کا ذکر بھی کیا اور صرف ان چھ میں ہی حصر فرمایا۔ مسلمانوں کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ہیں۔ آپ نے ہر مقام پر اس کے مناسب حق کا بیان فرما دیا۔ یہ بھی ہر کتاب ہے کہ حقوق مسلمانوں کے بارے میں تمدد بجا و محی کا نزول ہوتا ہوا آپ اس کے مطابق بیان کرتے ہوں۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہمیں بیماری کی بیماری پرکی، جنازوں کے ساتھ جاتے۔ چھینک دالے کی چھینک کا حجاب دینے، سلام کا حجاب دینے، دعوت طعام دالے کی دعوت قبول کرنے، اور قسم اٹھانے دالے کی قسم درست کرنے اور مظلوم انسان کی مدد کرنا حکم دیا اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشم پہننے، استبرق و عیاج (خال) قسم کے ریشمی کپڑے، اور سرخ رنگ کے عنبے قسمی پہننے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چاندی میں پینے سے منع فرمایا۔ کہ جو دنیا میں اس میں پیئے گا آخرت میں اس میں نہ پی سکے گا۔

(بخاری و مسلم)

۱۴۲۱ وَقَيْنَ الْبَرَاجِ ابْنِ عَازِبٍ  
قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَتَهَانَا عَنْ سَبْعٍ  
أَمَرَنَا بِعِبَادَةِ الْمَرْبُوعِ وَاتِّبَاعِ  
الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَ  
رَدِّ السَّلَامِ وَاجَابَةِ الدَّاعِي  
وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَتَصَدُّ الْمَظْلُومِ  
وَتَهَانَا عَنْ خَاتِمِ الدَّاهِبِ وَعَنِ  
الْحَرِيرِ وَالِاسْتَبْرَقِ وَالْذَّيْبِاجِ  
وَالْمِثْرَةِ الْعَمْرَاءِ وَالْقِسِيِّ وَأَمِيَّةِ  
الْبَيْضَةِ وَفِي رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّبِّ  
فِي الْفُصَّةِ فَإِنَّهُ مَنْ شَرِبَ فِيهَا  
فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيهَا فِي  
الْآخِرَةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ ان پانچ الفاظ کے معنی غراہی سے بیان سے معلوم ہو چکے ہیں۔

۲۔ صریح میں لفظ ابراہیم القسّم ہے۔ یعنی ہمیں قسم کھانے دالے کی قسم درست کرنے کا حکم دیا۔ مقسم (میم کی پیش قاف ساکن۔ سین مخفف کی زیر) ابراہیم القسّم (قاف دین کا زبر) بھی ایک روایت ہے۔ معنی قسم۔ یعنی اگر ایک مسلمان تیرے قسّم کھائے کہ تجھے قسم ہے کہ یہ کام ضرور کر۔ تو چاہیے کہ تو اس کا وہ کام کرے۔ تاکہ اس کی



قسم درست ہو جائے اور اس کی قسم نہ ٹوٹے۔ یا اگر کوئی آدمی اپنے غفلت پر قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں یہ کام ضرور کرے گا تو مجھے چاہیے کہ اس کام کے پورا ہونے میں ضرور کوشش کرے۔ اور اس کے اسباب پیدا ہونے کے اسباب میں اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے۔ بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو قسم دے کر کہے یہ کام ضرور کر۔ تو تیرے لیے اس کام کا کرنا مستحب ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے احکم مبارک کی تعظیم پر قرار دے۔ اگرچہ لازم و ضروری نہیں۔ پہلی دو صورتوں میں اس کی قسم کی درستگی اس لیے بھی چاہیے کہ قسم توڑ نا گناہ و معصیت ہے اور مسلمان کو معصیت و گناہ سے نکلنا بہت بہتر ہے۔

۳۔ وہ انسان چاہے کافر ہو چاہے ذمی۔ (اسلامی حکومت کے قیود میں رہنے والا غیر مسلم) چاہے مسلمان  
(چند روزہ کیلئے) دالہ اسلام میں آنے والا غیر مسلم) ہو۔  
۴۔ صراح میں ہے استبرق باریک ریشم کو کہتے ہیں۔ ویسا ہی عرب دیا۔ یہ صیبت ریشمی پکڑنے کی مختلف  
تقسیمیں ہیں۔

۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴۷۲  
 ۴۷۳  
 ۴۷۴  
 ۴۷۵  
 ۴۷۶  
 ۴۷۷  
 ۴۷۸  
 ۴۷۹  
 ۴۸۰  
 ۴۸۱  
 ۴۸۲  
 ۴۸۳  
 ۴۸۴  
 ۴۸۵  
 ۴۸۶  
 ۴۸۷  
 ۴۸۸  
 ۴۸۹  
 ۴۹۰  
 ۴۹۱  
 ۴۹۲  
 ۴۹۳  
 ۴۹۴  
 ۴۹۵  
 ۴۹۶  
 ۴۹۷  
 ۴۹۸  
 ۴۹۹  
 ۵۰۰  
 ۵۰۱  
 ۵۰۲  
 ۵۰۳  
 ۵۰۴  
 ۵۰۵  
 ۵۰۶  
 ۵۰۷  
 ۵۰۸  
 ۵۰۹  
 ۵۱۰  
 ۵۱۱  
 ۵۱۲  
 ۵۱۳  
 ۵۱۴  
 ۵۱۵  
 ۵۱۶  
 ۵۱۷  
 ۵۱۸  
 ۵۱۹  
 ۵۲۰  
 ۵۲۱  
 ۵۲۲  
 ۵۲۳  
 ۵۲۴  
 ۵۲۵  
 ۵۲۶  
 ۵۲۷  
 ۵۲۸  
 ۵۲۹  
 ۵۳۰  
 ۵۳۱  
 ۵۳۲  
 ۵۳۳  
 ۵۳۴  
 ۵۳۵  
 ۵۳۶  
 ۵۳۷  
 ۵۳۸  
 ۵۳۹  
 ۵۴۰  
 ۵۴۱  
 ۵۴۲  
 ۵۴۳  
 ۵۴۴  
 ۵۴۵  
 ۵۴۶  
 ۵۴۷  
 ۵۴۸  
 ۵

[illegible]

لَهُ بِشَيْءٍ مِّنَ لَّدُنَّكَ

100

۷۔ پابندی کے برتنوں میں کھانے کا میوہ ہی حکم ہے۔

ہم بلکہ ہمیشہ کے لیے یا ایک مدت دراز تک اس گناہ پر بطور سزا اس سے قورم کرنا چاہتے ہیں۔ گار سونے کے برتنوں کا بھی یہی حکم ہے۔ چاندی کی خفیسوں کی وجہ یہ ہے کہ عام عادی چاندی کے برتنوں میں کھانسنے پینے کا باعث یا موجب کہ چاندی کے برتن جو قیمت میں سونے سے ادنیٰ ہیں، ان میں کھانا پینا منع ہے۔ تو سونے کے برتنوں میں کھانا پینا بطریق ادنیٰ منع ہو گا۔ ان گزشتہ چیزوں کے استعمال کی مخالفت مردوں کے ساتھ فاصل ہے۔ مگر برتن کہ وہ مردوں و عورتوں دونوں کے لیے منع ہیں۔

۱۲۲۲ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي حُفْوَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَزُجَرَ (مَا وَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ لوٹ آئے

(مسلم)

اے حدیث میں لفظ خرفہ انا کی پیش اساکن آیا ہے۔ اس کا معنی ہے چنا ہوا میوہ۔ خرفہ و خرفہ میم کی زبر را کی زیر یا زبر یعنی باغ کبھی لفظ خرفہ کا معنی بھی باغ کر دیتے ہیں کبھی کچھ وردوں کے درمیان واقع راستہ اور گلی کو بھی خرفہ کہتے ہیں۔ طبیبی نے کہا یہاں یہی معنی مناسب ہے۔ دوسرا روایت کی دلیل کے پیش نظر کہ فرمایا من عارف الجنة یعنی وہ بہشت کے باغ کے راستہ میں ہوتا ہے۔ جو اسے جنت میں لے جاتا ہے۔ اسے کچھ۔

۱۲۲۳ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِّلّٰهِ تَعَالٰی يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَا اَبْنُ اَخِي مَرِيضٌ فَلَمَّا تَعَذَّرَنِيْ قَالَهُ يَا اَبْنُ اَخِيْ هَلْ لَكَ مِنْ اَعْوَادٍ وَّ اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَّا عَلِمْتُ اَنْ هَبْدِيْ فَلَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَعَلَّاهُ اَمَّا عَلِمْتُ اَنْكَ لَوْ جَدَدْتَنِيْ عِنْدَهُ يَا اَبْنُ اَخِيْ لَوَجَدْتَنِيْ فَلَمَّا طَعِمْنِيْ قَالِ يَا رَبُّ اَكْفَيْتَ اَطْعَمَكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالِ اَمَّا عَلِمْتُ اَنْهُ اسْتَطْعَمَكَ عِنْدِيْ فَلَا اَنْ لَّكَ لَوْ اَطْعَمَكَ لَوْ جَدَدْتَنِيْ

حضرت ابومریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے انسان میں بیمار ہوا تو نے میری بیماری پر ہی نہ کی۔ بندہ کہے گا اے میرے رب تیری بیماری پر ہی کیسے کرتا کہ تو تو رب العالمین ہے رب فرمائے گا تجھے خبر نہیں کہ میرے فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی بیماری پر ہی نہ کی۔ تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس جاتا۔ اے بندے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا الہی میں تجھے کیسے کھلاتا۔ تو تو رب جہانوں کا رب ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا۔ تو نے اسے نہ کھلایا۔ تجھے علم نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا

اسے بندے میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے  
نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھے  
کیسے پلاتا۔ جب کہ تو سب جہانوں کا رب ہے اللہ  
تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے  
پانی مانگا۔ تو نے اسے نہ پلایا۔ اگر تو اسے پلاتا  
تو آج اسے میرے پاس پلاتا۔

(مسم)

ذٰلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ  
فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ  
اسْقَيْتُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ  
قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ وَفُلَانٌ  
فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَّا عَلِمْتَ اَنَّكَ  
لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي  
(رَوَاةُ مُسْلِحٍ)

۱۔ کہ تو ہر عیاری سے پاک و منزہ ہے۔

۲۔ یعنی میری رحمت و غرضنودی تجھے اس کے پاس مل جاتی۔

۳۔ اور تو بھوک اور کھانے سے پاک و منزہ ہے۔

۴۔ یعنی اس کھانے کا ثواب اور اس کی جزا تجھے میرے پاس سے ملتی۔

۵۔ اور تو تشنگی اور پانی کی محتاجی سے پاک و منزہ ہے۔

۶۔ بعض نسخوں میں دوسرے مضمون کی طرح اَنَا عَلِمْتُ اَنَّكَ اَيَا هُوَ۔ یعنی نسخوں کی یہ عہدت اگر میں نہ  
مانی جائے تو پھر اَنَا اُنْكَ میں حسرت اَنَا تَبِيْہ کے یہ ہے۔ واضح ہو کہ عیادت مریض میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر  
تو بیمار پرستی کرتا تو تجھے اس کے پاس پاتا اور کھانے اور پانی کے بیان میں فرمایا کہ میری جزا اور ثواب اس کے پاس  
پاتا۔ اس عبادت کے اسلوب میں کھلانے پلانے کی نسبت بیمار پرستی کو زیادہ فضیلت دی گئی ہے۔ جیسا کہ پرشیدہ  
نہیں۔

عارف رومی قدس سرہ نے یہ مضمون اس طرح ادا کیا ہے۔ مثنوی۔

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

مَنْ عَزَمَ رَغْوَ رَغْمٍ مِّنْ رَّحْمَتِيْ

من عزم رغو رغم من رحمתי  
ایں پر رزمت این بمن یارب چاک  
چوں غم سیدی تو از دلمے کرم  
عقل گم شد این گرہ را هر گشت  
گشت رغو رغم نیکو بہین  
ہست مغروریش مغروری من

۱۔ مشرقت کرم نمود رازیدی  
۲۔ گفت سبحانا کہ پاکی از دیاں  
۳۔ باز فرمودش کہ من رغو ریم  
۴۔ گفت یارب میست نقصانے ترا  
۵۔ گفت مارا بندہ فامں گزین  
۶۔ ہست رغو ریش رغو ریم من

۸۔ ہر کہ ظاہر جنبشی باعندا گونشید در محضرا ولید۔

ترجمہ اشار مشنوی۔

۱۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکوہ کیا کہ اے وہ موسیٰ جس کے گویاں سے نہ حق طلوع ہوا۔  
۲۔ میں نے تجھے اپنے نزدیک سے مرکز انوار بنایا۔ میں حق تعالیٰ ہوں مگر رنج و بیمار ہوں تو میری مزاج پر ہی کے یہ نہیں آیا۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے سمان و پاک ذات تو تو ہر قسم کے نقصان و عیب سے پاک و منزہ ہے۔  
یہ کیا مراد خدا کا یہاں اس بات کی حقیقت بیان کر۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان سے فرمایا کہ میں رنجور و بیمار ہوں۔ اے موسیٰ تو نے ازراہ کرم میری مزاج پر ہی کیوں نہیں کی۔

۵۔ حضرت موسیٰ۔ سلام نے عرض کیا تیری ذات اقدس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تیری اس بات سے میری عقل گم ہو گئی۔ بہرہائی اس گروہ کو کھول دے۔

۶۔ فرمایا ہمارے ایک خاص بندے کو دیکھ جو رنجور و بیمار ہے۔ اس کے بیمار ہونے پر ہی کیسے محنت مند رہ سکتا ہوں۔

۷۔ اس کا بیمار ہونا سیل بیمار ہونا۔ اس کا معذور ہونا میرا معذور ہونا ہے۔

۸۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی جنبشی چاہتا ہے اے کہو کہ اس کے ادب کی حاضری میں بیٹھے۔

۱۳۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی کے پاس بیمار

پہنچ کر تشریف لے گئے اور جب بھی آپ کسی بیمار کی

عیادت کرتے تو کہتے تھے کوئی ذر نہیں خدا کے چاہا

یہ تو صفائی ہے۔ چنانچہ اس سے بھی فرمایا کہ کوئی ڈر

نہیں ناشاء اللہ صفائی ہے۔ وہ بولا ہرگز نہیں۔ یہ تو

بہت بوڑھے پر بیمار جوش مار رہا ہے اے نبی

نکات کراکے پیگام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تو ایسا ہی سہی۔ (دغاری)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَلَ عَلَى

أَعْرَابِيٍّ يَجُودُكَ وَكَانَ إِذَا دَعَلَ

عَلَى مَرِيضٍ يَجُودُكَ قَالَ لَا هَاسَ

طَهْوَرُ إِن شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ كَلَّا

بَلْ حَتَّى تَقُومَ عَلَى شَيْءٍ كَبِيرٍ

تُرِيدُ الْقَبْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَعَمَّ إِذَنْ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اے یعنی غم نہ کراؤ پریشانی نہ ہو۔ اس سے جو تو بخاری کا درد اور تکلیف محسوس کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ

گناہوں کو پاک کرنے والا۔ اور انہیں تجھ سے وعدہ کرنے والا ہے۔ بلکہ غلط فہمی اور اجنبی کثیفہ سے بھی بدن کی صفائی اور اصلاح کرنے والا ہے۔

۳۷ جس طرح دیگ ایتی اور جوش میں ہوتی ہے۔ لفظ تَقْوَرُ غرور اور ان سے بنائے۔ یعنی دیگ کا جوش مارنا۔

۳۸ یعنی یہ بخدا اس بوڑھے کو قبروں کی زیارت کرا کے رہے گا۔

۳۹ یعنی اب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔ ملاصل اللہ الفاضل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار غضب و غصہ فرمایا۔ کیونکہ پہلے اسے صبر و شکر کی تلقین کی تھی۔ مگر اس نے اسے قبول نہ کیا۔ اور ادب کے واسطے پڑ نہ چلا۔ بلکہ صداعتال سے باہر نکل گیا۔ اور کفران نعمت کا راستہ اختیار کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مرین کافر تھا۔ تاہم علماء نے کہا ہے کہ وہ سنگ دل اور اکھڑ دہاتیوں میں سے تھا۔ بیماری اور تکلیف نے اسے بے بس اور ناقص کر دیا تھا اس کے باوجود اس نے گفتگو میں تکلف سے کام لیا۔ جس کا یہ مقام غرور تھا۔ اس بنا پر ادب غصہ میں آگئے۔ اور اسے بدفالی اور محسوس کا مستحق ٹھہرا دیا۔

۱۳۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ إِنْسَانٌ مَسَّحَ بِرَأْسِهِ بِإِصْبَعِهِ يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ أَذْهَبَ النَّاسُ رَبَّ النَّاسِ وَأَشْفَى مَنْ أَشْفَى النَّاسِ إِلَّا شَفَاؤُكُمْ وَشَفَاؤُكُمْ يُغَادِرُ سَقَمًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں شکایت آتی تھی۔ اس کے سر پر اس کی بائیں انگلی سے مس کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے: اذہب الناس رب الناس واشفی من اشفی الناس الا شفاؤکم وشفاؤکم یغادر سقما۔ (متفق علیہ)

۱۔ حدیث میں لفظ شکایت ہے جو مرین و تکلیف کے معنی میں آتا ہے۔ حدیث میں شریعت کے خلاف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ہمارے عربی میں شاک اور مشکو کہتے ہیں۔ اس کا اصل معنی شکایت کی طرف اشارہ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا۔ ۲۔ حدیث میں لفظ بائیں آیا ہے۔ پہلی حدیث اس معنی اور جگہ کا شریعت کا امتیاز نہ جانا۔ ۳۔ حدیث میں لفظ سقم مدوزہ ہوں یا میں کی پیش اور قاف ساکن۔ دو ذرات قاف ہیں۔ جب لفظ عربی و عربی اکثر روایت دونوں زبروں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی  
ہیں جب کسی انسان کو جسم میں کوئی پدید یا تکلیف  
ہوئی یا کسی کھانسی پھوٹا یا زخم ہو گیا تو نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ اپنی انگلی مبارک رکھ کر  
یہ پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ تَدْبِطُ اَرْضَنَا بِرِيقَتِكَ  
بَعْضُنَا يَشْفِي سَقِيمًا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔  
(بخاری و مسلم)

وَ عَنَّا مَا كَانَ كَانَ اِذَا اَهْتَمَّ  
الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهِ  
قَرْصَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاصْبِغْ بِسْمِ اللّٰهِ  
تُرْبَةُ اَرْضَنَا بِرِيقَتِكَ بَعْضُنَا لِيُشْفِيَ  
سَقِيمًا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یا اس کے مفرد جزو کو درد و بیماری لاحق ہو جائے۔

۲۔ یعنی زخم یا کوئی تکلیف جیسا کہ مراح میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرح (قات کی زبرد راساکن) وہ چیز ہوگی  
مضر پر نمودار جو جیسے پھوٹا وغیرہ۔ اور قرح طبعی تو اور وغیرہ کا زخم۔ قرصہ قات کی پیش اور زبرد و قاتل طرح آتا ہے  
۳۔ حضرت عائشہ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی مبارک پر اپنا لعاب دہن لگا کر خاک  
پر رکھتے پھر اس خاک آلودہ انگلی کو درد و زخم کی جگہ پر رکھ کر پڑھتے اور فرماتے اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی  
ہمارے بعض کے لعاب دہن ماننے سے ہمارے بیمار کو ہمارے رب تعالیٰ کے اذن سے شفا و تندرستی دیتی  
ہے۔ یعنی اس کے حکم و اجازت سے بیمار کو شفا ملتی ہے۔ یہ پھوٹوں اور زخموں کے علاج کے اسرار میں سے  
ایک ستر ہے۔ جسے عقول و انعام میں سمجھ سکتے۔ تعویذات و عملیات میں ایسے عجیب و غریب اثرات ہوتے ہیں۔  
جن کے اندر لوگوں کو حیرت نہیں ہو سکتے ایسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں ایسے شکل و پچیدہ اسرار  
ہیں جن کو صحت و صحت ہی جانتے ہیں۔ ہمارے عقول و انعام ان کے اور ایک کی راہ پانے سے قاصر و عاجز ہیں۔  
فصل در طہارت کے متعلق دھار و دھار میں پانی کے لگ جاتے ہیں کہ ان کے حقائق طلب کریں۔ اس کے  
یہ یہ لوگ ہاتھ پاؤں نہ دھوئے ہیں گو نہیں کوئی راستہ نہیں ملتا۔ اس مقام میں ان لوگوں نے جو کچھ کہا ان میں سے  
ایک لائق توجہ ہے۔ جو کچھ کی اس بندگی میں گرفتار ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مباحث طہیرہ اس امر کی شہادت دیتی  
ہیں کہ کچھ چیزیں کو کچھ چیز کے پانی سے اور اس کے مزاج کو تبدیل کرنے میں بڑا دخل اور بڑی تاثیر ہے۔ اسی طرح  
مزاج اصل کی حفاظت کرنے میں اپنے وطن کی مٹی بھی بڑا اثر رکھتی ہے۔ اور کہتے ہیں مسافر کو چاہیے کہ اپنے وطن  
کی کچھ مٹی اپنے ساتھ لے جائے اور اس کا کچھ حصہ پانی کے برتن میں ڈال دے۔ پھر سفر میں اس میں سے منہ میں ڈالتا  
ہے۔ تاکہ تبدیلی مزاج محفوظ رہے۔

تورپشی نے کہا اس حدیث کا تاویل دینی میں جو کچھ بلد فہم میں آتا ہے۔ چھوکتے ہوئے فطرت آدم



اور بعض سے نطفہ انسانی کی طرف اشارہ ہے جس سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ تو گویا وہ زبانِ حال و قال سے متفہم اور زاری کرتا ہے کہ اسے پروردگار تو ہی ہے جس نے اصل اول کو بغیر کسی پیسلے سے موجود نمونہ کے خاک سے اولاد انسان کو حقیر و خوار پانی سے پیدا کیا۔ تیرے لیے اسے شفا عطا کرنا یا اسل آسان ہے جس کی اصل حقیقت یہ ہے۔ تو رپشی کا کلام ختم ہوا۔

بعض شارحین نے کہا ارض سے ارض مرینہ مراد ہے جس کی شفا مریض میں قاصیت ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور بعض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم مراد ہے۔ یہ دوسرا خیر کسی حد تک درست ہے۔ اور حقیقت کے قریب ہے مگر اصل اور ٹھیک بات وہی ہے جو کہ ابتدا میں کہی گئی ہے۔

۱۲۳۷ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ كُنْتُ أَنَفْتُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ وَأَمْسَمُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ بِهِ قَالَتْ كَانَ إِذَا مَهَزَّ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے فرماتی

ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے

تو معوذات سے اپنے اوپر دم کرتے ایسا اپنے جسم

پر ہاتھ مبارک پھرتے پھر جب آپ اس بیماری

میں بڑے تھے میں آپ نے رحمت ربانی تو اس میں

میں المعوذات سے آپ کو دم کرتے۔ میں نے

آپ دم کیا کرتے تھے اور میں آپ کے جسم اقدس

پر حضور کے ہاتھ پھرتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

اسم کہ ایک عبارت میں ہے فرماتی ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ہاتھ مبارک

آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بیمار نہ تھا آپ

معوذات سے اس پر دم کرتے تھے۔

اس معوذات واد مشد کی دیر اس سے قرآن کی آفرین دھرتی میں ملتی ہے

بھی معوذات میں داخل ہیں۔ یا وہ آیات مراد ہیں جو معوذتہ تفویض کے معنی کو متضمن ہیں اور آپ میں اس سے اپنے

ہاتھ سے بیماری کو دور کرتے۔ یعنی جسم اقدس پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا۔ پھر پستے تھے۔

تھے یعنی آپ کے ہاتھ مبارک پڑتی ان پر دم کرتی پھر آپ کے دونوں ہاتھ مبارک آپ کے جسم اطہر پر

پھرتی تھی۔

۱۲۳۸ وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اَللّٰهُ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلٍ اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَجِدُهُ فِی  
جَسَدِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَّعَ بِكَ عَلَى الَّذِیْ  
یَاْلُوْهُ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ  
ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ  
بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ  
مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ  
فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا کَانَ لِیْ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جیسے شک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
درد کی شکایت کی جو ان کے جسم میں ہو رہا تھا تو ان سے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھ  
جہاں تیرے جسم کو درد ہے اور کہہ بسم اللہ تین بار اور  
سات بار یہ الفاظ پڑھ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ  
مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ میں اللہ تعالیٰ کے  
نجیہ و بزرگی اور اس کی توانائی کے پاس پناہ لیتا ہوں  
اس چیز کی بدی سے جسے میں پاتا اور جس کے زیادہ  
ہونے اور آئندہ جسم کے دوسرے حصوں میں سرایت  
کرنے سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں میں نے  
ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے وہ درد و تکلیف لے گیا۔

(مسلم)

اے آپ صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف کا عامل مقرر کیا تھا۔ ان کو حضرت حسن بصری، ابن المیث  
وغیرہم احادیث روایت کرتے ہیں۔

۱۳۳۹ وَکُنْ اَبُو سَعْدٍ اَبُو الْخُدْرِیِّ اَنَّ  
جَبْرِیْلَ اَتٰ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَسْتَعِیْذُ  
فَقَالَ نَعَمْ قَالَ اِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ  
مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّوْذِیْکَ مِنْ شَرِّ  
کُلِّ لَفْسٍ اَوْ عَلٰی حَاسِدٍ اَللّٰهُ  
یَقْرِیْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
بیشک حضرت جبریل حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئے  
اور کہا یا محمد آپ بیمار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبریل  
لے کما (بطریق علاج) یہ دعا پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ  
مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّوْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ لَفْسٍ اَوْ عَلٰی  
حَاسِدٍ اَللّٰهُ یَقْرِیْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ۔ میں  
اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔ ہر شیے و ظم سے ہر ذات  
کی بدی سے یا ہوسد آنکھ سے۔ اللہ آپ کو تندرستی عطا  
کرے۔ میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

(مسلم)

اے کلمہ ان معنی وادہ ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ راوی کا شک ہو۔

۱۳۵۰ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ إِعْمِلَا  
كَمَا بَكَّيْنَا اللَّهُ الثَّامَةَ مِنْ  
شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ  
كُلِّ عَيْنٍ لَزَامَةٍ وَيَقُولُ إِنْ  
أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْلَعِيلَ وَ  
إِسْحَاقَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَاحِفِ  
بِهِمَا عَلَى لَفْظِ الثَّنِيَّةِ

۱۔ اور اللہ عزوجل کے دامن پناہ میں آنے سے کچھ قسم کے نقصان کو کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔ کلمات سب آقا کی  
علمات مراد ہیں۔ یا اس غزاسمہ کے اسماء حسنی یا آسمان سے نازل شدہ کتابیں۔

۲۔ شیطان ہر تہمت وادعائے شرش کو کہتے ہیں جو حق و انصاف کے خلاف ہو۔

۳۔ ہامۃ زہر یا جانور۔ جیسے سانپ اور وحش کا زہر ہلاکت اور موت کا سبب بنتی ہے۔

۴۔ کثیروں کو ٹروں کو شراب اور ہلکام کہتے ہیں۔

۵۔ لامتہ نم سے بنا ہے۔ وہ چیز جو انسان پر نازل ہوا اور اس سے بچنے کے لیے دعا کی جائے۔

۶۔ یعنی دونوں اماموں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ تم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا سے بچو۔

۷۔ بخاری میں لفظ کان یعنی وہاں۔

۸۔ جو لفظ من کے داخل ہونے کی طرف لڑتی ہے۔ یا دو مجلسوں کا جانب جو مستطیل اللہ تعالیٰ میں۔ اسی لیے علامہ

نے کہا ہے کہ یہ لغزش تم سے واللہ اعلم۔

۱۳۵۱ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ

من یؤدی اللہ ۛ عیسا وحبیبہ  
(رواہ البخاری)

جس کے لیے نبی کا ارادہ کرتا ہے اسے کسی تکلیف و  
مجبوریت میں ڈالتا ہے۔ (نمازی)

اسکے یعنی اس کی ذات، اولاد اور مال پر کوئی تکلیف و مصیبت آتی ہے۔ تاکہ وہ اس کے لیے اجر و ثواب لگائے۔  
 کے کفار سے اور بندی و ربا سے کفار یہ جتنی ہے۔ یعنی مصیبت ہمیشہ خدا کے قہر و غضب کی بنا پر نہیں ہوتی۔ بلکہ  
 کبھی اس کے لطف و مہربانی کی بنا پر بھی ہوتی ہے جب کہ بندہ اس پر صبر کرے اور قضا الہی پر راضی ہو۔ اور اگر  
 فرما کرے بے صبری و غصہ و خیرہ کرے تو اس کے قہر کی علامت ہے۔

محبت الہامیہ سیدہ پیر کو کہتے ہیں جو آفریقہ کی طبیعت کا خوش کرے اور رنج و الم میں ڈالے۔ حدیث میں وارد فقط یُصب یا کی پیش اور عناق کی زبردور بیضہ، محمول و معلوم دونوں سہا تھیں ہیں جیسا کہ ترجمہ میں دونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

١٥٧  
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَقَبٍ  
وَلَوْ صِيبَ وَرَأْسِهِ وَلَا حَزَنٌ وَلَا  
أَذَى وَلَا غَمٌّ حَتَّى السُّؤْلَةُ يَسْأَلَهَا  
إِلَّا كَفَرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنی کسی مسلمان کو کوئی رنج و آلام نہ کوئی بیماری و صدمہ اور نہ کوئی ٹھکر و غم نہ کوئی تکلیف و آذا اور نہ کوئی پریشانی حتیٰ کہ کانٹا جو اسے چبایا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے حق بندے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔  
(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اعلیٰ تکلیف دہ گفت اور مشقت دہنا تو اہل۔

۱۔ اے جس نے کہا کہ وہ ایک واقعی بیاری ہو گئے ہیں۔  
 ۲۔ اے جس نے کہا کہ وہ ایک واقعی بیاری ہو گئے ہیں۔  
 ۳۔ اے جس نے کہا کہ وہ ایک واقعی بیاری ہو گئے ہیں۔

ہے ان الفاظ کے اکثر معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت سے ظاہر ہوتا ہے۔  
معم اور غم کے درمیان یہ فرق ہے کہ غم آئندہ آنے والے کام سے تعلق ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کام اسے درمیان ہو۔  
مگر اس کا انجام دیکھنے کے علاوہ اسے متفکر نہ ہونا اور غم گزشتہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسے کوئی ناپسندیدہ اور ناخوش  
حادثہ ہو جائے۔ اور اس کی وجہ سے دل پر تاریکی اور بے ادنیٰ میٹھ گئی۔ اور چھانکلی ہو۔ مختصر یہ کہ  
مسلمانوں کو جو غم و غمت اور آزار پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ کائنات جرحہ جاتا ہے۔

۷۶ کہ ان مذکورہ مصائب سے مسلمانوں کے صغیر و کبیر مٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ نے کہا ہے۔

۱۳۵۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَمَسَسْتُ  
بِيَدَيْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ  
لَتُوعَكُ وَعُكًا شَدِيدًا فَقَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلُ  
إِنِّي أَدْعُكَ كَمَا يُدْعُكَ مَا جَلَنَ  
مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذَلِكَ لِأَنَّكَ  
أَجْدَرُ فَقَالَ أَجَلُ شُمَّ قَالَ  
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ آذَى مِنْ  
مَوْضِعٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَقَّ اللَّهُ  
بِهِ سِتِّينَ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ  
وَرَقَّهَا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس  
میں پہنچا۔ اس وقت آپ کو شدید بخار تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ  
حنظلہ کے جملہ پھل پر پھیرا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ  
کو تو شدید بخار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہاں مجھے ایسا شدید بخار ہے جیسا کہ تمہارے  
مد آدمیوں کو ہر تپ بخار یعنی بخار میوں جتنا بخار اکیسے کو  
بخار ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ میں  
نے عرض کیا یہ اس لیے کہ آپ کو اجرو ثواب بھی ملتا  
تھا ہے۔ (رایا یا پٹ) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
نہیں ہے کوئی مسلمان جسے کوئی بیماری دینہ و لاشی ہوئی  
ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے گناہوں کو گرتا  
ہے جن پر اسے نصیب ہوتے گرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ حدیث میں لفظ دُک آیا ہے۔ معنی عیادت بخارا اور اس کی تیزی۔

۲۔ یعنی اس وجہ سے مجھے اس قدر تیز بخار ہے۔

۱۳۵۴ وَعَنْ عَائِشَةَ ۲۰ قَالَتْ مَا  
رَأَيْتُ أَحَدًا ابْنِ الْوَجَعِ عَلَيْهِ أَشَدُّ  
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
کسی کو شدید درد و تکلیف کا حالت میں  
دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ اس کی وجہ آپ کے جہر ذات کی صفائی اور قوت خواں ہے۔ اس میں آپ کے وجبات بند ہوتے تھے  
اور آپ کو کئی گنا اجرو ثواب ملتا تھا اور اس میں اور بھی بہت سی نعمتیں مضمر تھیں۔ جن کو سوائے علامہ الغیوب ذات کے  
اند کوئی نہیں جانتا۔

۵۱۱ وَ عَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَافَتَيْهِ  
وَدَاخِلَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ التَّوْبِ  
لِأَخِي أَبَا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ فرماتی  
ہیں۔ مجھے صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور گے کے  
درمیان وفات پائی۔ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
کسی کی موت کی شدت دیکھتی کہ برا نہیں  
بانتی۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(بخاری)

۵۱۲ یعنی اس وقت آپ کا سر بڑک میرے سینے پر تھا۔ عاتقہ سینے کا گردن اور کندھے کے درمیان کا حصہ۔  
ذاتہ ٹھوڑی کے نیچے رگ حلقوم کا کنارہ۔ یعنی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے جسم کے اس حصہ سے ٹکری گئے  
ہوئے تھے۔ اس وجہ سے میں آپ کی موت کی شدت سے واقف و آگاہ ہوں۔

۵۱۳ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی شدت آپ کے بلند مقام کے مناسب تھی۔ غام ذہن یہ خیال رکھتے  
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کے وقت بالکل تکلیف نہ ہوئی۔ آپ کی غایت شدت کی یہ حالت تھی کہ آپ بیمار کی  
طابت سے تپ رہے تھے اور چہرہ اقدس پر پانی کے چھینٹے مارتے تھے۔ اور فرماتے تھے اِنَّ لِمَوْتِ سَكْرَاتٍ مَوْتِ  
کے وقت بڑی بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ جیسا کہ فصل ثانی میں آ رہا ہے۔

۳۵۶ وَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَقَلَّ الْمُؤْمِنُ كَمَقَلِ  
النَّعَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ لَقِيَتْهَا الزَّيْبُ  
فَضْرَعَتْهَا مَرَّةً وَ تَعْدَلُهَا أُخْرَى حَتَّى  
يَأْتِيَهَا أَجَلُهَا وَ تَعْدَلُ النَّبَاتِ كَمَقَلِ  
الزَّرْعِ النَّبَاتِيَّةِ الَّتِي رَافِعَتُهَا  
حَتَّى يَكُونُ أَجْلُهَا مَرَّةً  
وَاجِدَةً

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان  
کا قصہ اور حال کھیتی کی اس دم شاخ کے قصہ اور حال  
کی طرح ہے ہوائیں اڑھو اڑھو جھکاتی ہیں کبھی اسے  
گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا کھڑا کر دیتی ہیں۔ یہاں تک  
کہ اسے موت آجاتی ہے۔ اور مرنے کا حال و قصہ  
صنوبر کے درخت کی طرح ہے۔ جسے کوئی ہوا  
اور ادیت نہیں پہنچتی۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی  
کا مدد قصہ کیسا رنگ زمین پر آکر گر جاتا ہے۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۵۱۴ ایسی ہی حالت کیفیت مسلمان کی ہے کہ کبھی تو اسے حادثہ ضعف و بیماری گرا دیتا اور ضعیف و ناتواں کر دیتا  
ہے اور کبھی اسے صحت و تندرستی قائم و درست کر دیتی ہے۔



۲۷ اور اس کی دینی زندگی کا کام ختم کر دیتی ہے۔

۲۸ جو بظاہر مضبوط ثابت اور قائم دپاٹھا دکھائی دیتا ہے مگر محاسن اور حادثات اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسلئے ہمزہ کی زیر ساکن اس کے بعد زاء ابو عبیدہ سے ایسی ہی روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ یہ لفظ اپنے الف کی مدد کی زیر سے ہے۔ ہلا کی زیر بھی ایک روایت ہے۔ یعنی وہ درخت جس کی جڑیں زمین میں ثابت دپاٹھا رہیں۔ مجننیکہ نیم کی پیش جیم ساکن ذال کی زیر ہمزہ سے مشتق ہے۔ درخت کی جڑ کو کہتے ہیں۔

۲۹ اسی طرح منافق بھی ہمیشہ تندرست و توانا رہتا ہے اسے صفت و بیماری کم ہی لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اچانک موت کے حملے سے گر پڑتا ہے اور مر جاتا ہے۔

۱۳۵۶. وَقَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّمْعِ لَا

تَزَالُ الرِّيحُ تَمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ

يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ

كَمَثَلِ شَجَرَةِ الزَّيْتُونَةِ لَا تَهْتَدُ

حَتَّى تَسْتَحْصِدَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۳۵۷. وَقَنْ جَابِرٌ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَى أَمْرِ السَّائِبِ فَقَالَ مَا لِي

تَزْفِزِفِينَ قَالَتِ النُّحْيُ لَا تَبَارَكَ اللَّهُ

فِيهَا قَالَا لَا تُسَيِّئِ النُّحْيُ فَلَقَا

تُذَاهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا

يُذَاهِبُ الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال

کھیتی کی طرح ہے جسے ہوا و بارش چھاتی رہتی

ہے اس کی طرح مومن کو ہمیشہ بلائیں اور محنتیں گھیرے

رکتی ہیں اور منافق کی مثال زیتون اور مضبوط درخت

کی طرح ہے کہ ہوا سے ہل نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ اسے

کاٹ دیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت ام السائبہ رضی

اللہ عنہا نے اس کو فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

تو فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کی طرح

ابہ حضرت ام السائبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمارتوں اور انہیں تکلیف دینے والوں کے

گھر تشریف لاتے تھے۔

۱۳۵۸۔ کہ درین میں از قرین کاتب صدیق الطائریہ خود ہے۔ جب کہ ہندو اپنے پر پچھلے اعدائے نہیں  
مکت نہ ہے۔ یہ لفظ زائد اور دونوں طرح لکھا ہے۔

۱۳۵۹۔ محلی مالک پیش ایم مشرور جلی حلیہ کا عارفہ۔

۱۳۶۰۔ وَهَنْ ابْنِ مُوَلِّقٍ قَالَ قَالَ قَالَ

وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا مَرَّ بِمَوْضِعٍ أَوْ مَقَامٍ كُنْتَ

لَهُ بِبَيْتِ مَا كَانَ يَتَنَزَّلُ مَعِنَا

مِنْهَا

(تذکار البخاری)

۱۳۶۱۔ وَهَنْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ قَالَ

لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَائِلُونَ

قَهَادَةً كُلِّ مُسْلِمٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۳۶۲۔ کہ درین میں از قرین کاتب صدیق الطائریہ خود ہے۔ جب کہ ہندو اپنے پر پچھلے اعدائے نہیں

مکت نہ ہے۔ یہ لفظ زائد اور دونوں طرح لکھا ہے۔

۱۳۶۳۔ محلی مالک پیش ایم مشرور جلی حلیہ کا عارفہ۔

۱۳۶۴۔ وَهَنْ ابْنِ مُوَلِّقٍ قَالَ قَالَ قَالَ

وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا مَرَّ بِمَوْضِعٍ أَوْ مَقَامٍ كُنْتَ

لَهُ بِبَيْتِ مَا كَانَ يَتَنَزَّلُ مَعِنَا

مِنْهَا

(تذکار البخاری)

۱۳۶۵۔ وَهَنْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ قَالَ

لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَائِلُونَ

قَهَادَةً كُلِّ مُسْلِمٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

امادیت میں دوا اور صحت عام کے نفع سے مذکور ہے اور اگر حفظ طاعتوں کی وجہ سے مباح تو اس سے بھی مباح اور بڑے عام (مراد ہے) اس شخص نے غلط سمجھا جس نے طاعت کو صرف اصطلاحی معنی پر محمول کیا اور طاعت کے علاوہ دوسری دہائی امراض میں بھاگ جانے کو مباح قرار دیا۔ اور اگر فرضاً یہ شخصوں میں ہی مراد ہو تو بھی یہ شخصوں میں ہی مراد ہے عام کا ایک فرد ہو گا۔ اور یہ قائل اس حدیث کا کیا جواب دے گا جس میں دیا ہے عام کا لفظ واقع ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی مانگتے ہیں۔

۱۲۶۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۝ كَانَ قَالِ  
 زَنُتُونَ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 الشُّهَدَاءُ خَمْسَةً ۝ الْمَطْعُونُ ۝ وَ  
 الْمَبْطُونُ ۝ وَالْغَرِيقُ ۝ وَصَاحِبُ الْهَنْدِ  
 وَالْمُهَيْدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 (مُسْتَفْعٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے  
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید پانچ قسم  
 کے ہیں۔ طاعون سے مرنے والا۔ مہینہ طاعون سے  
 مرنے والا۔ ڈوب کر مرنے والا۔ مکان وغیرہ کے نیچے  
 گرنے والا۔ اور غرق ہونے والا۔ شہید فی سبیل اللہ

وہ اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی مانگتے ہیں۔

۱۔ یعنی وہ جو طاعون کی بیماری سے مرے اور اس بیماری پر صبر و برداشت میں حال دیکھ کر  
 ۲۔ دوسرا وہ جو صحت و اس سال۔ استسقاء اور پیٹ پھول جانے کی بیماری سے مرے جو مرنے سے پہلے ہی  
 مطلق بیماری جیسے دوسری پیٹ میں ہوتا ہے وغیرہ مرے جاتا ہے بعض کے کہنے کے مطابق یہ وہی مراد ہے جو کتب و فقہی  
 کی بنا پر حرام و مشتبہ کی چیز کھانے سے مرے جاتا ہے اور وہ اس وقت تک کہ حیات میں اس کے لیے سے ملا گیا۔ یا کھانا کھا  
 کر اس سے وہ شخص مراد ہو جو بھوک نہ پیا کر کہ حالت میں تھری ہو اور وہ کی تیار ہو جائے اور وہ شخص کے لیے سے  
 مرنے والا۔

۳۔ یعنی کشتی وغیرہ کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے پانی میں ڈوب کر ہلاک ہونے والا۔ اگر قبیلہ سے کہیں کسی حالت  
 نفس کی بنا پر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالا ہو۔  
 ۴۔ صاحب الہدم۔ یعنی وہ شخص جو بچہ و بالغ یا مکان گرے اور وہ شخص کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے یا کسی  
 قسم (صاحب زبردستی یا کسی) حالت کو مرے جاتا ہو اس سے گمراہ ہونے والا۔ (صاحب کی زبان گمراہ ہو جائے یا کسی  
 مرنے والا انسان۔

۵۔ پانچوں وہ شخص جو علاء غلامین و ثمنان دین سے جگت کرتے ہوئے مارا گیا یا کسی شہید شہید ہو کر جو شخص  
 جنگ کے علاوہ کسی اور جگہ قتل مارا گیا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اور جو شہید ہو جائے یا کسی شہید ہو جائے یا کسی  
 سے اس پر لفظ شہید کا اطلاقی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ الشہید فی سبیل اللہ قتل فی سبیل اللہ وغیرہ نہیں آیا یا شہید یا قتل

وہ نفس پر شہید حکم سے شہید و صاحب ہے۔ خاتم

وَمَنْ قَالَتْ " قَالَتْ مَلَأَتْ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الطَّاعُونَ فَأَخَذَ فِي إِيَّاهُ  
عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَفَاءُ  
وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ  
لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونَ  
لِيَتَمَكَّنَ فِي بَيْتِهِ مَتَابِعًا  
مُسْتَبِيحًا يَعْلَمُ أَنَّ لَا يُصِيبُهُ  
إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ إِنْ كَانَ  
لَهُ مِنْ أَجْرِ شَيْءٍ  
(نَوَافِلُ الْمُتَعَلِّقِينَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ خاتم  
یہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی  
حقیقت اور اس کے حکم کے بارے میں دریافت کیا۔  
آپ نے مجھے خبر دی کہ یہ سبھی احمقوں اور انا نے اسے  
لوگوں کے یہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت  
کے مطابق جس پر چاہتا ہے اسے سلطان ہے۔ اور  
بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے رسول کے یہ رحمت بنایا  
جس سے یہاں کوئی بھی جس پر طاعون واقع ہوا اور وہاں  
شہریں مبراود ثواب کی نصیب سے ٹھہر رہے اور اس امر  
پر یقین رکھ کہ اسے وہی چیز پہنچ سکتی ہے جو اللہ نے  
اس کے لیے لکھ دی ہے۔ مگر اسے شہید مبراود ثواب

۷۵۵۔ (بخاری)

یہاں سے نہ ہاگے بلکہ یہ وہاں سے اپنی جان خالی کر دے۔

وَمَنْ قَالَتْ " أَمَامَهُ بَنِي لُؤَيٍّ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَسْلَمُ الطَّاعُونَ بِرُحْمَةِ رَسُولِ اللَّهِ  
عَلَيْهِمْ سَلَامٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَوْفَقَ  
مَنْ كَانَ قَلْبُهُمْ قَافًا سَمِعَهُمْ  
بِأَنَّهُمْ قَالُوا قُلْنَا هُوَ عَلَيْهِ  
الْحَالَةُ قَالُوا بَنَاهُمْ وَأَشْهَرَهُمْ  
قَالُوا هُوَ يَخْلُقُ

حضرت اسلم بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون  
ایک طلب تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک  
گروہ پر۔ یا اُن لوگوں پر مسلط کیا جو تم سے پہلے  
تھے۔ جب تم کسی زمین میں طاعون کے بارے میں  
سنا تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب ایسی زمین میں طاعون  
کی دبا بھیل جائے جہاں تم رہتے ہو تو اس بیماری  
سے بھاگنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو۔

(بخاری و مسلم)

(مُسْنَدُ عَلِيٍّ)

اسے نہ خیر لکے نہ خیریم ساکنان خیریں نہ بمعنی خطاب کہیں لاکر سین سے جلا دیتے ہیں۔ یہی رحمتیں معنی اس کا یہی  
طلب ہے۔

۱۷۷ یہ راوی کا شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی طاقتہ میں بنی اسرائیل کو بلا کر ان میں سے کون سے نبیوں کا ذکر فرمایا۔  
 ۱۷۸ یعنی جب تم کسی زمین یا شہر میں جو تمہارے شہر کے علاوہ ہو جانا چاہتے ہو تو اس شہر سے باہر نکلا اور شہر میں نہ جاؤ اور اس جگہ میں داخل نہ ہو۔ اور فقط تقدروا (ما کی زبردستی اس کی حال کی زبردستی) کے نکلنا۔ جس سے روایات میں خلا تقدروا (ما کی زبردستی) کا بعضی اقدام چلا گیا ہے یعنی ان وہاں امراض کے علاقہ میں آنے کا اقدام نہ کرو تاکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کا سبب نہ بنو۔

۱۷۹ اس بارے میں ضابطہ اور دستور یہی ہے کہ جہاں وہاں مریض پھیلا ہوا ہو وہاں انسان نہ جائے۔ اور اگر اپنے شہر و علاقہ میں پھیل جائے تو وہاں سے دور ہو جگہ نہ بھاگے اور نہ لٹکے۔ اگر پھر بعض جگہوں سے بھاگنے کی اجازت ہے جیسے وہ گرجہ و گھر کی زمین آجائے۔ یا جس مکان میں آگ لگ جائے یا وہ دیوار جو قحط کا پھیلا ہو۔ کہ وہاں رہنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو۔ مگر ظاہر میں میر کرنے کا بھی حکم ہے۔ وہاں سے بھاگنے کی اجازت نہیں۔ ظاہر کا مذکور لاہور و کراچی پر کیا درست نہیں۔ کیونکہ وہ اسباب غلو میں سے ہیں۔ اللہ یہ رحمی اسباب ہیں بہر صورت ان سے بھاگنے کی اجازت نہیں۔ اور کس بھی اس جگہ کو چھوڑنے کی رخصت نہیں۔ ورنہ نہیں ہوتا۔ ہذا اگر کوئی شخص وہاں سے راہ فرار اختیار کرے گا تو وہ سامی، گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مافیت و سلامتی مانگتے ہیں۔

۱۷۶۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ابْتَلَيْتُ هَبْدِي بِخَبِيرَتِي هَبْدِي صَبْرًا عَوَظْتُهَا مِنْهَا الْبَحَّةُ يُؤْتِيهَا عَيْنِيهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۷۶۴ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ابْتَلَيْتُ هَبْدِي بِخَبِيرَتِي هَبْدِي صَبْرًا عَوَظْتُهَا مِنْهَا الْبَحَّةُ يُؤْتِيهَا عَيْنِيهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۷۷ یعنی اس کی دونوں آنکھیں بے حواس تھیں۔ اور صابر کا لفظ ہے۔ پھر وہ ان اہل بنی اسرائیل کو بتاتا ہے کہ تمہارے خدا کا نام نہ لے کر کسی شے کو نہ کہو۔ اور اس بات پر یقین رکھو کہ ان قوم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غضب و عداوت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان ناپسندیدہ افعال و اعمال سے غفلت کی ہے۔ جن میں ان کا نیکوئی کی وجہ سے گرفتار ہو رہا ہے۔ اور ان کی جان اور بدن کی درجات کے لیے ہے۔ ہم سے شیخ جزا اللہ تعالیٰ جو آخر عمر شریف میں نابینا ہو گئے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ جو غفلت مجھے اب نصیب

ہرگز سے ماری مرغیب نہیں ہوتا۔  
 اے اگر یہ کلام مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اس صورت میں یہ ایک منیر اللہ کی طرف دیتی ہے  
 بل جلاہ اور اگر یہ راوی کا کلام ہے تو پھر یہ منیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیتی ہے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ عَمَّا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا  
 مِنْ شَيْءٍ يَغُودُ مُسْلِمًا عُدَاوَةً  
 إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ  
 حَتَّى يَنْسِيَ وَإِنْ عَادَ عَشِيَّةً  
 إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ  
 مَلَكٍ حَتَّى يُنْصِيَ وَكَانَ لَهُ  
 حُورٌ فِي الْجَنَّةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا  
 کوئی مسلمان مسلمان کی میت کے وقت عیادت نہیں  
 کرتا مگر اس کے لیے ستر ہزار فرشتہ شام ہونے  
 تک دعا کرتا رہتا ہے اور شام کو بیمار پر کسی نہیں کرتا  
 مگر صبح ہونے تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے  
 دعائے رحمت کرتے ہیں۔ اور اسے بہشت میں  
 پہنچے ہوئے ہوئے دیے جائیں گے۔

(ترمذی ابوداؤد)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ)

۱۔ صبح سے یہاں قبل دوپہر مراد ہے۔ عُدَاوَةُ (غین کی پیش) صبح۔ عُدَاوَةُ صبح کے وقت چلتا اور سفر کرنا۔

۲۔ یہاں شام سے بعد دوپہر کا وقت مراد ہے۔

۳۔ حدیث میں واقع لفظ غریف غریف کے معنی میں ہے یعنی چنے ہوئے عہدہ میرے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت  
 کے لیے تشریف لائے کہ مجھے آشوب خیم کی تکلیف  
 تھی۔ (احمد، ابوداؤد)

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ يَغُودُ مُسْلِمًا عُدَاوَةً  
 إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ  
 حَتَّى يَنْسِيَ وَإِنْ عَادَ عَشِيَّةً  
 إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ  
 حَتَّى يُنْصِيَ وَكَانَ لَهُ حُورٌ فِي الْجَنَّةِ

۱۔ یعنی حضرت زید بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ آپ مشاہیر و اکابر میں سے ہیں۔ مشرہ غزوات میں شریک ہوئے  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہایت خصوصی دوستوں میں سے ہیں۔ ان کی تصدیق میں سورۃ منافقین کی آیت نقل ہوئی  
 إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ۔ آپ فرماتے ہیں میری دونوں آنکھوں کو درد تھا ایک روایت میں یعنی کال لفظ مفرد  
 آیا ہے۔ یعنی میری ایک آنکھ کو درد تھا۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (راتے میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے وضو کیا اور  
اچھا وضو کیا۔ پھر بعض صفائے اہلی طہ کے لیے اپنے  
سلمان بھائی کی بیمار پرسی کو گویا گدے دوزخ  
سے سرکشائی کے فاسے میں دوڑ کر دیا گیا۔  
(ابو داؤد)

۲۰ خریف سال کو کہتے ہیں۔ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خریف کی تفسیر سال ہے نفس مدیف میں اچھی ہے۔ کیونکہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ آئے ابو عمرہ خریف کیا ہے۔ فرمایا خریف حال کو کہتے ہیں۔ اہل اللہ وہ یہ ہے کہ عرب اپنی ابتدائے تاریخ سے سال کی ابتدا خریف سے کرتے تھے اس کے بعد دیگر کچھ اول سال سے کہنے لگے۔ ان لوگوں کے آثار نے اوسان کے غنے تیار کرنے کا کام موسم خریف میں کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (جو شخص)  
 اپنی ساری دولتیں اللہ پر ہی توکلت کرے وہ ایمان سے بڑھ کر  
 مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے مال پر توکلت کر لیا  
 اس سال اس کو اللہ کی عطا کردہ نعمتیں پہنچیں گی۔  
 یٰشعیب کہہ دینا اللہ اعظم ہے جو تم کو علم کا سہ سے  
 دعا کرتا ہے کہ وہ تجھے شفا عطا کرے گا اللہ تعالیٰ  
 شفا عطا فرمائے گا جسے کہاں کا شرف ہو وہی

آچاڻي (آبومادر، زردی)

لے عدد کی اکثر و بیشتر محکرات میں بارنگ ہے مگر بعض دیاؤں میں سات سے سزا عدد بھی آیا ہے۔ ہر کتاب ہے کہ اس مقام میں سات افسانے دفع مرثیہ دہلا کے یہ سات کے عدد تفصیل آئی ہو۔ واللہ اعلم۔

میں ہر ایک کی خدمت میں ہر ایک کا کوئی عطا نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا یہ حدیث ہے کہ نبی  
محمد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہمارا مقام و درجوں کے  
علاقہ کے لیے ان کلمات کے پڑھنے کی تعلیم دیا کرتے  
تھے اَهُودُ بِأَمْثَلِ الْعَظِيمِ مِنْ تَحْوِيٍّ حَرِيٍّ  
تَكَارُؤٍ مِنْ شَيْءٍ حَرِيٍّ تَكَارُؤٍ - اللہ العظیم کے پاس  
پناہ لیتا ہوں ہر خون بہانے والی رگ کے شر سے  
اور آگ کی تپش کے شر سے۔ اسے ترغیب دینے کی روایت  
کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی عزت و بھان نہیں  
مگر ابراہیم بن اسماعیل کی حدیث سے اردو حدیث  
کی ضمیمہ ہے۔

وَكَلَّمَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بِأَمْثَلِ الْعَظِيمِ  
الْعَظِيمِ وَمِنْ الْأَوْجَاعِ كَلَّمَ ابْنُ  
يَقُولُ بِأَمْثَلِ الْعَظِيمِ الْكَبِيرِ الْكَبِيرِ  
بِأَمْثَلِ الْعَظِيمِ مِنْ شَيْءٍ حَرِيٍّ تَكَارُؤٍ  
وَمِنْ شَيْءٍ حَرِيٍّ تَكَارُؤٍ (رواہ ابی یوسف)  
وَكَانَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَمْ  
يَقُولْ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ  
ابْنِ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ يُضَعِّفُ فِي  
الْحَدِيثِ

اسے یا ان سے پڑھ ہر رگ کے شر سے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا  
تم میرے لیے کوئی حد و بیماری لاحق ہو یا اس کا کوئی  
بھال اس کے سامنے درود و دعا کی شکایت کرے تو  
چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے (ترجمہ) ہمارا رب وہ ہے  
جو آسمانوں میں ہے ہمارا نام پاک و مقدس ہے ہمارا حکم  
آسمان و زمین میں ہماری دینا فدا ہے جس طرح تیری  
رحمت آسمان میں ہے۔ تو اپنی رحمت زمین میں بھی پھیلا  
دے۔ ہمارا گناہ بخش دے اور ہماری غلطیوں بھی بخش  
دے تو طیب و پاک لوگوں کا رب ہے۔ اپنی رحمت  
میں سے رحمت نازل کر اور اپنی شفا میں سے شفا  
عطا فرما اس حد و بیماری پر تو وہ قد و بیماری کا حد  
ہر جملے کی۔ (ابو داؤد)

بِأَمْثَلِ الْعَظِيمِ وَكَانَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَمْسَكَ مِنْهُ  
حَقٌّ أَوْ أَهْلًا أَوْ أَمْرًا فَلْيَعْنِ  
رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقْدَسُ  
أَعْيُنُهُمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
كَمَا رَحَّمْتَكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ  
رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ الْخَيْرُ لَنَا حَقٌّ  
وَحَقٌّ يَا أَلَهِي رَبِّهِ الطَّيِّبِينَ  
أَبْنِ حَسَنَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَبِفَضْلِكَ  
مِنْ جَنَابِكَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ  
فَيَتَرَأَى

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ



۱۔ یعنی تاکہ تیرے دل میں میرے رین کی تقویت اور تیرا کلمہ بند کرنے کے لیے میرے دشمنوں کو ہلاک و زخمی کرے  
نکاح کا فیصلہ نہ کرے اور میری نقل و نباتت کے متعلق میرا نام ہے اور اذیت و درد پہنچانے کے لیے بھی آتا ہے  
ہجرہ اور غیر ہجرہ کے ساتھ زخم کے اندر سے جھڑکا دے اور زخم پر زخم لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

علاہ اور تیرے دین کے حق کی ادائیگی کے لیے جان بے سہے ساتھ چلے۔ بندے کے باقی تمام افعال میں سے دشمن کو زخمی کرنے اور جنازہ کے ساتھ چلنے کی تفصیص اس مناسبت کی بنا پر کی کہ جب وہ ہمیں سارا در لب موت تھا تو اس کے بعد اس چیز کا ذکر کیا جو موت سے متعلق ہے۔ یعنی دشمنانِ دین کو ہلاک کرنا اور مردوں کے لیے دعا اور ان کی امداد کرنا۔ یہی نے یہاں کیا کہ دشمن کو ہلاک کرنے اور جنازہ کے ساتھ چلنے کو اس لیے جمع کیا کہ اول میں دشمنانِ خدا پر غلبہ نازل کرنا اور دوسرے میں وہ دشمنانِ خدا کے لیے رحمت حاصل کرنا ہے۔

حضرت علی بن زید سے وہ امیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ عزوجل کے اس قول مبارک کے بارے میں دریافت کیا کہ خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کر دیا چھپائے رکھو۔ اللہ تم سے اس کا جواب لے گا اور اس کے اس قول کے بارے میں کہ جو کوئی گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ مجھ سے کسی نے یہ سوال نہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کتاب ہے کہ جو اسے بخاریا مصیبت پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو اسے پہنچیں گی آستین میں شکر کے پیرا سے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے۔ یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے۔ جیسے پیلا سنا بھٹی

١٢٤١ وَهَنَّ عَلِيٌّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ  
أُمِّهِ أَنَّهَا مَاتَتْ غَائِثَةً عَنْ  
قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ كِبَادًا  
فِي الْفَرَسِ أَهْلًا وَخَيْرٌ مِنْهَا  
بِهِ اللَّهُ وَهَنَّ قَوْلُهُ مِنْ يَحْمَلُ  
لَهُ الْخَيْرَ فَقَالَتْ مَا سَأَلَنِي  
عَنْهَا فَسَكَتُ مُتَعَذِّرًا بِسُؤَالِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذِهِ  
مُعَاتِبَةُ اللَّهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصْنَعُ  
مِنْ النُّحَى وَالْعَلَبِ حَتَّى يَنْتَهِرَ  
يَعْنِيهَا فِي يَدِ قَبِيضِهِ فَيَعْرِضُ مَا  
فِي يَدَيْهَا حَتَّى أَنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرِجُ  
مِنْ دُنُوبِهِ تَمَا يَخْرِجُ الشَّيْءَ  
الْأَخْشَرَ مِنَ الْكَبِيرِ

(ترنہ)

(دعای الترمذی)

۱۷۔ یحییٰ علی بن زید بن عبدالرحمن بن مردمان قرشی تمیمی بصری جو تابعین بصرہ میں سے ہیں۔  
۱۸۔ امیہ ہمزہ کی پیش پاکی شدہ۔ آپ تابعیہ ہیں حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں۔

۳۵۔ ان دو آیات کا معنی دریافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام اللہ ہے اور اس میں ہر کلمہ کی طرف سے ہندوں کے  
ان باتوں کا بھی حساب اپنے دلوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ان کے شعوت اور برکتے نادار ہے۔ دوسری آیت میں  
امر کو واضح کرتی ہے کہ ہندوں کو کھان کے ہر کم یا زیادہ تہ سے کام کی جزاں کو نہ دے گی۔ تیسرا امر انہیں بڑا مشکل غم سن ہوا  
اور وہ حیرانی میں پڑ گئے۔ کہ وہ کیا کریں کہ ان سے تو چنانچہ ممکن ہے۔  
۳۶۔ یعنی اس کی محاسبہ اور جزا کے بارے میں۔

۳۷۔ نکبت انوکھ کی زیر معنی کتاب۔ غصہ کرنا اور ملامت کرنا اور دودھ کا دودھ پڑھنا ظاہر کرنا میں کی  
بے ادبی پر جو اس سے صادر ہوئی ہو۔ حالانکہ دل میں اس کی محبت اور اس کے لیے جذبہ مہلت و رحمت موجود  
ہو تاہم صراحت میں کہا عتاب کا معنی ہے۔ ناز کرنا اور غصہ ظاہر کرنا۔ نکبت وہ حادثات اور تکالیف جو ان کو  
کو پہنچتی ہیں۔

۳۸۔ اور لوگ حادثہ آئین میں کچھ نہ کچھ رکھ لیتے ہیں۔ (جس طرح بیت میں کچھ نہ کچھ رکھ لیتے ہیں)  
۳۹۔

۴۰۔ اور اس کی حالت غیر ہو جائے اور اس کے لیے ضرور کر کے اور کلمہ ظاہر کرنا کونے کونے  
یعنی یہ محاسبہ اور جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی اس کا موازنہ کر لے گا اس پر غصہ ہو گا اور عتاب ہو گا  
اس محاسبہ سے آخرت میں عذاب و عقاب مراد نہیں۔ لہذا بندہ کو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عذاب و عقاب پر  
دل میں بڑا خیال نہ لائے۔ اور غمناک نہ ہو۔ بلکہ ان حادثات کے باوجود غم نہ کرے اور غصہ نہ کرے اور غم نہ کرے  
گناہوں کا کفارہ اور بھاری درجات کا وسیلہ ہیں۔

۱۔ من تراغیبن و گریاں مراں کم

۲۔ لاں نہ جو غم کر کوہ منی

۳۔ زلزل حدیث تلخ کے گرم عرو

۴۔ نہ تو تہنی چوں ہر پر خون شری

۵۔ تاکت اور چوں پہنایں کم

۶۔ بکہ بچوں کو کھانے کا

۷۔ ہر تہنیا فر دہم میرا جیسے دین کے لہجہ

۸۔ پر نہ جیسا کہ میری شری

۹۔

۱۰۔

۱۱۔

۱۲۔

۱۳۔

۱۴۔

۱۵۔

۱۶۔

۱۷۔

۱۸۔

۱۹۔

۲۰۔

۲۱۔

۲۲۔

۲۳۔

۲۴۔

۲۵۔

۲۶۔

۲۷۔

۲۸۔

۲۹۔

۳۰۔

۳۱۔

۳۲۔

۳۳۔

۳۴۔

۳۵۔

۳۶۔

۳۷۔

۳۸۔

۳۹۔

۴۰۔

۴۱۔

۴۲۔

۴۳۔

۴۴۔

۴۵۔

۴۶۔

۴۷۔

۴۸۔

۴۹۔

۵۰۔

۵۱۔

۵۲۔

۵۳۔

۵۴۔

۵۵۔

۵۶۔

۵۷۔

۵۸۔

۵۹۔

۶۰۔

۶۱۔

۶۲۔

۶۳۔

۶۴۔

۶۵۔

۶۶۔

۶۷۔

۶۸۔

۶۹۔

۷۰۔

۷۱۔

۷۲۔

۷۳۔

۷۴۔

۷۵۔

۷۶۔

۷۷۔

۷۸۔

۷۹۔

۸۰۔

۸۱۔

۸۲۔

۸۳۔

۸۴۔

۸۵۔

۸۶۔

۸۷۔

۸۸۔

۸۹۔

۹۰۔

۹۱۔

۹۲۔

۹۳۔

۹۴۔

۹۵۔

۹۶۔

۹۷۔

۹۸۔

۹۹۔

۱۰۰۔

۴۔ جب تو دنیا کے علاوہ دنیائے کمال کی چیزیں نہ ہو جائے گا تو آخرت کی نعمتیں سے نجات پا جائے گا۔  
 ۵۔ قافلوں میں گناہ پر (تاگ زیر) سنا پانچ اور کچھ بھی کہتے ہیں جو کان سے نکلے اور اسی سے پھلا کر سانپ کے میں نہ ڈالا  
 گیا ہو۔ مجمع البہار میں کہا ہے خالص مرنے اور پانچ ہی کہتے ہیں۔ اچھے سکھ کی شکل دیکھنے سے پہلے۔ جب اسے سکھ کی  
 شکل دے دی جاتی ہے تو پھر اسے عین کہتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے  
 کو مصیبت یا اس سے کم دشمنی تکلیف گناہ کے بغیر  
 نہیں پہنچتی اور جو کچھ رب تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ وہ  
 بہت ہے۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ جو مصیبت تمہیں  
 پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کی گناہی سے تھی اور رب  
 تعالیٰ تو بہت ہی معافی عطا کرنے والا ہے۔

(ترمذی)

۱۳۷۲ وَهَنْ آتَىٰ مُوسَىٰ أَنْ رَسُلَ  
 اللَّهِ إِلَىٰ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا  
 يُصِيبُ عِبَادًا نَّكَبًا وَمَا يَخْلُقُو  
 أَوْ ذَوَّكًا إِلَّا بِإِذْنٍ وَمَا يَخْلُقُو  
 اللَّهُ مَا لَهُ أَكْثَرُ ذِكْرًا وَمَا  
 أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ  
 أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ

(نعاۃ الترمذی)

۱۔ یہی چھوٹی بڑی تکلیف مصیبت۔

۲۔ یہاں قرآن کا لفظ بڑا ہرے آیت دونوں کا حیران کرنے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ اور اس کے عکس کا بھی۔  
 ۳۔ اول احتمال زیادہ ظاہر ہے۔

۴۔ یعنی گناہ اور خطا کی وجہ سے جو اس سے نادر ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک دردش کے جوتے کا قسم چاہا کاٹ  
 گیا تو وہ دردش کے ہوتے کے ساتھ کہہ دے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کی سزا مجھے ملی ہے۔

۵۔ یعنی اس حال کے میں یہ آپ کا کہنا۔ دُعا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ  
 وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ یعنی تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ اس سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا ہوتا  
 ہے۔ یعنی تمہاری ذاتوں نے انشاء اللہ تعالیٰ نے بہت سی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
 بندہ عبادت کے اچھے راستے پر چل رہا ہوتا ہے پھر  
 بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا  
 ہے کہ اس کے تدریجی کے زمانہ کے برابر اعمال کھڑے

۱۳۷۳ وَهَنْ يَخْلُقُ اللَّهُ بَنِي عَمْرٍو قَالُوا  
 قَالُوا لَسَوْفَ اللَّهُ مَعِيَ اللَّهُ فَكَلِمَةً  
 وَتَسْلَمُ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلَىٰ  
 طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ  
 مَرِضَ قِيلَ يَلْمُكَ الْمُؤَلَّى بِهِ





عہد کے باب میں ہے۔ اور ہر قسم کے ہمتی ہیں۔ جو پلو کے امداد ملنا دوسرے کے نزدیک پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی حالت سانس کی کمی اور غصہ ہے۔ اس کے جنت سے اقسام، اجسام، اسباب و ملاقات ہیں۔ جو کتب میں مذکور ہیں۔ شرح سزا سزا میں ان کا کچھ نقل کر دیا گیا ہے۔

کہ اس کا معنی گزشتہ حدیث کی شرح سے معلوم ہو چکا ہے۔

۳۔ حدیث میں صاحب الہدم کا لفظ آیا ہے۔ گزشتہ حدیث میں خدم دال ساکن امداد کی نفع و دونوں کا

معنی بیان ہو چکا ہے۔ یہاں دال کی زبردستی سے سبب ہے۔

۴۔ حدیث میں لفظ جمع آیا ہے۔ عجم کی پیش۔ بعض نے عجم کی زیر کہا اور عجم ساکن۔ بعض نے جوع یعنی وہ عجمت

جو پھر جنت سے مراد ہے اور پھر اس کے پیٹ سے باہر نہ آئے اور جو عجمت پٹے کی پیدائش کے بعد مرے اس کا

بھی یہ کہ ہے۔ بعض نے لفظ جمع کی تفسیر گزشتہ سے کی ہے۔ کہ پھر کی طرح اس میں کنوارا پن موجود اور ساتھ

ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو عجمت جمع سے مراد اس سے بچی دنیوہ باہر نہ آئی تو وہ

شید ہے۔

حضرت شہر مینی اللہ منہ سے سعادت ہے فرماتے

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں

میں سخت مصیبت دلائے لوگ کون ہیں۔ فرمایا انبیاء پھر

ترتیب دار افضل لوگ۔ انسان اپنی دینداری کے مطابق

مغائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اگر اس کے دین میں تعصب و

چمکا ہے تو اس کی بلیاں اور مصیبتیں بھی سخت ہوں گی

اور اگر اس کے دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جائیگی

ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر بے گناہ

ہو کر چلے پھرے گا۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

(داہل)

ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ لَمَّا لَبِثَ النَّبِيُّ

حَتَّى لَبِثَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْكَلْبَ

أَكْبَدَ عَجْوَةً كَانَ أَرْتَابِيَةً رَشَوَ

لَا مَثْلَ فَإِذَا مَثْلٌ يُبْقَى التَّجْلُ عَطَا

مَحْسَبَ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ

تَعْلِيلٌ أَوْ كَلْبٌ بَلَاءٌ وَوَإِنْ كَانَ

فِي دِينِهِ رِقَّةٌ فَهُوَ عَلَيْهِ كَمَا

كَانَ كَلْبٌ حَتَّى يَنْفِخَ حَتَّى

أَكْذِبَ حَتَّى ذَهَبَ

رَوَاهُ التَّوْهِيذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التَّوْهِيذِيُّ هَذَا

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

یعنی حضرت شہر مینی اللہ منہ سے

کہ میں مرتبہ مرتبہ افضل لوگ جیسے ارادہ رکھتا ہوں اور صحت یافتہ مراتب و درجات کے مطابق۔

کہہ کیونکہ وہ صاحبِ عقین ہے آئندہ ان مصائب پر صبر کرے گا اور اسے چھوٹا کر دے گا اور اسے بڑا کرے گا اور اسے دلا رب تعالیٰ ہے۔ اس میں بہت سرانیاں پوشیدہ ہیں تو اس کا ایمان اور کمال ہوگا۔ اور خدا کے ساتھ اس کی محبت اور قری اور زیادہ ہوگی۔ اور اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔ اور درجہات بہشتیہ پہنچے بغیر مر رہے جائیں گے۔

۴۷ تاکہ بے صبری نہ کرے۔ اور عدمِ قوت ایمان و تقویٰ کی وجہ سے دین کا رکنا سے باہر نہ نکل سکے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے نعمت عطا کر کے اس کی تابعدارِ قرب کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص ہمیشہ اسانی کی حالت میں رہتا ہے یہ اس آدمی کے مال کا بیان ہے جو دین میں قری اور محبت پر تاسا ہے۔

۱۴۶۸ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۶۹ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۰ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ

(رذی۔ ثانی)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّيَمِيُّ)

۱۴۷۱ یعنی حضرت علیؑ کی شہادتِ موت کا نظریہ رکھنے سے پہلے اس کا حال ہی سے جوئے سے ملے پر رشک کیا کرتی تھی۔ مگر جب سے نبیؐ آنحضرتؐ کی شہادتِ موت کی خبر پہنچی تو اس کی حالت بدل گئی اور اس کی ہمت پر سے رشک نہ کیا۔ اور میرا اعتقاد ہو گیا کہ شہادتِ موت کی حقیت یہ ہے کہ آدمی کو شہادتِ موت کے بعد اس کی ہمت پر سے رشک نہ کیا۔

۱۴۷۲ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۳ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۴ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ

۱۴۷۵ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۶ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۷ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ

۱۴۷۸ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۷۹ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ  
۱۴۸۰ وَكُنْ عَاشِقَةً قَالَتْ مَا أَغْنِي عَنْكَ بَقَاؤُنِ مَوْتٍ بَعْدَ الْوَدَىٰ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّيَمِيُّ)

۱۴۸۱ یہ راوی کا شک ہے۔ شکرِ کرات مکرہ رکات ساکن اور کھڑے ہو کر رکعت کی شکر اور شکر کے حق میں ہے۔ اور لفظ تسکیر کسی کریم پر ہوش کرنا اور اسے بے ہوش کرنا ہے۔ چنانچہ ہر ایک ہوشیار اور بے ہوش کر دے۔

ادھر محمد البکری الحمری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سکرات موت کے سبب میں بہت سی وجوہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق شریف تمام مزاہل سے بڑھ کر حالت اعتدال پر تھا۔ اس وجہ سے موت کا احساس دالم زیادہ۔ اور اس کا اثر بھی زیادہ محسوس کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَا دُؤْمَکَ کَمَا یُؤْذِئُکَ رَجُلًا یَمِیْنُکُمْ یعنی مجھے آنا بخدا تھا جتنا تمہارے دواؤں کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ تیپے گزرا۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ کی روح مبارک کا آپ کے جسد لیلیف سے تعلق و تعلق بہت قوی اور بہت زیادہ تھا۔ تو اس کی جدائی سے آپ کو درد و تکلیف بھی زیادہ ہوئی۔ تیسری وجہ یہ کہ اہل میں آپ کی امت کو تسلی دینا مطلوب ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ آپ کی روح پاک کے جسم اطہر سے منتقل ہونے کی کیفیت و صورت یہ ہے تو پھر ہر سنی پر جان کنین کا معاملہ آسان محسوس ہوگا۔ چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت شریف تمام جہاتوں کی جامع تھی تو آپ کی روح پاک آپ کے جسد اطہر سے الگ ہونا گویا تمام ارواح اہل تمام اجسام کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی طرح تھا۔ پانچویں وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مملکت الہیہ کے توبی و نوحان اور درگاہ عزت پاری تعالیٰ سے اس پر مقرر تھے اور کون دکان کے جملہ احکام آپ کے سرور کو پہنچنے گئے تھے۔ کس کا مائرو حکومت و سلطنت آپ سے وسیع تر ہو سکتا ہے۔ اور حکام کی عادت استغناء و جابر یہ ہے کہ وہ سلطان اعظم کی درگاہ میں پیش ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو انہیں اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق ادبا اپنے مال و درہم کے لائق جو ہر خوف دہراں طاری ہوتا ہے کہ ہر ہر چیز اور ذمہ داری کے مال و عیب سے کس طرح خلاص ہوں گی۔

سادے شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ وفات کے وقت فرمایا ہے کہ اگر کچھ سے شب سکرات کا مشاہدہ کرو تو پریشان اور غماز نہ ہوتا۔ کہ یہ شدت مقام و منصب قیامت کو لازم ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تنزلاتِ اعدیث، تجلیاتِ صمدیت اور اسرارِ الہیہ بہت کثرت سے ہوتی تھیں۔ جبکہ نزولِ ربی کے وقت ہوتا تھا۔ اور یہ آپ کے کما وقات زندگی میں سب سے اتم داخل حال تھا۔ اور یہ کما وقات میں ان مشاہدات و ظاہرات کا معائنہ تھا جو کہ جہانیت کے رشتہ کی برداشت و جہاد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ آخری وجہ جو حضرت تمام وجوہوں سے بہتر اور آپ کے مقام و حال شریف کے زیادہ مطابق و موافق ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک دوسری وجہ یہ بیان کی کہ کثرتِ سکرات کی جو کیفیت و حالت آپ پر ملدی ہوئی وہ در حقیقت اس اور ان خاص اس کی بنا پر ملدی ہوئی کہ تشریف درجہ کے جس کا کہ خدا تعالیٰ سے خاص ملاقات ہونے والی تھی۔ اس خاصے خاص کے مناسب حال آپ پر خوف، خشیت و ہیبت و لعل ملدی ہوا۔ کیونکہ آپ جناب ذاتِ خدا تعالیٰ کی رحمت کے کما وقات میں تمام برتاؤں سے قرب الہی کے کما وقات میں آپ پر تواضع و نیاز مندی اور عبودیت کے

marfat.com

کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے فری طوع پر دنیا  
میں سزا کی دے دیتا ہے۔ اور جب کسی بندے کی برائی  
چاہتا ہے تو اس کی سزا اس کے گناہوں میں محفوظ رکھتا  
ہے۔ یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری  
سزا دے گا

أَرَادَ اللَّهُ بِعِبْدِهِ الْخَيْرَ فَهَلْ لَكَ  
الْعُقُوبَةُ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ  
اللَّهُ بِعِبْدِهِ الشَّرَّ أَهْمَكَ عَنْهُ  
يَذْنِبُهُ حَتَّى يُؤَافِيَهُ بِهِ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی)

۱۔ کیونکہ دنیا کا عذاب آسان ہے۔ اور دنیا میں رہنے کی مدت بھی بہت تھوڑی ہے۔ جیسے کیسے بھی ہو گزر  
جاتی ہے۔

۲۔ عرب کہتے ہیں۔ اگلی فلاں حق۔ اس نے فلاں کو اس کا پورا پورا حق دے دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی بلا  
کے ساتھ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت  
کرتا ہے تو اسے مبتلا کرتا ہے۔ پھر جو راضی ہو گیا اس  
کے لیے رضاء و خوشنودی ہے۔ جو ناراض ہوا اس  
کے لیے ناراہنگی ہے۔

۱۳۸۱ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَظَّمَ  
الْجَزَاءُ مَعَ عَظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنْ  
اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا  
ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَاءُ  
وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ .

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

۱۔ عظیم (میں کی پیش نظر) تسلیم ہے اسم ہے۔

۲۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی سے دشمنی کرتا ہے تو اسے مبتلا کرتا ہے۔ چونکہ یہ شق ببارت سے سمجھ  
میں آ جاتی ہے اس لیے اس کا ذکر نہ کیا۔

۳۔ یعنی بندے کی رضا اور خوشنودی اور اس کا غصہ پروردگار کی رضا ناراہنگی اور اس کی محبت و دشمنی کا سبب و  
علامت ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے سے دریافت کیا کرتے تھے کہ کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ خدا  
قلے بندے سے راضی ہے یا ناراض۔ اس کا جواب ان کو یہ دیا جاتا کہ اگر بندہ خدا سے راضی ہے تو خدا بھی اس سے  
راضی ہے۔ اور اگر بندہ خدا سے ناراض ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مرد

۱۳۸۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوَّلُ الْمُؤْمِنَةِ  
فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ حَتَّى  
يُلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ تَحْلِيلَةٍ  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَدَوَى مَالِكٌ  
نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ  
حَسَنٌ صَحِيحٌ)

اور مومن کی جان اور مال کی معیشتیں پہنچ  
رہی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سب تعالیٰ سے اس طرح  
مٹا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔  
ترمذی اور مالک نے اس کی مثل روایت کی  
اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح

ہے

۱۔ اہل آلہ، امراض اور مختلف اذیتوں کی صورت میں کہ اس کی جان اور مال میں تباہی اور نقصان ہوتا رہتا ہے۔  
اسی طرح اس کی اولاد میں مرض اور موت کی شکل میں۔ یہ تمام امور گناہوں کا کفارہ اور خطاؤں کے مٹنے کا سبب بنتے  
ہیں۔

۱۲۸۳  
۳۵ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَالِدٍ  
السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَبَقَّتْ  
لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنَزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا  
يَعْتَلِهِ ابْتِلَاءُ اللَّهِ فِي جَسَدِهِ أَوْ  
فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبْرُهُ  
عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنَزِلَةَ  
الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ

حضرت محمد بن خالد سلمیٰ وہ اپنے والد ماجد سے  
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا جب کسی بندے کے لیے کوئی درجہ رب کی  
طرف سے مقدر ہو چکا ہوتا ہے تو تک وہ اپنے دل  
سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم  
مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر  
اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس  
درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو رب کی طرف سے  
اس کے لیے مقدر ہو چکا ہوتا ہے

(احمد الوفاؤں)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

۲۔ اہل آلہ (سین کی پیش اور سلام تحف کی زبردان کا باب اور دایا و وفل سمیل میں۔  
۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ بلا مصیبت پر صبر کرنے سے اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے جس تک طاقت و  
عبادت سے نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ امام اجل ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی رحمہ اللہ وہ کس سرور فرماتے ہیں کہ میں اپنی زندگی کے گوشوارے  
ایام میں سخت بیمار ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی تو میں نے عرض کیا اے اپنے نفس کا امانہ لگایا  
کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کی صحت میں میری کتنی اصلاح اور کیا تدبیر فرمائی ہے اور دونوں جہان کی عبادت

جو اس مدت میں ہو سکتی ہے۔ اس کے درمیان فرق کا بھی اندازہ لگایا تو میں نے اپنے آپ سے کہا اگر مجھے اقتید دیا جاتا اس بیماری اور مدفن جہاں کی عبادت کے درمیان جو اس مرض میں ہو سکتی ہے کہ میں ان دونوں میں سے کس طرف کو ترجیح دوں اور کسے اختیار کروں تو میرا غرض صحیح — میرا یقین ثابت — اور میری بصیرت اس پر مطلق ہوئی کہ جو کچھ میرے پردہ دگار نے میرے لیے پسند کیا ہے۔ وہ شرف کے لحاظ اکثر اجر کے لحاظ سے بڑا۔ اور انجام کے اعتبار سے زیادہ نفع مند ہے۔ اور وہ بیماری و مرض جسے میرے پردہ دگار تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے میرے لیے تدبیر کیا۔ وہ ایسی بندگی تھی جو شائبہ محب دریا سے پاک و منزہ تھی۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ بلا و مصیبت کو کیوں زقیف دی گئی ہے۔ یہ مسئلہ اپنے رسالہ التسلیۃ المصاب نیل الاجر و الخراب میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن الکوا  
کو اس حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پیلوں نازے  
ترتیب بھی پیدا کی گئیں۔ اگر وہ ان موتوں کے نرطے  
سے نچ بھی گیا تو بڑھاپے میں جاگرتا ہے پھر اسے  
موت آتی ہے۔

۱۲۸۲ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَخِيرٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ابْنِ آدَمَ وَإِلَى  
جَنْبِهِ يَسْعُ وَيَسْعُونَ مِثْلَهُ إِنْ  
تَخَطَّاهُ الْمَتَايَا وَقَعَتْ فِي الْقَهَرِ  
حَتَّى يَمُوتَ.

اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا

غریب ہے۔

حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

۱۲۸۳ حضرت عبداللہ بن شخیر (شین) مجھ کی زیر اذعانے مجھ مشدہ کی زیر رضی اللہ عنہ۔ آپ صحابی ہیں۔ بصرہ میں

اقامت پذیر رہے۔

۱۲۸۴ اصل میں فقط بچل ہے۔ بیم کی پیش نام شدہ کی زیر یعنی تصویر بنائی گئی۔ اور پیدا کیا گیا۔

۱۲۸۵ اس کے پیلوں میں یعنی اس کے قریب اور متصل۔ نازے موتوں سے آفات و بلائیں مراد ہیں۔ جو موت و

ہلاکت کے اسباب ہیں۔

۱۲۸۶ یعنی اگر وہ آفات و بیماریات سے نچ بھی گیا تو بڑھاپے میں جاگرتا ہے۔ یعنی آدم نازد ہے انداز معائب و

بلاؤں کے کھیرے میں ہے۔ غلامی پاتا شکل امر ہے۔ اور اگر نازد ان سے نچ ہی گیا تو بڑھاپے کی عمر میں باپنچا

ہے جو درد ہے دوا اور بلائے ہے انتہا ہے۔ کہ مرے بغیر چارہ نہیں۔ اور بڑھاپا اسے موت کے گھاٹ اتار

کر رہتا ہے۔

۳۸۴ وَهَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ  
الْعَاقِبَةِ يَوْمَ الْعِيمَةِ حِينَ  
يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ  
جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرُصَاتٍ فِي الدُّنْيَا  
بِالْمَقَارِبِينَ.

(سَوَادَةُ التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ هَذَا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

۳۸۶ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ الرَّائِمِ قَالَ  
ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ  
إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ شَمَّ عَاقَا  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَقَارِئَةٍ  
لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ وَمَوْعِظَةٍ  
لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنْ الْمَتَانِقُ  
إِذَا مَرِضَ لَمْ أُعْفَ كَانِ  
كَالْبَعِيزِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ لَمْ أَسْأَلُوهُ  
فَلَمْ يَذَرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلَمْ أَسْأَلُوهُ  
فَقَالَ تَجَلُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا  
الْأَسْقَامُ وَاللَّهِ مَا مَرِضْتُ كَقُلِّ  
فَقَالَ ثُمَّ عَنَّا فَلَسْتُ مِنَّا.  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اہل  
عیالت آئندہ کریں گے جب کہ اہل مصائب کو مصائب  
و آلام برداشت کرنے پر اجرو ثواب عطا کیا جائے گا  
کہ کاغذ ان کے چمڑے دنیا میں پتھروں کے ساتھ  
کاٹے جاتے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث  
غریب ہے۔

حضرت عامر الرایم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یوں  
کہہ کر کیا۔ اور فرمایا جب مومن کو کوئی بیماری پہنچتی ہے  
پھر اسے اللہ تعالیٰ تندرستی عطا کرتا ہے تو وہ یہاں  
ان کے گوشہ گاہوں کے لیے کھانا بن جاتی ہے  
اور آئندہ کے لیے اسے پندرہ سو حصہ کا حکم دیتی ہے  
اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر اسے شفا ملتی ہے  
تو وہ اونٹ کا طرح ہوتا ہے۔ جسے اس کے مالکوں  
نے باندھا پھر اسے آزاد کر دیا۔ تو وہ نہیں جانتا کہ  
اسے کیوں باندھا اور کیوں چھڑ دیا۔ یہاں تک کہ  
مرض کیا یا رسول اللہ! اللہ جبریاں کیا کرتا ہے یا  
مؤمنین کو کسی بیماری میں ہوا۔ تو کیا ہمارے پاس اس کا  
اٹھ جائے تو ہم میں سے نہیں لگے۔  
(ابو داؤد)

اسے الام راہی کا مخفف ہے بمعنی تیر انداز انیس عامر بن الرایم بھی کہتے ہیں۔ صحیح اول سے کتاب صحابی ہیں۔ اس سے  
مرث میں ایک حدیث مروی ہے۔ اور سند بھول گئے مروی ہے۔

مٹھ یعنی قتل و تیر نہ ہونے کی وجہ سے نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں آزاد کر دیا۔ اسی طرح منافق ہے۔

بخلاف مومن کے کہ وہ جانتے کہ سے بیمار کرنے میں اس کی تادیب و تنذیب مقصود ہے اور عافیت و تندرستی  
شکر گزاری اور اس کی نعمتوں کی قدر دانی کے لیے ہے۔

۳۔ اور ہم سے دور ہو جائے۔

کے ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص منافق تھا۔ جیسا کہ شرح شیخ میں آیا ہے۔ ورنہ آپ اسے اس شدت و سختی کے ساتھ  
ایسا نہ فرماتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس کے لیے اس کی موت  
کی کشادگی کی دعا کرو گے کیونکہ اس سے واپس تر  
کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور اس کا دل خوش ہو جائے گا۔

(ترمذی دامن مابہ)

اور ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث غریب

۱۳۸۶ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَتَقَسُّوْا  
لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَيُؤَدُّ  
نَفْسًا وَيُطَيِّبُ بِنَفْسِهِ

(سَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

غَرِيبٌ

۱۔ جیسے کہ میں غم نہ کرے اور کوئی ڈر کی بات نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تر شفا یاب ہوگا اور تیری عمر دراز ہوگی  
میرا میں ہے تقیس یعنی کسی کو آسائش و آرام دینا۔ اور غم سے نجات دلانا۔

۲۔ مرث میں جامع لفظ یطیب تخفیف سے ہے۔ اور بنفسیر میں بانامد ہے۔ بعض نسخوں میں یطیب نف

آیا ہے یعنی اکی تشہید اور یا کے بغیر یعنی اس کے دل کو خوش کرے۔

حضرت سلیمان بن صوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
اس کے پیٹ نے قتل کر دیا۔ اسے قبر میں عذاب  
نہ ہوگا۔

(احمد۔ ترمذی)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱۳۸۸ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صَوْفٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ  
لَمْ يُعَذَّبْ فِي قَبْرِهِ

(سَوَاةُ أَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَ

كَانَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

۳۔ اس کا معنی نفس اول میں لفظ بطون کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۳۸۹  
عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ  
عَلَّمَ يَهُودِيٍّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَضَ  
فَأَنَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ  
رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمَ فَنَظَرَ إِلَى  
أَبْنِهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ أَطْعَمَ  
أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
أَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

(سَوَاكُ الْبُخَارِيُّ)

لے شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا میں اس بچے کے نام سے واقف نہیں ہر گز بعض نے کہا جس کا نام  
عبد القدوس تھا۔

۲۱ ابو القاسم حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے۔ یوں اکثر دیگر آپ کا ذکر اس کنیت سے کرتے تھے۔ آپ  
کے نام بملک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آپ کا ذکر بہت کم کرتے تھے۔ بلکہ قرأت میں ذکر میں نام بملک سے  
ان پر الزام عائد ہو۔ (کہ یہ وہ آپ کو پہلے سے جانتے ہیں)

۲۲ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے خدمت لینا جائز ہے۔ اور اس کے اسم کی اہمیت رکھتے  
ہوئے اس کی عیادت و بیمار پرسی کرنا بھی جائز ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی کافر یا نارشدہ طایفہ یا یہود یا  
کریات کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض  
کی بیمار پرسی کر جاتا ہے تو آسمان سے ایک نثار کرنے

۱۳۹۰  
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى

نما کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں خوشی و مسرت نصیب ہو۔ اور  
تیل چلنا پھرنا بھی تیرے لیے خوشی کا باعث بنے۔ اور تجھے  
جنت میں ٹھکانا اور منزل نصیب ہو۔

(ابن ماجہ)

مَتَدِّ مِنْ السَّمَاءِ طَبَقًا وَ  
كَأَنَّ مَتَشَاكَ وَكَتَبَتْ مِنْ  
الْجَنَّةِ مَنُورًا.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۱۷ یعنی فرشتہ۔

۱۷ یا تجھے آخرت میں چلنا یا دنیا و آخرت دونوں میں پاؤں سے چلنا پھرنا بھی تیرے لیے خوشی کا باعث بنے۔ اس  
میں اس جانب اشارہ ہے کہ عیادت کو پیادہ جانا بہت فضیلت والا کام ہے۔

۱۸ یہ تینوں جہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیادت کرنے والے کے پسندیدہ مال کی خبر دینے کے لیے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس درد و بیماری  
میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر  
تشریف لائے جس میں حضور نے دفات پائی۔ لوگوں  
نے کہا اے ابوالحسن آج صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کا حال کیسا ہے۔ فرمایا الحمد للہ آپ کی حالت بہتر  
ہوئی۔ (بخاری)

۱۸ وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
إِنِّي فَلَيْتًا تَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي وَجْعِهِ الَّذِي تَوَقَّيْ فِيهِ  
كَفَانِ النَّاسِ يَا أَبَا الْحَسَنِ  
كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

۱۸ یعنی الحمد للہ آپ بہتر ہو رہے ہیں۔ اور ادب یہی ہے کہ جب بیمار کا حال دریافت کیا جائے تو اس کے  
بارے میں بہتر جواب دیا جائے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ  
نے فرمایا میں تجھے وہ عورت نہ دکھاؤں جو اہل بیت  
میں سے ہے میں نے کہا ضرور دکھائیں۔ فرمایا یہ کاسے  
رنگ کی عورت ہے۔ یہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں آئی تھی اور آپ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول  
اللہ! مجھے مرگ کا دورہ پڑتا ہے۔ اور میں برہنہ ہو  
جاتی ہوں۔ آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔

۱۹ وَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاعٍ  
كَانَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَرَأَيْتَ  
أَمْرًاكَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ  
قُلْتُ بَلَى قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ  
السُّودَاءُ أُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَكْشِفُ  
قَادِرُ اللَّهِ لِي فَقَالَ إِنْ



شَيْئٌ صَبَرْتُ وَلَكَ الْجَنَّةُ  
وَإِنْ شَيْئٌ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ  
يُعَافِيكَ فَقَالَتُ أَصْبِرُ فَقَالَتُ  
إِنِّي أَتَكَشَّفُ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ  
لَا أَتَكَشَّفَ فَنَدَا لَهَا  
مُتَّقِ عَلَيْهِ

اپنے اے فرمایا اگر تو چاہے تو اس پر صبر کر اور تیرے  
یہ صبرت ہوگی۔ اور اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ  
سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے عافیت دے اور تیری عطا کرے  
اس نے عرض کیا میں اس بیماری پر صبر کروں گی پھر اس  
نے عرض کیا میں برہنہ ہو جاتی ہوں آپ میرے لیے  
اللہ سے دعا کریں۔ کہ میں برہنگی سے بچ جاؤں تو  
آپ نے اس کے لیے دعا کی ہے (بخاری و مسلم)

۱۵۔ عطاء بن ابی رباح (راکی زبرد اور محنت) آپ تابعی ہیں۔ آپ اکابر علماء اور اجداد فقہاء میں سے ہیں حضرت  
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں نے ان سے بڑھ کر کوئی فاضل شخص نہیں دیکھا۔ آپ سیاہ نام یک چشم  
نکولے اور شل ہاتھوں والے تھے۔ اس کے بعد نامینا ہو گئے۔ جس دن آپ فوت ہوئے امام اوزاعی نے کہا زمین میں  
سب سے پسندیدہ انسان آج فوت ہو گیا۔

۱۶۔ اس حدیث کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس کا نام شیخہ (سین کہ پیش سین کی زبرد) تھا بعض نے  
تقرہ اور سیکرہ بکلتے سین کے قاف یا کات بتایا۔ بعض نے اس کا نام لفظ بیان کیا اور بعض نے کہا اس کا نام خدیجہ  
تھا۔ واللہ اعلم۔

۱۷۔ یہ ایک مشہور بیماری ہے۔

۱۸۔ حدیث میں لفظ اَتَكَشَّفُ آیا ہے یعنی تاکو قانیہ سے یعنی میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ یا مجھے برہنہ ہونے کا ڈر  
ہوتا ہے۔ یا میں برہنہ ہونے سے بچنے کی کوشش کرتی ہوں۔ یہی لفظ قائم یعنی گناہ سے بچنا اور بچانے کا  
۱۹۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ ثواب آخرت کی امید میں علاج نہ کرنا جائز ہے۔ اس کا کلام  
بھی کہ دعا و التجسا کے ذریعے امراض کا علاج جائز ہے۔

حضرت محمد بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایہ ہے  
فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج  
اقدم میں فوت ہو گیا۔ ایک شخص نے اس کی وصیت پر کہا  
اس کا مرنا گوارا دیا چھو کہ فوت ہوا ہے اس سے کوئی  
بیماری لاحق نہیں ہوئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا تجھ پر افسوس اور تعجب تجھے یہ کیسے

۱۲۹۳  
وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ  
قَالَ إِنْ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ  
فِي تَرَمِينَ مَرَسُورٍ اللَّهُ عَلَيْهِ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
رَجُلٌ هَيْئَتُنَا لَقَوْلِهِ يُبْتَلَى  
بِمَوْتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِحَقِّكَ مَا  
يُذِيرُكَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ ابْتَلَا  
بِمَرْيَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ  
سَيِّئَاتِهِ

معلوم ہوا اگر اللہ تعالیٰ کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے  
گناہوں کو مٹا دیتا۔ یہ اس کے لیے بہتر ہے  
مالک نے اسے رسلاً روایت  
کیا

(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

۱۳۹۴ م حضرت عیسیٰ بن سعید انصاری تابعی ہیں۔ حضرت انس اور دوسرے صحابہ اور قدامت سے روایت کرتے ہیں۔  
حضرت شہاد بن اوس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے  
روایت ہے کہ دونوں حضرات ایک بیمار کی بیماری پر پری کو  
گئے۔ انہوں نے اس سے کہا تیرا کیا حال ہے۔ اس نے  
کہا میں اللہ کی نعمت و رحمت کے اندر ہوں۔ حضرت  
شہاد نے کہا تجھے کتنا ہوا درخشاں کے مٹ جانے  
کی بشارت ہو کہ یہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کو فرماتے سننا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
جب میں اپنے سرور بندوں میں سے کسی بندے کو بیماری  
وغیرہ میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس ابتلا پر میری حمد و ثنا  
کرتا ہے تو وہ اپنی بیماری کے بستر سے اس مال میں  
امتنا ہے جیسے اسے ماں نے جس دن جنا تھا کہ وہ  
گاہروں سے بالکل پاک و صاف تھا۔ اور اللہ  
تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے (اعمال کھنے والے فرشتوں کی  
میں سے اس بندے کو بیماری میں مقید کیا اور اسے  
آزمایا۔ اس کے لیے وہی اجر و ثواب کھوجو تدرستی  
کی حالت میں اس کے لیے لکھا کرتے  
تھے۔

وَعَنْ شَهَادِ بْنِ أَوْسٍ  
وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ  
رَجُلًا مَرِيضًا يَخُودَانِ فَقَالَ  
لَهُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ قَالَ  
أَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَهَادُ  
أَبَشِرْ بِكَلِمَاتِ الشَّيَاطِينِ وَحِطْ  
الْخَطَايَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِذَا  
أَنَا بَخَلْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي  
مُؤْمِنًا فَحَبَيْتُ عَلَى مَا ابْتَغَيْتُهُ  
فَإِنِّي يَقُولُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ  
كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا  
وَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
أَنَا قَدْ بَخَلْتُ عَبْدِي وَابْتَغَيْتُهُ  
فَأَجْرًا لَهُ مَا كُنْتُمْ تُحِبُّونَ  
لَهُ وَهُوَ صَاحِبُهُ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(واحد)

۱۳۹۵ م آپ بھی صحابی ہیں اور آپ کا باپ بھی۔



تین دن رمضان تین غلطے لگائے۔ اگر تین دن میں تندرست نہ ہو تو پانچ دن کرے اگر پانچ دن میں ٹھیک نہ ہو تو سات دن کرے۔ سات دنوں میں شفا یاب نہ ہو تو نو دن یہ عمل کرے کہ بے شک نہیں قریب کہ نو دن سے یہ بخار تبادد کرے اللہ کے اذن و حکم سے۔

اسے ترمذی نے روایت کیا

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَصَلَّيْتُ رَأْسُكَ بَعْدَ صَلَوةِ الضُّحَى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَيَنْعَمَ فِيهِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ آيَاتٍ فَإِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِي ثَلَاثٍ فَخَمْسٌ فَإِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِي خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَإِنْ لَمْ يَبْرَأْ فِي سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَإِنَّمَا لَزِمَكَ تَجَاوُزُ تِسْعًا بِإِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ سفردہ حضرت میں ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے طے طمان نے کہا ہے کہ یہ طریق علاج بخار کی بعض اقسام کے ساتھ خاص ہے۔ جو حرارت سے لاحق ہوتا ہے جیسکہ اہل حجاز کی حدیث ہے اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی علاج کرنا یا قلع اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اور صنفِ غیرت کا مقصود اسی روحانی علاج کرتا ہے۔ اس بنا پر آپ نے ہر قسم کے امراض کے علاج کا احاطہ نہ فرمایا۔ بلکہ اکثر غلبہ امراض کے علاج کا بیان فرمایا جو بلاد عرب میں پائے جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اس کی مزید تحقیق کتاب لب ربی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک النُّحْيُ مِنْ فَيْحٍ يَجْهَكُمُ کہ بخار دفعہ کا پیش یہ ہے کہ شرح میں آئی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مصنف علیہ الرحمۃ اسے اس کتاب میں ذکر کرتے۔ کیونکہ اس حدیث میں میات مریض اور ثواب مرض کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کے بعد حضور نے بخار ٹھنڈا کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

۷۷۹ حدیث میں لفظ جریرہ ایک بے حجم کی زبر یا زیرہ

۷۸۰ جس سے یہ علاج بیان فرمایا ہے اور اطلاع دی ہے کہ جو شخص یہ علاج کرے گا شفا یاب ہوگا۔

۷۸۱ یہ نثر میں غوطہ لگانے کا بیان اور اس کی مصلحت ہے۔ یہ عبادت یہ احتمال بھی رکھتی ہے کہ تین دنوں میں تین

غوطے لگائے ہر دن ایک غوطہ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر دن تین غوطے لگائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

۱۳۹۸ وَكَانَ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ النُّحْيُ عِنْدَ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا  
تَسَبَّهَا فَإِنَّهَا تَنْتَقِي الذُّنُوبَ  
كَمَا تَنْتَقِي النَّارُ خَبِثَ الْحَدِيدُ  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بخار کا ذکر کیا گیا  
تو ایک آدمی نے بخار کو گن دی آپ نے فرمایا اسے  
گناہ نہ دے۔ کیونکہ یہ گن بریں کو اس طرح ختم کرتا ہے  
جو طرح آگ لہجے کی میں کو ختم کرتی ہے۔  
(ابن ماجہ)

اے یعنی اسے لگا کر اس سے پل نہیں کو دور کر دیتی ہے۔ اس طرح بخار بند سے کو گناہوں سے پاک بھلا کر دیتا  
ہے اور یہ وصف شکر گزاری کا تقاضی ہے۔ اس وجہ سے مشائخ کرام نے فرمایا بلا مصیبت کا وظیفہ شکر ادا کرنا  
ہے۔ جس طرح نعمت میں شکر ادا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی نہ محسوس ہونے والی ہر باریوں کو متضمن ہے  
لیکن چونکہ بندہ ضعیف دانا تو اس سے۔ اس لیے شکر کی جگہ مبرا کا علم دیا گیا ہے۔

۱۲۹۹ وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَادَ مَرِيضًا فَقَالَ الْبَشِيرُ فَإِنَّ  
اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ هِيَ تَأْمُرُ  
أَسْلَطُهَا عَلَى عِبِيدِ التَّوْمِينِ  
فِي الدُّنْيَا لِتَكُونَ حَقْلَةً مِنَ  
النَّارِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ایک بیمار کی بیماری پر فرمایا کہ قرآن کے کیا تمھے نصرت  
ہر کہ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بیمار کی آگ ہے  
جسے میں دنیا میں اپنے بندہ مومن پر مسلط کرتا ہوں۔ تاکہ  
یہ بخار قیامت کے دن کی آگ کا حصہ بن جائے۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ  
وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ  
۱۲۹۹ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ إِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى  
يَقُولُ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا  
أُخْرِجُ أَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا أُرِيدُ  
أَغْفِرَ لَهُ حَتَّى أَسْتَوْفِيَ كُلَّ  
خَطِيئَتِهِ فِي عُنُقِهِ يَسْقِمُ فِي

احمد بیہقی نے شعب الایمان میں  
ابن ماجہ میں  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب اللہ  
تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم یہی  
کسی کو دنیا سے نہیں نکالتا ہے میرے جتنے کا اہل وہ ہوتا  
ہے۔ یہاں تک کہ ہر گناہ گراں کی گون سے پھلان  
کروں۔ اس کے بدن میں بیماری کے ذریعے یا  
اس کے رزق میں تنگی پیدا کر کے پٹ

بَدَانِهِ وَافْتِكَارِهِ فِي سِرِّهِ

(لَوْ أَنَّكَ مَا زِلْتَ)

(الزین)

یعنی مجھے اپنی ذات کی حریت اور مصیبت کے بحال کی قسم۔

۱۷۱ حدیث میں فقط کلمہ سین کی پیش یا سین اہد کاف کی ذبحاً قمار (عزہ کی زیر قاف ساکن) یعنی جو گناہ اس سے مرزد ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی سزا بھی اسے دنیا میں ہی بیماری اور تنگدستی کی شکل میں دے دیتا ہوں۔ اس طرح عذاب آخرت کے بخش دیا جاتا ہے۔ اور اہل نجات سے کر دیا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نفرد بیماری اور مصائب و آلام گناہوں کا کفارہ بنا دیے جاتے ہیں۔

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیام ہو گئے تو ہم لوگ ان کی مزاج پر سی کو گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ردنا شروع کر دیا۔ اس پر ان کی عادت کا لٹی۔ آپ نے فرمایا میں بیماری کی وجہ سے نہیں ردتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہے میں اس سے ردتا ہوں کہ یہ بیماری مجھے بڑھاپے میں اگر لاتی ہوئی ہے۔ قوت و جوانی کی حالت میں عارض نہیں ہوئی۔ کیونکہ بیماری کے دوران اس کے لیے وہی اجرو ثواب کما جاتا ہے جو بیماری سے پہلے اس کے لیے کما جاتا تھا۔ اور جس سے بیماری آگرا سے روک دیتی ہے۔

(الزین)

۱۷۲ حدیث متفقہ عن عبداللہ بن مسعود کہ ابنا لہین۔ اور علماء عاملین میں سے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ کی دیانت سے مشرت نہ ہو سکے۔ آپ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص دوستوں میں سے ہیں۔

۱۷۳ اصل حدیث میں فقط قمرۃ آیا ہے۔ ناکی زیر تا ساکن یعنی سبستی اور تا قرانی۔



۳۷ اور جب کہ جوانی و قوت اور حالت محنت میں عمل زیادہ ہوتا ہے۔ بیماری میں بھی اس کا عمل زیادہ کھاجاتا ہے۔ اور ضعف و پیری کی حالت میں انسان سے نیک عمل کم ہوتا ہے۔ تو اس کا عمل بھی کم کھاجاتا ہے۔ کاش کہ میں جوانی میں بیمار ہوتا تاکہ میرا عمل زیادہ کھاجاتا۔ یہاں ایک سوال کیا جاتا ہے۔ کہ جب بیماری میں بھی وہی عمل کھاجاتا ہے جو وہ حالت محنت میں کرتا تھا۔ تو پھر بیماری میں قوت و کثرت عمل کی آرزو کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آرزو کا تعلق بے مشقت و تھکا کاٹ کے کتابت عمل اور اس کے اثبات سے ہے۔ پس اگر بیماری کثرت عمل کے زمانہ میں لاحق ہو تو بے مشقت زیادہ عمل کھاجاتا ہے یا اس وجہ سے کہ جو عمل حالت مرض میں کھاجاتا ہے۔ اس میں ریا، سمعہ اور عجب کا کوئی دخل و ثابہ نہیں ہوتا۔ اسے خوب سمجھو۔

۱۵۰۱ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغُودُ مَرِيضًا إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کی نوبت پر کسی کو تشریف نہ لے جاتے مگر تین رات گزرنے کے بعد۔

(ابن ماجہ)

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ)

اور بیہقی فی شعب الایمان

فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ)

۱۵۰۲ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُ عَلَى مَرِيضٍ فَمُرُّهُ يَدْعُوَا لَكَ فَإِنْ دُعَاؤُهُ كَدُّ عَالٍ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو کسی مریض کے پاس جائے تو اسے حکم دے کہ وہ تیرے لیے دعا کرے کہ اس کی دعا ملائکہ

۱۵۰۲ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُ عَلَى مَرِيضٍ فَمُرُّهُ يَدْعُوَا لَكَ فَإِنْ دُعَاؤُهُ كَدُّ عَالٍ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو کسی مریض کے پاس جائے تو اسے حکم دے کہ وہ تیرے لیے دعا کرے کہ اس کی دعا ملائکہ

## الْمُتَبِعُ

کی دعا کی طرح ہے۔

(رَوَاهُ بْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

اسے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مرض کے باعث بندہ درگاہ الہی کے قریب ہر چکا ہوتا ہے اور بشری احکام کھانے پینے وغیرہ سے بل بوتہ پر ہوتا ہے۔ اور اسے بیماری کی وجہ سے باطن کی طہارت و صفائی اور ریاضت نفس حاصل ہر چکی ہوتی ہے۔ اس کی توجہ عالم غیب کی طرف بندول ہر چکی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۵۰۳ وَحَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
مِنَ السُّنَّةِ تُخَفِّفُ الْجُلُوسَ  
وَقِيلَهُ الصَّغْبُ فِي الْعِيَادَةِ  
عِنْدَ الْمَرِيضِ قَالَا قَالَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَنَا كُنْزٌ لَعَطْمُهُ  
وَاجْتِلَاؤُهُمْ قَوْمُوا عَنِّي.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں یہ بات سنت میں سے ہے کہ عیادت  
کے وقت مریض کے پاس کم بیٹھا جائے۔ اس کے  
پاس شور و غل کم کیا جائے حضرت ابن عباس نے فرمایا  
کہ جب لوگوں کا شور و غل رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے پاس زیادہ ہو گیا تو آپ نے ان سے  
فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

(رَوَاهُ رِزِينُ)

(ریزین)

اسے مرث میں لفظ مکتب آیا ہے۔ صادر اور فنا کی زبرد سے۔ بمعنی سخت آواز۔ نسخ حدیث میں دونوں زبردوں اور  
حاصل کو دونوں طرح آیا ہے۔ اور سین و صادر دونوں لغات میں۔ معنی فریاد کرنا اور آوازوں کا ایک دوسری  
سے ٹکراتا۔

اسے یعنی شور و غل کم کرنے پر استعمال کرتے ہوئے۔

۱۵۰۴ اس سے معلوم ہوا کہ بیمار کے پاس آواز بلند کرنا اور شہد کرنا مکروہ ہے (النظام اور غین کی زبرد آفریں  
لاہلہ۔ یعنی آواز یا ایسی آوازیں جن کا معنی سمجھ نہ آئے۔ اس حدیث کی تحقیق باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں  
اشارہ اشاری ہے۔

۱۵۰۴ وَحَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الْعِيَادَةُ قَوَانُ نَاقَةٍ  
وَفِي عَادَاتِهِ سَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ  
مُرْسَدُ أَحْفَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیلہ پر کسی  
اتحادت صرف کیا جائے۔ جتنے وقت میں اونٹنی کا  
دودھ نکالا جاتا ہے۔ اور حضرت سعید بن المسیب  
کی ایک روایت میں مرسل آیا ہے کہ افضل عیادت

القیام -

جلدی اٹھ جانا ہے

وہی شنب الایمان

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

اے ازمنی کا دودھ دہننے سے مراد یہ ہے کہ جب ایک بار دودھ پیتے ہیں تو ذرا مبر کر دیتے ہیں۔ اور اس کے تھنوں کو دھتے ہیں۔ یا اس کے پنکے کو چھوڑتے ہیں۔ تاکہ وہ دودھ اٹار لے۔ لفظ لائق ناکی پیش و زبر و طرح درست ہے۔

اے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔

اے اس کی وجہ بیمار کی کوفت و تکلیف اور پریشان ہونے کا خوف و ڈر ہے۔ اور اگر کوئی بیمار کا دودھ پو کہ اس کا بیٹھنا اور باتیں کرنا مریض کو اچھا لگے تو یہ دوسری بات ہے۔ یہ عیادت میں داخل نہیں۔ بلکہ یہ اس کے ساتھ محبت و مجلس ہے۔ عیادت کا حق علی العموم وہی ہے جو بیان ہوا اے سمجھو۔

۱۵۰۵  
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا تَشْتَهِي  
قَالَ أَشْتَهِي خُبْرَ بُرِّ قَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ كَانَ عِنْدَكَ خُبْرُ بُرِّ  
فَلْيَبْعَتْ إِلَى أَخِيهِ لَكُمْ قَانَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا أَشْتَهَى مَرِيضٌ أَحَدَكُمْ  
شَيْئًا فَلْيَطْعَمْهُ.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اے اس سے مراد یہی پابست ہے۔ اور وہ صحت کی نشانی ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ کسی وقت بعض عیالوں کا جسے ان کی طبیعت چاہتی ہو کھانا لینا نقصان نہیں دیتا۔ بشرطیکہ تصویر کی مقدار میں ہو کہ وہ طبیعت کو تقویت دیتا اور صحت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ اس کا ضرر و نقصان غالب نہ ہو مختصر یہ کہ یہ حکم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کلی حکم نہیں بلکہ جزئی حکم ہے۔ طبیعت اللہ نے کما یہ توکل علی اللہ زندگی سے ناامیدی پر جتنی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بیمار کو کو زبردستی کھانا پینا نہ دو۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کھانا پلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ راستے میں مدینہ میں ہی پیدا ہونے والا ایک شخص  
 مدینہ طیبہ میں فوت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
 کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کاش یہ اپنی جائے پیدائش  
 میں نہ مرتا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا  
 کیوں۔ آپ نے فرمایا آدمی جب اپنی غیر جائے  
 پیدائش میں مرتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے اس کے  
 اتھائے سفر تک جنت میں اس کے لیے پیدائش  
 کی جاتی ہے۔

(نسائی۔ ابن ماجہ)

بَيْنَا وَهَلْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ  
 قَالَ تَوَفَّى رَجُلٌ بِالْمَدِينَةِ رَمَتْ  
 وَلَدَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا  
 بَغِيرُ مَوْلِدِهِ قَالُوا وَلَمْ ذَلِكَ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنْ الرَّجُلُ  
 إِذَا مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهِ قَبِضَ  
 نَفْسُهُ مِنْ مَوْلِدِهِ إِلَى مُنْقَطِعِ  
 آثَرِهِ فِي الْجَنَّةِ.

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ جگہ غربت و مسافری میں مرتا۔

۲۔ طیبی رحمہ اللہ نے کہا حدیث میں لفظ اثر سے مراد اس کی مدت حیات ہے۔ یعنی اس جگہ تک جہاں اس کی  
 زندگی ختم ہوئی۔ یہاں معنی جو ہم نے بیان کیا زیادہ ظاہر و نمایاں ہے۔ یہ دوسرا معنی بھی مال کا اس کے مطابق بن  
 جاتا ہے۔

۳۔ یعنی اتنی مسافت کی مقدار سے جنت میں جگہ دی جاتی ہے۔ ظاہری طور پر سمجھ میں یہی بات آتی ہے کہ اسے  
 بہشت میں اتنی جگہ ملتی ہے۔ مگر یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ مسافت کی اتنی مقدار جنت کی دعوت کے سامنے کوئی حیثیت  
 نہیں رکھتی مگر یہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں ایک چابک بستی جگہ ساری دنیا سے بہتر ہے۔ لہذا یہاں  
 ثواب میں مبالغہ اور کثرت مراد ہے۔ مگر جب کہ یہ مراد لیا جائے کہ وہ مسافر اتنی مقدار مسافت میں اللہ تعالیٰ کی  
 عبادت میں مصروف رہا۔ اور اس عمل سے انھوں میں جو اس نے اپنی جائے پیدائش میں کیا تھا۔ طیبی نے کہا مراد یہ  
 ہے کہ قبر سے لے کر اس کی جائے پیدائش تک ایک کھلا دروازہ اس کے لیے بہشت کی طرف کھول دیا جاتا  
 ہے۔ اسے سمجھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 مفری کی موت، موت شہادت ہے۔  
 (ابن ماجہ)

۱۱۔ وَهَلْ ابْنُ عُبَّانٍ قَالَ  
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتٌ غُرْبَةً  
 كَهَادَةٍ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اے یعنی مسافر میں مرنا شہادت کی موت کی طرح ہے۔ صراح میں کہا غربت کا معنی ہے اپنی جگہ سے دور ہونا اہل تحقیق نے فرمایا ہے غربت و مسافر دو قسم ہے ایک دل کی غربت و مسافر جس کی طرف حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک میں اشارہ ہے۔ کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ تَعْلَمُ عَارِضُ مَسِينٍ وَعَدُ كُنْ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ۔ دنیا میں مسافر یا راہ گزر آدمی کی طرح ہے۔ اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کر۔ یہ غربت و مسافر موت ارادی اور ماسوا اللہ سے ترک تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل اس رسالہ میں موجود ہے۔ جو حضرت شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ نے غربت و غریب کی فضیلت میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو  
بیاری کی حالت میں مرتا ہے وہ شہادت کی موت  
مرتا ہے۔ اور اسے نقتہ قبر سے بچایا جاتا ہے اور  
اسے شب دروز جنت سے رزق دیا جاتا  
ہے۔

۱۵۰۸  
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِيضًا قَاتَ  
شَهِيدًا دَوَّقِي فِتْنَةَ الْقَبْرِ  
وَعَذَابِي ذَرِيحٍ عَلَيْهِ يَرْثِيهِ  
مِنَ الْجَنَّةِ۔

ابن ماجہ و بیہقی شعبہ الامین

(سَوَاةُ ابْنِ مَاجَةَ وَابْنِ بَيْهَقِي)

(میں)

فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ۔

اے مشکوۃ کے نسخوں میں ایسا ہی آیا ہے۔ بعض نے اے شب دروز غربت سے تبدیل کیا ہے۔ بعض نے  
کہا مریض کے بجائے صحیح مرابط کا لفظ ہے۔ مادہ کھل ہے کہ سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث باب ما جاء فی موت مرابط  
میں مذکور ہے۔ مرابط وہ شخص ہوتا ہے جو ہر حال میں پر کھڑا ہے جبکہ وجہاد کے لیے بیٹھا ہو۔ اس لفظ کا اصل  
رابطہ الخیل سے ہے۔ یعنی گھوڑوں کو باندھنا اور کھارے جبکہ کے لیے تیار بیٹھا۔  
۲۔ یعنی نقتہ قبر اور اس کے عذاب سے بچایا جاتا ہے۔ بعض نسخوں کا ادنیٰ ہے۔ اور کلمہ ادیا تو راوی کے معنی  
میں ہے۔ یا رادی کے شک کی بنا پر ہے۔ یا بیان نوع کے لیے ہے۔ یعنی یا تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے  
یا اسے عذاب اور نقتہ قبر سے بچایا جاتا ہے۔

۳۔ مراد دوام ہے۔ یا نعمتوں سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اہل جنت کی شان میں آیا ہے۔ وَكَانَتْ  
رِزْقًا مِّنْهَا بَكَرًا وَءَظْشِيًّا۔ یعنی انیس جنت میں صبح و شام رزق ملے گا۔

حضرت عرواض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ بیہقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۵۰۹  
وَعَنْ الْعَوْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

کہ شہیدان بستروں پر سر نہ ڈالے جس سے رب تعالیٰ کی طرف جھکاؤ نہ کریں گے۔ طاعون سے مرنے والوں کے بارے میں جھکاؤ نہ کریں گے۔ شہید کیس گئے یہ جانتے بھائی ہیں کہ یہ اسی طرح قتل ہوئے جس طرح ہم قتل ہوئے اور بستروں پر سر نہ ڈالے کیس گئے یہ ہم سے سادھی بات بھائی ہیں۔ کیونکہ یہ بستر پر سر سے جس طرح ہم بستر پر سر سے جھکاؤ پروردگار تعالیٰ (ان کا جھکاؤ اس کو فرمائے گا۔ ان کے زخموں کو دیکھو۔ اگر ان کے زخم شہیدان کے زخموں کی طرح ہیں تو پھر یہ ان میں سے ہیں اور ان کے ساتھ رہیں گے تو اچانک طاعون والوں کے زخم شہیدوں کے زخموں کی طرح ہوں گے۔

عَلَيْهِمْ قَتَلَهُمْ قَاتَانِ يَنْكَبُ  
الْقَهْدَاءُ وَالْمُتَوَقِّونَ عَلَى فُرُشِهِمْ  
إِلَى رَبِّتِنَا عَزَّوَجَلَّ فِي الَّذِينَ  
يَقُولُونَ مِنَ الطَّاعُونَ قَبُولُ  
الْقَهْدَاءُ أَخَوَانًا قَتَلُوا كَمَا  
قَتَلْنَا وَيَقُولُ الْمُتَوَقِّونَ إِنْخَوَانًا  
مَاتُوا عَلَى فُرُشِهِمْ كَمَا مَاتْنَا  
قَبُولُ رَبِّتِنَا أَنْظَرُوا إِلَيْنَا  
جَزَاحَتِهِمْ فَإِنْ أَشْبَهَتْ جَزَاحَتَهُمْ  
جَزَاحَ الْمُتَوَقِّينَ فَإِنَّهُمْ مِنْهُمْ  
وَمَعَهُمْ فَإِذَا جَزَاحَتَهُمْ قَدْ  
أَشْبَهَتْ جَزَاحَتَهُمْ

(احمد۔ نسائی)

(مراۃ احمد والنسائی)

اے عباس بن سین کی زیر اور ابہ۔ آخر میں شاہ محمد ہمایوں نے فرمایا۔ اور فرمایا۔ حضرت عباس بن ساریہ رضی اللہ عنہ  
محب صنف میں سے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کی مثال میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا أَتَوْكَ  
لِيُخْبِرُوا بِحَدِيثِهِمْ - اور نہ وہ لوگ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ ان کے لیے سلاخی کا بندوبست کریں۔  
یعنی جو اپنے گھروں میں نہایت عمدت سے شہادت کی موت نہ دے۔

۳۔ کہ طاعون والوں کو یہ زخم جن کے آئینہ سپینے کہتے ہیں کہ طاعون دے بعض اوقات یوں محسوس  
کرتے ہیں کہ کسی نے ان کو نیزہ سے مارا ہے یا کسی نے اس کا نام طاعون رکھا گیا۔ کہ طاعون طعن سے بنا ہے۔ یعنی  
نیزہ مارنا یا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ الہا کے ہاں طاعون یعنی شہادت پر حمل کرنا زیادہ مناسب دکھائی دیتا  
ہے اس لیے کہ

۴۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو مرض طاعون سے مرادہ شہید ہے اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔

۱۵۱/۴ وَقَدْ جَابِزٌ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ الْفَائِزُ مِنَ الطَّاعُونِ كَالْفَائِزِ  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
طاعون سے جھگڑنے والا۔ کما کے ساتھ جھگڑنے سے



مِنْ الرَّحْمَنِ وَالْكَافِرُ فِيهِ  
لَهُ أَجْرٌ شَهِيدًا  
(مَرَدًا أَحَدًا)

(احمد)

اس حدیث میں لفظ زحف آیا ہے۔ اس کا اصل معنی ہے شکر لے کر کسی چیز سے بھرا نا۔ اور دشمن کی جانب جنگ کے لیے جانے والے لشکر کو اس لیے زحف کہتے ہیں کہ وہ بھرا ہوا اور دشمن کی دیر سے ایک دوسرے سے بھرتا ہوا جاتا ہے۔

۵۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس طرح میدان جنگ سے بھاگنا کبیرہ ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھ کر بھاگنے کا بھاگنے سے یقیناً موت سے نجا جائے گا۔ اور نہ بھاگنے سے ضرور مر جائے گا تو یہ کفر ہے۔ حدیث کا ظاہر مفہوم اس امر کو واضح کرتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنے والے کو اگرچہ وہ اس مرض میں نہ بھی مرے شہید کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

## بَابُ تَمَنِّي الْمَوْتِ وَذِكْرِهِ

### موت کی آرزو کرنا و ملائکی کی یاد کا بیان

یعنی موت کی آرزو اور اس کی یاد کا باب۔ واضح ہو کہ دنیا کی کیف و تہذیب و دنیا کی دیر و بے موت کی آرزو کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ یہ بے صبری، تقصیر و غفلت اور غلامی ہونے کی علامت ہے۔ لیکن لغت الہی کے شوق و محبت اور اس جنگ و نیا سے غافل پانے اور ملک و دولت و دنیا کی غفلت سے بچنے کے لیے موت کی آرزو کرنا ایمان اور اس کے کامل کی نشانی ہے۔ اسی طرح دین و آخرت و انسانیت کے غفلت سے بچنے کے لیے موت کرنا بھی مکروہ نہیں۔ اور موت کی یاد خدا تعالیٰ کے خوف و شہداء کے مطابق عمل کرنے اور توبہ و استغفار و توبہ و آخرت کو ادیت اور ترجیح دینے سے گناہ سے بے غفلت و غفلت کے بغیر صحت و موت و بانی یاد کرنا کوئی چیز نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ زبانی یاد و تبادلات قلب کا باعث بن جائے۔ جیسے خدا تعالیٰ کی یاد دل غافل سے۔ ہم اللہ سے مانیت و دعا کرتے ہیں۔

### فصل اول

### الفصل الاول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا  
یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمْ الْمَوْتَ اِمَّا  
مُحْسِنًا فَلَعَلَّہُ اَنْ یُّوَدَّادَ  
خَیْرًا وَاِمَّا مُسِیْنًا فَلَعَلَّہُ اَنْ  
یَسْتَعْتَبَ .

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی  
آدمی موت کی آرزو نہ کرے کہ یا تو وہ نیکو کار ہو گا۔  
تو امید ہے کہ نیکی اور خیر میں اور ترقی کرے گا اور اگر  
بد عمل ہے تو امید ہے کہ توبہ کر کے اس کی رضا کا  
طلبگار بن جائے یہ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(بخاری)

لے یہ اس عبارت کا ماحصل معنی ہے۔ ان الفاظ کی تحقیق شرح (عزلی) میں ذکر کر دی گئی ہے۔

۱۵۱۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمْ الْمَوْتَ  
وَلَا یَدْعُ بِہِ مِنْ قَبْلِ  
اَنْ یَّاتِیَہُ اِنَّہُ اِذَا مَاتَ  
انْقَطَعَ اَمَلُہُ وَرَاقَہُ لَا یَبِیْدُ  
الْمُؤْمِنُ عَمْرُہُ اِلَّا خَیْرًا .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
تم میں کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ  
اس کے آنے سے پہلے اس کے لیے دعا کرے  
کیونکہ جب وہ مر جائے گا تو اس کا ثواب کا طمع  
منقطع ہو جائے گا۔ اور بے شک واقعہ یہ ہے  
کہ مومن کی عمر اس کی غیر نیکی میں اضافہ کرتی ہے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

لے بعض روایات میں یہاں لفظ امل کے بجائے علم آیا ہے اور یہ زیادہ ظاہر ہے۔ حال دونوں کا ایک  
ہے کیونکہ یہاں امل سے طمع ثواب کا مل مراد ہے امل مذکور وہ ہے جو عمل صالح میں کستی اور کوتاہی کا  
باعث بنتا ہے۔

۱۵۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ  
وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمْ  
الْمَوْتَ مِنْ خَيْرِ اَصْلَابِہِ اِنْ  
كَانَ لَا بَدَا فَاِعْلًا فَلِیَعْمَلَ  
لِللّٰهِمَّ اَحْسِنِیْ مَا کَانَتِ  
الْحَیْوَةُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفِّیْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی  
آدمی زبوی تکلیف و ضرر پہنچنے کی بنا پر موت کی آرزو  
نہ کرے۔ اگر وہ موت کی آرزو نہ کرنا ہی چاہتا ہے  
تو چھریوں کہے۔ اسے اللہ مجھے زندہ رکھ  
جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے  
اور مجھے موت دے دے جب کہ وفات

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت بلالہ بن العاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں اللہ سے ملاقات کی چاہت رکھتا ہے اللہ اس سے ملاقات کی چاہت رکھتا ہے۔ اور جہاں اللہ سے ملنا ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا ناپسند رکھتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ یا آپ کی بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ محبت کو ناپسند رکھتے ہیں۔ فرمایا اس سے وہ مراد میں جو خوش رکھی ہے۔ لیکن مسلمان کو جب محبت حاضر ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے عزت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب و پیاری نہیں ہوتی جو اسے سستے دکھائی دے یہی ہوتی ہے۔ تو وہ اللہ کی ملاقات چاہتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور بیشک کافر کے سامنے جبہ محبت حاضر نہ ہوتا ہے۔ تو اسے اللہ سے عذاب اور اس کی طرف سے عتاب دی جاتی ہے۔ لیکن کوئی چیز اس کے نزدیک اس سے زیادہ ناپسند و بری نہیں ہوتی جو اسے سامنے نظر آ رہی ہوتی ہے۔ تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند جانتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔ اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ محبت اللہ کی ملاقات سے پیسے سے پیسے ہے۔

قَالَ قَالَ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
 أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ  
 اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ  
 اللَّهِ كَرِهَ اللَّهَ لِقَاءَهُ  
 فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ  
 أَرْوَاحِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ  
 قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ  
 الْمُؤْمِنِينَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ  
 بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ وَكَرَامَتِهِ  
 فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ  
 مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَهُ  
 اللَّهُ وَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَ  
 إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حَضَرَ بَشَرُ  
 بَعْدَابِ اللَّهِ وَعُقُوبَتُهُ فَلَيْسَ  
 شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ أَمَامَهُ  
 فَكَرِهَ لِقَاءَهُ اللَّهُ وَكَرِهَ  
 اللَّهُ لِقَاءَهُ  
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِي رِوَايَةٍ عَائِشَةَ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللَّهِ .

۱۔ مجاہدین کی پیش بصری با۔ آپ انصاری ہیں بشور محالی ہیں ان کے حالات کئی جگہ لکھے جا چکے ہیں۔

۲۔ مشورہ ہے کہ قلئے الہی سے موت مراد ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ قلئے الہی سے اور آخرت میں پہنچنا نہاں اللہ تعالیٰ کی عنایات کا طلبگار ہونا اس دنیا کی جانب نہ جھکنا اور اس پر نہ مطمئن ہونا مراد ہے۔ اس سے موت مراد نہیں۔ اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قلعہ نا فکرو الموت کہ ہم لوگ موت سے گھبراتے ہیں۔ موت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کا دم ڈالتا ہے۔ پس قلئے الہی کی محبت موت کو مستلزم ہے جو قلئے الہی کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۳۔ یہ راوی کا شک ہے۔

۴۔ یعنی بقائے طبع بشری۔

۵۔ کہ قلئے الہی سے موت مراد ہے اور وہ بشری طبعیت کے لحاظ سے انسان کو پیاری محسوس ہو۔ اور بالفعل انسان کو اس کی آسودہ کرنی چاہیے بلکہ مطلب و مراد یہ ہے کہ جو شخص رضائے حق کا طالب اور حق تعالیٰ کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے وہ ہمیشہ موت کو اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔ اور اس سے اس مقصد کا وسیلہ اور رابطہ جانتے ہوئے ارادے اور اختیار سے اس سے محبت و پیار رکھتا ہے۔ پھر آخرت میں طبعی لحاظ سے بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کن المؤمن اذا حضر الموت راخ۔

۶۔ جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الدِّیْنَ قَالُوا رَبَّنَا اللّٰهُ کَلَّمَ امَّتًا کَلَمًا یَنْزِلُ عَلَیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ۔ ہے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی تو ان پر درشتے نازل ہوتے ہیں۔ اس جانب اشارہ کر رہی ہے۔

۷۔ یعنی موت اور دلِ آخرت میں پہنچنا۔

۸۔ یہ بندہ مومن محبت و محب اور طبعی و پسندیدہ جن کماں جس جہان کی طرف جاتا ہے۔

۹۔ یہاں حقیقت میں حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت ہے یعنی اس پر موت حاضر کی جاتی ہے۔

۱۰۔ آسمان جہان سے اس حالت میں جاتا ہے کہ موت اسے سخت ناپسند ہوتی ہے۔ اللہ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے۔ اور قلعہ کا غنیمت و غنہ اس پر نازل ہو رہا ہوتا ہے۔

۱۱۔ اور ضلالت کی ملاقات کا وسیلہ اور مقدمہ ہے۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ملاقات الگ چیز ہے اور موت الگ چیز جیسا کہ میں نے کہا۔

۱۲۔ وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک

كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَاخٌ مِنْهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاخُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَضَبِ الدُّنْيَا وَ إِذَا هَا إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پاک بیان کیا کرتے تھے کہ آپ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو راحت مل گئی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ "وہ راحت پانے والا ہے یا لوگ اس سے راحت یافتہ ہو گئے ہیں" کا کیا معنی و مطلب ہے۔ فرمایا موت کے ساتھ بندہ مومن دنیا کی شقتوں اور اس کے رنج و آزار سے راحت پا کر اللہ کی رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔ اور ظالم و فاسق اس کی وجہ سے مرتابہ و توبہ سے اور شہر و دیہات اور پلہ پائے اس سے راحت ملے۔ (مقامی کتب خانہ)

۱۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ ہیں، فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر سے رحمہ فرماتا ہے کہ آپ کی تدفین مبارک بدریا احد کے دن زخم آنے کی وجہ سے جسم سے الگ ہو گئی اور اس کے ساتھ رگڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑ کر پھیرا سے اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور وہ پہلی حالت سے بتر ہو گئی۔ ۲۔ حدیث میں لفظ مُسْتَرِيح کی ہمیش سے آ رہی ہے۔ ۳۔ یعنی موت کے ذریعے بندہ مومن دماغ دنیا اور اہل دنیا کی اذیتوں اور رنج و آزار سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ یعنی اس کے شر سے نجات پا جاتے ہیں۔ آدمی کا اس کے اندر سے نجات پا جانا تو ظاہر ہے بالیہ فحش و رختوں اور چار پائوں کا اس کے شر سے نجات پانا بایں معنی ہے کہ نفس و فہم اور ظلم و قہر میں گمراہی سے نجات پانے کے ارکان نظام اور اجزا میں خلل واقع ہوتا ہے اور ظالم انسان ہے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے اور اس کے شر سے نجات پانے کے لئے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب تکلیف و اذیت میں ہوتے ہیں۔ پھر اس فاجر انسان کے گناہوں کی غوث کے باعث بارش بند ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ مر جاتا ہے تو زمین اور زمین والے اور ہر کچھ اس میں ہے سب کی زمرہ زندہ گی مٹی ہے۔

۱۵۱۶ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ رُوَيْحَةَ

فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا  
پکڑ کر فرمایا دنیا میں بے وطن ٹھیکر کی طرح رہ۔ بلکہ  
راستہ پر سے گزرنے والے کی طرح اور حضرت ابن عمر  
رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تو شام کے وقت ہو  
تو صبح کی انتظار نہ کر داور جب صبح کے وقت میں ہو تو  
شام کی انتظار نہ کر۔ اور اپنی صحبت سے اپنی  
بیاری کے لیے کچھ لے لے اور اپنی  
زندگی سے اپنی موت کے لیے کچھ بنا  
لے

قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْنَكَي  
فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ  
غَرِيبٌ أَوْ غَائِبٌ سَبِيلٌ وَكَانَ  
لِلنَّاسِ عُمَرُ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ  
فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاةَ وَلَا إِذَا  
أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ اللَّيْلَةَ  
وَأَخَذَ مِنْ صَحْبِكَ لِقَوْمِكَ  
وَمِنْ حَيَاتِكَ لِقَوْمِكَ

(بخاری)

(رد المحتار)

۱۔ بعض نسخوں میں بنکسی شمس سے بلفظ تثنیہ آیا ہے یعنی آپ نے میرے دونوں کندھے پکڑے۔  
۲۔ یعنی تو دنیا میں ایک مسافر اور اپنے وطن سے دور افتادہ انسان کی طرح رہ۔  
۳۔ اس فقرے میں زیادہ بالغ ہے کیونکہ مسافر کبھی کبھی دوسرے شہروں میں سکونت اور رہائش پذیر بھی  
ہو جاتا ہے۔

۴۔ اور یہ انتظار نہ کر کہ تو صبح تک زندہ رہے گا۔

۵۔ اور شام کے وقت تک زندہ رہوں گا۔ بیت

غیمتے شمرنے شمع مل پر واد

کہ این معاملہ تا صبح دم نخواہ ماند

۱۔ شمع پر دہانے پہلاصل غیمت جان کہ یہ معاملہ صبح ہونے تک باقی نہ رہے گا۔

۲۔ یعنی تندرستی کے وقت میں اپنی بیاری کے وقت کے لیے تو شہ تیار کرے۔ مطلب یہ ہے کہ تندرستی کے دن

غیمت جانو اور صبح تک چل کر لو۔ بیت

غیمت جان جو نام دل حسن و جوانی را

۱۔ اے فرحان اپنے حسن و جوانی کو غیمت جان اور یہ گمان نہ کر جوانی کے دن ہمیشہ رہیں گے۔

۲۔ یعنی اپنی زندگی میں اپنی موت کے لیے تو شہ تیار کرے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے

۱۵۱۷ دَعْنُ حَاجِبٍ قَالَ سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ



تین دن چھ فرما رہے تھے کہ تم میں سے کوئی نہ مرے  
گماں حال میں کہ اس کا گمان اللہ تعالیٰ کے متعلق  
اچھا ہونا چاہیے۔

وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ  
أَيَّامٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ  
إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ.

(مَذَاكِرُ مُسْلِمٍ)

(مسلم)

اے اور اس کے کرم و مغفرت کا امیدوار اور اس کے دعوہ کرم پر پورا پورا اعتماد ہونا چاہیے۔ علماء کرام فرماتے ہیں  
کہ سعادت کی علامت یہ ہے کہ زندگی میں خدا تعالیٰ کا خوف و ڈر غالب رہے اور جب موت کا وقت آئے تو  
اس وقت امید کا نشان ظاہر ہو جائے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ سے نیک گمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک  
عمل کرے۔ یعنی اپنی زندگی میں نیک عمل ہی کرتے رہے تاکہ خدا کے متعلق موت کے وقت تمہارا گمان نیک ہو کیونکہ  
موت سے پہلے زندگی میں جو بد عمل ہوتا ہے موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا گمان نیک نہیں رہتا۔ علمائے  
یہ بھی کہا ہے کہ رجا کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے اور امید ہمارے رکھے۔ مولیٰ تعالیٰ کی خدمت کرے اداس کی عطا  
پر نظر رکھے۔ مگر جھوٹی امید پر جو انسان کو عمل سے روک رکھتی اور اسے گناہوں پر آمادہ کرتی ہے۔ اجنبی  
بلکہ وہ آرزو سے باطل اور غرور و فریب نفس ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا تم میں سے ایک آدمی لکھا ہے کہ اپنے  
پروردگار کے متعلق میں نیک گمان رکھتا ہوں۔ مگر وہ جھوٹا کتاب ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا سے نیک گمان رکھتا تو عمل بھی نیک  
کرتا۔ عمر بن منصور نے اپنے ایک بھائی کو لکھا تو اپنی عمر کا درازی کے ساتھ اپنی امیدیں بھی دراز کیے ہوئے  
ہے۔ اور اپنے اعمال بد کے ساتھ آرزو میں لگائے بیٹھا ہے۔ زور حقیقت تو ٹھنڈے موسم کو کوٹ رہا ہے  
نیک عمل کرو اور پھر امید وابستہ کرو۔

## الفصل الثانی

## بصری فصل

۱۵۱۸ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ نَبِذْتُمْ  
أَبْأَكُكُمْ مَا أَوَّلُ مَا يَقُولُ  
اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
وَمَا أَوَّلُ مَا يَقُولُونَ لَهُ  
قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنے  
پروردگار سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو قبول کرے گا۔ اور میں نے  
سب سے پہلے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ میں اللہ تعالیٰ سے کون سی بات کہیں گے  
ہم نے کہا یا رسول اللہ! فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ  
مومنوں سے فرمائے گا کیا تم لوگ مجھ سے پہلے

مترتے تھے وہ کہیں گے ہاں ہمارے رب اللہ  
تعالیٰ فرمائے گا کیرے؟ ایمان والے کہیں گے ہم تیری  
عفو و مغفرت کی امید رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ  
فرمائے گا میں نے اپنی مغفرت و بخشش  
تمہارے لیے واجب و ثابت کر دی ہے۔

قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِلْمُتَّعِبِينَ  
هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِي قِيُولُونَ  
نَعَمْ يَا رَبَّنَا قِيُولُ لِيَمْ  
قِيُولُونَ رَجَعْنَا عَفْوَكَ وَ  
مَغْفِرَتَكَ قِيُولُ قَدْ وَجَّهْتَ  
لَكُمْ مَغْفِرَتِي.

” اے شرح سنہ میں روایت کیا اور ابو نعیم  
نے علیہ میں اسے روایت کیا۔

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّنَّةِ وَ  
أَبُو نَعِيمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

۱۷ یعنی ہمارے سامنے پیش ہونے سے پہلے۔

۱۸ معایج کے بعض نسخوں میں اذنتم آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم مجھ سے ملنا پسند کرتے  
تھے تو پھر تم نے گناہ کیوں کیے

۱۹ جب کہ عفو و مغفرت کا ماحول معنی ایک ہی ہے۔ تو ایک ہی کے بیان پر اکتفا کر دیا۔ غامض۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان توں  
کو بھیجا کہ اللہ ختم کرنے والی (موت) کی کثرت سے یاد  
کیا کرو۔

۱۹ وَتَعْنِ اَنْ هُوَ يَزِيْرُ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَزَا ذِكْرُ  
مَا لَمْ يَكُنْ اَللَّذَاتِ التَّوْبِ

(ترمذی۔ نسائی)

(رَوَاهُ ابُو نَعِيمٍ وَالتَّسَائِي وَ

(ابن ماجہ)

ابن ماجہ)

۲۰ لیس کے کلام سے کچھ آتا ہے کہ مدیث میں واقع لفظ معلوم۔ ہم سے ہے (دال ہمد سے) بمعنی ویران کرنا  
گرا اور مکان کی بنیاد اٹھیرنا۔ جیسا کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ تلفظ پڑھا ہوا ہے۔ لیکن علامہ سنہری نے معات میں لکھا کہ  
یہ لفظ اذہ ہے (ذال ہمد سے) بمعنی کاٹنے والا۔ جیسا کہ جرہری نے لکھا اور سبیلی نے ذال کی روایت کا تصریح  
کی ہے نہ ظرائف نے لکھا کہ ذال ہمد سے بھی جائز ہے۔ جیسا کہ ماسیہ کتاب میں مذکور ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے  
صحابہ کرام سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح

۲۱ وَتَعْنِ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ  
اِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ذَاتِ

يَوْمَ لَا صَحَابَهُ اسْتَخَيُّوا مِنْ  
 اللَّهُ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوا  
 أَنَا نَسْتَحْيِي مِنْ اللَّهِ يَا بَنِي  
 اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ  
 لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنْ مَنْ اسْتَحْيَى  
 مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ  
 الرَّاسَ وَمَا وَعَى وَلْيَحْفَظِ  
 الْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَ لِيَذْكُرِ  
 الْمَوْتَ وَالْبَلَى وَمَنْ أَرَادَ  
 الْآخِرَةَ تَرَكَ غَيْرِنَةَ الدُّنْيَا  
 كَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَى  
 مِنْ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے صحابہ  
 نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم تو اللہ سے حیا کرتے  
 ہیں۔ اور اللہ کی حمد بجالاتے ہیں۔ فرمایا یہ حق  
 حیا نہیں جو تم گمان کرتے ہو بلکہ جو شخص اللہ تعالیٰ  
 سے ایسا حیا کرتا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے  
 تو اسے چاہیے کہ سر اور اس میں برکت و حواس کی  
 حفاظت کرے اور پیٹ اور جگر کچھ اس میں ہے  
 اس کی حفاظت کرے اور موت اور اپنے بوسیدہ  
 و خاک ہو جانے کو یاد کرے۔ اور جو بندہ آخرت  
 چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت و دانش ترک کر دیتا  
 ہے۔ پس جو شخص ایسا کرتا ہے وہ درحقیقت  
 خدا تعالیٰ سے ایسا شرم و حیا کرتا ہے جیسا کہ اس کا  
 حق ہے۔ اسے احمد، ترمذی نے روایت کیا  
 اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۱۔ کہ جہاں تک ہو سکتا ہے۔ اس کے اوپر مرد نہ ہی بجالاتے۔ اور اس کی توفیق خدا نے یہ اللہ تعالیٰ  
 کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ آپ فرمائیں وہ حق حیا کیلئے جو آپ ہم سے چاہتے اور ہمیں حکم دیتے ہیں۔  
 ۲۔ بلکہ اس کا مقام بڑا اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنے تمام اعضا اور اندام پر کھد باطن حدیث کی  
 پوری پوری حفاظت کر دے پھر آپ نے اسے مختصر اور جامع کلام سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حق حیا کا مفہوم۔  
 ۳۔ یعنی سر کو غیر حق کے آگے خضوع اور تواضع اور غلط کاموں اور اس کی غفلت پر تکیہ نہ کرنا کہ جس سے  
 بچائے۔ اور ان چیزوں کی بھی حفاظت و نگہداشت کرے جو سر میں محفوظ ہیں۔ اور جن کا سر خارج ہے۔  
 کے آلات کان، آنکھ اور زبان اور فکر و سنج و غیرہ۔

۴۔ کہ اسے حلام و شبہ کے لقمہ سے بچائے۔ اور اس کی بھی حفاظت کرے جو اس کی ہے۔ یعنی دل کا ہے  
 ان چیزوں سے بے خبر و جاہل رہنے سے بچائے جن سے جاہل و بے خبر رہنے کی گنجائش نہیں یعنی معرفت حق تعالیٰ  
 اور احکام دین اور اسوۃ اللہ کی یاد و محبت سے بھی اسے محفوظ رکھے۔ بعین نے کہا کہ یہ وہ ہے کہ شک جن  
 چیزوں کو اپنے اندر اور اپنے متصل رکھتا ہے۔ جیسے شرگاہ۔ ہاتھ پاؤں سب کو اس سے بچائے۔

۱۵۱۱ یعنی جسم کی ہڈیوں کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے کو یاد کرے۔ پٹی ابا کی زیر) بوسیدہ ہونا یا وہ شخص یہ جانتا ہے کہ دنیا فانی ہے۔ وہ اس میں ذہد کا راستہ اختیار کرتا اور دنیوی لذت و شہوات کو ترک کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ دین الوداع الا آخرہ۔

۱۵۱۲ یعنی اس کا ثواب اور اس کی نعمتیں چاہتا ہے۔ وہ دنیا کی زیب و زینت سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ ۱۵۱۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا حاصل و خلاصہ حق بھاننے کے قول کا یہ مضمون ہے۔ اَللّٰهُ حَقٌّ حَقّاً تَعَالٰی۔ اللہ سے اس طرح ڈر دیکھا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

شیخ امام عالم ربانی حضرت علی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ سالہ تبیین الطرق میں فرماتے ہیں۔ سالک کا حق تعالیٰ سے قرب اس کے غیر سے دور ہونا ہے۔ اور اس کا اصل غیر حق بھاننے سے قطع تعلق ہے اور غیر حق ممنوع و مباح چیزوں میں ہے۔ یہاں ممنوعات سے ہر قسم کے منہیات حرام کردہ و مشتبہ امور مراد ہیں۔ اور مباح سے مخلوقات آسمان، زمین، پہاڑ، درخت، اداسباب معشیت وغیرہ مراد ہیں۔ پس ممنوعات سے سالک کا دور ہونا مباحات سے بے تعلق ہونے کے بغیر ناقص ہے۔ اور جب مباحات سے بھی بے تعلق ہو گیا تو اسے قرب تمام حاصل ہو گیا۔ اور سالک جس قدر غیر سے دور ہوتا جاتا ہے خدا کے قرب ہو جاتا ہے۔ اور جس قدر غیر حق سے تعلق کٹتا چلا جاتا ہے۔ خدا کا دل مزید و مزید مائل ہوتا جاتا ہے۔ اسے سمجھو رب اللہ اتقوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا تحفہ موت ہے۔

۱۵۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ

اسے ہتھی نے خعب الایمان میں روایت کیا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ

الْإِيمَانِ)

۱۵۱۳ مراح میں کہا تحفہ حق پر ہے۔ کاموں میں کہا تحفہ ماساکن اور اس کی زبردستی، بمعنی انکی، مہربانی اور طرفہ کاموں میں ہی کہا تحفہ مال کی پیشی سے بمعنی نیا اور عمدہ مال یعنی پھل وغیرہ۔ مراح میں کہا تحفہ بمعنی پھول۔ مراد یہ ہے کہ موت مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس کی طرف سے انکی ماں کی طرف سے نئی نعمت اور کھلا ہوا عمدہ پھول ہے کہ اس کے ذریعہ بندہ مومن جنت اور اس کے قرب میں پہنچ جاتا ہے اور اسے دنیا کی مشقت اور اس کی شر و دھنٹ سے نجات مل جاتی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

۱۵۲۲ وَهَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَمُوتُ بِعَرَقٍ  
الْجَبِينِ رِزْقَاهُ الْتَوَمِيدِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ (ترمذی - نسائی - ابن ماجہ)

لے بعض نے کہا یہ شدت و سکران موت سے کیا ہے۔ بعض نے کہا پیشانی کا پسینہ وہ علامت ہے جو موت پر بوقت موت ظاہر ہوتی ہے۔ اس بات کو حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا مومن کو موت سے شدت و شقت لاحق نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۵۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ  
الْفَجَاءَةِ أَحَدَةُ الْأَسْفِ

ابو ہریرہ اور ابو ہریرہ نے شعب الایمان میں  
اور زرین نے اپنی کتاب میں زیادہ کیا کہ  
ایک موت کافر کے لیے غضب و گرفت اور  
مومن کے لیے رحمت ہے۔

(مَوَاہِ أَبُو دَاوُدَ وَ تَرَادَ  
الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)  
وَزَرِينٌ فِي كِتَابِهِ أَحَدَةُ  
أَسْفِ لِلْكَافِرِ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ

لے حدیث میں لفظ فجاءۃ ہے۔ فاکل پیش۔ اور مد و قصر اور فایز و زبر کی صورت میں تفسیر سے معنی ایک ناگہانی  
أَحَدَةُ كَافِرٍ كَزَبْرٍ فَاسَاكِنٍ بِمَعْنَى يَكُ لَحْتٍ وَكَيْسَاكِنٍ - أَسْفِ كَزَبْرٍ أَوَّلُ سِنٍ كَزَبْرٍ بِمَعْنَى غَضَبٍ وَغَضَبٍ أَوَّلُ سِنٍ كِ  
دیر سے معنی غضب ناک فوات مراد ہے کہ ناگہانی موت بندہ پر غضب الہی تعالیٰ شانہ کے آثار و علامات میں سے ہے  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرتعہ نہ دیا کہ وہ تہر اور مل مصالح سے آخرت کی تیاری کرتا۔ علامہ نے کہا ہے کہ یہ کافر  
کے لیے اور اس کے لیے ہے جس کا طریقہ محمود اور سیرت صالح نہ ہو۔ جیسا کہ دو سری روایات میں آیا ہے۔ یہ بھی  
کہا گیا ہے کہ چانک اور یکا یک مر جانا نیکوں کے لیے نیک اور بدوں کے لیے بد ہے۔  
لے یہاں فاسق کا ذکر نہ کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ فاسق مومن میں فاسق ہے مگر بد عمل بیان کی گئی ہے اس کا نسخہ اس کے  
خلاف جانب میں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۲۴ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى شَابٍ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان پر داخل  
ہوئے جب کہ وہ حالت موت میں تھا۔ حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس نوجوان سے کہا تیرا کیا حال ہے  
اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا  
ہوں اور میں اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں اس  
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو صفتیں  
کسی بندے میں اس وقت جمع نہیں تھیں مگر اللہ  
تعالیٰ اسے وہ دے دیتا ہے جس کی وہ  
امید رکھتا ہے اور اس سے اسے امن عطا کرتا  
ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب

ہے۔

قَالَ كَيْفَ تَجِدَكَ قَالَ  
أَرْجُو اللَّهَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَأَيْتُ  
أَخْلَفَ ذُنُوبِي فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبٍ عَبْدٍ  
فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا  
أَعْطَاهُ اللَّهُ مَا يَرْجُو وَ  
أَمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ

(مَوَاقِفُ التِّرْمِذِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ)

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ  
غَرِيبٌ

لے یعنی خوف و امید

۷۹ یعنی اپنے فضل و کرم سے اسے نوازتا ، اور گرفت اور گناہوں پر نرا سے اسے بچا لیتا ہے۔ جس سے وہ  
ڈرتا ہے۔ فلاں کریم رجا کا تعلق خدا سے اور خوف کا تعلق گناہوں سے ہوتا ہے اس میں رجا کا غلبہ اور قوت ظاہر ہوتی  
ہے۔ بلطف کا تعلق گناہوں سے اور خوف کا تعلق خدا سے ہوتا ہے۔

## تیسری فصل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت کی  
آرزو نہ کرو۔ کیونکہ اس جائے اطلاع کا خوف  
بڑا سخت ہے۔ اور یہ چیز سعادت میں سے ہے کہ  
اللہ تعالیٰ بندے کو لمبی عمر عطا کرے اس کے ساتھ  
اللہ عزوجل اسے رجوع بھی نصیب کرے۔

(احمد)

## الفصل الثالث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا تَمْنُوا الْمَوْتَ فَإِنَّ  
هُوَ الْمَطْلَعُ شَدِيدٌ وَإِنْ  
مِنَ السَّعَادَةِ أَنْ يَطُولَ عَمْرُ  
الْعَبْدِ وَيَرْفُقَهُ اللَّهُ عَزَّ  
وَجَلَّ الْإِنَابَةُ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)



اسے حدیث میں لفظ مطلع آیا ہے۔ ہم کی پیش و نشر یہ طام اور لام کی زبرد یعنی جلے اطلاع۔ اور بندہ جگہ اور مطلع جبل اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں سے پہاڑ پر چڑھ سکیں۔ یہاں وہ چیز مراد ہے جس سے حالات آخرت پر مطلع ہوتے اور قیامت کے منظر سامنے آتے ہیں۔ یا وہ امور مراد ہیں۔ جن سے انسان برزخ کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ یعنی موت کی آرزو کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہ وہ تو شہداء و آلہم میں پڑنے کا ذریعہ ہے۔ اور عقلمند کی شان یہ ہے کہ وہ اس چیز کی آرزو نہیں کرتا جس سے وہ شدت و بلا میں مبتلا ہو جائے۔ کہ موت نے تو اگر ہی رہنمائی بھی لے کر کہا ہوں مطلع سے مراد وہ چیز ہے جس سے بندہ سکرات موت کو جھانکنے لگتا ہے۔ یعنی بندہ موت کی آرزو قلت مہر و صدقات اور تنگ دلی کے باعث کرتا ہے اور جب اس کی آرزو پوری ہوتی ہے تو اسے صدمہ اور تنگ دلی زیادہ لاحق ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ غضب و غصہ کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی آرزو کرنے سے روکنا اس صورت میں ہے جب کہ بے مہری اور تنگ دلی کی وجہ سے ہو اور جو آرزو و شوق فحاشی اور عالم آخرت سے محبت کی بنا پر ہو وہ ایک دوسری چیز ہے۔

۲۱ یعنی اپنی ذات پاک کی طرف۔ یہ موت کی آرزو کرنے کی ممانعت کی دوسری علت دو مہر ہے۔ یعنی موت تو بہر حال آتی ہی ہے۔ چند روز دنیا میں رہنا سادہ کام کرنا اور تو شہ آخرت فراہم کرنا خیمت ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا آخرت دیا آخرت کی کھیتی ہے۔

۱۵۲۹ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ  
جَلَسْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَرَمَنَا  
وَمَرَقْنَا فَبَكَى سَعْدُ بْنُ  
أَبِي وَقَاصٍ فَأَكْثَرَ الْبُكَاءَ  
فَقَالَ لِيَبَيْتَنِي مِثْلُ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَجِدُنِي تَتَمَتَّى  
الْمَوْتَ قَرَدَدَ ذَلِكَ تَمَلُّكَ مَمَلَاتٍ  
لَهُ قَالَ يَا سَعْدُ إِنْ كُنْتُ  
نُحِلْتُ لِلْجَنَّةِ فَمَا ظَانَ  
عَمْرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے  
پیش و نشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے  
ہوئے تھے تو ہمیں آپ نے آخرت کی یاد دلائی  
اور ہمارے دل کو نرم کر دیا تو حضرت سعد بن ابی  
وقاص رضی اللہ عنہ مد پڑے اور بہت روتے  
اس کا کاش کہ میں رو رہا ہوتا۔ پھر حضرت ابوامامہ  
رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد تو میرے ساتھ  
موت کی آرزو کر رہا ہے مجھ نے اپنے  
بہت کاتیں بار بھرا کیا۔ کہ پھر فرمایا اسے  
سعد اگر تیرے جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے  
تو تیری عمر جتنی دراز ہوگی اور تیرے عمل  
اچھے ہوں گے۔ وہ میرے لیے بہتر

ہے

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ

(رِقَاةُ أَحْمَدُ)

(احمد)

۱۴ یعنی حضرت ابراہیم باہمی رضی اللہ عنہ۔

۱۵ اور اس کے حالات اور خفاک و واقعات بیان فرمائے۔

۱۶ تاکہ دنیا کی محنت و مشقت سے نکلت پاجاتا۔

۱۷ یعنی موت کی آرزو شروع اور خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اسی لیے میرے سامنے یہ آرزو کیوں کر رہا ہے۔ یا مراد

یہ ہے کہ میری محبت اور میری زندگی میں موت کی آرزو کرتا ہے۔ حالانکہ میرے جمال کا مشاہدہ اور میری محبت کا شرف

ہر نعمت سے جواں ان کے تصور میں آگتی ہے، بہتر ہے۔ اگرچہ مجھے موت کے بعد آخرت کی نعمتیں اور درجات حاصل

ہوں گے مگر وہ سب نعمتیں اور درجات میری کریم ذات کے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کے شرف کے برابر نہیں ہیں۔ کیونکہ

یہ دنیا میں ہی بہشت نقد ہے۔ کسی درویش سے پوچھا گیا کہ مومن کے لیے زندگی بہتر ہے یا موت اس نے کہا

خدا کے زمانہ میں زندگی بہتر تھی۔ آپ کے بعد موت بہتر ہے۔

۱۸ کہ اس طرح مجھے تو آخرت میں مراتب و درجات حاصل کرنے کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔ اگر کہا جائے کہ کلمہ ان کلام

عرب میں شک و تردید کے لیے آتا ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص شترہ بشرہ میں سے ہیں۔ تو بھران کنت غفلت

بجنت اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے ہکا کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر سکتا ہے اس قول کا صدور ثبات

سے پسے ہو۔ یا کہ شک و تردید کا لانا معاملہ آخرت کی عظمت بیان کرنے کے لیے ہو کہ اس کے بارے میں خرم و یقین

ہے کہ نہیں کہا جاسکتا۔

۱۵۱۲ وَعَنْ حَدِيثِ بْنِ مُضَرَّبٍ

قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَبَّارٍ

وَقَدْ اَتَتْهُ سَبْعًا قَهَّانَ لَوَا

اَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ

اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا

يَتَمَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ لِمَنْ يَتَمَنَّى

كَأَنَّ رَأْيِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

أَمْلِكُ وَنَهْمًا وَ إِنْ فِي

حضرت حادثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں میں حضرت جبار کے پاس گیا

جب کہ حضرت جبار نے اپنے بدن مبارک پر

سات جگہ داغ لگا رکھے تھے حضرت جبار نے کہا

اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

نہ سنا ہوتا کہ تم میں کوئی شخص موت کی آرزو نہ

کرتے تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ البتہ

بے شک میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں ایک

حَانَبٌ يَتَّبِعِي الْآنَ لَا تَبْعِيْنَ  
 اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اِنِّي  
 يَكْفِيْنِي فَلَمَّا رَاَهُ بَكَى وَ  
 قَالَ وَلَكِنْ حَمْدُهُ لَمْ يُوجَدْ  
 لَهُ كَفْنٌ اِلَّا بُرْدَةً مَلْحَاءً  
 اِذَا جُعِلَتْ عَلَى رَأْسِهِ  
 قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ لَئِذَا  
 جُعِلَتْ عَلَى قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ  
 رِجْلَيْهِ حَقٌّ مَلَأَتْ عَلَى  
 رَأْسِهِ وَجُعِلَ عَلَى قَدَمَيْهِ  
 اِرْدَاخُورٌ .

در ہم کا بھی مالک نہ ہوتا تھا اور بے شک اس وقت  
 میرے گھر کے ایک گونے میں چالیس ہزار درہم  
 پڑے ہیں۔ حضرت مارثہ فرماتے ہیں پھر حضرت  
 جناب کا کفن لایا گیا (جو کہ بہت عمدہ تھا) جب  
 اسے دیکھا تو رد پڑے اور کہا لیکن حضرت حمزہ  
 کا کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ جب ان کا کفن ان  
 کے سر کی طرف کیمنجا جاتا تھا تو آپ کے پاؤں نگے  
 ہو جاتے تھے اور جب آپ کے قدموں کی طرف  
 کیمنجا جاتا تو آپ کے سر سے چھوٹا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ وہ  
 کفن آپ کے سر کی طرف کیمنجا گیا اور آپ کے  
 قدموں پر ادھر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دیا گیا۔

احمد دہلوی کہیں عربی نے تم آجی

بکثرت کا لفظ ذکر کیا اس وقت سے جسے غیب  
 الایمان میں روایت کیا۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّوَمِيدِيُّ اِلَّا  
 نَهُ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اِنِّي  
 يَكْفِيْنِي اِلَى الْاٰخِرَةِ .

۱۔ حضرت مارثہ بن مغربہ دیم کی پیش منادی کی وجہ سے (احمد دہلوی زبیر) آپ شہر میں ہیں  
 ۲۔ جناب خاکی زبیر با ادلی مشہور۔ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ جدی صحابین میں سے ہیں کہ ان میں سے بعض ائمہ  
 کی۔ اور میں سکتہ میں وفات پائی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھا۔  
 ۳۔ ہو سکتا ہے کہ آپ موت کی آمد کو نہ چاہتے ہوئے ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔ جس کی وجہ سے عین بکراہت کی  
 شدت کی بنا پر پھر داغ کرنے کے جواز کو لازمیت میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ ان کی تحقیق بہت اہمیت میں آ رہی ہے۔ یا  
 آپ نے اپنی تو نگری اور دو تہذیب کی وجہ سے موت کی آمد کو لاکھوں سالوں تک دلت کا دل چاہا۔ پس کس کا کفن ہی  
 خواب نہ ہو جائے۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔

۴۔ اور کہا اگر یہ شرع میں اچھا کفن پینا جائز ہے۔ مگر حضرت حمزہ ان امور  
 ۵۔ ادھر (ہمزہ کی زیر۔ وال ہمزہ ساکن) مشہور رکھا ہے جسے مکانات چھتوں میں ڈالتے ہیں۔ اور ہر کسی  
 بھی ستول کرتے ہیں۔

## بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَيِّتٍ حَضَرَهُ النُّوْتُ

## مرنے والے کے پاس کیا پڑھا جائے

باب اس امر کے بیان میں کہ جس کا وقت موت آچکا ہو اس کے پاس کیا پڑھنا چاہیے۔ وقت موت کا آ جانا بطور عادت یقیناً معلوم ہو جاتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ موت کا وقت آ جانے کی علامت یہ ہے کہ اس وقت پاؤں اس قدر سست ہو جاتے ہیں کہ اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہیں رہ سکتے اور ناک کا ٹیڑھا ہو جانا۔ آنکھوں اور کان کے درمیانی حصہ کا ٹک جانا۔ خیمتین کے گوشے کا لمبا ہو جانا۔ کیونکہ اس وقت خیمتین سکڑ جاتے ہیں اس وقت اس کے پاس کیا پڑھا جائے۔ عام ہے کہ لا الہ الا اللہ سے اس کی تلقین کی جائے۔ یا انا لله وانا الیہ راجعون پڑھا جائے۔ اور اس کے لیے دعائے غیر کرنا اور سورۃ یسین پڑھنا۔ اور وہ کلمات جو مومن اور کافر کے قبض روح کے وقت ملائکہ پڑھتے ہیں اور اس کی مثل اور کلمات جیسا کہ احادیث میں آ رہا ہے۔

## الفصل الأول

## پہلی فصل

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ دروں فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سے تلقین کرو۔

۱۵۷۸ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (رواه مسلم)

یعنی جو مردے کے قریب ہو چکے ہوں وہ کلمہ طیبہ سے ان کی تلقین کرو۔ لفظ تلقین لقن سے مشتق ہے بمعنی جلد کھینچنا اور تلقین کھانا یہاں تلقین سے مراد کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اس بندے کے سامنے جس پر وقت موت آچکا ہو بغیر اس کے کہ اسے پڑھنے پر مجبور کریں۔

حضرت مسلم رحمہ اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ تو غیر دینی

۱۵۷۹ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَرْتُمْ الْمَرِيضَ

أَوِ الْيَمِينِ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنْ  
الْمَلَائِكَةُ يُؤْمِنُونَ عَلَى مَا  
تَقُولُونَ .

(مسلم)

(مَوَاقِفُ مُسْلِم)

۱۔ یعنی جو قریب المرگ ہو یہاں کلمہ اورادی کے شک کی وجہ سے ہے مگر بعض سے قریب الموت مراد  
لیا جائے اور اگر مطلق مراد ہو تو پھر کلمہ اور بیان نور کے لیے ہے۔

۲۔ یعنی اپنے لیے خیر کی دعا کرو۔ یعنی اور قریب الموت کیلئے شفا اور مغفرت کی۔

۱۵۳۰ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا  
مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ  
فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ بِهِ إِنْ  
يَلَهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ عَاجِلُونَ أَنْتُمْ  
أَجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي وَ أَخْلِفَ  
لِي خَيْرًا مِنْهَا إِنْ أَخْلَفَ اللَّهُ  
لَهُ خَيْرًا مِنْهَا فَلَمَّا مَاتَ ابْنُ  
قُلْتُ أَعَى الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ  
أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ خَلَعُوا  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
شَمَّ رَأْيِي فَلَمَّا فَخْلَفَ اللَّهُ لِي  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ .

(تَقَا مَسْلَم)

۱۔ مصیبت کے وقت اور اس کے پڑھنے کی نصیحت بیان فرمائی۔  
۲۔ یعنی ہمارا وجود، ہمارا مال، ہماری اولاد اور ہمارے تمام حالات خدا کے لیے ہیں۔ اور ہم سب  
خدا تعالیٰ اور مرال و حساب اور اس کے ثواب و عذاب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

۳۴ یہ کلمہ اجنبی دو طرح روایت کیا گیا ہے۔ ہمزہ ساکن اور حمیم پر پیش۔ ہمزہ کی زبر اور لا اور حمیم کی زیر معنی دونوں کا ایک ہے یعنی مجھے اجماعاً فرما۔

۳۵ یعنی اس مصیبت میں میرا جو کچھ ضائع ہوا مجھے اس سے بہتر عطا فرما۔ اور کلمہ واخلف ہمزہ کی زبر اور ساکن اور لام کی زیر۔ اس کا مصدر اخلاف ہے۔ یعنی واپس اور ضائع شدہ چیز کی جگہ دوسری چیز دے دینا مراد اجر و ثواب ہے یا نفع اور ضائع شدہ چیز کی جنس سے اس سے بہتر چیز عطا کرنا۔ جیسا کہ حدیث کا انداز بارت واضح کر رہا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مصیبت میں کوئی مسلمان یہ کلمات نہیں پڑھتا۔ مگر الی آخر۔

۳۶ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تھی اور جب حضرت ابوسلمہ جو میرے حضور علیہ السلام سے پہلے شوہر تھے فوت ہوئے۔ تو میں نے حکم کی بجا آوری اور اس دعا کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے یہ دعا پڑھنا چاہی۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ مسلمانوں میں سے کون مسلمان ابوسلمہ سے بہتر ہو سکتا ہے جس کی جگہ اللہ تعالیٰ مجھے انفعول مرد عطا کرے گا۔ حالانکہ ابوسلمہ کی شان یہ ہے کہ۔

۳۷ علامہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت سے حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت مراد ہے کیونکہ آپ نے پہلے مدینہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی جانب دوبارہ ہجرت کی ان دونوں ہجرتوں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔ حضرت ابوسلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت برة بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔

۳۸ یعنی میں نے اس کو کوئی کیفیت اس کے اندر کوئی عیب نہ دیکھا تھا کہ حضرت ابوسلمہ سے بہتر فاضل اب مجھے کہاں ملے گا یہ دعا اہم ہجرت میں بھی لایا آخر پڑھ چکی ہوں۔

۳۹ کہ میں آپ کے نکاح میں آگئی اور ازدواج مطہرات میں داخل ہو گئی۔

۴۰ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

۴۱ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

۴۲ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

۴۳ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

۴۴ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

۴۵ وَنَحْنُ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّ رَبَّنَا عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ



کتاب الجنائز مرنے والے کے یہ ایک چوبیس حصے

تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِذَا جِئْتُمُ  
قَانَ الْمَسِكَةِ يُؤْمِنُونَ عَلَى مَا  
تَقُولُونَ لَمْ قَانَ اللَّهُمَّ عِزُّ  
لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي  
الْمَهْدَيْنِ وَاخْلُفْهُ فِي عَتَبِهِ  
فِي الْغَايِبِينَ وَاعْفِ لَنَا وَلَهُ  
يَا رَبِّ عَلَيْنِ وَأَفْسَرْ لَهُ  
فِي قَبْرِهِ وَتَوَرَّ لَهُ فِيهِ  
(رَفَاهُ مُسْلِمٌ)

کے اہل خانہ نے رونا دھونا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کے لیے دعا نہ کرو مگر غیر اللہ کی حاجت کی کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر ہاں کہہ آئیں کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اس شخص سے اور اس کا اور جہالت یہ وقت ہذا میں ایسا نہ فرما۔ انہاں کے پیچھے بنے والوں کا تو غرضیفہ بن جا۔ اور اے رب العالمین ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کی قبر کشادہ کرو اور قبر میں اس کے لیے روشنی

11-11-64

۱۔ جیسا کہ موت کے وقت میت کا آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ حدیث میں واقع لفظ شوق شین کا ذہن و عیش کے شین کا پیش پڑنا غیر قما ہے۔

۲۷ اور اس کی جانب دیکھتی رہتی ہے اس وجہ سے کھلی رہتی ہے۔ اہل فتنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جب یہ الفاظ سنے تو انہیں علم ہو گیا کہ حضرات اہل اسلام و فلاح پر کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے رہیں گے۔

اس معنی کے مطابق لفظ فی الثابریں کی عقبہ کا بیان ہو گا مگر سابق اور لاحق میں ایک اور فرق ہے۔ اولاد اور باقی اور ملک جو کہ سطح زمین پر باقی اور موجود ہیں۔ اس صحت میں فی الثابریں فقیر کی منقبت سے اولاد و ملک میں غفلت ہے اور سلام پر پیش اور لفظ عقبہ قات کی زیر سے لغت کی کتاب صحاح میں کہا ہے کہ عقبہ اور عقبیٰ جن الفاظ سے اولاد کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی اولاد۔

۱۵۲۲ وَهَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
جِئْتُ نَوِيٍّ سَبَقَنِي بِإِذْنِ خَدِيجَةَ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ولی اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہو کر فرمایا کہ میں نے  
 بے فکر ہو کر اللہ کی طرف سے میری قوم پر کرم فرمایا ہے  
 آپ کو خبر ہوئی گاؤں کی بی بی جرنی پانڈی میں بیٹھ گئی تھیں  
 (یاد رکھو) (ملا کر دیکھو)

۱۔ حبرۃ عالمگیر باکینجر، دھاروی داہ چاند کو کہتے ہیں۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

۱۵۲۲ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ أَخِيذُ كَلَامِهِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا  
وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(دَوَاؤُہُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

اس حدیث میں میت کو تقین کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ وہ جنت میں  
جائے گا۔

۱۵۲۳ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا سُورَةَ  
يُسِّسْ عَلَى مَوْتَاكُمْ.

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا اپنے مردوں پر سورہ یسین  
پڑھو۔

(دَوَاؤُہُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ)

(احمد ابوداؤد)

(ابن ماجہ)

(ابن ماجہ)

یہ متعلیم کا نذر عین سکن تلف کنیز

یہاں لیا گیا اور دین مہلہ آپ کا بی بی شجرۃ الانس کے اصحاب بیعت میں سے ہیں۔ بعہ میں سکونت اختیار  
کی ساتھ بصرو میں متعل نامی نہروانی کی جانب منسوب ہے۔ آپ سے حضرت حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ آپ  
حضرت معاویہ کے مدبر حکومت کے آخری ایام تک زندہ رہے۔

۳ ظاہر ہے کہ مردہ سے وہ مراد ہے جس کی موت کا وقت آچکا ہو۔ امت کا عمل بھی مای بر ہے۔ یہ بھی احتمال  
ہے کہ بعد از موت کے گھر میں ہی ایسا قبر پر سے مراد ہو۔ باقی یہ بات کہ اس حدیث کی تخصیص کیا  
وجہ ہے تو اس کا علم ہی پاک علیہ السلام کو ہی ہے اور اصول دین میں سے کسی اصل پر مشتمل ہے۔ طبعی نے کہا پڑھنے کا حکم  
اس حدیث اور دوسری کے درمیان مشترک ہے۔ ظاہر یہ ہے (اور اللہ بہتر جانتا ہے) کہ وہ پر شیعہ ماز میں حدیث  
کے ابتداء میں ہی موجود ہے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نہایت موکدہ طریقہ سے ہے۔ پھر سورہ کا خاتمہ  
جودر گاہ مہدیت کی طرف رجوع پر مشتمل ہے جو کہ اس وقت و حال کے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُنْجَا

کتاب الجنائز میں دے کے پاس کی چڑھا جائے فصل

الَّذِي يَبْدَأُ مَلَكُوتَهُ كُلَّ شَيْءٍ قَرَّ الْكَبِيرُ تَرْجَعُونَ - پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں سے بادشاہی ہر چیز کی اور اسی کی جانب تم سب لوگ لڑائے جاؤ گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ کے اس قدر فضائل و مناقب کس وجہ سے ہیں۔ آخر کار مجھے پتہ چل گیا کہ اس وجہ سے ہیں۔

۱۵۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَبِلَ عُثْمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ  
وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي حَتَّى سَالَ  
دُمُوعُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَى وَجْهِ عُثْمَانَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
زمانی میں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا منہ مبارک  
چومنا جب کہ وہ فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت آپ  
رو رہے تھے یہاں تک کہ آپ کے آنسو حضرت  
عثمان کے چہرہ انور پر بہ پڑے۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَ

ابْنُ مَاجَةَ)

ابن مظعون طار مجھ کے ساتھ۔

۱۵۳۶ وَعَنْهَا قَالَتْ إِنْ أَبَا بَكْرٍ  
قَبِلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَهُوَ مَيِّتٌ

۱۵۳۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۳۸ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَهْبٍ  
أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَوَّازِ مَرُّقٌ  
كَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۵۳۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۴۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۵۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۶۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۷۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۸۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۲ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۴ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۵ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۶ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۷ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۸ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۵۹۹ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۶۰۰ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اور فرمایا بے شک میں نہیں دیکھتا کھڑکھڑائی کہ اس پر موت کا وقت اچکا ہے تو مجھے اس کے باپے میں اطلاع دینا۔ اور اس کے کہن دفن میں جلی کرنا کیونکہ مسلمان مردے کے لیے مناسب نہیں کہ اسے اپنے اہل خانہ کے درمیان روک رکھا جائے۔

(البوداؤد)

وَسَلَّمَ يَعُوذُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ بِهِ الْمَوْتُ فَأَذِنُوا بِهِ وَعَجَلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِبَّةٍ مُسِيْمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَيْنِ أَهْلِهِ.

(مرواة أبو داؤد)

۱۷۰ حسین ماکہ جیش مادی زبر۔

۱۷۱ دُخوع دو وادوں کی پیش کے ساتھ بعض نے کہا دونوں وادوں پر زبر ہے۔ یہ دوسری روایت زیادہ مشہور اور زیادہ درست ہے۔ اور پہلی ماسکن آپ انصاری صحابی ہیں۔ اہل بدر میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

۱۷۲ حضرت طلحہ بن البراء انصاری صحابی ہیں۔ اہل جاز میں شمار ہوتے ہیں۔

۱۷۳ کہ تین حدیث میں لفظ اُری آیا ہے۔ یعنی میں گمان کرتا ہوں۔

۱۷۴ تاکہ میں آجاؤں اور اس پر غار جنازہ چڑھوں کیونکہ اس کے گندہ جوڑنے اور بدبو چھوڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا اسے لوگ بڑا اور کروہ دیا گیا تھا۔ لہذا اس کے نزدیک معزز و مکرم ہوتا ہے۔ اسی اندیشے کی جانب اشارہ کیے گئے حدیث میں اسے جیفہ یعنی مردار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ وہ گندہ ہونا شروع ہو جائے اور جیفہ جسم میت کہتے ہیں جس کے بدبو چھوڑنے کا امکان ہوتا ہے۔

۱۷۵ یہ لفظ لہری نام ہے۔ اس کی تین شرحیں ہیں۔ ۱۔ حضرت طلحہ بن البراء انصاری ہیں۔ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ جب وہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہم اہل طہو دانت تشک الیہ خلاد و ناطم سے اس حالت میں ملاقات کرنا کہ تم اسے خوش ہو۔ اور ایک طہو دانت میں ہے اور وہ تھو سے خوش ہو۔

## تیسری فصل

## الفصل الثالث

۱۷۶ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو یہ تحقیق کیا کرو کہ اللہ کے سوا کوئی

۱۷۷ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَوْتَاكُمْ لَا

مجدد نہیں۔ وہ علم والا، کلمہ والا، پاک اور عرش عظیم  
کا ہمت ساری مدین اللہ رب العالمین کے لیے تھی  
لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دعا زندوں  
کے لیے کیسی ہے۔ فرمایا بہت اچھی۔ بہت  
اچھی ہے۔

(ابن ماجہ)

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْكَرِيمِ  
سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ  
أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالُوا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَلْأَخْيَا  
قَالَ نَجُودُ وَ أَجُودُ  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۱۷ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب قرشی ہاشمی صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ آپ بڑے سخی، خوش طبع، بردبار بڑے  
پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے۔ لوگ انہیں بحرا لجود (سخاوت کا سمندر) کہتے تھے۔ علامہ نے کہا ہے کہ اسلام میں ان سے سخی  
بزرگ کوئی شخص نہیں ہوا۔

۱۸ اللہ تعالیٰ کو ان دو اوصاف سے موصوف کرنا اصل مقصود کرم الہی کی طرف اشارہ ہے تاکہ مرنے والا  
اس کے عفو و کرم کی امیدیں جان دے دے۔

۱۹ اس میں خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی جانب اشارہ ہے تاکہ درگاہ الہی میں نعمت و رحمت کے ساتھ حاضر ہونے  
کے شوق میں پہنچے۔

۲۰ یعنی اس محنت آباد دنیا سے شکر و رضا کی حالت میں جانے سے پہلے اللہ کے لیے سب نعمتیں الیہ تاکہ معنی  
ربوبیت کے حضور تصور ہے اللہ تعالیٰ کے فیض و فضل کے لیے تیار و مستعد ہے۔

۲۱ یعنی یا رسول اللہ اگر یہ اذکار ہم زندہ رہیں کریں گے یا اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے  
آپ نے فرمایا بہت بہتر بہتر ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کا ذکر کرے اور زندہ رہے وہ ان کے لیے عطا کیے

قلب اور ظہا بے روح کا سبب ہے۔ اور ان مفاد و معانی کو مرنے والے کے ذہن میں حاضر کرنا فوری و عیلت  
جاودانی کا موجب ہے۔

مردہ و زندہ میں در قدمیت تمام پروردگار

میں مردہ اور زندہ دونوں حالتوں میں تیرے قدموں میں ہی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ  
فراتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
میرے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اگر آدمی نیک ہوتا  
ہے تو اس سے کہتے ہیں۔ اے پاک روح نکل

۱۵۳۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ النَّبِيُّ لَخُضْرَةُ الْمَلَائِكَةِ  
فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوا

جوپاک جسم میں تھی۔ نکل۔ قابل توفیق، خیریت و راحت  
کی حالت میں۔ اور پاک رزق کے شائق۔ اور راضی  
رب کی بشارت، ماسل کر اس سے یہ کہتے رہتے ہیں  
یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی  
طرف چڑھا دیتا ہے۔ اس کے لئے آسمان، کھل ادا  
جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ یہ کون ہے۔ فرشتے کہتے  
ہیں۔ یہ فلاں ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ خوب آئی پاک  
روح جو پاک جسم میں تھی۔ داخل ہو قابل توفیق حالت  
میں اور تجھے خیریت و راحت ہے۔ تجھے پاک  
رزق اور راضی رب کی بشارت ہو اس سے  
یہ کہتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس آسمان  
تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی  
تکلیف ہے۔ اور جب بڑا آدمی ہوتا ہے تو  
کہتے ہیں۔ اسے نبیٹ جان نکل۔ جو نبیٹ  
جسم میں نکل آتی حالت ہو کر۔ تجھے کھولتے  
پانا، پیٹہ اور اس کے ہشکل دوسرے  
مذاہب کی بشارت۔ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں  
یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان  
کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو اس کے لئے آسمان  
کھلایا جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے یہ کون  
ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں۔ تو کہا جاتا ہے  
اس کے لئے مرجانیں۔ نبیٹ جان  
ہے جو نبیٹ جسم میں تھی۔ قابل طاعت  
حالت میں لٹ جا۔ کیر حکم تیرے  
یہ آسمان کے دروازے نہیں

اُخْرِجِي مِمَّنْكَ النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ  
كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اَخْرِجِي  
حَيِّدَةً وَّ اَبْشِرِي بِرُوحٍ وَّ  
رَحِيحٍ وَّ رَبِّ غَيْرِ غَضَبَانِ  
فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ  
حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَبُ  
بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيَقْتَرَبُهَا  
فَيَقَالُ مَنْ هَذَا فَيَقُولُونَ  
فُلَانٌ فَيَقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ  
الطَّيِّبَةِ اَدْخُلِي حَيِّدَةً وَّ  
اَبْشِرِي بِرُوحٍ وَّ رَحِيحٍ وَّ  
رَبِّ غَيْرِ غَضَبَانِ فَلَا تَزَالُ  
يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ  
إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ  
اِذَا كَانَ الرَّجُلُ الشَّوَّاعًا  
اُخْرِجِي مِمَّنْكَ النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ  
كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اَخْرِجِي  
وَمِنْهَا وَّ اَبْشِرِي بِرُوحٍ وَّ  
رَحِيحٍ وَّ رَبِّ غَيْرِ غَضَبَانِ  
فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ  
حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَبُ  
بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيَقْتَرَبُهَا  
فَيَقَالُ مَنْ هَذَا فَيَقُولُونَ  
فُلَانٌ فَيَقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ



کھل سکتے۔ پھر اسے آسمان سے پھینکا  
جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قبر میں آجاتی  
ہے۔

(ابن ماجہ)

كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْحَيِّثُ أَرْجَى  
ذَمِيمَةً فَأَتَاهَا لَا تَقْتَرُ لَكَ  
أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَتُرْسَلُ مِنَ  
السَّمَاءِ ثُمَّ تُصَيِّرُ إِلَى الْقَبْرِ  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ یعنی اس کے مرنے کے وقت۔

۲۔ اس کی روح کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

۳۔ یعنی تو خدا اور اس کی مخلوق کے نزدیک قابل تعریف و ستائش ہے۔

۴۔ جو کچھ بہشت یا برزخ میں مطاہرگا۔

۵۔ یعنی آسمان کے دربان۔

۶۔ یعنی اس کی روح کو اٹھا کر لے جانے والے۔

۷۔ یعنی اس کا نام و نشان ذکر کرتے ہیں۔ جیسے کہ دعا سے پوری طرح جانتے پہچانتے ہیں۔

۸۔ اور اسے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک لے جاتے ہیں۔

۹۔ یعنی جہاں خدا تعالیٰ کی قدرت اور رحمت حاصل کا نزول ہوتا ہے۔

۱۰۔ حم یعنی گرم پانی۔ اور سبب جو دو چیزیں تھیں جن سے ٹپک ٹپک کر رہی ہوتی ہے۔ فطر جنات سین

کی شد اور تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ صراح میں لکھا جنات ثنڈا اور گندہ پانی۔

۱۱۔ وَعَنْهُ أَنْ دَسُونِ اللَّهُ صَلَّی

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا

خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلْقَاهَا

مَلَكَانِ يَضَعَانِهَا قَالَ حَسَّادُ

فَذَكَرَ مِنْ طَيِّبٍ يُبْعَثُهَا وَ

ذَكَرَ الْمُسْكِ قَالَ وَ يَقُولُ

أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحُ كَلَيْبَةٍ

جَاءَتْ مِنْ قَبْلِ الْآرَامِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى جَسَدِ

انہی طرفوں میں ہرگز نہ ملتا ہے۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

مومن کی روح نکل آتی ہے تو اسے دو فرشتے

میلے ہیں جو اسے ہندی کی طرف لے جاتے ہیں

ملا کر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا

مرد خوشبو اور مشک کا ذکر فرماتا۔ فرمایا کہ اس

والے کہتے ہیں۔ ایک روح زمین کا طرف سے

آئی اللہ تعالیٰ پر اور اس جسم پر رحمت کرے ہے

تو آباد کرتی تھی۔ پھر اسے رب ہی کے

پاس سے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے  
 کہ اسے آخرت تک وہیں پہنچا دو۔ فرمایا کہ جب  
 کافر کی روح نکلتی ہے۔ حاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا آسمان  
 والے کہتے ہیں۔ ضیف روح ہے جرزین کی طرف  
 سے آئی ہے۔ تو کہا جاتا ہے اسے معیاد تک  
 کے لیے لے جاؤ۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر  
 تھی۔ اسے حضور نے اس طرح اپنی ناک  
 سے لگایا۔

تَعْمِرُ نَبَاً فَيُطْلَقُ إِلَى رَبِّهِ ثُمَّ  
 يَقُولُ انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ  
 الْأَجَلِ قَالُوا وَإِنْ الْكَافِرُ إِذَا  
 خَرَجَتْ رُوحُهُ قَالُوا عَمَّا  
 وَذَكَرَ مِنْ نَفْسِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا  
 وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ مَا دُخِرَ  
 حَبِيبَتُهُ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ  
 الْأَرْضِ قِيلَ انْطَلِقُوا إِلَى  
 آخِرِ الْأَجَلِ قَالُوا أَبُو هُرَيْرَةَ  
 قَرَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ  
 عَلَى أَنْفِهِ لَهْكَذَا.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ یعنی حاد نے جو حضور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔  
 ۲۔ یا حضرت ابو ہریرہ نے۔ اس کی روح کا خوشبو کا ذکر فرمایا کہ اس روح سے شک کی خوشبو آتی ہے۔  
 ۳۔ یہ حیات النبی ہے کہ روٹی کو وہ مخصوص الفاظ جو سننے سے یاد نہ رہے تھے۔  
 ۴۔ کہ حضور ابو ہریرہ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ۵۔ کہ اس کی روح کو قالب کر کے کہتے ہیں۔  
 ۶۔ کہ اسے رتھ کہتے تھے۔

۷۔ کہ آفتاب سے عیادت فرمادے۔ یعنی اس موت تک جس کے بعد قیامت قائم ہوگی۔ اس نے برزخ مراد ہے  
 یعنی اس کی حالت میں سے ہمارے روز جزا تک جس کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لیے  
 دو ایسی ہیں۔ اہل اللہ اور اہل اللہ آخر اہل اللہ موت اور اہل اللہ قیامت ہے۔ اور آیت کریمہ ﴿فَقَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّشْتَبٰہٌ يَّحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ اور اہل اللہ ہے جو اس کے پاس ہے (دونوں کا احتمال  
 رکھتے ہیں)

۸۔ یا حضرت ابو ہریرہ نے۔

۹۹ حدیث میں عربی لفظ رقیق ہے۔ عربی میں ہے رقیقہ راکہ بر سر ہے مضمون و لغت میں چاند چھوڑتی سر پر رکھتی ہیں۔

۱۰۰ یہ حضرت ابو ہریرہ کے اس فعل کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے اپنی چاند ناک پر دیکھتے ہوئے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چادر مبارک ناک مبارک پر رکھنے کے فعل کا نقشہ بیان فرمایا۔

۱۵۴۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا حَضَرَ الْمُؤْمِنُ أَمَتْ  
مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ  
فَيَقُولُونَ أَخْرُجِي رَاضِيَةً مُرَضِيًّا  
عَنْكَ إِلَى رَوْحِ اللَّهِ وَرَيْحَانِ  
وَرَبِّ عَزِيزٍ غَضَبَانَ فَتَخْرُجُ  
كَاطِيبٍ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى  
لَيِّنَاوَلَهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى  
يَأْتُوا بِهِ أَتَوَاتٍ الشَّيَاطِينِ  
فَيَقُولُونَ مَا أَطِيبَ هَوْبُهُ  
الرَّيْحُ الْبَقِيُّ جَاءَتْكُمْ هَذِهِ  
الْأَرْضُ قِيَّاتُونَ بِهِ أَرْوَاحُ  
الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ قَرَحًا  
مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ  
يَقْدُمُ عَلَيْهِ فَيَسْأَلُونَهُ مَاذَا  
فَعَلَ فَلَانٌ فَيَقُولُونَ دَعَاؤُهُ  
فَإِنَّهُ كَانَ فِي عَجْمِ الدُّنْيَا  
فَيَقُولُ قَدْ مَاتَ أَمَا أَتَاكُمْ  
فَيَقُولُونَ قَدْ ذُهِبَ إِلَى أُمِّهِ  
الْهَٰوِيَةِ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
- میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد مر  
جھٹ آتی ہے تو رحمتہ کے فرشتے سفید ریشم کے  
آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں تو راہی خوشی نکل اللہ تعالیٰ  
تجھ پر راضی ہے واللہ کر راضی اور عالی رزق  
خدا راہی رب کا طوف مل۔ تودہ بہترین شک  
کی خوشی کا طرح نکلتی ہے یہاں تک کہ فرشتے  
وہ روح آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں  
اور اسے آسمان کے صراط علیک لاتے ہیں۔  
آسمان کے کتبے کی ایک اچھی خوشی ہے  
جو کہ یہ آسمان کے ہر ایک کے سامنے  
ہوئے اور ان سے یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ ان کا  
نیکو کار ہے۔ اس خوشی کی خوشی کہ اللہ تعالیٰ  
کی خوشی کی خوشی کہ اللہ تعالیٰ  
جو کہ یہ دنیا کے ہر ایک کے سامنے  
وہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ ان کا  
یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ ان کا  
دیا گیا ہے۔ اور جب کافر کا موت آتی ہے  
تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے مارتے ہیں

آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نکل اس حال میں کہ توبہ سے نہ راضی تھے۔ رب نہ راضی۔ اللہ کے عذاب کی طرف چل تو وہ مردار کی سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے۔ یہاں تک کہ سب کے دروازے تک لاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ کیسی سخت بدبو ہے۔ یہاں تک کہ اسے گھر کی روحوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

(احمد)

(نسائی)

اِخْتَضِرَ آتَمُهُ مَلِيكَةُ الْقَذَابِ  
بِئْسِمِ قَيْمُونِ اَنْحَرِي سَلْحَةً  
مَسْخُوطًا عَلَيْكَ اِي عَذَابِ  
اللّٰهُ هَزَّوَجَلَّ فَتَعْرُجُ كَانَتْ  
رَائِحِ بِحِفْظٍ حَقِي يَأْتُونَ بِمِ  
بَابِ الْأَرْضِ قَيْمُونِ مَنَا  
أَنْتَنَ هَذَا الرَّيْحِ حَقِي يَأْتُونَ  
بِمِ أَوْدَاسِ الصُّكَّارِ  
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ)

یعنی موت و حیات خداوندی۔ یہ بھی ہر کتاب ہے کہ اس سے ماقبہ کار کی خبر و اطلاع مراد ہو یعنی جنت کی نعمتیں۔

اسے یعنی روحِ موسیٰ اس خوشبو کے ساتھ ہم سے باہر آتا ہے۔

اسے یعنی فرشتے اسے دست بدست لے کر جاتے ہیں۔

اسے یعنی گم شدہ آدمی کے سفر سے واپس آ جانے سے خوش ہوتا ہے۔

اسے یعنی دنیا میں ان کی جن جن سے آشنائی تھی ان کا نام لے لے کر ان کا حال احوال دریافت کرتے ہیں۔

اسے یعنی اسے چھڑو وہ اس سے نہ پوچھو اور اسے شقت میں نہ ڈالو کہ یہ دنیا کے غم میں تھا اور وہاں سے غم زدہ

حالت میں آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ آدمی کرے اور اپنی حالت پر قائم ہوئے۔ پھر اس سے ان کے حالات

دیانت گرا۔

اسے یعنی حالتِ درست ہونے اور خوش و خرام قائم ہونے پر کہتا ہے کہ جس کا حال تم دریافت کر رہے ہو وہ

تو مرچا ہے۔ لیکن وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔

اسے یعنی جب اطلاع دیتا ہے کہ وہ تو مرچکا ہے اور زمین کی رو میں اسے اپنے اندر نہیں پاتی۔ تو ایک

دوسری کہتی ہے کہ اسے اس کی ماں صادیہ دوزخ میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید میں آتش دوزخ کو دوزخی کی

ماں کہہ کر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: مَا مَدَّهَا وَبَيْتَ (اس کی ماں صادیہ دوزخ ہے) آتش دوزخ کو اس کی ماں آگ

کے اس کا احاطہ کرنے پر مشتمل ہونے کی بنا پر یہ کہا گیا ہے۔

اسے یعنی نہایت کھردہ ٹاٹ۔ جیسا کہ مومن کی روح کے یہ سفید ریشم لے کر آتے ہیں۔ حدیث میں لفظ مستح آیا ہے

سیم کی زبردستی ساکن۔ بمعنی ٹاٹ۔

نہ یعنی زمین والے آسمان کے درمیان تک جیسا کہ پیشتر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آسمان سے زمین کے بالکل نیچے پھینک دیتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ طبری رحمۃ اللہ نے کہا۔

۱۵۴۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ  
قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ رَجُلٍ  
مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَتَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ  
وَلَمَّا يُلْحَدُ فَجَلَسَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّا عَلَى  
رُءُوسِنَا الطَّيْرَ وَ فِي يَدَيْهِ عُودٌ  
يَتَكَلَّمُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَوَقَعَ  
رَأْسُهُ فَقَالَ اسْتَعِيدُوا بِاللَّهِ  
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَثَلِينَ أَوْ  
ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ الْعَبْدُ الْعَمَلُ  
إِذَا كَانَ فِي الظَّاهِرِ قَوْمٌ  
الدُّنْيَا وَإِقْبَالِ مِنَ الْآخِرَةِ  
تَزَلُّ إِلَيْهِ مَلِيكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ  
بِئْضِ الْجُودِ كَانَ وَكُلُّهُمْ  
الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ  
أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَ حُطُوطٌ مِنْ  
حُطُوطِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ  
مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكَ  
الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى  
يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ آتَيْنَا

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے  
تہہ پہنچے جو ابھی تیار نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اللہ ہم تک آپ کے پاس  
اس طرح بیٹھ گئے کہ آپ کے چہرے پر پردے  
ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں  
ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کو ٹانے لگے  
پھر انہی مبارک اظفار و ہاتھیں بدلتے بدلتے  
تہہ سے اٹھ کر بنو ہاجر پہنچے۔ پھر فرمایا تہہ مبارک میں  
نہاں سے دوام برکات کی نعت کی طرف متوجہ ہو کر  
فرمایا اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!  
کے لئے عزت کی کھنڈی ہے کہ اس میں وہ لوگ  
کاوش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ میت کا سر گرا  
جائے۔ پھر ہاتھ مبارک سے اس کے سر پر خاک پھیلا دی  
وہ تھے وہ۔ انہی مبارک ہاتھوں کے پاس بیٹھ کر کھڑے ہو  
جس کا ہر رسول اللہ کی شان و شوکت میں ہے۔ یہاں تک کہ  
میں تہہ پر رہتا تھا۔ اچھے اچھے اچھے اچھے اچھے اچھے  
طرح شکستہ ہو پانی۔ کہ اللہ عزت و  
جستے ہیں۔ جب جلتے ہیں تو فرشتے ان کے ہاتھ  
میں پی جبر کے یہ بھی نہیں جھڑکتے۔ یہ حق ہے کہ

کتاب الصلوة باب مرنے دے کے پس کی پڑھا جائے افضل

اسے سے پتے تھے۔ اور اس کفن اور خوشبو میں ڈال دیتے تھے۔ اس روح سے ایسی عمدہ خوشبو نکلتی ہے جیسے روئے زمین کی بہترین مشک سے۔ فرمایا اسے کر پڑھتے ہیں۔ تر فرشتوں کی کسی جماعت پر سے نہیں گزرتے گرد دکتے ہیں یہ کیا ہی عمدہ خوشبو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس کا وہ اعلیٰ نام لے کر جو دنیا میں لیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں۔ اور اس کے لیے کھولتے ہیں۔ تو وہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اسے ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچانے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب طہین میں کھو۔ اور اسے زمین کا طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے انہیں زمین سے ہی پیدا کیا اور وہاں ہی انہیں لوٹاؤں گا۔ اور وہاں ہی سے دوبارہ انہیں نکالوں گا۔ فرمایا تب اس کا روح جسم میں واپس کی جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کتاب ہے میرا رب اللہ ہے وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یہ صاحب کون ہیں۔ جو تم میں سے جسے گئے وہ کتاب ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا۔ یہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے

النَّفْسِ الطَّيِّبَةِ اخْرَجْنِي لِي  
مَغْفِرَةً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا قَالَتْ  
فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ  
الْقَطْرَةُ مِنَ السَّمَاءِ فَيَاخُذُهَا  
فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدْعُوهَا فِي  
يَدِهِ طَرَفَةً عَنِ حَقِّ يَأْخُذُهَا  
فَيَجْلِسُهَا فِي ذَلِكَ الْكَفِّ وَ  
فِي ذَلِكَ الْحَنُوطِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا  
كَاطْبِيبٍ تَقْطَعُ مِسْكَ وَيُحْدِثُ  
عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَتَالَ  
فَيَضَعُونَ بِهَا فَلَا يَمْرُؤُونَ  
يَقِفُونَ بِهَا عَلَى مَلَأَ مِنْ  
الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا مَا هَذَا  
الرُّوحُ الطَّيِّبُ فَيَقُولُونَ فَلَانِ  
ابْنُ فَلَانٍ بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ  
لَقَدْ كَانُوا يَسْتَوُونَ بِهَا فِي  
الدُّنْيَا حَتَّى يَنْتَهَوْا بِهَا إِلَى  
السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِيهِمْ لَهَا  
فَيَقُولُ لَهُمْ فَيَشْفَعُ مِنْ كُلِّ  
سَبَابٍ مَّعْرُوفًا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي  
يُنْزَلُ عَنْهَا يَنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ  
الْأَعْلَى فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ  
الْحَيُّ يَكْتُبُ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ  
وَأَعِيذُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّ مِنْهَا  
خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أَعْيَدْتُهُمْ وَمِنْهَا



أَخْرِجَهُمْ تَمَارًا أُخْرَى قَتَلَ  
فَتَقَادَ رُوحَهُ فِي جَسَدِهِ  
قِيَامَتِهِ مَلَكَانِ فَيَقِيلَانِهِ فَيَقُولَانِ  
لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ  
فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ  
دِينِي الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا  
هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ  
فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ لَهُ وَمَا  
عِلْمُكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ  
فَأَمَنْتُ بِهِ فَصَدَقَتْ فَيَنَادِي  
مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ  
عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ  
وَالْبُسُوكَ مِنَ الْجَنَّةِ وَامْتَحُوا  
لَهُ نَابًا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ قِيَامَتِهِ  
مِنْ رُوحِهِمَا وَطَيَّرَهَا فَيُقَسِّمُ لَهُ  
فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصِيرَةٍ قَالَ وَ  
يَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنٌ الْوَجْهِ  
حَسَنُ الثِّيَابِ طَلِبُ الْوَيْهِ  
فَيَقُولُ أَلْبِسُو بِالَّذِي كُنْتُ  
هَذَا يَوْمَكَ الَّذِي كُنْتُ تُوعَدُ  
فَيَقُولُ لَهُ مَنْ أَنْتَ وَجْهَكَ  
الْوَجْهُ تَبْعِي بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ أَنَا  
عَمَلُكَ الصَّالِحِ فَيَقُولُ رَبِّ  
أَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ

پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ بچا ہے اس  
کے لیے جنت کا فرش چھادو۔ اسے جنتی لباس پہنا دو  
اور اس کے لیے جنت کا طرف دروازہ کھول دو۔  
فرمایا تو اس تک جنت کی راحت و خوشبو آتی ہے  
تادم نگاہ اس کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے۔ فرمایا اور  
اس کے پاس ایک خوبصورت اپنے کپڑوں اچھی خوشبو  
والا شخص آتا ہے۔ اور کہتا ہے اُس سے خوش ہو جو  
تجھے مسرور کرے گا یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھے  
وعدہ کیا جاتا تھا بندہ مرنے کا ہے تو کون ہے  
تیرا چہرہ بھلائی لانا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک  
عمل میں تیرے ترغیب کا ہے یہ بقیامت قائم کر  
قیامت قائم کرنا کہ میں اپنے شکر گزار اسلئے قمار  
میں پہنچوں۔ (فرمایا کہ بندہ کا فریب دینا جسے قاتل  
اور اُطرت کا آمد میں ہوتا ہے تو اس کا طرف  
آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے نازل  
ہوتے ہیں جن کے ساتھ کھٹ ہوتے ہیں۔ تو وہ  
اس کا فرکانہ ایک ٹیبلٹ پر میں چھو کر موت  
آتا ہے وہ اس کے سر کے پاس آکر پڑ جاتا ہے  
اور کہتا ہے اسے ٹیبلٹ ہاتھ کی کہ وہ کھانسی  
فرق نکل دیا کہ وہ اس کے سر میں چھو کر  
ہٹے۔ وہ اُسے ایسا لپکتے ہیں جسے محرم  
سج بھیگی اس سے کبھی بال بھیگے ہوئے  
سے بیٹے میں جب سے بیٹے میں تو دوسرے  
فرشتے وہ جان تک المیت کے ہاتھ میں پک  
چمکتے تک نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے ان

حَتَّىٰ رُجِعَ إِلَىٰ أَهْلِي وَمَالِي  
 قَالَ وَ إِنْ الْعَبْدَ الْكَافِرُ  
 إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنْ  
 الدُّنْيَا وَ إِقْبَالَ مِنَ الْآخِرَةِ  
 تَزَلَّ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكٌ  
 سُوْدُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمُسَوِّرُ  
 فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ  
 ثُمَّ يَمُوتُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى  
 يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ  
 أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِي  
 إِلَىٰ تَحْتَ مِنْ اللَّهِ قَالَ  
 فَتَفْرُقُ فِي جَسَدِهِ فَيَنْزَعُهَا  
 كَمَا يُنَزَعُ الشَّفْوَدُ مِنَ الصُّوْنِ  
 لِمَبْلُولٍ فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا  
 لَمْ يَدْعُوهَا فِي يَدِهِ ظُرْفَةٌ  
 عَلَيْهَا حَتَّىٰ يَجْعَلُوهَا فِي يَدِ  
 الْمُسْتَوْدِعِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنَّ  
 بَيْنَهُ جَنَّةً وَجَدَّاتٌ عَلَى  
 وَجْهِ الْأَرْضِ فَيَصْعَدُونَ  
 بِهَا فَلَا يَمُوتُونَ بِهَا عَلَى  
 مَكْرٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا  
 هَذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ فَيَقُولُ  
 فَلَنْ بِنُ فَلَنْ بِأَقْبَرِ أَسْمَاءِ  
 لَنِي كَانَ يَسْنِي بِهَا فِي الدُّنْيَا  
 حَتَّىٰ يُلْتَمَىٰ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ

ہاتھوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اس سے روئے  
 دین کے بدترین مردار کی کما سنت بدبو  
 نکلتی ہے۔ وہ اسے لے کر چڑھ جاتے ہیں۔  
 اور فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے گردہ ہی  
 نکلتی ہے کہ یہ خبیث جان کون ہے وہ اس کے  
 ذہنی بدترین ناموں سے جن سے موصوم کیا جاتا  
 تھا نام لے کر کہتے ہیں۔ کہ ظالم ظالم کا بیٹا۔ یہاں  
 تک کہ اسے کر آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں۔  
 تو اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا  
 ہے مگر وہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ”ان کے لیے آسمان  
 کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ  
 وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہاں تک کہ  
 اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے“ پھر  
 رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب نچی زمین  
 کے سمین میں لکھو۔ پھر اس کی جان پٹخ دیا جاتی ہے  
 پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔  
 اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان  
 سے گر گیا جسے پرندے اچھتے ہیں۔ یا اسے دھڑ  
 بگڑ میں ہوا پھینک دیتی ہے۔ پھر اس کی روح اس  
 کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو  
 فرشتے آتے ہیں۔ اور اسے بٹھاتے ہیں۔ اور  
 کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے  
 ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے  
 وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر

الدُّنْيَا قِيُسْتَفْتَحَ لَهُ فَلَا  
يُفْتَحُ لَهُ شَقٌّ قَرَأَ مَسْنُونُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا تُفْتَحُ لَهُمُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ  
وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى  
يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سِتْرٍ الْخِيَابِ  
فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ااَلْتَبَّوْا  
كِتَابَهُ فِي سَبْعِينَ فِي الْأَرْضِ  
السُّفْلَى فَتَطْرُقُ نُوحُهُ طَرَحًا  
لَهُمُ قَرَأَ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ  
كَكَانَ نَحْرٌ مِنَ السَّمَاءِ فَخُفِّفَهُ  
الْعَظِيمُ أَوْ تَهْوِي بِهِ التَّوْبَةُ  
فِي مَكَانٍ سَجِيئٍ فَعَادَ رُوحَهُ  
فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَاةٌ  
فَيُجَلِّسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ  
رَبُّكَ فَيَقُولُ هَاءَ هَاءَ لَا  
أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ  
فَيَقُولُ هَاءَ هَاءَ لَا أَدْرِي  
فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ  
الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ  
هَاءَ هَاءَ لَا أَدْرِي فَيَنَادِي مُنَادٍ  
مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ  
فَأَذْهَبَتْ مِنَ النَّارِ فَافْتَحُوا  
لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ فَيَأْتِيهِ مِنْ  
خَوْرَهَا وَ سَمُومِهَا وَ يُضَيَّقُ

کہتے ہیں یہ کن صاحب میں جو تم میں  
بیچے گئے۔ وہ کتاب ہے اے اے  
میں نہیں جانتا۔ اس وقت آسمان  
سے پکارنے والا پکارتا ہے  
یہ جھوٹا ہے اس کے لیے  
آگ کا بستر بچاؤ اور اس کے  
لیے آگ کی طرف دروازہ کھولو۔  
تو اس تک دوزخ کی گرمی اور  
دہاں کی لڑائی ہے اس کی قبر اتنی  
تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی  
پسلیاں رادمر اُدھر ہو جاتی ہیں۔  
اور اس کے پاس ایک  
بدشکل برے لباس ملتا ہے جو  
مار آدمی آتا ہے۔ اور کتاب سے  
اس کی خبر ہے جو تجھے تم  
میں ہلا کر رہے گا۔ وہ وہ  
ہے جس کا تم سے وہ تھا  
مردہ کتاب ہے کہ تو کہہ رہے  
تیرا چہرہ شر دہا لگتا ہے۔  
وہ کتاب ہے میں تیرے برے اعمال  
ہوں۔ اور کتاب ہے اپنی قیامت  
قائم نہ کرے اور ایک رعیت  
میں اسی کا شل ہے۔ اسی میں  
اتنی زیادتی ہے کہ جب  
مرن کا جان نکلتی ہے۔

تو آسمان و زمین کے درمیان  
 کے سارے فرشتے اس  
 پر دعا کرتے ہیں۔ اور اس  
 کے لیے آسمان کے دروازے  
 کھول دیے جاتے ہیں۔ اور ہر  
 دروازے والے یہی دعا  
 کرتے ہیں کہ اس کی روح  
 ان کی طرف سے چڑھے۔ اور  
 کافر کی جان اس کی رگوں کے ساتھ  
 نکالی جاتی ہے۔ اس پر آسمان  
 و زمین کے درمیان والے  
 سارے فرشتے اور آسمان  
 کے سارے فرشتے لعنت کرتے  
 ہیں۔ اور آسمان کے دروازے  
 بند کر دیے جاتے ہیں۔ ہر  
 دروازے والے یہی  
 دعا کرتے ہیں کہ الہی  
 اس کی روح ان کی  
 طرف سے نہ چڑھے۔

عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ  
 أَصْلَاحُهُ وَيَأْتِيَهُ رَجُلٌ قَبِيحٌ  
 الْوَجْهِ قَبِيحٌ الْبَيَاطِ مُنْتِنٌ  
 الرِّيحِ فَيَقُولُ ابْشِرْ بِالَّذِي  
 نَسُوهُ لَكَ هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي  
 كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ مَنْ أَنْتَ  
 فَوَجَّهَكَ الْوَجْهَ يَبِئْسَ بِالْشَرِّ  
 فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثِ  
 فَيَقُولُ رَبِّ لَا تَقِمِ الْقَاعَةَ  
 وَفِي رِأْيَايَةِ نَحْوَهُ وَنَزَادَ  
 فِيهِ إِذَا خَوَجَ كَوْحَهُ صَلَّى  
 عَلَيْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ  
 وَفِيحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ  
 لَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَابٍ إِلَّا  
 وَهُمْ يَدْعُونَ اللَّهَ أَنْ  
 يَغْفِرَ بِرُوحِهِ مِنْ قَبْلِهِمْ  
 وَتُزَمُّ نَفْسُهُ يَقْبَلُ الْكَافِرُ  
 مَعَ الْعَوْنِ فَلْيَلْعَنَهُ كُلُّ  
 مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
 وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَ  
 تَقَالِي أَبْوَابُ السَّمَاءِ لَيْسَ  
 مِنْ أَهْلِ بَابٍ إِلَّا وَهُمْ  
 يَدْعُونَ اللَّهَ أَنْ لَا يَغْفِرَ  
 رُوحَهُ مِنْ قَبْلِهِمْ  
 (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۱

۱۷ یعنی اس ہیئت اور ادب و وقار سے سر جھکا کر ہوئے ادباً کل ساکن اور خاموش گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں کہ اگر ہم سر ہلائیں اور دائیں یا بائیں دیکھیں تو پرندے اڑ جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام کا اس طرح ادب و وقار سے بیٹھنا بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔

۱۸ جیسے کوئی فکر مند اور غمگین انسان زمین پر بیٹھ کر کڑی سے کیوں کہتے ہیں۔

۱۹ حدیث کے عربی الفاظ میں خوشبو کے لیے لفظ عنوط آیا ہے۔ حاکم زہری نے۔ یعنی میت کی خوشبو جو اس کے کفن اور بدن کو لگائی جاتی ہے۔

۲۰ جس کا نام غزالی ہے۔

۲۱ حدیث میں لفظ سقاء سین کی تفسیر سے آیا ہے۔ یعنی مشک

۲۲ یعنی جب ملک الموت بندے کی روح قبض کرتا ہے۔ تو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیتا ہے جن کے ہاتھ میں جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے۔

۲۳ یعنی اس کی روح کو ساتھ لے کر

۲۴ اور یہ کون شخص ہے۔

۲۵ جیسے اس کے وہ القاب جو اس کی مرح پر دلالت کرتے ہیں۔

۲۶ عین ساتریں آسمان میں ایک جگہ کلام ہے۔

۲۷ یعنی اس روح کو اس کے بدن میں واپس لے جاؤ جو زمین میں دفن ہے۔

۲۸ جس طرح میں نے پہلے ان کو زمین سے پیدا کیا تھا۔

۲۹ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف کی جانب اشارہ ہے۔

۳۰ کہ تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے جاننے کی کیا دلیل ہے مگر کہ کسی نبی کا مطلب کوئی رسول کتاب ہے۔

۳۱ وہ جواب دیتا ہے میں نے قرآن پڑھا ہے جو کہ مجزوب ہے۔

۳۲ یہاں دو طریقے ہیں۔ ایک اثبات نبوت مجزوب سے اور حضور کے قول مبارک سے قرآن کی قرابت کا ثبوت

دوسرے قرآن کا اثبات اس کے اعجاز سے اور نبوت کا اثبات قرآن سے حدیث کی تفسیر دوسری وجہ کا جانب مائل ہے۔

۳۳ حدیث میں وارد لفظ افسر شہ ہمزہ کا زہری نے اور ہمزہ نقلی ہے۔

۳۴ یعنی جہاں تک اس کی نظر کام کرتی ہے

۱۹۹ حدیث میں واقع لفظ بشر البشار ہے جس کا معنی ہے خوشخبری دینا اور بمعنی عرش ہوتا ہے۔

۱۹۸ یعنی تیرا چہرہ حسن و جمال میں نہایت کامل ہے۔

۱۹۷ یعنی تیرا چہرہ خیر و بھلائی لاتا اور اس کی بشارت دیتا ہے اور ایسے خوبصورت چہرے کی شان کے لائق یہی ہے کہ وہ نیکی و بشارت کا موجب بنے۔

۱۹۶ یعنی میں تیرا نیک عمل ہوں جو اس صورت میں تمثیل ہو کر تیرے سامنے آیا ہوں۔

۱۹۵ یعنی مجھے زندہ کرتا کہ میں دنیا کی طرف واپس جاؤں۔ اور زیادہ نیک عمل کر دوں۔ تاکہ میرا ثواب و درجہ زیادہ ہو جائے۔ تاہم چونکہ اسے معلوم ہو چکا ہوتا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی قیامت کو ہوگی۔ اس لیے وہ خط سے طلب کرتا ہے۔ کہ قیامت قائم ہو۔ واصل وہ اس سے کہتا ہے کہ مجھے زندہ کیا جائے۔ عمار نے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے قول حتیٰ ارجع الی اصلی و کمالی (تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف لوٹ کر جا سکوں) غایت سرور و خوشحالی کی بنا پر ہو۔ اور اس کی ان کی طرف واپس جانے کی آرزو انہیں اس سرور و خوشحالی سے آگاہ کرنے کے لیے ہو جس طرح ایک مسافر کہتا اور آرزو کرتا ہے جسے غریب الوطنی میں آرام و آسائش حاصل ہوتی ہے۔ کہ میرے عزیز و اقارب میرے اس حال سے واقف و آگاہ ہوں۔

۱۹۴ یعنی اس کی روح جسم میں ادھر ادھر بھاگتی، جسم کی گھڑیوں میں ڈرتی اور اس سے باہر آنے سے گریز کرتی ہے کیونکہ قہر الہی کو دیکھ کر جسم سے باہر آنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ بخلاف مومن کی روح کے کہ وہ شاہدہ انوار اور لطیف درجہ کے آثار دیکھ کر خوشی اور نشاط و سرور کے ساتھ بدن سے جلد باہر آنا چاہتی ہے۔

۱۹۳ اور کھینچنے سے اون کے کچھ اجزاء بھی اس سیخ کے ساتھ باہر آتے ہیں۔ اسی طرح جب کافر کی روح جسم سے کھینچی جاتی ہے۔ اور رگوں کی گھڑیوں سے قوت و سختی سے جیسے باہر نکالا جاتا ہے تو اس کی رگیں بھی اس کے ساتھ کھینچی ہوئی باہر آتی ہیں۔ جیسا کہ مدبرِ رحمت میں آ رہا ہے۔ ان الفاظ حدیث میں اتہائی و رد و رنج پہنچانے کا بیان ہے۔ حدیث کے سرورِ الفاظ میں واقع لفظ سفود سین کی زیرِ خاکِ شد بردن تنور یعنی رومے کی وہ سیخیں جن پر کباب بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ جیسے ہرے گوشت کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے۔

۱۹۲ اسی طرح جب بیگمی اون میں سے گرم سیخ کو کھینچی جائے۔ تو اون کا کچھ حصہ سیخ کے ساتھ چٹا رہ جاتا ہے۔ ۱۹۱ مختصر یہ کہ کافر کا حال مومن کے حال سے مختلف ہوتا ہے۔ مومن کے لیے فرمایا کہ فرشتے اسے اس جنتی کفن میں ڈال دیتے ہیں۔ اور کافر کی روح کمان ٹاٹوں میں ڈال دیتے ہیں۔ مومن کے لیے فرمایا کہ اس کی روح سے نفیس ترین خوشبو ہلک رہی ہوتی ہے۔ اور کافر کی روح سے بدترین مردار کی بدبو آتی ہے۔ مومن کے لیے فرمایا یہ کتنی طیب اور پاکیزہ روح ہے۔ کافر کے لیے فرمایا هذا الروح الخبیثہ پھینچ دیا جائے کیسے یہ فرمایا کہ اسے سب



۵۲۸۔ اچھے نام سے بلایا جاتا ہے۔ کافر کے لیے فرمایا کہ اسے بدترین نام سے پکارا جاتا ہے۔  
۵۲۹۔ بیس ساتویں زمین کے نیچے ایک جگہ کا نام ہے۔ جیسے طین ساتویں آسمان کے اوپر ایک جگہ کا نام ہے۔

۵۲۸۔ یعنی بہت ہی بلندی سے جہانِ انوار کی بلندی ہے، کفر و شرک کے گڑھے میں گر گیا۔  
۵۲۹۔ یہ ملک خواہشات کی تمثیل ہے جو ان انسان افکا کو پراگندہ رکھتی ہیں۔ اور اسے ذلت و خواری کی داری میں ڈال کر تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

۵۳۰۔ اہل میں شیطان کے اسے گمراہی میں ڈالنے اور مقامِ قرب و وصول سے دور پھینک دینے کی تمثیل ہے۔ پہلی میں صرف فنا و ہلاکت کا بیان ہے۔ دوسری میں بعد و محمدی کا ذکر ہے۔ اور شرک بھی درجہ میں۔ ایک وہ گروہ جس کی نجات و خلاصی کی قطعاً کوئی امید نہیں۔ دوسرا وہ گروہ جس کے توبہ کر لینے سے نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بظاہر ان کا توبہ کی طرف آنا بعد اور مشکل ہے۔ کہ اقبال البیضا کی روئے اللہ۔

۵۳۱۔ یاد رہے اس حدیث میں واقع کلمہ صاہ صاہ اظہارِ حسرت و حیرت کے لیے آتا ہے۔ یوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا اَنْ صَدَقَ نَبِیُّی میرے بندے نے سچ کہا۔ مگر کافر کے بیان میں صرف ان کذاب (وہ جھوٹا ہے) کہا جیسی کا کلمہ نہ فرمایا۔ اور دوسری کے لیے فرمایا من دو حقا و طبعھا کہاں تک جنت کی راحت اور عذرا پہنچتی ہے۔ اس کے برعکس کافر کے لیے فرمایا من حروھا و سدمھا کہاں تک دوزخ کی تپش اور زہریلا ہوا پہنچتی ہے۔ عزمِ دین کی زبرا گرم ہوا۔ اضلاعِ پیو کی ہڈیاں۔ یعنی کافر پر اس کی قبر تک گڑی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسینا کا دھواں اُسر کر دیتی ہے۔ اور یہاں تو حد کا لفظ و حیدر سے مشتق ہے۔ جیسا کہ مومن کے مال میں۔ یہ لفظ حد سے مشتق ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں بھی بطورِ تشبیہ و استعارہ دوسرے ہی شمع پر بیتا کافر کے لیے نقطہ البشر استقلال فرمایا۔  
۵۳۲۔ یعنی اس روایت کے معنی یہی ہیں صرف القادوس ہے۔

۵۳۳۔ بعض نسخوں میں نعت الباب السامی نعت کہ ابواب السماء آتا ہے۔ یعنی اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل دیے جاتے ہیں۔

۵۳۴۔ جیسا کہ گزشتہ روایت میں مذکور ہوا۔

۵۳۳ وَكُنْ حَبْلًا لِّلرَّحْمٰنِ  
كَعِظٍ عَنِ اَبْنِیْہِ كَانَ لَهَا  
حَضْرَتُ كُتُبُہِ الْوَقَاۃُ اَللّٰہُ  
اَلَمْ یَشْہِدْ بِذٰلِكَ الْبَرَّاءُ بِنِ

حضرت عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ عبدالرحمن نے کہا جب کعب کا وقت آیا تو ان کے پاس ام سلمہ بنت ابی بکر بن مہر آئی۔ اور کہا اے ابو عبد الرحمن اگر

مَعْرُوفٍ كُنْتُمْ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
إِنْ لَعِنَتْ فَلَا تَأْتِيكَ عَلَيْهِ  
مَوْقِ السَّلَامِ فَقَالَ عَزَّ اللَّهُ  
لَكَ يَا أُمِّ بَشِيرٍ هُنَّ أَشْغَلُ  
مِنْ ذَلِكَ قَالَتْ يَا أَبَا  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِنَّ أَسْوَأَ التَّوْمِينِ  
فِي ظِلِّ خَضِرٍ تَعْلَى بِقَصْرِ  
الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى قَالَتْ فَهَذَا  
ذَلِكَ .

تیری فلاں شخص سے عاقبت ہو تو اسے میرا  
سلام کہنا۔ اس پر حضرت کعب بن جعفر رضی اللہ عنہ نے  
کہا اللہ تیری مغفرت کرے۔ اسے ام بشر رحمہاں  
اس کام سے بہت زیادہ شغول و مشغول ہوں گے جنت  
ام بشر ہے کہا اسے عبدالرحمن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا مومنین کی  
ارواح بنز رنگ کے پرندوں میں ہوں گی  
جو جنت کے درختوں میں چرتے تھے ہوں  
گے۔ فرمایا ہاں۔ حضرت ام بشر نے کہا  
تو وہ یہی ہے۔

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے اسے  
کتاب البعث والنشور میں روایت کیا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ الْبَيْهَقِيُّ  
فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنَّشُورِ)

اسے حضرت عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک  
میں پیدا ہو چکے تھے۔

اسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ و شعراء اسلام میں سے ہیں۔ غزوہ تبوک سے ان  
کے پیچھے رو جانے اور ان کی تہذیب کا قصہ مشہور و معروف اور نص قرآن میں مذکور ہے۔

اسے حضرت ام بشر حضرت براء بن معرور (میم کی زبیر بن ساکن راول پر پیش) کی بیٹی ہیں۔ انصار میں سے ہیں۔  
جب مکہ مکرمہ سے پسمے بیت کرنے والے حضرت براء ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری  
سے قبل مدینہ میں فوت ہوئے والے آپ ہی ہیں۔ حضرت ام بشر کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

اسی سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت  
کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے  
جو جنت کے درخت میں ٹھکایا جاتا ہے حتیٰ کہ  
میں دن اللہ تعالیٰ اُسے اٹھائے گا تو اس

يَوْمَ ذَهَبَ عَنْ آبَائِهِمْ أَنْ  
كَانَ يُحْيِيهِمْ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا  
نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ ظِلٌّ تَعْلَى فِي  
شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُنْجَعَهُ

کتاب الجنائز میں مرنے والے کے پاس کیا پڑھا جائے فصل ۲

اللَّهُ فِي جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ.  
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتَّيْمِيُّ وَ  
الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَ  
النُّشُورِ)

جسم میں لٹائے گا۔  
(ماک۔ نائی)  
بیہقی فی کتاب البعث  
والنشور۔

اس حدیث میں واقع لفظ جسم (ان) اس، ام میں پر دربرہ کا اطلاق کبھی انسان کے جسم اور کبھی اس کی روح پر ہوتا ہے۔ یہاں روح مراد ہے۔

اس واضح ہو کہ اس حدیث کی روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں لفظ طیر آیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں فی حواصل طیر (پرنڈے کی پوٹوں میں) ایک اور روایت میں فی جوف طیر (خضر) (بزر پرنڈوں کے پیٹ میں) اور ایک روایت میں کطیر (پرنڈے کی طرح) ایک روایت میں فی صودۃ طیر (پرنڈے کی صورت میں) اور ایک روایت میں طیر آیا ہے۔ یعنی مومن کی روح پرنڈہ ہے۔ ان سب روایات کو کسی ایک معنی پر محمول کرنا ہو گا۔ اور اکثر روایات میں اخضر یا خضر آیا ہے۔ ایک روایت میں طیر امین آیا ہے یعنی سفید پرنڈہ۔ بہر صورت اس کے مرادی معنی کا ادراک قیاس عقلی سے بعید ہے۔ تاہم قدرت حق ہر چیز کو شامل ہے پھر روح کا پرنڈے سے تعلق روح کے بدن کے ساتھ تعلق کی طرح نہیں ہے۔ یعنی جس طرح روح بدن میں تصرف و تدبیر کرتی ہے۔ تاکہ قلب حقیقت لازم آئے۔ انسان کا مرتبہ حقیقت انسان سے اگر صفت حیوانی سے موصوف ہو جائے۔ یہ بات اس بنا پر نہیں کہ بدن حیوانی روح انسانی کے تصرف و تعلق کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ جو ہر روح کو اس پرنڈہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے جس طرح صندوق میں جواہرات رکھے جاتے ہیں اور اس طرح ان کی حفاظت و نگہداشت کی جاتی ہے۔ یہ ان ازواج کی حکیم اور انہی نعمتوں سے سزا دلانے کی ایک شکل ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ بعض علماء اسے شہداء کی ازواج سے خاص کرتے ہیں۔ اور بعض تمام اہل ایمان کے لیے مقرر کرتے ہیں۔ حدیث کا ظاہر مفہوم بھی یہی ہے۔ ان احادیث میں اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ ازواج باقی رہتی ہیں۔ اس میں نص یا عذاب میں رکھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت محمد بن المنکدر سے روایت ہے فرماتے ہیں  
میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ اس کا پل  
جبکہ وہ حالت نزع میں تھے۔ تو میں نے انہیں  
عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اللہ من  
میں شلام عرض کرنا

۱۵۳۵ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ  
قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ  
عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَمُوتُ فَقُلْتُ  
اقْرَأْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ.





۱۔ حضرت علیؓ کی تعلیم دینی کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ماحول سازی یا تحفہ زینب درجہ اولیٰ  
بی بیؓ تھیں یا حضرت ام کلثومؓ نہ جہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہا۔ قل اول زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔  
۲۔ گرد و ترحد میں جو عیساکہ روایات میں آیا ہے۔

۴۷۔ گردنِ مرد میں ہر جیسا کہ رعایا سے میں آیا ہے۔

۱۰۔ اسلاف سے گریز کرنا۔

نکاح اسی طرح کہ بیری کے پتوں کو پانی میں جوش دینا کہ ایسا کرنے سے نظافت اور لمہارت اچھی طرح حاصل

مفتی

۱۔ یہ دوا کا شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر فرمایا یا شیطان کافر فرمایا۔ شیخ (ابن حجر نے کہا  
 مراد ہے کہ پانی میں کاغذ گھول دینا۔ مہرہ علاء ایسا ہی کرنے کا قائل ہیں۔ کوئی علماء کہتے ہیں۔ کافر کو حنوط میں ڈالیں  
 پھر نسل کی بدعت میت خشک ہونے پر مل دیں۔ ملانے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کافر میر نہ اٹھے تو کوئی کسی  
 خوشنوں دیں کہ اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ ترمذی کا یہ ایک حدیث بھی اس باب میں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ کیا میت کو خشک ملنا جائز ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہوا طیب طیبکم۔ کہ وہ  
 تمہارا سب سے اچھا خوشبو ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم کا غل اٹھا ہے۔ اور احمد و اسحاق کا قول ہے۔  
 انا کہہ رہا ہوں میت کو خشک نہ کرنا۔ کہ وہ قرار دیتے ہیں۔

مستند امر کیے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ (حاکم) وزیر اور مقام (ساکن) بمعنی ازار اور ازار بندوں کے لیے

*[Signature]*

۱۔ یہ شخص اگر خدا کو حق کے اندر رکھنا تاکہ اس کی برکت اسے پہنچے۔ لفظ اشعرن شعار سے بنا ہے۔ شعار اس پرچہ کو کہتے ہیں جو ہم ادا میں کہہ بائیں سے لگا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہوا ہے کہ صالحین کے لباسِ احسن کے آئندہ دنیا میں سے بعد موت قبر میں برکت حاصل کرنا مستحب ہے، جس طرح قبل موت بھی ان کے تجربات سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔ اور روایات میں آچکا ہے۔

مگر اس وقت سے زیادہ بائبل میں نہ دیا جائے کہ کردہ اعتراف ہے۔

عقیدہ شیعہ کہ یہ بھی انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یا اذن سے کیا یا شرع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل و صحابیات کا معلوم تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی

یہ ہے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روٹی کے

تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن کا رنگ سفید تھا اور

١٥٣٤ وَهْنٌ عَائِشَةُ قَالَتْ إِنَّ

وَمَوْلَى اللَّهِ مَوْلَى الْكَافِرِينَ

وَسَلَّمَ كَثِيرًا فِي تَلَاةِ الْكُتُبِ



يَمَانِيَّةٌ بَيْضٌ سَحُولِيَّةٌ مِنْ  
كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ  
وَلَا عَمَامَةٌ

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی ازار چادر اور لفافہ

۲۔ یمانیہ عین کی طرف منسوب۔ بےض ابيض کی جمع بمعنی سفید۔

۳۔ سحولیۃ عین کی زبردست سحول (عین کی ایک بستی کی طرف منسوب) بعض نے سحول کا معنی دھوبی کیا ہے۔ اور سحول بمعنی دھونا۔ یعنی وہ کپڑے دھوئے تھے۔ بعض نے تجزیہ عین کی پیش سے پڑھا ہے۔ جمع سحول بمعنی سفید سوتی کپڑا پاک اور صاف ستھرا۔ گز جمع کی طرف نسبت شاذ ہے بعض نے کہا سحولیہ (پیش سے) بھی بستی کا نام ہے۔

۴۔ حدیث میں لفظ کرسف آیا ہے۔ کاف اور سین کی پیش پر ساکن بمعنی ردی۔

۵۔ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن ہلکے میں تھیں اور عمامہ نہ تھا۔ بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان سے مراد یہ ہے کہ ان تین کپڑوں میں تھیں اور عمامہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ان کے علاوہ تھا۔ اور آپ کے کفن کے مجموعہ کپڑے پانچ تھے۔ مگر ادل قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے صرف تین کپڑے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے اسی کو لیا ہے۔ ہم اختلاف کے نزدیک بھی سنت کفن تین کپڑے ہیں۔ لیکن ہائیر میں ان تین کپڑوں میں تھیں کوشال کیا عمامہ کوشال نہ کیا۔ بعض متاخرین نے معزز و اشرف لوگوں کے لیے عمامہ کو کفن قرار دیا ہے۔ اور کہا عمامہ کی دم اس کے ایک سپر میں ٹامیں پشت۔ کہ جانب نہ ٹامیں جسی طرف زندگانی پشت کی جانب ڈالتے ہیں۔ اور عمامہ سے مراد وہ کپڑا ہے جس کے تین ٹامیں۔ امام احمد کے نزدیک کوشال کا کوشال کوشال کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۱۵۲۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ  
أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۔ اچھے کفن سے مکمل، پاک و صاف، سفید، اسراف و غفلت خورچی سے پاک کفن مراد ہے۔ نیا اور دھوا ہوا ہر اور جیسے برابر ہے اور وہ جو فضل خرچ کرکے یا تکبر کے طور پر کرتے ہیں وہ سخت حرام و مکروہ ہے۔

۱۵۴۹ وَهَذَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فَتَنَّتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَكْسُوهُ بِطَيْبٍ وَلَا تُخَيِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْتَبًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَسَنَدُكَ حَدِيثُ خَبَّابٍ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ فِي بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ إِنَّ شَأْنَهُ اللَّهُ تَعَالَى.

۱۔ اور اس کی گردن کو توڑ دیا۔

۲۔ یعنی اس کے احرام کے دو کپڑوں میں۔

۳۔ کیونکہ وہ محرم کی طرح ہے۔

۴۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کرمات احرام جیسا کہ جن ہی دیا جائے گا۔ امام احمد شافعی کا مذہب یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک محرم دوسرے مردوں کی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوت ہوئے دے کو دو کپڑوں میں جو کفن یا وہ ضرورت کے تحت تھا۔ کیونکہ اور کپڑا نہ تھا اور اسے خوشبو نہ لگانا اور سر نہ ڈھانکنا صرف اس کے ہاتھ خاص تھا۔ آپ نے یہ حکم سب احرام والوں کے لیے بطور تشریع نہ دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۔ جناب غار پھر باشد وہ

۶۔ یعنی جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے۔ کتاب کے آخر میں مناقب صحابہ میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اسے اس کی اونٹنی نے گرا دیا اور حالت احرام میں تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو اور اسے خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کا سر ڈھانکنا کیونکہ یہ شخص قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔

(بخاری و مسلم)

اور ہم حضرت خباب کی حدیث کہ حضرت مصعب بن عمیر قتل کیے گئے، انشاء اللہ باب جامع المناقب میں ذکر کریں گے۔

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے  
پٹروں میں سے سفید کپڑے پہنو کہ وہ تمہارے کپڑوں  
میں سب سے بہتر کپڑے ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی  
اپنے مردوں کو کفن دو اور تمہارے بہترین مردوں  
میں اٹھ کر رکھو۔ کیونکہ وہ ہلال اکاتا اور نگاہ  
کو تیز کرتا ہے۔

۱۵۱۱ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَسُوا مِنْ  
ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ  
خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا  
مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ أَلْحَايِكُمْ  
الْإِسْنِدُ فَإِنَّهُ يُثَبِّتُ الشَّعْرَ  
وَيَجْلُوا الْبَصَرَ.

ابو طاووس، ترمذی، احمد بن حنبل نے اسے  
مقام تک روایت کیا ہے

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ  
وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلَى مَوْتَاكُمْ  
۱۔ اٹھ کر رکھو اور ہم کی زیر یعنی سرمہ کا پتھر  
۲۔ یعنی پلوں کے بال  
۳۔ سرمے اور اٹھ کر انہوں نے ذکر نہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر  
قیمت ملے کہیں نہ خریدو کیونکہ کفن سب سے  
بہتر ہے یا جاتا ہے۔

۱۵۱۲ وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا تَخَالُوا فِي النِّكَفَنِ  
فَإِنَّهُ يُسَلِّبُ سَلْبًا سَوِيْعًا.  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) ---

۱۔ یہ حدیث پاک میں واقع عربی لفظ لا تَخَالُوا (ما اور سلام کی زبان کا ترجمہ ہے۔  
۲۔ قبر میں بہت جلد برسیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی بوسیدہ اور خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا نفیس اور گلابی کفن کی  
کی ضرورت ہے۔

مقدمہ حدیث یہ ہے کہ کفن میں اہل اہل اور فضل خیر مخرج ہے۔  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ انیس الی کپڑوں میں ہی کفن دے دیا جائے



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحْذَرُ الْكُفْنَ  
الْحُلَّةُ وَتَحْذَرُ الْأَصْحِيَّةَ الْكُفْنَ  
الْأَقْرُونَ.

ایہ کہ پتھر میں کفن نہ لیتی تھی چاند اور  
الامہ ہے۔ اس میں قرآن میں گناہ و نیک

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ تَوَاةُ  
التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ  
أَبِي أُمَامَةَ)

ابو داؤد اور ترمذی  
روایت نامہ نے ابو امامہ سے روایت

اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ کفن میں ایک کپڑے پر کفایت کوئی چاہیے۔ بعد میں پتھر سے ہونے چاہیے۔ اگر  
تین پتھر سے لیا کریں تو یہ سنت ہے اور کفن کا مرتبہ کمال ہے۔  
اس میں فارسی میں پتھر بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ بہت فریب انگیز ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم  
کے فرزند ارمجد کے خدیو میں ایسا ہی فریب و نیر یا تھا ظاہر یہ ہے کہ صندوقی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کفن اور پتھر لانی حدوں کا  
سزا کیا گیا ہو گا۔ اس لیے جواب میں آپ نے دونوں کو ایک بدلت میں لیں۔ بیان فرمایا ان دونوں میں خاصیت  
نہایت کرنے کی کمال ضرورت نہیں۔ جیسا کہ یہاں بھی لکھی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِقَتْلِي أُخُوِّ أَنْ جُلِّدَ  
عَنْهُمْ الْحَدِيدُ وَالنَّجْلُ وَانْ  
يُنْفَوْا بِدِمَائِهِمْ وَفِي رِوَاةٍ  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
میرے قتل کا حکم دیا کہ میرے  
میں سے لہجہ لے کر ان کے  
ان کے ساتھ لہجہ لے کر ان کے

### الفصل الثالث

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي  
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُبَيْدَ الرَّحْمَنِ  
ابْنَ عَوْفٍ أَنَّ أَبِي بَطْنَامَ وَ  
كَانَ صَاحِبًا فَقَالَ فِيمَنْ مُصْطَبٌ

سعد بن ابی  
ابن ابی کے پاس سے روایت ہے کہ  
عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ  
ابن عوف سے روایت ہے کہ

ابن عقیل دھو خنز و مٹی  
 کفہ فی بڑھ ان عقی  
 رائہ بدت رجلاہ و ان  
 غطی رجلاہ بذا رائہ و  
 لواء کان و قیل خندہ و هو  
 خنز مٹی ثم بیط لنا  
 من الدنیا ما بیط او  
 قال اوطینا من الدنیا ما  
 اوطینا و لقد خضینا ان  
 نکون حسنا ثم اعلیت لنا  
 ثم جعل یبکی حتی ترک  
 الکلام

سے بہتر ہے جب شہید ہوئے تو ایسی چادر  
 میں انہیں کفن دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھکا جاتا  
 تھا تو ان کے پاؤں نگے ہو جاتے تھے  
 اور اگر ان کے پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو  
 ان کا سر ٹکا ہو جاتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ  
 نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمرؓ جو مجھ سے بہتر تھے وہ  
 بھی شہید ہوئے پھر ہم پر دنیا اتنی پھیلائی گئی تھی  
 پھیلائی گئی۔ یا فرمایا ہمیں دنیا اتنی ملی جو ملی ہمیں  
 خطوط ہے کہ ہماری نیکیوں کا ثواب جلد سے دیا  
 گیا ہو۔ پھر روئے گئے یہاں تک کہ  
 آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔

(بخاری)

(مداد البیہقی)

یہ یعنی امام محمد بن عبد الرحمن بن عوف سے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا  
 دیا گیا۔

یہ جو غزوہ احد غریب میں شہید ہوئے  
 کہ کیرنگ وہ چھوٹی چادر تھی۔

یہ یعنی حضرت عمرؓ جو عبداللہ بن عمرؓ سے بہتر تھے مگر ان کے کفن کا کپڑا بھی بہت چھوٹا تھا  
 چنانچہ آپ کے سر پر چادر سے ڈھکا گیا اور پاؤں پر گھاس ڈالی گئی۔ اس طرح ان کے پاؤں چپائے گئے۔ جیسا کہ  
 اب قتی الہدایت کا مغل شاعر کی حدیث حاشیہ میں مضرب میں گزرا۔

یہ چھوٹا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تو نگری میں مشہور تھے۔

یہ کہ یہ لڑکی کا لباس تھا کہ شک ہے

کہ اس لڑکی جہاں میں ہمارے لیے کچھ ہو۔

یہ اور آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔ حالانکہ آپ نے دن کر دیا دیکھا ہوا تھا۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ بوقت  
 فردت جو کفن میرا جائے وہی بنت ہے حضرت معتب بن عیر رضی اللہ عنہ لہذا اور فضائے صحابہ میں دیکھ جانتے تھے







## بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهَا

جنازے کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا باب

دائع ہو کر جنازے کے ساتھ زیادہ اور ساری پر چلنا دونوں طرح جائز ہے تاہم پیدل چلنا افضل ہے اور سوار کو چاہیے کہ جنازے کے آگے پٹے پیدل کے یہ جنازے کے آگے اور پیچھے دونوں طرح چلنا جائز ہے۔ ہاں پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کیونکہ اس نماز کی شرط وحدیت بیت کے حق کی انتہائی ہے جو کچھ مسافروں کے پڑھ لینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر نماز جنازہ کے صحیح ہونے کا چند فراموش ہیں بیت کا سلام ہونا۔ اس کا پلاک ہونا اور اس کا نمازی کے آگے ہونا۔ ان شرائط کی رو سے غائب پر اور ساری پر رکے ہوئے اور نماز کے پیچھے پڑھے ہوئے جنازہ پر نماز درست نہ ہوگی۔ اور جب کسی میت کو غسل دینا کر دیا گیا اور غیر اکیڑنے کے لیے اس کا باہر نکالنا مکمل نہ ہو تو اس صورت میں طہارت کی شرط مانتا ہو جاتا ہے۔ اور قبر پر بے غسل نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور اگر قبر اکیڑنے کے لیے بیت کو نکالنا ممکن ہو تو پھر سے نکال کر غسل دیں اور نماز جنازہ پڑھیں اور اگر ہر ایک سے غسل میں کی نماز جنازہ پڑھ کر اکیڑنے کے بغیر ہے باہر نکال کر غسل دیا گیا تو اب اس کی نماز جنازہ وہ بارود میں مکمل سلام ختمی اور پھر میت کے ہاتھ پر غائب پر نماز جنازہ جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقاش کی نماز جنازہ پڑھنے کے بیان میں اس مسئلہ پر مبنی پرچہ تحریر فرمایا ہے۔

## الفصل الأول

۱۵۴۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْبِغُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكَ صَالِحَةٌ فَقَبِلُ تَقَدِّمُوتَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكَ يَبُوءُ ذَلِكَ فَشَرُّ تَصْنَعُونَ عَنْ زَيْدِ بْنِ كَعْبٍ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

## پہلی فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْبِغُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكَ صَالِحَةٌ فَقَبِلُ تَقَدِّمُوتَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكَ يَبُوءُ ذَلِكَ فَشَرُّ تَصْنَعُونَ عَنْ زَيْدِ بْنِ كَعْبٍ

(بخاری و مسلم)

اس طرح اس سے یہ فہم نہیں آتا کہ یہ کدو حلت ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا جلدی سے تمہیں جو تکفیر میں جلدی کرنا مراد ہے۔ مگر صرف بیان کا رخ سنتی اول کی جانب ہے۔ عیناً کہ فرمایا۔  
الی آخر۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبرستان  
لے جانے کے لیے رکھا جاتا ہے اور وہ اسے اپنی  
گونوں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر میت نیک ہوتی ہے تو کتھا  
ہے۔ مجھے آگئے بکڑ اور اگر نیک نہیں ہوتا تو پٹھان  
سے کتا ہے اسے انوسل اسے کہاں لے جاتے ہو  
انسان کے سوا اس کی آواز ہر چیز سنتی ہے  
اور اگر انسان سن لے تو ہلاک ہو  
جاسکے۔

۱۵۵۸ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
الْجَنَازَةُ فَاحْتَسِلَهَا الرِّجَالُ  
فَلْيُحْمَلُوا بِهَا فَإِنَّهَا كَانَتْ  
صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ  
كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ  
يَا قَوْمُهَا يَا قَوْمُهَا أَلَيْسَ كُنْتُمْ  
بِهَا تَشْتَرُونَ صَوْتَهَا كَلَّ شَوْءٌ  
إِلَّا الْوُحْشَانَ فَكَانَ الْوُحْشَانُ طَعْنًا

(بخاری)

(رواہ البخاری)

! اس طرح حال مالک کی طرف بھی آگئے۔ چکاہوں اور میت کی طرف یعنی اس کے جسم کی طرف گفتگو کی نسبت  
جانتی تھی کہ میت کو نہ والی دوسری چیز ہو سکتا ہے کہ اس وقت روح کو بھی اس کے جسم کے ساتھ متصل کر دیا  
جاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۵۵۹ ظہر یہ ہے کہ وہ کتا ہے یا دیں مجھے کہاں سے جاتے ہو۔ مگر جب کہ وہ اپنے آپ کو غیر صالح دیکھتا ہے  
تو اپنے آپ کو اپنے سے نکلتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ راری کا تصرف ہو۔ تاکہ ویل کی نسبت اس  
کا اپنی طرف نہ ہو۔ ویل کا معنی ہے انوس، سختی اور دوزخ میں ایک واحد کا نام ہے۔

۱۵۶۰ حیوانات نباتات بلکہ جمادات تک سب اس کی آواز سنتے ہیں۔ کہ اس کے ملک ہوئے کی بنا پر یہ قاز  
اس سے بڑی چیز ہو سکتی ہے کہ ایسا کہ انب کی خاطر اس آواز کا اس سے پوشیدہ رکھنا مناسب ہے۔  
کھانے کا ذکر نہیں اور نہ شے کے بارے میں۔

اسی سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازہ کو کھڑے  
تو کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو جنازے کے ساتھ

۱۵۵۹ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا تَأَيَّيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَتَقُومُوا

توضیح :-

تاکتیک و تاکتیک نظامی و تاکتیک نظامی

الْحَيَّاءُ      لَمْ يَمْسُكْهُ      قُلُوبُ الْبَصَرِ

نَامَ رُفَيْدَةُ شَدَاةٌ تَحْوِلُهُ

عليه السلام في حياته

وَقَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَخْلُقُ مَا تَشَاءُ فِي كِتَابِكَ الْكَبِيرِ

مجلسه اول

[illegible]

تذکرہ جلالیہ فی سبیل اللہ

۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

لا بد من العلم بالدين والادب

مجلس اول در روز پنجشنبه ۱۳۰۴

وَأَمَّا الْفُلُ فَأُرْسِلَتْ بِرَحْمَةٍ مِنَّا لِيُبَيِّنَ مَا بَيْنَ أَيْمَانِهِ سِرَابِ

۲۵۴۲

بسم الله الرحمن الرحيم

وهم فرقة من الذين كفروا ولا يغفل الله عنهم









١٥٦٢ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ زَيْدُ  
بْنُ أَرْقَمَ يَكْبُرُ عَلَى جَنَائِنَا  
أَرْبَعًا وَارْتَهَ كَبْرَ عَلَى جَنَائِنَا  
خَمْسًا فَسَأَلْتَاهُ فَقَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَكْبُرُهَا.

(رواه مسلم)

م

لے آپ اکابر تابعین میں سے ہیں ایک سوز میں صحابہ کرام کو دیکھا تھا آپ حضرت علی بن ابوطالب حضرت عثمان بن عفان وغیرہم رضی اللہ عنہم سے درایت کرتے ہیں۔ آپ تابعین کو فہم میں سے تھے اپنے وقت کی بے نظیر شخصیت تھے۔

۱۰ حضرت زید بن ارقم مشہور صحابی سے ہیں۔

اے کریم! ہمیشہ یارِ بکیر میں لگا کرتے تھے۔ آج پانچ بکیر میں لگیوں کیوں۔

۱۔ یہی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کہیں پانچ بجیر میں بھی کہا کرتے تھے۔ ائمہ اربعہ کا چار بجیر نماز جنازہ پر اتفاق ہے  
 تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے معاصر ہیں اس سے ناٹھ جی مروی اور منقول ہیں۔ عمار نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے سب سے آقرخ مروی اور منقول ہے۔ وہ چار بجیر میں ہیں اور اسی پر اتفاق ہے۔ شرع عربی میں یہاں اس سے  
 ناٹھ کلام کیا گیا ہے۔

فَوَدَّ وَعْنُ طَلْحَةَ ابْنِ عَبْدِ  
 ابْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَهُ  
 ابْنِ قُطَيْبٍ عَلَى حَنَارَةٍ  
 كَثْرًا فَأَيْدِيهِ الْكُتَيْبُ قَالُوا  
 يَتَعَلَّقُوا أَتَمَّا سُنَّةٌ

(رواه البخاري)

(پیش)

حضرت محمد بن عبداللہ بن عرف رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں ایک جنازہ پڑھا۔ آپ نے  
سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا تاکہ تم لوگ جان لو کہ یہ  
سنت ہے۔

۱۷ حضرت محمد بن بکندہ بن حنفیہ مشہور مجالس میں حضرت عبدالرحمن بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے برابر زادہ ہیں۔  
۱۸ یعنی میں نے سرتہ فاتحہ اس لیے پڑھی ہے تاکہ تم جان لو کہ غارِ جازہ میں اس کا پڑھنا سنت ہے۔ مانع ہو کہ علماء

حقیقہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز خیارہ میں ہر روز ایک نماز نہیں ہے۔ مگر دعا اور شہادت کی سنتیں ہیں۔ مگر دعا اور شہادت کی سنتیں ہیں۔ مگر دعا اور شہادت کی سنتیں ہیں۔  
 دوسرے نماز خیارہ میں اس کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ یہاں ضیف مالک اور حنفی کا مذہب ہے۔ اس لیے اس کے لیے صحیح کلام کا عمل  
 مختلف آیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا کہ ہر گز نہیں ہے کہ بعض صحابہ کا نماز خیارہ میں اس کی سنت کا پڑھنا دعا اور شہادت کے طور پر پڑھنا  
 کے طور پر نہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز خیارہ میں سنت کا پڑھنا صحیح ہے۔ صحیح البخاری کے الفاظ ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے  
 کہ امام شافعی کی مراد یہ ہے کہ اس سنت کا پڑھنا جائز ہے واجب نہیں ہے کہ ایسا کرنے کا حکم ہے۔ اور ابن عباس  
 کے کلام میں لفظ سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر دین میں چلا جاتا ہے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا  
 ہے۔ واللہ اعلم۔

[illegible]



تاکہ میں بھی اس پر نماز جنازہ پڑھ سکوں۔

۱۲۔ کہ وہ مسجد میں اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔

۱۳۔ ان کے انکار کی تردید کے لیے۔

۱۴۔ ایک کا نام سہیل اور دوسرے کا اہل تھا۔ یہ دونوں صحابی ہیں۔ ماں کا نسبت سے مشہور ہیں۔ ان کے باپ

کا نام دہب بن ربیعہ ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے لوگوں کا اس عمل مبارک کو جلد فراموش کر دینے پر تعجب ہے۔

واضح ہو کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اخاف کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔ خواہ میت

اس پر نماز پڑھنے والے دونوں مسجد میں ہوں یا نمازی مسجد میں ہوں اور میت کے گھر سے باہر ہو۔ یا امام یا بعض نمازی

مسجد سے باہر ہوں اور میت اور کچھ لوگ مسجد کے اندر ہوں یا میت مسجد میں ہو اور امام و قوم مسجد سے خارج ہوں

اس مطلق کراہت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد نماز فرضی ایسا ہی کے تعلقات داخل، ذکر امتداد میں علم کے بعضائی باقی

ہے۔ بعض نے کہا مکروہ نہیں جب کہ میت مسجد سے باہر ہو۔ اس قول کی بنا پر ایک کراہت لکھ دی ہے جس سے کراہت

کے مسجد میں ہونے کی صورت میں مسجد کے آوردہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ قول اولیٰ اطلاق ضروری ہے کہ یہ دونوں صحابی

ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحویلی۔ اول زیادہ ظاہر ہے۔ اور امام شافعی نے کراہت

کے نزدیک نماز جنازہ مسجد میں بلا کراہت جائز ہے۔ امام مالک کا مذہب اختلاف کے سوا کسی اور مذہب سے اس

بارے میں ہم نے کوئی نص نہیں پائی۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ امام شافعی کے مقررین امام شافعی کے مقررین امام شافعی کے مقررین

کتاب میں مذکور ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک حضرت ابیہریرہ کی روایت سے مسجد میں نماز جنازہ کی کراہت پر

مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے کوئی ثواب نہیں ملتا اور حضرت عائشہ کی حدیث ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ سے

سنا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث سے صرف ایک حدیث ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

جنازہ ادا کی۔ ہو سکتا ہے کسی ضرورت کے تحت آپ نے ایسا کیا ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متکلم تھے۔ اس وجہ سے آپ نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی۔ اور ایک حدیث میں آیا

ہے کہ جنازہ مسجد سے باہر تھا۔ اس صورت میں خود ضعیف کے درمیان میں اختلاف ہے۔ علماء فقہاء کی ایک جماعت مسجد

کا مسجد سے متصل ایک مکان میں تھا۔ لہذا یہ احتمال موجود ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کا قیام کسی کے لئے نہایت

نسبت سے کہہ دیا گیا ہو۔ اور یہ جو قسم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنازہ مطہرات

رضی اللہ عنہم کے قبر میں کے پاس دکھا گیا۔ یہ بھی قریب مسجد پر مبنی ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس روایت کا مبنی یہی ہے

کہ جو حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مسجد نماز جنازہ کے لیے تیار نہ ہو تو اس میں بارکراہت

نہ فائدہ جازہ ہے۔ پھر مہاجرین کا انکار ان کی کثرت کے بلحاظ اس امر کی دلیل ہے کہ بعد میں مسئلہ مسجد میں نماز جازہ نہ پڑھنے پر عذر پذیر ہو گیا۔ اور نماز جازہ شروع ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارگن سے طعن کرنا صحیح نہیں تھا۔ بلکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق کو فراموش کر چکی تھیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

۱۵۴۸ وَكَانَ سَمُرَةَ بْنُ جُنْدُبٍ  
قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ  
عَلَى أَهْلِهِ عَمَّا كَانَ فِي  
لَحْيَتَيْهَا قَامَ وَنَظَرْنَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین  
میں ایک عورت پر نماز جازہ پڑھی جو ایام نفاس  
میں مری تھی۔ تو اس کے وسط کے برابر  
کھڑے ہوئے۔

(بخاری و مسلم)

(مُسْتَقْبَلُ قَاتِلِهِ)

اسے فقط وسط مشہور روایت کے مطابق سین کی زبردستی ہے۔ سین ساکن بھی ایک روایت ہے۔ وسط یعنی  
وسط اور وسط یعنی وسطیان۔ جیسا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ متحرک ساکن ہے یعنی جوا یک ہی ہے۔ حرکت نہیں کرتا  
اور ایک جگہ سے نہ ہٹتا۔ بلکہ نہیں ہٹتا۔ اور ساکن متحرک ہے۔ یعنی پھینک دیا جاتا ہے۔ اور متعدد مواقع میں موجود ہوتا  
ہے۔ اور یہ ایام غافل کی حالت میں ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ امام کے لیے محبوب ہے کہ عورت کی سرین  
کے ہاتھ بل کھڑا ہو اور اوقات کا مذہب یہ ہے کہ یہ عورت اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو۔ شیخ ابن الجہام  
رحمہ اللہ کے کہنے کے مطابق سین کے ہاتھ بل کھڑے ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اعضا کے اعتبار سے سینہ وسط  
میں ہے۔ اور یہ کہ سینہ کے بل پر ہونا اور سینہ کے نیچے پیٹ اور رانیں ہیں۔ یہ بھی اقبال ہے کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بل پر ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس سے راوی نے یہ گمان کر لیا کہ  
اپنے حریف کے بل پر کھڑے ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی نے کہا کہ حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امام عیسیٰ کی سون کے سامنے کھڑا ہو۔ جیسا کہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس  
سے گزرے جسے سات کیرت دفن کیا گیا تھا۔ آپ نے  
پوچھا یہ مرد کب دفن کیا گیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی  
کوشتہ رات۔ فرمایا تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں

۱۵۴۹ وَكَانَ سَمُرَةَ بْنُ جُنْدُبٍ  
قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ  
عَلَى أَهْلِهِ عَمَّا كَانَ فِي  
لَحْيَتَيْهَا قَامَ وَنَظَرْنَا



اَذْشَمُونِي قَالُوا فَفَعَلْنَا بِكَ مَا تَنْهَى عَنِ الْفِيلِ  
 ظَلَمَ الْفِيلُ فَكَرِهْنَا اَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ  
 ثَوَقَطَكَ قَتَامُ فَصَفَقْتَ الْفِيلَ فَفَعَلْنَا  
 فَصَلَّى عَلَيْهِ

۱۵۶۹ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَأَى ابْنُ  
 امْرَاةً تَسْبِيحًا كَانَتْ تَقْرَأُ  
 التَّسْبِيحَ اَوْ شَاءَتْ فَقَعَدَهَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ فَسَالَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ

فَقَالُوا مَاتَ قَالُوا اَفَلَا كُنْتُمْ  
 اَذْشَمُونِي قَالُوا فَفَعَلْنَا بِكَ مَا تَنْهَى  
 عَنْهُ اَوْ اَحْمَرْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى عَلَيْهِ

عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ لَنْ رَفَعْنَا  
 الْقَبُورَ مَبْنُوءَةً ظَلَمْتَنِي عَلَيْهِ  
 اَهْلِيهَا اِنْ اِنَّ اللَّهَ يَنْتَقِلُكَ  
 لَيْتُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِ ثُمَّ بَكَى

سَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَكَرَّمَ كَرَمًا  
 سَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَكَرَّمَ كَرَمًا  
 سَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَكَرَّمَ كَرَمًا

۵۳۔ یہ روایات کا فک ہے کہ بھڑورہ نے مالی محنت تھی یا مرد تھا۔  
۵۴۔ بعض نسخوں میں حدیث کا لفظ فقہاً اور فقہاء ہے۔

۵۵۔ یہ روایت یعنی حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ نے اس عورت یا اس مرد کی شان موصیٰ بھی ادا سے حقیر خیال کیا۔ اور یہ خیال کیا کہ یہ حدیث یا مرد اس لائق نہیں کہ اس کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف دی جائے۔ اس میں بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تکریم صحابہ کرام کے ملحوظ خاطر تھی۔

۵۶۔ واضح ہو کہ قبر پر نماز جنازہ ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء اس پر ہیں کہ جائز ہے اس سے پہلے اس پر نماز پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی گئی ہو۔ ابراہیم رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ امام مالک اس پر ہیں اگر پہلے نہیں پڑھی گئی تو قبر پر پڑھنا درست ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت میں ایسا ہی آیا ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت ہے کہ جو شخص ایک بار پڑھ چکا ہو وہ دوبارہ شامل نہ ہو اور جنہوں نے نہیں پڑھی وہ اس کی قبر پر پڑھ سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ اس وقت تک پڑھنا جائز ہے جب تک کہ بھٹ گل نہ جائے اس کا اندازہ انہوں نے تین دن تک لگایا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حوال میں کہ اے نبی کی جانب اشارہ ہو سکتا ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عادیث میں قبر پر نماز کا جو ذکر آیا ہے وہ نماز کے طور پر نہیں ہے بلکہ دعا کا مستفاد کے طور پر ہے۔ اسی بنا پر بعض روایات میں تکبیرات کا ذکر نہیں ہے۔ اور جس روایت میں تکبیرات کا ذکر آیا ہے وہ صحیح نہیں۔ اور یہاں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہداء اور پر نماز پڑھی۔ وہ آپ کی اُنی پر اودامی دعا تھی نہ کہ نماز یا وہ نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھی۔ لیکن بعض علماء کی جانب سے یہ کہ قبر پر نماز پڑھنا مطلقاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ صریح کے الفاظ کہ ان الله بنود عالم بصلواتی علیہم (بے شک اللہ تعالیٰ میرے ان پر نماز پڑھنے سے ان کی قبروں کو ان کے لیے روشن و نور کر دیتا ہے) سے منہم ہوتا ہے۔

حضرت کریم ملا ابن عباس سے وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا مقام قدیر یا عسٹان میں فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے کرب و بیکہ کہ لوگ اس کے لیے کئی مقدار میں اکٹھے ہو گئے ہیں جتنے کرب کہتے ہیں میں باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگ جمع

بِصَلَاتٍ مَوْحِيَةٍ مِّنْ رَبِّهِمْ  
عَبَّاسُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عَبَّاسٍ أَنَّهُ مَاتَ لَهُ ابْنٌ  
مُّعْتَلِيٌّ أَوْ بِعُسْفَانَ فَمَاتَ  
يَا كَرِيمُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ  
لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ وَخَرَجْتُ

فَإِذَا تَأَسَّى قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ  
فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُولُ هُمْ  
أَرْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ فَتَالِ  
أَخْرَجُوكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ  
يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ  
أَرْبَعُونَ رَجُلًا يَشْرِكُونَ بِاللَّهِ  
شَيْئًا إِلَّا شَفَعَهُمْ اللَّهُ فِيهِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہر یکے تھے۔ میں نے اس کی طرف اس جاس کے  
اطلاعات دی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
تیرے خیال میں چالیس آدمی ہوں گے۔ ملائکہ کتاب  
(کیسے) میں نے عرض کیا ہاں چالیس آسمانی ہوں گے تو  
حضرت ابن عباس نے فرمایا جنازہ باہر لاؤ حضرت ابن  
عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے سنا ہے نہیں فوت ہوتا کوئی مسلمان ایسا کہ  
ایسے چالیس آدمی کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے  
ساتھ شریک نہیں کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس میں مبالغہ  
شفاست قبول کرتا ہے۔ (مسلم)

اے کرب کاف کی پیش، راک کی زیر، یا ساکن حضرت ابن عباس کے کہنا کو کہ وہ ہم میں سے ہیں یا نہیں یہ ہے۔  
علف قدیر قات کی پیش، مال کی زیر یا ساکن، ایک جگہ کا نام ہے۔ مسلمانین میں کوشش میں ہوں کہ یہی ثابت ہو سکے۔  
نجد کا نام ہے جو مقام قدیر کی نسبت کہ منظر کے زیادہ قریب ہے۔  
اے یعنی میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کی نماز جنازہ کے بعد یہ کہہ کر  
ہر یکے تھے۔

میں نے کھڑے ہونے کے لفظ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اسے سنا اور میں نے اس کے ساتھ ہی کہا کہ  
ہونا اور اس کے لیے دعا کرتا بھی بڑا اثر رکھتا ہے۔ اعداد کا نام ہے حضرت علیؓ پر اور میں نے کہا کہ یہی ہے۔  
کہ وہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
سَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ قَبِيحَةٍ تُفْعَلُ  
عَلَيْهِ أَهْلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَشْفَعُونَ  
وَأَنَّ كُلَّهُمْ يَشْفَعُونَ لَنَا إِلَّا  
شَفَعُوا فِيهِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
کوئی برے نہ دلا میں پر مسلمانوں میں سے نہ ہو  
خوار پڑھتے ہیں۔ سب اس کیلئے شفاعت کرتے  
ہیں۔ گناہ کی شفاست اس کے حق میں قبول  
کی بات ہے۔

(مسلم)

اسے گزشتہ روایت میں چالیس کا عدد ذکر کر دیا گیا چالیس ایک سے کم مقدار ہے جن کی شفاعت دوما قبل ہوتا ہے اور سر کی تعداد اکثر مقدار ہے۔ علامہ کرشی رحمہ اللہ نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ اقل عدد بیان میں متاخر ہونا چاہیے کہ اس میں اس کے بعد دل پر نفل و کرامت اور عزت افزائی کا اظہار ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَمَّنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ لَهَا مَرُُّوا بِأَخَوِي وَأَمَّنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هَذَا أَتَيْنِي عَنْكَ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهَا النَّبِيُّ هَذَا أَتَيْنِي عَنْكَ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهَا الشَّاءُ أَنْتُمْ شَهِدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ لوگ ایک جنازے کے پاس سے گزرے تو اس کی صفت دشنا کی اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی۔ پھر ایک اور جنازے کے پاس سے لوگ گزرے تو اس کی بڑائی بیان کی تو حضور نے فرمایا واجب ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا چیز واجب ہو گئی فرمایا یہاں شخص وہ ہے جس کی تم نے اچھی صفت دشنا کی تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ اور اس دوسرے شخص کی تم نے بڑائی بیان کی تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو

(بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے من زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

لے کہ تم لوگ جس کے بھتی ہوئے کی گواہی دو گے وہ بھتی ہے اور جس کے دوزخی ہونے کی گواہی دو گے وہ دوزخی ہے۔

تعداد ہے کہ مومن سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہل خیر و صلاح اور صدق و تقویٰ ہیں۔ اور ان میں کسی نفسانی غرض کا دخل نہ ہو سکتا ہے لوگوں کی گواہی ان مرد کے غرض ہونے کی علامت ہے۔ درنہ اگر بعض فاسق و فاجر کسی غرض کے تحت کسی ناجائز و ناجائز کی صفت دشنا کریں۔ یا کسی نیک انسان کی مذمت دبتائی کریں تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قطعی جنتی ہونے کا جو حکم صادر فرمایا وہ ان کی حقیقت حال پر مطلع ہونے کا بنا پر کیا واللہ اعلم۔

۱۵۶۱ وَ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ آيَتًا مُسْلِمًا شَرِهَا  
لَهُ أَرْبَعَةٌ يَخْبِرُ أَدْخَلَهُ اللَّهُ  
الْجَنَّةَ قُلْنَا وَ ثَلَاثَةٌ قَالَ  
وَ ثَلَاثَةٌ قُلْنَا وَ اثْنَانِ قَالَ  
وَ اثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ  
عَنِ الْوَاحِدِ .  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلم کے نیک  
ہونے کی گواہی چار آدمی ہیں اللہ اسے جنت میں داخل  
کرے گا ہم نے عرض کیا اگر تین آدمی گواہی دیں تو کیا  
اگر تین آدمی اس کے خیر اور نیک ہونے کی گواہی  
دیں (تو بھی اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا)  
ہم نے عرض کیا اگر دو آدمی اس کے نیک ہونے  
کی گواہی دیں فرمایا اگر دو آدمی گواہی دیں (تو بھی)  
اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا پھر ہم نے آپ  
سے ایک آدمی کے بارے میں سوال نہ کیا بلکہ  
(بخاری)

لے اور ممکن ہے کہ اگر صحابہ کرام ایک آدمی کی گواہی کے بارے میں سوال کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی  
کی گواہی پر بھی اسے جنتی قرار دے دیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ خبر بشارت اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت و کرم  
و امیدوار بندوں پر اس کے فضل و کرم کا بیان ہے۔ اور اس امر کا بیان ہے کہ بندوں کو اس کی درگاہ و رحمت سے توجہ اور  
امید و وابستہ رکھنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جب صحابہ کرام نے تین اور دو آدمیوں کی گواہی کا سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے بارگاہ خداوندی میں توبہ اور اتھاس کی ہوتو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہو گئی ہو کہ ایسا ہی ہو گا جس طرح اسے  
حبیب ترکہ رہا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب خداوندی سے راضی اور خوشی اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی اور  
خوش ہے۔ اور آپ اس کی درگاہ میں محب و محبوب ہیں۔ آیت کریمہ قَدْ نَسُوْنَ فِتْنَتَ الَّذِيْنَ مَنَعُوْهُمُ مِنَ الْمَنِّ اِنَّ اَشْقٰنَ الْعٰلَمِیْنَ  
استیاذہ ہے۔

۱۵۶۲ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْبُوا الْأَقْوَانَ  
فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَلُوا إِلَى مَا  
قَدَّمُوا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
مردوں کو گالیاں نہ دو۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ  
آگے بھیجا اس تک پہنچ گئے ہیں۔

(بخاری)

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ یعنی انہوں نے اپنے اعمال کی جزا لی ہے۔ اگر ان کے اعمال نیک اور خیر میں تو انہیں بدی سے یاد کرنا ٹھیک نہیں اور اگر ان کے اعمال بُرے ہیں تو انکی بخشش ہو چکی ہو اور اگر ان کی بخشش نہ ہوئی ہو تو تمہارا انہیں برائی سے یاد کرنا یعنی کام میں مشغول ہونے کے مترادف ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے دواڑ میوں کو ایک کپڑے (کفن) میں اکٹھا کرتے تھے پھر آپ صیافت کرتے تھے کہ ان دونوں میں قرآن زیادہ کس نے حاصل کیا ہے۔ جب آپ کو بتلایا جاتا تو آپ اسے قبر میں پیسے اتارتے۔ اور آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا۔ اور آپ نے انہیں خون آلود حالت میں دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور ان پر نماز نہ پڑھی۔ اور نہ انہیں غسل دیا گیا۔

(بخاری)

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّهُمْ أَكْثَرُ أَخَذًا تَلْعَوَانِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ إِنَّا شَهِيدٌ عَلَى هَذَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَامْرَأَتُهُ بِدَفْنِهِمْ بِدَمَائِهِمْ وَ لَمْ يَغْسِلُوهُمَا

(بخاری)

۲۔ بعض نے کہا ایک کپڑے سے ایک قبر مراد ہے۔ کیونکہ انہیں برہنہ کرنا جائز نہیں۔ اس طرح کہ دونوں کے بدن ایک دوسرے کے ساتھ لگ جائیں غلابی نے کہا ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے۔ جس طرح ایک قبر میں دو مرد دفن کرنا۔

۳۔ کیا دوسرے کا امام ہے۔ اکیسے اسے پہلے قبر میں قبلہ رخ رکھا جاتا دوسرے کو اس کے پیچھے۔ کیونکہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ قاری ہوتا تھا۔

۴۔ یہ لوگ راہِ فدا میں شہید ہوئے ہیں۔

۵۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کے لیے غسل نہیں ہے۔ اور اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے گی۔ غسل نہ دینا تو متفق علیہ مسئلہ ہے مگر نماز جنازہ نہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں ہے۔ امام احمد سے اس بارے میں دو قول ہیں ان کا مشہور و مختار مذہب نماز نہ پڑھنا ہے۔ اور ایک قول میں دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ کیونکہ اس بارے میں دلائل



مخاض میں مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ شافعیہ جی آپس میں اختلاف ہے کہ شہید پر نماز پڑھنے کی عافیت یعنی عزت ہے یا یہ کہ واجب و ضروری نہیں۔ اور امام احمد کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں اس باب میں ان آئمہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو کہ کتاب میں مذکور ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی دلیل بیت کی احادیث ہیں جو شہید پر نماز پڑھنے کے بارے میں آئی ہیں۔ خصوصاً قصہ احمد میں علماء فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ایک مسئلہ کو ثابت کرتی ہیں اور حضرت جابر کی حدیث اس کی نفی کرتی ہے۔ اور ثابت کرنے والی دلیل نفی کرنے والی دلیل سے مقدم ہے۔ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اس دن مصروف تھے۔ کیونکہ ان کے والد اور مامل دو دنوں قبل ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے آپ مدینہ آپکے تھے۔ تاکہ ان کا تدبیر کریں اور ان کو اٹھا کر آپ مدینہ طیبہ لے آئے تھے اور وہ حضرت صحابہ جو احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہی رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک کا مشاہدہ کیا وہاں بت کو ثابت کرتے ہیں کہ حضور نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔ علامہ شمس فرماتے ہیں کہ حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی اور اسے صحیح قرار دیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے تشریف لائے اور ان کا حال جردین کے دشمنوں نے کر رکھا تھا، دیکھا تو آپ نے آمیز یاد کی اور رو پڑے اور انھاری سبک بختی نے جواس وقت حاضر خدمت تھا اپنا کپڑا ان کے چہرہ مبارک پر ڈالا۔ اور نماز پڑھی۔ شیخ ابن ابی شیبہ اس پر اتفاق فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی پہلی نہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلی نہ تھی بلکہ بعد ان پہلی پڑھی گئی۔ پھر انیس اٹھایا گیا اور حضرت حمزہ کو ان کی جگہ ہی رہنے دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے تمام شہداء احد پر نماز پڑھی حاکم نے کہا کہ اس حدیث کو حضرت جابر نے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ مختصر یہ کہ شہداء پر نماز پڑھنے کی احادیث راجح تراور غالب تر ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۵۶۱  
عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ  
قَالَ أَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَغْدِسُ مَغْرُورًا قَرْمِيَةً  
حِينَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةٍ  
ابْنُ الدَّخْدَاجِ وَنَحْنُ نَمْنِي  
حَوْلَهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قرمیزین لکڑی کے  
کے پاس تشریف آئے جب کہ آپ حضور بنی امیہ  
کے جنازے سے واپس رہے۔ اور دم و کلمہ کہتے  
اور گرد پیادہ چل رہے تھے۔

(رواہ مسلم)

۱۵۷۱ آپ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

۱۵۷۲ یعنی حضرت ثابت بن الدرداء رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے آپ صحابی ہیں۔ جنازہ لے جاتے وقت حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ان گھوڑے پر سوار نہ ہوئے۔ اس کا وجہ یہ بیان فرمائی کہ ملائکہ پیادہ چل رہے ہیں۔ اس لیے سوار ہونا مناسب نہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی کثرت آپ سوار ہو گئے۔

## الفصل الثانی دوسری فصل

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ جنازے کے پیچھے، آگے دائیں بائیں قریب قریب چلے۔ ناکمل بچہ جڑ پیٹ سے گر گیا۔ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے والدین کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کی جائے یہ

۱۵۱۶  
۲۲  
عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ  
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ الرَّائِبُ يَسِيرُ  
خَلْفَ الْجَنَائِزَةِ وَالْمَاشِي  
يَتَّبِعُ خَلْفَهَا وَآمَامَهَا وَ  
عَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا  
قَرِيبًا مِمَّا وَالسَّقَطُ يُصَلِّي  
عَلَيْهِ وَيُلْعَقُ لَوْدَانِيَهُ بِالْمَغْفِرَةِ  
وَالرَّحْمَةِ

(ابو داؤد)

وَالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ

اور احمد، حرذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے سارے جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ جیسے چاہے چلے۔ اور بچہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور مصابیح میں اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن زیاد سے روایت کیا۔

وَقَالَ  
الرَّائِبُ خَلْفَ الْجَنَائِزَةِ  
وَالْمَاشِي يَتَّبِعُ خَلْفَهَا  
وَالسَّقَطُ يُصَلِّي  
عَلَيْهِ وَيُلْعَقُ لَوْدَانِيَهُ  
بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ

۱۔ عربی متن میں لفظ سقط آیا ہے جو سقوط سے نکلا ہے۔ سقوط معنی گرنا اور بچہ کا پیٹ سے گر جانا۔ لفظ سقط سین کا زیر اور پیش اور زبرد تینوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۲۔ یعنی اس کے والدین کے لیے دعا و مغفرت و رحمت کی جائے ساحت اور شافع کے نزدیک ساقط شو عمل پر اس وقت نماز جنازہ پڑھی جائے گی جب کہ وہ آواز دے اور اس سے ایسی چیز ظاہر ہو جو اس کے زندہ

ہونے پر دلالت کرے جیسے حرکت یا آواز جیسا کہ باب کے آخر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ امام  
حماد کے نزدیک اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر چہ اس سے کوئی آواز نہ نکلی ہو اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جو  
اس کی زندگی پر دلالت کرے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اس میں مطلقاً نماز جنازہ کا ذکر آیا ہے اللہ کے زندہ ہونے  
کی کوئی قید اس میں مذکور نہیں۔ ان کی دوسری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس معنی میں آئی ہے اور  
کہا ہے کہ جب بچہ کو شکم میں چار ماہ گزر جائیں تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اگرچہ پیٹ سے باہر آنے کے وقت وہ  
زندہ نہ ہو کیونکہ اس میں روح داخل ہو چکی ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس قدر ہے کہ وہ مردہ پیدا ہوا ہے۔ اور مردہ پر  
ہی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ دوسرے آئمہ فرماتے ہیں کہ عرف میں مردہ اسے کہتے ہیں جو زندہ پیدا ہوا ہو اور بعد  
میں مرے۔

سکھ یعنی پیچھے یا آگے دائیں یا بائیں۔

سکھ اس حدیث میں سقط کے بجائے لفظ طفل واقع ہوا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں طفل سے بھی سقط (ساقط شدہ)  
حمل ہی مراد ہے۔ ورنہ طفل پر نماز پڑھنے میں کیا اختلاف ہے (کئی اختلاف نہیں) اور ہو سکتا ہے کہ طفل سے حقیقی  
طفل مراد ہوا اور اس کی نماز جنازہ کا ذکر اس لیے کیا ہو تاکہ اس دہم کو مدد کیا جائے کہ بچہ مرحوم و مفروز ہوتا ہے۔ اس کی نماز  
جنازہ کی کیا حاجت ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۵ علامہ نے کہا ہے کہ یہ تحریر ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ تحریر کمال واقع ہوئے کہ انکو خیر بن زیاد بالکل  
مجهول آدمی ہے کہ نہ تو صحابہ میں سے ہے نہ تابعین میں سے۔ میری حدیث حسن البراء اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر من ابیہ میں الخیر  
بن شبہ واقع ہوئی ہے۔ گریبا بعض کاتبین کا اس میں خط واقع ہو گیا۔ پھر چونکہ ہم حدیث میں اختلاف کی بنا پر نہیں وہ  
اس غلطی کا اقتدار کرتے پڑے گئے۔ جیسا کہ علامہ ترمذی نے فرمایا اللہ نے کہا۔ واللہ اعلم۔

۱۵۶۰  
۳۳  
عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِحٍ  
عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَبَا بَكْرٍ وَحُمَرَ يَمْشُونَ  
أَمَامَ الْجَنَائِزَةِ.

حضرت زہری سے روایت ہے کہ وہ عالم سے روایت ہے کہ وہ  
راوی سے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہ چلتے  
حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ یہ چلتے  
کے آگے آگے چلتے تھے۔

احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی،

ابن ماجہ

اور ترمذی نے کہا کہ محدثین کرام گویا خیال

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَ  
الْإِسْمَاعِيلِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ  
وَقَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ وَ أَهْلُ

التَّحْدِیْثُ کَانَ هُمْ یَقُوْنُوْنَ مُرْسَلًا کرتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔  
اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا راسخ نہیں ہے۔ اسلام جوتہا میں ہے ہے مگر فی الواقع یہ حدیث مرسل ہے۔ کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

۱۵۹۹ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَائِزَةُ مَنُوعَةٌ  
وَلَا تُتَبَعُ وَلَيْسَ مَعَهَا مَنْ  
تَقْدَمُهَا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے جنازے کو  
پیچھے نہ کرنا چاہیئے۔ اور وہ شخص جو جنازے کے  
آگے چلتا ہے وہ اس کے ساتھ نہیں۔

ترمذی ابو داؤد

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ  
وَابْنُ مَاجَةَ۔

ابن ماجہ  
ترمذی نے کہا کہ ابو ماجہ راوی مجہول آدمی

قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ  
بِالْإِسْنَادِ رَجُلٌ قَبِيْهُوْلٌ۔

اسے یہ جنازے کے پیچھے چلنے کی تاکید ہے۔ پھر دوبارہ تاکید فرمائی کہ وہ شخص جنازے کے ساتھ ہی نہیں جو جنازے  
کے آگے چلتا ہے اسے جنازے کی پلاری کا تراب بھی نہیں ملتا  
۲۔ یعنی امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ اور کہا کہ ابو ماجہ راوی مجہول آدمی ہے۔ اسے  
کلی نہیں جانتا۔ پھر مجہول دو قسم ہے۔ ایک مجہول البین (دوسرا مجہول الحال۔ مقدمہ میں ان دونوں قسموں کی وضاحت کر دی  
گئی ہے۔ ثانی نے کلیہ مکرر الحدیث ہے۔ بخاری نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ اس کی حدیث جنازے کے ساتھ چلنے  
کے بارے میں کلی ہے۔

۳۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا جنازہ کے ساتھ چلنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ادنیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ  
اس پر ایک جنازہ کے پیچھے چلنا محبت تر ہے۔ امام ثوری اور ایک گروہ کہتا ہے کہ آگے پیچھے دونوں طرح چلنا  
برابر ہے۔ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جنازے کے آگے چلنا افضل ہے  
جیسا کہ شافعی نے کہا۔ جنازے کے پیچھے چلنے کا دلیل وہ متعدد احادیث ہیں جہاں باب میں آئی ہیں۔ اور اس بنا پر  
بھی کہ جنازے کے پیچھے چلنا برکت گیری اور عظمت و شہرت اور فکر و عمر پر زیادہ ظاہر اور زیادہ مؤثر ہے نیز ضرورت  
کے وقت مددینے کے لیے قریب ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا میں ایک جنازے میں تھا  
اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنازے کے آگے اور حضرت علی جنازے کے پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے حضرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ جنازے کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اسیہ وہ حضرت علیؑ کے آگے چل رہے ہیں۔ آپ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دونوں حضرات جانتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا ایسا ہی افضل ہے جس طرح نماز اہل بیت ایکے نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ گراہوں نے اس بات کو بستر مانا کہ لوگوں کے یہاں آسانی مہیا کریں اور راستہ تنگ نہ کریں۔ ابن ابوشیبہ کی روایت ختم ہوئی۔ دوسرے میں تاثر کہ دلیل مسلم سے نہری کا روایت کہ وہ صحیفہ ہے جو مذکور ہوئی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوم میت کی سفارش ہوتی ہے۔ اور سفارش کرنے والا معرفت و محبت میں آگاہ ہوتا ہے جس کے لیے سفارش ہوتی ہے وہ پیچھے رکھا جاتا ہے۔ اور جو حضرت آگے پیچھے دونوں حالتوں کو برابر قرار دیتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ دلائل متعارض میں لہذا دونوں طرح جائز ہے۔ حضرت خیر بن شہبہ کی حدیث بھی یہی ہے جسے مانے کے لیے دونوں حالتوں کو برابر قرار دیتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی ایسا ہی مرئی ہے۔ کتب فقہ میں حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا جنازہ کے آگے درشت چمکے مائیں اور بائیں ہاتھ میں کوئی حرج نہیں۔

۱۵۸۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۚ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ تَبَعَ جَنَازَتَهُ ۖ

حَمَلَهَا ثَلَاثَ مِوَازٍ فَقَدْ قَضَىٰ

مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

وَقَدْ رَوَىٰ فِي شَرْحِ شَيْخِ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَتَهُ اسْتَعْدَّ بَيْنَ

مُعَاذِ بَيْنِ الْمُتَوَقِّعِينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے گا وہ

تین میوڑے کا حق ادا کرے گا۔

یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے۔

اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور میں نے اسے شرح میں لکھا ہے۔

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے گا

وہ اپنے بچے کے حق ادا کرے گا۔

یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے۔

اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اور میں نے اسے شرح میں لکھا ہے۔

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے گا

وہ اپنے بچے کے حق ادا کرے گا۔

یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے۔

اسے یعنی اگلی دو کڑیاں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جنازہ کا حق صرف ایک کڑی ہے۔ کہ وہ دونوں کڑیوں پر اٹھائے۔ اور جو کڑی چوڑائی میں ہے اسے اپنی گردن پر رکھے اور بائیں کسے پیچھے سے کھد آدمی اٹھائیں۔ ایک دائیں جانب سے دوسرا بائیں جانب سے چھپی جانب کی چوڑائی میں داخل کر دی جائے تاکہ اس کی

چاہیں۔ عمار نے یہی کہا ہے کہ اگر اگلے کا ایک آدمی صرف اگلے کا حصہ ہی اٹھانے کے لئے مستقل طور پر چھین ہو تو وہ آدمی اس کے ساتھ اور بھی ہونے چاہیں جو اس کی اعانت کریں۔ پس جنازہ پانچ آدمی اٹھائیں گے۔ کتاب ماہوی اور اس کی شرح میں عمار شافعی کے مذہب میں ہے، ایسا ہی مذکور ہے۔ ہایہ میں کہا کہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جنازہ دو آدمی اٹھائیں اگلے آدمی ایسے کہ ان پر رکے اچھلا آدمی اپنے سینے پر اٹھائے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اسی طرح اٹھایا گیا تھا خلیفہ یا امام شافعی کا مدثر کا قول ہے۔ ہایہ کی بعض شروع میں کہا گیا ہے کہ یہ صورت زمین سے جنازہ اٹھانے کے وقت ہے اس کے بعد کہ کئی حرج نہیں کہ دوسرے بھی ان کی معاونت کریں ساخت کے نزدیک سنت یہ ہے کہ چار آدمی جنازہ اٹھائیں کیونکہ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ جنازہ چار جانب سے اٹھایا جائے۔ اسے امام محمد نے آثار میں حضرت امام ابو حنیفہ سے ان کی سند سے ابن سعد صحابی تک روایت کیا ہے۔ یوں ہی ابو داؤد، طحاوی، ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے از شعبہ از منصور روایت کیا ہے۔ اور شیخ ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے دو مکملوں کے درمیان جنازہ اٹھانے کا ذکر آثار صحابہ سے کیا ہے۔ اور ایک مرفوع حدیث بھی ذکر کی جسے ضعیف قرار دیا اللہ چار آدمیوں کے اٹھانے میں آثار حدیث صحیحہ مرفوعہ نقل کیں اور کہا وہ آثار مخصوص حالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کے بارے میں احتمال ہے کہ سنت ہر پاسی عامتہ کی بنا پر موجود خاص حالات کی بنا پر اس کا متقاضی تھا جیسے مکان کا تنگ ہونا یا اٹھانے والوں کا کم ہونا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ثریان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم دو گ ایک جنازہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آپ نے کچھ لوگوں کو سواری پر بٹھ دیکھا تو فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ مامور فرید چل رہے ہیں۔ اور تم سواریوں کی پشتوں پر سو رہے۔

ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے اس کی نقل روایت کیا۔

اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حضرت ثریان سے مرفوع روایت کی گئی ہے۔

۱۵۸۱ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي جَنَازَةٍ قَوَّاهُ نَامَسًا وَكَبَّاهُ  
فَقَالَ لَا تَسْتَحْيُونَ أَنْ يَخْلُقَهُ  
اللَّهُ عَلَى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ عَلَى  
أَقْدَامِهِمْ  
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ قَبَّاهٍ  
وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّاحُ  
قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ عَنْ  
ثَوْبَانَ مَوْقُوفًا

ابن حضرت ثریان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنا ذکر وہ غلام ہیں۔ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔



۱۷ حاشی میں مذکور ہے کہ آپ نے سواہوں کو جنازے کے نزدیک دیکھا۔ یعنی اگر سواہ جنازہ سے دور فاصلے پر  
چلیں تو کوئی حرج نہیں۔ فقہی روایات میں مذکور ہے کہ اگر سواہ پر چلنے کی ضرورت درپیش ہو تو پھر ہلکا بہت جائز  
ہے۔

۱۸ یعنی یہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں۔ مگر حنفی مرفوع ہے  
کیونکہ مانکہ کے پیدل چلنے کی خبر و اطلاع حضرت نبت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے سننے کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۵۸۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر  
سورۃ فاتحہ پڑھی۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَرَأَ عَلَى الْجَنَائِزِ بِفَاتِحَةِ

الْكِتَابِ.

(ترمذی، ابوداؤد،)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ

ابن ماجہ)

وَابْنُ مَاجَةَ)

امد ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کا اسناد

دری نہیں ہے۔

۱۹ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے سورۃ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھی۔ جیسا کہ فضیل دہلوی حدیث ابن عباس میں گزرا۔  
اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے سورۃ فاتحہ بطور تبرک نماز سے پڑھی یا بعد پڑھی۔ جیسا کہ امام علی بن حنفیہ و  
مروج ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۰ اسد ابراہیم بن عثمان جو اس حدیث کا راوی ہے۔ مگر الحریف ہے۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں وہ  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔ مگر میں نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے قرآن  
مرفوع ہمسے میں مرفوع نہیں ہے۔ اور فضیل دہلوی میں قدرے بحث گزر چکی ہے۔

۱۵۸۷ وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

فراستے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى

جب تم موت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے عرض

الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ

نیت کے دعا کرو۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۲۱ اخلاص کا معنی ہے فدا کی طاعت ہے۔ زیادہ شہرت اور نفسانی خواہش کی طاعت کے بغیر

۱۵۸۸ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ  
 إِذَا صَلَّی عَلَی الْجَنَازَةِ قَالَ  
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَّتِنَا وَمَيِّتِنَا  
 وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا  
 وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَنُنْتَانَا  
 اللَّهُمَّ مِنْ أَحَبِّتِنَا مِنَّا  
 فَاحْبِبْ عَلَی الْإِسْلَامِ وَتَنْ  
 تَوَكَّلْتِنَا مِنَّا فَتَوَكَّلْ عَلَی الْإِيمَانِ  
 اللَّهُمَّ لَا تُخْرِمْتَنَا أَجْرًا وَلَا  
 تَقْلِبْنَا بَعْدَهُ.

(تَوَاهُ أَحْمَدُ وَآبُو دَاوُدَ وَ  
 التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ  
 النَّسَائِيُّ)

عَنْ أَبِي إِسْرَاهِيْمَ الرَّشْدِيِّ  
 عَنْ أَبِيهِ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهُ عَنْ  
 قَوْلِهِ وَانْتَهَتْ فِي رِوَايَةِ  
 أَبِي دَاوُدَ فَاحْبِبْ عَلَی الْإِيمَانِ  
 وَتَوَكَّلْ عَلَی الْإِسْلَامِ وَفِي  
 آخِرِهِ وَلَا تُخْرِمْتَنَا بَعْدَهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے پر نماز  
 پڑھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ بخش دے  
 ہمارے زندے، ہمارے مردے، ہمارے موجود  
 انسان ہمارے غیر موجود انسان ہمارے چھوٹے  
 ہلکے بڑے ہمارے مردوں اور ہمارے عورتوں  
 کہ اے اللہ جسے تر نے ہمارے زندوں میں زندہ  
 رکھا ہے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے تر نے  
 ہم میں سے وفات دے رکھا ہے اسے ایمان پر  
 وفات عطا کر۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر و ثواب  
 سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد کسی نقصے میں مبتلا نہ کر۔

(احمد، ابوداؤد)

(محمدی)

(ابن ماجہ)

نسائی نے اسے ابو ابراہیم الاشعری من ابیہ  
 سے روایت کیا۔ اور نسائی کی روایت واضحاً نا  
 ختم ہو جاتی ہے اور ابیہ من احمیہ من الی آخر  
 اس کی روایت میں نہیں۔ اور ابوداؤد کی روایت  
 میں کاخیر علی الایمان اور توفی علی الاسلام آیا ہے اور  
 اس کے آخر میں ولا تفتننا بعدہ (میں اس کے بعد  
 گمراہ نہ کرنا) آیا ہے۔

یہ زندگی کے ساتھ اسم کا ذکر کیا۔ اور موت کے ساتھ ایمان کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے  
 اور یہ ایمان میں جیسے ہیں۔ مگر موت کے وقت تصدیق بھی کے سوا بندے کے ساتھ کچھ نہیں ہوتا۔

۲۔ یحییٰ ماجہ اور ثواب جہاں مرنے والے کا عزت کی صحبت وعدے پہ میں ملنا چاہیے۔ اور عزت میں واقع  
 غلطیوں کی ذریعہ اور پیش رو توں طرح مردی ہے۔ حرم اور حرام بھی کسی چیز سے نا امید کرنا۔

۳۔ ابو ابراہیم الاشعری انصاری کو مسلم نے کتاب کثرت میں ذکر کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے

امام بخاری کا براہیم کے ضلعی پرچیا آرمیوم ہوا کہ وہ اس کو نہیں ملتے یہاں تک کہ وہ اپنی اس کا ایک پوزر  
مجمول شخص ہیں۔

۴۷ یعنی زندگی کے ساتھ ایمان کا ذکر کیا اور اسلام کے ساتھ موت کا۔ یعنی اس کے برعکس جو پہلی حدیث میں آیا ہے اور وجہ مناسبت وہاں معلوم ہو چکی ہے۔ اور جب کہ اسلام اور ایمان حقیقت اور انجام کے اعتبار سے ایک چیز ہے تو دونوں طرح درست ہے۔

١٥٨٥  
 ١٣  
 وَعَنْ وَائِلَةَ ابْنِ الْأَسَقَمِ  
 قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ  
 مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ  
 اللَّهُمَّ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فِي  
 ذِمَّتِكَ وَحَبْلُ جَوَارِكَ فَقِهِ  
 مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ  
 النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَ  
 الْحَقُّ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ  
 إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

حضرت داؤد ابن اسحاق سے روایت ہے کہ فرشتوں  
 کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر نیازی و رضائی  
 میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ اپنی غلاب کا بیٹا  
 غلاب پیر سے ذمہ اور تیرے قرب کے عہد میں  
 ہے تو اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے  
 مضاب سے بچا ہے تو وفا اور حق  
 والا ہے۔ انہی اسے بخش دے اور  
 اس پر رحم کرے شک تو بخشتی نہ ہو  
 میرا بیان ہے

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

لے دائلہ (شاکی زیر)، استیع (مغزو کی زیر)، بین ساکن (ق کی زیر)

۱۷ یعنی آپ نے اس کا اور اس کے باپ کا نام لیا۔

کہ نبی تیرے مجدد و پیامِ احد تیری پناہ میں ہے۔

یہ یعنی تیری ہمسائیگی کے عہد میں ہے۔ ایساں حریت میں لفظ جل آیا ہے جس کے معنی میں درگاہ اور

عہد و پیمان مراد ہے۔

فہم کہ اپنے بندوں سے جو رسد کرتا ہے یہاں کرتا ہے مگر جتنی دینی اور دنیوی اور دنیا کی اور

سچ مٹا ہے کہ جو کچھ تو کتاب ہے اور کتاب ہے سارا حق اور ٹھیک ہوتا ہے۔

۱۵۸۶  
۳۱  
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر سے دریافت ہے کہ اے میرے بھائی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کی

وَسَلَّمَ اَوْ كَرَّمَ مَحَلِّينَ مَوَاطِنَ  
وَكُنَّا عَنْ مَسْأَلَتِهِ

فرمایا بیان کردہ اور ان کی برائیوں سے باز

(ابوداؤد، ترمذی)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

یہ حکم مسلمانوں، نیکو کاروں اور ان لوگوں کے ساتھ عاصی ہے جن کا حق ظلم آشکارہ اور ظاہر نہ ہو

حضرت نافع ابی غالب سے روایت ہے کہ

ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کے ساتھ

ایک مرد کے جنازے پر نماز پڑھی تو آپ اُس کے

سر کے مقابل کھڑے ہوئے پھر لوگ ایک قرشی عورت

کا جنازہ لائے ہوئے اسے ابو حمزہ اس پر نماز

پڑھتے تو آپ درمیانِ تحت کے مقابل کھڑے

ہوئے۔ ان سے علاء ابن زیاد نے عرض کیا کہ کیا

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازے پر

ایک ہی کھڑے ہوئے دیکھا جیسے آپ مرد اور

عورت کے جنازے پر کھڑے ہوئے فرمایا

ہاں۔

(ترمذی)

(ابن ماجرہ)

اور ابوداؤد کی روایت میں اسی کی مثل ہے

کچھ زیادتی کے ساتھ اس میں یہ بھی

ہے کہ آپ صحت کے سرین کے مقابل کھڑے

ہوئے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَرَةَ)

وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْ دَاوُدَ وَتَلَوَهُ

مَعَ زَيْدَادٍ وَفِيهِ هَكَذَا

عَلَى الْمَرْأَةِ

اس طرح اس باب کا اہتمام بھی گئی ہے اور یہ تاہین میں سے ہیں۔ اور یہ وہ نافع نہیں ہیں جو حضرت ابن عمر کے  
آداب و عادات میں ہیں۔

یہ بھی تاہین میں سے ہیں۔

یہ یعنی کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھا ہے کہ وہ مرد کے جنازے پر سر کے مقابل کھڑے ہوئے

ہوں اور عورت کی چار پائی پر درمیان کے مقابل کھڑے ہوئے ہوں۔

کہ یہاں عزلی میں لفظ محبہ یعنی سرین آیا ہے۔ لفظ محبہ (بین کی دربریم کی پیش) یعنی سرین کا آخری مصدر اس بارے میں گفتگو فصل اول میں حضرت سرہ بن جندب کی حدیث کے تحت ہو چکی ہے۔

## الفصل الثالث

### تیسری فصل

۱۵۸۸ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي  
أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ  
ابْنِ حَنْظَلٍ وَقَلْبُ بْنُ سَعْدٍ  
قَاعِدَيْنِ بِالنَّجَاسَةِ قَمَرٌ عَلَيْهِمَا  
بِحَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا  
مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْ مِنْ  
أَهْلِ الدَّمَاءِ فَقَالَا إِنْ دَسَّوْا  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَرَّتْ بِهِ حَنَازَةٌ فَقَامَ فَيَقِيلُ  
لَهُ إِنَّهَا حَنَازَةٌ يَهُودِيٌّ فَقَالَ  
أَلَيْسَتْ نَفْسًا

حضرت عبدالرحمن ابن ابی یلی سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ حضرت سہل ابن حنظل اور قلیس بن سعد  
سید قاعدین بنی نضیر کے دو بزرگ تھے کہ ان پر بنی نضیر  
گزارہ دو خون صاب کھڑے ہو گئے ان سے  
کہا گیا کہ یہ جنازہ زمیندار یعنی ذی لافز کا ہے  
نہی انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے  
ہو گئے زمین پر گیا کہ یہ تو یہودی کا  
جنازہ ہے۔ فرمایا اے یہ چنانچہ زمین  
پر گرا۔

(متفق علیہ)

(متفق علیہ)

اے آپ اکابر تابعین اور کوفہ کے تابعین کے طبقہ اول میں سے ہیں اور قریب معزز اور بزرگ شخصیت ہیں۔  
حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوالیوب انصاری، کو غیر صحابہ کے روایت کرتے ہیں۔  
یہ عبدالرحمن فرماتے ہیں۔ میں نے ایک سو ہیں صحابہ کرام کو پایا ہے جو سب کے سب انھار میں سے تھے۔ جب انھوں نے  
حارث فرماتے ہیں میں گمان نہیں کرتا کہ مرد توں نے اس بیباک کو کچھ جہاں۔ ان کا ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے  
زمانہ ولادت میں ہوئی جب کہ حضرت عمر کی خلافت کے چودہ سال بالی ہو گئے تھے۔ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے  
حدیث سننے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

عہد ضعیف (حا کی پیش)

۱۵۸۹ قادیسیہ (ق) کی بڑی کوفہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

کہ زمیندار ہے مگر لوگ فراموش ہیں کہ میں ماسان کی حقارت اور مذالت پر کما گیا ہے کیونکہ یہ لوگ زمین کے کام کاج کی رغبت اور اس کی کاشت و رکتے میں یاد اس بنا پر انہیں اہل زمین کما گیا ہے۔ مسلمانوں نے ان پر زمین میں خراج پر مقرر کر رکھا تھا۔

شہ یعنی کیا یہ ہمارے چیز نہیں ہے۔ اہل کی موت سے ڈرنا اور ہجرت گیر مہنا چاہیے۔

حضرت عبادہ ابن صامع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازہ کے ساتھ جاتے تو دہیٹھتے تھے حتیٰ کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی آپ کے سامنے ایک بیوی پادری آیا عرض کیا کہ اے محمد مجھ بھی ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو۔

۱۵۸۹ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِعِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتَّى تُوضَعَ فِي الْأَحَدِ فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ لَهُ إِنَّا هَلَكْنَا لَكُمُنْ يَا مُحَمَّدًا قَالَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوهُمْ.

ترمذی۔ ابوداؤد

(وَأَنَّ مَلَجَةً) (وَأَنَّ التَّوْمِيذِيَّ وَأَبُو دَاوُدَ)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اور بشیر بن سافع راوی قوی نہیں ہے۔

وَقَالَ التَّوْمِيذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ بِإِسْنَادِ بَشِيرِ بْنِ سَافِعٍ الرَّاهِطِيِّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

۱۵۹۰ اے ترمذی یہ حدیث آپ کو ہی ہلکی کہ بیٹھ جایا کریں وہ نہ آپ ہر اس کام میں اہل کتاب کی برافقت کو پسند کرتے تھے جس میں آپ کو ہی ہلکی ہلکی تھی تو ہم پر سے حکم کا نسخہ بن گیا۔

۱۵۹۱ بشیر بن ابی ہاشم امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور بشیر بن سافع جو اس حدیث کا راوی ہے، قوی نہیں ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا اس کے بعد پھر آپ بیٹھنے لگے اس

۱۵۹۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ





بِحَنَازَةٍ يَمْوُودِيٍّ قَتَامٍ -  
(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

ہر گھوڑے

(نسائی)

لے اس سے نہ اتنا چاہیے۔

۱۵۹۲ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یودی کا جنازہ دیکھ کر جو کھڑے ہوئے تھے اس وجہ سے کھڑے ہوئے تھے یودی کا جنازہ آپ کے سر مبارک سے بلند نہ ہو جائے۔ یہ حضرت امام حسن کے جنازہ کے یہ کھڑے چلے گئے ہونے کے حکم کے مندرجہ بر جانے کے بعد ہے پھر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام محمد کی امام حسن رضی اللہ عنہم سے ملاقات میں ہوئی۔

۱۵۹۲ وَهَنْ اَيُّ مُوسَى اَنْ  
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتَ بِحَنَازَةٍ  
يَمْوُودِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ  
اَوْ مُسْلِمٍ فَقُومُوا لَهَا فَلَسْتُمْ  
لَهَا تَقُومُونَ اِنَّهَا تَقُومُونَ لِرَبِّ  
مَعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ.

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیرے پاس سے یودی یا نصرانی یا مسلمان کا جنازہ گزرتے تو اس کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ کیونکہ تم اس کے یہ کھڑے نہیں ہو سکتے بلکہ تم ان ملائکہ کے یہ کھڑے ہوتے ہو جو اس جنازے کے ساتھ ہوتے ہیں۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(احمد)

۱۵۹۳ حدیث کی بعض روایات میں نَرَّتْ کلمہ آیا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک فقوموا لہا کے زیادہ مناسب ہے۔

۱۵۹۳ یہ ملائکہ یا ملائکہ رحمت ہوتے ہیں اگر میت مسلمان ہو یا ملائکہ عذاب ہوتے ہیں اگر میت کافر ہو تو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کے اسباب مختلف ہیں۔ کبھی تو آپ گھبراہٹ اور جنازہ سے عبرت کے طور پر کھڑے ہوتے تھے۔ کبھی ملائکہ کے کرام و حرمت کا خاطر جنازہ کے ساتھ ہوتے ہیں کبھی اس امر کا گواہت کے یہ کہ جنازہ آپ کے سر مبارک سے بلند نہ ہو جائے۔ کبھی آپ ان میں سے کسی بات کا اعتبار نہ کرتے حالات و مقامات کے اختلاف کے باعث اس بارے میں اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو وہ یہ ہے کہ آخر کار آپ نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا۔ ہر حال آپ کا جو فعل بھی پیلا تمامہ مندرجہ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۱۵۹۴ وَهَنْ مَالِكِ بْنِ هَبَيْرَةَ  
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ  
مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ  
ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ  
إِلَّا أُوجِبَ فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا  
اسْتَقْلَ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَاءَهُمْ  
ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ لِهَذَا التَّحْدِيثِ.  
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

کفراتے سننا۔ کوئی مسلمان نہیں جو مرتا ہے پھر اس  
پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ  
واجب ثابت کر دیتا ہے تو حضرت مالک نے یہ  
دستور بنالیا تھا کہ جب جنازہ پڑھنے والوں کی کمی  
محسوس کرتے تو اس حدیث کی بنا پر تین صفیں  
بناتے۔

(ابوداؤد)

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت مالک  
بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے اور  
نمازیوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو ان کے تین صفے  
بناتے پھر فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی  
اللہ تعالیٰ اس پر واجب و ثابت کر دیا  
اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ  
كَانَ مَالِكٌ بَنُ هُبَيْرَةَ إِذَا  
صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَتَقَالَ النَّاسُ  
عَلَيْهَا جَزَاءَهُمْ ثَلَاثَةٌ أَجْزَاءُ ثُمَّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ  
ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ أُوجِبَ وَتَرَوْنِي  
ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ.

۱۔ ہبیرہ عاکل پیش، ہاکی زب یا ساکن۔ آپ صحابی ہیں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے اسلامی افواج کے  
کمانڈر تھے مروان کے دور حکومت میں رحلت فرمائی رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یعنی اس نفل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت اور مغفرت واجب کر دی۔  
۳۔ جنازہ پڑھنے کے لیے موجود افراد تعداد میں کم پاتے تو انی آخرم۔

حضرت ابومہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا یہ ہے  
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ  
نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ اے اللہ تو ان کا  
رب ہے اور تو نے اسے پیدا کیا اور تو نے اسے  
دین اسلام کی ہدایت کی۔ اور تو ان کے  
پر مشیر اور ظالم اعمال کو بتر مانتا ہے۔

۱۵۹۵  
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اللَّهُمَّ  
أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَ  
أَنْتَ هَدَيْتَهَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَ  
أَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ

أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جَنَّاتُ  
شُفَعَاءَ فَأَغْفِرُ لَهُ

(ابوداؤد)

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ بعض کا اہل سنتی پہنچے میں کسی چیز کو پڑنے کا آنا ہے۔

۲۔ یعنی ہم رگ یہ خواہش رکھتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں کہ تواسے بخش دے۔

۳۹۶ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ  
قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ أَبِي هُرَيْرَةَ  
عَلَى صَبِيٍّ لَمْ يَفْعَلْ خَطِيئَةً  
قَطْرَ مَسْبِغَتِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ  
إِعْذَاهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی  
آفتاد میں ایک بچے کی نماز جنازہ پڑھی جس نے  
کوئی گناہ نہ کیا تھا میں نے آپ کو سنا کہ آپ یہ  
دعا پڑھتے تھے اے اللہ اے عذاب قبر سے پناہ  
میں رکھ۔

(رَوَاهُ مَالِكُ)

۳۹۷ وَعَنِ ابْنِ خَالِيٍّ تَعْلِيْقًا  
قَالَ يَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَى الْيَتَامَى  
فَاتَّخَذَ الْكِتَابَ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ  
اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَ قَرَدًا  
و دُخْرًا وَ أَجْرًا

ابن خاری سے یہ روایت تیسفامردی  
ہے۔ اور امام حسن بصری نے پر سرورہ فاتحہ پڑھتے تھے  
اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اے ہمارے لیے  
پیش رو بننا۔ اسے قسط در احد و آخر  
جائے

۱۔ کہہ ایک غیر مکلف بچہ تھا۔

۲۔ اسی حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر نما بالغ بچوں سے بھی سوال ہو سکتا ہے ورنہ بھی عذاب میں مبتلا  
ہوتے ہیں۔ علامہ کا مبالغہ بچوں کے سوال و جواب قبر میں اختلاف ہے مگر غیر مکلف کے لیے عذاب قبر نہ ملے شرع  
کے خلاف ہے۔ اس مسئلے کی تفہیمات باب ایمان بالقدر میں گزر چکی ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۳۔ کہ بطریق تعین ترجمہ باب یہاں۔

۴۔ مکلف موت کے منہ میں پہنچے جانے والا۔ فرط وہ شخص جو قافلے میں سے آگے جائے تاکہ گھوڑوں کے  
پینے چارہ۔ ڈول ری وغیرہ سامان تیار کرے۔ درکنوں وغیرہ پاک و صاف کرے۔ ذخیرہ مال کی پیشکش کن یعنی وہ  
مال تو ذخیرہ کیا جاتا ہے اور وقت ضرورت کے لیے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اجر یعنی اجرت و مزدوری۔

۳۹۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْلُ  
لَا يُصَلِّي عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا  
يُورَثُ حَتَّى يَسْتَبِيلَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا يُورَثُ.

اسے یعنی جب تک اس سے زندگی کا نشان ظاہر نہ ہو۔

۱۵۹۶ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ  
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ الْقَوْمُ الْإِمَامُ  
فَوْقَ شَيْءٍ وَالتَّاسُ خَلْفَهُ يَعْنِي  
أَسْفَلَ مِنْهُ.

رَوَاهُ النَّدَائُ قُطَيْبِيُّ فِي الْمَجْتَبَى

فِي كِتَابِ الْجَنَائِزِ.

اسے دارقطنی نے مجتبائی میں کتاب الجنائز  
کے احمد روایات کیا۔

اسے آپ مشہور صحابی ہیں بعض نے انہیں اصحاب بدر میں شمار کیا ہے مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ بدر کا جانب ان  
کا نسبت اس بنا پر ہے کہ ان کی سکونت بدر ہی تھی اس بنا پر نہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شامل تھے۔ واللہ اعلم۔  
اسے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اکیلا امام کسی بلند چیز پر کھڑا اور مقتدی اس کے  
پیچھے کسی پشت سے پر کھڑے ہوں یہ حکم تمام نمازوں کیلئے ہے صرف نماز جنازہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حدیث  
کے الفاظ بھی اس کے ساتھ خاص نہیں ہیں صرف نماز جنازہ کے ذکر کی مناسبت سے اس باب میں ذکر کیا گیا تھا۔  
اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ حدیث اسی باب میں وارد ہوئی ہے۔ ہر سیکہ کے لوگوں نے یہ  
عادت بنا رکھی ہو۔ نماز جنازہ اس طرح پڑھتے ہیں۔ قرآن نہیں ادا کرنے سے روکا گیا۔  
واللہ اعلم۔

# بَابُ دَفْنِ الْمَيِّتِ

## دفن میت کا باب

دفن بمعنی سترنا چاہیہ، ہے پھر اس کا استعمال زیادہ تر میت کو زمین میں چھپانے میں ہونے لگا۔ لفظ قبر بھی دفن کے معنی میں ہے۔ چوں کہ غالب استعمال اس جگہ پر ہونے لگا جہاں میت کو چھپاتے ہیں۔ قبر انسان کے دفن کرنے کے ساتھ نام سے۔ مقبرہ دیم کی زمرگان کے بعد مایم اور با کی زمر سے بھی آیا ہے، سب سے پہلا شخص جو زمین میں دفن ہوا عالمیں تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے مرنے والا انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ پھر قرآن و طرح کی ہوتی ہے ایک بعد دوسری شق و دفن جائز ہیں۔ مگر کھانا نقل اور سنت کے زیادہ مطابق ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان احادیث کی شرح میں آ رہا ہے۔

## فصل اول

## الفصل الأول

حضرت طاہر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس بیماری میں فرمایا جس میں آپ فوت ہوئے۔ میرے لئے کھانا اور دیر سے اوپر کچی اینٹیں کھڑی کرنا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي هَلَكَ فِيهِ لِحَدَّثَا لِي رَحْمَةً فَأَنْصَبُوا عَلَيَّ اللَّبَنَ نَضْبًا كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواه مسلم)

آپ شہرتا میں سے ہیں۔

۱۷۔ عدام کی زمرہ پیش دونوں طرح آیا ہے۔ بعد میں عداکن۔ لفظ میں اس کا معنی ہے ایک طرف جھکنا۔ شرع میں کھانا پھر کرکتیں میں یا جانب بدل کر کھانا کھوا جائے۔ حدیث میں وارد لفظ اَلْجُذْءُ جُزْءُ کی زیر حاد کی زمرہ اور جُزْءُ کا زمرہ در حاد کی زمرہ دونوں روایتیں ہیں۔

۱۸۔ حدیث میں لفظ لَبَن آیا ہے۔ لام کی زمرہ یا کی زمرہ پر وزن کُتِفَ اس کا واحد کُتِبَ بردن کلمہ ہے لَبَن لَبَن و با دونوں کی زمرہ سے بھی آیا ہے۔



لَهَا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصِيْقَةٌ حَمْرَاءُ.  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے قرمڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
مبارک میں سرخ رنگ کا کپڑا رکھا گیا ہے۔

(مسلم)

اس حدیث میں لفظ تطیفہ آیا ہے یعنی سرخ رنگ کا کپڑا یعنی سرخ دھاری دار۔ اسے خیمہ اور محل بھی کہتے ہیں۔  
یکمل شریف آپ کی قبر انور میں ڈالنے کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شقران (شین کی پیش وفات ساکن) حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم کے غلام نے صحابہ کرام کی اجازت اور رضا کے بغیر سے ڈالا تھا تاکہ آپ کے بعد اسے کوئی اور نہ پہنے۔ علماء  
نے میت کے نیچے کپڑا بچھانے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں تفسیع اور اسراف ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ کیونکہ آپ اپنی قبر انور میں نہ نماز اور حیات میں نہ نماز کا علم۔

۶۲ وَعَنِ سُفْيَانَ الثَّمَالِيِّ أَنَّهُ  
رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مُسْتَشْمًا.

حضرت سفیان الثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ بے شک انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قبر انور دیکھی کہ وہ کھان بدھ تھی۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(بخاری)

اس تمارہ تاکی نہ برابر و ثواب اکابر علماء میں سے ہیں۔ صحابہ کرام نے کیا گناہ میں سے کسی سے یہ طاقت نہیں کی۔  
اس کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ حضرت سفیان الثمالی نے کہا کہ میں اس کو جس میں داخل ہوا جس میں  
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک میں رہیں۔ سفیان کی قبر کی خدمت کی  
کمان کی شکل میں دیکھا۔ قبر میں سنت بھی یہ ہے کہ اوپر سے ان کی شکل کو ان کی قبر کی طرف ہر جہت سے انبار و تزیین ہو اس  
کے ثبوت میں وارد ہیں۔ پھر افضل یہ ہے کہ قبر انور کی بلندی ایک باشت کے برابر ہو تاکہ جس کے چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قبر انور کی بلندی ایک باشت کی مقدار ہے۔ قبر میں اس قدر بلندی کافی ہے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں اگر چہ سطح زمین پر قبر کا نشان مریخ بنا کر یا کسی اور چیز سے لکھ کر یا کسی اور طریقہ سے بھی  
بنادیتے ہیں تاکہ سنت کی رعایت بھی ہو جائے۔ امام شافعی کے نزدیک اور کائنات میں سطح و حرار نشان بنایا جائے۔ کتاب  
حاوی میں جبران کے مذہب میں بھی لکھی گئی ہے۔ کہا گیا ہے جو ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے اس کی شریعت میں مذکور ہے  
کہ سطح نشان اس لیے ادلی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر میں بنائی تھی۔ حضرت عاکم  
بن محمد سے منقول ہے کہ انہوں نے ان قبور متبرکہ کو سطح شکل میں دیکھا۔ اللہ شیخ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تابعین و صحابہ کی  
ایک جماعت سے نقل کیا کہ یہ قبریں کوہان ماتیں ہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۶۳ وَعَنْ أَبِي الْهَتَّاجِ الْأَسَدِيِّ  
قَالَ قَالَ لِي هَلْ أَرَى أَبْعَثُكَ  
عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا  
تَدْعَ تِمْنًا إِلَّا طَسَّعَهُ وَلَا  
قَبْرًا مُشْرُوكًا إِلَّا تَوَيْتَهُ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو الہتاج الاسدی سے روایت ہے فرماتے  
میں مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھے  
اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے کہ  
کوئی تصویر باقی نہ چھوڑے گراسے ٹاڑے اور نہ  
کوئی بلند قبر گراسے زمین سے ہموار کر دے۔

(مسلم)

۱۶۴ ابو الہتاج (صاکی زبر یا خدو) فرمیں (جیم) الاسدی یعنی قبلہ بنی اسد سے۔ آپ تابعی بزرگ اور صحیح الحدیث  
ہیں۔

۱۶۵ یہ نفل ثواب کا ترجمہ ہے طرح میں ہے کہ تراشی ہوئی موت کو شمال کہتے ہیں۔  
۱۶۶ مینا سے پست کر دے۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے اس قدر نزدیک ہو جائے کہ اس سے قدمے نمایاں اور  
ظاہر دکھائی دے یعنی ایک یا شب بلند ہو جیسا کہ مسنون ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ  
کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا  
کہ اس پر کوئی چیز تعمیر کی جائے اور اس پر بیٹھنے سے  
بجائز فرمایا۔ (مسلم)

۱۶۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ تَلَى رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ لَا يَحْطَبَ الْقَبْرَ وَأَنْ لَا يُبْنَى  
عَلَيْهِ وَأَنْ لَا يُقْعَدَ عَلَيْهِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۶۸ حلف طعن فرمایا ہے گھاس پر مٹی کی پانی کی جائے تاکہ ویران نہ ہو تو یہ درست اور جائز ہے۔  
۱۶۹ بعض نے کہا کہ حجر وغیرہ کی عمارت منع ہے۔ بعض نے کہا کہ اس پر خیمہ وغیرہ لگانا ممنوع و مکروہ ہے۔  
۱۷۰ کبر کو کبر پر بیٹھا عبرت گیری اور عزت مومن کے منافی ہے۔ بعض نے کہا قضاے حاجت کے لیے بیٹھنا  
منع ہے۔ بعض سب سے قبر پر سونا منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز  
پڑھو۔

۱۷۱ وَعَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوا عَلَى  
الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ مرثد (میت) کی زبیر راساکن شاکی زبیر غفری بنین اور زن کی زبیر آپ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔  
۲۔ اس بارے میں مفصل گفتگو باب الساجد و موانع الصلوة میں ہو چکی ہے۔

۱۶۱۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ لَأَنْ تَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَنَّتِهِ فَمُخْرِقٌ ثِيَابَهُ فَتَخْلَصَ إِلَى جُلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا اگ کے انگاسے پر بیٹھنا جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور وہ اگ اس کے جسم تک پہنچ جائے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ یہ حدیث کے سطر تفحص کا ترجمہ ہے تفحص غلوں سے بنا ہے۔ یعنی کسی چیز تک پہنچنا لام پریش ہے۔

## الفصل الثاني

## دوسری فصل

۱۶۱۲ عَنْ عُروَةَ بِنِ الرَّبِيعِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَلْبَسُ وَالْآخَرُ لَا يَلْبَسُ فَقَالُوا أَيُّهُمَا جَاءَ أَوَّلًا عَيْلَ عَمَلَهُ فَجَاءَ الَّذِي يَلْبَسُ فَلَحَدَ لِيَسْئَلُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّنْقِ)

حضرت عروہ بن الربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں دو آدمی آئے تھے۔ ایک لہڑ بٹا تھا دوسرا شریف تھا۔ انہوں نے کہا جو پہلے آئے وہاں پہلے لہڑ بٹا لے کر آیا اور لہڑ بٹا نے کہا کہ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ تم کو قبر تیار کر دے۔ (شرح مستدرک)

۱۔ یعنی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

۳۔ اس اختلاف کے بعد کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لہڑ بٹا کی جائے یا شریف۔

۴۔ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں۔ یہ حدیث اسی امر کی دلیل ہے کہ قبر (میت) جائز ہے اگر ناجائز ہو تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ یہ قبر کیوں تیار کرتے۔

۱۶۸ وَ هِن ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَ الشَّقُّ  
لِغَيْرِنَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
ہمدے سے اور شق دوسروں کے  
یہ ہے

ترمذی - ابو داؤد

نسائی - ابن ماجہ

امد احمد نے جریر بن عبد اللہ سے روایت کی۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ  
بْنُ مَاجَةَ وَ النَّسَائِيُّ وَ تَرَاوَاهُ  
أَحْمَدُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

۱۷۰ اس میں شک نہیں کہ لحد شق سے افضل نہ ہوگی بلکہ شق کردہ ہوگی۔ اور اگر دوسروں کے یہ ہے "سے یہود و نصاریٰ مثلاً مراد ہوں تو پھر  
ہوں تو اس صورت میں لحد شق سے افضل ہوگی۔ بہر صورت لحد واجب نہیں اور شق ممنوع نہیں۔ اگر ممنوع ہوتی حضرت  
بوسیدہ اسے تیار نہ کیا کرتے ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابوجبیدہ کا شق قبر بنانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے یا آپ کا  
سے درست تسلیم کرنے کی بنا پر ہوگا۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر اتفاق کرنا کہ جو صاحب پستے آئے وہ اپنی طرز کی قبر بنائے  
جی اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں قسم کی قبر بنانا جائز و درست ہے۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ "لحد ہمارے یہ ہے"  
اپنی پسند کا بیان ہے۔ مست کا بیان نہیں۔ یعنی ہم لحد پسند کرتے ہیں۔ اور دوسرے شق جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بعض نے  
ہاں کہ "دوسروں کے یہ ہے" غیر اہل مدینہ مراد میں کیونکہ مدینہ منورہ کی زمین محنت و مضبوطی اور لحد کھودنے کے قابل ہے  
ان حالات دوسرے علاقوں کے اندر جی نے کہا کہ یہ حدیث ان اخبار میں سے ہے جن میں آئندہ ہونے والے واقعات  
کا خبر ہو گئی ہے۔ منجانب سے بدو لگ شق قبر بنایا کریں گے تو یہ آپ کے معجزات میں سے ہے۔

۱۷۱ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ يَوْمَ أُحُدٍ اُحْدُوا اُحْدُوا  
اَوْ سِعُوا وَ اُطِيعُوا وَ اُحْسِنُوا  
وَ اَدِينُوا اِلَى هَٰؤُلَاءِ وَ الثَّلَاثَةُ  
فِي قَبْرِ وَاسِعٍ وَ فَاكُمُوا اَكْثَرَهُمْ  
قُرْآنًا. تَرَاوَاهُ

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا  
قبر میں کھودا، انہیں کشادہ اور گہری بناؤ۔ امد ایچ  
بناؤ۔ امد دو آمد تین آدمی ایک قبر میں دفن کرو۔  
اور جو قرآن زیادہ جانتا تھا اسے قبر میں پستے  
اتارو۔

ۛ

(۱ احمد - ترمذی)

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ

أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ  
إِلَى قَوْلِهِمْ وَ أَحْصِيئُوا

ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے لفظ احصیئوا  
تک روایت کیا۔

۱۔ حضرت ہشام اور ان کے باپ عامر دونوں کو حضور کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی حدیث بصریوں میں شہور  
ہے۔ ان سے حضرت حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔  
۲۔ جب کہ صحابہ کرام کا ایک جماعت شہید ہو گئی۔

۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر گہری کرنا سنت ہے کہ اس میں میت کے خزانے سے حفاظت ہے۔ امام محمد  
رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر کی گہرائی درمیانے قد کے آدمی کے سینے کے اوپر کے حصے تک ہونی چاہیے۔ اگر اس سے  
بھی گہری کریں تو افضل ہے۔ مادہ اگر آدمی کے قد کے برابر گہری کریں تو بہت بہتر ہے جیسا کہ کتاب مطالب المؤمنین  
میں محیط سے نقل کیا۔

۴۔ یعنی اسے اچھی طرح ہموار کرو اور خش و فاشاک سے خوب صاف ستھری کر دو۔ بعض نے کہا اس میں سے مراد  
یہ ہے کہ میت کو نہلانے و صلاتے میں نرمی اور شفقت کرو۔ نیز تمیز و تکفین اسے اٹھانے اور قبر میں اتارنے میں لپٹکا  
امتیاط سے کام لو۔ جیسا کہ شیخ کی شرح (فتح الباری میں ہے)

۵۔ یہ ضرورت اور مجبوری کے تحت ہے۔ بلا ضرورت درست نہیں۔

۱۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ  
يَوْمُ أُحُدٍ جَاءَتْ عَنِّي بَابِي  
لِتَدْفِنَهُ فِي مَقَابِرِنَا فَنَادَى  
مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلَى إِلَى  
مَضَاجِعِهِمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
جب یوم بدر پہنچا تو میرے دروازے پر آیا کہ  
آپ کو دفن کرنے کے لیے آگے لے جائیں گے۔  
تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجر سے اکبر  
کامیاب ہونے پر ہے۔ (ابن ماجہ) کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
ان کا جھولنے کا طرف سے لے لیا۔ (ابن ماجہ)  
(اصحہ ترمذی) (ابوداؤد ابن ماجہ)  
(اصحہ ترمذی) (ابوداؤد ابن ماجہ)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ  
أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ  
وَ لَفْظُهُ لِلتَّزْمِينِ)

۱۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مردہ جس جگہ مرا ہو وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے۔ حضرت جابر  
اور ان کے باپ کے قصے سے خصوصاً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تو اسے اپنی جگہ  
واپس لایا جائے۔ مگر یہ کہ حضرت جابر کی پھوپھی کا حضرت جابر کے باپ کو دوسری جگہ لانے سے لانے کا ارادہ مراد ہو۔

لیکن صحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس موقع کے چھ ماہ بعد اپنے باپ کو جنت البقیع میں لائے اور وہاں دفن کیا۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کما ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے بے ضرورت جائز نہیں۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہے۔ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے لکھا کہ اگر میت کو دفن سے پہلے اور اس پر ایٹھیں درست کرنے سے پہلے منتقل کریں تو کوئی حرج نہیں۔ جب کہ ایک دو میل کی مسافت پر بے جانا مطلوب ہو کیونکہ عموماً قبرستان بستے نامیے پر واقع ہوتے ہیں۔ متنب یہ ہے کہ ہر شہر کے قبرستان اعلیٰ دفن ایما جائے جمال وہ محل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی زیارت کو گئیں اور وہ کہ منظر سے ایک منزل کے فاصلے پر رہے تھے۔ پھر وہاں سے انہیں منتقل کر کے کہ لایا گیا تھا، تو فرمایا اگر تیری موت کے وقت میں تیرے پاس موجود ہوتی تو مجھے اس جگہ سے منتقل نہ کرتی بلکہ جس جگہ تو مرا تھا وہیں مجھے دفن کرتی اور دفن کرنے اور اس پر بٹھی بلور کرنے کے بعد منتقل کرنا درست نہیں ہے۔ کہ قبر کا کھیرنا اگر یہ تھوڑے

یا زیادہ وقت کے بعد ہوتا جائز ہے، مگر کسی مجبوری اور عذر کے تحت اور عذر یہ ہے دفن کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ میت کو نصب شدہ زمین میں دفن کیا گیا ہے۔ یا اس زمین کو شفع کرنے والا سے جائے گا اور بہت سے صحابہ کرام حویٰ زمین میں دفن کیے گئے۔ وہاں سے انہیں منتقل کر کے دوسری جگہ نہ لایا گیا۔ اور اگر مالک زمین، زمین کو ہموار کر کے اس میں کھیتی باڑی کرنا چاہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے کیونکہ مردہ کا حق زمین کے اندر ہے ظاہر سطح زمین سے اس کا حق متعلق نہیں۔ عذر وہاں سے ایک عذر یہ بھی ہے کہ حد میں کسی کا مال یا کپڑا گر گیا ہو اور اسے نکالنا مقصود ہو۔ یہ صحیح ابن الہمام رحمہ اللہ نے لکھا کہ تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ایک عورت کا بچہ کسی دوسرے خرمیٰ دفن کیا گیا ہو اور وہ صحت ال کے دفن کے وقت وہاں موجود نہ ہو پھر عورت آگاہ ہونے پر بے صبری کرنے کے بعد چاہے کہ وہاں سے منتقل کر کے نکالے لیا کہنے کی اجازت نہیں۔ لہذا بعض مشائخ کا اسے جائز قرار دینا غیر مقبول ہے۔ اگر کوئی میت بے محل یا بلا عذر جنازہ دفن کر دیا گیا تو اب سے قبر سے نکالنا جائز نہیں اور جہاں مرا ہو وہاں مکان میں دفن کر دیا جائے کیونکہ جہاں صحت واقع ہوئی ہو وہاں ہی دفن کرنا انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ جمیعین کا عام مسلک ہے۔ عورت کے دفن کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے جس گھر میں مرا ہے وہاں دفن نہ کرنا چاہیے اور اگر وہاں دفن کرنا چاہیے تو قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ مگر ضرورت کے تحت ابن الہمام کا کلام ختم ہوا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرما۔  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں سر کی  
طرف سے داخل کیا گیا ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ.



(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(شافعی)

اس حدیث میں لفظ سَلَّ آیا ہے۔ لغت میں اس کا معنی ہے کسی چیز کو نرمی سے کھینچنا اور باہر نکالنا جیسے تھوار اور چھری وغیرہ کو نیام سے باہر نکالنا میت کو سر کی طرف سے کھینچنے کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ قبر کی پائوں والی جانب رکھا جائے پھر اس کے سر کی جانب سے قبر میں لایا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ احناف کے نزدیک جنازہ قبر کی دائیں جانب رکھا جائے۔ چنانچہ میت کے پائوں قبر کے پائوں کی طرف ہوں اور میت کا سر قبر کے سر کی جانب اور میت کو اس طرح اٹھا کر قبر میں رکھا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرنے کو قبر میں اسی طرح رکھتے تھے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف میں اس قدر سرعت و کشادگی نہ تھی کہ قبلہ کی جانب سے آپ کو قبر میں اتارا جاتا۔ کیونکہ آپ کی قبر شریف دیوار کے بالکل ساتھ ہے۔

۱۶۱۲ وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَأَسْرَجَ لَهُ بَسْرَاجٍ فَأَسْفَدَ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ رَوَّاهَا تَلَاءً لِلْقَوَّانِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي شَرْحِ الشُّنَّةِ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں رات کو داخل ہوئے اور آپ کے پیچھے چراغ جلا گیا تو آپ نے میت کو جانب قبلہ کی طرف سے پڑا اور آپ نے کہا اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے یہ شکستہ لہجہ خوف سے بہت انداز میں کرنے والا تھا اور میت پر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے رحمت کی بات

اسے امام ترمذی نے یہاں فرمایا کہ اس باب میں حضرت عاصم اور حضرت زید بن ثابت جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اسے احادیث آئی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حدیث صحیح ہے۔ یہ حدیث صحیح معلوم ہوتا ہے کہ رات کی وقت دفن کرنا جائز و درست ہے۔ بعض نے رات کے وقت دفن کرنے کو کفر کہا ہے۔

۱۶۱۳ وَعَنْ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُدْخِلَ النَّبِيتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ بِاللَّهِ وَ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ وَفِي رِوَايَةٍ عَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا تو یہ تکبیر کی کہ ہم اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے ہیں اللہ باللہ و علی مِلَّةِ رسول اللہ اور ایک روایت میں ہے علی سُنَّةِ رسول اللہ

✽

✽

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)  
اور ابو داؤد نے دوسری روایت  
کی

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ  
ابْنُ مَاجَةَ وَ مَرْوَى أَبُو دَاوُدَ  
الثَّانِيَةَ)

اسے لفظاً و معنی میں صحیح و معروف دونوں طرح میں لکھا ہے۔

ظہر یعنی ان محدثین نے تو یہ حدیث الہ و الفاظ کے ساتھ روایت کی۔ اور ابو داؤد نے صرف وہی سنی رسول اللہ  
کے الفاظ سے یہ حدیث روایت کی۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے خباپ سے ہر سال روایت کرتے  
ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں  
دست مبارک سے تین پلٹے مٹی کیے اور بیچک آپ  
نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی  
قبر مبارک پر پانی چھڑکا۔ اور اس پر کھڑکیاں رکھیں۔  
اسے شرح سنن میں روایت کیا۔  
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اسے لفظ  
رش سے روایت کیا ہے

۱۶۱۲ وَ هُنَّ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ  
عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفَّنَا عَلَى التُّبَى  
ثَلَاثَ حَتَايَاتٍ بِمِثْلِهِ جَبَّيْنًا  
أَنَّهُ دَفَّنَ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ  
إِبْرَاهِيمَ وَ دَفَعَ عَلَيْهِ حَصْبًا  
(رَوَاهُ فِي شَوَاهِدِ الشُّعْبَةِ وَ مَرْوَى  
الْعَاصِمِيُّ مِنْ قَوِيهِ وَ مَرْوَى  
اسے یعنی حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے۔

اس حدیث میں لفظ شافعی آیات۔ یہ حشرے شتن ہے۔ یعنی کسی کے چہرہ پر خاک ڈالنا۔ شافعی بروزن رضی یعنی  
دونوں ہاتھ سے کیا گی کسی چیز کو اٹھانا۔

اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اسے حضرت شافعی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے لفظ رش کی قبر پر ہر ما آخر ہے اور حدیث کا ادل حصہ کہ حشری کا لیت  
ہے تا آخر امام شافعی کی روایت میں نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چونا گج کرنے  
ان پر کچھ رکھنے اور ان پر کچھ تعمیر کرنے اور انہیں  
پالنے کرنے سے منع فرمایا۔ (مقتلہ) (مقتلہ) (مقتلہ)  
یہاں سے روایت کیا ہے

۱۶۱۳ وَ هُنَّ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ  
عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفَّنَا عَلَى التُّبَى  
ثَلَاثَ حَتَايَاتٍ بِمِثْلِهِ جَبَّيْنًا  
أَنَّهُ دَفَّنَ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ  
إِبْرَاهِيمَ وَ دَفَعَ عَلَيْهِ حَصْبًا  
(رَوَاهُ فِي شَوَاهِدِ الشُّعْبَةِ وَ مَرْوَى  
الْعَاصِمِيُّ مِنْ قَوِيهِ وَ مَرْوَى

۱۷ کیونکہ اس میں تکلف اور تلاش ہے (جس کی ضرورت نہیں) اور امام حسن عسکری حفظہ علی کی پہلی جہاں قرار دیا  
امام شافعی رحمہ اللہ نے کما مٹی سے پائی مستحب ہے۔ نہ قادیانی غانیہ میں کما مٹی کی پہلی میں کوئی حرج نہیں مگر امام کرخی کی خلاف  
خلاف ہیں۔ جیسا کہ کتاب مطالب المؤمنین میں ہے۔

۱۸ یعنی خدا و رسول پاک کا اہم گرامی رتا کہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے نہائے اس کی پکڑ لی جہاں بل پشیا ب نہ  
کردے۔ بھلا نہ یہ بھی کہا ہے ہر پیر پر تحریر شدہ تختیاں کھڑی کرنا کوہ ہے۔ کیونکہ یہ بے فائدہ فعل ہے۔ مگر جب کوئی  
غرض صحیح تعلق ہو تو پیر جائز و روا ہے۔

۱۹ اور یہ بھی مستحب ہے کہ قبروں میں ننگے پاؤں آئیں۔ جیسا کہ کتاب شریعت الاسلام میں ہے۔

۲۰ وَ عَنْهُ قَالَ رُشَّ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الَّذِي رُشَّ الْمَاءِ عَلَى قَبْرِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ بِقَرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ حَتَّى اتَّهَى إِلَى رِجْلَيْهِ (رواہ البیہقی فی ذلایل النبوة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے۔ فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پانی  
چھڑکا گیا اور صاحب نے آپ کی قبر پر پانی پاشا  
وہ حضرت بلال بن رباح تھے۔ آپ نے ایک مشک سے  
پانی چھڑک کر آپ کے سر مبارک کی طرف سے ٹرس لیا  
یہاں تک کہ چھڑکتے چھڑکتے آپ کے پاؤں تک پہنچ  
پہنچ گئے۔ اسے بیہقی نے ذلایل النبوۃ میں روایت  
کیا۔

۲۱ رباح را کی زبر سے۔

۲۲ وَ عَنْ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي قَدَاحَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَائِزِهِمْ فَذَفِنَ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمَلَهَا فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ وَ حَسَرَهُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي

حضرت مطلب بن الحجاج رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے۔  
فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ  
کا جنازہ نکالا گیا تو ان کے ساتھ ایک شخص تھا جس کا  
ترجمہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ایک شخص کو کہہ دیا گیا  
پتھر اٹھا کر لائے۔ وہ اس شخص کو لٹکا کر اس کے سر پر رکھا  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو اٹھانے کے کوشش کر رہے تھے  
اور اپنے ہاتھوں سے اس میں اوپر چڑھائیں یہ حضرت  
مطلب فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اس فعل کی لمحہ خبر دی تھی اس نے دیا تھا گریا

أَنْظُرْ إِلَى بَيَاضِ ذِي تَاجٍ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَعَلَى حَسْرَتِهِمَا ثُمَّ حَمَلَهَا  
فَوَضَعَهَا عِنْدَ نَاسِيهِ وَقَالَ  
أَعْلِمُوا بِهَا قَبْرَ أَخِي وَ  
أَخْبِرُوا آلِيَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ  
أَهْلِي.

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مبارک کی  
سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ جب کہ آپ نے اپنی آستین اور  
چٹھائی پر آپ نے وہ چھڑایا اور اسے ان کے سر  
کے قریب رکھ دیا اور فرمایا میں اس کے ساتھ اپنے  
بھائی کی قبر کا نشان قائم کرتا ہوں۔ اور میں  
اس کے پاس دفن کروں گا اپنے اہل میں سے  
جو وقت ہوگا۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۔ دو واقعہ واد کی زبرد آپ صحابی میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ یہ حدیث آپ ایک دوسرے صحابی سے روایت  
کرتے ہیں کیونکہ خود آپ اس وقت موجود نہ تھے۔

۲۔ مظلوم غلام کے ساتھ آپ مداجرین میں سے پہلے شخص ہیں جو مدینہ منورہ آکر فوت ہوئے اور آپ کا جنازہ باہر  
جنت البقیع کی طرف طایا گیا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

۳۔ اسے دفن دست مبارک باہر نکالے۔ خسر طاووسین سے معنی برہنہ کرنا۔

۴۔ معنی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر انور کا۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مروان بن  
الحکم نے وہ چھڑا کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر رکھ دیا۔

۵۔ چنانچہ ان کے بعد سب سے پہلے جو صاحب ان کی قبر کے ساتھ دفن کیے گئے وہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور جب حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ہمارے اپنے سلف (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جا کر مل جائے۔

حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے فرماتے ہیں میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوا اور عرض کیا اے عیسیٰ ماں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی قبر انور اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر

سے پردہ ہٹائیں اور میرے لیے ان کا دروازہ

کھولیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین قبعوں

کے آگے سے پردہ ہٹایا جو تین تین کے ساتھ

۱۶۱۸ وَقَيْنِ الْقَائِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ

قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ

فَقُلْتُ يَا أُمَّاهُ اكْشِفِي لِي

مَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبِيهِ

فَكَشَفَتْ عَنِّي ثَلَاثَ قُبُورٍ لَا

مُشْرَفَةٍ وَلَا لَاطِيَةٍ مَطْبُوعَةٍ

بِبَطْحَاءِ الْعَرَصَةِ الْحَمْدَاءِ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۔ یعنی حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم آپ اکابر تابعین افاضل زمانہ اور مدینہ منورہ کے سات مشور و فہلہ کرام میں سے تھے۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما یہ تینوں قبور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تھیں جب تک ان قبور مطہرہ منورہ تک پہنچنے کا راستہ موجود تھا ان کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا جب زائرین ان کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتے تھے تو پردہ اٹھا دیا جاتا اور لوگ اندر آکر زیارت کرتے۔

۳۔ علماء فرماتے ہیں ان کی بندی ایک بالشت تھی۔

۴۔ بطحا کثادہ نلے کہتے ہیں جس میں چھٹی چھٹی کنکریاں ہوں۔ یہاں بطحائے کنکریاں مراد ہیں۔

۵۔ دراصل حرابی تھے جن کو کہتے ہیں اور ہر کثادہ جگہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کے بعد مفید مطہر کے طواف میں واقع ایک محفوس جگہ کے لیے یہ زیادہ تر استعمال ہونے لگا۔

۱۶۱۹ وَقَيْنَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ

قَالَ سَمِعْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ

فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَقَدْ يَلْحَنُ

بَعْدَ فُجُوسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ

وَجَلَسْنَا مَعَهُ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالشَّيْخَانُ وَابْنُ

مَاجَةَ وَتَرَادَ فِي أَحْيَوِهِ كَانَ

عَلَى رُؤُوسِنَا الْهَلِيزَ)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ایک انصاری کے جنازہ کے لیے گئے، جب قبر تک پہنچے تو

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر تیار ہو کر قبر تک پہنچے اور

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر قبر تک پہنچے اور

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر قبر تک پہنچے اور

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر قبر تک پہنچے اور

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر قبر تک پہنچے اور

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر قبر تک پہنچے اور

۱۶۲۰  
عَالِمَةً اَنْ نَسُوْلَ اللّٰهَ فَطَلَّ  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسُوْهُ  
عَظْمَ النَّمِيْتِ كَكْسُوْهِ حَيًّا.  
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُو دَاوُدَ وَ  
ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ  
بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت  
کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی  
توڑنا۔ (مالک، ابوداؤد)  
(ابن ماجہ)

۱۵ حضرت ابن عبدالبر نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام باتوں سے مردے کو بھی تکلیف پہنچتی ہے جن سے  
زندہ کو تکلیف دازیت پہنچتی ہے۔ اس بات کو کہ امر لازم ہے کہ مردے کو بھی ان تمام باتوں سے لذت محسوس ہوگئی ہے جن سے  
زندہ انسان لذت پذیر ہوتا ہے۔ ابن عبدالبر کا کلام ختم ہوا۔

## الفصل الثالث

## تیسری فصل

۱۶۲۱  
عَنْ اَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا  
بَيْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَسُولُ اللّٰهِ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ  
عَلَى الْقَعْرِ قَرَأَتْ عَيْنِيْ تِلْكَ  
فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ  
يَقَامُ اللَّيْلَةَ فَقَامَ ثَوْبُ صَاحِبَةٍ  
أَنَا قَالَ فَكُنْتُ فِي قَبْرِهَا فَذَن  
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
ہم رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی  
تدفین کے وقت موجود تھے و درانحالیکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے میں نے  
دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جو  
آج رات اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ حضرت ابو طلحہ  
نے عرض کیا میں (یا رسول اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا انس پر فرمایا تو اس کی قبر میں اتر  
آپ کی قبر میں اتر گئے۔ (بخاری)

۱۶ یہ حضرت ام کلثوم تھیں۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۱۷ اس نے اس رات گناہ نہ کیا تھا۔ میں نے آج کی رات اپنی بیوی سے جماع نہ کیا۔ منظر آفتاب و ستارہ  
پہلے نکلتا ہے۔ دو دنوں میں ہیں۔ اور یہاں دونوں منزل پر چل گیا ہے۔ محمدین فرماتے ہیں دو شکر معنی زیادہ بستر  
اور رات ہے۔ محمدین نے کہا ہے کہ اس حدیث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکیوں میں سے کسی کو طلب کیا۔  
اور اس سے جماع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمانے میں اشارۃ حضرت عثمان کو قبر میں اترنے سے منع فرما دیا۔



اور آپ کے اس فعل کو ناپسمد جانا۔ مہرین کلام نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے ایسا کیا اور آپ کا غدر یہ تھا کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیاری طوالت اختیار کر چکی تھی حضرت عثمان کا یہ گمان نہ تھا کہ وہ اس رات میں فوت ہو جائیں گی۔ تب سے پس ہو کر آپ نے نوٹری سے جماع کر لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تو حضرت ابو طلحہ نے عرض کیا۔ انا۔

۳۵ حضرت ابو طلحہ انصاری جو حضرت انس کی والدہ کے غار مند تھے۔ نے عرض کیا میں وہ شخص ہوں جس نے آج کی رات بروی سے جماع نہیں کیا۔

۳۶ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ اس حدیث سے یہ اشکال ماحترز نہ کیا جائے کہ اس کام کے لیے غارند اور ذی رحم رشتہ دار غیر رشتہ دار نیک لوگوں سے بستر میں کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمان کے لیے قبر میں اترنے سے کوئی امر مانع ہو۔ امام فردی نے ایسا ہی کہا ہے۔ اور فرمایا کہ اس حدیث سے یہ ماحترز ہوتا ہے کہ جسے بروی سے جماع کیے کافی وقت گزر چکا ہو وہ اس کام کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اسے خوب سمجھو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
آپ سنا پٹے بیٹے سے فرمایا جب کہ آپ پر سکران  
مست ملائی ہو چکی تھی، جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے  
ساتھ کوئی شخص کرے مالی و باطنی امور میرے ساتھ  
اگہ ہاتھ لادے جب مجھے دفن کر چکو تو میرے اوپر  
مٹی چھڑک دو پھر میری قبر کے اوپر عاتقی و دیگر کلمے  
رہو یعنی وہ عاتق نہ کرے اور اسے قسم کرے میں  
مرف ہوتا ہوں۔ تاکہ میں تم سے کون مامی نہ ہوں۔ اور  
یہاں لوں کہ خلاقاے کے فرستادہ فرشتوں کا کیا  
جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

۶۲۲ وَ هُوَ عَمْرٍاءُ بْنُ الْعَاصِ قَالَ  
كَابُنِي وَ هُوَ فِي سَيْتِاقِ الْعَمُوتِ  
إِذَا أَنَا مِثْ قَلْبٍ تَصَحَّفَتْ  
نَائِحَةٌ وَ لَا تَأْمُرُ فَإِذَا دَهَنُومُوتُ  
فَشَتُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَتًّا شَدًّا  
أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِی قَدَرُ مَا  
يُنْخَرُ وَ يُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَقًّا  
أَسْتَأْنِسُ بِكُمْ وَ أَعْلَمَ مَاذَا  
أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّی  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۳۷ آپ مشورہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ

۳۸ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ میت کے ساتھ آگ لے کر جاتے تھے تاکہ مشک وغیرہ جلا گئے کے ہام آسکے۔

۳۹ یعنی مجھ پر تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا اس میں اس جانبہ شاردہ ہے کہ میت ہر ایسی چیز سے درود وغیرہ محو کرے۔  
۴۰ بے غمخوشی کی بیش نون مشو اور شوق شین اور نون شہ کے ساتھ یعنی پانی چھڑکنا۔ یہاں مٹی چھڑکنے کے لیے

استعمال ہوا ہے۔

کہ مدینہ کے عرب انھوں نے قطر چند (جیم کی لہر) آیا ہے یعنی اونٹ فسخ کرنا۔

۵۵ اس میں فقط استانس ہے جو انس سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کے سکون اور آرام پانا۔

۵۶ جو قبر میں کاتے اور رسالہ دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے  
 سنا جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے روک  
 نہ رکھو بلکہ اسے قبر کی طرف بڑھو بے جاؤ اور اس کے  
 سر کی جانب سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کی  
 پانچویں کی جانب سورۃ بقرہ کی آخری آیت پڑھی  
 جائیں۔

اسے یحییٰ نے شب الایمان میں روایت کیا اور  
 کہا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر پر  
 موقوف ہے۔ (اور ان کا قول ہے)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ  
 قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا مَاتَ  
 أَحَدُكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُ وَاسْتَوْعُوا  
 بِهِ عَلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَهُ  
 رَأْسُهُ فَإِنَّهُ الْبَقَرَةُ وَهَذَا  
 بِحَاجَتِهِ بِخَاتَمَةِ الْبَقَرَةِ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ  
 وَقَالَ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ  
 مَوْقُوفٌ عَلَيْهِ.

۱۷ یعنی اول حدیث سے ہم انھوں تک۔

۱۸ یعنی آجیہ الرسل سے تا آخر حدیث بقرہ اور انہوں میں سورۃ فاتحہ معہ زین (سورۃ قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ  
 برب الناس) اور سورۃ قل صوالہ اور پڑھنے اور اہل قبور کے لیے ثواب گمانے کا ذکر آیا ہے۔ میت کے لیے قرآن کا  
 ثواب گمانے اس لیے ثواب پہنچنے میں علامہ کا اختلاف ہے۔ قول صحیح یہ ہے کہ ثواب پہنچتا ہے۔ شیخ عبداللہ یاضی رحمۃ اللہ  
 نے رد المحتار میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم نے دنیا میں  
 یہ فرمایا تھا کہ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر اس عالم بزرخ میں اس فتویٰ کے خلاف سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ کہ  
 میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے۔ بیضا کہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ عنہ  
 نے ذکر کیا۔

۱۹ یعنی بھرتی مرفوع حدیث روایت کی۔

حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 ہیں۔ جب حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

وَحِينَ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ قَالَ  
 لَقَا تُوْفِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ

بِالْحَبَشِيِّ وَهُوَ مُؤَصِّفٌ فَحِيلَ إِلَى  
مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ  
قَالَتْ أَنْتَ قَبْرُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ.

وَكُنَّا كُنَّا مَا فِي هَذِهِ

حَبَشَةٍ مِنْ الدَّهْرِ حَقٌّ

قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا فَلَمَّا

تَفَدَّعَا كَانِي وَ مَا لِكَا

يَطُولُ اجْتِمَاعُ لَمْ

يَبْتَ لَيْلَةً مَعَا

ثُمَّ قَالَتْ وَاللَّهِ لَوْ حَضَرْتُكَ

مَا دُفِنْتُ إِلَّا حَيْثُ هُنَّ

وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا رُزْتُكَ.

(رَوَاهُ التَّوْمِيذِيُّ)

عجشی (ایم جگہ) ہے اس وقت ہوتے اعلان کا جائزہ وہاں  
سے تھا کہ تشریف لایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا جب حضور عائشہ  
نے انہیں تشریف لائیں تو حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی  
اللہ عنہما کی قبر پر بھی آئیں۔ تو کہا ہے

ہم دونوں عرصہ دراز تک بڑی شہ کے درمیان

کی طرح رہے حتیٰ کہ کہا جانے لگا یہ دونوں

بزرگ جہان ہوں گے پھر جب ہم میں بدلی واقع

ہو گئی تو اس کے بعد جو وہ ہم عرصہ دراز تک اٹھے

رہے، ایسا محسوس ہوا کہ ہم نے کبھی ایک دوسرے

بھی اٹھے نہیں بسر کی۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اٹھ کر تم

اگر تیری موت کے وقت میں تیرے پاس ہوں تو تو

وہیں دفن ہوتا جہاں فوت ہوا تھا وہاں کوئی برکت

موت تیرے پاس موجود ہوتی تو ایسا تیرا دیدار ہو

و آئی ہے۔ (عزیزی)

۱۱۔ مکیگہ یم کی پیش، لام کی زب یا ساکن آپ شہرہ الامین سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے عہد  
میں کہ معظمہ کے تاحی تھے۔

۱۲۔ حبشی ماک پیش، با ساکن بعد میں شین بن نفلون حلالہ۔ انہیں یا مشدود کہ معظمہ کے قریب ایک حبشی جگہ  
بعض نے کہا کہ یہ جگہ مکر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔

۱۳۔ یعنی جنت الاعلیٰ میں۔

۱۴۔ یعنی کہ معظمہ میں حج کے لیے تشریف لائیں۔ تو حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی دیوار کے  
بھی تشریف لے گئیں۔ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ حضرت ام رومان ہیں۔

۱۵۔ اور نعیم بن زبیر کے دو شر پڑھے جہاں نے اپنے بھائی ملک بن زبیر کے مرثیہ میں پڑھے تھے۔ جبکہ  
اسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فلاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دامن میں قفل کیا تھا۔ یونہی اس نے  
بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

۱۔ جہنم کا زبر فال نقطہ مالکی کی زیر (جیسا کہ پڑھنے جانے والے نسخوں میں اس کی تصحیح کی گئی ہے) اور جہنم (جیم کی پیش فال کا زبر سے بھی پڑھا گیا ہے) چنانچہ لعنت کی کتاب صحاح میں کیا جہنم سوان کے ایک بادشاہ کا نام تھا جس نے جہنم کو بھی اپنے قلم میں شامل کر لیا تھا۔ اس بادشاہ کے در ساتھی تھے۔ ایک کا نام ایک دوسرے کا قتل یہ دونوں مسلسل پالیس برس ایک دوسرے کے ساتھی اور بادشاہ کے ہمیشہ رہے۔ اور ان دونوں کو نعمان نے قتل کیا تھا ان کے قتل کا قصہ عجیب و غریب ہے جو کہ مقامات حریری کی شرح میں مذکور ہے۔ حجتہ (مالکی زیر قاف ساکن) بمعنی بیت دلاز مالکی پیش سے یعنی اتنی سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے لفظ دہر بھی آتا ہے۔ لعنت کی کتاب مزاح میں کہا جہنم مالکی زیر سے بمعنی سالہا حال۔ اور حقیقت و حقیقت بمعنی اتنی یا اس سے بھی زیادہ سال کا عرصہ عیا کہ خدائے تعالیٰ کے قول مبارک اَلَمْ نَعْنِيْ قَتْلًا وَ قَتْلًا نَحْنُ نَحْنُ اَحْقَابًا میں ہے تو شکر کرتا ہے ہم دونوں جہنم کے دو ساتھیوں کی طرح تھے جو مدت و راز تک ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ یہاں تک کہ کہا گیا کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو گریاں اور مالک عرصہ دراز تک کٹھے رہنے کے بعد اس طرح ہو گئے کہ ایک ساتھی اٹھنے نہیں رہے۔ شریک (الحق) کا لام بمعنی بعد یا مع ہے یہ دو شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پڑھے۔

عاشق کبر محو جائے مرث سے مرث کو دوسری جگہ منتقل نہ کرنا سنت اور انقل ہے۔

۲۔ کیونکہ زیارت قبر کوئی لازم و ضروری کام نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات صحت گزارنے والی عورتوں کی طرح ہیں جن کے یہ گھروں میں ہی رہنا لازم و ضروری ہوتا ہے۔ سوائے ضروری کام مانند حج و غیرہ باہر نکلنا جائز و درست نہیں۔ نیز ظاہر حدیث عورتوں کے قبر کی زیارت کو جانے کی ممانعت میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات ممانعت کی حدیث کا تاویل کرتے اور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ لیکن کچھ تیری جائے صحت سے دوسری جگہ دفن کے لیے لے جانا میرے نزدیک کر وہ ہے جو چہرہ میں تیری مرث کے وقت تجھ سے ملاقات نہ کر سکی اس لیے تیری قبر کی زیارت کے لیے آئی ہوں تاکہ زیارت قبر تیری ملاقات کے قائم مقام ہو جائے۔ ورنہ ترک زیارت بہتر تھا۔ اسے گھ اور

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو قبر میں اتارا اور ان کی قبر پر بانی چھڑکا۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى عَلَى قَبْرِهٖ مَاءً سَقَدًا قَرَّ رَحْمَتِي عَلَى قَبْرِهٖ مَاءً (بخاری ابن ماجہ)

صلوات کے اظہار حضرت مکرم اور ان پر خصوصی مہربانی اور عنایت کے لیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت پر

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَى جَنَائِزِهِ لُحْمٌ أَيْ الْقَبْرُ فَحَقُّ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

نماز جنازہ پڑھنا پھر قبر کے پاس آئے اور اس کے سر کی طرف سے اس پر تین بار مٹی ڈالی۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

اسے یعنی اپنے دست مبارک سے۔

۹۱۳۶  
۲۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَّكًا عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِهِ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے ٹکڑے لگانے دیکھا تو فرمایا اس قبر پر سے کوئی چیز نہ لے کر آئے تکلیف نہ دے۔ (احمد)

جلد خزم (حاکم زبیر ناساکن) حضرت عمرو بن حزم مہلبی ہیں۔ غزوہ خندق کے سال پندرہ برس کی عمر میں ایمان لائے اور تیرہ سال کے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن میں خبران کا مال مقور فرما کر بھیجا۔ یہ راوی کا شک ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لا تؤذ صاحب هذا القبر فرمایا یا لا تؤذہ فرمایا یعنی فقط صاحب هذا القبر کے بجائے منیر سے بیان فرمایا اور شاید اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صاحب کا روح اسی کو برا مانتی ہے۔ اور یہ لگانے سے دشمنی نہیں برتی۔ کیونکہ اس میں میت کی اہانت اور اس کی محبت ہے۔ واللہ اعلم۔

## بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

### میت پر رونے کا باب

میت پر بے زور اور آواز بلند کیے کر رونے میں حرج نہیں۔ مگر بلا دلیل اور کرنا اور میت کا سر سے زیادہ اہم طریقہ تحریریت دستاویز کرنا جو حال و نا ممکن کے مشابہ ہو، اگر وہ اور منع ہے۔ تمام مہاجرین و مسلمانین جب کہ شہداء و غلام کی شکل میں نہ ہو، اگر وہ نہیں ہے۔ پھر مصائب پر تین دن سے زیادہ اور قبر پر جا کر رگ مٹانے کی کوشش نہ کرنا اور نام پر ہی دفن سے پسے اور اس کے بعد تین دن تک جائز ہے۔ تعزیت یعنی ماتم پر ہی کا متنی ہے مصیبت زندہ کو مجبور و برہداشت کا مقین کرنا۔ عزائم صبر ہے۔ پھر ماتم داری کے لیے دروازے پر بیٹھنا کر وہ ہے۔ مگر بعض رشتہ کے نزدیک کر وہ نہیں ہے۔ ماتم داری کے لیے تین دن تک بیٹھنا جائز ہے۔ اس سے زیادہ دن کر وہ ہے۔ بعض نے سات دن تک جائز قرار دیا ہے۔ عطا کے خلاصاتی سے جو تاہین میں سے ہیں، منقول ہے کہ انہوں نے کہا جب آدم علیہ السلام فوت ہوئے تو

ساری مخلوق سات روز تک سوگند دیتی ہے۔ بعض سے متاخرین نے کہا ہے کہ اہل بیت کے گھر جمع ہونا کر وہ ہے اور یہ بھی کر وہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھیں اور لوگ جمع ہو کر ان کی تعزیت کریں۔ بلکہ بھیج یہ ہے کہ جل ہی دفن سے فارغ ہوں اور مجلس کویتیں تو منتشر معنائیں۔ صاحب میت کو چاہیے کہ اپنے کام میں مشغول ہو جائے اور باقی رگ بھی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں۔ اور تعزیت ایک یا دو سے زیادہ دفعہ نہ کرنی چاہیے۔ بعض مشائخ بنی رانے کا میت حاضر کی تعزیت تین روز تک ہے اور میت غائب کی صرف ایک دن۔ بعض نے کہا غائب کے لیے تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ گھروں میں بیٹھے یا مسجد میں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابیطالب، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ رواہ رضی اللہ عنہم کے قتل کی خبر سن کر مسجد میں بیٹھے اور لوگ تعزیت کے لیے آتے تھے۔ اور جو تکلفات لوگوں نے آج کل اختیار کر رکھے ہیں سب بدعت و تشنیع اور ناجائز ہیں۔ اور اگر تعزیت کفرہ یوں کہے کہ تجھے بہت بڑی یا سخت مصیبت لاحق ہوئی ہے۔ بعض نے کہا کہ ایسا کتنا کفر ہے۔ بعض نے کہا کفر تو نہیں مگر گناہ بہت بڑا ہے۔ اور بعض نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ اور اگر یوں کہے کہ متنی زندگی اس کی کم ہوئی اتنی تجھے زیادہ مل جائے تو یہ کلمہ بھی کفر ہے۔ اور اگر اس طرح کے تیری عمر زیادہ ہو تو یہ بھی خطا اور جہالت ہے۔ یہ سب باتیں کتاب مطالب المؤمنین میں مذکور ہیں۔

## پہلی فصل

## الفصل الأول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف ہمارے ہاں گئے۔ وہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ کے شہر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو پکڑا اور انہیں چوما اور ستر لگھا۔ اس کے بعد پھر ہم لوگ آپ کے ساتھ حضرت ابراہیم کے پاس گئے۔ اس وقت وہ اپنی جان آفرین کے سپرد کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنکھیں آنسوؤں سے بہنا شروع ہو گئیں۔ اس پر حضرت عمار بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ (دوسرے ہیں) فرمایا اے

۱۶۸۸ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ الْقَدِينِ وَكَانَ ظَنًّا لِأَبِي سَلَمَةَ فَخَذَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِيهِمْ فَجَبَلَهُ وَشَمَّهٖ فَقُلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِتَقْسِيمِ فَجَعَلَتْ خِيَنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذَرًا كَانَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ





لازم آتا۔ اور یہ سب کچھ حق و حقیقت کے معین ماثق ہے۔ اور یہ آپ کے حواس و قوای کے سہ ماہ دور سے ہر سنے کی دلیل و علامت ہے۔ رخصت یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مرتبہ تمام و کمال حاصل تھا۔ اور یہ بوقت نزع آپ کو تکلیف پہنچنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔ تحقیق معویہ فرماتے ہیں کہ اسباب تنگی و ولایت کے یہی ان کی طبیعت، نفس و روح، قلب و سر کے لطائف جدا جدا آپس میں غلط ملط کے بغیر اپنے اپنے عمل اور کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے اثر و نتائج ان پر مرتب اور صادر ہوتے رہتے ہیں۔ لطیفہ سر تو خدا تعالیٰ و تقدس کی ذات سے متصل رہتا ہے۔ اور روح اس کی ثبت میں متفرق قلب اس کے ذکر میں مشغول، نفس اس کی خدمت میں لگا رہتا ہے اور لطیفہ طبیعت ان محفوظ و دائمہ میں مصروف رہتا ہے جو انسان کے تمام بدن کے یہی درکار ہیں۔ مگر سب کے سب لطائف حق تعالیٰ کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں۔ اور ان عوامل میں مصروف رہتے ہیں۔ جن کے یہی انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲۲۹ وَعَنْ سَمَاعَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ  
أَرْسَلَتْ ابْنَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَنَّ ابْنَ أَبِي قُبَيْصٍ  
قَاتِلًا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَ  
يَقُولُ إِنَّ يَهُودَ مَا أَجْعَلُ وَلَهُ  
مَا أَهْطَى وَكُلُّ جَنْدٍ بِأَجَلٍ  
مُسْتَشْ هَلْ تَعْبِيرُ وَلْتَعْبِيرُ كَلَامَهُ  
يَلِيهِ هَلِيمٌ عَلَيْهِ لِيَا يَتْلُو  
قَالَمٌ وَمَعَهُ سَعْدٌ بَيْنَ عِبَادَةِ  
وَسَعَادٍ بَيْنَ جَهَنَّمَ وَالْأُفَى ابْنُ  
كُتَيْبٍ وَتَبِيَّةُ بْنُ قُلَيْبٍ وَ  
بِجَالٍ قَرِيبَةً إِلَى كَلْبٍ ابْنِ  
صَنْتَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُنِيِّ  
وَلَقَدْ تَتَكَلَّمُ فَتَلَقَّى مَنَاءً  
فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا  
هَذَا فَقَالَ هَذَا وَجْهٌ جَمَلٌ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی  
طرف کسی کو بھیجا کہ میرا ایک بچہ حالت نزع میں ہے  
اسی لیے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ آپ نے  
اس کے جواب میں کسی کو ان کی طرف بھیجا کہ حضور صلیہ السلام  
سلام کہتے اور فرماتے ہیں کہ اللہ ہی کے یہی ہے  
جو کچھ وہ لیتا ہے اس کا کلام جو وہ ملتا کرتا ہے۔ ہر  
چیز کی اس کے ہاں ایک مدت معین ہے۔ لہذا  
اسے صبر کرنا اور طالب اجر و ثواب بننا چاہیے۔ اس  
پر آپ کی صاحبزادی نے پھر کسی کو آپ کی طرف بھیجا۔  
اور عرض کیا کہ میں قسم دے کر کہتی ہوں کہ آپ فرود  
اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لائیں۔ تو آپ  
کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن  
عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب و زید بن ثابت  
اور کچھ اور لوگ بھی آئے۔ تو وہ چہرہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا کر رہ گیا۔ اس وقت اس کی

اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ فَلَانَّمَا  
يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحَمَاءُ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہاں حرکت لکھ رہی تھی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے  
حضرت شہر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے آپ نے  
فرمایا یہ دقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں  
میں رکھا ہے۔ جسے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے  
ان پر رحم کرتا ہے جو رحیم اور مہربان ہوتے ہیں۔  
(بخاری و مسلم)

۱۵۔ یہ حضرت زینب زوجہ ابوالعاص بن الربیع ہیں۔  
۱۶۔ اور اس کی جان نکلنے کے قریب ہے۔  
۱۷۔ لہذا اس پنہ کی زندگی بھی اس مدت میں تک ہے۔

۱۸۔ حدیث میں لفظ تنقیص آیا ہے جو تعلق سے نکلا ہے اس کا معنی وہ آواز ہے جو ہتھیاروں اور کھانے دقت  
دانت زور سے ایک دوسرے پر مارنے سے بلند ہوتی ہے۔ اسی طرح خشک پنیر کو زور سے مارنے سے جو آواز  
نکلتی ہے جیسا کہ تارکس میں ہے۔ ہمارے یہ ہے۔ تعلق ہتھیاروں کی آواز اور دین کے اندر گھسنے کی آواز۔  
۱۹۔ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عرض کیا۔

۲۰۔ یعنی یہ کیا بات ہے کہ آپ جہاد کی حوصلہ ہونے کے باوجود رو رہے ہیں۔ اس کا شک بہا رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہے  
ابو سعیدؓ کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بیوی کا  
موت ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عظیم مصیبت ہے  
و السلام فرمایا کہ اسے مالک و قسٹ آپ کے ساتھ رکھو  
عبداللہ بن عمرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے  
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہے  
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس پہنچے تو انہیں سخت غم تھا  
پیارا آپ نے فرمایا ان کو زندگی کے دوا پر رہے

۱۶۳۰/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ  
قَالَ أَشْتَكِي سَعْدًا بَنَ عَمَّادَةَ  
شَكْوَى لَهُ فَأَنَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُودُهُ مَعَهُ  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ  
ابْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنُ مَسْعُودٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ  
وَجَدَهُ فِي غَاثِمِيَةٍ فَقَالَ قَدْ

۱۔ اشتراک اللمعات کے موجودہ نسخہ میں سعد بن ابی وقاصؓ ہی ہے۔ شاید شیخ رحمۃ اللہ نے کسی روایت میں ایسا ہی پایا ہو۔  
دور کا ہر یہ ہے کہ سعدؓ حضرت سعد بن جہاد قبیلہ خزرج کے سردار مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

فَقَبِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَى النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا  
 رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ  
 لَا تَسْجُدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا  
 يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا  
 يَخْذِنُ الْقُلُوبَ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ  
 بِهَذَا وَاشْكُرُوا إِلَى لِسَانِهِمْ أَوْ  
 يَرْحَمُهُمْ وَإِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ  
 بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ

کر بیسے گئے ہیں جو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ  
 ابھی نہیں سرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے  
 جب لوگوں نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نہیں سننے کہ اللہ  
 تعالیٰ آنکھ سے صرف آنسو بہانے پر عذاب نہیں دیتا  
 اور نہ دل کے غمناک ہونے پر بلکہ اس پر عذاب دیتا  
 ہے اور پھر زبان کی طرٹ اشارہ کیا یا زبان کے فعل  
 پر رحمت کرتا ہے۔ اس لیے تم تک میت کو  
 اس کے اہل و عیال کے اس پر  
 رونے سے عذاب دیا جاتا

ہے۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ حدیث میں فقط ناشیہ آیا ہے جس کا معنی ہے ایسا حادثہ جس نے انہیں چھپایا اور ان کا احاطہ کر لیا ہے  
 یہ نسبت مرثیہ اور غم و درد سے کہنا یہ ہے ناشیہ ایسے کام کو کہتے ہیں جو بہت سخت و دشوار ہو کہ انسان کا گھراؤ کرے یعنی  
 مرثیہ وغیرہ ایسی معنی کے اعتبار سے قیامت کو ناشیہ کہا گیا ہے۔ مرثیہ میں ہے ناشیہ بمعنی قیامت اور دار شکم  
 کا بیماری۔ بعض نے کہا حدیث میں ناشیہ سے مراد وہ جماعت ہے جن نے ان کا احاطہ کر رکھا تھا اور جان کے ارد  
 گونجی ہوئی تھی۔

۲۔ انہیں سخت حالت میں دیکھ کر یا آپ نے استفہام کے طور پر فرمایا۔

۳۔ یہاں پر مرثیہ طاری گری گئی اھان کی زندگی کا کام ختم کر دیا گیا ہے۔ اور حدیث میں واقع لفظ (قننی) بصیغۃ  
 معلوم میں صلاحت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آریہ کریم و قننی خیر میں۔ یعنی اس نے اپنی امت حیات پوری کر لی ہے۔

۴۔ حضرت محمد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت فاروقی یا صدیقی کے دور میں  
 رحمت (رحمۃ) دینی۔

۵۔ یعنی شری احکام سنو کہ خدا تعالیٰ الخ

۶۔ یعنی اس کے فعل پر عذاب دیتا ہے۔

۷۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کی رحمت زبان کے سن پر مرتب ہوتی ہے۔ اگر زبان سے بن اور نوحہ کیا۔

اور نامناسب الفاظ کے تو مذاب کا متحق بہت ہے۔ اور اگر خالق تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے اور ہانا اللہ مانا اللہ راجعون پڑھتا ہے تو رحمت و ثواب کا متحق قرار پاتا ہے۔

۴۳۱۔ اہل کی تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آ رہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخسار پر گریبان پھاڑے۔ اور دور جا بیعت کے دعویٰ کیے۔

۱۶۳۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجَبِيئَاتِ وَدَعَا بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ.

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۴۳۲۔ یعنی ہمارے طریقہ پر پھنے والے رگوں میں سے نہیں۔

۴۳۳۔ میں نے نہ گری اور روادیا وغیرہ۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (فرماتے ہیں) حضرت ابو موسیٰ (اشعری) اپنے بھائی طلحہ کی ہڈی توڑا کہ یہی ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ پھر وہ ہڈی میں آئے اور فرمایا مجھے علم نہیں ہے اور وہ اپنی پیری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیفہ بیان کیا کرتے تھے کہ یہ سب نے لفظ میں اس شخص سے یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بھائی تھا اسے شہید نہ کرنا کہہ کر اسے گریبان پھاڑا۔

۱۶۳۲ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ أَعْنَى عَلَى أَبِي مُوسَى فَأَقْبَلَتْ امْرَأَةً أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ تَصْنِفُ بَرِيَّةً ثُمَّ أَتَاهَا فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَيْكَ وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيٌّ يَمِينٌ خَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ.

(بخاری و مسلم۔ حدیث لفظ مسلم کے ہیں)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَكَفْظُهُ مُسْلِمٌ)

۴۳۴۔ ابو بردہ (باکی پیش راساکن) آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ تابعین سے یہ حدیث حدیث میں لفظ اتنی آیا ہے جو غلطی سے شق ہے (خ کی زبر اور الف مقصورہ) یعنی بے ہوشی (غلام یعنی بے ہوش کرنا) غلطی علیہ و غلطی علیہ و دونوں طرح صیغہ مجہول استعمال ہوتا ہے۔

۴۳۵۔ یعنی ان کی کنیت ام عبد اللہ ہے۔

کہ مرثیہ میں فقط زنتہ آیا ہے۔ (راکی زبر لکھنے کا شہادہ دینے کے لئے آواز جو بلند اور پست کی جائے۔ یعنی جو آواز گہے میں گہائی جائے۔

۱۱۱ یعنی سب سے بڑے وقت

حضرت ابراہیم اشعری سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار باتیں دور جاہلیت کی ہیں جنہیں لوگ نہ چھوڑیں گے اپنے حب پر غر۔ دوسروں کے نسب پر اعتراض۔ ذمہ چینی ستاروں سے بارش طلب کرنا۔ اور ماتم میں نومہ کرنا۔ اور آپ نے فرمایا نومہ کرنے والی جب موت سے پہلے توبہ نہ کر سکے تو اسے اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر شال کا لباس اور جوش کی قمیص ہوگی۔

(مسلم)

۶۳۳ وَهَنْ ابْنِ مَالِكٍ الْأَنْطَقِي  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آدَبُهُ فِي أَمَّتِي  
مِنْ أَمْرِ الْبَهْلِيَّةِ لَا يَتَكَوَّنُونَ  
الْفَخْرُ فِي الْأَشَابِ وَالْقَطْعُ  
فِي الْأَشَابِ وَالْإِسْتِغْنَاءُ بِالْغُيُومِ  
وَالْيَمَاحَةُ فَقَالَ الْقَائِلَةُ إِذَا لَمْ  
تَكُنْ قَبْلَ حَوَّتَيْهَا تُقْلَمُ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ وَحَوَّتَيْهَا سَيِّئَاتُ  
قَطْرِ ابْنِ وَدَّعْمٍ مِنْ جَرْبٍ

(رواہ مسلم)

۱۱۱ یعنی حب پر غر کرنا اور نفس کا اہل کی مدح و ثنا کرنا۔ حسب اہل صفات خصائل اور شرف و مجد سے عبارت ہے جو کسی انسان اور اہل کے باپ و ملازمین پسند کرتے ہیں اور ان کی انہیں گن کر بیان کرے۔

۱۱۲ دوسری چیز لوگوں کے نسب میں اہل کو انہیں میں عیب نہ لگانا ہے۔ اپنے نسب پر غر اور اس کی مدح کرنا۔ دونوں باتیں کا خلاصہ واصل اپنے نفس کی تعظیم اور دوسروں کی تعقیر ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں مذموم ہیں۔

۱۱۳ اس میں غر اور غر کی تعقیر مذموم اور مذموم ہے۔

۱۱۴ یعنی مسلمانوں کے اپنے حوزوں میں داخل ہونے پر بارش کا انا کچھ جیسا کہ کہتے ہیں جب غلاں ستارہ اپنی منزل میں پہنچے گا تو بارش ہوگی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ منظر ہوتا ہو گا یعنی غلاں ستارے کے اپنی منزل پہنچے گا تو بارش ہوگی ہے۔ اس جملے میں واصل قواعد نجوم اور اس کے احکام پر عقیدہ رکھنے سے مخالفت اور ٹانٹ ہے۔

۱۱۵ یعنی اس دنیا سے توبہ کر کے نہ جائے۔ تو میلان خشر میں کھڑا کیا جائے گی۔

۱۱۶ مرثیہ میں فقط قطیر آیا ہے۔ (قات کی زبر لکھنے کا شہادہ دینے کے لئے آواز جو بلند اور پست کی جائے۔ یعنی جو آواز گہے میں گہائی جائے۔



جو ایک مشورہ درخت سے نکالا جاتا ہے۔ پھر چار مٹائی ڈال کر اسے جلائے اور دھاتے نعدہ اڑھوں کو اس سے ملا کر تھیں اس روغن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس سے آگ بہت بڑھتی ہے۔ اور یہ بہت جلد چیز کو جلاتا ہے۔

۱۶۳۷

١٩٣٧  
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ  
تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ أَتَقِي  
اللَّهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِيَّاكَ عَنِّي  
فَإِنَّكَ لَمْ تَصُبْ بِبُصِيَّتِي وَ  
لَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ جَدًّا  
تَوَائِبِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ  
فَقَالَ إِنَّمَا الطَّيْرُ عِنْدَ الصَّدَاقَةِ  
الرُّؤُوسِ .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی جس بات سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے اس سے صبر کر اور خدا تعالیٰ سے ڈر۔

سلاطین جس طرح بادشاہوں اور امراء کے دروازوں پر جرتے ہیں۔ اس نے آپ کے مددگاروں سے اندازہ کیا ہے  
کوئی رکاوٹ نہ پائی۔ اس عورت کو گریخت و ہیبت لاحق تھی۔ اس کا گمان تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بادشاہوں

اور سلاطین کی طرح ہوں گے۔ اور اسے آپ کے پاس پہنچنے کی مجال دیکھا نٹس اور اجازت نہ ہوگی تاکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کر سکے۔

۳۳ یعنی اس صورت نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا ”میں شناخت نہ کر سکی کہ آپ پیغمبر خدا میں تاکہ میں آپ کا حکم بجالاؤں اور بے ادبی کی مرتکب نہ ہوں“

۳۴ یعنی صبر و برداشت معتبر و پسندیدہ نہیں مگر صدمہ پہنچنے کے ابتداء میں ہی۔ مصیبت کی حالت میں کچھ وقت گزرنے کے بعد تو تجرباً صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ صدمہ کا معنی ہے کسی سخت چیز کو دوسری سخت چیز پر زور سے مارنا جیسا کہ یہاں مصیبت کو بر سخت چیز ہے دل پر ڈالنا کہ دل بھی شکوہ و تکالیف کے سنے کے اعتبار سے ایک سخت شے ہے۔ مصیبت اپنی سختی کے ساتھ دل سے اگر نکلتی ہے اور اسے پاش پاش کرنا چاہتی ہے۔ صدمہ کا معنی کسی چیز کے پہنچنے کا بھی آتا ہے جیسے کسی بلا و مصیبت کا پہنچنا۔ یہ دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے مگر پہلے معنی میں بلاغت زیادہ ہے۔

۱۶۳۵ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلْبِغَ الشَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے تین بچے فوت نہیں ہوتے۔ پھر وہ دوزخ میں بھی جاتے۔ مگر قسم پوری کرنے کے لیے۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یعنی جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

۲۔ یعنی دوزخ میں موت قسم طال اور پوری کرنے کے لیے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندوں کے دوزخ میں جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا۔ تم میں سے کوئی نہیں گروہ دوزخ میں داخل ہو کر رہے گا۔ یعنی اگرچہ موت ایک ان کے لیے ہو۔ جیسے چھوٹے والی لکھی اور چھوٹے والی ہزار عرب کہتے ہیں میں یہ کام موت قسم پوری کرنے کے لیے کیا ہے۔ یعنی موت اتنی دیر کے لیے کیا ہے جس سے میں اپنی قسم کی ذمہ داری پوری کر سکوں۔ اس کے لیے مال فعل یعنی صرف ایک بار کر لینا کفایت کرتا ہے۔ پس جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے وہ معذرت میں داخل نہ ہو گا مگر اتنی دیر کے لیے کہ قسم پوری ہو جائے۔

۱۶۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْأَهْوَاءِ لَا يَمُوتُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی چند مردوں کو فرمایا تم میں سے کسی کے تین بچے

وقت میں گئے۔ پھر وہ اس پر اجازت دیا کہ یہ صبر  
بھی کرے۔ مگر وہ صبر جنت میں داخل ہو گیا۔ (یہ  
بات سن کر) ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا  
یا دوسرے میں یا رسول اللہ فرمایا یا دوسری  
مرے میں ہے۔

لَا تُحَدِّثُكَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ  
فَتَحْتَسِبُهُ إِلَّا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ  
فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ أَوْ  
اِثْنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا  
أَوْ اِثْنَانِ.

(مسلم شریف)

اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں ہے  
تین بچے جو گناہ کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

۱۔ یعنی یا رسول اللہ آپ اس طرح فرمائیں کہ تین بچے مرے ہوں یا دوسرے ہوں یا اس اجرو جزا کو تین کے  
ساتھ خاص نہ کریں۔

۲۔ آپ کا یہ فرمانا اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درگاہِ محدث حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہونے  
سے اسی وقت یہ وحی ہوئی ہو۔ یا اس دوسری حدیث کے عرض کرنے پر آپ نے دعا کی، ہر صاحب کی دعا قبول ہو گئی ہو۔  
۳۔ یعنی جو بدعت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں کہ اس عمر کو پہنچ کر کوئی فعل گناہ متصور ہوتا ہے۔ اور اس پر سزا مرتب ہوتی  
ہے۔ بلکہ وہ صغیر ہی ہیں ہی فوت ہو جائیں۔ یہ دستور ہے کہ مرد تین چھوٹے بچوں پر زیادہ ہر شقت کرتی ابدان کی موت  
کا سزا دے مگر کس کرتی ہیں اور چھوٹے بچے زیادہ تر عورتوں کے تابع اور ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں بخلاف بالغ افراد  
کے کہ وہ کام کاج کے لیے ان سے دور رکھا جائے جلتے ہیں)

۱۳۳۹ وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ اللَّهُ مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ  
عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّةً  
مِّنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ اخْتَسَبَهُ  
إِلَّا الْجَنَّةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ  
تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ مؤمن کا میرے پاس  
نہیں جب کہ میں اس کے اہل دنیا سے اس کے کسی  
خاص دوست کی روح قبض کرتا ہوں پھر وہ اس پر  
اجر و ثواب کے لیے مبرا کرتا ہے مگر جنت  
(بخاری)

(رواہ البخاری)

۱۔ یعنی حدیث میں فرمایا۔

۲۔ خاص دوست وہ برتا ہے جس کی روح میں تکلف و بناوٹ کا کارن شامل نہ ہو۔ جیسے پھر وغیرہ جمال دنیا

یہ ہے ہر پہاڑ کے کھائی اور گہرائی سے

## الفصل الثانی

## دوسری فصل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ  
قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
التَّائِحَةَ وَ  
الْمُسْتَيْعَةَ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوم کرنے  
والی اور اسے سننے والی پر لعنت کی  
ہے۔

(رواہ ابو داؤد)

(ابو داؤد)

۱۔ یعنی جو رضامندی سے (معاذ اللہ) اپنے لفظ مرث اس بنا پر یا جس کے لوم گری زیادہ ضرورتوں کا کام ہے  
یا لوم کرنے کی جماعت مرث ہے۔ یا لوم کرنے والی ذات مرث ہے۔ اس معنی کے مطابق یہ لفظ مردوں کو بھی شامل ہو جاتا  
ہے۔ مگر معنی اصل زیادہ ظاہر ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبْتُ لِلْمُؤْمِنِ  
إِنْ أَصَابَتْهُ خَيْرٌ فَحَمِدَ اللَّهَ  
وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ  
فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَبَرَ قَالَتُ مُؤْمِنٌ  
يُوجَرُ فِي كُلِّ أَمْرٍ حَتَّى فِي  
النَّصَبِ يُوَفَّقُهَا إِلَى فِي أَمْرٍ آتٍ  
(رواہ ابی یحییٰ فی شعب الایمان)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
مومن کا کام عجیب ہے اگر اسے خیر پہنچتی ہے تو اللہ  
تعالیٰ کی حمد کرتا اور اس کا شکر بخالتا ہے اور اگر اسے  
مصیبت پہنچتی ہے تو اس کی حمد کرتا اور صبر اختیار کرتا  
ہے تو مومن کو اس کے ہر کام میں اجر و ثواب ملتا ہے  
یہاں تک کہ اس قسم میں بھی جو وہ اپنی عزت کے  
مذک کی طرف اٹھاتا ہے۔  
اسے سبقتی نے شب الایمان میں روایت کیا۔

۲۔ یعنی جو کسی نعمت مال و جمال و تہمتی وغیرہ۔

۳۔ مصیبت یعنی سختی اور غم و درد وغیرہ کیونکہ مومن اللہ تعالیٰ کی صفات جمال و جلال اور اس کے لطف و قدر کا  
مشاہدہ کرتا ہے۔ بندے پر مختلف حوادث و مصائب اور حالات وار کرنے سے خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اسے  
پہچانے اور جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی تو بندے پر اس نعمت کا شکر لازم ہو جاتا ہے۔  
۴۔ یعنی مومن کو ہر کام اور ہر حال میں نعمت ہو یا مصیبت شکر ہو یا صبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے

کے یعنی دوحی اور رحمت کے تحت ایمانی نفع کی نیت سے۔ یہ فعل اگرچہ بظاہر شہوت اور حظ نفس کے طور پر ہوتا ہے مگر فی الحقیقت ادا کرنے پر ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 یزیری میری کاتھ پر حق ہے۔ بشرایخ شاذلیہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ایسے افعال سے مقصود حقی کی موافقت ہے۔ نہ کہ نفس کی مخالفت۔ اس حدیث میں تمام مالاہ میں اجر و ثواب کی تاکید و تائید ہے۔ حقوق ہوں یا عبادت نہ حظ نفس سے متعلق امور ہوں یا عبادت میں سے کیونکہ یہ نیک نیتی پر مبنی ہیں۔ اور مباح امور اگرچہ بظاہر قبیلہ شہوات نفسانی میں سے ہوں جب وہ نیت عبادت پر مشتمل ہوں تو مستحبات کے زمرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور عبادات عبادت کی حیثیت اختیار کرتی ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی  
 مومن گواہ کے لیے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ  
 وہ ہے جس سے اس کے عمل اور پرچڑھتے ہیں دوسرا  
 وہ ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب  
 مومن فوت ہو جاتا ہے تو دونوں اس پر دوتے ہیں  
 قریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو فرمایا کہ تو نہ رہے  
 ان پر آسمان اعد زین

۱۳۲۲ وَحَبْنِ الْاَنْبِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
 اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَا  
 مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَلَہٗ بَابَانِ  
 بَابٌ یُّصْعَدُ مِنْہُ عَمَلُہٗ وَ  
 بَابٌ یُّنْزِلُ مِنْہُ رِزْقُہٗ فَاِذَا  
 مَاتَ بَکِنَا عَلَیْہِ فَذٰلِکَ  
 قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمْ  
 السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ

(رواہ الترمذی)

اے کہ اس کے لئے اس کا عمل آسمان میں اس جگہ پہنچتا ہے جہاں کھانا ملتا ہے۔ اور یہ زمین میں کھنے کے بعد  
 برتا ہے۔

۱۔ یعنی زمین میں جس جگہ لوگوں کے رزق کا مرکز و مستقر ہے وہاں اس کا رزق اترتا ہے۔  
 ۲۔ حقیقتہً دوتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ آسمان والے (ملائکہ) مزمین والے اس پر دوتے ہیں۔ ایک حدیث  
 معنی اہل میں ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

جس دروازے سے اعمال اور پر جاتے ہیں۔ وہ تو اس لیے دوتا ہے کہ وہ ایک اعمال سے مشرف ہوتا تھا۔ رزق کا  
 دروازہ اس لیے دوتا ہے کہ رزق بندے کے عمل صالح میں مددگار ہوتا ہے تو دونوں دروازے اس کو دوتے ہیں۔  
 ہونے اور اس نعمت کے فقدان پر دوتے ہیں۔

۳۔ یعنی دروازہ صعود اور دروازہ رزق۔ مومن کے لیے یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ملتا ہے۔ جس کی نفی  
 کفار سے کی ہے اور فرمایا ہے فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمْ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ فان پر آسمان مزمین نہ رہے۔

ترقی کا رستہ متعلق ہے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں پر آسمان و زمین کا روزنا معلوم ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اعمال اور پرچنے کا دروازہ اور رزق کا دروازہ دونوں آسمان میں ہیں تو پھر زمین کا روزنا کس بنا پر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان سے رزق آتا ہے تو زمین پر رزق اتارنے کی جگہ روتی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ میں ہم نے اس جانب اشارہ کیا ہے

۱۶۲۳  
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے یہ

میری امت میں سے دو پیش رو ہوں گے اللہ تعالیٰ ان

دونوں کے سبب اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا آپ کی امت میں جس کیسی

ایک ہی پیش رو ہو۔ (کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوگا)

آپ نے فرمایا اسے توفیق یا نہ توفیق جس کے یہ

ایک ہی قرط (پیش رو) ہوگا۔ (وہ بھی جنت

میں داخل ہوگا) اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا

جس کے یہ کوئی قرط (پیش رو) نہ ہوگا (اس کا

کیا بنے گا؟) آپ نے فرمایا تم میں اپنی امت کا قرط

(پیش رو) نہیں ہوگا۔ اور میری امت جیسی کوئی مصیبت

میری امت پر پیش نہ آئے گی یہ (ترجمہ)

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ قَرْطَانِ مِنْ  
أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ  
فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهُ  
قَرْطٌ مِنْ أُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ  
كَانَ لَهُ قَرْطٌ يَأْمُوقَةُ فَقَالَتْ  
فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قَرْطٌ مِنْ  
أُمَّتِكَ قَالَ فَإِنَّا قَرْطٌ أُمَّتِي لَنْ  
يُصَابُوا بِمَكْرٍ

(رداء الترمذی)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

یعنی معانی کی امت کی مصیبت اور ان کی شفاعت سے بہشت میں جائے گا۔ حدیث میں واقع لفظ قرط (فائدہ کی زبر) کا معنی ہے لشکر یا جماعت۔ اسے چالی کی طرف آگے ہانے والا۔ جو منزل پر پہلے پہنچ کر حوض اور ڈول وغیرہ درست کرے تاکہ پانی اس جگہ نہ ملے اور جس میں چیز کی دہلی عزت و حاجت ہمارے تیار کرے یہاں حدیث میں قرط سے مراد بچہ ہے جو بر ما تہ ہے۔ گیارہ چہرہ ہاں باپ سے آخرت کی جانب پہنچتا ہے تاکہ ان کے یہ بہشت میں جگہ بنائے۔  
۱۔ یعنی جن کا ایک ہی چہرہ ہاں ہاں کا کیا مال ہوگا کیونکہ آپ نے تو یہ بشارت دو بچوں کی طرف پر دی ہے۔  
۲۔ ہم نے پہلے دو کا ذکر اس لیے کیا کہ پہلے یہ حکم دوسرے ہی متعلق تھا۔ پھر ہم نے بارگاہ الہی میں درخواست کی تو ان کی وسیع رحمت کے تحت ایک پر بھی یہ بشارت مل گئی۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے یہ لفظ یا موقہ فرمایا یعنی اسے وہ خاتون جسے نیکیوں، شراعت اور احکام کیلئے اور ان کے بارے میں سوال کرنے کی توفیق عطا



کی گئی ہے۔ یہ حضرت عائشہؓ کو ندا ہے۔ اور یہ نقبِ عطا کر کے آپؐ نے ان کی بزرگی ظاہر فرمائی، کہ یہ نقب فضائل و کمالات کا جامع ہے۔ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں یہ رسائی حاصل تھی کہ آپؐ علم و شریعت کے احکام کے بارے میں سوالات کرتی رہتی تھیں۔ یہ درجہ دوسری ازواجِ مطہرات کو حاصل نہ تھا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفت و شوق پر حضرت عائشہؓ کی طرح فرمائی اور دین سیکھنے کا انہیں ترغیب دی تو حضرت عائشہؓ نے (بعض لوگوں کے) اس نعمت سے سرفراز ہونے پر اظہارِ حسرت و انوس کے طور پر مزید اگلا سوال کر دیا۔ (کہ جس کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو)

لے کہ اُس جہاں میں ان کا کارساز ہوں گا۔ اور یہ جزا و ثواب انہیں بچے کی موت پر حاصل ہوگا لیکن اس طرح دردِ مصیبت اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور میری امت کے لیے میری موت جیسی کوئی مصیبت و صدمہ نہیں کیونکہ میں ان کے نزدیک ان کے ماں باپ، اولاد اور ہر چیز جس سے وہ تعلق رکھتی ہے اب پہنچے بغیر بتر ہو رہی ہیں۔

۱۶۴۳  
۱۵ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ  
وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
يَمْلِكُكُمْ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي  
فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ قَبَضْتُمْ  
كَمَرَوْهُ فَوَادِهِ فَيَقُولُونَ نَعَمْ  
فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ  
حَمْدَكَ وَاسْتَوْجَعْتُمْ فَيَقُولُ اللَّهُ  
ابْنُوا لِعَبْدِي نَيْتًا فِي الْجَنَّةِ  
وَسَمُّوْهُ نَيْتَ الْحَمْدِ.

(نَوَافِلُ أَحْمَدُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ)

لے کیونکہ وہ اس جہاں میں دردِ مصیبت اور محنت و غم میں رہا ہے۔ اب اُسے جنت میں نعمتوں اور دھنوں سے شاد و سرور ہونا چاہیے۔ اور جب کہ اس کا بچہ مر جانے کے باعث اس کے گھون و خوشی کا خانہ ویران ہو چکا ہے تو اس کے لیے بہشت میں اس سے بہتر گھر بناؤ۔ درحقیقت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی صفتِ جلال و جمال کا ظہور ہے کہ وہ

زندگی طاعت کرتا ہے پھر موتا ہے اور دلا تاسا اور ہنسا تا ہے۔ بیت  
 گئے پھر غمنا خمد و دردناک گئے میکند آبش از دیدہ پاک  
 کبھی مارتا ہے تاکہ بندہ درد و دالم محسوس کرے اور کبھی آنکھوں سے آنسو پاک و صاف کرتا ہے  
 مگر بغض غم نے ناز و گدازم یکشہ زندہ سے ساز و سرائے شوق بازم یکشہ  
 کبھی تو معانی لکھو سے مجھے ناز تا ہے کبھی اپنے ناز سے مجھے قتل کرتا ہے۔ وہ شوق مجھے زندہ کرتا ہے  
 پھر مجھے قتل کرتا ہے۔

۱۷ کہ یہ اس کی حد اور رضا اللہ تعالیٰ کی جزا ہے جہاں نے مصیبت کے وقت کی۔  
 ۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزَى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔  
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مصیبت زدہ انسان کی تعزیت کی اسے اس کی مثل اجر ملتا ہے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)  
 ۱۹ (رَوَاؤُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرُقُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ عَلِيمٍ التَّوَاتُؤُ وَفَلَا رَوَاؤُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُعْتَمِدٍ بِنِ سَوْقَةٍ يَهَذَا الْإِسْنَادُ مَوْثُوقًا۔  
 اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اسے مرفوع حدیث سے نہیں جانتے مگر علی بن عامر لایا کی حدیث سے اور کہا کہ بعض نے اسے محمد بن یزید سے اس اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

۲۰ یعنی میری تعزیت کی حد اور مصیبت زدہ انسان کو تسلی دی۔  
 ۲۱ لفظ تعزیت میں ہے کہ نہ تقدیر جبراً لے اسے نہایت قرار دیا ہے۔  
 ۲۲ محمد بن یزید (یعنی مسلمہ کی بیٹی) اور ماکن اور قات (۳۱) اسناد سے "یعنی اس اسناد سے جو حضرت عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے۔ اور محمد بن یزید پر موقوف ہے۔

۲۳ وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزَى نَحْلًا  
 حضرت البربرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس حدیث کو تسلی دی جس کا بچہ فوت ہو گیا ہمارے جنت



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ - نِيْعَ  
عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْعَ  
عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ چیز سے مراد وہ کلمات ہیں جو زمرہ کرنے والی ریت کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اور جو استہزاء اور مسخر کے طور پر کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے۔ گویا کہ وہ مرنے والا ان صفات کے ساتھ متصف انسان پر بلا مٹی اور خوش ہے۔ لہذا وہ جوار و دانٹ کا شقی قرار پاتا ہے۔

۲۔ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ  
وَذَكَرَ لَهَا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ  
ابْنَ عَمْرٍو يَقُولُ إِنَّ الْمَيِّتَ  
لَيُعَذَّبُ بِمَا كَانَ الْحَيُّ يَقُولُ  
يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَبِّي عَبْدًا لَتَحْلِلَ  
أَمَّا إِنْ لَمْ يَكُذِبْ وَلَكِنَّهُ  
يَقُولُ أَوْ أَخْطَأَ إِفْنًا مَوْ دَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى نَفْسِهِ يَجْعَلُ عَلَيْهَا نَقْلًا  
إِنْ هُمْ لَيَبْتَكُونَ عَلَيْهَا وَإِنْ هُمْ  
لَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا -

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۳۔ عَمْرَةَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ (بنت عبدالرحمن بن سعد بن زید بن ابی العاص) رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں پرورش پائی۔ آپ حضرت عائشہ کی بہت سی احادیث کی راوی ہیں۔

۴۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ یہ کلمہ وہاں کہتے ہیں کہ کسی نے غلطی سے کوئی بات نکل گئی ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اسے بخشے۔

۵۔ یعنی حضرت ابن عمر نے دانستہ جھوٹ نہیں بولا۔ اور وہ دانستہ جھوٹ بل بھی کہتے ہیں۔ جب کمالا کی



اَذْهَبَ فَانْظُرْ مِنْ هَؤُلَاءِ الرَّكْبِ  
فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صَهْبٌ كَانَ  
فَاخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ فَوَجَّعْتُ  
إِلَى صَهْبٍ فَقُلْتُ اذْهَبْ فَانْظُرْ  
أَمَّا التَّوْبِيعِينَ فَلَمَّا أَنْ أُصِيبَ  
عُمَرُ وَدَخَلَ صَهْبٌ يَمِينِي يَقُولُ  
وَأَحْبَاءُ وَأَصْحَابَاءُ فَقَالَ عُمَرُ  
يَا صَهْبُ أَمَّا بَنِي عَمِّي وَوَدَّ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنْ أَلَيْكَ لَيَعْتَذِبُ  
بِبَعْضِ مُكَاوٍ أَهْلِهِ عَلَيْهِ  
فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ  
عُمَرُ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ  
فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ لَا وَاللَّهِ  
مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَلَيْكَ لَيَعْتَذِبُ  
بِبَعْضِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَبَنِي ابْنِ اللَّهِ  
يَرِيدُ أَكَاوٍ عَدَاوًا مُكَاوٍ أَهْلِهِ  
عَلَيْهِ وَكَأَنَّ عَائِشَةَ حَسِبَتْكُمْ  
الْقُرْبَى وَلَا تَرَوْا وَابْنًا وَوَدَّ  
بَنِي عَمِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَجَدْتُ  
ذَلِكَ وَاللَّهُ أَصْحَقُّ وَأَبْنَى  
كَانَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ كَمَا قَالَ  
ابْنُ عَمَرَ حِينَمَا

کی کائنات چند سواریوں سے لیکر کشتہ دفعت کے نیچے  
ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ دیکھو یہ سوار  
کون لوگ ہیں میں نے دیکھا تو وہ صہب رضی اللہ عنہ تھے  
میں نے حضرت عمر کو اس کی خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے فرمایا اسے بلالائیں میں حضرت صہب کے پاس  
وٹ کر گیا۔ میں نے کہا پیٹنے اور امیر المؤمنین کی  
خدمت میں پہنچے۔ پھر جب حضرت عمر صہب زندہ  
ہو گئے (آپ پر قاتلانہ حملہ ہو گیا) تو حضرت صہب  
اندر آئے۔ یہ کہتے ہوئے مدد میرے بھائی  
عائے میرے دوست، حضرت عمر نے فرمایا اسے  
صہب تو مجھ پر روتا ہے۔ باوجودیکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے اہل  
کے کچھ ررنے سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن  
عباس فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت  
ہوئے تو میں نے یہ گفتگو حضرت عائشہ سے ذکر کی  
حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے غلک  
قسم ایسا میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں  
فرمایا کہ میت کو اس کے اہل و عیال کے اہل پر مدد  
سے طلب ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے اہل  
کے اہل پر مدد سے اس کے خدایہ میں اضافہ ہوتا ہے  
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے یہ قرآن  
پاک کافی ہے کہ کوئی جان و دھرم کا بوجھ نہ اٹھائے  
گاہیں آیت کے محرم پر حضرت ابن عباس نے قرآن کے کچھ  
پڑھے۔ واللہ اصدق و اکبری (اللہ تعالیٰ ہمتا اور مدد داتا ہے) احقر  
(مشتق علیہ) ابن ابی بکر فرماتے ہیں کہ میری حضرت ابن عمر نے کوئی بات نہ کی۔ (بخاری و مسلم)



۱۷۔ ٹیکہ میم کی پیش لام کی زیر یا ساکن آپ مشورۃ تابعین سے ہیں۔

۱۸۔ بعض نسخوں میں یہاں مشکوٰۃ میں دانی ماد کے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔ معنی کے اعتبار سے یہ روایت زیادہ ظاہر ہے۔

۱۹۔ یعنی عورتوں کو رونے سے کیوں نہیں روکتے۔

۲۰۔ یعنی جیسی بات ابن عمر کر رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بعض ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔ بعض کا لفظ اس دہ سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ عبارت میں کمی بیشی ہوگئی ہو۔ یا حضرت عمر اس طرح فرماتے ہوں: بعض لکھا اہلہ میں طرح حضرت ابن عباس آگے چل کر یہی الفاظ کہیں گے۔

۲۱۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور یہ اس سال کا واقعہ ہے جس میں حضرت عمر کی شہادت کا حادثہ پیش آنا تھا۔

۲۲۔ بیزاد بروزن صحرا (باکی زیر یا ساکن) یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

۲۳۔ یعنی ایک درخت کے سایہ میں جس کا نام سمرہ تھا (سین کی دربر میم کی پیش)

۲۴۔ اور ان کے ساتھ کچھ اور سوار بھی تھے۔

۲۵۔ یعنی جب وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتلہ عہد ہو گیا تو صحابہ میں واقعہ کے پیش آنے پر روتے ہوئے حضرت عمر کے پاس آئے۔

۲۶۔ یعنی ان کو رونے سے منع کرتے ہوئے فرمایا

۲۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ (بعض) کا لفظ اس لیے فرمایا ہوا کہ وہ رونا غصہ ہے جو وہ اپنے خراج کی صورت میں ہو رہا ملا یہ ہے کہ میت پر رونا اسے عذاب میں مبتلا کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ اگر قتل ہوا ہے تو اسے عذاب میں ڈال دے۔ اسے سمجھو۔

۲۸۔ یعنی حضرت عمر اور صیب رضی اللہ عنہما کی گفتگو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ میں اللہ کے رسول کے ساتھ ہوں۔

۲۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے آپ نے یغفر اللہ فرمایا تھا۔ یہاں مغفرت کا ذکر کیا ہو چکا ہے۔

۳۰۔ یعنی اس معنی و مفہوم میں کوئی حدیث وارد نہیں۔ یہ تاویل اس لیے کی گئی ہے کہ حدیث صحیح قرآن مجید میں اختلاف تعین مراد میں ہے۔ حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں کہ میں دکانداروں کے لاشیں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ صرف کافر کے لیے ہے۔ اور وہ عذاب میں ہوتا ہے۔ رونے والے

اس پر روئی یا نہ روئی۔ رونے کی صورت میں عذاب رونے کے ساتھ مل جائے گا۔ غلام یہ کہ عذاب رونے کے ساتھ ہو سکتا ہے رونے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ یہ معنون اگر عملی زبان میں ادا کیا جائے تو بات زیادہ واضح ہو جائے گی اور وہ یہ کہ کلمہ با حضرت ابن عمر کے نزدیک ترجیح کے لیے ہے۔ حضرت عائشہ کے نزدیک بالاحتساب کے لیے ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ مسلمان کو قبر میں عذاب ہوگا تو فرض اس صورت میں کہ گریہ عذاب کے ساتھ ملا ہوگا اگر گریہ عذاب کا سبب نہ ہوگا۔ اور گریہ کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب و موقف یہ ہے کہ یہ حدیث کافر کے پاس سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا معنی و مطلب یہی ہے جو آپ نے فرمایا **مَنْ أَلَّفَ تَعَالَى يَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا** بکا اور علیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب زیادہ کر دیتا ہے جب کہ اس کے اہل و عیال اس پر روتے ہیں۔ مگر یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ رونے سے کافر کے عذاب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہوگا کہ کافر اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا اہل و عیال مجھ پر رونے اور گریہ کرے۔ بلکہ بعض کفار اپنے اوپر گریہ و فومہ اور دیگر خلاف شریعت کاموں کی وصیت کر کے مرتے تھے۔ تو گریہ کے سبب عذاب ہونا اہل وجہ سے تھا۔ بعض علما گریہ کے سبب عذاب دیے جانے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں۔ جہاں میت رونے کی نصیحت کر گئی ہو۔ اور فومہ و گریہ پر راضی ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کا رسم و عادت تھی۔ اس میں غور کرو۔

اس کے بعد حضرت عائشہ اہل و عیال کے گریہ کے سبب عذاب نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔  
**دُتِمَا سَ لَیْ قُرْآنَ کَافِیَہِ یَکْرِئُکُمُ قُرْآنَ پَکِ یَہِ۔ وَلَا تَقْرُؤُوا رِزَاةً وَتَزِدُوا الْخُرُفَ** یعنی کوئی بان دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ یعنی ایک گناہ دوسرے پر نہ ڈالاجائے گا۔ اور جب کہ گریہ اور فومہ اہل میت کا فعل ہے تو اس کی ترمیم کو نہ ملے گی اس نے کیا گناہ کیا ہے کہ اس کے فعل کی وجہ سے عذاب ہو۔ یہ معنون و بیان سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت قرآنی پڑھی۔ **سِی اللّٰہُ اَصْحٰنُکَ وَ اَبِیْکَ**۔ اللہ ہی سلا تا اور ہنس تا ہے۔ یہ تقریبی صورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذہب کی فتح میں ہے کہ میت کو اس کے اہل کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے کہ ان کا دل اس کا ہم اداس کی خوشی سب خدا کی طرف سے ہے۔ جو وہ انسان میں پیدا اور ظاہر کرتا ہے۔ لہذا وہ کسی کے عذاب کا سبب نہیں بن سکتا۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ ہنسنا اور رزنا بے اختیار ہو اور تکلف و اختیار اور دوسرے اسباب کا اہل میں فعل نہ ہو اسے بکھرو۔ عائشہ رحمہا۔

**فَلَمَّا بَلَغَ ابْنُ عُمَرَ عَمَّہُ نَعْنِیَ حَضْرَتِ عَائِشَہُ** کی اس تقریر کے بعد کوئی بات نہ کی۔ بلکہ آپ کی بات کو تسلیم و قبول کر لیا اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ مجتہد اپنی دلیل کا پابند ہوتا ہے اور اسے یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے مجتہد کی دلیل کو غلط قرار دے اگرچہ وہ دوسرا مجتہد اس سے بزرگ تر اور زیادہ عالم اور بلند شان کا مالک ہو۔ جیسے حضرت عمر حضرت عائشہ کے سامنے کہ حضرت عمر حضرت عائشہ سے بلند مرتبہ تھے۔ اور جب حق ظاہر ہو جائے تو اسے قبول کرے اور خاموشی

امتیاز کرے۔ تاکہ نزاع اور جھگڑا زیادہ نہ ہو جائے۔

۱۶ وَحَدَّثَ عَائِشَةُ قَالَتْ لَمَّا  
جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَ جَعْفَرِ  
وَ ابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعَوِّذُ  
فِيهِ الْخُثُونَ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ  
صَبَائِرِ الْبَابِ تَعْفُو شَقَّ الْبَابِ  
فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ بِنْتًا  
جَعْفَرٍ ذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَأَمَرَهُ  
أَنْ يَتَهَا هُنَّ فَذَاهَبَتْ ثُمَّ أَتَاهُ  
الْخَائِنَةُ لَمْ يُطِغْنَهُ فَقَالَ  
انْهَمْنِ قَاتَاهُ الْخَائِنَةُ قَالَ وَاللَّهِ  
عَلَبْتُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَعَمْتُ  
أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ  
الْغُرَابَ فَقُلْتُ أَرْضَعَهُ اللَّهُ  
أَنفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْهَنَاءِ  
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے قتل کی اطلاع پہنچی تو آپ بیٹھ گئے۔ اُس وقت آپ میں غم کا نشان نمایاں تھا اور میں دروازے کے نکات سے دیکھ رہی تھی اس دوران ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ جعفر کی مدد میں ارمان کے روئے کا ذکر کیا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ انہیں بخ کر دے وہ آدمی گیا پھر آپ کے پاس واپس آیا کہ مدد میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ آپ نے پھر فرمایا انہیں بخ کر۔ وہ مرتبہ سری مرتبہ آپ کے پاس آیا اور کہا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! وہ مدعی ہم پر غالب آگئی ہیں۔ حضرت عائشہ کا گمان ہے کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے فرمایا کہ ان مردوں کے موتوں میں میں نے کمال حضرت عائشہ کوئی چیز میں نے اپنے دل میں کہا اللہ تعالیٰ تیری تک نیاک آورد کرے۔ تو نے وہ کام کیا ہے جس کا کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سنا ہے۔

۱۷ یعنی حضرت زید بن عارثہ حضرت جعفر بن ابیطالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کا بیان ہے۔ اطلاع جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے ان حضرات کی شہادت کا واقعہ احادیث و سیرت کی کتابوں میں مذکور و مستند ہے۔

۱۸ یعنی مسجد میں ان کی تعزیت کے لیے۔

۱۹ حدیث میں واقع لفظ سائر کا معنی دروازے کا نکات ہے۔ جیسا کہ راوی حدیث نے نیز بتنی شق الباب

۱۔ تفسیر کی ہے (و انکما کتاہما کہ مائتہ سے حضرت عائشہ کی مراد و راز سے کاشکاف ہے) کہ بہت رورہی ہیں۔

۲۔ یعنی تاکہ انہیں رونے سے منع کرے۔

۳۔ اداس کے کہنے کے بارہ و رونے سے باز نہیں آئیں۔

۴۔ جس میں کہیں یہ نہ لکھتے فقط حکم کی تعمیل کی گئی ہے۔ تو یہ حضرت عائشہ کا قول ہو گا کہ انہوں نے فرمایا میں نے جان لیا۔

۵۔ یہ انہیں رونے سے روکنے میں بالعموم اور زور و یکر ممانعت کی گئی ہے۔

۶۔ میں نے اس مرد سے لاطب ہوتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔

۷۔ یہ غریبی اور اہانت سے کنایہ ہے۔

۸۔ یعنی کہ قتل کر رونے سے باز رکھنا۔

۹۔ یعنی بار بار منع کرنے کی شققت سے نجات کیوں نہ دی۔ اور تو نے بار بار آکر یہی کہا ہے کہ وہ عورتیں رونے سے باز نہیں آئیں اس طرح تو نے آپ کو تکلیف و شققت میں ڈالا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جب حضرت ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے کہا ابو سلمہ غریب اور ملن سے دور زمین میں ہیں۔ میں اس پر ایسا گریہ کر دیں گی کہ لوگ اس کا چرچا کریں گے میں اس پر رونے کے لیے بالکل تیار تھی کہ چانک ایک عورت آئی جو میرے ساتھ رونے میں مراقت کرنا چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ شیطان کو اس گم میں داخل کرے جس۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں باہر نکال چکے۔ اور میں رونے سے رک گئی اور ان پر گریہ نہ کیا۔

(مسلم)

۱۰۔ وَهَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ ابُو سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيبٌ وَ فِي اَرْضٍ غَرِيبَةٍ وَ لَمْ يَكُنْ لِي بَنُو يَتَمَتُّ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّيْتُ لِمُصَاوَعَةٍ عَلَيْهِ اِنْ اَتَيْتُ الْمَوَاتَا تَرِيدُ اَنْ تَسْعِدَنِي فَاسْتَقْبَلَكَا دَعَوَا اللّٰهِ عَلَيَّ فَقَالَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَا اَنْ تَدْخُلِي الْفَيْحَانَ بَيْنَا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَ كُنْتُ مِنَ الْبُكَاءِ فَلَمْ اَبْكِ (دَوَاةُ مُسْلِم)

۱۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو سلمہ کے بارے میں یہ لفظ اس لیے کہے کہ حضرت ابو سلمہ نے کمرے

جہشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر جہشہ سے مدینہ منورہ کی جانب اور آپ غروب و اجنبی تھے کہ کسی کے ساتھ لنگر لاد سروسکار نہ رکھتے تھے۔

۱۳۰ کہ ظلالِ عسکرت اپنے مرد پر بہت روئی ہے اور اس نے اونٹنی کی حد کر لی ہے۔

۱۳۱ ایک بار اسلام لانے کے وقت۔ دوسری بار مکہ سے جہشہ کی جانب ہجرت کے وقت۔ یا ایک بار مکہ سے جہشہ کی طرف ہجرت کے وقت دوسری بار جہشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت۔ یا ایک بار اسلام میں آنے کے وقت خود دوسری بار دنیا سے آخرت کی طرف رحلت کے وقت۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں واقع لفظ ترمین قال کے متعلق ہو۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

۱۳۲ وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ  
قَالَ أُغِيثَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عُمَرَةَ  
تَبِيكِي وَاجْبَلَاةً وَكَذَا وَكَذَا  
تُعَدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ جِئِنَ أَفَاقَ  
مَا قُلْتَ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ بِي كَذَلِكَ  
زَادَ فِي رَوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ  
تَبْكْ عَلَيْهِ۔

(رواہ البخاری)

۱۳۳

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر وحی  
طاری ہوئی تو ان کی بہن عمرہ نے ان پر روٹا شروع کر دیا  
کہ دیا۔ اور میں کہنا شروع کیا وجاہہ اسے پسند  
نہیں آتا۔ ایسا تھا ایسے اس کے اہل بیت کے ساتھ  
تھا کہ کہتے ہوئے جب حضرت عبداللہ بن رواحہ پر وحی  
یہ آئے تو فرمایا تو نے کوئی کلمہ نہ پڑھا ہے ادا کیا اگر  
محبت نہ کیا گیا تو دلہا ہی ہے پس کہ تیرے متعلق  
کہا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اھا ظاہر ہے کہ  
پس جب حضرت ابن رواحہ فوت ہوئے تو عمرہ نے  
پر روٹی یہ

۱۳۴ آپ مہابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجال شریف کے وقت اٹھ سال کے تھے۔  
۱۳۵ جب کہ آپ بیمار تھے اور قرب الموت ہو چکے تھے۔ اگرچہ آپ بیماری سے فوت نہ ہوئے بلکہ غزوہ بدر میں  
شہید ہوئے۔

۱۳۶ جس طرح عورتیں نومہ اور آہ دہکا کے وقت کرتی ہیں۔

۱۳۷ یعنی احضرت عمرہ سے فرمایا۔

۱۳۸ یعنی مجھ سے بطور تسکون و ایاز رسائی کہا گیا۔

۱۳۹ یعنی اس پر نومہ نہ کیا گیا۔ یہ حضرت عمرو بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول ان السیت لیعذب بکاء اھلہ علیہ۔

۱۴۰ زیادہ مناسب یہ ہے کہ لاکر نے یہ لفظ مذاق و ترم کے طور پر کہا۔ حرم غزوہ

دریت کس کے اہل کے اہل پر نہنے سے غلبہ دیا جاتا ہے) کا ایک ترجمہ یہ ہے

۱۹۴۲ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مَيِّتٍ قِيَمَتْ قِيَمَتُهُ بِأَيِّهِمْ قَبُولُ وَاجْبِلَاةٌ وَاسْتِدَاةٌ وَنَحْوُ ذَلِكَ إِلَّا وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ مَلَائِكَيْنِ يَكْفُرَانِهِ وَيَعُولَانِ أَهْلَكَاهُ كُنْتُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔ ایسی کوئی میت نہیں جو مر جائے تو ان کا نہنے والا آٹھ کر کے اسے میرے پہاڑ ہائے میرے سردار وغیرہ گرا لے اس پر دو فرشتے مقرر کرتا ہے جسے جھگڑتا ہے کہتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا۔

(ترمذی)

(رواہ الترمذی)

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

لے جو مذہب اور جنس خزع کے درت کے جاتے ہیں۔

۱۹۴۳ حدیث میں فقرہ مترا ہے۔ جو ہنر سے نکلا ہے یعنی جھنجھوڑنا اور دھکیلنا اور سینے پر نکالنا مارنا فتح۔ بفتح کے ب سے آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی میت فوت ہوئی تو عورتیں جمع ہو کر اس پر رونے لگیں حضرت عمرؓ سے ہو کر انہیں منع کرنے اور ڈانٹنے کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عمر انہیں چھوڑ دو۔ کیونکہ آنکھیں بتی ہیں دل مصیبت زدہ ہے اور واقعہ غم تازہ ہے

(احمد۔ نسائی)

۱۹۴۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ آلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ بَيْنَكُنَّ عَلَيْهِ فَقَامَ عَنْهُ يَتَمَلَّنَّ وَ يَتَوَدُّهِنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دَعُونِي يَا عُمَّاتُ فَلَمَّ الْعَتَمُ دَامَتْهُ وَ الْكُتُبُ مَحْصَاتُ وَالْعَهْدُ قَرِيبٌ (رواہ احمد و النسائی)

لے شاید وہ نور اور وادیا کے بنیر و رہی تھیں۔ جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطلقہ کرنے کو کہہ جاتے تھے۔ اور یہ عورتیں قحط و اندازہ زور و رہی تھیں۔



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں عورتیں روئیں آنحضرت عمر انہیں اپنے کمرے سے مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک سے بٹاریا اور فرمایا اے عمر جھوڑو پھر فرمایا شیطان ادا دے پتھر پتھر فرمایا جو کچھ آنکھ اور دل سے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے۔ اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

(اعمال)

۱۵۔ آپ حضرت ابوالعاص بن ربیع اموی کی درمہ پاک تھیں۔ ۱۶۔ یعنی عورتوں سے فرمایا۔

۱۷۔ یعنی نوم اور زہر سے۔ حدیث میں واقع نقطہ نفیق کا اصل معنی گھوڑے اور گھوڑے کا ادا دینے کے کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا۔

۱۸۔ کہ وہ اس طرح انسان کو مصیبت اور گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔

۱۹۔ ہماری تحفہ شادی ہے (راتے ہیں جب حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے لڑکی بیوی نے انکی قبر پر ایک سال تک قبر ڈالے رکھا۔ پھر اٹھایا تو کسی پکاسے مانے کو سنا جو کہتا تھا کیا انہوں نے جو کھریا تھا۔ وہ پایا۔ دوسرے نے جواب دیا بلکہ مالوس

۱۹۵۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا نَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَلَتْ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهِ فَأَنزَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِدَاهِ فَقَالَ مَهْلًا يَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ يَا كُنَّ وَتَعَيَّنَ الشَّيْطَانُ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْغَيْنِ وَ مِنَ الْقَلْبِ فَمِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ مِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَ مِنَ اللِّسَانِ فَمِنْ الشَّيْطَانِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۹۵۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ تَوَلَّيْنَا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقَبْرَةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رَفَعَتْ فَسَمِعَتْ صَوْتًا يَقُولُ آهَ هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ

اٰخَرُ بَلِّ يَنْسُوْا فَاَنْقَلَبُوْا۔ ہرگز چل دیے۔

۱۷۔ یہی حسن بن امام حسن اور انیس حسن شافعی بھی کہتے ہیں۔ اور تعلیق کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۱۸۔ قبہ یعنی خیمہ۔ وہ اس خیمہ میں ایک سال بیٹھی رہیں۔ اور ہر روز درود و مصیبت اور مدد مر فراق کوتاہ کر تی تھیں۔

۱۹۔ شرہ

و عونت اجرًا من فقید نلا یکن فقیدک لایاتی و اجرک ذاہب

مجھے گم شدہ چیز (فوت ہو جانے والے انسان) پر اجر و ثواب ملے گا۔ اب ایسا نہ ہو کہ گم شدہ چیز تو واپس نہ آئے  
مگر تیرا اجر و ثواب برباد ہو جائے۔ (نومہ اور بے صبری کی وجہ سے۔)

۳۸۸  
۲۹  
وَعَنْ عَمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ  
قَالَ ابْنُ بَرْزَاءَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي جَنَازَةٍ فَوَإَى قَوْمًا وَتَدَا  
ظَلَحُوا أَرْذِيَّتَهُمْ يَمْشُونَ فِي  
قَمِيصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْعَلِ الْجَاهِلِيَّةِ  
تَأْخُذُونَ أَوْ بِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ  
تَشَبَّهُونَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَدْعُوَ  
عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُونَ فِي غَيْرِ  
صَوْبِكُمْ قَالَ فَاتَّخَذُوا أَرْذِيَّتَهُمْ  
وَلَمْ يَعُوْذُوا لِذَلِكَ۔

(ابن ماجہ)

(تو وہ اپنی مآجۃ)

۱۷۔ یہ جاہلیت کا رسم تھا کہ جب جنازے کے ساتھ چلتے تو چادریں نہ پہنتے تھے۔ مادیر پریشاں حالی اور بے موصافی  
کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔

۱۸۔ یا تم لوگ اپنے آپ کو اہل جاہلیت جیسا بنا رہے ہو کہ بلاوی کے شک کی وجہ سے ہے یا تشبیہ کی متعدد  
انوار بیان کرنے کے لیے۔ مرثیہ میں واقع لفظ تشبیہوں تاکہ برابر باشندوں کے ساتھ۔ یا تاکہ پیش اور ہاکی زیر سے بھی  
ایک رعایت ہے۔

۳۔ یعنی تمہاری انسانی صورتیں نہ رہیں یعنی تم مسخ ہو جاؤ اور معاذ اللہ خنزیر و بندر بن جاؤ۔ یا مٹی یہ ہے کہ جب تم لگ اپنے گروں کو رو تو تمہاری یہ صورتیں نہ رہیں یعنی جب کہ تم نے اپنی وضع اور لباس کو حق کے مطابق تبدیل نہ کیا تو تمہاری صورتیں جو اسطرح کا لباس ہیں۔ ان میں بھی تبدیلی آ جائے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بنانے کے ساتھ پینے سے منع فرمایا جس کے ساتھ زور کرنے والی ہو۔ (احمد۔ ابن ماجہ)

۱۴۵۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ۖ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتْبَعَ جَنَازَةً مَعَهَا رَاقَةٌ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ یعنی جنازہ کے ساتھ جانا سنت ہے لیکن یہ سنت ترک کر دی جائے گی جب کہ اس کے ساتھ زور کرنے والی عورت یا جماعت موجود ہو جس طرح دعوت طعام قبول کرنا سنت ہے۔ مگر گھوڑا و گھوڑا اور غیر شرع حرکات کا جو دگی اس سنت کو ترک کر دیا جائے گا۔

حضرت ابہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا میرا ایک بیٹا فحش ہو گیا ہے میں اس پر غصہ ہوں کیا کرنے ہے؟ درست بتائی (حسنہ علیہ السلام) کہ اس کو ایسی بات کہی جائے جس سے وہ غصہ نہ کرے۔ پھر اس کے بارے میں جاننے والے غرض ہیں۔ حضرت ابہریرہ نے فرمایا میں نے یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ سبیلوں کے چھوٹے پتے جنت میں ہوں گے ان کے اندر داخل ہونے والے ہوں گے۔ پھر وہ لالچ پینے سے ممانعت کرے گا تو وہ ان کے پتے کا کنارہ پکڑے گا اور اس سے باہر ہو جائیں گے۔ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (مسلم و احمد) اور لفظ احمد کے ہیں۔

۱۴۶۰ وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ ۖ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ مَاتَ ابْنُ لِي فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ قُلَّ سَمِعْتُ مِنْ خَلِيلِكَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ شَيْئًا يُطِيبُ بِنَفْسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَفَّاهُمْ دَعَائِمِصُ الْجَنَّةِ يَلْقَى أَحَدَهُمْ آبَاؤُ قِيَّاحُذُ بِتَاجِيَةٍ قَوْمِهِ فَلَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهُ)

۱۔ یعنی جو جنس اولاد سے ہوں کہ وہ مرنے کے بعد میں نفع دیں گے۔

۲۔ یہاں حدیث میں لفظ دما میں آیا ہے۔ جمع دمر (مال کی پیش) و مائل یہ ایک کیڑے کا نام ہے جو

پانی میں غوطہ کھاتا اور نکلتا ہے۔ اور یہ اس شخص کے معنی میں بھی آتا ہے جس پر کام میں داخل ہویتا ہے اور بادشاہوں اور امراء کے پاس آنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بچے ہشت میں بے روک ٹوک با دھر آدمی گھومیں پھریں گے اور جہاں چاہیں گے ہائیں گے۔ اور جس کام میں بھی چاہیں گے داخل دیں گے۔ جس طرح دنیا میں بچوں کی عادت ہوتی ہے۔

۳۔ یعنی والد اور والدہ کا ذکر یا تو اس بنا پر کیا کہ وہ اصل و متبوع ہے۔ ماں تالیع اور فرخ ہے۔ یا اس وجہ سے کہ مرد زیادہ صابر ہوتے ہیں۔ نہ کہ عورتیں۔ لہذا صبر کرنے والے کی نجات بچہ پہلے کرائے گا۔ (بعض احادیث میں ماں کا ذکر ہے اور بعض میں ماں اور باپ دونوں کا ظاہر یا یہ اختلاف مقام و جود کے اعتبار سے ہے۔ یہ ظاہری معنوم معنی کلام کے زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ مرد آپ کی احادیث سے گئے۔ اپنی ذات شریف سے ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرمائیں کہ ہم اس میں آپ کی خدمت میں آیا کریں کہ آپ ہمیں بھی اس میں سے سکھائیں جو اللہ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جایا کہ وہ عورتیں اس جگہ جمع ہو گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے انہیں بھی سکھایا۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی عورت نہیں جو اپنے آگے عین پیچھے بھیجتی ہے مگر وہ اس کے لیے اتنی معذرت سے پردہ عین جائیں گے ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ یاد دہانی کے آگے بھیجے ہوں اس عورت نے یہ کلمہ دو مرتبہ دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھی دو بھی۔ دو بھی۔

(بخاری شریف)

۱۶۷۱ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ  
جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرَّجُلُ  
بِحَدِيثِكَ فَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ  
كُنُوفِكَ يَوْمًا تَأْتِيكَ فِيهِ تَعْلِمُنَا  
مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ  
فِي يَوْمٍ كَذَا وَ كَذَا فِي مَكَانٍ  
كَذَا وَ كَذَا فَأَجْتَمِعْنَ فَأَتَاهُمُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُنَّ وَمِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ  
اللَّهُ هُمْ قَالِ مَا مِنْكُمْ امْرَأَةٌ  
تَقْدُمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا  
ثَلَاثَةَ أَهْلٍ كَانَ لَهَا جَنَابًا مِنْ  
النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ أَوِ الْيَتِيمِ فَأَعَادَهَا  
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَ الْيَتِيمِ وَ  
الْيَتِيمِ وَ الْيَتِيمِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

۱۔ اور آپ کے تمام مواظف و نفاع امتوں نے سیکھ لیے۔

۲۔ اور اس آتش و دوزخ میں نہ گرنے دیں گے۔

۱۴۲۲  
۳۳ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ مَاتَ  
يَتَوَقَّى لَهَا قُلُوبَهُ إِلَّا أَدْخَلَهَا اللَّهُ  
الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهَا  
فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوَيْتَنَا قَالَ  
أَوَيْتَنَا قَالُوا أَوْ وَاحِدٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ السَّقَطَ لَيَجُزُّ  
أُمَّهُ بِسَرَّاهُ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا  
اِحْتَسَبَتْهُ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَدَرَوِيُّ ابْنُ مَاجَةَ  
مِنْ قَوْلِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس دو  
مسلمان (ماں اور باپ) جن کے تین بچے فوت ہو جاتے  
ہیں گوا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و رحمت سے جنت میں  
داخل کرے گا (بعض نسخوں میں بغضہ و رحمۃ ایاہما آیا  
ہے) یعنی دونوں کو اپنے فضل و رحمت سے جنت میں  
داخل کرے گا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یا وہ بچے  
فرمایا یا وہ بچے۔ لوگوں نے عرض کیا یا ایک ہی بچہ فرمایا  
یا ایک ہی بچہ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے  
قبضہ میں میری جان ہے۔ تاہم پھر جو حکم سے گرجانا  
ہے۔ بیشک وہ بچہ ماں کو اپنے ناروغ سے جنت پہنچا  
کے گا جب کہ وہ ثواب کی لہجہ رہے۔

(احمد ابی ماجہ نے مالک بن انس سے روایت کی ہے)

روایت کی ہے

۱۔ یعنی جب کہ وہ نہ روئے، اور ثواب پر نگاہ رکھے، حدیث میں واقع لفظ سر (یعنی دلوں کی ذریعہ و حالت) اور  
جنان سے کاٹا جاتا ہے۔ یہ اس خطی کی طرف اشارہ ہے جو اس بچے اور ماں کے درمیان ہوتا ہے۔ گویا وہ اندر ایک  
سی کی طرح ہو جائے گا۔ جو اسے کھینچ کر بہشت میں لے جائے گا۔

۲۔ یعنی اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت علیہ السلام کے قول مالک بن انس سے روایت کیا ہے تا آخر روایت کی کہ اور اس حدیث  
کا من مضمون الی آخر روایت نہ کیا۔

حضرت جابر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
میں (مسلمان) نے تین نابالغ بچے آگے بھیجے وہ  
اس کے لیے آتش و دوزخ سے مضبوط قلعہ ہوں گے

۱۴۲۳  
۳۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً  
مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا أَلْحَدَتْ

كَانُوا لَهُ حَضَنًا حَصِينًا مِنْ  
النَّارِ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدَمْتُ  
اُتَيْنِي قَالَ وَانْتَيْنِي قَالَ ابْنُ  
كَعْبٍ أَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَاءِ  
قَدَمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَ وَاحِدًا  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)  
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ  
غَرِيبٌ

حضرت ابو ذر نے کہا میں نے تو دو ہی بچے آگے بھیجے  
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو بچے ہی جھڑپ  
ابن بن کعب ابو المنذر سید القراء نے عرض کیا  
میں نے تو ایک ہی بچہ آگے بھیجا ہے  
فرمایا اور ایک بچہ بھیجیے۔

اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا۔  
اور ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث غریب

ہے۔

۱۔ حضرت ابی کانیت ابو المنذر ہے۔ اور ان کی شان میں سید القراء واقع ہوا ہے۔ یعنی سب سے بہتر قرآن پڑھنے  
والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سید الانصار فرمایا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انکو سید المسین کا  
لقب دیا۔

۲۔ اس کی ترجمہ گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ کہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ مبارک سے اسی وقت اس  
باسے میں وحی نازل ہوئی۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور آپ کی دعا قبول ہوئی۔

حضرت ثمرۃ المزینی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
آیا کرتا تھا اس کے ساتھ اس کا بچہ ہوتا تھا نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تجھے اس بچے  
سے محبت ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ آپ سے  
بھی ایسی محبت کرے جیسی مجھے اس بچے سے ہے  
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو گم پایا۔  
اور نہ دیکھا۔ تو فرمایا فلاں کے بچے کو کیا ہوا۔ لوگوں  
نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو مر گیا ہے۔ اس پر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے یہ بات  
پسند نہیں کہ تو جنت کے کسی دروازے پر پہنچنے  
کو اسے تیری انتظار میں پائے۔ ایک شخص نے

۳۶۲  
۳۵  
وَعَنْ قُرَّةِ الْمَزْنِيَّ أَنَّهُ  
رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَعَهُ ابْنُ  
لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِجِبْهُ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَبَّكَ اللَّهُ كَمَا  
أُحِبُّهُ فَقَدَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ  
ابْنُ فُلَانٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
مَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تُحِبُّ  
أَنْ لَا تَأْتِيَ أَبَاكَ مِنْ أَبْوَابِ



الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ  
فَقَالَ رَجُلٌ قِيَا رَسُولَ اللَّهِ لَهُ  
خَاصَّةٌ أَمْ يَكُنَّا قَالَ بَلْ  
لِكُلِّكُمْ

نے عرض کی یا رسول اللہ یہ بشارت خاص اسی  
شخص کے لیے ہے۔ یا ہم سب کے لیے  
فرمایا بلکہ تم سب کے لیے۔

(اسے احمد نے روایت کیا)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۷ قرۃ (فات کی پیش راشد) الزنی (میم کی پیش زاکر اور نفل) آپ صحابہ کرام میں سے ہیں۔  
۱۸ یعنی مجھے اس سے سخت محبت ہے۔

۱۹ اور وہ کہاں چلا گیا ہے اور اس کا کیا حال ہے۔

۲۰ گریہ اور مرد بھی اس مجلس میں حاضر و موجود تھا۔ اکیسے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا لیکن اس کے شہید مہمیت  
میں ہرنے کی وجہ سے اسے مخاطب نہ فرمایا اور اس سے دریافت نہ کیا مگر بشارت دینے میں اسے مخاطب فرمایا۔  
۲۱ اور مجھے اپنے ساتھ بہشت میں لے کر جائے۔

۱۷۶۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ  
السَّقَطَ لِيُرَاعِمُ رَبَّةً إِذَا دَخَلَ  
أَبْوِيهِ النَّارِ فَيَقَالُ أَيُّهَا السَّقَطُ  
الْبُرَاعِمُ رَبَّةً أَدْخِلْ أَبْوِيكَ  
الْجَنَّةَ فَيَجْزُوهَا بِسَرْمَةٍ حَتَّى  
يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک کچھو کچھو

سے ناکل کر رہنے والا اپنے سب سے بڑے گھر کے کونے

کہ اس کے وہیں کو اللہ تعالیٰ مدد میں داخل کرے گا

تو اس پتھ سے کہا جائے گا اے چھو سب سے بڑے

مادے سے اپنے ماں باپ کو جس میں سے ماں

پر وہ اپنے اپنے دو گھر کو کھینچ کر لے جائے گا

اور جنت میں داخل کرے گا۔ (ابن ماجہ)

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۱۷ حدیث میں مراد ایا ہے جو مراد سے نکلا ہے۔ اس کا اس سے کسی کو منہ میں لانا یا ہاتھ سے ہلکانا اور  
مجادلہ کرنا مراد ہے۔

۱۷۶۶ وَهَذَا مِنْ أَيْ إِمَامَةٍ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
إِنَّ آدَمَ إِنْ صَبَّرْتَ وَاحْتَسِبْتَ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبوی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے

اگر پہلے صبر کرے گا تو میں صبر کیا اور ثواب کا

طب مہربان تو میں مجھے جنت سے کم کوئی ثواب دہلے  
رہنے پر سامنی نہ ہوں گا بلکہ

(ابن ماجہ)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔  
کہ آپ نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان مرد و عورت جو مصیبت  
میں مبتلا ہوتا ہے۔ پھر اس مصیبت کو یاد رکھتا ہے اگرچہ  
کتنا ہی زمانہ دراز گزر جائے اور ہر دفعہ اس مصیبت پر  
اللہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے گرا اللہ تعالیٰ دنیا تک  
ہر ماہ اسے نیا ثواب دیتا ہے اور اسے اس کی مثل  
اجر ملتا کرتا ہے جتنا مصیبت پہنچنے کے دن اسے  
ثواب عطا کیا تھا۔ (امام احمد و بیہقی شعب الامایات  
میں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے  
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں  
کسی کے جتنے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو انا اللہ راہیہ  
راجعون پڑھ کر تسمہ کا ٹوٹ جانا بھی مصیبتوں میں  
سے ایک مصیبت ہے۔

اسے ہرگز میں شیعہ ایک ہے شیعہ کی زیر اور میں ساکن جتنے کا تسمہ۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتی  
ہیں میں نے حضرت ابو الدرداء سے سنا وہ فرماتے تھے  
کہ میں نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے  
ہوئے سنا ہے کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا  
اے مسیٰ میں تیرے بعد ایک امت اٹھائے گا وہ

عَنْهُ الْعَلَمَةُ الْأُولَى ثُمَّ لَقِيَ  
لَكَ كَوَاتًا دُونَ الْجَنَّةِ  
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

اسے یعنی میں مجھے ضرورت میں داخل کروں گا۔

۳۴۸ عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ  
يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ فَيَذْكُرَهَا وَإِنْ  
طَالَ عَهْدُهَا فَيُحَدِّثُ لِذَلِكَ  
اسْتِزْجَاعًا إِلَّا جَدَّدَ اللَّهُ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى عَنْهُ ذَلِكَ فَأَعْطَاهُ مِثْلَ  
أَجْرِهَا يَوْمَ أُصِيبَ بِهَا  
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ

دُرِّمَكِينِ)

۳۴۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْقَطَعَ هَشِيمُ  
أَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَإِنَّهُ مِنَ  
الْمَصَائِبِ

اسے ہرگز میں شیعہ ایک ہے شیعہ کی زیر اور میں ساکن جتنے کا تسمہ۔

۳۵۰ وَحِينَ أُمِّ الدُّنْجَلِ قَالَتْ  
شَيْعَتُ أَبَا الدُّدَّاءِ يُؤَيِّلُ يَمُوتُ  
أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ إِنْ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
قَالَ يُعْيِي نَفِي تَأْمَتُ مِنْ

بَعْدَكَ أُمَّةٌ إِذَا أَصَابَهُمْ مَا  
يُحِبُّونَ حَمْدُوا اللَّهَ وَإِنْ أَصَابَهُمْ  
مَا يَكْرَهُونَ احْتَسَبُوا وَصَبَّوْا  
وَلَا جِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَا  
رَبِّ كَيْفَ يَكُونُ هَذَا لَهُمْ  
وَلَا جِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ أُعْطِيَهُمْ  
مِنْ جِلْمِي وَ عِلْمِي  
(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

جب انہیں وہ چیز ملے گی جسے وہ چاہتے ہیں گے اور  
اللہ کی حمد کریں گے اور اگر انہیں وہ چیز پہنچے گی جسے  
وہ نہ چاہتے ہیں گے تو ثواب کے طلبگار نہیں گے  
اور صبر و تحمل سے کام لیں گے۔ حالانکہ ان میں بربادی  
اور عقل و تدبیر نہ ہوگی۔ اس پر حضرت عیسیٰ نے عرض کیا  
اے میرے رب یہ مقام انہیں کیسے حاصل ہوگا جبکہ  
ان میں علم و عقل نہ ہوگا؟ فرمایا میں انہیں اپنے علم و عمل  
سے عطا کر دوں گا۔ ان دونوں احادیث کو بیقی نے  
شعب الایمان میں روایت کیا۔

۱۷ آپ حضرت ابوالدرداء کی اہلیہ معترکہ تھیں۔

۱۸ یہ حدیث کے الفاظ حسبہ اور صبرہ کے مفہوم کی تاکید ہے کیونکہ احتساب کا معنی و محاسب و مجذوب ہے جو  
اخلاص عمل اور رضا حق تعالیٰ کی طلب کا باعث بنے۔ نہ کہ علم و عقل اس کا باعث ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب  
ان میں علم و عقل نہ ہوگا وہ کس طرح صبر و احتساب کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا اے میرے رب انہیں اللہ تعالیٰ سے  
۱۹ جیسا کہ کہا گیا ہے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ علم و عقل نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ معیبت و عجز کا درجہ ہے  
وہ مہوش ہو چکے ہوں گے۔ اس کے باوجود وہ صبر کریں گے اور ثواب کے طلبگار نہیں گے۔ اس حدیث کا ایک اور معنی  
بھی خیال میں آیا ہے جو شرح (عربی) میں مذکور ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم

## بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

### زیارت قبور کا باب

طابع ہو کہ زیارت قبور بالاتفاق مستحب ہے کیونکہ یہ دل کی نرمی و محبت کی بڑی بڑی بوسیدہ ہے اور  
فنائتے دنیا و غیرہ فائدہ کا سبب و ذریعہ ہے۔ زیارت میں عمدہ چیز مردوں کے لیے استغفار ہے۔ اس کے بارے میں  
سنت و حدیث وارد ہو چکی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں تشریف لے جاتے اور اہل بقیع کو سلام کہتے  
اسان کے لیے استغفار کرتے جاتی ہیں اہل قبور غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علیہم السلام سے مدد طلب کرنا تو بہت  
سے فقہاء اس کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ زیارت صرف مردوں کے لیے و عباد استغفار اور

تلاوت قرآن کے ذریعے صلح پہنچانے کے لیے ہے۔ مگر مشائخ صوفیہ اور بعض فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اولیاء کرام سے مدد حاصل کرنے کو ثابت اور جائز قرار دیا ہے۔ مادریہ عقیدہ اہل کشف اور ان کے کامین کے ہاں محقق اور طے شدہ عقیدہ ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے حضرات کو ان کی ارماع سے فیوض و نفع حاصل ہوئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ کی اصطلاح میں انہیں ایسی کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ کاظم کی قبر انور قبولیت دعا کے لیے تریاقِ مجرب ہے۔ حجت الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا جس سے اس کی زندگی میں مدد لینا جائز ہے۔ اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے۔ مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا ہے میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یا اس سے بھی بڑھ کر حضرت شیخ معروف کرخی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دواور بزرگ شمار کیسے مادرانِ پیار میں حصر مقصور نہیں۔ جو کچھ اس بزرگ نے خود دیکھا اور پایا اس کا بیان کر دیا۔

سیدی احمد بن رزوق رضی اللہ عنہ کہ اعظم فقہاء و علماء اور مشائخ دیارِ مغرب میں سے ہیں لازماً کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضری نے مجھ سے دریافت کیا کہ زندہ کی امداد زیادہ توحي ہے یا میت کی میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد توحي تر ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد توحي تر ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ وفات یافتہ بزرگ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اس کے سامنے ہے۔ اس بارے میں اس گروہ صوفیہ سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ عدد شمار سے باہر ہیں۔

پھر کتاب و سنت اور اقوالِ سلف صالحین میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس عقیدہ کے منافی اور مخالف ہو۔ اور اس کی تردید کرتا ہو۔ کلمات و احادیث سے تحقیقی طور پر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روح باقی ہے اور اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم و شہد ہوتا ہے اور یہ کہ ارماعِ کامین کو جناب حق تعالیٰ میں قرب و مرتبہ حاصل ہے جس طرح زندگی میں انہیں حاصل تھا۔ ان سے بڑھ کر اور اولیاء کرام کی کلمات برحق ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کی قوت و طاقت حاصل ہے۔ یہ سب کچھ ان کی امداد کا حجاج کرتی ہیں۔ اور وہ باقی ہیں۔ اور تصرف حقیقی تو اللہ عز و شہد ہے۔ یہ قدرت کا مظہر ہے۔ یہ قدرت اپنی زندگی میں اور بعد از مصال جلال حق میں فانی و مستغرق ہیں۔ لہذا اگر کسی کو دوستانہ حق کی وساطت سے کوئی چیز اور مرتبہ حاصل ہو جائے تو کوئی بعید نہیں (اور اس کا انکار درست نہیں) جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا اور حقیقت تو حق و تصرف حق میں جلا و دم لالہ کا ہوتا ہے اور ایسی کوئی دلیل درجہ موجود نہیں جو زندگی اور میت میں فرق کرنے۔

حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مرثیہ پاک لَعَنَ اللہ الیہم و اولہم و انصارہم اَتَمَّ ذَا قَبُولٍ اَنْبِیاءِ دَمِ سَابِلِ اللہ تعالیٰ نے بیرونِ دنیا کی پرستش کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء و پیغمبر اسلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا، ان کی شرح

میں فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ان کی تعظیم کا خاطر ان کی قبور کی طرف نہ کر کے غار چڑھے کہ ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے لیکن کسی پیغمبر یا دل کے پڑوسی میں مسجد بنانا اور اس کی تعظیم کے ارادہ اور قبر کی طرف توجہ کیے بغیر غارنا کرنا جائز ہے بلکہ حصول مدد کی نیت سے تاکہ اس کی قبر کی برکت سے عبادت کا ثواب کامل ملے اور اس کی روح پاک کا قرب و پڑوسی نصیب ہو تو اس میں کوئی حرج و مانعت نہیں۔ اس بارے میں مزید کلام اس باب کے آخر میں آ رہا ہے۔ اور یہ بحث انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الجہاد کے شہداء و بدر کے بیان میں مکمل ہوگی۔ واللہ اعلم۔

پھر آداب زیارت قبور میں سے ایک ادب یہ ہے کہ بوقت زیارت منہ قبر کی طرف اس کے بالمقابل ہو اور پشت قبلہ کی جانب اس طرح کھڑا ہو کہ صاحب قبر کو سلام عرض کرے مگر ہاتھ سے قبر کو نہ چھوئے اور نہ اسے بوس دے اور نہ جھکے اور چہرے پر قبر کی مٹی نہ ملے۔ یہ نصائح کی عادت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قبر کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو مشائخ حنفیہ میں سے ایک ہیں۔ امام محمد کے قول کو لیا ہے اور اس پر قوی ہے شیخ امام محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے کہا کہ مکروہ جند آداب سے قرآن پڑھنا ہے۔ آہستہ قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ سارا قرآن ختم کرے شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ قبر کے پاس سورۃ تبارک الملک پڑھے لینا آواز سے یا پست آواز سے۔ کہ نہ آہستہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں۔ یہ مسئلہ ظاہر روایت میں موجود ہے اور اس سے جواز میں اثر فارم ہو چکا ہے حضرت شیخ ابوبکر بن سعد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ زیارت قبور کے وقت سورۃ اخلاص سات مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے۔ صحیح تہات یہی ہے کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ نہ پڑھے ہو کر گیارہ مرتبہ قل صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے اس کے بعد میٹھ جائے۔

جمعہ کے دن زیارت قبور بہت افضل ہے۔ دوسرے دنوں کی نسبت خصوصاً بعد جمعہ کے اہل دین میں یہی شریفین زاد ہما اللہ تعالیٰ و کثر یفا میں یہی تعارف و مروج ہے کہ جمعہ کے بعد اہل وقت میں جنس انسانی اور ہر شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دنوں اور اوقات کی نسبت جمعہ کے دن میت کو زیادہ علم و ادراک عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میت دوسرے دنوں کی نسبت جمعہ کے دن نازک و زیادہ پہنچاؤں سے۔ اور ہندوستان میں جو عاتقان اس میں متہود ہو چکا ہے کہ جمعہ کے دن زیارت قبور منع ہے۔ اور صاحب دین کے اثر و روایت نقل کی جاتی ہے۔ اس کی کوئی کاسل نہیں اور قبور پر بے ضرورت پائٹل لٹکا کر چنا کوہ ہے۔ مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اس دن کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ و خیرت کیا جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا اسے فائدہ دیتا ہے۔ اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں خصوصاً احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میت

کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور پھر صبح کی طرف سے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

## الفصل الاول

### پہلی فصل

۱۶۴۰ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهَيَّئُوا عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ قَدْ دُورُوا مَا وَتَهَيَّئُوا عَنْ لَحْظِ الْأَكْفَانِ فَقَدْ كَلَبَ قَامَسِكُوا مَا بَدَأَ اللَّهُكُمْ وَ تَهَيَّئُوا عَنِ الْبَيْتِ إِلَّا فِي سَعَاءٍ فَأَهْرَبُوا فِي الْأَهْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مَشْرَبًا.

حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کو بایکرو اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گشت (رجع رکھنے) سے بھی منع کیا تھا اگر اب تم اپنی حاجت کے مطابق رکھ سکتے ہو اور میں نے تمہیں غیرہ کجور کر شک کے علاوہ باقی سب برتنوں میں رکھنے سے منع کیا تھا اگر اب تمہیں تمام برتنوں میں رکھنے کی اجازت ہے۔ اور نشہ آور کوئی چیز نہ پینا۔

(مسلم)

(ذکارہ مستقیم)

۱۔ تحریرہ لکھنؤ میں لکھی گئی ہے۔

۲۔ یعنی میں نے پہلے میں نے زیارت قبور کی ممانعت کی تھی۔ اگر اب میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں تو یہ حکم کہ مومن کجور نہ لکھتا ہے کہ ممانعت کی وجہ سے جاہلیت کا قرب تھا اور اس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ وہ کچھ کہیں اور کہیں گے جو اسے جاہلیت میں رکھتے اور کرتے تھے۔ اب چونکہ دلوں میں قواعد اسلام اور اس کی تعلیمات مضبوط و مستحکم ہو چکی ہیں۔ لہذا یہ خطر باقی نہیں رہا۔ پھر مومنوں کے زیارت قبور کے لیے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ اجازت صرف مومنوں کے لیے ہے۔ مومنوں کے لیے اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قبور سے ممانعت باقی ہے۔ بعض نے کہا یہ اجازت و ممانعت مومنوں و مومنوں کو شامل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیارت قبور کے لیے جانے والی مومنوں پر اجازت کرتا ہے۔ اور وہ مومنوں کو زیارت کے لیے بھی زیارت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں

۳۔ اس مسئلہ کے جہان میں امام اہل سنت مجدد کائنات علامہ مہر محمد طاہر صاحب مولا نا محمد احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے ایک مستقل رسالہ لکھی ہے۔ ایتان الامام لکھنؤ بعد اس رسالہ کا تصنیف فرمایا ہے۔ مزید اطمینان و یقین کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ مترجم غفرلہ



کہ یہ حدیث اجازت سے پہلے دقت سے تعلق رکھتی ہے۔  
 لکھ یعنی جب تک تمہاری طبیعت چاہے اور بٹھنے دقت کے لیے تمہاری دل میں گائے پھر قربانی کے گوشت کو  
 تین دن سے زیادہ عرصہ ذخیرہ کرنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ان فقراء و مساکین کو گوشت کی ضرورت ہوتی تھی جو خود قربانی  
 کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے اس کے بعد جب لوگوں کے مال و اموال تصادی حالات بہتر ہو گئے اور ایک دوسرے  
 سے لے کر کھانے کی ضرورت نہ رہی تو اس بات کی اجازت مل گئی کہ قربانی کا گوشت جب تک چاہیں ذخیرہ کر سکتے  
 ہیں۔

لکھ یعنی مشک اور غیر مشک ہر برتن میں شیرہ کجور ڈال سکتے ہو حدیث میں واقع لفظ آخرتہ سے برتن اور ظروف  
 مراد ہیں۔ مشک کے علاوہ دوسرے برتنوں میں ڈالنے سے ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ مشک میں پانی ٹھنڈا رہتا ہے، گرم نہیں ہوتا  
 اور غیرے میں تیزی نہیں آتی دوسرے برتنوں میں گرم ہو جاتا ہے اور سخت دینر ہو جاتا ہے اور اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ  
 شراب کی کیفیت اختیار کرے اور حرام ہو جائے اور لوگوں کے لیے شراب حرام ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ابھی  
 ان کے سروں میں شراب کی لذت اور خواہش باقی تھی تو اس بات کا امکان تھا کہ پھر شراب نوشی کے متحکم ہو جائیں اور  
 جب شراب کو حرام ہوئے ایک عرصہ گزر گیا اور لوگ اس سے دور رہتے اور پرہیز کرنے کے فریادیں اٹھانے لگے تو  
 اس کے ارتکاب کا احتمال باقی نہ رہا۔ اس بنا پر ہر برتن میں شیرہ کجور ڈالنے کی اجازت دی گئی۔ جب کہ وہ تند و تیز نہ ہو جائے  
 اور نشہ آور نہ ہو اور اگر نشہ آور ہو جائے تو پھر اس سے پرہیز ضروری ہے۔ جب کہ فریادیں اٹھانے لگیں اور عین نہ ہو۔  
 ۵۵ ابتداء میں شراب پینے کے برتن باقی تھے ان کے استعمال سے روک دیا گیا۔ سوچ شکبہ کے استعمال  
 کی اجازت دی گئی۔ پھر آخر وقت میں ہر برتن استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ اجازت امام مالک کے بعد امام  
 احمد کے نزدیک ہے۔ دوسرے آئمہ کے نزدیک شراب کچھ چیزوں کا استعمال اب بھی ناجائز ہے۔ یہ اس کے لیے کہ  
 میں مذکور ہوا شیرہ کجور کا معنی ہے کہ کجور یا انگر کوڑہ میں کربانی میں کچھ دقت کے لیے حال دیا گیا ہے کہ اس کے  
 قدرے تیزی آجائے۔ پھر اسے پی لیں۔ یہ حلال رہا ہے۔ اور اگر تیزی نہ یا وہ اندر سخت ہو جائے اور نشہ آور ہو جائے  
 تو حرام ہے۔ کتاب الاشرار میں اس کی مفصل تر معلومات غلام کی جائیں گی۔

۱۶ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرُ أُمِّ قَبْلِي وَآبَتِي مِنْ حَوْلِهِ فَقَالَ اسْتَأْذِنْتُ رَبِّي فِي أَنْ اسْتَعْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور  
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی  
 قبر اور کنبہ زیارت کا تو مرد پڑے اور اپنے ارد گرد  
 خاویں کو بھیار لایا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے بہنہ سے  
 والدہ کے لیے استغفار کا اجازت چاہی مجھے انگی

اسْتَأْذَنَتْهُ فِي أَنْ أَرْؤَهَا قَبْرَهَا  
فَإِذِنْ لِي فَزُورْهَا الْقَبُورَ فَالْهَا  
تَذَكُّرُ الْمَوْتِ

اجازت نہ دی گئی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی  
قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی اس کی اجازت  
دے دی گئی تو اے لوگو قبر کی زیارت کیا کرو کہ  
وہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مسلم)

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

لہٰذا یعنی آپ اس قدر روئے کہ آپ کے رونے سے دوسرے بھی متاثر ہوئے اور رونے لگے

۳۔ واضح ہو کہ اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ متقدمین کا طریقہ ہے۔ ان میں سے  
بعض کہتے ہیں کہ اس باب میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ہے۔ مَا كَانَتْ لِلشَّيْءِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ  
وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ ۖ نَبِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اصحابان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے دعائے بخشش کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی ہوں  
نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السَّخِيْبِ الْجَحِيْمِ (فعل نہیں صیغہ معلوم کی قراوت میں) اور اسے نبی دوزخ  
والوں کے متعلق سوال نہ کر۔ لیکن متاخرین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے  
تمام آباد و اہل بیت کا ایمان ثابت کیا ہے۔ اثبات کے لیے انہوں نے تین طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب  
حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ ندرت میں ہی  
انتقال کر چکے تھے۔ ان کو حضور کی قربت کا زمانہ نہ ملا۔ تیسرا طریقہ یہ کہ آپ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
والسلام کی دعا سے آپ کے دست اقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والسلام  
کے والدین کے زندہ کرنے کا مریضہ جیسا اپنی صفات میں ضعیف ہے۔ لیکن متعدد طریق سے اس کی تفسیح اور تحسین کر دی  
گئی ہے اور یہ بات گویا تقدیر سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین علماء پر کھول دی۔ واللہ بخیر برحق  
من یشہ باتنا ومن فضله۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس چیز سے چاہے اپنی رحمت و فضل سے خاص کرے۔ حضرت شیخ  
جلال سیوطی رحمۃ اللہ نے اس بارے میں رسائل تصنیف کیے اور دلائل سے اس مسئلہ کا اثبات فرمایا۔ مخالفین کے  
ظہات کے جوابات دیے۔ ان دلائل اور جوابات کا اگر یہاں نقل کیا جائے قربات لمبی ہو جائے گی۔ ان کے رسائل میں  
دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

۱۴ وَعَنْ بَرْزِيْدَةَ قَالَ كَانَ  
سُؤْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى  
الْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ  
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ

حضرت بزریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
جب لوگ قبر کی طرف نکلتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم انہیں یہ الفاظ سکھاتے تھے۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ  
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مَا نَاثَلْنَاكُمْ لَكُمْ لَا حَقَّ  
اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو

إِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ  
سَأَلَ اللَّهُ لَنَا وَلكُمْ الْعَاقِبَةُ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انشاء اللہ ہم بھی تم سے ضرور ملنے والے ہیں ہم اللہ سے  
اپنے لیے اور تمہارے لیے عاقبت اور خراب دنیا  
آخرت کی سلامتی مانگتے ہیں۔ (مسلم)

۱۔ عمار نے کہا ہے کہ یہاں سلام تسلیم و رضا کے معنی میں ہے۔ دیار دار کا جمع ہے۔ دھاراں جو ملی کر کہتے ہیں جس  
میں مومن اور کھلی جگہ موجود ہو۔ اس کا استعمال زندہ لوگوں کے گھر وں اور قبر والوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔

۲۔ یہاں انشاء اللہ کا استعمال تبرک و رغبت کے لیے ہے۔ جس طرح بیمار کو کہتے ہیں۔ کہ انشاء اللہ تو صحت یاب  
ہو جائے گا۔ یا ایمان پر مرنے میں شک کی وجہ سے ہے یا وقت موت قریب ہونے کی وجہ سے۔ بیت

گر نہ قضا بود کہ باجم رویم  
ترجمہ۔ اگر قضا و قدر میں یہ نہ تھا کہ ہم اکٹھے ہیں تو وہ وقت بھی آ رہا ہے کہ ہم بھی ملیں گے۔  
یہ سہ آں وقت کہ باجم رویم

## الفصل الثانی

### دوسری فصل

۴۶۱ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِقُبُورٍ بِالْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ  
بَوَّحُهُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْهِمْ يَا  
أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ  
وَأَنْتُمْ سَلِّمُوا وَنَحْنُ بِأَلَاكُمُ  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

## الفصل الثالث

۱۶۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مُكَلِّمًا كَانَ لَيْسَ مِنْ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم  
جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا سامنا  
میرے پاس ہوتا تو اس کے آخر کے ی ایہ فریغ  
کی طرف نکلتے اور اسے اسے غرضیں کے گروا دیا

تم پر سلام تہنہ سے ہی وہ چیز اپنی ہے مگر  
تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ کی نہیں بہت دیکھا  
ہوئی ہے۔ انشاء اللہ ہم بھی تم سے وعدے  
میں۔ خدا یا یقین غرقہ حال کو بخش دے

يَقُولُ مِنَ الْجَنَّةِ  
الْبَقِيَّةُ قَبُولُ السَّلَامِ عَلَيْكُمْ  
وَأَنَا قَوْمٌ مُّسْلِمِينَ وَأَنَا كَمَا  
فُؤَادُونَ عَدَا مُوَجَّهُونَ وَ إِنْ  
إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَافْعُونَ  
أَلَمْ أَغْفِرْ لَكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

۱۔ یقین (اہل اور کاف سے) مریدہ منورہ کے قبرستان کا نام ہے۔  
۲۔ اس قبرستان کو یقین القوم اور دوسرے کہتے ہیں۔ کہ یقین اس زمین کہتے ہیں جہاں جہاں درخت ہوں۔ غرقہ زمین اور

کاف ایک نام کا درخت ہے جہاں قبرستان ہونے سے پہلے بہت تھا۔  
حضرت عائشہ سے صحابہ سے ہے فرماتی ہیں یا رسول اللہ  
میں کیا کہا کروں کس طرح کہا کروں اور کیا پڑھا کروں اپنی  
دینیت تمہارے وقت باپ نے فرمایا کہ اسلام ہی  
اصل الیاد من الرضین والصلین ویرم اللہ المتقین  
نار النارین وانا انشاء اللہ کم لافعون۔ اے مومن  
اسکے جہنم کے گروں والو تم کو سلام اللہ تعالیٰ ہمارے  
پہلوں اور کھیلوں پر دم فرمائے اور ہم بھی انشاء اللہ  
تعالیٰ تم سے آگے رہنے والے ہیں۔ (مسلم)

۱۹۴۲ وَعَنْهَا قَالَتْ كَيْفَ أَقُولُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ تَغْنِي فِي زِيَارَةِ  
الْقَبْرِ قَوْلِي السَّلَامُ عَلَى  
أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ  
مِنَ الْمُسْتَخِيرِينَ وَإِنَّا بِإِنْ شَاءَ  
اللَّهُ بِكُمْ لَافْعُونَ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ موتوں کے لیے جہاں نیک قبر جائز ہے اور اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے

کہ نیکیت پر کرنے والے موتوں پر بہت احسان ہے۔

حضرت محمد بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
وہ اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے  
ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے  
دو دنوں والے دین کا ایک کی قبر کا۔ بہت نیکیت  
کا تو اسے بخش دیا جاتا ہے دو دن کا تو خبردار کہہ رہے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَوْلِي السَّلَامُ عَلَى  
أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ  
مِنَ الْمُسْتَخِيرِينَ وَإِنَّا بِإِنْ شَاءَ  
اللَّهُ بِكُمْ لَافْعُونَ  
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(رَوَاهُ النَّبِيُّ فِي شُعَبِ الْأَوَّلِينَ) اسے نبی نے شعب الایمان میں مرسلہ  
موسلاً

اسے حضرت محمدؐ نے انھیں ثقہ میں سے کہا۔

اسے یعنی اسے بخش دیا جاتا ہے اور دیوان اعیان میں اسے الدین کے ساتھ لکھا کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ بڑا  
باکی زبر یعنی باپ اور ماں سے نیکی کرنا۔ یہ حقوق الدین کا افزائی کے لئے ہے۔ اور بڑا کی ذرا ہی طرح فقط یا یعنی والدین  
سے نیکی کرنے والا۔ یہ عاق کی ضرورت ہے بعض نقی روایات میں ماں باپ کے قبر کو بوسہ دینے کا ذکر بھی آیا ہے۔

۱۶۴۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں

قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ

نہایت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت

الْقُبُورِ قُودُودُهَا فَإِنَّهَا تَزِيدُ

کر لے کر قبر کو اور دنیا سے جگہ رحمت کرتا اور

فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

آخرت کی یاد دلاتی ہے

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ)

ابن ماجہ

اسے کہ جب ان کا یہ ہے تو پھر دنیا سے یہ تمام تبعات کس کی طرف سے کہ یاد دلاتی ہے کہ ان جہنم کے  
علاوہ ایک جہان بھی ہے جہان جانا ہے اس سے علم ہوتا ہے کہ قبر کی زیارت کی ضرورت ہے دنیا کی یاد دلاتی ہے اور  
غافل ولا پرواہ نہ کرنا چاہیے۔ مہربان

بِزِيَارَتِهِمْ كَمَا كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا قبر کی زیارت سے

ابن ماجہ

ابن ماجہ

تجسّم جس زمین پر پہل رہا ہے اسے اور لوگوں سے مل کر یہ سب انھیں چاہئے کہ ان کی یاد دلاتی ہے

ان کے شمار سے ہیں۔ یہ سب آفتاب کا پھر جہاں امروز ہے جہاں کمال ہے

۱۶۴۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

ابن ماجہ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے

رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ

ابن ماجہ

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهَ)

احمد ترمذی ابن ماجہ

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے

حَسَنٌ طَبِيعَتُهُ وَقَالَ يَقْدُرُ رَأَى

ابن ماجہ

بَقِصَ أَهْلِي الْعِلْمِ مِنْ هَذَا  
كَانَ قَبْلَ أَنْ يُرْخَصَ الْقَبْرُ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ  
فَلَمَّا دَخَلَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ  
الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ  
إِنَّمَا صَدْرُهُ زِيَارَةُ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ  
يُحِلُّهُنَّ حَتَّى يَمُوتْنَ وَكَانُوا جَمْعَهُنَّ  
ثُمَّ كَلَّمَهُ

قبور کا جنت دیفستان پہلے کی بات ہے۔ جب  
اُس نے اجازت دی تو اس میں مرد و عورتیں دونوں  
داخل ہو گئے۔ اور بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے مردوں کے لیے یہ زیارت قبور کا اسی لیے کر دہ  
قرار دیا کہ وہ صبر کم کرتی اور جزع و فزع زیادہ کرتی  
ہیں۔ امام ترمذی کا کلام مکمل ہوا۔

۱۴۴۱ھ یعنی ان مردوں پر جو زیارت کے وقت بزرع فرما کرین اور نو صراور آہ و بکا بہت کریں۔

۱۴۴۱ھ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ  
أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
إِنِّي وَاصِعٌ ثَوْبِي وَاقُولُ إِنَّمَا  
هُوَ زَوْجِي وَإِنِّي فَلَمَّا دُفِنَ عَمْرُو  
مَعَهُمْ قَوْلَهُ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَ  
أَنَا مُشْدُودَةٌ عَلَى ثِيَابِي حَيًّا  
مِنْ عَمْرُو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں  
میں نے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام  
فرماتے تھے اس میں داخل ہوئی تھی کہ میں نے چادر  
اتاری ہوتی تھی  
کستی تھی کہ وہ تو میرے خاوند اور میرے باپ ہیں۔ پھر  
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اللہ کی قسم  
میں اس گھر میں داخل نہ ہوتی تھی مگر اس حالت میں کہ میرے  
پکڑے ٹھیک پر بندھے ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
سے عیاذ شرم کی وجہ سے۔ (احمد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

۱۴۴۱ھ یعنی دفن میں۔ پھر یہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے۔

۱۴۴۱ھ یعنی میں اپنے دل میں کستی تھی۔ یا اگر کوئی مجھے پوچھتا تو میں یہی جواب دیتی کہ یہاں ایک تو میرے شوہر

حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے میرے باپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔

۱۴۴۱ھ کیونکہ وہ بیگانے تھے۔ اس حدیث میں اس امر پر واضح دلیل ہے کہ میت زندہ ہے اور اس کا علم موجود و

قائم ہے۔ اور یہ کہ میت کی زیارت کے وقت اس کا احترام واجب و ضروری ہے۔ غرض صالحین کی زیارت کے

وقت اور ادب کی رعایت حسب مراتب ہے۔ جس طرح ان کی زندگی میں کیونکہ صالحین ان کی زیارت کرنے و سنا کے اللہ

کے مطابق ان کو نہ بدست و بعد کرتے ہیں۔ جیسا کہ شرع شیخ میں مذکور ہے۔



کتاب الجنائز فی سبک کتب

فہ سبک دہتر کی حق توفیق سے کتاب ہرکت انتساب اشقی المصاحف شرح مشکوٰۃ الکریم اور کتاب الملوک  
کتاب الجنائز کے اردو ترجمہ کی جلد دوم اتمام پذیر ہوئی۔ قال حمد لله على ذلك وحيد الله تعالى على خيره  
خلق ونور عرشه سيدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ وازواجہ وجميع ائمتہ۔

ترجمہ۔ محمد سید محمد نقشبندی مجددی غفرلہ

ام خطیب جامع مسجد حوت علی بن عثمان المہدی

مکمل برساتی گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء

یہ روز جمعہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين  
وآلہ الطیبین الطاہرین  
وآلہ الطیبین الطاہرین  
وآلہ الطیبین الطاہرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين  
وآلہ الطیبین الطاہرین  
وآلہ الطیبین الطاہرین  
وآلہ الطیبین الطاہرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین

والصلاة والسلام على

سيدنا محمد وآله الطيبين

الطاهرين

وآلہ الطیبین الطاہرین

وآلہ الطیبین الطاہرین

# فہرست مضامین کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات اردو جلد دوم

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	کتاب الصلوٰۃ	۲	۱۲	دوسری فصل حضرت عبادۃ بن الصامت کے مختصر حالات	۱۰
۲	صلوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲	۱۳	ترکب گناہ کبیرہ کے بارے میں بیست	۱۰
۳	فصل اول - حدیث نمبر ۵۱۸	۲	۱۴	کاذبہ اور حدیث سے اس کی تائید	۱۱
۴	گناہ کبیرہ تو بہت معاف ہوتا ہے۔	۲	۱۵	حدیث نمبر ۵۲۱ تا بالغ بچوں کو نماز کی حقیقتوں	۱۱
۵	سوال و جواب	۵	۱۶	تاکید کا بیان۔	۱۱
۶	غیر محرم عورت سے بوسہ کنکار گناہ اور اس	۶	۱۵	حضرت سبرۃ بنت محمد صالیا کے مختصر حالات	۱۱
۷	حکمت کی معافی کی صورت	۶	۱۶	تیسری فصل - صحابہ کرام ترک نماز کو کفر	۱۵
۸	نظر نظر انہماک و تقاضا میں اہل کی تفسیر	۶	۱۷	ترامیت تھے۔	۱۵
۹	فرہم جیسے کا خیال احساس کی تردید	۶	۱۸	حضرت شفیق کے حالات	۱۵
۱۰	ایک شبہ اور اس کا جواب	۶	۱۹	عزیمت پر عمل کرنے کی تاکید	۱۵
۱۱	مفسرین نے علیہ السلام کی اقتدار میں نماز کا کرنے	۸	۲۰	اوقات نماز کا بیان	۱۵
۱۲	سے گناہ کبیرہ کی معاف ہوجاتے ہیں یا اس	۸	۲۱	دن ولادت کی پانچ نمازیں شکرانہ نعمت کے	۱۶
۱۳	بدستہ یہ نوافل کتاب حضرت شیخ کی تحقیق	۸	۲۲	طور پر فرض کی گئی ہیں۔	۱۶
۱۴	افضل عمل کیا ہے اس کی تفسیر و تحقیق	۸	۲۳	وقت ظہر کی ابتداء و انتہاء	۱۸
۱۵	حضرت علیہ السلام نے افضل اعمال کی تفسیر	۸	۲۴	وقت عصر کی ابتداء و انتہاء	۱۸
۱۶	میں مختلف جواب دیئے اور شواہد	۸	۲۵	مشہور روایات کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ	۱۸
۱۷	تا کہ نماز کو ترک کرنا ہوتا ہے اور اس	۹	۲۶	کے نزدیک وقت ظہر کا بیان۔	۱۸
۱۸	دین کے نزدیک اس کی سزا	۹			

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۶	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک وانسۃ نماز کا فرض ہے۔	۴۱	۱۹۱۸	۲۳
۳۶	حضرت طاہر بن قزح رضی اللہ عنہ کے حالات	۴۲	۱۹۱۹	۲۴
۳۷	حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۴۳	۲۰	۲۵
۳۷	محمد کا معنی	۴۳	۲۰	۲۶
۳۹	امام بیہقی نماز فجر یا عصر کے بعد صلاں سورج طلوع کر آیا یا غروب ہو گیا تو ایسا نمازوں کا حکم	۴۵	۲۰	۲۷
۴۱	حضرت ابو قتادہ کے حالات	۴۶	۲۰	۲۸
۴۲	حضرت ام فروہ کے حالات	۴۷	۲۰	۲۹
۴۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات	۴۸	۲۰	۳۰
۴۳	سے زیادہ بار کوئی نماز کی از حدت میں لایا نہیں کیا	۴۸	۲۰	۳۱
۴۴	حضرت ابی ایوب رضی اللہ عنہ کے حالات	۴۹	۲۰	۳۲
۴۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۰	۲۰	۳۳
۴۵	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۱	۲۰	۳۴
۴۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۲	۲۰	۳۵
۴۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۳	۲۰	۳۶
۴۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۴	۲۰	۳۷
۴۵	حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۵	۲۰	۳۸
۴۵	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۶	۲۰	۳۹
۴۵	حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۷	۲۰	۴۰
۴۵	حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۸	۲۰	۴۱
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۹	۲۰	۴۲
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۰	۲۰	۴۳
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۱	۲۰	۴۴
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۲	۲۰	۴۵
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۳	۲۰	۴۶
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۴	۲۰	۴۷
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۵	۲۰	۴۸
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۶	۲۰	۴۹
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۷	۲۰	۵۰
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۸	۲۰	۵۱
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۶۹	۲۰	۵۲
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۰	۲۰	۵۳
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۱	۲۰	۵۴
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۲	۲۰	۵۵
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۳	۲۰	۵۶
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۴	۲۰	۵۷
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۵	۲۰	۵۸
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۶	۲۰	۵۹
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۷	۲۰	۶۰
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۸	۲۰	۶۱
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۹	۲۰	۶۲
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۰	۲۰	۶۳
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۱	۲۰	۶۴
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۲	۲۰	۶۵
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۳	۲۰	۶۶
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۴	۲۰	۶۷
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۵	۲۰	۶۸
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۶	۲۰	۶۹
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۷	۲۰	۷۰
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۸	۲۰	۷۱
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۸۹	۲۰	۷۲
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۰	۲۰	۷۳
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۱	۲۰	۷۴
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۲	۲۰	۷۵
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۳	۲۰	۷۶
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۴	۲۰	۷۷
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۵	۲۰	۷۸
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۶	۲۰	۷۹
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۷	۲۰	۸۰
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۸	۲۰	۸۱
۴۵	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۹	۲۰	۸۲
۴۵	حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۰۰	۲۰	۸۳

نمبر شمار	معنا میں	نمبر شمار	معنا میں	نمبر شمار
۴۵	حکامات اذان و اقامت کے بارے میں احکامات کا مذہب اہل اہل کی تحقیق و تائید	۴۱	۴۹	۵۶
۴۵	حدیث میں وارد الفاظ اذان	۴۲	۵۰	۵۷
۴۶	حضرت ابو مخذومہ کے حالات	۴۳		۵۸
۴۶	ترجیح کا معنی اور اس بارے میں آئمہ کا اختلاف۔	۴۴	۵۲	۵۹
۴۶	دوسری فصل۔	۴۵	۵۲	۶۰
۴۷	اقامت کے کلمات بھی دو دو بارہ کہے جائیں گے۔	۴۶	۵۳	۶۱
۴۷	حدیث ۵۹۴ حضرت ابو مخذومہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلمات اذان سیکھے ان کا بیان۔	۴۷	۵۴	۶۲
۴۸	تہذیب کا معنی اہل اہل کی تحقیق	۴۸	۵۵	۶۳
۴۹	نمازی اذان کے کن الفاظ پر جماعت کیلئے کھڑا ہونا۔	۴۹	۵۶	۶۴
۴۹	حضرت زید بن الحارثہ العدائی کے حالات تیسری فصل۔	۵۰	۵۷	۶۵
۵۰	حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۱	۵۸	۶۶
۵۱	حضرت ابو بکر ثقیفی کے حالات	۵۲	۵۹	۶۷
۵۲	سورۃ ہود کے آغاز کے پہلے پہلے	۵۳	۶۰	۶۸
۵۳	اذان کے بارے میں تحقیقات	۵۴	۶۱	۶۹
۵۴	فصل اول حضرت حماد کے حالات	۵۵	۶۲	۷۰
۵۵	ایک شبہ اہل اہل کا جواب	۵۶	۶۳	
۵۶	رات دن سے افضل ہے۔	۵۷	۶۴	
۵۷	حضرت ہشام بن عمار رضی اللہ عنہ	۵۸	۶۵	
۵۸	لفظ تہذیب کی تحقیق	۵۹	۶۶	
۵۹	جگہ و محلہ میں حضور کے کلمہ کے لیے جگہ	۶۰	۶۷	
۶۰	کی جگہ اہل اہل بدو مانہ کی اہل اہل کا جواب	۶۱	۶۸	
۶۱	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۲	۶۹	
۶۲	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۳	۷۰	
۶۳	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۴	۷۱	
۶۴	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۵	۷۲	
۶۵	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۶	۷۳	
۶۶	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۷	۷۴	
۶۷	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۸	۷۵	
۶۸	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۶۹	۷۶	
۶۹	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۰	۷۷	
۷۰	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۱	۷۸	
۷۱	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۲	۷۹	
۷۲	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۳	۸۰	
۷۳	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۴	۸۱	
۷۴	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۵	۸۲	
۷۵	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۶	۸۳	
۷۶	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۷	۸۴	
۷۷	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۸	۸۵	
۷۸	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۷۹	۸۶	
۷۹	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۰	۸۷	
۸۰	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۱	۸۸	
۸۱	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۲	۸۹	
۸۲	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۳	۹۰	
۸۳	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۴	۹۱	
۸۴	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۵	۹۲	
۸۵	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۶	۹۳	
۸۶	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۷	۹۴	
۸۷	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۸	۹۵	
۸۸	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۸۹	۹۶	
۸۹	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۹۰	۹۷	
۹۰	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۹۱	۹۸	
۹۱	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۹۲	۹۹	
۹۲	نماز کی کنسی نماز ہے اہل اہل کی تحقیق	۹۳	۱۰۰	

نمبر	مضامین	نمبر	مضامین	نمبر	مضامین
۸۷	مروج الکرم کا مکمل تحقیق	۷۴	اذان افضل ہے یا امامت	۸۷	۸۷
۸۸	مکرمات اور مروج کاذب کا بیان	۷۵	کیا حضور علیہ السلام نے خود بھی اذان	۸۸	۸۸
۸۹	حضرت ملک بن الحویرث کے حالات	۷۶	کہی ہے یا نہیں اس کی تحقیق	۸۹	۸۹
۹۰	تقریس کا معنی	۷۷	مؤذن کی اذان کا جواب دینا واجب ضروری	۹۰	۹۰
۹۱	تفہیم نماز کے لیے اذان و اقامت کی	۷۸	ہے اس کی تحقیق	۹۱	۹۱
۹۲	علمتے یا نہیں اس کی تحقیق	۷۹	قیامت کے دن مؤذنین کی شان و ہندگی	۹۲	۹۲
۹۳	سوال و جواب	۸۰	بوقت اذان شیطان کے گزر مارنے	۹۳	۹۳
۹۴	سوال و جواب	۸۱	کا مطلب	۹۴	۹۴
۹۵	سوال و جواب	۸۲	سوال و جواب	۹۵	۹۵
۹۶	جملہ احادیث کے لیے نظر فرمائیے	۸۳	اذان بن کر درود شریف بھی پڑھا جائے	۹۶	۹۶
۹۷	فائدہ لیں کہ کھڑا ہو کر پڑھیں اس کی	۸۴	لفظ وسیلہ کا معنی اور حضور کے پیچھے وسیلہ	۹۷	۹۷
۹۸	اس حدیث پر بحث	۸۵	طلب کرنے کی تحقیق	۹۸	۹۸
۹۹	جماعت میں شامل ہونے کے لیے دعا	۸۶	قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی	۹۹	۹۹
۱۰۰	مستحب ہے۔	۸۷	شان و مرتبہ	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۱	جماعت میں شامل ہونے کے لیے دعا	۸۸	ثقات ایمان والوں کے ساتھ حال ہے	۱۰۱	۱۰۱
۱۰۲	کسی کا جواب	۸۹	مغرب کی اذان اور مرفوض کے درمیان	۱۰۲	۱۰۲
۱۰۳	سب سے پہلے کی دعا	۹۰	نفل پڑھنے منور ہیں۔	۱۰۳	۱۰۳
۱۰۴	کا جواب	۹۱	آئمہ ساجد اور مؤمنین کے لیے حضور علیہ السلام	۱۰۴	۱۰۴
۱۰۵	مسما تعنی کا تعنی کس کا ہے	۹۲	طیہ وسلم کی دعا	۱۰۵	۱۰۵
۱۰۶	حدیث لا تشدوا لرحمہم	۹۳	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۰۶	۱۰۶
۱۰۷	امین یحییٰ و یحییٰ کا معنی اور تفسیر	۹۴	حضرت عثمان بن ابوالعاص کے حالات	۱۰۷	۱۰۷
۱۰۸	اللہ تعالیٰ کے لیے دعا	۹۵	الذات اور امامت کے درمیان کی دعا	۱۰۸	۱۰۸
۱۰۹	سجدہ زمین کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیاض	۹۶	نہیں ہوتی۔	۱۰۹	۱۰۹
۱۱۰	خانہ ہے	۹۷	حضرت بھل بن سعد کے حالات	۱۱۰	۱۱۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۹	سجدہ کے کام کا ماحول ضروریات میں دلچسپی لینے کا درجہ	۱۰۵	جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت	۱۲۰
۱۲۰	اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں	۱۰۶	حج کی نماز نفل میں پڑھنے کا راز	۱۲۱
۱۲۰	حریف پیشہ . دوست علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۷	ساتھ کوئی قیامت کے دن سرکش کے سایہ میں ہوں گے	۱۲۲
۱۲۱	حضرت عبدالرحمن بن عائش کے حالات	۱۰۸	نماز باجماعت کی فضیلت اور وجہ	۱۲۳
۱۲۱	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا	۱۰۸	ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار میں بیٹھنے کی فضیلت	۱۲۴
۱۲۱	فی حسن سورۃ کی تفسیر	۱۰۸	سجدہ میں بے وضو بیٹھنا اور دنیا کی باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔	۱۲۵
۱۲۱	لفظ کھاؤ کی تفسیر	۱۰۹	حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۲۶
۱۲۲	ان اعمال صالحہ کا بیان جن سے گناہ جڑتے اور درجات بلند ہوتے ہیں۔	۱۰۹	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۲۷
۱۲۲	اللہ تعالیٰ کے حضور کی پشت اور پردوں	۱۰۹	تھیلا سجدہ کا بیان	۱۲۸
۱۲۲	دست پاک رکھنے سے کیا مراد ہے	۱۱۰	حضرت کعب بن لک کے حالات	۱۲۹
۱۲۲	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام ملی و عربی امور کو محیط ہے۔	۱۱۱	بابہ عزیز کمال سجدہ میں آنا ٹھیک ہے	۱۳۰
۱۲۲	حبیب و خلیل میں فرق	۱۱۲	اچھا عمل اور بُرا عمل	۱۳۱
۱۲۳	تین آدمی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔	۱۱۳	انبیاء و مرسلین اسلام کا تہجد کب کب گاہ بنانے کا مطلب	۱۳۲
۱۲۳	اپنے گھروں اسلام و حکیم کتبہ ہوئے داخل ہونے کا فائدہ۔	۱۱۴	حضرت جناب کے حالات	۱۳۳
۱۲۵	ارض غسان غارِ چاشت ادا کرنے اور دو نمازوں کے درمیانی وقت میں ہر گناہ سے بچنے کی فضیلت	۱۱۵	نفل نماز گھر میں پڑھنے کا فائدہ	۱۳۴
۱۲۵	سجہیں جنت کے باغات ہیں اور ان میں ذکر و تسبیح کرنا اس طرح ہے جیسے جنت کے میوے کھانا	۱۱۶	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کا پانی	۱۳۵
۱۲۶		۱۱۷	کلام بطور تبرک سے کہ جاتے تھے	۱۳۶
		۱۱۷	گھروں اور محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم	۱۳۷
		۱۱۸	مسجدوں کو نقش و نگار کرنا	۱۳۸
			قرآنی سورت پڑھ کر نیچے بعد جلا دینے کا گناہ	



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۴	مجدیں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا	۱۲۶	۱۵۸	سجدہ اقصیٰ مسجد نبویؐ اور مسجد کعبہ میں ایک غار کا ثواب	۱۲۱
۱۵۵	حضرت فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا کے حالات	۱۲۷	۱۵۹	سجدہ اقصیٰ مسجد نبویؐ سے چالیس سال بعد تعمیر ہوئی اس کی تحقیق اور ایک اشکال کا جواب۔	۱۲۲
۱۵۶	حضرت حکیم بن خزام رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۲۸	۱۶۰	حضرت عمر بن ابوالسمر کے حالات	۱۲۳
۱۵۷	حضرت معاویہ بن قرظہ کے حالات	۱۲۹	۱۶۱	لفظ اشمال کا معنی	۱۲۴
۱۵۸	قبرستان اور حمام میں نماز نہ پڑھی جائے	۱۲۹	۱۶۲	حضرت بدر بن جہم کے حالات	۱۲۵
۱۵۹	قبر کو سجدہ کرنا منع ہے قبر پر روشنی کرنا اور چراغ جلانا جائز ہے یا نا جائز اس مسئلہ کی وضاحت۔	۱۳۱	۱۶۳	حضرت بکر بن عامر کے حالات	۱۲۶
۱۶۰	خالق و مخلوق کے درمیان حجابات کی تشریح۔	۱۳۲	۱۶۴	مردوں کے لیے بیٹھنے کی جگہ پر سجدہ	۱۲۷
۱۶۱	مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کی ممانعت و نذر۔	۱۳۳	۱۶۵	انسانی قیام و دیوار کے قیام میں فرق	۱۲۸
۱۶۲	طائف کا ذکر	۱۳۴	۱۶۶	سجدہ کا معنی	۱۲۹
۱۶۳	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر اور طائف میں ہے۔	۱۳۵	۱۶۷	سجدہ کا معنی	۱۳۰
۱۶۴	مسجد خصوصاً مسجد نبوی شریف میں اپنی آواز کرنا ادب کے خلاف ہے	۱۳۵	۱۶۸	سجدہ کا معنی	۱۳۱
۱۶۵	دنیا کی بات کہنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کے پاس ایک جگہ مقرر کی ہوئی تھی۔	۱۳۶	۱۶۹	سجدہ کا معنی	۱۳۲
۱۶۶	شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا	۱۳۷	۱۷۰	سجدہ کا معنی	۱۳۳
۱۶۷	حضرت عطاء بن یسار کے حالات	۱۳۸	۱۷۱	سجدہ کا معنی	۱۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۶	سترہ کا باب	۱۵۳	۲۰۴	حسوت نافع کے حالات	۱۶۹
۱۸۷	سترہ کا معنی	۱۵۴	۲۰۵	رفع یرین کا مسئلہ	۱۶۹
۱۸۸	حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۵۵	۲۰۶	رفع یرین کی احادیث کا مطلب	۱۷۰
۱۸۹	مقام النخل	۱۵۵	۲۰۷	جسٹہ استراحت کے جلد و عدم جواز کی تحقیق	۱۷۱
۱۹۰	خالص سرخ لباس پہننا درست ہے یا منع ہے	۱۵۵	۲۰۸	حضرت مال بن عمر رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۷۱
۱۹۱	غازی کے آگے سے گزرتا کھنت گناہ ہے	۱۵۷	۲۰۹	غازی زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ	۱۷۲
۱۹۲	حضرت ابو جعفر کے حالات	۱۵۷	۲۱۰	غلام میں قیام افضل ہے یا بعدہ اس کی تحقیق	۱۷۳
۱۹۳	غازی کے آگے سے گزرنے سے غناہ	۱۵۸	۲۱۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کا طریقہ غناہ	۱۷۵
۱۹۴	غناہ کی نیت ہے آگے خط کھینچنے کا اعتقاد نہیں	۱۵۹	۲۱۲	بچہ نوک اور پیشانی دونوں پر ہونا چاہیے	۱۷۷
۱۹۵	حسوت بیل بن حمزہ کے حالات	۱۶۰	۲۱۳	انقیات میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کا مسئلہ	۱۷۷
۱۹۶	حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۶۱	۲۱۴	حضرت قبیلہ بن صلب کے حالات	۱۷۸
۱۹۷	عز و مال کی ایک حد	۱۶۱	۲۱۵	حضرت رفاعة بن رافع کے حالات	۱۷۹
۱۹۸	کتاب صفة الکلمۃ	۱۶۳	۲۱۶	حضرت فضل بن عباس کے حالات	۱۸۰
۱۹۹	غلام میں تبدیل ارکان کا امریت	۱۶۴	۲۱۷	حضرت سعید بن عاص بن مصلیٰ کے حالات	۱۸۱
۲۰۰	تبدیل ارکان فرما کر ہے یا واجب اس کی تحقیق	۱۶۴	۲۱۸	حضرت عکرمہ کے حالات	۱۸۲
۲۰۱	انقیات میں بیٹنے کی کیفیت میں آئینہ کا	۱۶۶	۲۱۹	حضرت علقمہ کے حالات	۱۸۲
۲۰۲	حضرت ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ کے حالات	۱۶۷	۲۲۰	رفع یرین کی نفی میں حدیث	۱۸۳
۲۰۳	دکھ و بعدہ میں اعضا کی حالت	۱۶۸	۲۲۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم اپنے پس پشت بھی	۱۸۴
				ای طرح دیکھتے تھے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے۔	
			۲۲۲	بہا کتبہ الہم وغیرہ اذکار کا پڑھنا مستحب ہے۔	۱۸۵
			۲۲۳	حضرت جبر بن مطعم کے حالات	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۳	حضرت عمر بن خطاب کے حالات	۱۹۲	۲۲۹	حضرت جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۰۵
۲۲۵	حضرت محمد بن مسلمہ کے حالات	۱۹۵	۲۳۰	حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے حالات	۲۰۶
۲۲۶	نماز کی کن رکعتوں میں قرات ضروری ہے	۱۹۵	۲۳۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۰۸
	اس بارے میں آئمہ کا اختلاف		۲۳۲	حضرت بلال بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۰۸
۲۲۷	سورۃ فاتحہ کو ام القرآن کہنے کی وجہ	۱۹۶	۲۳۳	غزوی نماز میں قرات و دعا ذکر کرنے کا راز	۲۰۹
۲۲۸	نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے	۱۹۶	۲۳۴	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۱۰
	فرض نہیں		۲۳۵	حضرت عبداللہ بن السائب کے حالات	۲۱۰
۲۲۹	فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ اور اس کی تحقیق	۱۹۷	۲۳۶	غزوی قرات کے لیے کوئی کر تعین	۲۱۱
۲۳۰	کیا ہر رکعت کے ابتدا میں بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے	۱۹۸		کوئی مسئلہ	
	اس بارے میں آئمہ کا اختلاف		۲۳۷	حضرت عبداللہ بن ابی رافع کے حالات	۲۱۲
	ایک سوال اور اس کا جواب		۲۳۸	حضرت عثمان بن ابی سہیل رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۱۲
۲۳۱	سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہی جائے کہ	۲۰۰	۲۳۹	حضرت عبداللہ بن قتیبہ کے حالات	۲۱۳
	یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے		۲۴۰	غزوی نماز میں کوئی حدیث پڑھنی چاہیے	۲۱۳
۲۳۲	لفظ آمین کی تحقیق	۲۰۰	۲۴۱	آمین پڑھنے کی آواز میں کونسا مسئلہ	۲۱۵
۲۳۳	لفظ صف کا معنی	۲۰۰	۲۴۲	حضرت ابو زبیر غزوی کے حالات	۲۱۶
۲۳۴	مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کریں حدیث	۲۰۱	۲۴۳	آمین قبل قرات دعا کے پچھلے ہر رکعت	۲۱۶
	پاک سے اس کا ثبوت		۲۴۴	رکعت ہے	۲۱۶
۲۳۵	پہلی رکعت میں قرات لمبی کا جائز	۲۰۳	۲۴۵	حضرت عتبہ بن معمر کے حالات	۲۱۶
۲۳۶	فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ	۲۰۴	۲۴۶	سورۃ الحمد برب الخلق اور الحمد برب الخلق	۲۱۶
	کا مسئلہ اور آئمہ کا اختلاف		۲۴۷	کاشفیت	۲۱۷
۲۳۷	حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات	۲۰۴	۲۴۸	حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۱۷
۲۳۸	طوال مفصل پڑھنے کا تعلق پہلی رکعت	۲۰۵	۲۴۹	طوال مفصل اور دعا اور دعا کی قرات	۲۱۹
	سے ہے		۲۵۰	مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کریں	۲۲۲
			۲۵۱	سوال و جواب	۲۲۴

نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۹	حضرت شعیب بن سلمہ رضی اللہ عنہ	۲۸۲	۲۲۷	حضرت معاذ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۲۲۷
۲۴۰	جو شخص رکوع و سجود صحیح نہ کرے اور بغیر	۲۸۳		کے حالات	
	قرینہ جملے اس کا ایمان پر مرقا خطبے		۲۲۷	حضرت مرد بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۲۷
	میں ہے۔		۲۲۸	حضرت قزاح بن لیس کے حالات	۲۲۸
۲۴۰	حضرت نعمان بن مرہ رضی اللہ عنہ	۲۸۴	۲۲۸	حضرت عامر بن رعیہ کے حالات	۲۲۸
۲۴۱	باب السجود۔ لفظ سجود و سجود کا معنی	۲۸۵	۲۲۹	لفظ اُجَل کی تحقیق	۲۲۹
۲۴۱	فصل اول	۲۸۶	۲۲۹	حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۲۹
۲۴۲	کتبہ اعضاء پر سجود کہنا چاہیے	۲۸۷	۲۲۹	باب الکوثر	۲۲۹
۲۴۲	سجود کا صحیح طریقہ	۲۸۸	۲۲۹	لفظ رکوع کا معنی	۲۲۹
۲۴۲	لفظ بقرہ کی تحقیق	۲۸۹	۲۳۰	نگاہِ نبوت کا کمال	۲۳۰
۲۴۲	حضرت عبد اللہ بن مالک بن عیینہ کے حالات	۲۹۰	۲۳۱	آپ کثرت سے تسبیح و استغفار کرتے تھے	۲۳۱
۲۴۲	حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ	۲۹۱	۲۳۱	لفظ سجود کا معنی	۲۳۱
۲۴۲	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۹۲	۲۳۲	سجود و سجود میں تلاوت قرآن پاک منع ہے	۲۳۲
	نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔		۲۳۲	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت	۲۳۲
۲۴۸	حضرت عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ	۲۹۳	۲۳۵	حضرت صفوان بن یمان کے حالات	۲۳۵
۲۴۹	فصل دوسری۔ سجود کے جاتے وقت	۲۹۴	۲۳۵	الفصل ثانی	۲۳۵
	پہلے کون سے اعضاء زمین پر رکے		۲۳۶	حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ	۲۳۶
۲۵۱	حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۹۵	۲۳۶	سجود کی حالت میں انہیں اور سجود	۲۳۶
۲۵۲	سجود میں اپنے لیے جگہ مختص کر لینا منع ہے	۲۹۶		سجود کی حالت میں	
۲۵۲	لفظ انصاف کی تفسیر	۲۹۷	۲۳۷	سجود میں اپنے لیے جگہ مختص کر لینا منع ہے	۲۳۷
۲۵۲	حضرت طلحہ بن عوف رضی اللہ عنہ	۲۹۸	۲۳۸	سجود میں اپنے لیے جگہ مختص کر لینا منع ہے	۲۳۸
۲۵۳	باب التَّشَهُُّد۔ لفظ تشہد کا معنی	۲۹۹	۲۳۸	تیسری فصل	۲۳۸
۲۵۴	اتحاد میں آگشت شہادت اٹھانے کا سنہ	۳۰۰	۲۳۸	حضرت عرف بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۳۸
۲۵۵	لفظ اتحیات کا معنی	۳۰۱		حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہ	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں میں موجود ہوتے ہیں۔	۲۵۸	۲۲۰	حضرت ابو طلحہ کے خلافت	۲۴۴
۳۰۳	لفظ صالح کی تفسیر اور مراتب صلاح	۲۵۸	۲۲۱	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	۲۴۵
۳۰۴	الفاظ شہد کی تحقیق	۲۶۰	۲۲۲	درد و شریف کا کثرت کا ذکر	۲۴۵
۳۰۵	فصل دوم	۲۶۰	۲۲۳	درد و شریف کا کافی بہانہ و شکایت ہے	۲۴۵
۳۰۶	درد و شریف کا بیان۔ لفظ صلوة کا معنی	۲۶۲		اس بارے میں شیخ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ صاحب	
۳۰۷	درد و شریف پڑھنے کی تاکید	۲۶۵	۲۲۴	متقی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گواہی	
۳۰۸	ہر مومن متقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے	۲۶۷	۲۲۵	حضرت فضالہ بن عیاض رضی اللہ عنہ کے	۲۴۶
۳۰۹	لفظ اہل بیت کی تشریح	۲۶۷		خلافت	
۳۱۰	بیت چند قسم ہے۔	۲۶۷	۲۲۶	درد و شریف پڑھ کر دعا کی گنجینہ	۲۴۶
۳۱۱	گناہ گشت میں تشبیہ کی تحقیق ایمان	۲۶۸		گناہ گشت	۲۴۷
۳۱۲	اس سوال اور اس کا جواب	۲۶۹	۲۲۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۳	ایک اشکال اور اس کا جواب	۲۷۰	۲۲۸	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۴	آپ کے قبر اور میں زندہ ہونے کی تحقیق	۲۷۰	۲۲۹	حضرت زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اللہ تعالیٰ	۲۷۱	۲۳۰	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۶	درد و شریف پیش ہونے کی کیفیت	۲۷۱	۲۳۱	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۷	آپ امت کا درد اپنے کان مبارک سے سنتے ہیں۔	۲۷۱	۲۳۲	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۸	گھروں کو قبروں نہ بنانے کا مطلب	۲۷۲	۲۳۳	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۱۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور کوہِ نہ جانی	۲۷۲	۲۳۴	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۲۰	کامطلب		۲۳۵	سیدہ زینب کے بیٹے کو ہاتھ دینا	۲۴۷
۳۲۱	حضور کا نام پاک سن کر آپ پر درد و شریف	۲۷۳		اس کے استمداد کا بیان	
۳۲۲	دہ پڑھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی		۲۳۶	لفظ بیچ کا اطلاق اور استعمال	۲۴۸
۳۲۳	بردہا		۲۳۷	نقشہ الحیا کے علاوہ	۲۴۸

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹۶	کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے حصے	۲۸۳	نقشہ حیات سے مراد	۲۳۷
	ان کلامیات	۲۸۳	رضی سے پناہ پا رہے ہیں	۲۳۷
۲۹۷	حضرت شیخ عبداللہ بن مسعود قری کہ ذکر	۲۸۲	ایک دعا جو حضور نے حضرت صدیق اکبر کو	۲۳۸
	جہر بلا شبہ جائز ہے		سکھائی	
۲۹۸	نمانہ کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار	۲۸۵	حضرت امام بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۳۹
	الحمد اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھنے کا درجہ	۲۸۵	اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے	۲۴۰
۳۰۰	فیض صاحب نقل ہے یا غنی شاگرد	۲۵۴	کی کیفیت	
۳۰۱	رات کے آخری حصہ میں دعا زیادہ قبول	۲۸۶	بعض اوقات رخصت پر تل کر بھی خدا کو	۲۴۱
	ہوتی ہے		پسند آتا ہے۔	
۳۰۱	حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۹۶	حضرت مطاخرسانی کے حالات	۲۴۲
۳۰۲	نماز اشراق کی فضیلت اور اس کی تعداد	۲۹۱	امام سے پتہ چکے ہیں جو شریف اللہ تعالیٰ	۲۴۳
	رکعات		پر ہونا چاہیے۔	
۳۰۵	ازرق بن قیس کے حالات	۲۹۱	حضرت شاد بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۴۳
۳۰۷	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حالات	۲۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں	۲۴۵
۳۰۷	ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا ثواب	۲۵۹	کی کیفیت ہے	
	اور نادمہ	۲۹۲	نار کے بعد جبکہ اس سے ذکر کیا جائے	۲۴۶
۳۰۸	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۹۰	ذکر نماز میں رکعت کے بعد پڑھنے کے بعد کیا	۲۴۷
۳۰۹	حضرت عبدالرحمن بن نعم رضی اللہ عنہ	۲۹۲	طریقہ کی دو قسموں میں بعد الحمد و قائل	۲۳۸
۳۱۰	نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر الہی	۲۹۲	یہاں تک کہ قرآن اور قائل ہوا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
	کی فضیلت		پڑھیں۔ فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد	
۳۱۱	عمل قیام و کثیر کا تشریح	۲۹۳	بہت بڑا اور عمدہ ذکر کو ذکر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۷
۳۱۲	کارن کے پاس جانا نا ہے	۲۹۳	اسم کے دواہ اقدس میں شیخ، مرزا	
۳۱۳	حضرت سعید بن احکم رضی اللہ عنہ	۲۹۵	اور تعارف احمد	
۲۱۵	کافی کی تفسیر	۲۹۶	اسم پیرنے کے متصل بعد بھنا دانو سے جو	۲۵۰



نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۳۶۷	سلم و مل و نجوم کا حکم	۳۱۵	لفظ عربی کی تحقیق
۳۶۸	حضرت نجاشی شاہ حبشہ کے حالات	۳۱۶	حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم پر غلامی سے نجات کرنا
	اور لفظ نجاشی کی تحقیق	۳۱۷	ہوتا تھا۔
۳۶۹	حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ علیہ	۳۱۸	تہمت سے بچنے کی پوری پوری کوشش
۳۷۰	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۱۹	کرنی چاہیے
۳۷۱	جائی کو حتی الامکان روکنا چاہیے	۳۲۰	لفظ سلام سے غلام سے باہر نکلنے نہیں
۳۷۲	حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم کی قدرت تصرف کی	۳۲۱	ایک سوال اور اس کا جواب
۳۷۳	جائی آئے تو اسے بقدر امکان روک کے	۳۲۲	حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم کا تصرف
۳۷۴	حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ	۳۲۳	باب السہو۔ بھولنے کا باب
۳۷۵	جس قدر غلاموں میں حضور و توجہ ہوگی اسی قدر	۳۲۴	سہو کا معنی
	غلاموں میں یہ سعادت نصیب ہوگی	۳۲۵	حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال میں سہو
۳۷۶	انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا کیوں منع ہے	۳۲۶	ہونا جائز نہیں جو شرعی احکام کے خلاف ہو
	اور اس کی تحقیق		ہوتی ہیں۔ لہذا ان افعال میں سہو
۳۷۷	غلاموں میں جب تک بندے کا دھیلا نہ لگتا		تو سہو کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوتا
	یہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس پر ہوتی		حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم کی گناہوں سے توبہ
	رہتی ہے اور اس کا خاص منہایت کا ترہل		حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
	ہوتا ہے۔		کچھ اور حکام کے سہو کے بارے میں
۳۷۸	غلاموں میں گناہ کہاں رہے	۳۲۷	ایک حکایت
۳۷۹	حضرت انس پر حضرت مسیحی اللہ علیہ وسلم کی خاص	۳۲۸	توبہ کی حد تک کی توبہ کی حد تک
	شفقت		کی حد تک
۳۸۰	عربی بن ثابت کے حالات	۳۲۹	لفظ عربی کی تفسیر
۳۸۱	نکاح، نکاح اور رومات کا معنی	۳۳۰	لفظ مالیدین کی وضاحت
۳۸۲	ایک شبہ اور اس کا جواب	۳۳۱	دوا اشکال اور اس کا جواب
۳۸۳	حضرت مطرف بن عبد اللہ بن اشجوزی	۳۳۲	

صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۱	۴۴۵	۴۲۰	۴۴۵
۴۰۲	۴۴۶	۴۲۱	۴۴۶
۴۰۳	۴۴۷	۴۲۲	۴۴۷
۴۰۴	۴۴۸	۴۲۳	۴۴۸
۴۰۵	۴۴۹	۴۲۴	۴۴۹
۴۰۶	۴۵۰	۴۲۵	۴۵۰
۴۰۷	۴۵۱	۴۲۶	۴۵۱
۴۰۸	۴۵۲	۴۲۷	۴۵۲
۴۰۹	۴۵۳	۴۲۸	۴۵۳
۴۱۰	۴۵۴	۴۲۹	۴۵۴
۴۱۱	۴۵۵	۴۳۰	۴۵۵
۴۱۲	۴۵۶	۴۳۱	۴۵۶
۴۱۳	۴۵۷	۴۳۲	۴۵۷
۴۱۴	۴۵۸	۴۳۳	۴۵۸
۴۱۵	۴۵۹	۴۳۴	۴۵۹
۴۱۶	۴۶۰	۴۳۵	۴۶۰
۴۱۷	۴۶۱	۴۳۶	۴۶۱
۴۱۸	۴۶۲	۴۳۷	۴۶۲
۴۱۹	۴۶۳	۴۳۸	۴۶۳
۴۲۰	۴۶۴	۴۳۹	۴۶۴
۴۲۱	۴۶۵	۴۴۰	۴۶۵
۴۲۲	۴۶۶	۴۴۱	۴۶۶
۴۲۳	۴۶۷	۴۴۲	۴۶۷
۴۲۴	۴۶۸	۴۴۳	۴۶۸
۴۲۵	۴۶۹	۴۴۴	۴۶۹
۴۲۶	۴۷۰	۴۴۵	۴۷۰
۴۲۷	۴۷۱	۴۴۶	۴۷۱
۴۲۸	۴۷۲	۴۴۷	۴۷۲
۴۲۹	۴۷۳	۴۴۸	۴۷۳
۴۳۰	۴۷۴	۴۴۹	۴۷۴
۴۳۱	۴۷۵	۴۵۰	۴۷۵
۴۳۲	۴۷۶	۴۵۱	۴۷۶
۴۳۳	۴۷۷	۴۵۲	۴۷۷
۴۳۴	۴۷۸	۴۵۳	۴۷۸
۴۳۵	۴۷۹	۴۵۴	۴۷۹
۴۳۶	۴۸۰	۴۵۵	۴۸۰
۴۳۷	۴۸۱	۴۵۶	۴۸۱
۴۳۸	۴۸۲	۴۵۷	۴۸۲
۴۳۹	۴۸۳	۴۵۸	۴۸۳
۴۴۰	۴۸۴	۴۵۹	۴۸۴
۴۴۱	۴۸۵	۴۶۰	۴۸۵
۴۴۲	۴۸۶	۴۶۱	۴۸۶
۴۴۳	۴۸۷	۴۶۲	۴۸۷
۴۴۴	۴۸۸	۴۶۳	۴۸۸
۴۴۵	۴۸۹	۴۶۴	۴۸۹
۴۴۶	۴۹۰	۴۶۵	۴۹۰
۴۴۷	۴۹۱	۴۶۶	۴۹۱
۴۴۸	۴۹۲	۴۶۷	۴۹۲
۴۴۹	۴۹۳	۴۶۸	۴۹۳
۴۵۰	۴۹۴	۴۶۹	۴۹۴
۴۵۱	۴۹۵	۴۷۰	۴۹۵
۴۵۲	۴۹۶	۴۷۱	۴۹۶
۴۵۳	۴۹۷	۴۷۲	۴۹۷
۴۵۴	۴۹۸	۴۷۳	۴۹۸
۴۵۵	۴۹۹	۴۷۴	۴۹۹
۴۵۶	۵۰۰	۴۷۵	۵۰۰
۴۵۷	۵۰۱	۴۷۶	۵۰۱
۴۵۸	۵۰۲	۴۷۷	۵۰۲
۴۵۹	۵۰۳	۴۷۸	۵۰۳
۴۶۰	۵۰۴	۴۷۹	۵۰۴
۴۶۱	۵۰۵	۴۸۰	۵۰۵
۴۶۲	۵۰۶	۴۸۱	۵۰۶
۴۶۳	۵۰۷	۴۸۲	۵۰۷
۴۶۴	۵۰۸	۴۸۳	۵۰۸
۴۶۵	۵۰۹	۴۸۴	۵۰۹
۴۶۶	۵۱۰	۴۸۵	۵۱۰
۴۶۷	۵۱۱	۴۸۶	۵۱۱
۴۶۸	۵۱۲	۴۸۷	۵۱۲
۴۶۹	۵۱۳	۴۸۸	۵۱۳
۴۷۰	۵۱۴	۴۸۹	۵۱۴
۴۷۱	۵۱۵	۴۹۰	۵۱۵
۴۷۲	۵۱۶	۴۹۱	۵۱۶
۴۷۳	۵۱۷	۴۹۲	۵۱۷
۴۷۴	۵۱۸	۴۹۳	۵۱۸
۴۷۵	۵۱۹	۴۹۴	۵۱۹
۴۷۶	۵۲۰	۴۹۵	۵۲۰
۴۷۷	۵۲۱	۴۹۶	۵۲۱
۴۷۸	۵۲۲	۴۹۷	۵۲۲
۴۷۹	۵۲۳	۴۹۸	۵۲۳
۴۸۰	۵۲۴	۴۹۹	۵۲۴
۴۸۱	۵۲۵	۵۰۰	۵۲۵
۴۸۲	۵۲۶	۵۰۱	۵۲۶
۴۸۳	۵۲۷	۵۰۲	۵۲۷
۴۸۴	۵۲۸	۵۰۳	۵۲۸
۴۸۵	۵۲۹	۵۰۴	۵۲۹
۴۸۶	۵۳۰	۵۰۵	۵۳۰
۴۸۷	۵۳۱	۵۰۶	۵۳۱
۴۸۸	۵۳۲	۵۰۷	۵۳۲
۴۸۹	۵۳۳	۵۰۸	۵۳۳
۴۹۰	۵۳۴	۵۰۹	۵۳۴
۴۹۱	۵۳۵	۵۱۰	۵۳۵
۴۹۲	۵۳۶	۵۱۱	۵۳۶
۴۹۳	۵۳۷	۵۱۲	۵۳۷
۴۹۴	۵۳۸	۵۱۳	۵۳۸
۴۹۵	۵۳۹	۵۱۴	۵۳۹
۴۹۶	۵۴۰	۵۱۵	۵۴۰
۴۹۷	۵۴۱	۵۱۶	۵۴۱
۴۹۸	۵۴۲	۵۱۷	۵۴۲
۴۹۹	۵۴۳	۵۱۸	۵۴۳
۵۰۰	۵۴۴	۵۱۹	۵۴۴
۵۰۱	۵۴۵	۵۲۰	۵۴۵
۵۰۲	۵۴۶	۵۲۱	۵۴۶
۵۰۳	۵۴۷	۵۲۲	۵۴۷
۵۰۴	۵۴۸	۵۲۳	۵۴۸
۵۰۵	۵۴۹	۵۲۴	۵۴۹
۵۰۶	۵۵۰	۵۲۵	۵۵۰
۵۰۷	۵۵۱	۵۲۶	۵۵۱
۵۰۸	۵۵۲	۵۲۷	۵۵۲
۵۰۹	۵۵۳	۵۲۸	۵۵۳
۵۱۰	۵۵۴	۵۲۹	۵۵۴
۵۱۱	۵۵۵	۵۳۰	۵۵۵
۵۱۲	۵۵۶	۵۳۱	۵۵۶
۵۱۳	۵۵۷	۵۳۲	۵۵۷
۵۱۴	۵۵۸	۵۳۳	۵۵۸
۵۱۵	۵۵۹	۵۳۴	۵۵۹
۵۱۶	۵۶۰	۵۳۵	۵۶۰
۵۱۷	۵۶۱	۵۳۶	۵۶۱
۵۱۸	۵۶۲	۵۳۷	۵۶۲
۵۱۹	۵۶۳	۵۳۸	۵۶۳
۵۲۰	۵۶۴	۵۳۹	۵۶۴
۵۲۱	۵۶۵	۵۴۰	۵۶۵
۵۲۲	۵۶۶	۵۴۱	۵۶۶
۵۲۳	۵۶۷	۵۴۲	۵۶۷
۵۲۴	۵۶۸	۵۴۳	۵۶۸
۵۲۵	۵۶۹	۵۴۴	۵۶۹
۵۲۶	۵۷۰	۵۴۵	۵۷۰
۵۲۷	۵۷۱	۵۴۶	۵۷۱
۵۲۸	۵۷۲	۵۴۷	۵۷۲
۵۲۹	۵۷۳	۵۴۸	۵۷۳
۵۳۰	۵۷۴	۵۴۹	۵۷۴
۵۳۱	۵۷۵	۵۵۰	۵۷۵
۵۳۲	۵۷۶	۵۵۱	۵۷۶
۵۳۳	۵۷۷	۵۵۲	۵۷۷
۵۳۴	۵۷۸	۵۵۳	۵۷۸
۵۳۵	۵۷۹	۵۵۴	۵۷۹
۵۳۶	۵۸۰	۵۵۵	۵۸۰
۵۳۷	۵۸۱	۵۵۶	۵۸۱
۵۳۸	۵۸۲	۵۵۷	۵۸۲
۵۳۹	۵۸۳	۵۵۸	۵۸۳
۵۴۰	۵۸۴	۵۵۹	۵۸۴
۵۴۱	۵۸۵	۵۶۰	۵۸۵
۵۴۲	۵۸۶	۵۶۱	۵۸۶
۵۴۳	۵۸۷	۵۶۲	۵۸۷
۵۴۴	۵۸۸	۵۶۳	۵۸۸
۵۴۵	۵۸۹	۵۶۴	۵۸۹
۵۴۶	۵۹۰	۵۶۵	۵۹۰
۵۴۷	۵۹۱	۵۶۶	۵۹۱
۵۴۸	۵۹۲	۵۶۷	۵۹۲
۵۴۹	۵۹۳	۵۶۸	۵۹۳
۵۵۰	۵۹۴	۵۶۹	۵۹۴
۵۵۱	۵۹۵	۵۷۰	۵۹۵
۵۵۲	۵۹۶	۵۷۱	۵۹۶
۵۵۳	۵۹۷	۵۷۲	۵۹۷
۵۵۴	۵۹۸	۵۷۳	۵۹۸
۵۵۵	۵۹۹	۵۷۴	۵۹۹
۵۵۶	۶۰۰	۵۷۵	۶۰۰
۵۵۷	۶۰۱	۵۷۶	۶۰۱
۵۵۸	۶۰۲	۵۷۷	۶۰۲
۵۵۹	۶۰۳	۵۷۸	۶۰۳
۵۶۰	۶۰۴	۵۷۹	۶۰۴
۵۶۱	۶۰۵	۵۸۰	۶۰۵
۵۶۲	۶۰۶	۵۸۱	۶۰۶
۵۶۳	۶۰۷	۵۸۲	۶۰۷
۵۶۴	۶۰۸	۵۸۳	۶۰۸
۵۶۵	۶۰۹	۵۸۴	۶۰۹
۵۶۶	۶۱۰	۵۸۵	۶۱۰
۵۶۷	۶۱۱	۵۸۶	۶۱۱
۵۶۸	۶۱۲	۵۸۷	۶۱۲
۵۶۹	۶۱۳	۵۸۸	۶۱۳
۵۷۰	۶۱۴	۵۸۹	۶۱۴
۵۷۱	۶۱۵	۵۹۰	۶۱۵
۵۷۲	۶۱۶	۵۹۱	۶۱۶
۵۷۳	۶۱۷	۵۹۲	۶۱۷
۵۷۴	۶۱۸	۵۹۳	۶۱۸
۵۷۵	۶۱۹	۵۹۴	۶۱۹
۵۷۶	۶۲۰	۵۹۵	۶۲۰
۵۷۷	۶۲۱	۵۹۶	۶۲۱
۵۷۸	۶۲۲	۵۹۷	۶۲۲
۵۷۹	۶۲۳	۵۹۸	۶۲۳
۵۸۰	۶۲۴	۵۹۹	۶۲۴
۵۸۱	۶۲۵	۶۰۰	۶۲۵
۵۸۲	۶۲۶	۶۰۱	۶۲۶
۵۸۳	۶۲۷	۶۰۲	۶۲۷
۵۸۴	۶۲۸	۶۰۳	۶۲۸
۵۸۵	۶۲۹	۶۰۴	۶۲۹
۵۸۶	۶۳۰	۶۰۵	۶۳۰
۵۸۷	۶۳۱	۶۰۶	۶۳۱
۵۸۸	۶۳۲	۶۰۷	۶۳۲
۵۸۹	۶۳۳	۶۰۸	۶۳۳
۵۹۰	۶۳۴	۶۰۹	۶۳۴
۵۹۱	۶۳۵	۶۱۰	۶۳۵
۵۹۲	۶۳۶	۶۱۱	۶۳۶
۵۹۳	۶۳۷	۶۱۲	۶۳۷
۵۹۴	۶۳۸	۶۱۳	۶۳۸
۵۹۵	۶۳۹	۶۱۴	۶۳۹
۵۹۶	۶۴۰	۶۱۵	۶۴۰
۵۹۷	۶۴۱	۶۱۶	۶۴۱
۵۹۸	۶۴۲	۶۱۷	۶۴۲
۵۹۹	۶۴۳	۶۱۸	۶۴۳
۶۰۰	۶۴۴	۶۱۹	۶۴۴
۶۰۱	۶۴۵	۶۲۰	۶۴۵
۶۰۲	۶۴۶	۶۲۱	۶۴۶
۶۰۳	۶۴۷	۶۲۲	۶۴۷
۶۰۴	۶۴۸	۶۲۳	۶۴۸
۶۰۵	۶۴۹	۶۲۴	۶۴۹
۶۰۶	۶۵۰	۶۲۵	۶۵۰
۶۰۷	۶۵۱	۶۲۶	۶۵۱
۶۰۸	۶۵۲	۶۲۷	۶۵۲
۶۰۹	۶۵۳	۶۲۸	۶۵۳
۶۱۰	۶۵۴	۶۲۹	۶۵۴
۶۱۱	۶۵۵	۶۳۰	۶۵۵
۶۱۲	۶۵۶	۶۳۱	۶۵۶
۶۱۳	۶۵۷	۶۳۲	۶۵۷
۶۱۴	۶۵۸	۶۳۳	۶۵۸
۶۱۵	۶۵۹	۶۳۴	۶۵۹
۶۱۶	۶۶۰	۶۳۵	۶۶۰
۶۱۷	۶۶۱	۶۳۶	۶۶۱
۶۱۸	۶۶۲	۶۳۷	۶۶۲
۶۱۹	۶۶۳	۶۳۸	۶۶۳
۶۲۰	۶۶۴	۶۳۹	۶۶۴
۶۲۱	۶۶۵	۶۴۰	۶۶۵
۶۲۲	۶۶۶	۶۴۱	۶۶۶
۶۲۳	۶۶۷	۶۴۲	۶۶۷
۶۲۴	۶۶۸	۶۴۳	۶۶۸
۶۲۵	۶۶۹	۶۴۴	۶۶۹
۶۲۶	۶۷۰	۶۴۵	۶۷۰
۶۲۷	۶۷۱	۶۴۶	۶۷۱
۶۲۸	۶۷۲	۶۴۷	۶۷۲
۶۲۹	۶۷۳	۶۴۸	۶۷۳
۶۳۰	۶۷۴	۶۴۹	۶۷۴
۶۳۱	۶۷۵	۶۵۰	۶۷۵
۶۳۲	۶۷۶	۶۵۱	۶۷۶
۶۳۳	۶۷۷	۶۵۲	۶۷۷
۶۳۴	۶۷۸	۶۵۳	۶۷۸
۶۳۵	۶۷۹	۶۵۴	۶۷۹
۶۳۶	۶۸۰	۶۵۵	۶۸۰
۶۳۷	۶۸۱	۶۵۶	۶۸۱
۶۳۸	۶۸۲	۶۵۷	۶۸۲
۶۳۹	۶۸۳	۶۵۸	۶۸۳
۶۴۰	۶۸۴	۶۵۹	۶۸۴
۶۴۱	۶۸۵	۶۶۰	۶۸۵
۶۴۲	۶۸۶	۶۶۱	۶۸۶
۶۴۳	۶۸۷	۶۶۲	۶۸۷
۶۴۴	۶۸۸	۶۶۳	۶۸۸
۶۴۵	۶۸۹	۶۶۴	۶۸۹
۶۴۶	۶۹۰		

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۲۷	حضرت نعمان بن بشیر کے حالات	۳۹۶	۴۵۹	کھینا کی امامت سے متعلق شیخ عبدالحق رحمہ اللہ	۴۲۲
۴۲۸	صفیہ سیدہ می کرنے کی تاکید	۳۹۶		کا ایک ایک واقعہ	
۴۲۹	صف سیدہ می کرنا امامت خاندان میں داخل ہے	۳۹۸	۴۶۰	افضل کے ہوتے ہوئے فیضانِ فضل کی امامت	۴۲۳
۴۳۰	ترتیب صفوف کا بیان	۳۹۹		بھی جائز ہے	
۴۳۱	سیدہ می صفیہ کا گھر کی صفوف کی طرح ہیں	۴۰۰	۴۶۱	آئینہ صفوف کی نماز مقبول نہیں ہوتی	۴۲۴
۴۳۲	اگلی صفوف کو مکمل کرنا	۴۰۳	۴۶۲	باب امام پر کیا لازم ہے	۴۲۵
۴۳۳	سجد نبوی شریف میں امام کی بائیں جانب	۴۰۴	۴۶۳	امام کے فرائض و تقویٰ کی حقیقت یہ ہے	۴۲۶
	کھڑے ہونا افضل ہے		۴۶۴	حضرت علی علیہ السلام کا نماز کا حال بیان ہوتا ہے	۴۲۸
۴۳۴	نماز کی جگہ کا بیان	۴۰۸		بھی اور بھی	
۴۳۵	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴۱۰	۴۶۵	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ	۴۲۹
۴۳۶	حضرت عمار کے حالات	۴۱۱	۴۶۶	حضرت علی علیہ السلام کا ایک بیعت	۴۳۰
۴۳۷	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف کی چیز	۴۱۲	۴۶۷	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۱
	سے بنا ہوا تھا		۴۶۸	امام کا یہ ہے کہ نماز میں بیعت ہو	۴۳۲
۴۳۸	آپ کا بیعت شریف بنانے والے کا نام	۴۱۳	۴۶۹	حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ	۴۳۳
۴۳۹	ایک شہباز درانی کا جواب	۴۱۴	۴۷۰	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۴
۴۴۰	حضرت ابو مالک الاقرنی	۴۱۵	۴۷۱	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۵
۴۴۱	امامت کا باب	۴۱۶	۴۷۲	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۶
۴۴۲	امامت مغربی امامت گبرنی	۴۱۷	۴۷۳	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۷
۴۴۳	امامت خاندان کے سب سے زیادہ کون ہوتی ہے	۴۱۸	۴۷۴	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۸
۴۴۴	رسالہ جواب	۴۱۹	۴۷۵	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۳۹
۴۴۵	دین میں اچھا آدمی ادا ان دے	۴۲۰	۴۷۶	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۴۰
۴۴۶	حضرت ابو علیہ قتیلی رضی اللہ عنہ	۴۲۱	۴۷۷	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۴۱
۴۴۷	حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ	۴۲۲	۴۷۸	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۴۲
۴۴۸	نارینا کی امامت کا مسئلہ	۴۲۳	۴۷۹	حضرت علی علیہ السلام کا بیعت شریف	۴۴۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۴۷۸	حضرت عبداللہ بن مقبہ کے حالات	۴۴۲	۴۹۶	نفل اہل سنت نماز گھروں میں پڑھنی چاہیے	۴۷۷
۴۷۹	انبیاء علیہم السلام پر موت مرثیہ کا بیجہ جو مٹی	۴۴۳	۴۹۷	رات کی نماز کا بیان	۴۷۸
	طاری ہو سکتی ہے۔ دیوانگی کی بجائے جوشی ان		۴۹۸	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تعداد رکعات	۴۷۹
	پر طاری نہیں ہو سکتی		۴۹۹	کیا نماز تہجد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی	۴۸۰
۴۸۰	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرثیہ وفات میں پڑھتے تھے	۴۴۴	۵۰۰	بجہ شکر کا وجود ثابت کیا نہیں	۴۸۱
	بیکار رہے۔		۵۰۱	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر میں قل یا ایہا	۴۸۲
۴۸۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک	۴۴۵		الکافرون اذ قل ہما اللہ اھڑ پڑھتے تھے۔	۴۸۳
	شبہ ادراک کا جواب		۵۰۲	سنت فجر پڑھ کر قرآن مانا کرنے سے پہلے	۴۸۴
۴۸۲	ایک نماز دوم تہ پڑھنے کا باب	۴۴۶		سونا۔	۴۸۵
۴۸۳	حضرت بصر بن جبریل رضی اللہ عنہ	۴۴۷	۵۰۳	دائمی پیلو پر سونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت	۴۸۶
۴۸۴	حضرت سلیمان مولا میمونہ رضی اللہ عنہا کے	۴۴۸		بیکار تھی۔	۴۸۷
۴۸۵	حضرت بلال کی تحقیق	۴۴۹	۵۰۴	عائیں پیلو ہونے میں حکمت	۴۸۸
۴۸۶	حضرت عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہ	۴۵۰	۵۰۵	حضرت سرور رضی اللہ عنہ	۴۸۹
۴۸۷	پانچویں نمازوں کے ساتھ سنت ہر گز پڑھنے	۴۵۱	۵۰۶	تہجد کے وقت کی ایک خاص دعا	۴۹۰
	کا فضیلت		۵۰۷	حضرت شیخ شہاب الدین ہروردی کے نزدیک	۴۹۱
۴۸۸	حضرت عبداللہ بن شعیب رضی اللہ عنہ	۴۵۲		اس دعا کی فضیلت	۴۹۲
۴۸۹	سنت فجر کا ایک	۴۵۳	۵۰۸	اس دعا کی تفسیر	۴۹۳
۴۹۰	نمازوں کا ایک ہی ترتیب	۴۵۴	۵۰۹	دو نماز تین رکعت ہے	۴۹۴
۴۹۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۴۵۵	۵۱۰	حضرت زید بن ابیہنی کے حالات	۴۹۵
۴۹۲	جہاد کے فرقوں کے بعد سنتوں کی تعداد	۴۵۶	۵۱۱	سوئے ہوئے آدمی کو نماز کے لیے بیدار	۴۹۶
۴۹۳	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۴۵۷		کرنا چاہیے۔	۴۹۷
۴۹۴	ادب و احترام و ادب و احترام سے مراد	۴۵۸	۵۱۲	داخل میں ایک ہی آیت کا تکرار جائز ہے	۴۹۸
۴۹۵	حضر کے بعد دو رکعت سنت پڑھنا حضرت	۴۵۹	۵۱۳	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شب بیداری	۴۹۹
	صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا		۵۱۴	باب جب رات کو اٹھے تو کیا پڑھے	۵۰۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۱۵	دو دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت پڑھتے تھے۔	۴۹۲	۵۳۵	مومن و مومنات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ ہلکے کو چومتے تھے۔	۵۰۲
۵۱۶	بہت جلد قبول ہونے والی دعا	۴۹۶	۵۳۶	حضرت سالم بن ابوالجعد رضی اللہ عنہ	۵۰۱
۵۱۷	حضرت خرقہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۴۹۸	۵۳۷	نار حرمین کے لیے سلام دعا ہے	۵۰۱
۵۱۸	حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ	۴۹۹	۵۳۸	نار و تر کا بیان	۵۰۲
۵۱۹	شب بیداری کے فوائد و فضائل	۴۹۹	۵۳۹	دو نماز نہ سنت ہے یا واجب نیز یہ ایک	۵۰۲
۵۲۰	نماز کے وقت سرے رہنے والے آدمی کے کان میں کان کے بوی کرنے سے مراد	۵۰۱		نکاح ہے یا عین نکاح اس بارے میں	
۵۲۱	رب تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نازل فرمانے سے مراد	۵۰۲	۵۴۰	لفظ و تر کا معنی	۵۰۳
۵۲۲	لفظ دعا اور سوال کا معنی	۵۰۳	۵۴۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کی راست نماز کی	۵۰۴
۵۲۳	ہر رات میں اہانت دعا کی ایک گٹھی ہے	۵۰۳	۵۴۲	حضرت سعد رضی اللہ عنہ	۵۰۴
۵۲۴	اور وہ نصف رات کی گٹھی ہے		۵۴۳	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۲۵	ایک اشکال اور اس کا مطلب	۵۰۴	۵۴۴	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۲۶	احیاء ایل کے دو معنی	۵۰۵	۵۴۵	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۲۷	نماز تہجد کی فضیلت	۵۰۵	۵۴۶	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۲۸	تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بہت غریب ہے	۵۰۶	۵۴۷	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۲۹	بنسے کے لیے قربانی کے معنی	۵۰۶	۵۴۸	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۰	حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ	۵۰۷	۵۴۹	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۱	جنت میں بالافاضل میں رہنے والے لوگ	۵۰۸	۵۵۰	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۲	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۱۰	۵۵۱	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۳	قل تیل جو پیشتر بہت غریب ہے	۵۱۲	۵۵۲	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۴	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۱۴	۵۵۳	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۵	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۱۶	۵۵۴	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۶	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۱۸	۵۵۵	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۷	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۲۰	۵۵۶	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۸	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۲۲	۵۵۷	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۳۹	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۲۴	۵۵۸	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۴۰	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۲۶	۵۵۹	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۴۱	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۲۸	۵۶۰	دو گٹھیوں میں سے ایک گٹھی کی	۵۰۵
۵۴۲	حضور علیہ السلام کی ایک قول	۵۳۰			

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۵۵۲	دعائے تہنیت کا باب	۵۴۱	۵۴۲	ہر انسان جنت میں اللہ کے فضل سے ہی جائے گا
۵۵۴	حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۴۳	۵۴۵	علم شریعت سے دل میں کینہ رکھنا جائز ہے
۵۵۵	حضرت سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ	۵۴۴	۵۴۶	وہ بد بخت ملک جن کی مغفرت شب بارات کو بھی نہیں ہوتی۔
۵۵۶	حضرت یحییٰ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۵۴۵	۵۴۷	شب بارات کی فضیلت
۵۵۷	قبیلہ مغیرین نزار پر حضور کی دعا	۵۴۶	۵۴۸	غماز چاشت کا بیان۔ لفظ اضعیٰ کی تحقیق
۵۵۸	احمد بن محمد بن الامرشہ کی تعمیر	۵۴۷	۵۴۹	غماز اشراق و چاشت کا وقت
۵۵۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ روکے	۵۴۸	۵۵۰	حضرت ام صانی رضی اللہ عنہا
	کے بعد دعا قنوت پڑھی جائے۔	۵۴۹	۵۵۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غماز چاشت
۵۶۰	دعائے تہنیت میں آئمہ کا اختلاف	۵۵۰	۵۵۱	ختم کر کے ٹکڑے کے طور پر پڑھی۔
۵۶۱	رضان شریف میں قیام (تراویح) کا باب	۵۵۱	۵۵۲	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
۵۶۲	تراویح کو تراویح کہنے کا وجہ	۵۵۲	۵۵۳	لفظ سئلانی کی تحقیق
۵۶۳	تراویح کی تحقیق میں حضرت شیخ الحدیث سرور کا	۵۵۳	۵۵۴	حضرت ولید بن ارقم رضی اللہ عنہ
	ایک رسالہ۔	۵۵۴	۵۵۵	حضرت نعیم بن محمد رضی اللہ عنہ
۵۶۴	اہل مدینہ کی نماز تراویح	۵۵۵	۵۵۶	حضرت برویدہ رضی اللہ عنہ
۵۶۵	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۵۵۶	۵۵۷	غماز اشراق کی فضیلت
۵۶۶	نقل ملک مگر بنی پڑھتی چلی جیسے	۵۵۷	۵۵۸	نقل غماز کا بیان۔ لفظ طور کا معنی
۵۶۷	سویں گزے کا کتبہ	۵۵۸	۵۵۹	تیمم اور وضو کی فضیلت
۵۶۸	حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ	۵۵۹	۵۶۰	نقل ستارہ اداس کی دعا
۵۶۹	حضرت عروہ بن زید رضی اللہ عنہ	۵۶۰	۵۶۱	صلوۃ الاستغفار کا بیان
۵۷۰	حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	۵۶۱	۵۶۲	پریشانی کے وقت نماز سے دو لوگ نماز میں
۵۷۱	میں رکعت تراویح	۵۶۲	۵۶۳	مالم ربوبیت کا انکشاف ہوتا ہے میں سے غم و فکر
۵۷۲	حضرت عبدالرحمن اور عروج	۵۶۳	۵۶۴	کا حالت دل سے دور ہوتا ہے۔
۵۷۳	حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے بارے میں تحقیق	۵۶۴		



نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۵۹۳	بادنور ہونے کی فضیلت	۵۷۶	پیشی کے وقت جنت میں داخل ہونے اور	۶۰۴
۵۹۴	حضرت عبداللہ بن ادنی کے حالات	۵۷۷	جموعہ کے وقت جنت سے نکلنے کے لئے	۶۰۵
۵۹۵	صلوۃ التبیع کا بیان	۵۷۸	جموعہ کے دن حضرت آدم کے جنت میں جبر	۶۰۶
۵۹۶	نماز سفر کا بیان نماز قصر کے وجوب اور عدم	۵۸۲	کی فضیلت کی وجہ	
	درجہ میں اختلاف آئمہ	۶۱۳	جموعہ کے دن افضل گمڑی کا بیان	۶۰۷
۵۹۷	ذوالحلیفہ کی تحقیق	۵۸۴	اس گمڑی کی تعین میں مختلف اقوال	۶۰۸
۵۹۸	حضرت عاتق بن دحب خزاعی رضی اللہ عنہ	۵۸۴	میچ قرآن پر ہے کہ یہ گمڑی جبر کے دن	۶۰۹
۵۹۹	حضرت یحییٰ بن اسمیر رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۸۵	کی آخری گمڑی ہے۔	
۶۰۰	درجہ قصر پر اختلاف کی دلیل اور اس پر	۵۸۵	حضرت کعب بن جابر رضی اللہ عنہ	۶۱۰
	ایک استرخ اور اس کا جواب	۶۱۵	حضرت ادیس بن ادیس رضی اللہ عنہ	۶۱۱
۶۰۱	سفر میں سنت نماز کا حکم	۵۸۸	لفظاً برائے تحقیق	۶۱۲
۶۰۲	نفل اور سنت نماز ہماری پر جائز ہے	۵۸۹	انہما علیہم السلام کا اپنی قوم میں زندگی	۶۱۳
۶۰۳	مقیم نمازی سفر کے پیچھے پیدائش پر ہے	۵۹۰	رہنا تحقیق علیہ مسئلہ ہے	
۶۰۴	جمع بین صلاتین کی تحقیق اور احکامات آئمہ	۵۹۱	یم محمد اور یحییٰ بن یحییٰ کی	۶۱۴
۶۰۵	اس بارے میں درجہ اختلاف کی تحقیق	۵۹۲	تفسیر	۶۱۵
۶۰۶	جمع بین صلاتین والی احادیث کا مطلب بخوبی	۵۹۳	مرسل بن عیسیٰ کی جہاد و قیدی	۶۱۶
۶۰۷	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غشی میں اپنے	۵۹۴	حضرت بابہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ	۶۱۷
۶۰۸	آخری دور خلافت میں قصر نہ کرنے کی وجہ	۵۹۵	حضرت	۶۱۸
۶۰۹	میل کتنی مسافت کے فاصلہ کو کہتے ہیں	۵۹۶	جموعہ کا ۴۴ جموعہ کے دن کے لئے	۶۱۹
۶۱۰	جموعہ کا بیان۔ لفظ جموعہ کی تحقیق اور اس میں	۵۹۷	جموعہ کے دن یا جموعہ کی رات کے	۶۲۰
	کے فضائل	۶۰۰	مرنے والا فقہ جبر سے محفوظ ہے	
۶۱۱	جموعہ کو جموعہ کہنے کی وجہ	۶۰۱	ہے۔	
۶۱۲	مدرجہ اہلیت میں جموعہ کا نام مردوبہ تھا	۶۰۲	ماہ رجب و شعبان کے چھ عید مبارک	۶۲۱
	حضرت آدم علیہ السلام جموعہ کی صبح پید ہونے	۶۰۳	عید و سلم کی دعا۔	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۶۲۷	لفظ بدینہ کا معنی	۶۱۷	جمع کے واجبہ جوئے کی بیان	۶۲۷
۶۲۷	مجمع اور فیج ترد جائید یا و جائید ہے۔	۶۱۷	جمع کی بدوشت اور اجماع سے ثابت شدہ	۶۲۸
۶۲۸	خطبہ کے دوران کلام منور ہونے کی تشریح	۶۱۹	ہے اس کا منکر کافر ہے۔	۶۲۸
۶۲۷	خطبہ کے دوران کلام کرنا منع ہے	۶۱۷	جمعہ نماز ظہر کا خلیفہ ہے	۶۲۹
۶۳۰	حضرت ساد بن ادی رضی اللہ عنہ	۶۱۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کا منبر شریف کھڑی کا تھا	۶۳۰
۶۳۱	جمعہ کے لیے اچھا لباس ہونا چاہیے	۶۱۸	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ	۶۳۱
۶۳۵	خطبہ کے دوران بوسے پر وید	۶۱۹	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات و	۶۳۲
۶۳۷	خطبہ جمعہ اور نماز کا بیان	۶۵۳	فضائل۔	۶۳۲
۶۳۷	خطبہ جمعہ فرض ہے	۶۵۵	ایک شہرہ دار اس کا خطاب	۶۳۲
۶۳۷	الفاظ جمعہ کی مقدار	۶۵۶	جمعہ شریف دہنے والے اور عقیقہ پر فرض ہے	۶۳۲
۶۳۹	حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۶۵۷	حضرت طارق بن شہب رضی اللہ عنہ	۶۳۵
۶۳۹	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۶۵۸	نماز جمعہ کے لیے جماعت فرض ہے	۶۳۹
۶۳۹	مقام زوراد کی تحقیق	۶۵۹	پادشہ کے افراد پر جمعہ فرض نہیں	۶۳۷
۶۴۰	جمعہ کی دوسری یعنی موجودہ پہلی افان کب	۶۶۰	ملک محمد کے لیے جمعہ کی	۶۳۸
	شروع ہوئی اس کی باغ	۶۶۲	تھکے کے خلاف کھانا کھانا ہے	۶۳۹
۶۴۰	جو چیز خفا سے لاشدین نے جاری کی وہ بھی	۶۶۱	جمعہ کے عید کے عادات کے بعد کی آمد نے	۶۴۰
	سنت ہے۔		کا بیان	
۶۴۱	دو خطبوں کے درمیان بیٹنا سنت ہے	۶۶۲	پہلی نماز کے بیٹنا کے بعد نماز کا بیان ہے	۶۴۱
۶۴۵	حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ	۶۶۳	دو خطبہ کے درمیان فرض ہے	۶۴۲
۶۴۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے پہلا جمعہ مدینہ منورہ	۶۶۴	جمعہ کی سنتیں	۶۴۳
	آکر پڑھا۔	۶۶۵	خطبہ کے دوران خاموشی فرض ہے	۶۴۴
۶۴۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے اپنی پوری زندگی	۶۶۵	نماز جمعہ کا ثواب فضیلت	۶۴۵
	یہی باقاعدہ کے قریب جیسے پڑھے ہیں۔	۶۶۶	جمعہ کے لیے پلے آنے والے کا ثواب	۶۴۶
۶۴۹	حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ	۶۶۶	دور	

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۶۶۷	خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے	۶۴۹	حضرت ابو الخیر یحییٰ بن خالد	۶۷۷
۶۶۸	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریقہ فرمانبرداری	۶۵۰	حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ	۶۷۸
۶۶۹	نماز غرت کا بیان	۶۵۱	نماز عید فطر دیر سے اور نماز عید بقرہ جلدی	۶۷۹
۶۷۰	حضرت سالم بن عبداللہ کے حالات	۶۵۲	پڑھنے میں حکمت	۶۸۰
۶۷۱	حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ	۶۵۵	بکال عید کا ایک واقعہ	۶۸۱
۶۷۲	غزوہ ذات الرقاع کا بیان	۶۵۵	حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ	۶۸۲
۶۷۳	مقام بطون نخل	۶۵۹	عمران بن النعمان رضی اللہ عنہ	۶۸۳
۶۷۴	ضجنان و سفیان	۶۶۰	نماز عید پہلے ہے اور خطبہ بعد میں	۶۸۴
۶۷۵	عیدین کا بیان۔ لفظ عید کا معنی	۶۶۰	عمران بن النعمان رضی اللہ عنہ	۶۸۵
۶۷۶	نماز عید فرض کفایہ ہے	۶۶۱	حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ	۶۸۶
۶۷۷	کیا عید کے نماز عید سے پہلے یا بعد کی نماز	۶۶۲	قرآن کا باب اللہ کی تعظیم	۶۸۷
	ہے اس کی تحقیق۔	۶۶۳	اسرائیل کے صاحبزادے یونس علیہ السلام	۶۸۸
۶۷۸	حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا	۶۶۴	کا احکام	۶۸۹
۶۷۹	ایم بعات	۶۶۵	عمران بن النعمان رضی اللہ عنہ	۶۹۰
۶۸۰	خوشی کے موقع پر دف و غیرہ بجانے	۶۶۶	اس سے قرآن کی تعظیم	۶۹۱
۶۸۱	زایم کے ساتھ نماز و اذان کی ایک دلیل اور	۶۶۷	اس کا جواب	۶۹۲
	اس کا جواب	۶۶۸	نماز کے حلق حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک	۶۹۳
۶۸۲	نماز کے حلق حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک	۶۶۹	عید کی نماز کے لیے راستہ بدل کر آنے والے	۶۹۴
۶۸۳	عید کی نماز کے لیے راستہ بدل کر آنے والے	۶۷۰	کی حکمتیں	۶۹۵
	کی حکمتیں	۶۷۱	غزوہ ج کا معنی	۶۹۶
۶۸۴	غزوہ ج کا معنی	۶۷۲	غیر رسولوں کے تموار میں شرکت کا منع ہے	۶۹۷
۶۸۵	غیر رسولوں کے تموار میں شرکت کا منع ہے	۶۷۳	عید کے دن کھانے پینے میں حکمت	۶۹۸
۶۸۶	عید کے دن کھانے پینے میں حکمت	۶۷۴	بجیلوٹ عیدین کی تعداد میں اختلاف آئمہ	۶۹۹
۶۸۷	بجیلوٹ عیدین کی تعداد میں اختلاف آئمہ	۶۷۵	ایک سوال اور اس کا جواب	۷۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۷۰۷	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن	۷۸۷	۷۸۷	۷۰۵	قربانی کرنے والا قربانی سے پہلے ناغہ نہ کرے
۷۰۸	خمریوں کے ایک خیال کی تردید	۷۸۸		۷۰۶	اور بال نہ ترشیدے، اس کی گھست
۷۰۹	حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ	۷۸۹	۷۸۹	۷۰۷	ایک احراض اور اس کا جواب
۷۱۰	حضرت مکرّمہ رضی اللہ عنہ	۷۹۰	۷۹۰	۷۰۸	حضرت علی اللہ علیہ السلام کی آل بھی اس میں داخل
۷۱۱	سجدہ شکر کا بیان	۷۹۱	۷۹۱	۷۰۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات
۷۱۲	غزائے کبیرہ صرف سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں	۷۹۲	۷۹۲	۷۱۰	میت کی طرف سے بھی قربانی کیلئے جائز ہے
۷۱۳	اس مسئلے کی وضاحت	۷۹۳	۷۹۳	۷۱۱	کیسے جانور کی قربانی قبول نہیں ہے
۷۱۴	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ	۷۹۴	۷۹۴	۷۱۲	حضرت جاثع رضی اللہ عنہ
۷۱۵	اسعد کے لیے شفاعت کا سوال	۷۹۵	۷۹۵	۷۱۳	فدا بخیر کے دس دن رمضان کے دس دنوں
۷۱۶	مرضع عز و زائد کی تحقیق	۷۹۶	۷۹۶	۷۱۴	سے افضل ہیں
۷۱۷	ایک مشیر اور اس کا مل و جواب	۷۹۷	۷۹۷	۷۱۵	حضرت جنید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۷۱۸	غناز استسقاء کا بیان	۷۹۸	۷۹۸	۷۱۶	قربانی کے تین دنوں کی
۷۱۹	حضرت عیسیٰ بن ابی النعمان رضی اللہ عنہ	۷۹۹	۷۹۹	۷۱۷	قربانی سترہویں شہور میں ہوگی
۷۲۰	حضرت علی اللہ علیہ السلام کی دعا کا اثر	۸۰۰	۸۰۰	۷۱۸	تفسیر کا بیان
۷۲۱	ہواؤں کا باب	۸۰۱	۸۰۱	۷۱۹	حضرت خنساء بنت خویلد رضی اللہ عنہا
۷۲۲	باد صبا اور باد و جود کی تشریح	۸۰۲	۸۰۲	۷۲۰	غناز شہور کا بیان
۷۲۳	حضرت علی اللہ علیہ السلام پر عباس حق کا غلبہ رہتا تھا	۸۰۳	۸۰۳	۷۲۱	غناز شہور کی گنت کا معنی
۷۲۴	روح اور ریاح کے استعمال میں فرق	۸۰۴	۸۰۴	۷۲۲	روح اور ریاح کی گنت کا معنی
۷۲۵	جنازہ کی کتاب	۸۰۵	۸۰۵	۷۲۳	ایک غناز کا معنی
۷۲۶	لفظ جنازہ کی تفسیر	۸۰۶	۸۰۶	۷۲۴	ایک غناز کا معنی
۷۲۷	بیاد کا معنی	۸۰۷	۸۰۷	۷۲۵	ایک غناز کا معنی
۷۲۸	بھوکے کو کھانا کھلانا بعض صورتوں میں فرض ہے	۸۰۸	۸۰۸	۷۲۶	ایک غناز کا معنی
۷۲۹		۸۰۹	۸۰۹	۷۲۷	ایک غناز کا معنی
۷۳۰		۸۱۰	۸۱۰	۷۲۸	ایک غناز کا معنی
۷۳۱		۸۱۱	۸۱۱	۷۲۹	ایک غناز کا معنی
۷۳۲		۸۱۲	۸۱۲	۷۳۰	ایک غناز کا معنی
۷۳۳		۸۱۳	۸۱۳	۷۳۱	ایک غناز کا معنی
۷۳۴		۸۱۴	۸۱۴	۷۳۲	ایک غناز کا معنی
۷۳۵		۸۱۵	۸۱۵	۷۳۳	ایک غناز کا معنی
۷۳۶		۸۱۶	۸۱۶	۷۳۴	ایک غناز کا معنی
۷۳۷		۸۱۷	۸۱۷	۷۳۵	ایک غناز کا معنی
۷۳۸		۸۱۸	۸۱۸	۷۳۶	ایک غناز کا معنی
۷۳۹		۸۱۹	۸۱۹	۷۳۷	ایک غناز کا معنی
۷۴۰		۸۲۰	۸۲۰	۷۳۸	ایک غناز کا معنی
۷۴۱		۸۲۱	۸۲۱	۷۳۹	ایک غناز کا معنی
۷۴۲		۸۲۲	۸۲۲	۷۴۰	ایک غناز کا معنی
۷۴۳		۸۲۳	۸۲۳	۷۴۱	ایک غناز کا معنی
۷۴۴		۸۲۴	۸۲۴	۷۴۲	ایک غناز کا معنی
۷۴۵		۸۲۵	۸۲۵	۷۴۳	ایک غناز کا معنی
۷۴۶		۸۲۶	۸۲۶	۷۴۴	ایک غناز کا معنی
۷۴۷		۸۲۷	۸۲۷	۷۴۵	ایک غناز کا معنی
۷۴۸		۸۲۸	۸۲۸	۷۴۶	ایک غناز کا معنی
۷۴۹		۸۲۹	۸۲۹	۷۴۷	ایک غناز کا معنی
۷۵۰		۸۳۰	۸۳۰	۷۴۸	ایک غناز کا معنی
۷۵۱		۸۳۱	۸۳۱	۷۴۹	ایک غناز کا معنی
۷۵۲		۸۳۲	۸۳۲	۷۵۰	ایک غناز کا معنی
۷۵۳		۸۳۳	۸۳۳	۷۵۱	ایک غناز کا معنی
۷۵۴		۸۳۴	۸۳۴	۷۵۲	ایک غناز کا معنی
۷۵۵		۸۳۵	۸۳۵	۷۵۳	ایک غناز کا معنی
۷۵۶		۸۳۶	۸۳۶	۷۵۴	ایک غناز کا معنی
۷۵۷		۸۳۷	۸۳۷	۷۵۵	ایک غناز کا معنی
۷۵۸		۸۳۸	۸۳۸	۷۵۶	ایک غناز کا معنی
۷۵۹		۸۳۹	۸۳۹	۷۵۷	ایک غناز کا معنی
۷۶۰		۸۴۰	۸۴۰	۷۵۸	ایک غناز کا معنی
۷۶۱		۸۴۱	۸۴۱	۷۵۹	ایک غناز کا معنی
۷۶۲		۸۴۲	۸۴۲	۷۶۰	ایک غناز کا معنی
۷۶۳		۸۴۳	۸۴۳	۷۶۱	ایک غناز کا معنی
۷۶۴		۸۴۴	۸۴۴	۷۶۲	ایک غناز کا معنی
۷۶۵		۸۴۵	۸۴۵	۷۶۳	ایک غناز کا معنی
۷۶۶		۸۴۶	۸۴۶	۷۶۴	ایک غناز کا معنی
۷۶۷		۸۴۷	۸۴۷	۷۶۵	ایک غناز کا معنی
۷۶۸		۸۴۸	۸۴۸	۷۶۶	ایک غناز کا معنی
۷۶۹		۸۴۹	۸۴۹	۷۶۷	ایک غناز کا معنی
۷۷۰		۸۵۰	۸۵۰	۷۶۸	ایک غناز کا معنی
۷۷۱		۸۵۱	۸۵۱	۷۶۹	ایک غناز کا معنی
۷۷۲		۸۵۲	۸۵۲	۷۷۰	ایک غناز کا معنی
۷۷۳		۸۵۳	۸۵۳	۷۷۱	ایک غناز کا معنی
۷۷۴		۸۵۴	۸۵۴	۷۷۲	ایک غناز کا معنی
۷۷۵		۸۵۵	۸۵۵	۷۷۳	ایک غناز کا معنی
۷۷۶		۸۵۶	۸۵۶	۷۷۴	ایک غناز کا معنی
۷۷۷		۸۵۷	۸۵۷	۷۷۵	ایک غناز کا معنی
۷۷۸		۸۵۸	۸۵۸	۷۷۶	ایک غناز کا معنی
۷۷۹		۸۵۹	۸۵۹	۷۷۷	ایک غناز کا معنی
۷۸۰		۸۶۰	۸۶۰	۷۷۸	ایک غناز کا معنی
۷۸۱		۸۶۱	۸۶۱	۷۷۹	ایک غناز کا معنی
۷۸۲		۸۶۲	۸۶۲	۷۸۰	ایک غناز کا معنی
۷۸۳		۸۶۳	۸۶۳	۷۸۱	ایک غناز کا معنی
۷۸۴		۸۶۴	۸۶۴	۷۸۲	ایک غناز کا معنی
۷۸۵		۸۶۵	۸۶۵	۷۸۳	ایک غناز کا معنی
۷۸۶		۸۶۶	۸۶۶	۷۸۴	ایک غناز کا معنی
۷۸۷		۸۶۷	۸۶۷	۷۸۵	ایک غناز کا معنی
۷۸۸		۸۶۸	۸۶۸	۷۸۶	ایک غناز کا معنی
۷۸۹		۸۶۹	۸۶۹	۷۸۷	ایک غناز کا معنی
۷۹۰		۸۷۰	۸۷۰	۷۸۸	ایک غناز کا معنی
۷۹۱		۸۷۱	۸۷۱	۷۸۹	ایک غناز کا معنی
۷۹۲		۸۷۲	۸۷۲	۷۹۰	ایک غناز کا معنی
۷۹۳		۸۷۳	۸۷۳	۷۹۱	ایک غناز کا معنی
۷۹۴		۸۷۴	۸۷۴	۷۹۲	ایک غناز کا معنی
۷۹۵		۸۷۵	۸۷۵	۷۹۳	ایک غناز کا معنی
۷۹۶		۸۷۶	۸۷۶	۷۹۴	ایک غناز کا معنی
۷۹۷		۸۷۷	۸۷۷	۷۹۵	ایک غناز کا معنی
۷۹۸		۸۷۸	۸۷۸	۷۹۶	ایک غناز کا معنی
۷۹۹		۸۷۹	۸۷۹	۷۹۷	ایک غناز کا معنی
۸۰۰		۸۸۰	۸۸۰	۷۹۸	ایک غناز کا معنی
۸۰۱		۸۸۱	۸۸۱	۷۹۹	ایک غناز کا معنی
۸۰۲		۸۸۲	۸۸۲	۸۰۰	ایک غناز کا معنی
۸۰۳		۸۸۳	۸۸۳	۸۰۱	ایک غناز کا معنی
۸۰۴		۸۸۴	۸۸۴	۸۰۲	ایک غناز کا معنی
۸۰۵		۸۸۵	۸۸۵	۸۰۳	ایک غناز کا معنی
۸۰۶		۸۸۶	۸۸۶	۸۰۴	ایک غناز کا معنی
۸۰۷		۸۸۷	۸۸۷	۸۰۵	ایک غناز کا معنی
۸۰۸		۸۸۸	۸۸۸	۸۰۶	ایک غناز کا معنی
۸۰۹		۸۸۹	۸۸۹	۸۰۷	ایک غناز کا معنی
۸۱۰		۸۹۰	۸۹۰	۸۰۸	ایک غناز کا معنی
۸۱۱		۸۹۱	۸۹۱	۸۰۹	ایک غناز کا معنی
۸۱۲		۸۹۲	۸۹۲	۸۱۰	ایک غناز کا معنی
۸۱۳		۸۹۳	۸۹۳	۸۱۱	ایک غناز کا معنی
۸۱۴		۸۹۴	۸۹۴	۸۱۲	ایک غناز کا معنی
۸۱۵		۸۹۵	۸۹۵	۸۱۳	ایک غناز کا معنی
۸۱۶		۸۹۶	۸۹۶	۸۱۴	ایک غناز کا معنی
۸۱۷		۸۹۷	۸۹۷	۸۱۵	ایک غناز کا معنی
۸۱۸		۸۹۸	۸۹۸	۸۱۶	ایک غناز کا معنی
۸۱۹		۸۹۹	۸۹۹	۸۱۷	ایک غناز کا معنی
۸۲۰		۹۰۰	۹۰۰	۸۱۸	ایک غناز کا معنی
۸۲۱		۹۰۱	۹۰۱	۸۱۹	ایک غناز کا معنی
۸۲۲		۹۰۲	۹۰۲	۸۲۰	ایک غناز کا معنی
۸۲۳		۹۰۳	۹۰۳	۸۲۱	ایک غناز کا معنی
۸۲۴		۹۰۴	۹۰۴	۸۲۲	ایک غناز کا معنی
۸۲۵		۹۰۵	۹۰۵	۸۲۳	ایک غناز کا معنی
۸۲۶		۹۰۶	۹۰۶	۸۲۴	ایک غناز کا معنی
۸۲۷		۹۰۷	۹۰۷	۸۲۵	ایک غناز کا معنی
۸۲۸		۹۰۸	۹۰۸	۸۲۶	ایک غناز کا معنی
۸۲۹		۹۰۹	۹۰۹	۸۲۷	ایک غناز کا معنی
۸۳۰		۹۱۰	۹۱۰	۸۲۸	ایک غناز کا معنی
۸۳۱		۹۱۱	۹۱۱	۸۲۹	ایک غناز کا معنی
۸۳۲		۹۱۲	۹۱۲	۸۳۰	ایک غناز کا معنی
۸۳۳		۹۱۳	۹۱۳	۸۳۱	ایک غناز کا معنی
۸۳۴		۹۱۴	۹۱۴	۸۳۲	ایک غناز کا معنی
۸۳۵		۹۱۵	۹۱۵	۸۳۳	ایک غناز کا معنی
۸۳۶		۹۱۶	۹۱۶	۸۳۴	ایک غناز کا معنی
۸۳۷		۹۱۷	۹۱۷	۸۳۵	ایک غناز کا معنی
۸۳۸		۹۱۸	۹۱۸	۸۳۶	ایک غناز کا معنی
۸۳۹		۹۱۹	۹۱۹	۸۳۷	ایک غناز کا معنی
۸۴۰		۹۲۰	۹۲۰	۸۳۸	ایک غناز کا معنی
۸۴۱		۹۲۱	۹۲۱	۸۳۹	ایک غناز کا معنی
۸۴۲		۹۲۲	۹۲۲	۸۴۰	ایک غناز کا معنی
۸۴۳		۹۲۳	۹۲۳	۸۴۱	ایک غناز کا معنی
۸۴۴		۹۲۴	۹۲۴	۸۴۲	ایک غناز کا معنی
۸۴۵		۹۲۵	۹۲۵	۸۴۳	ایک غناز کا معنی
۸۴۶		۹۲۶	۹۲۶	۸۴۴	ایک غناز کا معنی
۸۴۷		۹۲۷	۹۲۷	۸۴۵	ایک غناز کا معنی
۸۴۸		۹۲۸	۹۲۸	۸۴۶	ایک غناز کا معنی
۸۴۹		۹۲۹	۹۲۹	۸۴۷	ایک غناز کا معنی
۸۵۰		۹۳۰	۹۳۰	۸۴۸	ایک غناز کا معنی
۸۵۱		۹۳۱	۹۳۱	۸۴۹	ایک غناز کا معنی
۸۵۲		۹۳۲	۹۳۲	۸۵۰	ایک غناز کا معنی
۸۵۳		۹۳۳	۹۳۳	۸۵۱	ایک غناز کا معنی
۸۵۴		۹۳۴	۹۳۴	۸۵۲	ایک غناز کا معنی
۸۵۵		۹۳۵	۹۳۵	۸۵۳	ایک غناز کا معنی
۸۵۶		۹۳۶	۹۳۶	۸۵۴	ایک غناز کا معنی
۸۵۷		۹۳۷	۹۳۷	۸۵۵	ایک غناز کا معنی
۸۵۸		۹۳۸	۹۳۸	۸۵۶	ایک غناز کا معنی
۸۵۹		۹۳۹	۹۳۹	۸۵۷	ایک غناز کا معنی
۸۶۰		۹۴۰	۹۴۰	۸۵۸	ایک غناز کا معنی
۸۶۱		۹۴۱	۹۴۱	۸۵۹	ایک غناز کا معنی
۸۶۲		۹۴۲	۹۴۲	۸۶۰	ایک غناز کا معنی
۸۶۳		۹۴۳	۹۴۳	۸۶۱	ایک غناز کا معنی
۸۶۴		۹۴۴	۹۴۴	۸۶۲	ایک غناز کا معنی
۸۶۵		۹۴۵	۹۴۵	۸۶۳	ایک غناز کا معنی
۸۶۶		۹۴۶	۹۴۶	۸۶۴	ایک غناز کا معنی
۸۶۷		۹۴۷	۹۴۷	۸۶۵	ایک غناز کا معنی
۸۶۸		۹۴۸	۹۴۸	۸۶۶	ایک غناز کا معنی
۸۶۹		۹۴۹	۹۴۹	۸۶۷	ایک غناز کا معنی
۸۷۰		۹۵۰	۹۵۰	۸۶۸	ایک غناز کا معنی
۸۷۱		۹۵۱	۹۵۱	۸۶۹	ایک غناز کا معنی
۸۷۲		۹۵۲	۹۵۲	۸۷۰	ایک غناز کا معنی
۸۷۳		۹۵۳	۹۵۳	۸۷۱	ایک غناز کا معنی
۸۷۴		۹۵۴	۹۵۴	۸۷۲	ایک غناز کا معنی
۸۷۵		۹۵۵	۹۵۵	۸۷۳	ایک غناز کا معنی
۸۷۶		۹۵۶	۹۵۶	۸۷۴	ایک غناز کا معنی
۸۷۷		۹۵۷	۹۵۷	۸۷۵	ایک غناز کا معنی
۸۷۸		۹۵۸	۹۵۸	۸۷۶	ایک غناز کا معنی
۸۷۹		۹۵۹	۹۵۹	۸۷۷	ایک غناز کا معنی
۸۸۰		۹۶۰	۹۶۰	۸۷۸	ایک غناز کا معنی
۸۸۱		۹۶۱	۹۶۱	۸۷۹	ایک غناز کا معنی
۸۸۲		۹۶۲	۹۶۲	۸۸۰	ایک غناز کا معنی
۸۸۳		۹۶۳	۹۶۳	۸۸۱	ایک غناز کا معنی
۸۸۴		۹۶۴	۹۶۴	۸۸۲	ایک غناز کا معنی
۸۸۵					

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار
۴۴	سلام کا جواب حقوق اسلام میں سے ہے	۴۳۷	حضرت علیؓ علیہ السلام کی موت کی خبر پر آپؐ کے ہندو مقام کا رد ہے	۴۵۱
۴۵	دعوت قبول کرنا ایک وقت سنت ہے جبکہ وہاں کوئی خلافت شرعاً کام نہ ہو	۴۳۷	سویں و خاتون کی مثال	۴۵۲
۴۶	مسلمان کے مسلمان پر چھوٹی ہیں	۴۳۸	ہمارے کو گناہ نہ دو کہ یہ گناہیں کوٹھنا ہے	۴۵۲
۴۷	بیادستہ ریشہ کی فضیلت	۴۳۹	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۴۸	لفظ خرفہ کی تحقیق	۴۴۰	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۴۹	شان اولیاء کلام	۴۴۱	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۰	اللہ تعالیٰ کے بیمار ہونے کا مطلب	۴۴۲	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۱	بیماری میں صبر و تحمل چاہیے کہ بیماری ان ان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے	۴۴۳	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۲	بیماری سے شفا یاب ہونے کی دعا	۴۴۴	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۳	عیالات کے اثرات کے اسرار و راز	۴۴۵	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۴	اہل فلسفہ کی تنقید	۴۴۶	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۵	شریۃ ائمہ ہدایت کی تحقیق و تفسیر	۴۴۷	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۶	معجزات کی تفسیر	۴۴۸	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۷	بیماری دو درجہ کا دم اور ذلیلہ	۴۴۹	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۸	لفظ شیطان احاطہ و احاطہ کی تفسیر	۴۵۰	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۵۹	مسیبیت ہمیشہ خدا کے غضب کا نشان نہیں ہوتی بلکہ لطیف و ہر بابی کے طور پر بھی ہوتی ہے	۴۵۱	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۶۰	لفظ مصیبت کا معنی	۴۵۲	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۶۱	معموم و غم میں فرق	۴۵۳	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۶۲	لفظ و نمک کا معنی	۴۵۴	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۶۳	حضرت علیؓ علیہ السلام کے حدود تکلیف میں مبتلا ہونے میں حکمت	۴۵۵	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳
۶۴	نزلہ صاحب کا عقد اور موموں کا فرق کا مثال	۴۵۶	مرض طاعون موموں کے لیے موت فسادات کا	۴۵۳





نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۸۱۷	مومن کی روح جنت کا پرندہ بن کر اٹھتی رہتی ہے۔ اس کی تفسیر و تشریح	۸۲۶	جنازے کے ساتھ پیلچین انفل جنس
۸۱۸	لفظ شجرہ کا اطلاق و معنی	۸۲۷	نماز جنازہ کی صحت کی چند شرطیں
۸۱۹	ارواح باقی رہتی ہیں	۸۲۸	قائبانہ نماز جنازہ و پڑھنے کا بیان
۸۲۰	غسل میت اور اس کی تکفین	۸۲۹	امام شافعی کے نزدیک قائبانہ نماز جنازہ
۸۲۱	غسل میت فرض ہے	۸۳۰	جائز ہے
۸۲۲	حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حالات	۸۳۱	بادشاہ حبشہ کے حالات
۸۲۳	مالین کے لباس اور انار سے تبرک حاصل کرنا۔ بعد موت قبر میں اور زندگی میں بھی توبہ	۸۳۲	قائبانہ نماز جنازہ کے ہر عمل کی ضرورت کی
۸۲۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کفن مبارک بغیر تہ کی پڑے کا تھا۔ اور صرف تین کپڑوں پر مشتمل تھا۔ کفن سنت تین کپڑے ہیں۔	۸۳۳	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۲۵	بعض متاخرین فقہاء نے مغزوہ و شرافت و گری کے لیے کفن میں عامہ کو بھی شامل کیا ہے۔	۸۳۴	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۲۶	اپنے کفن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت	۸۳۵	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۲۷	ایک اشکال اور اس کا جواب	۸۳۶	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۲۸	بہترین قربانی مہینوں والا ذبح ہے	۸۳۷	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۲۹	حضرت حمص بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ	۸۳۸	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۳۰	عبداللہ بن ابی منافق کا حال	۸۳۹	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۳۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۸۴۰	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات
۸۳۲	جنازے کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا بیان	۸۴۱	سید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات

نمبر	مضامین	نمبر	مضامین	نمبر	مضامین
۸۸۱	حضرت مطلب بن ابومرہ رضی اللہ عنہ	۸۹۳	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	۸۵۲	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ
۸۸۲	صحابہ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم	۸۹۴	نکاح - غرض و خواہش کا معنی	۸۵۳	نکاح - غرض و خواہش کا معنی
	حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی قبر پر مقدسہ پر پردہ پڑا ہوا تھا	۸۹۵	تباہی و بربادی کے قریب ملک و ممالک میں	۸۵۴	تباہی و بربادی کے قریب ملک و ممالک میں
	حضرت عائشہ اس پردے کو ہٹاتیں اور لوگ زیارت کرتے۔	۸۹۶	حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ	۸۵۵	حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ
۸۸۳	پردہ علی ان چیزوں سے تکلیف محسوس کرتا ہے جن سے زندہ کرتا ہے۔	۸۹۷	دفن میت کا بیان	۸۵۶	دفن میت کا بیان
۸۸۸	قبر سے کچھ لگانا منع ہے۔	۸۹۸	دفن اور قبر کا معنی	۸۵۷	دفن اور قبر کا معنی
۸۸۸	میت پر رونے کا باب	۸۹۹	قبر کی دفن کرنے والا یا شخص جانک ہے	۸۵۸	قبر کی دفن کرنے والا یا شخص جانک ہے
۸۸۸	میت پر زور مگر منع ہے	۹۰۰	قبر دو قسم ہے اور ادرش	۸۵۹	قبر دو قسم ہے اور ادرش
۸۸۹	آدم علیہ السلام کی وفات پر ساری مخلوق ماتم و ماتم روتی رہی۔	۹۰۱	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وسلم اپنی قبر کی زینت	۸۶۰	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وسلم اپنی قبر کی زینت
۸۸۹	تین دن سے زیادہ تعزیت نہ کی جائے	۹۰۲	حیات حیات	۸۶۱	حیات حیات
۸۸۹	حضرت ابوسفیان کا نام	۹۰۳	آبرو کی بدی زین سے ایک ہشت ہوتا ہے	۸۶۲	آبرو کی بدی زین سے ایک ہشت ہوتا ہے
۸۹۰	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۹۰۴	اور پرستش کرنے کا معنی نماز ہونا چاہیے	۸۶۳	اور پرستش کرنے کا معنی نماز ہونا چاہیے
۸۹۱	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت پر حضور کے رونے میں حکمت	۹۰۵	قبر پر مٹی کی پانی کرنا درست ہے	۸۶۴	قبر پر مٹی کی پانی کرنا درست ہے
۸۹۱	اس باب سے میں موفیہ کی تحقیق	۹۰۶	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے	۸۶۵	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے
۸۹۲	لفظ تصفیع کی تفسیر و معنی	۹۰۷	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۸۶۶	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۸۹۳	لفظ غاصب کا معنی	۹۰۸	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے	۸۶۷	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے
۸۹۳	میت پر اس کے اہل و عیال کے رونے	۹۰۹	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے	۸۶۸	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے
	سچا ہے خواب بھتا ہے	۹۱۰	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے	۸۶۹	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے
۸۹۵	چند باتوں کی مذمت	۹۱۱	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے	۸۷۰	قبر پر مٹی پھینکنا منع ہے

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۸۸۸	لفظ قطران و جرب کی تحقیق	۸۹۵	حضرت حسن بن علی کی پیری کا انکار پر ایک حکایت
۸۸۹	بادشاہوں کی طرح حضور و راقی پر کوئی	۸۹۶	سارننگ خیرہ لگا کر بھیڑی
۸۹۰	دربان نہ ہوتا تھا	۸۹۷	ایسے جلوس کے ساتھ چلتا ہے جس میں
۸۹۱	جس سلطان کے تین بچے فوت ہوئے وہ	۸۹۸	میں فوج ہوتا رہا ہو۔
۸۹۲	دوزخ میں نہ جائے گا۔	۸۹۹	نہا باغ پنے اپنے والدین کو جنت میں راقی
۸۹۳	لفظ صغی کا معنی	۹۰۰	لے کر جائیں گے۔
۸۹۴	بندہ مومن کو ہر حالت میں جہر و ثواب ملتا	۹۰۱	لفظ دامیس کا معنی
۸۹۵	رہتا ہے۔	۹۰۲	مومنوں کے تاباغ پر ان کے لیے ہوتا ہے
۸۹۶	سراج اور جرب بہ نیت عبادت الہیہ کے	۹۰۳	پر وہ بن جائیں گے۔
۸۹۷	جائیں تو سب تر پاتے ہیں۔	۹۰۴	حکیم اور دوسرے کھل کر دیکھ رہے ہیں
۸۹۸	بندہ مومن کی محبت پر آسمان و زمین بھی	۹۰۵	اپنے ناروسے کیسج کر جنت میں رہا ہوگا
۸۹۹	روتے ہیں۔	۹۰۶	حضرت کو خورشید و سحر
۹۰۰	ایک موال اور اس کا جواب	۹۰۷	میر پر پہنچے ہی صبر کرنا چاہیے
۹۰۱	حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے	۹۰۸	کہا ہے۔
۹۰۲	معنی اللہ عز۔	۹۰۹	لفظ صواب کا معنی
۹۰۳	خوش و اقارب کو چاہیے کہ اہل بیت کے	۹۱۰	تو سب کا یہی حال ہے
۹۰۴	لیے کھانے کا انتظام کریں۔	۹۱۱	وہاں پر بزرگ اس کی تعجب لگتا ہے
۹۰۵	بیت پر رونے سے بیت کو کس جاہل حزب	۹۱۲	تو اس کا جواب
۹۰۶	ہوتا ہے۔	۹۱۳	اہل بیت کے جواب میں
۹۰۷	حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا	۹۱۴	اہل بیت کو جواب دینے کے لیے
۹۰۸	واقفین کے رونے سے بیت کو عذاب ہوتا ہے	۹۱۵	کشف اور کالمین کے جواب میں
۹۰۹	ہے اس کی تحقیق۔	۹۱۶	عمرہ بنت عبدالرحمن
۹۱۰	حضرت ابو سلمہ کے فضائل و مناقب	۹۱۷	حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی
۹۱۱	بیت پرین اور وادیہ کرنے کی ممانعت	۹۱۸	بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹۱۸	اس بارے میں امام نزاری کا عقیدہ	۹۲۲	۹۲۰	مناخین علماء نے حضور کے والدین کا ایمان ثابت کیا ہے۔	۹۲۷
۹۱۹	اولیاء اللہ کا اپنی قبر سے تعلق کرنا	۹۲۳	۹۲۱	حضرت شیخ عبدالحق کے بیان کے مطابق قرآن و حدیث اور اقوال اہل سنت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اہل حقیت کے خلاف ہو۔	۹۲۷
۹۲۰	حضرت شیخ عبدالحق کے بیان کے مطابق قرآن و حدیث اور اقوال اہل سنت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اہل حقیت کے خلاف ہو۔	۹۲۳	۹۲۲	قبر کو کبدہ کرنا حرام ہے۔	۹۲۷
۹۲۱	قبر کو کبدہ کرنا حرام ہے۔	۹۲۳	۹۲۳	زیارت قبر کے بارے میں	۹۲۷
۹۲۲	زیارت قبر کے بارے میں	۹۲۳	۹۲۴	قبر کے پاس قرآن پڑھنا	۹۲۷
۹۲۳	قبر کے پاس قرآن پڑھنا	۹۲۳	۹۲۵	نقلیے معنی کا اسی پر فتویٰ ہے	۹۲۷
۹۲۴	نقلیے معنی کا اسی پر فتویٰ ہے	۹۲۳	۹۲۶	صحیح تریات ہی ہے کہ میت کو ثواب پہنچا ہے۔	۹۲۷
۹۲۵	صحیح تریات ہی ہے کہ میت کو ثواب پہنچا ہے۔	۹۲۳	۹۲۷	جمہ کے دن زیارت قبر درج نہیں ہے۔	۹۲۷
۹۲۶	جمہ کے دن زیارت قبر درج نہیں ہے۔	۹۲۳	۹۲۸	میت کی طرف سے سات دن لگا تار صدقہ کیا جائے۔	۹۲۷
۹۲۷	میت کی طرف سے سات دن لگا تار صدقہ کیا جائے۔	۹۲۳	۹۲۹	سند میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔	۹۲۷
۹۲۸	سند میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔	۹۲۳	۹۳۰	ابتداء اسلام میں زیارت قبر صحیح تھی	۹۲۷
۹۲۹	ابتداء اسلام میں زیارت قبر صحیح تھی	۹۲۳	۹۳۱	پھر یہ مخالفت منوع کر دی گئی۔	۹۲۷
۹۳۰	پھر یہ مخالفت منوع کر دی گئی۔	۹۲۳	۹۳۲	کیا مرد قتل کو زیارت قبر کے لیے جاتا جائے؟	۹۲۷
۹۳۱	کیا مرد قتل کو زیارت قبر کے لیے جاتا جائے؟	۹۲۳	۹۳۳	حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر اور کی زیارت کی۔	۹۲۷
۹۳۲	حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر اور کی زیارت کی۔	۹۲۳	۹۳۴	میت قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اس کا علم درود بھی قائم و موجود ہوتا ہے	۹۲۷
۹۳۳	میت قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اس کا علم درود بھی قائم و موجود ہوتا ہے	۹۲۳	۹۳۵	بوقت زیارت میت کا احترام ضروری ہے	۹۲۷
۹۳۴	بوقت زیارت میت کا احترام ضروری ہے	۹۲۳	۹۳۶	خصوصاً صالحین کی زیارت کے وقت	۹۲۷
۹۳۵	خصوصاً صالحین کی زیارت کے وقت	۹۲۳	۹۳۷	تھالین اور ادویہ و کلمہ ان کی قبر کی زیارت کرنے والوں کی ان کی عقیدت کے مطابق دیکھتے ہیں۔	۹۲۷
۹۳۶	تھالین اور ادویہ و کلمہ ان کی قبر کی زیارت کرنے والوں کی ان کی عقیدت کے مطابق دیکھتے ہیں۔	۹۲۳	۹۳۸	وصلى الله تعالى على جيبه محمد وآله واصحابه وسلم كثيرا كثيرا	۹۲۷
۹۳۷	وصلى الله تعالى على جيبه محمد وآله واصحابه وسلم كثيرا كثيرا	۹۲۳	۹۳۹	محمد سعيد احمد نقشبندی مجددی غفرلہ	۹۲۷
۹۳۸	محمد سعيد احمد نقشبندی مجددی غفرلہ	۹۲۳	۹۴۰	۱۱ فروری ۱۹۸۳ء بروز جمعہ المبارک	۹۲۷